تفہیم البخاری

تالیف

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی

فیصل آباد

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا

اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو (۲۸۔ سورہ حشر)

تفہیمِ البُخاری

شرح صحیح البخاری

حصّہ دوم

پارہ : ۴ تا ۶

تالیف

شیخ الحدیث علامہ غُلام رَسُول رضوی جامعہ رضویہ فیصل آباد

ناشر

صاحبزادہ محمد حبیب الرحمٰن رضوی جائنر ارسٹور رضویہ معہ جامعہ رضویہ اعظم آباد۔ فیصل آباد

135/00

باراول : گیارہ سو — مطبع عبد الحمید امجدہ پرنٹرز ہی/22 احاطہ ترلوک چند اردو بازار ، لاہور — ہدیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجُزۡءُ الرَّابِعُ

بَابُ عَقۡدِ الثِّیَابِ وَشَدِّهَا وَمَنۡ ضَمَّ ثَوۡبَهٗ اِذَا خَافَ اَنۡ تَنۡكَشِفَ عَوۡرَتُهٗ

۷۸۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بۡنُ كَثِيۡرٍ اَنَا سُفۡيٰنُ عَنۡ اَبِيۡ حَازِمٍ عَنۡ سَهۡلِ بۡنِ سَعۡدٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُصَلُّوۡنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَهُمۡ عَاقِدُوۡ اُزُرِهِمۡ مِنَ الصِّغَرِ عَلٰى رِقَابِهِمۡ فَقِيۡلَ لِلنِّسَاءِ لَا تَرۡفَعۡنَ رُءُوۡسَكُنَّ حَتّٰى يَسۡتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوۡسًا۔

بَابٌ لَا يَكُفُّ شَعۡرًا

۷۸۲ — حَدَّثَنَا اَبُو النُّعۡمَانِ ثَنَا حَمَّادُ بۡنُ زَيۡدٍ عَنۡ عَمۡرِو بۡنِ دِيۡنَارٍ عَنۡ طَاوٗسٍ عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ قَالَ اُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اَنۡ يَسۡجُدَ عَلٰى سَبۡعَةِ اَعۡظُمٍ وَلَا يَكُفَّ شَعۡرَهٗ وَلَا ثَوۡبَهٗ

بَابٌ لَا يَكُفُّ ثَوۡبَهٗ فِي الصَّلٰوةِ

۷۸۳ — حَدَّثَنَا مُوۡسَى ابۡنُ اِسۡمٰعِيۡلَ ثَنَا اَبُوۡ عَوَانَةَ عَنۡ عَمۡرٍو عَنۡ طَاوٗسٍ عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُمِرۡتُ اَنۡ اَسۡجُدَ عَلٰى سَبۡعَةِ اَعۡظُمٍ لَا اَكُفُّ شَعۡرًا وَلَا ثَوۡبًا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — **چوتھا پارہ**

باب نمازی کا کپڑوں کو گرہ لگا لینا اور انکو باندھ لینا اور جس نے اپنے کپڑے کو سمیٹا جبکہ اس کو کشفِ عورت کا خوف ہو،،

۷۸۱ ترجمہ: سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے جبکہ وہ اپنے تہبندوں میں ان کے چھوٹے ہونے کے باعث گردنوں پر گرہ لگا لیتے اور عورتوں سے کہا جاتا کہ تم اپنے سر نہ اٹھاؤ حتیٰ کہ مرد سیدھے بیٹھ جائیں۔

۷۸۱ شرح: اس باب سے امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ نماز میں کفِ ثوب سے ممانعت اس وقت ہے جبکہ اضطرار کی حالت نہ ہو اور کپڑا سمیٹنے میں کشفِ عورت کا خوف نہیں ہوتا ہے۔ عورتیں مردوں کی صف سے متاخر ہوتی تھیں اس لئے انکو سجدہ سے اپنے سر اُٹھانے سے روکا گیا حتیٰ کہ مرد سیدھے بیٹھ جائیں تاکہ ان کی نگاہیں مردوں کی شرمگاہوں پر نہ پڑیں اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ستر عورت میں احتیاط برتنی چاہیئے اور اس کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ حدیث ۳۵۶ کے تحت اسکی تفصیل مذکور ہے،، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ کپڑے سمیٹنے میں کشفِ عورت کی حفاظت ہے اور اس طرح سجدے میں جانے اور اس سے اُٹھنے میں آسانی ہے۔ اس اعتبار سے اس باب کو سجود کے احکام میں داخل کیا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

بَابُ التَّسْبِيْحِ وَالدُّعَاءِ فِي السُّجُوْدِ

۷۸۴ — حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيٰنَ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَنْصُوْرٌ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ يَتَاَوَّلُ الْقُرْاٰنَ

بَابُ الْمُكْثِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

۷۸۵ — حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ اَنَّ مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَذَاكَ فِيْ غَيْرِ حِيْنِ صَلٰوةٍ فَقَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَكَبَّرَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَامَ هُنَيَّةً ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ هُنَيَّةً ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ هُنَيَّةً فَصَلّٰى صَلٰوةَ عَمْرِو بْنِ سَلِمَةَ شَيْخِنَا هٰذَا قَالَ اَيُّوْبُ كَانَ يَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ اَرَهُمْ يَفْعَلُوْنَهٗ كَانَ يَقْعُدُ فِي الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ فَاَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقَمْنَا عِنْدَهٗ فَقَالَ لَوْ رَجَعْتُمْ اِلٰى اَهَالِيْكُمْ صَلُّوْا صَلٰوةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا صَلُّوْا صَلٰوةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ

باب نمازی بالوں کو نہ سمیٹے

۷۸۲ ترجمہ :۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم کیا گیا کہ آپ سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اور اپنا کپڑا اور بال نہ سمیٹیں۔

باب نماز میں اپنا کپڑا نہ سمیٹے

۷۸۳ ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی کہ آپ نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات اعضاء پر سجدہ کروں اور اپنے بالوں اور کپڑوں کو (نماز میں) نہ سمیٹوں۔

۷۸۲ - ۷۸۳ شرح : یعنی نمازی اپنے سر کے بال نہ سمیٹے، اس باب کی سجدہ کے احکام سے مناسبت اس طرح ہے کہ جب بالوں کو سمیٹا نہ ہو تو وہ سر کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں اور ان کو سمیٹنے سے ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ نماز کی حالت میں بالوں کے مجموعہ پر شیطان بیٹھ جاتا ہے،، چنانچہ ابوداؤد شریف میں ہے کہ ابورافع نے امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو نماز پڑھتے دیکھا جبکہ انہوں نے اپنی زلفوں کو گدی پر سمیٹا ہوا تھا۔ ابورافع نے بالوں کو کھول دیا اور کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یہ شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے حدیث ۵۰۹ کے تحت اس کی تفصیل مذکور ہے۔"

باب — سجدہ میں تسبیح اور دعاء پڑھنا

۷۸۴ ترجمہ : ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع و سجود میں بکثرت سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ،، فرمایا کرتے تھے جبکہ قرآن مجید کی آیت فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ پر عمل کرتے۔"

۷۸۴ شرح : حمد سے اللہ تعالیٰ کی صفات وجودیہ جنکو صفات اکرام کہا جاتا ہے،، کے اثبات کی طرف اشارہ کیا اور تسبیح سے صفات عدمیہ جن کو صفات جلال کہا جاتا ہے،، کی طرف اشارہ کیا، ربوبیت سے انسان کے مبداء اور مغفرت سے اس کے معاد کی طرف اشارہ کیا۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ثناء کو دعاء سے مقدم کرنا چاہیے،، کرمانی، مسلم، ابوداؤد اور نسائی میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ سجدہ کی حالت میں بندہ اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہوتا ہے اس میں بکثرت دعاء کیا کرو مگر یہ نفلی نمازوں پر محمول ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قولی حدیث میں سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ اور رکوع میں سبحان ربی العظیم،، کی تعلیم فرمائی ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

۷۸۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الزُّبَيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ سُجُودُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُكُوعُهُ وَقُعُودُهُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ

باب — دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا،،

۷۸۵ — ترجمہ : ابوقلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مالک بن حویرث نے اپنے ساتھیوں سے کہا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے آگاہ نہ کروں ؟ ابوقلابہ نے کہا،، یہ فرض نماز کا وقت نہ تھا وہ نماز کے لئے کھڑے ہوئے پھر رکوع کیا اور تکبیر کہی پھر رکوع سے سر اُٹھایا اور تھوڑا سا کھڑے رہے پھر سجدہ کیا پھر سجدہ سے سر اُٹھایا اور تھوڑی دیر بیٹھے رہے (ابوقلابہ نے کہا) اُنھوں نے ہمارے اس شیخ عمرو بن سلمہ کی نماز جیسی نماز پڑھی۔ ایوب نے کہا مذکور شیخ وہ شئ کرتے تھے کہ میں نے لوگوں کو وہ کرتے نہیں دیکھا وہ تیسری اور چوتھی رکعت (کے درمیان) میں بیٹھے تھے۔ ابن حویرث نے کہا ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور (مہینہ بھر) آپ کی خدمت میں رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اپنے گھروالوں کی طرف واپس جاؤ تو فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھو فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھو جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے ایک اذان کہے اور سب سے بڑا نماز پڑھائے۔

۷۸۵ — شرح : اس حدیث سے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے نماز میں جلسہ استراحت پر استدلال کیا ہے علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے کہا اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ جب پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدہ سے سر اُٹھائے تو قدموں کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے اور جلسہ استراحت نہ کرے،، امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا علماء کا معمول بھی یہی ہے صاحب ہدایہ نے کہا مالک بن حویرث کی مذکورہ حدیث کا جواب یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر کے باعث جلسہ استراحت کیا تھا اس مسئلہ کی پوری تفصیل حدیث ع ۶۴۷ کے تحت مذکور ہے،،

۷۸۶ — ترجمہ : حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ، رکوع اور دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ تقریبًا سب برابر تھے،،

۷۸۶ — شرح : امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں حدیثوں سے نماز میں جلسہ استراحت پر استدلال کیا ہے حدیث ع ۶۴۷ کے تحت اس کی تفصیل مذکور ہے، امام احمد رضی اللہ عنہ کے مذہب میں دونوں سجدوں کے درمیان بار بار ،، رَبِّ اغْفِرْ لِيْ ،، رَبِّ اغْفِرْ لِيْ ،، مستحب ہے احناف کے مذہب میں اس میں ذکر مسنون نہیں کیونکہ ان میں اعتدال بالتبع ہے لہٰذا اس میں ذکر مسنون نہ ہوگا جبکہ ذکر مسنون وہاں ہوتا ہے جو مقصود اصلی ہو،، اور جن حدیثوں میں ذکر کی روایت مذکور ہے۔ وہ تہجد کی نماز پر محمول ہے،،

۷۸۶ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الزُّبَيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ سُجُودُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُكُوعُهُ وَقُعُودُهُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ

باب — دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا،،

۷۸۵ — ترجمہ : ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مالک بن حویرث نے اپنے ساتھیوں سے کہا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے آگاہ نہ کروں ؟ ابو قلابہ نے کہا،، یہ فرض نماز کا وقت نہ تھا وہ نماز کے لئے کھڑے ہوئے پھر رکوع کیا اور تکبیر کہی پھر رکوع سے سر اُٹھایا اور تھوڑا سا کھڑے رہے پھر سجدہ کیا پھر سجدہ سے سر اُٹھایا اور تھوڑی دیر بیٹھے رہے (ابو قلابہ نے کہا) اُنھوں نے ہمارے اس شیخ عمرو بن سلمہ کی نماز جیسی نماز پڑھی۔ ایوب نے کہا مذکور شیخ وہ شئ کرتے تھے کہ میں نے لوگوں کو وہ کرتے نہیں دیکھا وہ تیسری اور چوتھی رکعت (کے درمیان) میں بیٹھتے تھے۔ ابن حویرث نے کہا ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور (مہینہ بھر) آپ کی خدمت میں رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اپنے گھر والوں کی طرف واپس جاؤ تو فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھو فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھو جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے ایک اذان کہے اور سب سے بڑا نماز پڑھائے۔

۷۸۵ — شرح : اس حدیث سے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے نماز میں جلسہ استراحت پر استدلال کیا ہے علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے کہا اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ جب پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدہ سے سر اُٹھائے تو قدموں کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے اور جلسہ استراحت نہ کرے،، امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا علماء کا معمول بھی یہی ہے صاحب ہدایہ نے کہا مالک بن حویرث کی مذکورہ حدیث کا جواب یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر کے باعث جلسہ استراحت کیا تھا اس مسئلہ کی پوری تفصیل حدیث ع ۶۴۷ کے تحت مذکور ہے،،

۷۸۶ — ترجمہ : حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ، رکوع اور دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ تقریباً سب برابر تھے،،

۷۸۶ — شرح : امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں حدیثوں سے نماز میں جلسہ استراحت پر استدلال کیا ہے حدیث ع ۶۴۷ کے تحت اس کی تفصیل مذکور ہے، امام احمد رضی اللہ عنہ کے مذہب میں دونوں سجدوں کے درمیان بار بار،، رَبِّ اغْفِرْ لِی،، رَبِّ اغْفِرْ لِی،، مستحب ہے احناف کے مذہب میں اس میں ذکر مسنون نہیں کیونکہ ان میں اعتدال بالتبع ہے لہٰذا اس میں ذکر مسنون نہ ہوگا جبکہ ذکر مسنون وہاں ہوتا ہے جو مقصود اصلی ہو،، اور جن حدیثوں میں ذکر کی روایت مذکور ہے۔ وہ تہجد کی نماز پر محمول ہے،،

۷۸۷ ــ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ إِنِّي لَا آلُو أَنْ أُصَلِّيَ بِكُمْ كَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِنَا قَالَ ثَابِتٌ كَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يَصْنَعُ شَيْئًا لَمْ أَرَكُمْ تَصْنَعُونَهُ كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَامَ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ

بَابٌ لَا يَفْتَرِشُ ذِرَاعَيْهِ فِي السُّجُودِ

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ سَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا ۷۸۸ ــ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ وَلَا يَبْسُطْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ انْبِسَاطَ الْكَلْبِ

---

۷۸۷ ــ **ترجمہ:** حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنھوں نے کہا میں تم کو نماز پڑھانے میں کمی نہیں کروں گا جس طرح میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیں نماز پڑھاتے دیکھا ہے، ثابت نے کہا انس بن مالک (نماز میں) ایک شئی کرتے تھے میں نے تم کو وہ کرتے نہیں دیکھا وہ جب رکوع سے سر اُٹھاتے تو کھڑے رہتے حتیٰ کہ کہنے والا کہتا کہ وہ بھول گئے ہیں اور دونوں سجدوں کے درمیان اتنی دیر بیٹھتے کہ کہنے والا کہتا کہ وہ بھول گئے ہیں۔

باب ــ سجدہ میں اپنی کلائیاں زمین پر نہ بچھائے

ترجمۃ الباب ابو حمید نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے جبکہ دونوں کلائیاں زمین پر نہ بچھائیں اور نہ ہی ان کو پہلو دل کے ساتھ ملایا۔

۷۸۸ ــ **ترجمہ:** حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا، سجدہ میں اعتدال کرو (افتراش اور قبض کے درمیان)، اور تم سے کوئی بھی کتے کے بچھانے کی طرح اپنے بازو زمین پر نہ بچھائے۔

۷۸۸ ــ **شرح:** یعنی دونوں ہتھیلیاں زمین پہ رکھے اور دونوں بازو زمین سے اُٹھائے رکھے ان کو زمین کے ساتھ نہ ملائے،، اس میں حکمت یہ ہے کہ ایک تو پیشانی اور ناک زمین پر اچھی طرح متمکن ہوجاتے ہیں اور دوسرے یہ کہ اس میں تواضع پائی جاتی ہے،، اور سست لوگوں جیسی حالت نہیں ہوتی۔ یہ نہی تنزیہہ کے لئے ہے اگر ایسا کیا تو نماز ہوجاتی ہے مگر اس میں اساءت ہے۔ فتح الباری میں ہے کہ نماز میں خسیس اشیاء کے ساتھ مشابہت نہیں کرنی چاہیئے جبکہ اس طرح کتا دونوں بازو زمین پر بچھا کر بیٹھتا ہے،،

مسلم نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو دونوں ہاتھوں کو پسلیوں سے اتنا دور کرتے کہ اگر بکری کا بچہ ان سے گزرنا چاہتا تو گزر سکتا تھا

بَابُ مَنِ اسْتَوٰى قَاعِدًا فِي وِتْرٍ مِّنْ صَلٰوتِهٖ ثُمَّ نَهَضَ

۷۸۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ اَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ عَنْ اَبِي قِلَابَةَ قَالَ اَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ اللَّيْثِيُّ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فَاِذَا كَانَ فِي وِتْرٍ مِّنْ صَلَاتِهٖ لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا

بَابُ كَيْفَ يَعْتَمِدُ عَلَى الْاَرْضِ اِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَةِ

۷۹۰ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ اَيُّوبَ عَنْ اَبِي قِلَابَةَ قَالَ جَاءَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ فَصَلّٰى بِنَا فِي مَسْجِدِنَا هٰذَا فَقَالَ اِنِّي لَاُصَلِّي بِكُمْ وَمَا اُرِيْدُ الصَّلٰوةَ لٰكِنِّي اُرِيْدُ اَنْ اُرِيَكُمْ كَيْفَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَالَ اَيُّوبُ فَقُلْتُ لِاَبِي قِلَابَةَ وَكَيْفَ كَانَتْ صَلٰوتُهٗ قَالَ مِثْلُ صَلٰوةِ شَيْخِنَا هٰذَا يَعْنِي عَمْرَو بْنَ سَلِمَةَ قَالَ اَيُّوبُ وَكَانَ ذٰلِكَ الشَّيْخُ يُتِمُّ التَّكْبِيْرَ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ عَنِ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ جَلَسَ وَاعْتَمَدَ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ قَامَ

باب ـــ جو شخص نماز کی طاق رکعت میں سیدھا بیٹھ گیا پھر اُٹھا "

۷۸۹ ـــ ترجمہ : ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنھوں نے کہا مالک بن حویرث لیثی نے خبر دی کہ اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ جب آپ نماز کی طاق رکعت پڑھ لیتے تو کھڑے نہ ہوتے حتیٰ کہ سیدھے بیٹھ جاتے "۔

۷۸۹ ـــ شرح : یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلی اور تیسری رکعت پڑھ لیتے تو بیٹھ جاتے پھر اُٹھتے "، اس حدیث سے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے استدلال کیا کہ جلسہ استراحت مستحب ہے "، احناف کہتے ہیں ۔ جلسہ استراحت مسنون نہیں کیونکہ یہ اگر مقصود ہوتا تو اس میں مخصوص ذکر مشروع ہوتا اور متن میں مذکور حدیث کے جواب میں وہ کہتے ہیں کہ یہ جلسہ کسی عذر کے باعث تھا اور وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " لَا تُبَادِرُوْنِي فَاِنِّي قَدْ بَدَّنْتُ "، یعنی سجدہ کرنے میں جلدی نہ کرو کیونکہ میں بھاری ہو گیا ہوں "، علاوہ ازیں یہ جلسہ آرام کے لئے ہوتا ہے اور نماز آرام کے لئے وضع نہیں کی گئی ہے "، یہی مسلک امام مالک اور امام احمد رضی اللہ عنہما کا ہے "، امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدموں پہ سیدھے کھڑے ہو جایا کرتے تھے اس مسئلہ کی تفصیل حدیث ۷۴۷ کے تحت مذکور ہے ۔

بَابٌ يُكَبِّرُ وَهُوَ يَنْهَضُ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يُكَبِّرُ فِي نَهْضَتِهِ ۷۹۱ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلَّى لَنَا أَبُو سَعِيدٍ فَجَهَرَ بِالتَّكْبِيرِ حِينَ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ وَحِينَ سَجَدَ وَحِينَ رَفَعَ وَحِينَ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَقَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب — جب رکعت سے کھڑا ہونے کا ارادہ کرے تو زمین پر اعتماد کیسے کرے ""

۷۹۰ — ترجمہ : ابو قلابہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارے پاس مالک بن حویرث آئے اور ہماری اس مسجد میں ہمیں نماز پڑھائی اور کہا میں تم کو نماز پڑھاتا ہوں حالانکہ میں نماز کا ارادہ نہیں کرتا لیکن تم کو دکھانا چاہتا ہوں کہ میں نے نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ ایوب نے کہا میں نے ابو قلابہ سے کہا آپ کی نماز کیسی تھی؟ انھوں نے کہا ہمارے اس شیخ یعنی عمرو بن سلمہ کی نماز جیسی تھی، ایوب نے کہا وہ شیخ (عمرو بن سلمہ) تکبیریں پوری کہتے اور جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تو بیٹھ جاتے اور زمین پر اعتماد کر کے پھر اٹھتے "

۷۹۰ — شرح : یعنی نماز کی کیفیت اس طرح بیان کی کہ شیخ جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تو پہلے بیٹھ جاتے پھر آٹا گوندھنے والے کی طرح زمین پر اعتماد کرتے پھر اٹھتے اس کی تفصیل ع ۶۴۷ اور ع ۷۸۹ کے تحت مذکور ہے!

باب — نمازی تکبیر کہے جبکہ دو رکعت نماز پڑھ کر اُٹھے ""حضرت عبد اللہ بن زبیر اُٹھنے کے وقت تکبیر کہتے تھے ""

۷۹۱ — ترجمہ : سعید بن حارث نے کہا ہم کو ابو سعید نے نماز پڑھائی تو انھوں نے بلند آواز سے تکبیر کہی جبکہ سجدہ سے سر اٹھایا اور جب سجدہ کیا اور جب سجدہ سے سر اٹھایا اور جب دو رکعتیں پڑھ کر اٹھے اور کہا میں نے نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے"۔

۷۹۱ — شرح : یعنی نمازی پہلا تشہد پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے اٹھنے کے وقت تکبیر کہے۔ باب میں سجدتین سے مراد پہلی دو رکعتیں ہیں کیونکہ مجازاً

۷۹۲ — حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا غَیْلَانُ بْنُ جَرِیْرٍ عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ صَلَّیْتُ اَنَا وَعِمْرَانُ بْنُ الْحُصَیْنِ صَلٰوۃً خَلْفَ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَکَانَ اِذَا سَجَدَ کَبَّرَ وَاِذَا رَفَعَ کَبَّرَ وَاِذَا نَھَضَ مِنَ الرَّکْعَتَیْنِ کَبَّرَ فَلَمَّا سَلَّمَ اَخَذَ عِمْرَانُ بِیَدِیْ فَقَالَ اَقَدْ صَلّٰی بِنَا ھٰذَا صَلٰوۃَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ قَالَ ذَکَّرَنِیْ ھٰذَا صَلٰوۃَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

بَابُ سُنَّۃِ الْجُلُوْسِ فِی التَّشَھُّدِ وَکَانَتْ اُمُّ الدَّرْدَاءِ تَجْلِسُ فِیْ صَلٰوتِھَا جِلْسَۃَ الرَّجُلِ وَکَانَتْ فَقِیْھَۃً

سجدہ کا رکعت پر اطلاق ہوتا رہتا ہے،،

مروان بن حکم جب مدینہ منورہ کا حاکم تھا اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے جبکہ ابوہریرہ غائب ہوگئے چونکہ بنو اُمیہ تکبیریں آہستہ کہتے تھے اس لئے ابوسعید خدری نے نماز کو شروع کرتے وقت اور دُوسرے انتقالات کے وقت بُلند آواز سے تکبیریں کہیں،، بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں میں اختلاف تکبیر کو بلند آواز یا آہستہ کہنے میں تھا اسی لئے ابوسعید نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے،، تکبیر کہنے میں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ کھڑا ہوتے وقت تکبیر کہے البتہ امام مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدھا کھڑا ہو کر تکبیر کہے،،

---

۷۹۲ — ترجمہ: مُطَرِّف نے کہا کہ میں اور عمران نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی وہ جب سجدہ کرتے، جب سجدہ سے سر اُٹھاتے اور جب دو رکعتوں سے اُٹھتے تو تکبیر کہتے اُنھوں نے جب سلام پھیرا تو عمران نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا حضرت علی نے ہم کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جیسی نماز پڑھائی ہے یا کہا اُنھوں نے مجھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد دلائی ہے،،

۷۹۲ — شرح: سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہر انتقال میں اللہ اکبر کہتے تھے اس لئے عمران نے کہا اُنھوں نے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سی نماز پڑھائی ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر رفع اور خفض میں اللہ اکبر کہنے میں اکثر آثار مروی ہیں اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر، عمر فاروق اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم نے اُن پر عمل کیا اور آج تک اس پر عمل ہو رہا ہے کوئی شخص اس کا انکار نہیں کرتا اس لئے اس مسئلہ پر اُمت کا اجماع ہے،، حدیث ۷۵۵ کا بھی یہی مضمون ہے!

باب — تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ

۷۹۳ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ يَرَى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَتَرَبَّعُ فِي الصَّلٰوةِ إِذَا جَلَسَ فَفَعَلْتُهُ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ السِّنِّ فَنَهَانِي عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ وَقَالَ إِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلٰوةِ أَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنٰى وَتَثْنِيَ الْيُسْرٰى فَقُلْتُ إِنَّكَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ إِنَّكَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فَقَالَ إِنَّ رِجْلَايَ لَا تَحْمِلَانِّي

۷۹۴ — حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ وَيَزِيدَ بْنِ مُحَمَّدٍ ابْنِ عَمْرٍو ابْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَا صَلٰوةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ أَنَا كُنْتُ أَحْفَظَكُمْ لِصَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ أَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوٰى حَتّٰى يَعُودَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ وَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلٰى رِجْلِهِ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْيُمْنٰى فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْأُخْرٰى وَقَعَدَ عَلٰى مَقْعَدَتِهِ وَسَمِعَ اللَّيْثُ يَزِيدَ بْنَ أَبِي ....

ام درداء رضی اللہ عنہا نماز میں مرد کی طرح بیٹھتی تھیں اور وہ فقیہہ تھیں ،،

۷۹۳ — **ترجمہ** : حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم نے عبداللہ بن عبداللہ سے خبر دی کہ اُنھوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ جب نماز میں بیٹھتے تو چار زانو بیٹھتے تھے ،، میں نے بھی اسی طرح کیا جبکہ میں اس وقت نوعمر تھا مجھے عبداللہ بن عمر نے اس سے منع کیا اور کہا نماز میں بیٹھنے کا طریقہ یہ ہے کہ تو اپنا دایاں پاؤں کھڑا کرے اور بائیں پاؤں کو موڑے اس پر میں نے کہا آپ تو اس طرح کرتے ہیں ؟ عبداللہ بن عمر نے کہا میرے پاؤں مجھے اُٹھا نہیں سکتے !

۷۹۳ — **شرح** : تشہد میں سُنّتِ جلوس سے مراد مخصوص ہیئت ہے یہ بھی احتمال ہے کہ نفسِ جلوس مراد ہو حدیث میں دونوں احتمال ممکن ہیں اگرچہ جلوس کبھی واجب بھی ہوتا ہے لیکن سُنّت سے مراد طریقہ محمدیہ ہے اور یہ عام ہے جو واجب مستحب سب کو شامل ہے ،، امام ابوحنیفہ اور مالک رضی اللہ عنہما کا بھی یہی مسلک ہے کہ عورت نماز میں مرد کی طرح بیٹھے جبکہ امام مالک رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ عورت اپنے بائیں سرین پہ بیٹھے اور دائیں ران کو بائیں ران پر رکھ کر حتی الوسع اعضاء کو اکٹھا کرے اور رکوع وسجود اور جلوس وغیرہ میں مرد کی طرح کھل کر افعال نہ کرے ،، تندرست کے لئے فرض نماز میں چار زانو بیٹھنا مکروہ ہے اس پر سب علماء کا اتفاق ہے مگر مریض کا چار زانو بیٹھنے میں علماء کا اختلاف ہے ،،

حَبِيبٌ وَيَزِيدُ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَلْحَلَةَ وَابْنُ حَلْحَلَةَ مِنَ ابْنِ عَطَاءٍ وَقَالَ أَبُو صَالِحٍ عَنِ اللَّيْثِ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرٍو بْنِ حَلْحَلَةَ حَدَّثَهُ كُلُّ فَقَارٍ

۷۹۴

ترجمہ : محمد بن عمرو بن عطاء سے روائت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے (انھوں نے کہا) ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ذکر کیا تو ابوحمید ساعدی نے کہا میں تم سب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جانتا ہوں،، میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ جب تکبیر کہتے تو دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر لے جاتے جب رکوع کرتے تو دونوں ہاتھوں سے دونوں گھٹنے پکڑتے پھر کمر کو مائل کرتے جب سر مبارک اُٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر لوٹ آتی، جب سجدہ کرتے تو ہاتھوں کو زمین پر بچھائے کے بغیر رکھتے اور نہ ہی ان کو پہلوؤں سے ملاتے اور دونوں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رو متوجہ کرتے اور جب دو رکعتوں میں بیٹھتے تو بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا کر لیتے۔ جب آخری رکعت میں بیٹھتے تو بایاں پاؤں باہر کی طرف نکال دیتے اور دُوسرے پاؤں کو کھڑا کر لیتے اور مقعد شریف پر بیٹھ جاتے،، لیث نے یزید بن ابی حبیب سے سُنا اور یزید نے محمد بن حلحلہ اور ابن حلحلہ نے ابن عطاء سے سُنا، ابو صالح نے لیث سے "کل قفار" کی روائت کی ہے اور عبداللہ بن مبارک نے یحییٰ بن ایوب سے روائت کی اُنھوں نے کہا مجھے یزید بن ابی حبیب نے خبر دی کہ محمد بن عمرو نے ان کو "کل فقار،، کی خبر دی ہے۔ (یعنی فاء مقدم اور قاف مؤخر ہے جبکہ پہلی روائت میں اس کا برعکس ہے)

۷۹۴

شرح : نماز میں بیٹھنے کی کیفیت میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نماز میں ہر جلسہ میں بایاں پاؤں بچھائے اور دایاں پاؤں کھڑا کرے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہر جلسہ میں نمازی تورک کرے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ آخری تشہد میں تورک کرے اور باقی میں بایاں پاؤں بچھا کر اس پہ بیٹھے اور دایاں پاؤں کھڑا کرے متن میں مذکور حدیث سے اُنھوں نے استدلال کیا ہے،، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ بھی امام شافعی کی طرح کہتے ہیں مگر وہ صبح کی نماز کے جلسہ میں تورک نہیں کرتے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ امام شافعی کے نزدیک دونوں سجدوں کے درمیان جلسۂ استراحت کے جلسہ اور پہلے تشہد کے جلسہ میں تورک ہے۔ اور آخری تشہد میں تورک نہ کرے،، امام طحاوی رحمہ اللہ نے کہا نماز میں ہر جلسہ میں دایاں پاؤں کھڑے اور بایاں پاؤں بچھائے اور اس پہ بیٹھے۔ امام ابوحنیفہؒ، ابویوسفؒ، محمدؒ اور ایک روائت میں امام احمدؒ بھی یہی کہتے ہیں۔ اُنھوں نے طبرانی کی روائت سے استدلال کیا جو وائل بن حجر حضرمی سے منقول ہے،، کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشہد کے لئے بیٹھے تو بایاں پاؤں بچھایا پھر اس پہ بیٹھ گئے،، امام طحاوی نے ابوحمید ساعدی کی حدیث جس سے امام شافعی نے استدلال کیا ہے کا جواب یہ دیا کہ محمد بن عمرو بن عطاء نے یہ حدیث ابوحمید ساعدی سے نہیں سُنی

بَابٌ مَنْ لَمْ يَرَ التَّشَهُّدَ الْأَوَّلَ وَاجِبًا لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَلَمْ يَرْجِعْ ۷۹۵ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ هُرْمُزَ مَوْلٰى بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَقَالَ مَرَّةً مَوْلٰى رَبِيْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ بُحَيْنَةَ قَالَ وَهُوَ مِنْ أَزْدِ شَنُوْءَةَ وَهُوَ حَلِيْفٌ لِبَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمُ الظُّهْرَ فَقَامَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ وَلَمْ يَجْلِسْ فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ حَتّٰى إِذَا قَضَى الصَّلٰوةَ وَانْتَظَرَ النَّاسُ تَسْلِيْمَهُ كَبَّرَ وَهُوَ جَالِسٌ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ ثُمَّ سَلَّمَ

اور نہ ہی کسی اور سے سنی ہے جو ابوحمید کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔ ان کے درمیان ایک مجہول شخص ہے،، لہذا یہ حدیث قابلِ استدلال نہیں،،

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازی سجدہ میں دونوں پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف متوجہ کرے اور پیٹ کو دونوں رانوں سے علیحدہ رکھے اور یہ بھی معلوم ہُوا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول بعض احکام کثیر صحابہ کرام پر مخفی بھی رہ جاتے تھے،، **قولہ سمع ابوالليث الخ** سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ ابواللیث کا یزید بن ابی حبیب اور یزید بن محمد سے سماع ثابت ہے اگرچہ یہ حدیث عنعنہ ہے اسی طرح محمد بن عمرو بن حلحلہ کا محمد بن عمرو بن عطاء سے سماع ثابت ہے۔ لہذا ان کا عنعنہ سماع پر محمول ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب ـــ جس نے پہلا تشہد فرض نہ جانا

کیونکہ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوگئے اور تشہد کی طرف نہ لوٹے،،

۷۹۵ ـــ **ترجمہ :** زہری نے کہا مجھے عبدالرحمٰن بن ہرمز مولیٰ بنی عبدالمطلب نے اور کبھی یہ کہا کہ مولیٰ ربیعہ بن حارث نے خبر دی کہ عبداللہ بن بُحَینہ اور وہ قبیلہ ازدِ شنوءہ سے اور بنی عبدِ مناف کے حلیف تھے اور نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے ہیں نے کہا کہ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی اور پہلی دو رکعتوں کے بعد کھڑے ہوگئے اور قعدہ نہ کیا لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہوگئے حتیٰ کہ جب نماز پُوری کرلی اور لوگوں نے آپ کا سلام پھیرنے کا انتظار کیا تو آپ نے تکبیر کہی جبکہ آپ بیٹھے ہُوئے تھے اور سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کئے پھر سلام پھیرا،،

۷۹۵ ـــ **شرح :** علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے کہا کہ امام جب بھول جائے اور بھول زیادہ ہوجائے حتیٰ کہ سیدھا کھڑا ہوجائے حالانکہ اُس نے تشہد پڑھنے کے لئے بیٹھنا تھا تو لوگ اس کی متابعت کریں،، علامہ خطابی رحمہ اللہ نے کہا اس حدیث سے معلوم

بَابُ التَّشَهُّدِ فِي الْأُولٰى ۷۹۶ — حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا بَكْرٌ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ فَقَامَ وَعَلَيْهِ جُلُوْسٌ فَلَمَّا كَانَ فِي اٰخِرِ صَلٰوتِهٖ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ

بَابُ التَّشَهُّدِ فِي الْاٰخِرَةِ

ہوتا ہے کہ سجدہ سہو سلام سے پہلے ہے لیکن احناف اس کو بیان جواز پر محمول کرتے ہیں۔ صاحب ہدایہ نے کہا یہ اختلاف اولویت میں ہے۔ امام نووی نے کہا یہ نزاع افضلیت میں ہے۔ احناف کی دلیل حضرت مغیرہ بن شعبہ کی حدیث ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی اور آپ بھول کر دو رکعتوں کے بعد کھڑے ہو گئے ہم نے "سبحان اللہ" کہا مگر آپ بدستور کھڑے رہے جب نماز پوری کر لی اور سلام پھیرا تو سلام کے بعد سہو کا سجدہ کیا،، ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے صحابہ کی بہت بڑی جماعت سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کرتی تھی،، اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ پہلا قعدہ فرض نہیں ورنہ سجدہ سہو سے اس کی تلافی کیسے ہو سکتی ہے جبکہ رکوع رہ جائے تو اس کے لئے سجدہ سہو کافی نہیں۔ البتہ اگر واجب رہ جائے تو سجدہ سہو سے نقصان پورا ہو سکتا ہے،، باب کے عنوان میں واجب فرض کے معنی میں ہے،،

باب — پہلے قعدہ میں تشہد کی مشروعیت

۷۹۶ — ترجمہ: عبد اللہ بن مالک بن بُحَیْنَہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ظہر کی نماز پڑھائی آپ دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہو گئے حالانکہ آپ نے بیٹھنا تھا جب آپ نماز کے آخر میں تھے تو بیٹھے بیٹھے آپ نے دو سجدے کئے"

۷۹۶ — شرح: مالک حضرت عبد اللہ کا باپ اور بحینہ ان کی والدہ ہے اس لئے مالک اور بحینہ کا اعراب ایک ہی ہے۔ پہلے باب اور اس باب میں فرق یہ ہے کہ پہلے باب میں پہلے تشہد کی عدمِ فرضیت کا بیان تھا اور اس باب میں پہلے قعدہ میں تشہد کی مشروعیت کا بیان ہے،،

باب — دوسرے قعدہ میں تشہد پڑھنا،،

۷۹۷ — حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ شَقِیْقِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ کُنَّا اِذَا صَلَّیْنَا خَلْفَ النَّبِیِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا السَّلَامُ عَلٰی جِبْرَائِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ السَّلَامُ عَلٰی فُلَانٍ وَّفُلَانٍ فَالْتَفَتَ اِلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ فَاِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلْیَقُلْ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ فَاِنَّکُمْ اِذَا قُلْتُمُوْهَا اَصَابَتْ کُلَّ عَبْدِ اللّٰهِ صَالِحٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

---

۷۹۷ — ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو (سلام پھیرنے کے وقت) ہم کہتے (بندوں کی طرف سے اللہ پر سلام) جبرائیل پر سلام، میکائیل پر سلام اور فلاں، فلاں پر سلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا (جبکہ نماز سے فارغ ہوئے) اللہ تعالیٰ تو خود سلام ہے جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے (نماز میں تشہد پڑھنے لگے) تو یوں کہے "التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین"، یقیناً جب تم یہ (وعلی عباد اللہ الصالحین) کہو گے تو جو بھی اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ زمین و آسمان میں ہوگا اس کو تمہارا سلام پہنچ جائیگا اشہدان لاالہ الااللہ واشہدان محمداً عبدہٗ ورسولہ"۔

۷۹۷ — شرح: بخاری کی اس روایت میں اگرچہ "السلام علی اللہ" کا ذکر نہیں مگر ابوداؤد کی روایت میں "السلام علی اللہ" مذکور ہے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ کہنے سے منع فرما دیا، کیونکہ ہر سلامتی اور رحمت اسی کی ہے اور اسی سے ہے اور وہی ان کا مالک و معطی ہے۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ نے کہا مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سلامتی والا ہے تم "السلام علی اللہ" نہ کہو ہر عیب اور نقص سے سلامتی اسی سے ہے اور اسی کی طرف لوٹتی ہے۔

"التحیات الخ" یعنی قولی، بدنی اور مالی عبادتیں سب اللہ کے لئے ہیں"۔

تحیات تحیہ کی جمع بمعنی سلام، بقا، عظمت ہے۔ دراصل عرب مخصوص کلمات سے ملوک و سلاطین کو سلام پیش کیا کرتے تھے جیسا کہ ان کی عادت تھی ان کو وہ تحیات کہتے تھے چنانچہ وہ ان سے ملاقات کے وقت یہ کہا کرتے تھے تو ہزار ہا سال زندہ رہے وغیرہ وغیرہ ان میں سے کوئی کلمہ اللہ تعالیٰ کی ثناء کے لائق نہیں اس لئے ان کلمات کو بعینہا ترک کیا گیا اور ان سے تعظیم کا معنی لیا گیا چنانچہ فرمایا تم یہ کہو "التحیات للہ"، یعنی تعظیم کے تمام انواع صرف اللہ کے لئے ہیں "الصلوات"، صرف پانچ نمازیں مراد ہیں یعنی ہماری نمازیں خالص اللہ کے لئے ہیں۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس کا معنی رحمت ہو یعنی رحمتوں والا اور ان کا معطی صرف اللہ تعالیٰ ہے"۔

"الطیّبات" پاکیزہ افعال، اقوال اور اوصاف، یعنی تحیات وصلوات اور طیبات کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے غیر کے لئے ان کی حقیقت متصور نہیں،،
"السّلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ،، نماز مومن کے لئے معراج ہے اور تشہد نماز کا آخری رکن ہے اس وقت نمازی تحیہ کے ساتھ باب الملکوت کھلنے کے بعد حریم حق تعالیٰ میں داخل ہوتا ہے جبکہ اس کو حی لایموت کے حریم میں داخل ہونے کی اجازت ہوتی ہے اور اس کے ساتھ مناجات سے نمازی کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں تو اس کو آگاہ اور خبردار کیا جاتا ہے کہ یہ سعادت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت اور آپ کی متابعت کی برکت سے تجھے نصیب ہوئی ہے۔ اس وقت وہ کیا دیکھتا ہے کہ حبیب حریم حبیب میں حاضر ہے اور وہ آپ کو السلام علیک ایہا النبی،، سے خطاب کرتا ہے۔ یہ اہلِ معرفت کا کلام ہے،،۔
(عینی، فتح الباری) شیخ محقق عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ نے اشعۃ اللمعات میں ذکر کیا کہ بعضے از عرفا گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقتِ محمدیہ است در ذرائرِ موجودات و افرادِ ممکنات پس آنحضرت در ذاتِ مصلیّان موجود و حاضر است پس مُصلی باید کہ ازیں معنیٰ آگاہ باشد و ازیں شہود غافل نبود تا بانوارِ قرب و اسرارِ معرفت متنور و فائض گردد،،۔

نمازی تشہد کے الفاظ میں ان کے معانی کا قصد انشاء کے طور پر کرے کہ ان الفاظ کے معانی نمازی کی مراد ہیں گویا کہ وہ اب اللہ تعالیٰ کے حضور تحیات پیش کر رہا ہے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی ذات اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو سلام کہہ رہا ہے،، اور ان الفاظ سے اس کا مقصد ان الفاظ کی محض حکایت نہیں جو شبِ اسریٰ میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا تھا،، (شامی) لہٰذا اگر نماز سے باہر بھی ان الفاظ سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ہدیہ صلوٰۃ وسلام پیش کرتے ہوئے الصّلوٰۃ والسلام علیک ایہا النبی کہہ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں،،
امام اعظم ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما نے حضرت عبداللہ بن مسعود کے تشہد کو افضل کہا ہے کیونکہ تشہد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح تر ہے۔ امام ترمذی نے کہا اکثر صحابہ اور تابعین کا اس پر عمل ہے،، علامہ خطابی رحمہ اللہ نے کہا تشہد میں ابن مسعود کی حدیث کے راوی مشہور تر ہیں" علی بن مدینی نے کہا تشہد میں صرف عبداللہ بن مسعود کی حدیث صحیح ہے، بزار نے کہا تشہد میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث صحیح تر ہے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس کے تشہد کو افضل کہا ہے کیونکہ اس میں "مبارکات،، کا لفظ زیادہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے موافق ہے۔ وہ یہ ہے "تَحِیَّۃً مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ مُبٰرَکَۃً طَیِّبَۃً"،، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کی حدیث میں اس اضافہ میں علماء کا اختلاف ہے اور عبداللہ بن مسعود کی حدیث پر تمام علماء کا اتفاق ہے،، نیز عبداللہ بن عباس کی حدیث افرادِ مسلم میں شمار ہوتی ہے اور محدّثین کے نزدیک اس حدیث کا درجہ بہت بلند ہے جس پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہو اور وہ حضرت

بَابُ الدُّعَاءِ قَبْلَ السَّلَامِ

حدثنا

۷۹۸۔ حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنَا عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُوْا فِي الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ فَقَالَ لَهٗ قَائِلٌ مَا اَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيْذُ مِنَ الْمَغْرَمِ فَقَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ قَالَ وَقَالَ مُحَمَّدُ ابْنُ يُوْسُفَ سَمِعْتُ خَلَفَ بْنَ عَامِرٍ يَقُوْلُ فِي الْمَسِيْحِ وَالْمَسِيْحِ لَيْسَ بَيْنَهُمَا فَرْقٌ وَهُمَا وَاحِدٌ اَحَدُهُمَا عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالْاٰخَرُ الدَّجَّالُ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَعِيْذُ فِيْ صَلٰوتِهٖ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ

عبداللہ بن مسعود کی حدیث ہے!

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تشہد التحیات للہ الزکیات للہ الطیبات الصلوات، افضل ہے۔ کیونکہ اُنھوں نے منبر شریف پر لوگوں کو اس کی تعلیم دی اور کسی نے ان سے منازعت نہ کی یہ اس کی فضیلت کی دلیل ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔ لہٰذا مرفوع حدیث پر اس کو ترجیح نہیں دی جاسکتی،،۔ صاحب ہدایہ نے کہا حضرت عبداللہ بن مسعود کا تشہد افضل اور اولیٰ ہے کیونکہ اس حدیث میں امر کا صیغہ ہے اور امر کا مدلول کم از کم استحباب ہے،، پھر السلام علیک،، پہ الف لام استغراقی ہے اور واؤ کی زیادتی بھی اس میں ہے جو تجدید کلام کے لئے ہے،، مختصر از عینی و کرمانی،،

باب ـــــ سلام پھیرنے سے پہلے دُعا

۷۹۸ ترجمہ ام المؤمنین عائشہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں (آخری تشہد کے بعد) یہ دُعا پڑھتے تھے،، اے اللہ! میں عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور کانے دجال سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور زندگی کے فتنے سے اور موت کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں اے اللہ! میں قرض سے تیری پناہ چاہتا ہوں کسی نے آپ سے عرض کیا کہ آپ بکثرت قرض سے استعاذہ کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا آدمی جب قرض لیتا ہے بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے وعدہ کرتا ہے تو اس کا خلاف کرتا ہے زہری سے روایت ہے اُنھوں نے کہا ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ نماز میں دجال کے فتنہ سے پناہ چاہتے تھے،،

٧٩٩ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِّمْنِيْ دُعَاءً اَدْعُوْ بِهٖ فِيْ صَلَاتِيْ قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔

---

٧٩٨ —— شرح : دجال کو مسیح اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی ایک آنکھ ممسوحہ ہے (کانی ہے) یا اس لئے کہ وہ ساری زمین پر چند دنوں میں پھر جائے گا مسح کا معنی پیمائش ہے ،، سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو مسیح اس لئے کہا گیا کہ وہ ہاتھ کے ساتھ مس کر کے شفا دیتے تھے ، دجال اگرچہ قربِ قیامت میں ظاہر ہوگا مگر دعاء میں اس سے استعاذہ اس لئے کیا کہ دجال کی خبر اُمت میں شائع ہو جائے کہ وہ کذاب مفتری اور فسادی ہوگا ۔ قرض سے پناہ چاہنے میں حکمت یہ ہے کہ مقروض شخص قرض کی ادائیگی میں جھوٹ بولتا ہے ۔ وعدہ کا خلاف کرتا ہے ۔ بسا اوقات مخاصمت تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور یہ منافقین کی صفات ہیں ،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب قبر ثابت ہے اور دجال خروج کرے گا جبکہ وہ اب کہیں موجود ہے اور قرض لینا اچھا نہیں حتی المقدور قرض لینے سے بچنا چاہیئے ،، ہر مقام میں مخصوص ذکر ہے لہٰذا دُعاء کا مقام نماز کے افعال سے فارغ ہونے کے بعد ہے اور وہ سلام سے پہلے نماز کا آخر ہے !

---

٧٩٩ —— ترجمہ : سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ ! آپ مجھے ایسی دُعاء کی تعلیم دیں کہ میں وہ دُعا نماز میں کیا کروں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ! کہو اے اللہ ! میں نے اپنی جان پر بہت ظُلم کیا ہے اور تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخش سکتا ہے ۔ مجھے اپنی خصوصی بخشش سے بخش دے یقیناً تو غفور رحیم ہے !

٧٩٩ —— شرح : امام ابوحنیفہ اور امام احمد رضی اللہ عنہما نے کہا نماز میں وہ دُعائیں پڑھنی جائز ہیں جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہوں یا وہ قرآنِ کریم کے موافق ہوں ۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہماری اس نماز میں لوگوں کے کلام جیسا کلام درست نہیں ۔ نماز تو صرف تسبیح ، تکبیر اور قراءت قرآن ہے ،، امام شافعی اور مالک رضی اللہ عنہما نے کہا نماز سے باہر لوگوں کے کلام کے مشابہ جو دُعاء کر سکتے ہیں نماز میں بھی وہ دُعا کر سکتے ہیں ان کے نزدیک اس سے نماز باطل نہیں ہوتی ! واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم !

بَابُ مَا يَتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ بَعْدَ التَّشَهُّدِ وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ

۸۰۰ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنِي شَقِيقٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا اِذَا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلٰوةِ قُلْنَا السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ عِبَادِهِ السَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ وَفُلَانٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُولُوا السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ وَلٰكِنْ قُولُوا التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ فَاِنَّكُمْ اِذَا قُلْتُمْ ذٰلِكَ اَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ فِي السَّمَاءِ اَوْ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ مِنَ الدُّعَاءِ اَعْجَبَهُ اِلَيْهِ فَيَدْعُو

بَابُ مَنْ لَمْ يَمْسَحْ جَبْهَتَهُ وَاَنْفَهُ حَتّٰى صَلّٰى قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ رَاَيْتُ الْحُمَيْدِيَّ يَحْتَجُّ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْ لَّا يَمْسَحَ الْجَبْهَةَ فِي الصَّلٰوةِ

باب — تشہد کے بعد جو بھی چاہے دُعاء کرے اور وہ واجب نہیں!

۸۰۰ — **ترجمہ**: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہم جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو ہم (سلام پھیرنے کے وقت) یہ کہتے تھے "اللہ کے بندوں کی طرف سے اللہ پر سلام، فلاں اور فلاں پر سلام! نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم "السلام علی اللہ" نہ کہو کیونکہ وہ بذاتِ خود سلام ہے لیکن تم یہ کہو التحیات للہ والصلوات والطیبات الخ۔ بے شک تم جب یہ کہو گے تو زمین و آسمان میں رہنے والے ہر نیک بندے کو یہ سلام پہنچ جاتا ہے الخ۔

۸۰۰ — **شرح**: یہ جملہ درمیان میں معترضہ ہے۔ یہ تشہد میں داخل نہیں،، اس حدیث سے متعلق تفصیل حدیث ع ۷۹۷ کے تحت مذکور ہے،،

باب — جس نے پیشانی اور ناک سے مٹی کو نہ پونچھا حتیٰ کہ نماز پڑھ لی،،

۸۰۱ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فَقَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّينِ حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّينِ فِي جَبْهَتِهِ

بَابُ التَّسْلِيمِ

۸۰۲ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ حِينَ يَقْضِي تَسْلِيمَهُ وَمَكَثَ يَسِيرًا قَبْلَ أَنْ يَقُومَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأُرَى وَاللَّهُ أَعْلَمُ أَنَّ مُكْثَهُ لِكَيْ يَنْفُذَ النِّسَاءُ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُنَّ مَنِ انْصَرَفَ مِنَ الْقَوْمِ

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا میں نے حمیدی کو دیکھا وہ اس حدیث سے یہ استدلال کرتے تھے کہ نماز میں پیشانی صاف نہ کرے۔

۸۰۱ ترجمہ ابوسلمہ نے کہا میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پانی اور مٹی (کیچڑ) میں سجدہ کرتے دیکھا حتیٰ کہ میں نے مٹی کا نشان آپ کی پیشانی پر دیکھا"

۸۰۱ — شرح: اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تک نمازی کا قلب پیشانی پر کیچڑ سے مشغول نہ ہو۔ پیشانی کو صاف نہ کرے نماز سے فارغ ہو کر صاف کرے تاکہ ریا سے محفوظ رہے۔ اس کے متعلق باقی تقریر حدیث ۷۷۸ کے تحت مذکور ہے"

باب — نماز کے آخر میں سلام پھیرنا"

سلام کے واجب یا سنت ہونے میں دلائل کے متعارض ہونے کے باعث اختلاف ہے اس لئے امام نے اس کا حکم بیان نہیں کیا"، امام مالک، شافعی اور احمد رضی اللہ عنہم نے کہا کہ سلام فرض ہے۔ اگر نمازی لفظ تسلیم کے بغیر نماز سے باہر ہو جائے تو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ ابوداؤد نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " مفتاح الصلوٰۃ الطہور وتحریمہا التکبیر وتحلیلہا التسلیم"، ترمذی نے کہا اس باب میں یہ حدیث اصح اور احسن ہے"، مگر احناف اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ خبر واحد ہے اور خبر واحد سے فرض ثابت نہیں ہوتا"، بخلاف تکبیر کے کیونکہ اس کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے"، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ"، اور فرمایا " وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ"، لہٰذا یہ نہ کہا جائے کہ اگر سلام کی فرضیت خبر واحد سے ثابت نہیں ہو سکتی تو تکبیر تحریمہ کی فرضیت اسی خبر سے کیسے ثابت ہو سکتی ہے"

۸۰۳ باب يسلم حين يسلم الامام وكان ابن عمر يستحب اذا سلم الامام ان يسلم من خلفه حدثنا حبان بن موسى قال اخبرنا عبد الله قال اخبرنا معمر عن الزهري عن محمود هو ابن الربيع عن عتبان بن مالك قال صلينا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فسلمنا حين سلم

امام ابوحنیفہ، ابویوسف اور محمد رضی اللہ عنہم نے کہا تسلیم فرض نہیں اگر اس کو ترک کر دے تو نماز باطل نہ ہوگی،، امام ابوحنیفہ کے نزدیک خروج بالصنع فرض ہے اور لفظِ سلام واجب ہے اس کے بغیر بھی نماز ادا ہو جاتی ہے مگر اس صورت میں اس کا اعادہ واجب ہے جو کہ ترکِ وجوب سے نماز کے نقصان کی تلافی کا طریقہ ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

---

۸۰۲ ترجمہ: ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو جس وقت آپ سلام پورا فرما لیتے اور اُٹھنے سے پہلے تھوڑا سا توقف فرماتے تو عورتیں اُٹھ کر چلی جاتیں،، ابن شہاب زہری نے کہا میرا گمان ہے اللہ زیادہ جانتا ہے،، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ دیر ٹھہرنا اس لئے تھا کہ عورتیں چلی جائیں اور نماز سے فارغ ہونے والے مرد ان کو نہ پائیں،،

۸۰۲ شرح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں نماز پڑھنے کے لئے مساجد میں جا سکتی ہیں مگر اس پُرآشوب دور میں عورتوں کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اگر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آج کے زمانہ میں عورتوں کے حالات دیکھتے تو ان کو مساجد میں آنے سے منع فرما دیتے جیسے بنو اسرائیل کی عورتوں کو منع کیا گیا تھا،، توضیح میں یہ مذکور ہے کہ جب امام محراب میں پھرنے کا ارادہ کرے اور ذکر اور دعاء کے لئے لوگوں کی طرف متوجہ ہو تو جس طرف سے چاہے پھرے افضل یہ ہے کہ لوگوں کی طرف دائیں جانب کرے اور بائیں جانب محراب کی طرف ہو اس کا برعکس بھی جائز ہے۔ یہی مذہب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے،، اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام اور لوگ اپنی اپنی جگہوں میں بیٹھے رہیں،، اور ذکر و دعاء سے فارغ ہو کر باہر جائیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — مقتدی اس وقت سلام پھیرے جب امام سلام پھیرے،،

بَابُ مَنْ لَمْ يَرُدَّ السَّلَامَ عَلَى الْإِمَامِ وَاكْتَفٰى بِتَسْلِيْمِ الصَّلٰوةِ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مستحب یہ جانتے تھے کہ جب امام سلام پھیرے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے والا بھی سلام پھیرے "

۸۰۳ — ترجمہ : عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو ہم نے اس وقت سلام پھیرا جب آپ نے سلام پھیرا "

۸۰۳ — شرح : امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مقتدی امام کے ساتھ سلام پھیرے جیسے تکبیر امام کے ساتھ ساتھ کہی جاتی ہے۔ ایک روایت میں امام اعظم سے یہ منقول ہے کہ امام کے سلام کے بعد سلام پھیرے "، امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ جب امام پہلا سلام پھیرے تو اس کے بعد مقتدی سلام پھیرے "، امام محمد کے مذہب میں امام کے سلام پھیرنے سے مقتدی نماز سے باہر ہو جاتا ہے جبکہ شیخان کہتے ہیں کہ مقتدی خود اپنے سلام کے بعد نماز سے باہر ہوتا ہے۔ اس اختلاف کا نتیجہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے جبکہ مقتدی امام کے سلام پھیرنے کے بعد خود سلام پھیرنے سے پہلے قہقہہ سے ہنس پڑا۔ امام محمد رضی اللہ عنہ کے مذہب میں مقتدی کا وضوء باقی رہتا ہے جبکہ امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک مقتدی کا وضوء جاتا رہتا ہے "

اس حدیث سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ مقتدی کا سلام امام کے سلام کے بعد واقع ہو حتیٰ کہ مقتدی اگر امام کے ساتھ ساتھ سلام پھیر دے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی ہاں اگر امام کے ساتھ مقارنت کی نیت کے بغیر امام سے پہلے سلام پھیر دیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی "

امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایک سلام مشروع ہے اور امام ابو حنیفہ اور ان کے صاحبین کے نزدیک دونوں طرف مشروع ہے جیسا کہ نسائی اور ابن ماجہ کی حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں طرف سلام پھیرا کرتے تھے۔

صاحب ہدایہ نے کہا کہ سلام کا لفظ واجب ہے فرض نہیں جبکہ شوافع کے نزدیک فرض ہے "

باب — جس نے امام کو سلام نہ کیا اور نماز کے سلام پر اکتفاء کی "، (اور وہ دو سلام ہیں)

٨٠٤ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ وَزَعَمَ اَنَّهٗ عَقَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَقَلَ مَجَّةً مَجَّهَا مِنْ دَلْوٍ كَانَتْ فِيْ دَارِهِمْ قَالَ سَمِعْتُ عِتْبَانَ ابْنَ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيَّ ثُمَّ اَحَدَ بَنِيْ سَالِمٍ قَالَ كُنْتُ اُصَلِّيْ لِقَوْمِيْ بَنِيْ سَالِمٍ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنِّيْ اَنْكَرْتُ بَصَرِيْ وَاِنَّ السُّيُوْلَ تَحُوْلُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ مَسْجِدِ قَوْمِيْ فَلَوَدِدْتُ اَنَّكَ جِئْتَ فَصَلَّيْتَ فِيْ بَيْتِيْ مَكَانًا اَتَّخِذُهٗ مَسْجِدًا فَقَالَ اَفْعَلُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَغَدَا عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍ مَعَهٗ بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ فَاسْتَاْذَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَذِنْتُ لَهٗ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتّٰى قَالَ اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ فَاَشَارَ اِلَيْهِ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِيْ اَحَبَّ اَنْ يُصَلِّيَ فِيْهِ فَقَامَ وَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ

---

٨٠٤ ترجمہ : زہری نے کہا کہ محمود بن ربیع نے مجھ سے بیان کیا اور کہا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو جانا اور اس کلّی کو جانا جو ان کے گھر میں ڈول سے لی کہا میں نے عتبان بن مالک انصاری سے سُنا پھر بنی سالم کے ایک شخص سے سُنا کہ عتبان نے کہا میں اپنی قوم بنی سالم کو نماز پڑھایا کرتا تھا، میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آیا اور عرض کیا میں اپنی بصر کا انکار کرچکا ہوں اور میرے اور میری قوم کی مسجد کے درمیان پانی کا سیلاب حائل ہو جاتا ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ تشریف لائیں اور میرے گھر میں ایک جگہ نماز پڑھیں جس کو میں جائے نماز بنالوں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہم آئیں گے انشاء اللہ" صبح سورج بلند ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور آپ کے ساتھ ابوبکر میرے پاس تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اجازت طلب فرمائی میں نے آپ کو اجازت دی آپ نہ بیٹھے حتیٰ کہ فرمایا اپنے گھر میں کہاں پسند کرتے ہو کہ میں وہاں نماز پڑھوں اور آپ نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں وہ آپ کا نماز پڑھنا پسند کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی" پھر آپ نے سلام پھیرا اور آپ کے سلام کے ساتھ ہم نے بھی سلام پھیرا"

٨٠٤ شرح : قولہٗ فَاَشَارَ الخ یعنی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جو عتبان کو پسند تھا کہ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نماز پڑھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ عتبان نے کہا میں نے گھر کے ایک کونے کی طرف اشارہ کیا مگر ان دونوں روایتوں میں منافات نہیں۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ دونوں اشارے اکٹھے واقع ہوئے ہوں ایک عتبان کا اشارہ اور دوسرا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کا اشارہ یا پس وپیش واقع ہوئے ہوں" اس حدیث کی شرح میں علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ " فَاَشَارَ " کا فاعل نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں جیسا کہ علامہ کرمانی نے کہا ہے کیونکہ اس میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے معجزہ کا اظہار ہوتا ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اسی مکان کی طرف اشارہ کیا جو عتبان کے

۸۰۵ بَابُ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو اَنَّ اَبَا مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حِيْنَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ كَانَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُنْتُ اَعْلَمُ اِذَا انْصَرَفُوْا بِذٰلِكَ اِذَا سَمِعْتُهُ

۸۰۶ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ اَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّكْبِيْرِ قَالَ عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ كَانَ اَبُوْ مَعْبَدٍ اَصْدَقَ مَوَالِي ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ عَلِيٌّ وَاسْمُهُ نَافِذٌ

دل میں تھا کہ آپ وہاں نماز پڑھیں ،،

معلوم ہوا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم صدورِ رجال پر مطلع ہیں ،، اس حدیث کی باب سے مناسبت "ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ" میں ہے کیونکہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا اور لوگوں نے بھی سلام پھیرا تو ان کا سلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوا احناف کے مذہب میں دو سلام ہیں اور دوسرا سلام ہی امام کے سلام کا جواب ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم !

قولہٗ ثم احد بنی سالم ،، اس کا عطف عتبان پر ہے یعنی میں نے بنی سالم کے ایک شخص سے بھی سنا جبکہ پہلے میں عتبان سے سن چکا تھا ،، یا اس کا عطف " الانصاری ،، پر ہے یعنی میں نے عتبان انصاری پھر سالمی سے سنا ،، حدیث ۷۱۷ میں گزرا ہے کہ زہری نے محمود اور بنی سلمہ کے کسی شخص سے سنا ہے اور اس حدیث ۸۰۴ میں ہے کہ محمود نے عتبان سے سنا ہے مگر ان دونوں حدیثوں میں منافات نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ زہری اور محمود دونوں نے حُصَيْن سے سنا ہو اور اگر لفظ " اَحَدُ ،، مرفوع ہو اور اس کا معطوف علیہ محمود ہو تو یہ پہلی روایت کے بالکل موافق ہو جاتی ہے ،، کرمانی ،،

باب — نماز کے بعد ذکر کرنا ،،

۸۰۵ ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ بلند آواز سے ذکر کرنا جبکہ لوگ فرض نماز سے فارغ ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں عام معروف تھا ،، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب لوگ نماز سے فارغ ہوتے تھے تو میں اس کو معلوم کر لیتا تھا جبکہ بلند آواز سے ذکر سنتا تھا ،،

۸۰۶ ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ختم ہونا تکبیر کی آواز سن کر پہچان لیتا تھا "

٨٠٧ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ عَنْ سُمَیٍّ

عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ جَآءَ الْفُقَرَآءُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا ذَھَبَ اَھْلُ الدُّثُوْرِ مِنَ الْاَمْوَالِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰی وَالنَّعِیْمِ الْمُقِیْمِ یُصَلُّوْنَ کَمَا نُصَلِّیْ وَیَصُوْمُوْنَ کَمَا نَصُوْمُ وَلَھُمْ فَضْلٌ مِّنْ اَمْوَالٍ یَّحُجُّوْنَ بِھَا وَیَعْتَمِرُوْنَ وَیُجَاھِدُوْنَ وَیَتَصَدَّقُوْنَ فَقَالَ اَلَا اُحَدِّثُکُمْ بِمَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِہٖ اَدْرَکْتُمْ مَنْ سَبَقَکُمْ وَلَمْ یُدْرِکْکُمْ اَحَدٌ بَعْدَکُمْ وَکُنْتُمْ خَیْرَ مَنْ اَنْتُمْ بَیْنَ ظَھْرَانَیْھِمْ اِلَّا مَنْ عَمِلَ مِثْلَہٗ تُسَبِّحُوْنَ وَتَحْمَدُوْنَ وَتُکَبِّرُوْنَ خَلْفَ کُلِّ صَلٰوۃٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ فَاخْتَلَفْنَا بَیْنَنَا فَقَالَ بَعْضُنَا نُسَبِّحُ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ وَنَحْمَدُ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ وَنُکَبِّرُ اَرْبَعًا وَّثَلَاثِیْنَ فَرَجَعْتُ اِلَیْہِ فَقَالَ تَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ حَتّٰی یَکُوْنَ مِنْھُنَّ کُلِّھِنَّ ثَلَاثٌ وَّثَلَاثُوْنَ ٨٠٨ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ

٨٠٥، ٨٠٦ — شرح : علم اور معرفت میں فرق یہ ہے کہ علم کا استعمال کلیات میں اور معرفت کا استعمال جزئیات میں ہوتا ہے،،

لیکن اس حدیث میں علم معرفت کے معنیٰ میں ہے،، علامہ کرمانی نے کہا یہ بھی احتمال ہے کہ حدیث میں تکبیر ذکر تفسیر ہو،، دراصل ذکر تکبیر سے عام ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا ظاہر یہ ہے کہ ابن عباس جماعت میں شامل نہ تھے کیونکہ وہ بچے تھے اور ہر نماز میں شرکت کی پابندی نہ کرتے تھے۔ وہ لوگوں کے ذکر سے نماز باجماعت کا اختتام پہچانتے تھے بعض علماء نے کہا ہوسکتا ہے کہ وہ آخری صفوں میں ہوتے ہوں جہاں سلام کی آواز نہ پہنچتی ہو وہ لوگوں کے ذکر سے پہچانتے ہوں کہ سلام پھر گیا ہے۔ بہرکیف اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے بعد ذکر جائز ہے جبکہ اس کی نفی میں کوئی حدیث وارد نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

---

٨٠٧ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا فقراء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے مال دار لوگوں نے بلند درجے اور دائمی نعمتیں مال کے باعث حاصل کرلیں، وہ نمازیں پڑھتے ہیں جیسے ہم نمازیں پڑھتے ہیں وہ روزے رکھتے ہیں جیسے ہم روزے رکھتے ہیں ان کے پاس مزید مال ہیں جن کے ساتھ وہ حج کرتے ہیں عمرہ کرتے ہیں جہاد کرتے ہیں اور صدقات دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو یہ بات نہ بتاؤں کہ اگر تم وہ کرو تو جو تم سے سبقت لے گیا ہو تم اُن کو پالو اور تمہارے سوا اور کوئی تم کو نہ پاسکے اور تم ان لوگوں سے بہتر ہوجاؤ جن میں تم رہتے ہو مگر وہ جو اس جیسا عمل کرے تم ہر نماز کے بعد ٣٣-٣٣ بار سبحان اللہ، ٣٣-٣٣ بار الحمدللہ، ٣٣-٣٣ بار اللہ اکبر کہہ لیا کرو۔ ہم نے آپس میں اختلاف کیا بعض نے کہا ہم ٣٣-٣٣ بار سبحان اللہ کہیں گے ٣٣-٣٣ بار الحمدللہ۔ اور ٣٤-٣٤ بار اللہ اکبر کہیں گے،، سُمیؒ نے کہا میں ابوصالح کی طرف لوٹا (اور ان سے دریافت کیا) تو اُنھوں نے کہا تم سبحان اللہ، الحمدللہ اور اللہ اکبر کہو حتیٰ کہ وہ سب ٣٣-٣٣ بار ہوں)

۸۰۸ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ وَرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ اَمْلٰى عَلَيَّ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فِيْ كِتَابٍ اِلٰى مُعٰوِيَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ وَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بِهٰذَا وَقَالَ الْحَسَنُ جَدٌّ غِنًى وَعَنِ الْحَكَمِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ عَنْ وَرَّادٍ بِهٰذَا

شرح

۸۰۷ ـــ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فقراء کو ایسا عمل بتایا جس کے کرنے سے وہ بلند درجے اور دائمی نعمتیں مال کے باعث حاصل کرنے والوں سے بڑھ جایئں اور کوئی دوسرا مالدار شخص اس کو حاصل نہ کر سکے اور وہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد مذکور تعداد میں تسبیح، تحمید اور تکبیر کہہ لیا کریں بعض روایات میں ہے کہ فقراء کو دیکھ کر مالدار لوگوں نے بھی یہ پڑھنا شروع کر دیا تو اُنھوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ذکر کیا کہ مالدار لوگوں نے بھی یہ پڑھنا شروع کر دیا ہے تو آپ نے فرمایا " یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے وہ عطا کرے!

ترجمہ

۸۰۸ ـــ مغیرہ بن شعبہ کے کاتب ورّاد نے کہا کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام ایک خط میں مجھ سے لکھوایا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد " لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ الخ فرمایا کرتے تھے یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے ملک اور حمد ہے اور وہ ہر چاہے پر قادر ہے۔ اے اللہ! جس کو تو عطا کرے اسے کوئی منع نہیں کر سکتا اور جس سے تو منع کرے اسے کوئی عطا نہیں کر سکتا تیرے حضور صاحبِ غناء کو اس کی غنا تیری طاعت کے بدلہ نفع نہیں دے سکتی۔ شعبہ نے عبد الملک سے اس حدیث کی روایت کی ہے اور شعبہ نے حکم سے اُنھوں نے قاسم بن مخیمرہ سے اُنھوں نے ورّاد سے بھی اس کی روایت کی ہے"

۸۰۸ ـــ جدّ کا معنی دنیاوی مال و دولت کی فراوانی ہے اور اس کو بخت کا نام دیا جاتا ہے " اور یہاں اس کی تفسیر غنا سے بھی کی جاتی ہے " بعض علماء نے باپ کے باپ سے بھی اس کی تفسیر کی ہے " تو معنی یہ ہوگا اے اللہ تیرے حضور کسی شخص کو اس کی نسب نفع نہ دے گی جیسا کہ قرآن کریم میں ہے " فَلَا اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ " مگر اس کا مشہور معنی غنا ہے یعنی مالدار شخص کو تیرے حضور میں اس کا مال نفع نہیں دے سکتا نفع تو صرف تیری متابعت میں نیک اعمال ہی دے سکتے ہیں اور " مِنْكَ " میں " من " بدل کے معنی میں ہے جیسے قرآن کریم میں ہے " اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ " یعنی بدل الاخرۃ "

قال شعبہ الخ اس تعلیق میں اس طرف اشارہ ہے کہ جیسے سفیان نے عبد الملک بن عمیر سے اس کی

باب يستقبل الامام الناس اذا سلم **حدثنا** موسى بن اسمٰعيل قال ثنا جرير بن حازم قال حدثنا ابو رجاء عن سمرة بن جندب قال كان النبى صلى الله عليه وسلم اذا صلى صلوٰة اقبل علينا بوجهه **حدثنا** عبدالله بن مسلمة عن مالك عن صالح بن كيسان عن عبيدالله بن عبدالله بن عتبة بن مسعود عن زيد بن خالد الجهنى انه قال صلى لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوٰة الصبح بالحديبية على اثر سماء كانت من الليل فلما انصرف اقبل على الناس فقال هل تدرون ماذا قال ربكم عز وجل قالوا الله ورسوله اعلم قال اصبح من عبادى مؤمن بى وكافر فاما من قال مطرنا بفضل الله ورحمته فذلك مؤمن بى كافر بالكوكب واما من قال مطرنا بنوء كذا وكذا فذلك كافر بى مؤمن بالكوكب -

۸۰۹

۸۱۰

روائت کی ہے شعبہ نے بھی عبدالملک بن عمیر سے اس کی روائت کی ہے ،، اور " عن الحکم الخ کا عطف " عن عبدالملک ،، پر ہے یعنی شعبہ نے عبدالملک اور حکم بن عتیبہ سے اس کی روائت کی ہے اور " وقال الحسن " معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے ،، اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ حسن بصری نے مذکور حدیث میں "جد،، کا معنی غنا کیا ہے ،،

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازوں کے بعد ذکر کرنا مستحب ہے - احادیث میں مختلف الفاظ میں ذکر کی روایات مذکور ہیں واللہ تعالیٰ اعلم !

باب — امام لوگوں کی طرف متوجہ ہو جبکہ وہ نماز سے سلام پھیرے "

۸۰۹ — ترجمہ : سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ لیتے تو ہماری طرف متوجہ ہو جاتے

۸۰۹ — شرح : فرض نماز پڑھ چکنے کے بعد لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنے میں حکمت یہ ہے کہ باہر سے آنے والے شخص کو معلوم ہو جائے کہ نماز پڑھی جا چکی ہے اور اگر امام قبلہ رُو ہو کر بیٹھا رہے تو اس کو یہ وہم ہوگا کہ لوگ تشہد میں بیٹھے ہوئے ہیں - واللہ تعالیٰ اعلم !

---

۸۱۰ — ترجمہ : زید بن خالد جُہنی رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز ہم کو حدیبیہ میں بارش کے فوراً بعد پڑھائی ،، جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا کہا ہے ؟ انہوں

۸۱۱ حدثنا عبد اللہ بن منیر سمع یزید بن ھارون قال اخبرنا حمید عن انس بن مالک قال اخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوۃ ذات لیلۃ الی شطر اللیل ثم خرج علینا فلما صلی اقبل علینا بوجھہ فقال ان الناس قد صلوا ورقدوا وانکم لن تزالوا فی صلوۃ ما انتظرتم الصلاۃ

نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے آج میرے بندوں سے بعض کافر ہو گئے اور بعض مومن، جس نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے ہم پر بارش ہوئی اس نے میرے ساتھ ایمان اور ستارے کے ساتھ کفر کیا اور جس نے یہ کہا کہ فلاں ستارے کے طلوع کے باعث بارش ہوئی اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور ستارے کے ساتھ ایمان لایا۔

۸۱۰ — **شرح** : جاہلیت کے زمانہ میں لوگوں کی عادت تھی کہ جب بارش ہوتی تو اسے غیر اللہ کی طرف منسوب کرتے اور یہ کہتے کہ فلاں ستارے کے طلوع ہونے سے یہ بارش ہوئی ہے۔ مثلاً، اور یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ یہ فعل فلاں ستارے کا ہے اور بارش برسانے میں اس کی تاثیر ہے۔ ان کا یہ عقیدہ کفر ہے جبکہ ہر شئی میں حقیقی مؤثر صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہے، اور اگر کوئی یہ اعتقاد کرلے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کا خالق ہے۔ ستارے کے طلوع کو صرف بارش کی علامت اعتقاد کرے جیسے بادل اور ٹھنڈی ہوا کو بارش کی علامت سمجھا جاتا ہے تو یہ کفر نہیں ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شئی کا سبب بنایا ہے جس کی طرف حکم منسوب ہوتا ہے اور درحقیقت اس کا فاعل صرف اللہ تعالیٰ ہے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے خبر دی اس میں آپ کے لئے بہت عظمت و جلالت ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

---

۸۱۱ — **ترجمہ** : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز آدھی رات تک مؤخر کی پھر ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور جب نماز پڑھ چکے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا لوگوں نے نماز پڑھی اور سو گئے تم جب تک نماز کے انتظار میں رہے نماز ہی میں رہے،،

۸۱۱ — **شرح** : اس حدیث کی باب سے مطابقت اس جملہ " فلما صلی اقبل علینا بوجھہ ،، میں ہے۔ حدیث کا معنی یہ ہے کہ مرد جب نماز کا انتظار کرے تو ثواب کے اعتبار سے وہ نماز پڑھنے والے کی مثل ہوتا ہے،، اس حدیث کی تفصیل حدیث ۵۴۹ کے تحت مذکور ہے،،

بَابُ مُكْثِ الْإِمَامِ فِي مُصَلَّاهُ بَعْدَ السَّلَامِ وَقَالَ لَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّي فِي مَكَانِهِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ الْفَرِيضَةَ وَفَعَلَهُ الْقَاسِمُ وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ لَا يَتَطَوَّعُ الْإِمَامُ فِي مَكَانِهِ وَلَمْ يَصِحَّ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَلَّمَ يَمْكُثُ فِي مَكَانِهِ يَسِيرًا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَنُرَى وَاللهُ أَعْلَمُ لِكَيْ يَنْفُذَ مَنْ يَنْصَرِفُ مِنَ النِّسَاءِ وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ كَتَبَ إِلَيْهِ قَالَ حَدَّثَتْنِي هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ الْفِرَاسِيَّةُ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مِنْ صَوَاحِبَاتِهَا قَالَتْ كَانَ يُسَلِّمُ فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ فَيَدْخُلْنَ بُيُوتَهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَنْصَرِفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَتْنِي هِنْدُ الْفِرَاسِيَّةُ وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ

۸۱۲

باب — سلام پھیرنے کے بعد امام کا مصلّٰی پر ٹھہرے رہنا"

نافع نے کہا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نفل اسی جگہ پڑھ لیتے جہاں وہ فرض پڑھتے"، قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور وہ اس کو مرفوع ذکر کرتے ہیں کہ امام اسی جگہ نفل نہ پڑھے اور یہ صحیح نہیں!

یعنی بخاری نے کہا کہ ابوہریرہ کا اس حدیث کو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوع کرنا صحیح نہیں"، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا جس نماز کے بعد نفل نہیں وہاں امام کو اختیار ہے وہاں بیٹھا رہے یا اٹھ جائے اور جن نمازوں کے بعد نفل پڑھے جاتے ہیں وہاں امام نہ ٹھہرے بلکہ کھڑا ہو کر نفل پڑھے۔

امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما نے کہا کسی علت اور عذر کے باعث مقرر امام کا مصلی پر ٹھہرے رہنا مکروہ ہے اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ امام نے جس جگہ فرض نماز پڑھائی ہو وہاں نفل نہ پڑھے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ امام فرض پڑھنے کے بعد ادھر ادھر پھر جائے یا کوئی کلام وغیرہ کرلے پھر نفل پڑھے۔

---

۸۱۲ — ترجمہ: ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو اسی جگہ ذرا سا ٹھہرتے ابن شہاب نے کہا ہمارا گمان یہ ہے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے تاکہ عورتیں چلی جائیں۔ ابن ابی مریم نے کہا ہم کو نافع بن یزید نے خبر دی کہا کہ مجھے جعفر بن ربیعہ نے خبر دی کہ ابن شہاب نے ان کو لکھا کہ مجھے ہند بنت حارث فراسیہ نے ام سلمہ زوجہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر دی جبکہ ہند ام المومنین کی سہیلیوں میں سے ہے"، اُنھوں نے کہا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَتْنِي هِنْدُ الْقُرَشِيَّةُ وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ أَنَّ هِنْدَ بِنْتَ الْحَارِثِ الْقُرَشِيَّةَ أَخْبَرَتْهُ وَكَانَتْ تَحْتَ مَعْبَدِ بْنِ الْمِقْدَادِ وَهُوَ حَلِيفُ بَنِي زُهْرَةَ وَكَانَتْ تَدْخُلُ عَلَى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَتْنِي هِنْدُ الْقُرَشِيَّةُ وَقَالَ ابْنُ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدٍ الْفِرَاسِيَّةِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَهُ ابْنُ شِهَابٍ عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ حَدَّثَتْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ **بَابُ** مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ فَذَكَرَ حَاجَةً فَتَخَطَّاهُمْ

۸۱۳ **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ فَقَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ إِلَى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهِ فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهِ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَرَأَى أَنَّهُمْ قَدْ عَجِبُوا مِنْ سُرْعَتِهِ فَقَالَ ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ أَنْ

سلام پھیرتے تو عورتیں چلی جاتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پھرنے سے پہلے پہلے وہ اپنے گھروں میں داخل ہو جاتی تھیں ،، ابن وہب نے یونس سے اُنہوں نے ابن شہاب سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ مجھے ہند فراسیہ نے خبر دی زبیدی نے کہا مجھے زہری نے خبر دی کہ ہند بنت حارث قرشیہ نے ان کو خبر دی جبکہ وہ معبد بن مقداد کی بیوی ہے جو بنی زہرہ کا حلیف ہے وہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ازواج مطہرات کے پاس آیا جایا کرتی تھی ، شعیب نے زہری سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ مجھے ہند قرشیہ نے خبر دی ،، ابن ابی عتیق نے زہری سے روایت کرتے ہوئے ہند فراسیہ کہا ہے ۔ لیث نے کہا مجھے یحیٰی ابن سعید نے خبر دی اُنھوں نے ان کو زہری سے خبر دی اُنھوں نے ایک قریشیہ عورت سے روایت کی کہ اُس نے انھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے خبر دی ہے!

۸۱۲ — شرح : ان طُرُق سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ زہری نے ہند کو کبھی بنی فراس کی طرف منسوب کیا ہے اور کبھی قریش کی طرف اس کی نسبت کی ہے ۔ تین طُرُق میں فراسیہ اور دوسرے تین طُرُق میں قرشیہ کہا ہے ۔ ساتویں مرتبہ ایک قریشیہ عورت کہا ہے !

الحاصل بعض راویوں نے ہند کو فراسیہ اور بعض نے قریشیہ کہا ہے اور ان دونوں میں اختلاف نہیں جبکہ کنانہ میں سب قریش جمع ہو جاتے ہیں ، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم !

باب — جس نے لوگوں کو نماز پڑھائی پھر کوئی کام یاد آیا اور وہ لوگوں کو پھاندتا ہُوا چلا گیا

۸۱۳ — ترجمہ : عقبہ بن عامر نے کہا میں نے مدینہ منورہ میں عصر کی نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے پیچھے پڑھی آپ نے سلام پھیرا پھر جلدی سے اُٹھے اور لوگوں کی گردنیں پھاندتے ہوئے ایک بیوی کے حجرہ کی طرف تشریف لے گئے آپ کی جلدی سے لوگ گھبرائے پھر آپ ان کے پاس

يَحْبِسُنِي فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ بَابُ الْإِنْفِتَالِ وَالْإِنْصِرَافِ عَنِ الْيَمِينِ وَالشِّمَالِ وَكَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يَنْفَتِلُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ وَيَعِيبُ عَلَى مَنْ يَتَوَخَّى أَوْ مَنْ تَعَمَّدَ الْإِنْفِتَالَ عَنْ يَمِينِهِ ۸۱۴ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ لَا يَجْعَلْ أَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ شَيْئًا مِنْ صَلٰوتِهِ يَرَى أَنَّ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ لَا يَنْصَرِفَ إِلَّا عَنْ يَمِينِهِ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيرًا يَنْصَرِفُ عَنْ يَسَارِهِ

تشریف لے گئے آپ کی جلدی سے لوگ گھبرائے پھر آپ ان کے پاس تشریف لائے تو ان کو دیکھا کہ وہ آپ کی جلدی سے متعجب ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے کچھ سونا یاد کیا جو ہمارے پاس ہے میں نے یہ اچھا نہ سمجھا کہ وہ مجھے (توجہ الی اللہ سے) روکے تو میں نے اس کی تقسیم کا حکم دیا!

۸۱۳ — شرح: سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی حالت میں سونے کی تقسیم یاد آئی اس کی فکر میں آپ سلام پھیرنے کے بعد لوگوں کی گردنیں پھاندتے ہوئے جلدی گھر تشریف لے گئے اس جملہ میں حدیث کی باب سے مناسبت ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کسی نے مسلمانوں کا صدقہ وغیرہ اپنے پاس روک رکھا ہو اس کے بارے میں یہ خطرہ ہے کہ وہ قیامت میں جنت داخل ہونے سے روکا جائے،،

اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں ایسے امور میں غور وخوض کرنا جن کا نماز سے کوئی تعلق نہیں نماز کو فاسد نہیں کرتا اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اہم کام بہت جلد سرانجام دینے چاہئیں! واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — دائیں اور بائیں طرف سے (سلام کے بعد) پھرنا،،

حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنی دائیں اور بائیں دونوں طرفوں سے پھرتے تھے اور جو شخص اپنی دائیں طرف سے ہی پھرنے کا قصد کرے اور اس پر وہ عیب لگاتے تھے۔

۸۱۴ — ترجمہ: اسود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عبد اللہ بن مسعود نے کہا تم میں کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کے لئے کوئی شئی نہ کرے جبکہ وہ یہ اعتقاد کرے کہ اس پر دائیں طرف سے پھرنا واجب ہے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بکثرت بائیں طرف سے پھرتے دیکھا ہے،،

۸۱۴ — شرح: علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ علماء کا کہنا ہے کہ سلام کے بعد دائیں یا بائیں طرف سے پھرنا مکروہ نہیں کیونکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ دونوں طرف سے پھرا کرتے تھے،، اگرچہ دائیں طرف سے بکثرت پھرتے تھے کیونکہ

۸۱۵ بَابُ مَا جَاءَ فِي الثُّومِ النِّيِّ وَالْبَصَلِ وَالْكُرَّاثِ وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ الثُّومَ أَوِ الْبَصَلَ مِنَ الْجُوعِ أَوْ غَيْرِهِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ يَعْنِي الثُّومَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا ۔

آپ ہر حال میں دائیں طرف کو پسند فرمایا کرتے تھے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کی حدیث اس شخص پر محمول ہے جو دائیں سے پھرنے کو معمول بنالے اور اس کو واجب سمجھے اگر اس معمول کے وجوب کا اعتقاد نہ کرے تو قطعاً مکروہ نہیں اور "کَثِیْرًا یَنْصَرِفُ عَنْ یَسَارِہٖ"، میں کثیر سے مراد فی نفسہٖ کثیر ہے یعنی فی نفسہٖ بائیں طرف سے بکثرت پھرتے تھے ورنہ "یحب التیامن"، کی حدیث سے یہ معنی متعارض ہوگا اس کی مثال اہلِ معانی کا قول "وَالْمَجَازُ فِی الْقُرْآنِ کَثِیْرٌ"، ہے یعنی فی نفسہٖ قرآن میں مجاز بہت ہے اس کا معنیٰ یہ نہیں کہ قرآن میں مجاز حقیقت سے زیادہ ہے۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم !

باب — کچا لہسن، پیاز اور گندنا (بدبو دار سبزی) کے بارے میں احادیث کا بیان "

اور نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد کہ جس نے لہسن یا پیاز بھوک وغیرہ کی وجہ سے کھایا۔ وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے "

۸۱۵ — ترجمہ : عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں فرمایا جس نے اس درخت یعنی لہسن سے کچھ کھایا۔ وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے "

۸۱۵ — شرح : اس مسجد سے مراد وہ جگہ ہے جہاں خیبر میں اقامت کے روز نماز پڑھتے تھے ، یا اس سے جنس مسجد مراد ہے "، ہر وہ شئی جس کے کھانے سے منہ سے بُو آئے جیسے مُولی وغیرہ یا اس کے استعمال سے جسم کے کسی حصہ سے بُو آئے یا بیماری اس قسم کی ہو کہ بیمار کے جسم سے بُو آئے تو ان سب کا یہی حکم ہے۔ لہسن پر شجرہ کا اطلاق مجازی ، کیونکہ لغت میں جس کا تنہ ہو اسے شجر اور جس کا تنہ نہ ہو اسے نجم کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں والنجم والشجر کی تفسیر بھی یہی منقول ہے ، مچھلی فروش اور قصاب وغیرہ کے کپڑوں سے جب بو آئے تو وہ بھی اس حالت میں مسجد میں نہ آئیں کیونکہ بدبو سے فرشتے نفرت کرتے

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ۸۱۶

اَبُوْعَاصِمٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَطَاءٌ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ يُرِيْدُ الثُّوْمَ فَلَا يَغْشَانَا فِیْ مَسْجِدِنَا (فلا يغشنا) قُلْتُ مَا يَعْنِیْ بِهٖ قَالَ مَا اُرَاهُ يَعْنِیْ اِلَّا نِيْئَهٗ وَقَالَ مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اِلَّا نَتْنَهٗ

حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ ۸۱۷

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ زَعَمَ عَطَاءٌ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ زَعَمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَكَلَ ثُوْمًا اَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا اَوْ فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا وَلْيَقْعُدْ فِیْ بَيْتِهٖ وَاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِقِدْرٍ فِيْهِ خَضِرَاتٌ مِنْ بُقُوْلٍ فَوَجَدَ لَهَا رِيْحًا فَسَاَلَ فَاُخْبِرَ بِمَا فِيْهَا مِنَ الْبُقُوْلِ فَقَالَ قَرِّبُوْهَا اِلٰی بَعْضِ اَصْحَابِهٖ كَانَ مَعَهٗ

ہیں اسی لئے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تھوم اور پیاز وغیرہ کے کھانے سے احتیاط فرماتے تھے کیونکہ آپ کے پاس وحی آتا جاتا رہتا تھا ایک صحابی سے آپ نے فرمایا ” اُنَاجِیْ مَنْ لَا تُنَاجِیْ “ یعنی میں اس سے خفیہ گفتگو کرتا ہوں جس سے تم نہیں کرتے ہو“

---

۸۱۶ ترجمے: جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی اس درخت (تھوم) سے کھائے وہ ہماری مساجد میں نہ آئے“ عطاء نے کہا میں نے جابر سے کہا تھوم سے کیا مراد ہے؟ (کچا یا پکا) جابر نے کہا میرا گمان ہے کہ کچا تھوم مراد ہے“ مخلد بن یزید نے ابن جریج سے روایت میں کہا کہ اس کی بدبو مراد ہے احمد بن صالح نے ابن وہب سے روایت میں کہا کہ ایک تھال لایا گیا جس میں سبزی تھی۔ لیث اور ابو صفوان نے یونس سے ہنڈی کا واقعہ ذکر نہیں کیا نامعلوم وہ زہری کا قول ہے یا حدیث کے الفاظ ہیں!

۸۱۶ شرح: بعض علماء نے مسجد سے مراد مسجد نبوی لی ہے مگر جمہور کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے ساتھ نہی خاص نہیں بلکہ ہر مسجد کا یہی حکم ہے ساری اُمت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تھوم و پیاز حلال ہیں مگر ان کو کچا کھانے سے بُو آتی ہے۔ لہٰذا ان کو اگر پکا کر کھایا جائے تو کوئی حرج نہیں جبکہ مسجد میں داخل ہونے سے نہی کی علت بدبو ہے اور پکا کر کھانے کی صورت میں مفقود ہے اسی لئے جس کی بغل یا منہ سے بُو آتی ہو اس کو بھی مسجد میں داخل ہونا منع ہے مسجد کے علاوہ اور جگہیں جہاں نماز پڑھ لی جاتی ہے اگرچہ وہ خالی پڑی ہوں ان کا بھی حکم یہی ہے کیونکہ وہ فرشتوں کا محل ہیں۔

فلما راٰه کرہ اکلھا فقال کل فانی اناجی من لا تناجی وقال احمد بن صالح عن ابن وھب ابی ببدر قال ابن وھب یعنی طبقا فیہ خضرات ولم یذکر اللیث وابو صفوان عن یونس قصۃ القدر فلا ادری ھو من قول

۸۱۸ الزھری او فی الحدیث حدثنا ابو معمر حدثنا عبد الوارث عن عبد العزیز قال سال رجل انس بن مالک ما سمعت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الثوم فقال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اکل من ھذہ الشجرۃ فلا یقربنا ولا یصلین معنا باب وضوء الصبیان ومتی یجب علیھم الغسل والطھور وحضورھم

۸۱۹ الجماعۃ والعیدین والجنائز وصفوفھم حدثنی محمد بن المثنی قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبۃ قال سمعت سلیمان الشیبانی قال سمعت الشعبی قال اخبرنی من مر مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی قبر منبوذ فامھم وصفوا علیہ فقلت یا ابا عمرو من حدثک قال ابن عباس

۸۱۷ — ترجمہ : جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی لہسن یا پیاز کھائے وہ ہم سے علیحدہ رہے یا فرمایا وہ ہماری مسجد سے دور رہے اور اپنے گھر میں بیٹھا رہے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہنڈی لائی گئی جس میں مختلف سبزیاں پکی ہوئی تھیں" آپ نے ان کی بو پائی اور پوچھا تو آپ کو ہنڈی میں پکی ہوئی سبزیوں کی خبر دی گئی آپ نے فرمایا کہ ہنڈی یا سبزیوں کو اس ساتھی کے جو آپ کے ساتھ تھا قریب کرو آپ نے جب اس کو دیکھا کہ وہ ان کو کھانا پسند نہیں کرتا ہے تو فرمایا کھا لو ! کیونکہ میں ان سے گفتگو کرتا ہوں جن سے تم گفتگو نہیں کرتے ہو ، احمد بن صالح نے ابن وہب سے روایت میں کہا کہ آپ کے پاس " بدر " لایا گیا ۔ ابن وہب نے کہا یعنی تھال جس میں سبزیاں تھیں حاضر کیا گیا اور لیث اور ابو صفوان نے یونس سے ہنڈی کا واقعہ ذکر نہیں کیا نامعلوم یہ زہری کا قول ہے یا حدیث کے الفاظ ہیں ۔

۸۱۸ — ترجمہ : ایک شخص نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لہسن کے بارے میں کیا ارشاد سنا ہے حضرت انس نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی اس درخت (لہسن پیاز) کو کھائے وہ ہمارے قریب نہ آئے یا ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے !

۸۱۷ ، ۸۱۸ — شرح : ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ لہسن ، پیاز کھانے سے مسلمانوں اور فرشتوں کو اذیت پہنچتی ہے ۔ مسلمانوں کو اذیت کی وجہ سے وہ جماعت ترک میں معذور ہے اور وہ مسجد میں حاضر نہیں ہو سکتا ہے اور فرشتوں کو اذیت کی وجہ سے وہ تنہا مسجد میں حاضر ہونے سے معذور ہے ،، وہ شخص جس کو یہ پکا ہوا لہسن پیاز دیا گیا تھا وہ ابو ایوب تھے ،، حدیث ع ۸۱۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ لہسن پیاز کھانے والا کسی کے قریب نہ جائے تاکہ اس کی بو سے لوگوں کو تکلیف نہ ہو ۔

حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیٰنُ قَالَ ثَنِیْ صَفْوَانُ بْنُ سُلَیْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْغُسْلُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُحْتَلِمٍ ۸۲۰

۱۶۸

باب ــــ بچوں کا وضوء کرنا ، ان پر غسل اور طہارت کب واجب ہوتی ہے ؟ ان کا جماعت ، عیدین اور جنائز میں حاضر ہونا اور صفوں میں شامل ہونا ،،

۸۱۹ ــــ ترجمہ : شعبی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے اس شخص نے بتایا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایک الگ تھلگ قبر پہ گئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور لوگوں نے صف بنائی میں نے کہا اے ابا عمرو تمہیں کس نے خبر دی ؟ اُس نے کہا ابن عباس نے ،، رضی اللہ عنہما !!

۸۱۹ ــــ شرح : ابو عمرو شعبیؒ کی کنیت ہے ،، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بچے تھے اور جماعت میں حاضر تھے کیونکہ اصح قول یہی ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر تیرہ برس تھی ! اس لئے یہ حدیث باب کے مناسب ہے ! اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دار اسلام میں جب لقیط پایا جائے تو اس کا حکم مسلمانوں کے حکم جیسا ہے ،، واللہ ورسولہ اعلم !

---

۸۲۰ ــــ ترجمہ : ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی کہ آپ نے فرمایا جمعہ کے دن ہر بالغ پہ غسل واجب ہے ۔

۸۲۰ ــــ شرح : شروع اسلام میں جمعہ کے روز ہر بالغ مسلمان پہ غسل واجب تھا پھر منسوخ ہوگیا اس کی ناسخ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ،، مَنْ تَوَضَّاَ فَبِهَا وَنِعْمَتْ وَمَنِ اغْتَسَلَ فَهُوَ اَفْضَلُ ،، یعنی جس نے جمعہ کے دن وضوء پر اکتفاء کیا وہ بھی اچھا ہے اور جس نے غسل کیا غسل افضل ہے ،، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے امام مالک رضی اللہ عنہ کا مذہب بھی یہ ہے کہ جمعہ کے دن غسل مستحب ہے ،، صاحب ہدایہ نے کہا کہ امام مالک نے کہا کہ جمعہ کے دن غسل واجب ہے مگر ابن عبد البر جو امام مالک کا مذہب خوب جانتے ہیں نے " استذکار ،، میں ذکر کیا کہ اہلِ ظاہر

حدثنا علیؓ قال حدثنا سفین عن عمرو قال اخبرنی کریب

۸۲۱ عن ابن عباس قال بت عند خالتی میمونۃ لیلۃ فقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما کان فی بعض اللیل قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتوضأ من شن معلق وضوءا خفیفا یخففہ عمرو ویقللہ جدا ثم قام یصلی فقمت فتوضأت نحوا مما توضأ ثم جئت فقمت عن یسارہ فحولنی فجعلنی عن یمینہ ثم صلی ما شاء اللہ ثم اضطجع فنام حتی نفخ فاتاہ المنادی یؤذنہ بالصلوۃ فقام معہ الی الصلوۃ فصلی ولم یتوضأ قلنا لعمرو ان ناسا یقولون ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تنام عینہ ولا ینام قلبہ قال عمرو سمعت عبید بن عمیر یقول ان رؤیا الانبیاء وحی ثم قرأ انی اری فی المنام انی اذبحک

کے سوا کوئی بھی جمعہ کے دن غسل کے وجوب کا قائل نہیں ،، لہٰذا مذکورہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر ثابت ہے ،، کرمانی نے اس کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ ہر بالغ مسلمان پر غسل واجب جیسا ہے ۔ واللہ ورسولہ اعلم!

ترجمہ ۸۲۱: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے ایک رات اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر بسر کی نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سو گئے اور جب رات کا کچھ حصہ گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور لٹکے ہوئے مشکیزہ سے ہلکا سا وضوء فرمایا، عمرو نے اس کو بہت ساہلکا بیان کیا ،، پھر آپ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھنا شروع کی ، میں بھی اُٹھا اور آپ کے وضو ساوضو کیا پھر آپ کے بائیں طرف کھڑا ہوگیا آپ نے مجھے پھیرا اور اپنی دائیں جانب کر دیا پھر جو بھی اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ نے نماز پڑھی پھر لیٹ گئے اور سو گئے حتیٰ کہ آپ خراٹے لینے لگے آپ کے پاس مؤذن آیا جس نے نماز کی خبر دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ہمراہ نماز پڑھنے تشریف لے گئے اور نماز پڑھی جبکہ آپ نے وضوء نہ فرمایا ،، ہم نے عمرو سے کہا لوگ کہتے ہیں کہ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتی ہیں اور قلب مبارک نہیں سوتا عمرو نے کہا میں نے عُبید بن عُمیر کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ نبیوں کا خواب وحی ہوتا ہے پھر یہ پڑھا ،، اِنِّی اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّی اَذْبَحُکَ ،،

شرح ۸۲۱: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے آپ کے وضوء ساوضوء کیا ،، اس جملہ میں اس حدیث کی باب سے مناسبت ہے کیونکہ اس وقت ابن عباس بہت چھوٹے تھے ۔

باب التخفیف فی الوضوء ، میں حدیث ع ۱۳۸ کے تحت اس کی تفصیل مذکور ہے ! اس حدیث سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ اس روایت میں لفظ ،، نام ،، کا بدل ،، اِضْطَجَعَ ،، ذکر کیا ہے اور اس میں لفظ ،، نَامَ ،، کا اضافہ کیا ہے ام المؤمنین میمونہ ،، رضی اللہ عنہا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم پاک میں ان کی

۸۲۲ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ جَدَّتَهٗ مُلَیْكَةَ دَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ فَاَكَلَ مِنْهُ فَقَالَ قُوْمُوْا فَلِاُصَلِّیَ بِكُمْ فَقُمْتُ اِلٰی حَصِیْرٍ لَّنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَا لُبِسَ فَنَضَحْتُهٗ بِمَآءٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالْیَتِیْمُ مَعِیَ وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَّرَآئِنَا فَصَلّٰی بِنَا رَكْعَتَیْنِ

۸۲۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ اَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلٰی حِمَارٍ اَتَانٍ وَاَنَا یَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ بِمِنًی اِلٰی غَیْرِ جِدَارٍ فَمَرَرْتُ بَیْنَ یَدَیْ بَعْضِ الصَّفِّ فَنَزَلْتُ وَاَرْسَلْتُ الْاَتَانَ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِی الصَّفِّ فَلَمْ یُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَیَّ اَحَدٌ

بہن کا نام "لُبَابَہ" ہے یہ حارث کی صاحبزادیاں ہیں "لُبَابَہ" رضی اللہ عنہا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی رفیقۂ حیات اور عبد اللہ اور فضل رضی اللہ عنہما کی والدہ ماجدہ ہیں۔ قولہٗ مِنْ شَنٍّ "یہ پرانا مشکیزہ ہے۔ قولہ مُخَفَّفَۃٌ تخفیف اور تقلیل میں فرق یہ ہے کہ تخفیف تثقیل کے مقابلہ میں اور تقلیل تکثیر کے مقابلہ استعمال ہوتے ہیں۔ قولہ "نَحْوًا" مثلاً اس لئے نہیں کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء شریف کی مماثلت پر کسی دوسرے کو قدرت نہیں" کرمانی۔

---

۸۲۲ ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی دادی ملیکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دی جو اس نے آپ کے لئے تیار کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کھانا کھایا پھر فرمایا اُٹھو میں تمہیں نماز پڑھاتا ہوں میں اُٹھا ہماری ایک چٹائی تھی جو زیادہ عرصہ پڑا رہنے سے سیاہ ہوگئی تھی میں نے اس کو پانی سے دھویا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے (نماز کے لئے) اور میں اور یتیم نے آپ کے پیچھے صف بنائی، اور مائی بوڑھی ہمارے پیچھے تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو دو رکعتیں پڑھائیں"۔

۸۲۲ شرح : اس حدیث کی باب سے مطابقت "وَالْیَتِیْمُ مَعِیَ" کے جملہ میں ہے کیونکہ یتیم بچہ پر دلالت کرتا ہے کیونکہ بلوغ کے بعد یتیم ختم ہو جاتا ہے اس کی مزید تفصیل حدیث ع ۳۷۵ کے تحت مذکور ہے"۔

---

۸۲۳ ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں گدھی پر سوار ہو کر آیا اور اس روز میں قریب البلوغ تھا۔ رسول اللہ علیہ وسلم منیٰ میں سترہ کے بغیر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے میں صف میں داخل ہو گیا اور اس کا مجھ پر کسی نے انکار نہ کیا!

۸۲۴ حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزہری قال اخبرنی عروۃ بن الزبیر ان عائشۃ قالت اعتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال عیاش حدثنا عبد الاعلی قال حدثنا معمر عن الزہری عن عروۃ عن عائشۃ قالت اعتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العشاء حتی ناداہ عمر قد نام النساء والصبیان قالت فخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انہ لیس احد من اھل الارض یصلی ھذہ الصلوۃ غیرکم ولم یکن احد یومئذ یصلی غیر اھل المدینۃ

۸۲۵ حدثنا عمرو بن علی قال حدثنا یحیی قال حدثنا سفین قال حدثنی عبد الرحمن بن عابس قال سمعت ابن عباس وقال لہ رجل شھدت الخروج مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم ولولا مکانی منہ ما شھدتہ یعنی من صغرہ اتی العلم الذی عند دار کثیر بن الصلت ثم خطب ثم اتی النساء فوعظھن وذکرھن وامرھن ان یتصدقن فجعلت المراۃ تھوی بیدھا الی حلقھا تلقی فی ثوب بلال ثم اتی ھو وبلال البیت

---

۸۲۳ — شرح : اس حدیث کی باب سے مناسبت عنوان کے تیسرے جز میں ہے اور وہ یہ ہے کہ بچوں کا نماز با جماعت میں حاضر ہونا ہے اس حدیث کی تفصیل باب متی یصح سماع الصغیر میں حدیث ۷۵ کے تحت مذکور ہے!

---

۸۲۴ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں تاخیر کی حتی کہ عمر فاروق نے آپ کو آواز دی کہ عورتیں اور بچے سو گئے آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا زمین پر رہنے والوں میں سے تمہارے سوا کوئی شخص یہ نماز نہیں پڑھ رہا ہے اُس وقت مدینہ منورہ والوں کے سوا کوئی نماز نہ پڑھتا تھا!

۸۲۴ — شرح : یعنی اس وقت صرف مدینہ منورہ میں نماز پڑھی جاتی تھی اس لئے فرمایا "کہ تمہارے سوا کوئی شخص یہ نماز نہیں پڑھ رہا ہے کیونکہ اس وقت اسلام صرف مدینہ منورہ میں تھا مدینہ منورہ سے باہر اسلام کا افشاء فتح مکہ کے بعد ہوا تھا"، مزید تقریر حدیث ۵۴۴ کے تحت مذکور ہے! اس حدیث کی باب سے مناسبت لفظ صبیان" میں ہے کیونکہ ان سے مراد یا وہ بچے ہیں جو مسجد میں حاضر تھے یا جو گھر میں موجود تھے بہر کیف مناسبت واضح ہے! واللہ ورسولہ اعلم!

---

۸۲۵ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے کہا کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (عیدگاہ) باہر گئے تھے؟ انھوں نے

باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس حدثنا ابو الیمان ۸۲۶

قال اخبرنا شعیب عن الزھری قال اخبرنی عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت اعتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالعتمۃ حتی ناداہ عمر نام النساء والصبیان فخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما ینتظرھا احد غیرکم من اھل الارض ولا تصلی یومئذ الا بالمدینۃ وکانوا یصلون العتمۃ فیما بین ان یغیب الشفق الی ثلث اللیل الاول

کہا جی ہاں ! اگر میں آپ کا قریبی نہ ہوتا تو میں بچپن کے باعث حاضر نہ ہو سکتا ،، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس علم کے پاس تشریف لائے جو کثیر بن صلت کے گھر کے قریب تھا پھر آپ نے خطبہ دیا پھر عورتوں کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو وعظ و نصیحت فرمائی اور ان کو حکم دیا کہ وہ صدقہ کریں عورتوں نے اپنے ہاتھ اپنی انگوٹھیوں کی طرف مائل کرنا شروع کئے وہ حضرت بلال کی جھولی میں زیور ڈالتی تھیں پھر آپ اور بلال گھر تشریف لے گئے ۔

۸۲۵ — شرح : قولہ لولا مکانی منہ ماشھدتہ الخ ابن بطال نے کہا مراد یہ ہے کہ وہ آپ کے ساتھ عورتوں میں چلے گئے اگر وہ بچے نہ ہوتے تو آپ کے ساتھ وہاں حاضر نہ ہو سکتے ،، یا معنی یہ ہے کہ میں اگر آپ کا قریبی نہ ہوتا تو بچپن کے باعث حاضر نہ ہو سکتا ،، علم ،، کا معنی منارہ ، پہاڑی جھنڈا اور نشان ہے ،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ جب نماز کو سمجھنے لگے تو اس کو نمازوں میں حاضر ہونا چاہئے اور مستحب امر یہ ہے کہ عید میں جب عورتیں حاضر ہو جائیں تو امام ان کو وعظ و نصیحت کرے ،، عید کی نماز کے لئے اذان و اقامت نہیں ،، اور صحراء میں عید کی نماز پڑھنا مستحب ہے ۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم !

باب — عورتوں کا رات اور اندھیرے میں مساجد میں جانا

۸۲۶ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی حتیٰ کہ عمر فاروق نے آپ کو آواز دی کہ عورتیں اور بچے سو گئے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا تمام زمین والوں میں سے کوئی شخص تمہارے سوا اس نماز کا انتظار نہیں کر رہا ہے اور اس وقت صرف مدینہ منورہ میں نماز پڑھی جاتی تھی وہ عشاء کی نماز شفق غائب ہونے سے تہائی رات کے درمیان پڑھتے تھے !

۸۲۶ — شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں مسجد میں حاضر ہوتی تھیں ورنہ امام بخاری اس عنوان میں اس حدیث کا ذکر نہ کرتے ،، صاحب ہدایہ نے کہا عورتوں کے لئے نمازوں میں حاضر ہونا مکروہ ہے کیونکہ ان کا باہر نکلنا فتنہ سے خالی نہیں خصوصاً اس پر آشوب

۸۲۷ حدثنا عبید اللہ بن موسیٰ عن حنظلۃ عن سالم بن عبد اللہ
عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا استاذنکم نساءکم باللیل الی المسجد فاذنوا لھن تابعہ
۸۲۸ شعبۃ عن الاعمش عن مجاھد عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدثنا عبد اللہ بن محمد قال حدثنا
عثمان بن عمر قال اخبرنا یونس عن الزھری قال حدثتنی ھند بنت الحارث ان ام سلمۃ زوج النبی صلی
اللہ علیہ وسلم اخبرتھا ان النساء فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کن اذا سلمن من المکتوبۃ
قمن وثبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن صلی من الرجال ماشاء اللہ فاذا قام

دور میں عورتوں کا شدید ضرورت کے بغیر باہر نکلنا حرام ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک بوڑھی عورتیں فجر، مغرب اور عشاء کی نمازوں کے لئے مسجد میں جا سکتی ہیں کیونکہ ان اوقات میں فتنہ کا خطرہ نہیں ہوتا،، حدیث ع ۸۰۲ کے تحت اس کی تفصیل مذکور ہے۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

---

۸۲۷ — ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا جب تمہاری عورتیں رات کو مساجد میں جانے کی اجازت حاصل کریں تو ان کو اجازت دے دو شعبہ نے اعمش سے اُنھوں نے مجاہد سے اُنھوں نے ابن عمر سے اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے میں عبید اللہ بن موسیٰ کی متابعت کی،،

۸۲۷ — شرح: سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں فتنہ کا خطرہ نہ تھا اس لئے آپ نے فرمایا کہ اللہ کی بندیوں کو مساجد میں جانے سے نہ روکو اور اس پر آشوب دور میں عورتوں کا اپنے گھروں میں نماز پڑھنا بہتر ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی نے جمعہ کی نماز کے لئے ان سے اجازت طلب کی تو اُنھوں نے کہا تمہارا اپنے کمرہ میں نماز پڑھنا گھر میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور گھر میں نماز پڑھنا حجرہ میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور مسجد میں نماز پڑھنے سے حجرہ میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا عورت ساری کی ساری شرمگاہ ہے،، وہ گھر میں رہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو اس کو شیطان خراب کرتا ہے۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں عورتوں کا حال دیکھتے تو ان کو مساجد میں آنے سے روک دیتے،، حدیث ع ۸۰۲ کے تحت اس کی تفصیل مذکور ہے۔

---

۸۲۸ — ترجمہ: ہند بنت حارث رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ام سلمہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَامَ الرِّجَالُ **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ **ح** وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ **۸۲۹**
اَخْبَرَنِیْ مَالِكٌ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیُصَلِّی
الصُّبْحَ فَیَنْصَرِفُ النِّسَاءُ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ مَا یُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِیْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا **۸۳۰**
الْاَوْزَاعِیُّ قَالَ حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ اَبِیْ كَثِیْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ الْاَنْصَارِیِّ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَقُوْمُ اِلَی الصَّلٰوةِ وَاَنَا اُرِیْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِیْهَا فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِیِّ فَاَتَجَوَّزُ فِیْ صَلَاتِیْ كَرَاهِیَةَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمِّهٖ
حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَوْ اَدْرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ **۸۳۱**
وَسَلَّمَ مَا اَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ فَقُلْتُ لِعَمْرَةَ اَوَمُنِعْنَ قَالَتْ نَعَمْ

عورتیں جب فرض نماز سے سلام پھیرتیں تو اُٹھ کر چلی جاتیں اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ نماز پڑھنے والے لوگ جتنی دیر اللہ چاہتا بیٹھے رہتے پھر جب آپ اُٹھتے تو لوگ بھی کھڑے ہو جاتے !

۸۲۸ — **شرح** : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد عورتوں کے سلام پھیرنے کے بعد چلے جانے تک اپنی جگہ بیٹھے رہتے تھے ۔

حدیث ۸۰۲ کے تحت اس کی تفصیل مذکور ہے ۔

"تثبت" ، "کا "قمن" ، پر عطف ہے یعنی جب عورتیں سلام پھیرتیں تو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اُٹھنے تک اپنی جگہ بیٹھے رہتے تھے ! واللہ ورسولہ اعلم !

---

۸۲۹ — **ترجمہ** : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھتے اور عورتیں نماز سے فارغ ہو کر واپس چلی جاتیں جبکہ وہ اپنی چادروں میں لپٹی ہوتی تھیں اور اندھیرے کی وجہ سے وہ پہچانی نہیں جاتی تھیں !

۸۳۰ — **ترجمہ** : عبداللہ بن قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے روایت کی اُنھوں نے کہا جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں جبکہ میرا ارادہ اس کو لمبا کرنے کا ہوتا ہے اور بچے کے رونے کی آواز سُن کر نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ میں مکروہ جانتا ہوں کہ اس کی ماں کو مشقت میں ڈالوں ۔

۸۳۱ — **ترجمہ** : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اگر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شئ کو پالیتے جو عورتوں نے اب پیدا کر رکھی ہے تو ان کو (مساجد میں جانے سے) منع کر دیتے جیسے بنو اسرائیل کی عورتوں کو منع کیا گیا تھا میں نے عمرہ سے کہا کیا وہ منع کی گئی تھیں؟ ام المؤمنین نے کہا ہاں !

باب صلوة النساء خلف الرجال

۸۳۲ حدثنا یحیی بن قزعة قال حدثنا ابراهیم بن سعد عن الزهری عن هند بنت الحارث عن ام سلمة قالت کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا سلم قام النساء حین یقضی تسلیمه ویمکث هو فی مقامه یسیرا قبل ان یقوم قال نری والله اعلم ان ذلک کان لکی تنصرف النساء قبل ان یدرکهن من الرجال **۸۳۳** حدثنا ابونعیم قال حدثنا ابن عیینة عن اسحاق عن انس قال صلی النبی صلی الله علیه وسلم فی بیت ام سلیم فقمت ویتیم خلفه وام سلیم خلفنا

---

۸۲۹ ، ۸۳۰ ، ۸۳۱ — شرح : حدیث ع۸۲۹ کی باب سے مناسبت واضح ہے کہ عورتیں اندھیرے میں نماز پڑھ کر گھروں میں چلی جاتی تھیں۔ اس حدیث کی تفصیل حدیث ع۳۶۷ اور ع۵۵۶ کے تحت دیکھیں "۔

حدیث ع۸۳۰ کی باب سے مناسبت "کراھیۃ ان اشق علی امہ "۔ کے جملہ میں ہے کیونکہ اس کا مدلول یہ ہے کہ عورتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مساجد میں حاضر ہوتی تھیں اور یہ حاضر ہونا عام ہے۔ رات اور دن کی نمازوں کو شامل ہے۔ حدیث ع۶۷۷ کے تحت اس کی تفصیل مذکور ہے "۔

حدیث ع۸۳۱ کی باب سے مناسبت واضح ہے "۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پُر آشوب دَور میں عورتوں کو باہر جانے سے روکا جائے جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو باہر جانے سے روک دیا گیا تھا "۔

باب — عورتوں کی نماز مردوں کی صفوں کے پیچھے "۔

۸۳۲ — ترجمہ : ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو جس وقت آپ سلام پورا کر لیتے اور اُٹھنے سے پہلے تھوڑا سا توقف فرماتے تو عورتیں اُٹھ کر چلی جاتیں زہری نے کہا میرا گمان ہے اللہ بہتر جانتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ دیر ٹھہرنا اس لئے تھا کہ نماز سے فارغ ہونے والے مردوں کا ان کو پانے سے پہلے وہ چلی جائیں "۔

۸۳۲ — شرح : اس حدیث کی باب سے مناسبت اس طرح ہے کہ اگر عورتوں کی صف مردوں کی صف سے مقدم ہو تو مردوں کی نماز فاسد ہو جاتی ہے "۔ حدیث ع۸۰۲ کے تحت اس تفصیل دیکھیں۔

باب سرعة انصراف النساء من الصبح وقلة مقامهن في المسجد حدثنا يحيى بن موسى قال حدثنا سعيد بن منصور قال حدثنا فليح عن عبد الرحمن بن القاسم عن ابيه عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلي الصبح بغلس فينصرفن نساء المؤمنين لا يعرفن من الغلس او لا يعرف بعضهن بعضا باب استئذان المرأة زوجها بالخروج الى المسجد حدثنا مسدد قال حدثنا يزيد بن زريع عن معمر عن الزهري عن سالم بن عبد الله عن ابيه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اذا استاذنت امرأة احدكم فلا يمنعها

۸۳۴

۸۳۵

۸۳۳ ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلیم کے گھر میں نماز پڑھی میں اور یتیم آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور ام سلیم ہمارے پیچھے تھی۔

۸۳۳ شرح : اس حدیث کی باب سے مناسبت "وام سلیم خلفنا" کے جملہ میں ہے، حدیث ع ۳۷۵ میں اس کی مزید وضاحت دیکھیں"

باب — صبح کی نماز سے فارغ ہو کر عورتوں کا جلدی گھروں کو چلے جانا اور مسجد میں بہت کم ٹھہرنا

۸۳۴ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھتے اور مسلمانوں کی مستورات نماز پڑھ کر چلی جاتیں وہ اندھیرے کے باعث پہچانی نہ جاتی تھیں یا وہ ایک دوسری کو نہ پہچانتیں"

۸۳۴ شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فتنوں کے اسباب کا قلع قمع کرنا واجب ہے بظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھی جاتی تھی۔ اس کی تفصیل حدیث ع ۳۶۷ کے تحت بسط کے ساتھ مذکور ہے"

باب — مسجد میں جانے کے لئے عورت کا اپنے شوہر سے اجازت حاصل کرنا"

۸۳۵ ترجمہ : سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے اپنے باپ سے اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کی بیوی (مسجد میں جانے کی) اجازت طلب کرے تو وہ اس کو منع نہ کرے"

۸۳۵ شرح : حدیث شریف میں اگرچہ مسجد میں جانے کے لئے اجازت کا ذکر نہیں مگر جب مطلقاً خروج کے لئے اس کی اجازت کو مسترد نہیں کیا جاتا تو نیک کام کے لئے بطریق اولیٰ مسترد نہیں کیا جاتا"، علامہ کرمانی نے کہا کہ یہ حدیث مطلق ہے اس کو سابق حدیث کے ساتھ مقید کیا جا سکتا ہے جو باب خروج النساء الی المساجد" میں مذکور ہے تفصیل کے لئے حدیث ۸۲۷ کا مطالعہ کریں"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الجمعۃ باب فرض الجمعۃ لقول اللہ تعالیٰ اذا نودی للصلوٰۃ

۸۳۸ من یوم الجمعۃ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ وذروا البیع ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون فاسعوا فامضوا حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب قال حدثنا ابو الزناد ان عبد الرحمن بن ھرمز الاعرج مولیٰ ربیعۃ بن الحارث حدثہ انہ سمع ابا ھریرۃ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول نحن الآخرون السابقون یوم القیٰمۃ بید انہم اوتوا الکتاب من قبلنا ثم ھٰذا یومھم الذی فرض علیھم فاختلفوا فیہ فھدانا اللہ لہ فالناس لنا فیہ تبع الیھود غدا والنصاریٰ بعد غد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"کتاب الجمعۃ"

باب — جمعہ کی فرضیت کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

جب جمعہ کے روز نمازِ جمعہ کی اذان کہی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو"۔

۸۳۸ — **ترجمہ** : عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج" مولیٰ ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ" نے خبر دی کہ اُنھوں نے ابوہریرہ سے سُنا کہ اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ ہم (سب امتوں سے) آخر قیامت میں سب سے سابق ہیں سوا اس کے یہود و نصاریٰ ہم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں پھر یہ جمعہ کا دن جو ان پر فرض کیا گیا اس میں اُنھوں نے اختلاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس کی ہدایت دی پس اس میں لوگ ہمارے تابع ہیں۔ یہود کی عید کل (ہفتہ) اور نصاریٰ کی عید پرسوں (اتوار) ہے۔

شرح : مذکور آیت کریمہ سے امام بخاری نے جمعہ کی فرضیت پر استدلال کیا ہے اس اذان سے مراد دوسری اذان ہے جو خطبہ کے لئے امام کے سامنے کہی جاتی ہے۔ جبکہ امام منبر پر بیٹھ جاتا ہے،، امام زہری نے سائب بن یزید سے روایت کی کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کا صرف ایک ہی مؤذن تھا جب آپ منبر شریف پر تشریف فرما ہوتے تو وہ اذان کہتا جب آپ خطبہ سے فارغ ہوکر اُترتے تو وہ نماز کے لئے اقامت کہتا،، پھر ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کرتے رہے،، حتیٰ کہ جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عہدِ خلافت تھا اور لوگ زیادہ ہوگئے جبکہ لوگوں کے مکانات بھی دُور دراز تک پہنچ گئے تو اُنھوں نے ایک اور اذان زیادہ کردی،، اور بازار میں اونچی جگہ جسے زوراء کہا جاتا ہے پر اذان کہنے کا حکم دیا،، جس اذان سے خرید و فروخت حرام ہوجاتی ہے وہ دوسری اذان ہے۔

جمعہ کی فرضیت کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے، ،، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ،، جب خطبہ کے لئے جو نماز کی شرط ہے۔ سعی فرض ہے تو نفس نماز کے لئے بطریق اولیٰ سعی فرض ہے۔ اذان کے بعد خرید و فروخت کی تحریم سے اس کے وجوب کی تاکید ہوتی ہے کیونکہ مباح کی تحریم واجب کے لئے ہی ہوتی ہے بیہقی نے حضرت جابر سے روائت کی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ فَرَضَ عَلَیْکُمْ صَلٰوۃَ الْجُمُعَۃِ یقین کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر جمعہ کی نماز فرض کی ہے،، ابوداؤد نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ہر اس شخص پر جمعہ فرض ہے جو اس کی اذان سُنے،، نسائی نے صحیح اسناد سے حضرت حفصہ سے روائت کی کہ ہر بالغ پر جمعہ کے لئے جانا فرض ہے،، علاوہ ازیں ساری امت کا اس کی فرضیت پر اتفاق ہے۔ امام مالک، احمد اور امام شافعی رضی اللہ عنہم نے کہا کہ فرض الوقت جمعہ ہے اور نمازِ ظہر اس کی بدل ہے۔ امام ابوحنیفہ ابویوسف اور قدیم قول کے مطابق امام شافعی رضی اللہ عنہم نے کہا کہ فرض الوقت ظہر ہی ہے اور جمعہ ادا کرنے سے ظہر ساقط ہوجاتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کی فرضیت ظہر کی فرضیت سے قوی تر ہے۔ کیونکہ ہم جمعہ کی اقامت کے لئے ظہر ترک کرنے کے مامور ہیں اور ظہر فرض ہے تو ایک فرض کو دوسرے فرض کے باعث اس وقت ترک کیا جاتا ہے جبکہ دوسرا فرض اس سے قوی تر ہو لہٰذا جمعہ فرضِ عین ہے اور اس کا منکر بالاجماع کافر ہے،،

---

۸۳۸ — شرح: حدیث کا یہ معنیٰ یہ ہے کہ ہم دُنیا والوں میں سے آخر میں ہیں اور قیامت میں ساری مخلوق سے پہلے ہمارا فیصلہ ہوگا لہٰذا ہم اس لحاظ سے پہلی امتوں سے اوّل ہیں جبکہ سب سے پہلے ہم جنت میں داخل ہوں گے۔ امام مسلم نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہم سے پہلے لوگوں کو جمعہ سے بھٹکا دیا تو یہودیوں کے لئے ہفتہ کا دن نصاریٰ کے لئے اتوار کا دن مقرر ہُوا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو جمعہ کی ہدائت دی تو اللہ تعالیٰ نے جمعہ، ہفتہ اور اتوار عید کے دن بنائے جس طرح ہفتہ اور اتوار جمعہ کے تابع ہیں اسی طرح یہود و نصاریٰ قیامت کے دن ہمارے تابع ہوں گے۔

یہ حدیث جمعہ کی فرضیت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" فَرَضَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ فَاخْتَلَفُوْا فِیْہِ فَہَدَانَا اللّٰہُ لَہٗ،، اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہدائت واضلال اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یہی مسلک اہلسنت جماعت کا اور اس امت کو پہلی امتوں پر فضیلت حاصل ہے۔

بَابُ فَضْلِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهَلْ عَلَى الصَّبِيِّ شُهُوْدُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ اَوْعَلَى النِّسَاءِ

۸۳۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَاءَ اَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ

باب — جمعہ کے دن غسل کی فضیلت ،، کیا بچوں اور عورتوں کے لئے جمعہ میں حاضر ہونا ضروری ہے ؟

۸۳۹ — ترجمہ : عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جب کوئی جمعہ کے لئے آئے تو وہ غسل کرے۔

۸۳۹ — شرح : یعنی تم میں سے کوئی جب جمعہ میں آنے کا ارادہ کرے تو غسل کرلے جیسے قرآن کریم میں ہے اِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ " لہٰذا حدیث میں فا سے تعقیب مراد نہیں لہٰذا یہ کہنا جائز نہ ہوگا کہ آنے کے بعد غسل کرنا فاء کا مدلول ہے ،، اس حدیث سے فرقہ ظاہر نے جمعہ کے روز غسل کے وجوب پر استدلال کیا مگر یہ درست نہیں کیونکہ شروع اسلام میں لوگ بہت غریب تھے اور اپنا کاروبار خود کرتے ، اور موٹے صوف کے کپڑے پہنا کرتے تھے وہ جب جمعہ کے دن مسجد شریف میں آتے تو گرمی کی شدت کے باعث پسینہ سے ان کے کپڑوں سے بُو آنے لگتی اس لئے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جمعہ کے لئے آؤ تو غسل کر کے آؤ ، مگر جب یہ سبب زائل ہوگیا اور لوگ خوشحال ہوگئے تو غسل کا وجوب بھی منسوخ ہوگیا کیونکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے جمعہ کے دن وضوء کیا اچھا ہے اور جس نے غسل کیا تو غسل کرنا افضل ہے ،، اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن کہا ہے ،، لہٰذا حدیث میں مذکور امر کو استحباب پر محمول کیا جاتا ہے ،، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق جمعہ کے روز خطبہ دے رہے تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اثناء خطبہ میں آئے امیر المومنین نے کہا اتنی دیر سے کیوں آئے حضرت عثمان نے کہا اذان کے بعد وضوء کر کے آگیا ہوں امیر المؤمنین نے کہا صرف وضوء ہی کر کے آئے ہو ، اگر جمعہ کے روز غسل واجب ہوتا تو حضرت عثمان صرف وضوء پر اکتفاء نہ کرتے پھر امیر المؤمنین خاموش نہ رہتے اور حضرت عثمان کو غسل کرنے پر مجبور کرتے ،، صاحب ہدایہ نے کہا جمعہ کے روز غسل میں امام ابو یوسف کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ اسی غسل کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھے حتیٰ کہ اگر جمعہ کی نماز سے پہلے غسل کے بعد بے وضوء ہو جائے یا جمعہ کی نماز کے بعد غسل کرے تو اسے پورا ثواب نہ ملے گا جو غسل کے ساتھ نماز پڑھنے میں حاصل ہوتا ہے۔ صاحب ہدایہ نے اس قول کی تصحیح کی ہے جمہور علماء کے نزدیک فجر کے بعد غسل جمعہ کے لئے کافی ہے ،،

---

۸۴۰ حدثنا عبد الله بن محمد بن اسماء قال حدثنا جويرية عن مالك عن الزهري عن سالم بن عبد الله بن عمر عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب رضي الله عنه بينما هو قائم في الخطبة يوم الجمعة اذ جاء رجل من المهاجرين الاولين من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم فناداه عمر اية ساعة هذه قال اني شغلت فلم انقلب الى اهلي حتى سمعت التاذين فلم ازد ان توضأت قال والوضوء ايضا وقد علمت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يامر بالغسل

۸۴۱ حدثنا عبد الله بن يوسف قال اخبرنا مالك عن صفوان بن سليم عن عطاء بن يسار عن ابي سعيد الخدري ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال غسل يوم الجمعة واجب على كل محتلم

۸۴۰ — ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن کھڑے خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک مہاجرین اولین سے ایک شخص (عثمان بن عفان) جو اصحاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تھے۔ مسجد میں داخل ہوئے تو عمر فاروق نے اُن سے فرمایا اب آنے کا یہ کونسا وقت ہے؟ اُنھوں نے کہا میں کسی کام میں مشغول تھا میں گھر بھی نہیں گیا حتیٰ کہ اذان سُنی اور وضوء کے سوا اور کچھ نہیں کیا عمر فاروق نے کہا صرف وضوء ہی کیا ہے؟ جبکہ آپ جانتے ہو کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کا حکم فرماتے تھے!

۸۴۰ — شرح : شعبی نے کہا مہاجرین اولین وہ صحابہ کرام ہیں جنہوں نے بیعتِ رضوان کو پایا صاحبِ کشاف نے کہا وہ بدر میں حاضر ہونے والے صحابہ کرام ہیں اثناء خطبہ میں آنے والے صحابی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے،، عمر فاروق نے ان پر دو طرح سے تعجب کیا ایک ان کا تاخیر سے آنا اور دُوسرا صرف وضوء پر اکتفاء کرنا معلوم ہُوا کہ جمعہ کے روز غسل واجب نہیں ورنہ حضرت عمر فاروق ان کو غسل کرنے کے لئے ضرور واپس کرتے بلکہ عثمان غنی خود غسل کر کے آتے،، جب عثمان غنی نے غسل نہ کیا اور ان کو واپس جاکر غسل کرنے کا حکم بھی نہ دیا گیا جبکہ مہاجرین و انصار سب موجود تھے تو معلوم ہُوا کہ جمعہ کے روز غسل کرنا واجب نہیں،، یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ "فَلْيَغْتَسِلْ" امر استحبابی ہے وجوب کے لئے نہیں،، امام ابو حنیفہ اور آپ کے تلامذہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہم کے نزدیک جمعہ کی اذان کے بعد خرید و فروخت مکروہ ہے۔ امام مالک، احمد اور فرقہ ظاہریہ کے نزدیک باطل ہے،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کی اذان سے پہلے کاروبار کرنا جائز ہے،، اور خرید و فروخت کی تحریم اور وجوبِ سعی خطبہ کی اذان سے متعلق ہیں کیونکہ مروّج پہلی اذان حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں مشروع ہُوئی تھی!

---

۸۴۱ — ترجمہ : ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بالغ شخص پر جمعہ کے روز غسل واجب ہے،،

۸۴۲ بَابُ الطِّيبِ لِلْجُمُعَةِ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ اَخْبَرَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي بَكْرِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ سُلَيْمٍ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ اَشْهَدُ عَلَى اَبِي سَعِيدٍ قَالَ اَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ وَاَنْ يَسْتَنَّ وَاَنْ يَمَسَّ طِيبًا اِنْ وَجَدَ قَالَ عَمْرٌو اَمَّا الْغُسْلُ فَاَشْهَدُ اَنَّهُ وَاجِبٌ وَاَمَّا الْاِسْتِنَانُ وَالطِّيبُ فَاللّٰهُ تَعَالَى اَعْلَمُ اَوَاجِبٌ هُوَ اَمْ لَا وَلٰكِنْ هٰكَذَا فِي الْحَدِيثِ قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ هُوَ اَخُو مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ وَلَمْ يُسَمَّ اَبُو بَكْرٍ هٰذَا رَوٰى عَنْهُ بُكَيْرُ بْنُ الْاَشَجِّ وَسَعِيدُ بْنُ اَبِي هِلَالٍ وَعِدَّةٌ وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ يُكْنٰى بِاَبِي بَكْرٍ وَاَبِي عَبْدِ اللّٰهِ

---

۸۴۱ — شرح : محتلم سے مراد بالغ ہے اور وجوب سے مراد ثبوت ہے یعنی جمعہ کے روز ہر بالغ پر غسل ثابت ہے اس میں عورتیں بھی شامل ہیں۔ امام محمد رضی اللہ عنہ نے مؤطا میں اپنے اسناد کے ساتھ ابراہیم نخعی سے روائت کی کہ حماد نے کہا میں نے ابراہیم نخعی سے پوچھا کہ جمعہ کے روز، پچھنے لگوانے کے بعد اور عیدین میں غسل کرنا کیسا ہے اُنھوں نے کہا غسل کر لینا اچھا ہے اگر نہ بھی کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ،، میں نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا کہ جو جمعہ پڑھنے جائے وہ غسل کرے ؟ ابراہیم رضی اللہ عنہ نے کہا ضرور فرمایا ہے لیکن آپ کا یہ ارشاد واجبہ امور سے نہیں یہ ایسا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے " وَاسْتَشْهِدُوْا اِذَا تَبَايَعْتُمْ یعنی جب بیع کرو تو گواہ بنا لو" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جس نے جمعہ کے دن غسل کیا وہ بہتر ہے اور جس نے غسل نہ کیا اس کے لئے غسل ضروری بھی نہیں ،، الحاصل شروع اسلام میں جمعہ کے لئے غسل واجب تھا پھر منسوخ ہوگیا۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم !

باب — جُمعہ کے لئے خوشبو لگانا !

۸۴۲ — ترجمہ : ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا میں گواہ ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے روز ہر بالغ پر غسل کرنا، مسواک کرنا، اور خوشبو لگانا واجب ہے اگر اسے (خوشبو) میسر ہو ،، عمرو نے کہا میں گواہ ہوں کہ غسل تو واجب ہے اور مسواک اور خوشبو لگانا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے واجب ہے یا نہیں لیکن حدیث میں اسی طرح ہے ،، امام بخاری نے کہا ابوبکر محمد بن منکدر کا بھائی ہے اس ابوبکر کا نام معروف نہیں اس حدیث کی بکیر بن اشج، سعید بن مسیب اور چند لوگوں نے ان سے روائت کی ہے۔ محمد بن منکدر کی کنیت ابوبکر اور ابو عبداللہ ہے !

۸۴۲ — شرح : خطابی رحمہ اللہ نے کہا امام مالک جمعہ کے روز ایجاب غسل کے قائل ہیں۔ اکثر فقہا کے نزدیک غسل واجب نہیں وہ حدیث کی

بَابُ فَضْلِ الْجُمُعَة

۸۴۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ صَالِحِ السَّمَّانِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً وَّمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً وَّمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا اَقْرَنَ وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً وَّمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ

تاویل یہ کرتے ہیں کہ اس میں غسل کی ترغیب دلائی گئی ہے اور اس کی تاکید کی گئی ہے،، اس کی دلیل یہ ہے کہ غسل پر مسواک اور طیب کا عطف کیا گیا ہے اور معطوف اور معطوف علیہ کا حکم واحد ہوتا ہے جب بالاتفاق مسواک اور خوشبو واجب نہیں جو معطوف ہیں تو غسل جو معطوف علیہ ہے بھی واجب نہ ہوگا بظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر بالغ کے لئے غسل کرنا مستحب ہے وہ جمعہ پڑھنے کا ارادہ کرے یا نہ،، اور وہ حدیث "کہ جب کوئی جمعہ کے لئے آئے تو غسل کرکے آئے،، اُن لوگوں کے لئے ہے جو جمعہ کا ارادہ کریں وہ بالغ ہوں یا نابالغ،، الحاصل جمعہ کے روز غسل کرنا ہر ایک کے لئے مستحب ہے۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم!

باب — جُمعہ کی فضیلت

۸۴۳ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جس نے جمعہ کے روز جنابت کے غسل جیسا غسل کیا پھر وہ جمعہ کی نماز کے لئے گیا تو گویا اُس نے ایک اونٹ کی قربانی دی اور جو دوسری ساعت میں گیا تو اُس نے گائے کی قربانی دی جو تیسری ساعت میں گیا تو گویا اُس نے سینگوں والے مینڈھے کی قربانی دی جو چوتھی ساعت میں گیا تو گویا اُس نے مرغی صدقہ کیا اور جو پانچویں ساعت میں گیا تو گویا اُس نے انڈا صدقہ کیا اور جب امام خطبہ کے لئے باہر آئے (مسجد میں) تو فرشتے مسجد میں حاضر ہو جاتے ہیں اور اللہ کا ذکر سُنتے ہیں۔

۸۴۳ — شرح : یعنی جو شخص جمعہ کے دن اس طرح غسل کرے جیسے جنابت کا غسل کیا جاتا ہے اور اس کے صفات اور شرائط کا لحاظ رکھے تو مسجد میں مذکورہ ساعات میں حاضر ہونے کے اعتبار سے اس کو ثواب حاصل ہوگا۔ مرغی اور انڈے میں "قرّب"، کا معنی "تصدّق"

بَابٌ

۸۴۴ حدثنا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى هُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ بَيْنَمَا هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِمَ تَحْتَبِسُونَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ الرَّجُلُ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ النِّدَاءَ تَوَضَّأْتُ فَقَالَ أَلَمْ تَسْمَعُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَاحَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ ۸۴۵ بَابُ الدُّهْنِ لِلْجُمُعَةِ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنِ ابْنِ وَدِيعَةَ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهِ أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيبِ بَيْتِهِ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ثُمَّ يُصَلِّي مَا كُتِبَ لَهُ ثُمَّ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى

ہے،، کیونکہ ان کی قربانی نہیں دی جاتی،، ثواب لکھنے والے فرشتے کرام کاتبین کے علاوہ ہیں جو جمعہ میں حاضر ہونے والے لوگوں کی حاضری لکھتے ہیں "ذکر" سے مراد خطبہ اور اس میں قرآن کی قرأت اور نماز میں قرأت ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ثواب میں لوگوں کے مراتب ان کے اعمال کے اعتبار سے ہوتے ہیں اور جو اللہ کی طاعت میں جلدی کرے اس کو ثواب بھی زیادہ حاصل ہوتا ہے،، قربانی اور صدقہ کا اطلاق قلیل وکثیر پر ہوتا ہے" رواح،، سے مراد طلوع شمس کا مابعد ہے جمعہ کے وقت سے پہلے جانے والے کو رائح کہنا ایسا ہے جیسے مکہ مکرمہ کی طرف جانے والے کو حاجی کہا جاتا ہے،، جمہور علماء کا مذہب یہی ہے کہ جمعہ کی نماز کے لئے جلدی جانا مستحب ہے ان کے نزدیک ساعات کا اعتبار شروع دن سے ہوتا ہے،،

باب

۸۴۴ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے اچانک ایک شخص (مسجد میں) داخل ہوا عمر فاروق نے کہا تم لوگ نماز سے کیوں رُکے رہتے ہو اس شخص نے کہا میں نے صرف اذان سُنی اور وضوء کرکے آگیا ہوں عمر فاروق نے کہا کیا تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا نہیں کہ تم میں سے جب کوئی جمعہ کے لئے جائے تو غسل کرے"

۸۴۴ شرح : اچانک آنے والا شخص سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں نداء سے مراد اذان ہے،، یعنی اذان سُننے کے بعد میرا آنا صرف وضوء کرنے کی مقدار تھا،، حدیث ع ۸۴۰ کے تحت اس حدیث کی تفہیم ہوچکی ہے،،

حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزھری قال طاؤس قلت لابن عباس ذکروا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اغتسلوا یوم الجمعۃ واغسلوا رءوسکم وان لم تکونوا جنبا واصیبوا من الطیب قال ابن عباس اما الغسل فنعم واما الطیب فلا ادری ۸۴۶

حدثنا ابراھیم ابن موسی قال اخبرنا ہشام ان ابن جریج اخبرھم قال اخبرنی ابراھیم بن میسرۃ عن طاؤس عن ابن عباس انہ ذکر قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الغسل یوم الجمعۃ فقلت لابن عباس ایمس طیبا او دھنا ان کان عند اھلہ فقال لا اعلمہ ۸۴۷

باب — جُمعہ کے لئے بالوں کو تیل لگانا "

۸۴۵ — ترجمہ: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن جو کوئی شخص غسل کرے حسبِ طاقت طہارت کرے، اپنے تیل سے بالوں کو تیل لگائے یا اپنے گھر کی خوشبو سے خوشبو لگائے پھر (نماز جمعہ کے لئے) باہر آئے۔ (مسجد میں بیٹھنے والے) دو شخصوں کے درمیان تفریق نہ کرے (ان کے درمیان نہ بیٹھے) پھر جو بھی اس کی قسمت میں نماز ہے وہ پڑھے پھر جب امام خطبہ پڑھنا شروع کرے تو خاموشی سے سُنتا رہے تو دُوسرے جمعہ تک اس کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

۸۴۵ — شرح: طہر سے مراد مونچھیں کٹوانا، ناخن ترشوانا، زیر ناف بالوں کا حلق کرنا اور کپڑوں کو صاف کرنا ہے۔ یعنی پُوری طہارت کرے "من طیب بیتہ" سے یہ اشارہ کیا کہ گھر میں خوشبو ذخیرہ رکھنا چاہیئے جو گاہے بگاہے استعمال کی جائے، "لا یفرق بین اثنین" سے مراد جلد مسجد میں جانا ہے تاکہ تاخیر کی صورت میں لوگوں کی گردنیں نہ روندے، "جمعہ اُخری" سے مراد پہلے والا جمعہ ہے یا بعد والا کیونکہ گناہ کرنے سے پہلے بھی مغفرت ممکن ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے "عرفہ کے دن روزہ سے ہونا میرا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے اور آنے والے سال کے گناہوں کو بخش دیتا ہے"، امام ابو حنیفہ، امام مالک رضی اللہ عنہما اور تمام فقہاء کے نزدیک جمعہ کا خطبہ سُننا واجب ہے۔

"سلمان فارسی"، رضی اللہ عنہ بنو قریظہ کے غلام تھے ان لوگوں نے ان لوگوں نے ان کو مکاتب بنایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا مال کتابت ادا کر دیا تھا وہ اس وقت مسلمان ہوئے جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ہجرت کر کے تشریف لائے، آپ نے فرمایا "سلمان منا اھل البیت"، وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی جنت مشتاق ہے ان کی عمر اڑھائی یا ساڑھے تین سو سال ہوئی ہے، وہ خود محنت کر کے کھانا کھاتے تھے!

۸۴۸ بَابُ مَا يَلْبَسُ أَحْسَنَ مَا يَجِدُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَأَى حُلَّةً سِيَرَاءَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَوِ اشْتَرَيْتَ هٰذِهِ فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوَفْدِ إِذَا قَدِمُوا عَلَيْكَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۸۴۶ — ترجمہ : امام زہری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ طاؤس نے کہا میں نے ابن عباس سے کہا کہ لوگ ذکر کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن غسل کرو اور اپنے سر دھوؤ اگرچہ تم جنابت کی حالت میں نہ ہو اور خوشبو لگاؤ ،، ابن عباس نے کہا غسل کرنا تو درست ہے اور خوشبو کے متعلق مجھے معلوم نہیں۔

۸۴۷ — ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے جمعہ کے دن غسل کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ذکر کیا طاؤس نے کہا میں نے ابن عباس سے کہا کیا خوشبو یا تیل اگر اس کے گھر میں ہو تو لگائے ؟ انھوں نے کہا مجھے اس کا علم نہیں !

۸۴۶ ، ۸۴۷ — شرح : جمعہ کے دن جنابت کا غسل جمعہ کے غسل کے لئے کافی ہے جمعہ کے غسل کی نیت ہو یا نہ ہو علماء کا کہنا ہے کہ جنابت اور جمعہ کے لئے ایک ہی غسل کافی ہے۔ امام احمد رضی اللہ عنہ کے نزدیک غسل جنابت کی جب تک نیت نہ کرے غسل جائز نہیں امام مالک رضی اللہ عنہ کا بھی ایک قول کے مطابق یہی مسلک ہے۔ ابن ماجہ نے صالح سے مرفوع روایت کی کہ ابن عباس نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی جمعہ کے لئے آئے وہ غسل کرے اگر اس کے پاس خوشبو ہو تو وہ لگائے ،، مگر اس کا راوی صالح ضعیف ہے اس لئے ابن ماجہ کی یہ روایت بخاری کی روایت کے معارض نہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم !

باب — نفیس کپڑے جو میسر ہوں پہنے ،،

۸۴۸ — ترجمہ : عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمر فاروق نے مسجد کے دروازے پہ ریشمی جوڑا دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ ! اگر آپ یہ ریشمی جوڑا خرید کرلیں تو جمعہ کے دن یا وفد کی آمد کے وقت جب وہ آپ کے پاس آئیں پہنا کریں (تو بہت اچھا ہوگا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو وہ لوگ پہنا کرتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا ،، پھر رسول اللہ صلی

إِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهِ مَنْ لَاخَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ ثُمَّ جَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا حُلَلٌ فَأَعْطٰى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مِنْهَا حُلَّةً فَقَالَ عُمَرُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَسَوْتَنِيْهَا وَقَدْ قُلْتَ فِي حُلَّةِ عُطَارِدٍ مَا قُلْتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ لَمْ أَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا فَكَسَاهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَخًا لَهُ بِمَكَّةَ مُشْرِكًا بَابُ السِّوَاكِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَنُّ ۸۴۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِيْ أَوْ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى النَّاسِ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلٰوةٍ ۸۵۰ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ الْحَبْحَابِ قَالَ

اللہ علیہ وسلّم کے پاس ریشمی جوڑے آئے تو آپ نے ان میں سے ایک جوڑا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیا، اُنھوں نے عرض کی یارسُول اللہ! آپ نے یہ مجھے دیا ہے حالانکہ عطارد کے جوڑے کے متعلق آپ نے کچھ فرمایا تھا، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا میں نے یہ تمہیں اس لئے نہیں دیا کہ اس کو پہنو پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وہ جوڑا اپنے بھائی کو دے دیا جو مکہ مکرمہ میں رہتا تھا اور مشرک تھا۔

۸۴۸ — شرح : چادر اور تہبند مجموعہ کو حلّہ کہا جاتا ہے،، سیَرَاء،، خالص ریشم ہوتا ہے،، وفد،، وافد کی جمع ہے جو رسُول یا امیر کے پاس باہر سے آتے ہیں،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ریشم مردوں کے لئے حرام ہے اور جمعہ کے روز اور وفود کی آمد پر نفیس اور عمدہ کپڑے پہننے چاہئیں، قریبی رشتہ داروں سے اچھا برتاؤ کرنا چاہیئے اگرچہ وہ کافر ہوں،، جیسے عمر فاروق نے کیا اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کافر ایمان کے بعد احکام میں مخاطب ہیں بحالتِ کفر وہ احکام میں مخاطب نہیں کیونکہ عمر فاروق نے اپنے بھائی کو ریشمی جوڑا دیا جو کافر تھا ظاہر ہے کہ وہ اس کو پہنے گا۔ نیک اور صالح خود بخود خرید و فروخت کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم!

باب — جمعہ کے دن مسواک کرنا،،

”ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم مسواک کیا کرتے تھے،،

۸۴۹ — ترجمہ : ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اگر میں اپنی امت یا لوگوں پر شاق اور مشقت نہ جانتا تو ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا،،

۸۵۰ — ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا میں نے تم پر مسواک کے بارے میں بہت کچھ کہا ہے،،

۸۵۱ حدثنا انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثرت علیکم فی السواک حدثنا محمد بن کثیر قال اخبرنا سفیان عن منصور وحصین عن ابی وائل عن حذیفۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام من اللیل یشوص فاہ باب من

۸۵۲ تسوک بسواک غیرہ حدثنا اسمعیل قال حدثنی سلیمان بن بلال قال ھشام بن عروۃ اخبرنی ابی عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت دخل عبدالرحمن بن ابی بکر ومعہ سواک یستن بہ فنظر الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت لہ اعطنی ھذا السواک یا عبدالرحمن فاعطانیہ فقصمتہ ثم مضغتہ فاعطیتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاستن بہ وھو مستند الی صدری

۸۴۹، ۸۵۰ — شرح : حافظ ابونعیم رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روائت کی کہ جب تم میں سے کوئی رات کو نماز پڑھنے کے لئے اُٹھے تو اس کے پاس فرشتہ آکر اپنا منہ اس کے منہ پر رکھتا ہے، تو نمازی کے منہ سے جو شئی نکلتی ہے وہ فرشتہ کے منہ میں واقع ہوتی ہے،، اس لئے نماز پڑھنے سے پہلے مسواک کرنی افضل ہے تاکہ منہ پاک وصاف ہو جائے۔ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ” مسواک منہ صاف کرتی ہے اور اس سے رب راضی ہوتا ہے،، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روائت ہے کہ سرورِ کائنات صلیّ اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جو نماز مسواک کرکے پڑھی جائے اس کا ثواب مسواک کے بغیر نماز پڑھنے سے ستّر گنا زیادہ ہوتا ہے،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسواک کرنی واجب نہیں کیونکہ اگر واجب ہوتی تو آپ حتمی حکم فرماتے کہ اگرچہ لوگوں کو مشقت ہی کیوں نہ ہو۔ وہ مسواک ضرور کریں

---

۸۵۱ — ترجمہ : حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بیدار ہوتے تو منہ کو مسواک سے صاف کرتے تھے

۸۵۱ — شرح : جمعہ کا دن لوگوں کے ہجوم کا دن ہے اور اس دن فرشتے بھی بکثرت حاضر ہوتے ہیں اس لئے اس دن بدن اور کپڑوں کی صفائی کا اہتمام کیا جاتا ہے اس اعتبار سے جمعہ کی نماز کو دوسری نمازوں پر فضیلت حاصل ہے جب دوسری نمازوں کے لئے مسواک کی جاتی ہے تو جمعہ کی نماز کے لئے اس کا زیادہ اہتمام ہونا چاہیئے اسی لئے اس حدیث کو جمعہ کے باب میں ذکر کیا ہے۔

باب — جس نے اپنے غیر کی مسواک استعمال کی ،،

۸۵۲ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما میرے گھر آئے جبکہ اس کے پاس مسواک تھی جو

باب مَا يُقْرَأُ فِي صَلوٰةِ الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

۸۵۳ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ الٓمٓ تَنْزِيْلُ وَهَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ

وہ کیا کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا تو میں نے کہا اے عبدالرحمٰن! یہ مسواک مجھے دو" اس نے مجھے مسواک دی تو میں نے اس کے سر کو توڑ کر باریک کیا پھر اس کو چبایا (نرم کیا) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی آپ نے اس کو استعمال فرمایا جبکہ آپ میرے سینہ سے سہارا لئے ہوئے تھے"۔

۸۵۲ — شرح : حدیث کی باب سے مناسبت ظاہر ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا تھوک پاک ہے اور محارم کے گھروں میں داخل ہونا جائز ہے اور دوسرے کی مسواک کا استعمال جائز ہے۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے منہ میں مسواک کو نرم کر کے حضور کی خدمت میں اسے پیش کیا ظاہر ہے کہ ام المؤمنین کا لعاب اس میں ہوگا جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسواک کو استعمال کیا تو ام المؤمنین کا لعاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب سے مل گیا ہوگا اس میں ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی بہت بڑی فضیلت ہے چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا فخر سے فرمایا کرتی تھیں کہ آخری وقت میں اللہ تعالیٰ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھوک اور میرا تھوک جمع کر دیا"، واللہ ورسولہ اعلم!

باب — جمعہ کے دن فجر کی نماز میں کیا پڑھا جائے

۸۵۳ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں الم تنزیل السجدہ اور ھل اتی علی الانسان" پڑھا کرتے تھے"۔

۸۵۳ — شرح : یعنی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز کی پہلی رکعت میں سورۂ سجدہ اور دوسری رکعت میں سورۂ دہر پڑھا کرتے تھے صحیح مسلم میں اس کی تصریح موجود ہے"۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس جیسی ترکیب دوام و استمرار کی مفید ہوتی ہے"، علامہ قسطلانی نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ حدیث میں کوئی ایسا امر نہیں جس کا مقتضیٰ یہ ہو کہ آپ ایسا ہمیشہ کرتے تھے اور اکثر علماء کے نزدیک "کان" مداومت کو نہیں چاہتا"، اسی لئے کسی نے ان کے پڑھنے کو سنت مؤکدہ یا واجب نہیں

بَابُ الْجُمُعَةِ فِی الْقُرٰی وَالْمُدُنِ

۸۵۴ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرِ الْعَقَدِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ اَبِیْ جَمْرَةَ الضُّبَعِیِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ اَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَیْسِ بِجُوَاثٰی مِنَ الْبَحْرَیْنِ

کہا چنانچہ صاحب محیط نے کہا کہ جمعہ کے دن ان دونوں سورتوں کو فجر کی نماز میں پڑھنا مستحب ہے بشرطیکہ کبھی کبھی اور سورتیں بھی پڑھ لیا کرے تاکہ جاہل لوگ یہ گمان نہ کرلیں کہ ان دونوں سورتوں کے سوا کوئی سورت پڑھنی جائز نہیں۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ نماز میں سورت کی تعیین اس شخص کے لئے مکروہ ہے جو اس کو ضروری سمجھ لے اور کوئی دوسری سورت پڑھنا کافی نہ خیال کرے یا اس کو مکروہ جانتا ہو،، لہذا طبرانی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول روائت "یُدِیْمُ ذٰالِکَ،، کہ اس پر استدامت فرماتے تھے،، کی بھی وضاحت ہوگئی چنانچہ ابن عربی نے کہا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کے لئے عموماً پڑھا جائے مگر کبھی کبھی ترک بھی کردینا چاہیئے تاکہ عوام اس کو سنت مؤکدہ نہ گمان کرلیں!،،

باب ـــ "دیہات اور شہروں میں جمعہ پڑھنا"

۸۵۴ ـــ ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف میں جمعہ ادا کرنے کے بعد سب سے پہلے جو جمعہ پڑھا گیا وہ قبیلہ عبدالقیس کی مسجد میں جمعہ کی نماز کا قیام تھا جو بحرین کے علاقہ میں جواثی قلعہ میں تھی۔

۸۵۴ ـــ شرح : اس حدیث سے شوافع نے استدلال کیا کہ دیہات میں جمعہ پڑھا جائے جبکہ وہاں چالیس آزاد لوگ مقیم ہوں،، مگر یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ جواثی شہر ہے گاؤں نہیں،، چنانچہ ابن تین نے شیخ ابوالحسن سے ذکر کیا کہ جواثی شہر ہے جوہری کی صحاح اور زمخشری کی بلدان میں ہے کہ جواثی بحرین کے علاقہ میں قلعہ ہے، ابوعبید بکری نے کہا کہ یہ بحرین میں شہر ہے،، اس کی آبادی چار ہزار سے زائد اشخاص پر مشتمل تھی،، جن روایات میں اس پر "قریہ" کا اطلاق ہوا ہے وہ لغوی معنی کے اعتبار سے ہے چنانچہ قرآن کریم میں مکہ مکرمہ اور طائف پر قریتین کا اطلاق ہوا ہے۔ ارشاد خداوند قدوس ہے "وَلَوْلَا اُنْزِلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ،، یعنی مکہ اور طائف کے کسی عظیم شخصیت پر یہ قرآن نازل کیوں نہ ہوا،،، اگر اس کو گاؤں بھی تسلیم کرلیا جائے تو کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع پانے کے بعد اس کی تقریر وتثبیت کی ہو،

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا جمعہ صرف شہر یا اس کے متعلق آبادی میں واجب ہے دیہات میں جمعہ جائز نہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ عبد الرزاق نے مصنف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روائت ذکر کی ،، کہ جمعہ اور تشریق صرف جامع شہر میں جائز ہے ،، اس روائت کو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں حضرت علی المرتضیٰ سے یوں روائت کیا ہے "کہ جمعہ ، تشریق ، صلوٰۃ فطر اور اضحیٰ صرف جامع شہر یا عظیم شہر میں جائز ہیں ،، نیز اُنھوں نے صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا " لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيْقَ اِلَّا فِیْ مِصْرٍ جَامِعٍ " اور یہ حدیث حجاج بن ارطاۃ کے طریق سے صحیح ہے اسی طرح جریر کے طریق سے اس کی سند صحیح ہے لہٰذا یہ نہ کہا جائے کہ نووی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے کیونکہ امام نووی غالباً ان طرق پر مطلع نہیں ہوئے ورنہ ایسا نہ کہتے ،،

(۱) جو ابو داؤد داؤد نے کعب بن مالک سے روائت کی ہے کہ کعب بن مالک جب جمعہ کے دن اذان کی آواز سنتے تو اسعد بن زرارہ کے لئے رحم کی دعا کرتے عبد الرحمٰن بن کعب نے کہا آپ جمعہ کی اذان سنتے ہیں تو اسعد بن زرارہ کے لئے دعا کرتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے کعب بن مالک نے کہا اُنھوں نے سب سے پہلے ہم کو ہزم نبیت میں جمعہ پڑھایا تھا میں نے کہا اس وقت کل کتنے لوگ تھے اُنھوں نے کہا صرف چالیس اشخاص تھے ، یہ ضعیف حدیث ہے کیونکہ اس حدیث کا مدار محمد بن اسحاق پر ہے اور محمد بن اسحاق جس روائت میں منفرد ہو حفاظ حدیث اس سے احتیاط کرتے ہیں اور یہ کہنا کہ یہ مسلم کی شرط پر ہے بھی درست نہیں کیونکہ مسلم نے متابعت کے سوا اس کی کوئی روائت ذکر نہیں کی ،، امام بیہقی نے محمد بن اسحاق میں بہت کلام کیا ہے ۔

(۲) امام ترمذی نے اہلِ قباء کے ایک شخص سے اُس نے اپنے باپ سے جو صحابی ہیں روائت کی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم فرمایا کہ قباء سے آکر (مدینہ منورہ) جمعہ پڑھیں ،، امام ترمذی نے کہا اس حدیث کو ہم صرف اسی طریقہ سے پہچانتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کوئی شئی ثابت نہیں ،،

(۳) دیہات میں جمعہ کے مجوزین کی بہت بڑی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں جب تشریف لائے تو وہاں چھوٹی چھوٹی مختلف بستیاں تھیں آپ نے بنی نجار میں مسجد بنائی اور وہاں جمعہ قائم کیا جبکہ وہ چھوٹی سی بستی تھی نہ وہ بڑا گاؤں تھا اور نہ ہی وہاں شہر تھا مگر یہ دلیل نہائت ہی کمزور ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے اس وقت کے حال کو زیادہ جانتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ مصر یا فناء کے بغیر جمعہ جائز نہیں معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مدینہ منورہ شہر تھا اس کے علاوہ ہم کہتے ہیں شہر بنانا تو امام کا کام ہے امام جس مقام کو شہر بنا دے وہ شہر ہوتا ہے اور امام جہاں بھی قیام کرے وہ جمعہ قائم کر سکتا ہے ،،

(۴) جن روایات میں نظر آتا ہے کہ اتنے لوگوں نے کسی گاؤں میں جمعہ پڑھا تھا وہ نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پڑھا گیا اور نہ ہی آپ نے اس کی توثیق کی ہے ،، ورنہ کسی روائت میں اس کا ذکر ہوتا ۔

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ اس شخص پر واجب ہے جو شہر میں جمعہ پڑھ کر شام کو اپنے گھر واپس آجائے امام ترمذی نے اس حدیث کے اسناد کو ضعیف کہا ہے"

(۶) امام بیہقی نے معرفت میں ذکر کیا کہ زہری نے کہا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعب بن عُمیر کو مدینہ منورہ میں وہاں کے لوگوں کو قرآن کی تعلیم کے لئے بھیجا تو مصعب نے لوگوں کو جمعہ پڑھایا جبکہ وہ صرف بارہ اشخاص تھے

٨٥٥ حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَزَادَ اللَّيْثُ قَالَ يُونُسُ كَتَبَ رُزَيْقُ بْنُ حُكَيْمٍ إِلَى ابْنِ شِهَابٍ وَأَنَا مَعَهُ يَوْمَئِذٍ بِوَادِي الْقُرَى هَلْ تَرَى أَنْ أُجَمِّعَ وَرُزَيْقٌ عَامِلٌ عَلَى أَرْضٍ يَعْمَلُهَا وَفِيهَا جَمَاعَةٌ مِنَ السُّودَانِ وَغَيْرِهِمْ وَرُزَيْقٌ يَوْمَئِذٍ عَلَى أَيْلَةَ فَكَتَبَ ابْنُ شِهَابٍ وَأَنَا أَسْمَعُ يَأْمُرُهُ أَنْ يُجَمِّعَ يُخْبِرُهُ أَنَّ سَالِمًا حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ قَالَ وَحَسِبْتُ أَنْ قَدْ قَالَ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ میں تشریف لانے سے پہلے حضرت مصعب نے سب سے پہلے لوگوں کو جمعہ پڑھایا۔ امام بیہقی نے کہا یہ بارہ اشخاص بارہ نقباء تھے جو ان کے ساتھ بحیثیت معاون آئے تھے،، اس کا جواب یہ ہے کہ مصعب رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جمعہ نہیں پڑھایا تھا اور نہ ہی آپ نے اس کی تقریر فرمائی ہے جبکہ امام ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی شئی ثابت ہی نہیں واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم!

---

٨٥٥ — ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سب راعی (نگہبان) ہو، لیث نے یہ اضافہ کیا،، کہ یونس نے کہا کہ رزیق بن حکیم نے ابن شہاب کو لکھا میں اس وقت ان کے ساتھ وادی القری میں تھا،، کیا تمہاری رائے ہے کہ میں جمعہ کی نماز پڑھوں؟ وہاں وہ رزیق زمین میں کھیتی باڑی کرا رہے تھے جبکہ وہاں حبشیوں وغیرہ کی ایک جماعت رہتی تھی اور اس وقت رزیق "ایلہ" کے حاکم تھے،، ابن شہاب نے جواب لکھا اور میں سن رہا تھا وہ ان کو حکم کر رہے تھے کہ وہاں جمعہ کی نماز پڑھیں،، ابن شہاب ان کو خبر دے رہے تھے کہ حضرت سالم نے ان کو خبر دی ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم سب نگہبان ہو اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا، امام نگہبان ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا،، مرد اپنے کا نگہبان ہے اس سے اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے وہ اپنی رعیت کے بارے میں پوچھی جائے گی،، خادم اپنے مالک کے مال کا نگہبان ہے اس سے اپنی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ سالم یا ابن عمر نے کہا میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا مرد اپنے باپ کے مال کا نگہبان ہے اس سے اپنی ذمہ کے بارے میں پوچھا جائے گا،، تم سب نگہبان ہو اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پرسش ہوگی۔

بَابُ هَلْ عَلَى مَنْ لَمْ يَشْهَدِ الْجُمُعَةَ

۸۵۶ غُسْلٌ مِنَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ وَغَيْرِهِمْ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ إِنَّمَا الْغُسْلُ عَلَى مَنْ يَجِبُ عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ جَاءَ مِنْكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ

۸۵۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ

---

۸۵۵ — شرح : زریق جس زمین میں کھیتی باڑی کرا رہے تھے نے اس میں جمعہ پڑھنے کے متعلق پُوچھا تھا۔ اُنھوں نے ایلہ کے متعلق نہیں پوچھا تھا کیونکہ ایلہ شہر تھا وہاں اس سوال کی ضرورت ہی نہیں تھی ،، اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ نہ تو وہ حاکم ہو نہ اس کی بیوی بچے ہوں اور نہ ہی وہ غلاموں کا مالک ہو وہ کس کی نگہبانی کرے گا ؟ تو اس کی نگہبانی کی صورت یہ ہے" کہ وہ اپنے دوست ، احباب کے حقوق کی نگہبانی کرے۔ ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب ہم سے ہر ایک راعی ہُوا تو رعیت کیا ہوگی تو اس کے جواب میں یہ کہنا ممکن ہے کہ انسان کے اعضاء ، جوارح اور اُس کے حواس و قُوٰی وغیرہ اس کی رعیت ہوں گے اور راعی بھی کسی اور اعتبار سے مرعی (رعیت) ہو جاتا ہے جیسے ایک شخص امام کی رعیت ہے اور اپنے گھر میں راعی ہے یا اس حدیث کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو اصلاح کے قابل ہیں اور ان کو تصرفات حاصل ہیں اور کلّکُمْ ،، میں "کل" استغراقی نہیں عرفی ہے ،،

امام بخاری نے اس حدیث کو اس لئے ذکر کیا ہے کہ " اَیْلَہُ ،، شہر ہے یا گاؤں ہے ،، اور باب میں دونوں کا ذکر ہے مگر مشہور یہ ہے کہ یہ شہر ہے۔ زُریق کا کھیتی باڑی والی زمین میں جمعہ پڑھنا احناف کے مسلک کے خلاف نہیں کیونکہ حاکم یا امیر خلیفہ کی طرف سے مامور ہوتا ہے۔ وہ جہاں بھی ہو جمعہ قائم کر سکتا ہے کیونکہ ہمارے نزدیک جمعہ کے قیام کے لئے امام یا اس کا نائب شرط ہے جمعہ کے لئے اذنِ عام بھی شرط ہے لہٰذا جہاں مسجد میں آنے کی عام اجازت نہ ہو وہاں جمعہ فرض نہیں چنانچہ قیدیوں پر جمعہ اس لئے فرض نہیں کہ جیل میں عام لوگوں کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوتی اسی طرح جن فیکٹریوں اور کارخانوں میں عام لوگوں کو جانے کی اجازت نہ ہو ان کی مساجد میں جمعہ ادا نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ و رسُولہ الاعلیٰ اعلم !

باب — عورتوں اور بچّوں وغیرہم سے جو جمعہ پڑھنے کے لئے حاضر نہ ہوں کیا ان کے لئے غسل ہے ؟

۸۵۶ — ترجمہ : زہری رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے سالم بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ اُنھوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ میں نے جناب

۸۵۸ | صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاؤُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بَيْدَ اَنَّهُمْ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَاُوْتِيْنَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ فَهٰذَا الْيَوْمُ الَّذِيْ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ فَهَدَانَا اللّٰهُ لَهُ فَغَدًا لِلْيَهُوْدِ وَبَعْدَ غَدٍ لِلنَّصَارٰى فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ يَّغْتَسِلَ فِيْ كُلِّ سَبْعَةِ اَيَّامٍ يَوْمًا يَغْسِلُ فِيْهِ رَاْسَهٗ وَجَسَدَهٗ رَوَاهُ اَبَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاؤُسٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ حَقٌّ اَنْ يَّغْتَسِلَ فِيْ كُلِّ سَبْعَةِ اَيَّامٍ يَوْمًا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ تم میں سے جو کوئی جمعہ پڑھنے آئے وہ غسل کرے "۔

۸۵۷ — ترجمہ : ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے "۔

۸۵۶ ، ۸۵۷ — شرح : ان دونوں حدیثوں کی باب سے مناسبت مفہوم کے اعتبار سے ہے کیونکہ حدیث ع۸۵۶ کا صریح منطوق یہ ہے کہ جو شخص جمعہ کو نہ آئے اس پر غسل واجب نہیں ہے کیونکہ جو شخص جمعہ میں نہ آئے وہ اس میں حاضر نہیں ہوتا ہے ۔ امام بخاری کی استفہام سے مراد بھی یہ ہے کہ جو جمعہ کو حاضر نہ ہو اس پر غسل واجب نہیں اور حدیث ع۸۵۷ کا مفہوم یہ ہے کہ جو بالغ نہ ہو اس پر غسل واجب نہیں کیونکہ جو بالغ نہ ہو وہ جمعہ میں حاضر نہیں ہوتا ہے ،، ان دونوں حدیثوں کی تفہیم حدیث ع۸۳۹ کی شرح میں مذکور ہے "۔

---

۸۵۸ — ترجمہ : ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم (دنیا میں) ، آخر ہیں قیامت کے دن سابق ہیں وہ لوگ (یہود و نصاریٰ) ہم سے پہلے کتاب (تورات و انجیل) دیئے گئے ہم ان کے بعد کتاب (قرآن) دیئے گئے ۔ یہ دن (جمعہ) وہ ہے جس میں اُنھوں نے اختلاف کیا اور اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس کی راہ دکھادی ،، کل کا دن (ہفتہ) یہود کے لئے اور کل کے بعد والا دن (اتوار) نصاریٰ کے لئے ہے (یہ فرماکر) آپ خاموش ہوگئے پھر فرمایا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ سات دنوں میں سے ایک دن میں اپنا سر اور جسم دھوئے (غسل کرے) اس حدیث کی ابان بن صالح نے مجاہد سے اُنھوں نے طاؤس سے اُنھوں نے ابو ہریرہ سے روائت کی ابو ہریرہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر سات دنوں میں ایک دن غسل کرے "۔

۸۵۸ — شرح : ہر مسلمان سے مراد بالغ مسلمان ہے کیونکہ باب کی احادیث ایک دوسری کی تفسیر کیا کرتی ہیں ،، لہٰذا ہر محتلم سے مراد

۸۵۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ائْذَنُوا لِلنِّسَاءِ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسَاجِدِ

۸۶۰ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى قَالَ ثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتِ امْرَأَةٌ لِعُمَرَ تَشْهَدُ صَلٰوةَ الصُّبْحِ وَالْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ فَقِيلَ لَهَا لِمَ تَخْرُجِينَ وَقَدْ تَعْلَمِينَ أَنَّ عُمَرَ يَكْرَهُ ذٰلِكَ وَيَغَارُ قَالَتْ فَمَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَنْهَانِي قَالَ يَمْنَعُهُ قَوْلُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ

مسلمان بالغ ہے،، اور مسلمان نابالغ اس حکم سے خارج ہوگا اور" من لم یشہد الجمعہ،، میں داخل ہوجائے گا۔

نیز مسلمان سے وہ مسلمان مراد ہے جو جمعہ میں آئے اور جو مسلمان جمعہ میں نہ آئے وہ اس سے خارج ہے" لہذا اس حدیث کی مطابقت باب کے ساتھ واضح ہے! اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا مسنون ہے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

---

۸۵۹ — **ترجمہ** : ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کو رات کے وقت (نماز کے لئے) مساجد میں جانے کی اجازت دو،،

۸۶۰ — **ترجمہ** : ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ عمر فاروق کی بیوی صبح اور شام کی نمازیں باجماعت پڑھنے مسجد میں حاضر ہوتی تھی اُن سے کہا گیا تم گھر سے باہر کیوں آتی ہو جبکہ تم جانتی ہو کہ عمر فاروق اس کو اچھا نہیں جانتے ہیں اور غیرت کرتے ہیں اُنھوں نے کہا ان کو مجھے منع کرنے سے کون منع کرتا ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ اللہ تعالیٰ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد میں آنے سے منع نہ کرو،، ان کو منع کرتا ہے،،

۸۵۹، ۸۶۰ — **شرح** : حدیث ع۸۵۹ کی باب سے مطابقت اس طرح ہے کہ عورتوں کے حق میں جمعہ اس حکم سے نکل جاتا ہے لہذا ان پر جمعہ میں حاضر ہونا ضروری نہیں اور جو جمعہ میں حاضر نہ ہو اس پر غسل بھی نہیں اس حدیث کی تفہیم حدیث ع۸۲۶ کے تحت مذکور ہے،،

اور حدیث ع۸۶۰ کی باب سے مطابقت اس طرح ہے کہ یہ حدیث مطلق ہے اور پہلی مقید ہے۔ امام بخاری نے مطلق کو مقید پر محمول کیا ہے،، لہذا حدیث کا معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ کی بندیوں کو رات کو اللہ کی مساجد سے منع نہ کرو اس سے جمعہ نکل جاتا ہے کیونکہ وہ رات میں نہیں لہذا وہ جمعہ کو حاضر نہ ہوں گی اور جو جمعہ کو حاضر نہ ہو اس پر غسل بھی نہیں۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ میں حاضر ہونے والے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم!

٨٦١ بَابُ الرُّخْصَةِ إِنْ لَمْ يَحْضُرِ الْجُمُعَةَ فِي الْمَطَرِ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ ابْنُ عَمِّ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِمُؤَذِّنِهِ فِي يَوْمٍ مَطِيرٍ إِذَا قُلْتَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ فَلَا تَقُلْ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ قُلْ صَلُّوا فِي بُيُوتِكُمْ فَكَأَنَّ النَّاسَ اسْتَنْكَرُوا فَقَالَ فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّي إِنَّ الْجُمُعَةَ عَزْمَةٌ وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُحْرِجَكُمْ فَتَمْشُونَ فِي الطِّينِ وَالدَّحْضِ بَابٌ مِنْ أَيْنَ تُؤْتَى الْجُمُعَةُ وَعَلَى مَنْ تَجِبُ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى إِذَا نُودِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَقَالَ عَطَاءٌ إِذَا كُنْتَ فِي قَرْيَةٍ جَامِعَةٍ فَنُودِيَ بِالصَّلٰوةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَحَقٌّ عَلَيْكَ أَنْ تَشْهَدَهَا سَمِعْتَ النِّدَاءَ أَوْ لَمْ تَسْمَعْهُ وَكَانَ أَنَسٌ فِي قَصْرِهِ أَحْيَانًا يُجَمِّعُ وَأَحْيَانًا لَا يُجَمِّعُ وَهُوَ بِالزَّاوِيَةِ عَلَى فَرْسَخَيْنِ

باب — جو کوئی جمعہ کی نماز میں بارش کے دن حاضر نہ ہو اس کے لئے رخصت —"

٨٦١ — ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بارش کے دن اپنے مؤذن سے کہا جب تو "اشہد ان محمدا رسول اللہ" کہہ لے تو "حی علی الصلوٰۃ" نہ کہنا اور "صلوا فی بیوتکم" کہنا (نماز اپنے گھروں میں پڑھو) لوگوں نے اس کا (حی علی الصلوٰۃ کی بجائے صلوا فی بیوتکم) انکار کیا تو اُنھوں نے کہا اس طرح اُنھوں نے کیا جو مجھ سے بہتر ہیں (سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک جمعہ فرض ہے مگر میں یہ اچھا نہیں سمجھتا کہ تم کو مشقت میں ڈالوں اور تم کیچڑ اور پھسلن میں چلو"

٨٦١ — شرح : یعنی اگرچہ جمعہ فرض ہے لیکن بارش ایسا عذر ہے جس کی وجہ سے فرض کی رخصت ہو جاتی ہے۔ یہ ابن عباس کا مذہب ہے"، ترک جمعہ کے اعذار سے ایک عذر شدید بارش ہے"، یا اس قدر شدید آندھی ہو کہ جامع مسجد میں جانا دشوار ہو"، اسی طرح سخت سردی ہو کہ جامع مسجد میں جانے سے ضیاع کا خوف ہو تو اپنے گھروں میں ظہر کی نماز پڑھنا جائز ہے۔ جمہور علماء کا یہی مذہب ہے لیکن شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس میں یہ قید ضروری ہے کہ کپڑے بھیگ جانے سے تکلیف ہو اگر بارش ہلکی جس میں عموماً چل پھر سکتے ہیں تو یہ عذر نہیں۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک بارش کی وجہ سے جمعہ ترک کرنا جائز نہیں"، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — جمعہ کے لئے کتنی دُور سے آئیں اور کس پر جمعہ فرض ہے "

۸۶۲ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ

ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُونَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِي فَيَأْتُونَ فِي الْغُبَارِ يُصِيبُهُمُ الْغُبَارُ وَالْعَرَقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُمُ الْعَرَقُ فَأَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْسَانٌ مِنْهُمْ وَهُوَ عِنْدِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنَّكُمْ تَطَهَّرْتُمْ لِيَوْمِكُمْ هٰذَا

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو جمعہ کی طرف سعی کرو"

عطاء نے کہا جب تم شہر میں داخل ہو اور جمعہ کی نماز کے لئے اذان دی جائے تو تم پر ضروری ہے کہ جمعہ میں حاضر ہو اذان کی آواز سنو یا نہ سنو، حضرت انس رضی اللہ عنہ کبھی اپنے محل میں جمعہ کی نماز قائم کر لیتے تھے اور کبھی قائم نہ کرتے تھے جبکہ وہ بصرہ سے دو فرسخ (چھ میل) کے فاصلہ پر زاویہ میں مقیم تھے"،

شرح : حضرت انس رضی اللہ عنہ کا مکان بصرہ سے چھ میل دُور زاویہ مقام میں تھا جہاں وہ مقیم تھے اور وہاں موجود لوگوں کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھ لیتے تھے اور کبھی بصرہ کی جامع مسجد میں جا کر جمعہ پڑھتے تھے"، عطاء رضی اللہ عنہ کے اثر کا مطلب یہ ہے کہ جب تو شہر میں موجود ہو تو جمعہ کی اذان سُنے یا نہ سُنے جمعہ کی نماز پڑھو"، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے"، حافظ عبدالرزاق نے ابن جریج کے طریق سے عطاء سے روایت کی کہ میں نے عطاء سے کہا" قریہ جامعہ"، کسے کہتے ہیں اُنھوں نے کہا جہاں امیر، قاضی اور ایک دُوسرے سے ملے جُلے ہُوئے کئی مکانات ہوں یہ شہر کی تعریف ہے اس پر قریہ کا اطلاق ایسا ہے جیسے قرآن کریم میں مکہ مکرمہ اور طائف پر قریتین کا اطلاق ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ"،

دیہات میں جمعہ فرض نہیں ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز پڑھانے کے بعد فرمایا جو شخص ہمارے ساتھ جمعہ ادا کرنا چاہیئے ادا کرے جبکہ لوگ دیہات سے مدینہ منورہ میں عید پڑھنے آئے ہُوئے تھے اور جمعہ کا دن تھا"،

---

۸۶۲ — **ترجمہ :** ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا زوجۂ محترمہ نبیٔ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ جمعہ کے دن اپنے گھروں اور عوالی سے باری باری آتے تھے (مدینہ منورہ میں) وہ گرد و غبار میں چل کر آتے اور وہ اُن پر پڑتی اور پسینہ آجاتا اور ان سے خوب پسینہ نکلتا (اور ان سے بو آنے لگتی) ان میں سے ایک شخص سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جبکہ آپ میرے پاس تشریف فرما تھے تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اس دن کے لئے غسل کر لیتے تو اچھا ہوتا۔

بَابُ وَقْتِ الْجُمُعَةِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَذٰلِكَ يُذْكَرُ عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَالنُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ وَعَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ

۸۶۳ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ أَنَّهُ سَأَلَ عَمْرَةَ عَنِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ النَّاسُ مَهَنَةَ أَنْفُسِهِمْ وَكَانُوْا إِذَا رَاحُوْا إِلَى الْجُمُعَةِ رَاحُوْا فِيْ هَيْئَتِهِمْ فَقِيْلَ لَهُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ

---

۸۶۲ — شرح : "عوالی" عالیہ کی جمع ہے مدینہ منورہ سے مشرق کی جانب دو میل سے آٹھ میل کی مسافت میں دیہات ہیں، علماء کی ایک جماعت نے کہا جو شخص نمازِ جمعہ پڑھ کر شام کو اپنے گھر پہنچ جائے اس پر جمعہ فرض ہے۔ امام زہری نے کہا شہر سے باہر چھ میل دُور تک رہنے والوں پر جمعہ فرض ہے، امام مالک، شافعی اور احمد رضی اللہ عنہم نے کہا جمعہ کی اذان سننے والے پر جمعہ فرض ہے، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک شہر سے باہر رہنے والوں پر جمعہ فرض نہیں۔ علماء کی جماعت نے اپنے مسلک کی دلیل میں کہا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ "اَلْجُمُعَةُ عَلٰی مَنْ آوَاهُ اللَّيْلُ إِلٰی أَهْلِهٖ"، مگر امام ترمذی اور علامہ بیہقی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے اور امام احمد نے اسے لاشئ کہا ہے، یعنی یہ حدیث کوئی شئی نہیں۔ امام مالک اور دیگر ائمہ نے ابوداؤد میں مذکور اس حدیث سے استدلال کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "الجمعۃ علی من سمع النداء"، ابوداؤد نے کہا اس حدیث کی علماء کی جماعت نے سفیان سے روایت کی ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرو پر موقوف ہے مرفوع نہیں ہے اس کو دارقطنی نے بروایت ولید زہیر بن محمد سے ذکر کیا لیکن زہیر سے شامی لوگ منکر احادیث روایت کرتے ہیں ان میں سے ولید بن مسلم ہے، نیز دارقطنی نے اس حدیث کو بروایت محمد بن فضل بن عطیہ حجاج بن ارطاۃ سے ذکر کیا ہے اور ابن عطیہ ضعیف تر ہے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک شہر سے باہر رہنے والوں پر جمعہ فرض نہیں اس کی دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مذکور روایت ہے کہ "لا جمعۃ الا فی مصر جامع اور مصلی مصر"، احناف کے نزدیک مختار یہ ہے کہ شہر سے دو میل کم باہر تک رہنے والوں پر جمعہ فرض ہے، متن میں مذکور حدیث کا جواب واضح ہے کہ دو میل تک رہنے والوں پر جمعہ فرض ہوتا تو وہ باری باری نہ آتے بلکہ تمام آتے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب ـــــ جمعہ کا وقت جبکہ سورج ڈھل جائے

اسی طرح عمر فاروق، علی المرتضیٰ، نعمان بن بشیر اور عمرو بن حریث رضی اللہ عنہم سے روایت ہے

۸۶۳ — ترجمہ: یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے عمرہ سے جمعہ کے دن غسل کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا لوگ اپنے کام

۸۶۴ حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِيْنَ تَمِيْلُ الشَّمْسُ

۸۶۵ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُبَكِّرُ بِالْجُمُعَةِ وَنَقِيْلُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ. بَابُ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ خَلْدَةَ هُوَ خَالِدُ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَّرَ بِالصَّلٰوةِ وَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ أَبْرَدَ بِالصَّلٰوةِ يَعْنِي الْجُمُعَةَ وَقَالَ يُوْنُسُ

خود کیا کرتے تھے ، وہ جب جمعہ کے لئے جاتے تو اسی حالت میں جاتے (کاروبار کی حالت میں) اس لئے اُن سے کہا اگر تم غسل کر لیتے تو اچھا تھا ،،

۸۶۴ — ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اس وقت پڑھتے جبکہ سورج سر سے مائل ہو جاتا ۔

۸۶۵ — ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہم جمعہ جلدی پڑھ لیتے تھے اور جمعہ پڑھنے کے بعد قیلولہ کرتے تھے ،،

۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵ — شرح : ان تینوں حدیثوں کی باب سے مطابقت ظاہر ہے کیونکہ ع ۸۶۳ میں " رواح " کا اطلاق زوالِ شمس کے بعد جانے پر ہوتا ہے حدیث ع ۸۶۵ میں بالاتفاق تبکیر سے مراد شروع دن نہیں ہے کیونکہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگرچہ جمعہ زوال سے پہلے جائز ہے مگر وہ طلوعِ شمس کے وقت جمعہ کے جواز کے قائل نہیں لہذا تبکیر سے مراد ظہر کا پہلا وقت ہے بعض علماء نے حدیث کا معنیٰ یہ بیان کیا ہے کہ ہم زوال کے بعد اوّل وقت میں جمعہ پڑھ لیتے تھے ،، چونکہ لوگ جمعہ کے دن جمعہ کی تیاری میں مصروف رہتے تھے اس لئے کھانا جمعہ کے بعد کھاتے اور پھر قیلولہ کرتے تھے ،،

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کا وقت زوال کے بعد ہے اور یہی ظہر کا وقت ہے اور مکروہ بو زائل کرنے کے لئے جمعہ کے دن غسل کرنا مستحب ہے تاکہ لوگوں اور فرشتوں کو اذیت نہ پہنچے ،،

باب — جمعہ کے دن جب گرمی سخت ہو جائے ،،

۸۶۶ — ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب سردی سخت ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (ظہر کی نماز) نماز اوّل وقت میں

ابن بکیر اخبرنا ابو خلدۃ وقال بالصلوٰۃ ولم یذکر الجمعۃ وقال بشر بن ثابت حدثنا ابو خلدۃ صلّی بنا امیر الجمعۃ ثم قال لانس کیف کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الظہر باب المشی الی الجمعۃ وقول اللہ عزوجل فاسعوا الی ذکر اللہ ومن قال السعی العمل والذھاب لقولہ تعالیٰ وسعیٰ لھا سعیھا وقال ابن عباس یحرم البیع حینئذ وقال عطاء تحرم الصناعات کلھا وقال ابراھیم بن سعد عن الزھری اذا اذن المؤذن یوم الجمعۃ وھو مسافر فعلیہ ان یشھد

پڑھ لیتے اور جب گرمی سخت ہو جاتی تو نمازِ جمعہ کو ٹھنڈی کر کے پڑھتے "،

یونس نے بکیر سے روایت کرتے ہوئے کہا ہم کو ابو خلدہ نے خبر دی کہ انھوں نے نماز کا ذکر کیا جمعہ کا ذکر نہیں کیا بشر بن ثابت نے کہا ہم کو ابو خلدہ نے خبر دی کہ امیرِ جمعہ نے ہم کو جمعہ پڑھایا پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کیسے پڑھتے تھے؟

٨٦٦ — شرح : اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا وقت ہے" اور سورج ڈھلنے کے بعد جمعہ پڑھا جائے "، اور جب گرمی شدّت اختیار کر جائے تو ٹھنڈے وقت میں پڑھا جائے جبکہ سورج کافی ڈھل جائے "، جمعہ کی نماز میں زیادہ تاخیر نہیں ہونی چاہیئے جس سے لوگوں کو اپنے گھروں کو جانے میں تشویش لاحق ہو کیونکہ عادۃً بعض لوگ دُور دُور سے چل کر آتے ہیں "،

باب — جمعہ کے لئے سعی کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے " اللہ کے ذکر کی طرف سعی کرو "، اور جس نے کہا سعی عمل اور چلنے کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے " سَعٰی لَهَا سَعْیَهَا "، یعنی اس کے لئے عمل کیا اور گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اذان کے وقت خرید و فروخت حرام ہے "، عطاء نے کہا تمام کاروبار حرام ہیں۔ ابراہیم بن سعد نے زہری سے روایت کی کہ جمعہ کے دن جب مؤذن اذان کہے تو جمعہ کو حاضر ہو اگرچہ وہ مسافر ہو "،

شرح : سعی کا معنی جمعہ کے لئے جانا ہے یعنی جب اذان ہو جائے تو تمام امور چھوڑ کر جمعہ کے لئے جائے، اس وقت خرید و فروخت کے تمام امور حرام ہیں جو سعی میں مخل ہوں" جمعہ کی نماز کے ختم ہونے تک تحریم بدستور رہتی ہے "، اور نمازِ جمعہ کے بعد بیع وغیرہ حلال ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کی اذان کے وقت خرید و فروخت حرام ہے ایسے ہی خطبہ کے وقت کلام کرنا حرام ہے اور خطبہ کے بعد کلام کرنا جائز ہے اور نماز کے بعد تجارت جائز ہے "، صاحبِ ہدایہ نے کہا وجوبِ سعی اور حرمتِ بیع میں وہی اذان معتبر ہے جو زمانۂ نبوت میں اذان تھی یعنی منبر کے سامنے والی اذان "، اور یہی مختار ہے حضرت

٨٦٧ حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا الولید بن مسلم قال حدثنا یزید بن ابی مریم قال حدثنا عبایۃ بن رفاعۃ قال ادرکنی ابو عبس وانا اذھب الی الجمعۃ فقال سمعت رسول اللہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول من اغبرت قدماہ فی سبیل اللہ حرمہ اللہ علی النار
٨٦٨ حدثنا آدم قال حدثنا ابن ابی ذئب قال حدثنا الزھری عن سعید و ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ح وحدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزھری قال اخبرنی ابو سلمۃ بن عبد الرحمن ان ابا ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا اقیمت الصلوۃ فلا تاتوھا تسعون واتوھا تمشون وعلیکم السکینۃ فما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا!

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا جمعہ کی پہلی اذان بدعت ہے،، امام ابوحنیفہ، ابویوسف، محمد، زفر اور شافعی رضی اللہ عنہم کے نزدیک اس وقت خرید و فروخت مکروہ ہے جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔ امام مالک اور احمد اور اہلِ ظواہر کے نزدیک بیع باطل ہے،، جن لوگوں پر جمعہ فرض نہیں ان کا بیع وغیرہ کرنا مکروہ نہیں۔ اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ مسافر پر جمعہ فرض نہیں اگرچہ وہ جمعہ کی اذان سُنے۔ علامہ عینی نے شرح مہذب سے نقل کیا کہ جمعہ کی رات کو طلوعِ سورج سے پہلے سفر کرنا ہمارے مذہب میں جائز ہے۔ دیگر تمام علماء کا بھی یہی مسلک ہے،، البتہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جمعرات کو عشاء کی نماز کے بعد جمعہ ادا کرنے تک سفر نہ کیا جائے چنانچہ ابن ابی شیبہ نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روائت کی کہ اُنھوں نے کہا جب جمعہ کی رات ہو جمعہ پڑھنے سے پہلے سفر نہ کرو،، زوالِ شمس سے پہلے سفر کرنا امام مالک کے نزدیک جائز ہے اور زوال کے بعد جب ساتھیوں کے غائب ہوجانے کا خطرہ نہ ہو اور راستہ میں بھی جمعہ نہ پڑھ سکے تو امام مالک اور احمد رضی اللہ عنہما کے نزدیک سفر کرنا جائز نہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اس کو جائز کہتے ہیں (عینی)

ابن تین رحمہ اللہ نے کہا جس پر جمعہ فرض ہو اس کے لئے خرید و فروخت اور نکاح وغیرہ جو سعی سے مانع ہیں سب حرام ہیں ،، جس کا وضوء جاتا رہے اور پانی قیمت کے بغیر نہ ملے تو اس کا وضوء کرنے کے لئے پانی خریدنا جائز ہے اور یہ بیع صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

---

٨٦٧ — ترجمہ: عبایہ بن رفاعہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے ابوعبس ملے جبکہ میں جمعہ کے لئے جا رہا تھا اور کہا میں نے نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہُوئے سُنا کہ جس کے قدم اللہ کے راہ میں غبار آلود ہو جائیں اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ پر حرام کر دیتا ہے۔

٨٦٨ — ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہُوئے سُنا کہ جب نماز کے لئے اقامت کہی جائے تو دوڑتے ہوئے نہ آؤ،، سکون واطمینان سے چلو جو نماز پا لو پڑھ لو اور جو رہ جائے اس کو پُورا کر لو،،

۸۶۹ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ قَالَ
حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ لَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ ۔ بَابُ لَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ۸۷۰ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ
قَالَ أَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ وَدِيعَةَ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَتَطَهَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ ثُمَّ ادَّهَنَ أَوْ مَسَّ مِنْ طِيبٍ ثُمَّ رَاحَ فَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ اثْنَيْنِ
فَصَلَّى مَا كُتِبَ لَهُ ثُمَّ إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ أَنْصَتَ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى

---

۸۶۷ ، ۸۶۸ — شرح : حدیث ع ۸۶۷ میں صرف قدموں کا ذکر ہے حالانکہ غبار جب زیادہ ہوجائے تو سارا بدن غبار آلود ہوجاتا ہے
کیونکہ اس وقت اکثر مجاہد پیدل چل رہے تھے اور غبار زیادہ ہو یا کم قدم بہرحال غبار آلود ہوجاتے ہیں نیز انسان کی
کی بنیاد قدم ہیں جب دونوں قدم دوزخ سے محفوظ ہوں گے تو سارے اعضاء محفوظ ہوں گے یہی حال دیگر اعضا
کا ہے اور حدیث ع ۸۶۸ میں سعی سے مراد تیز دوڑنا ہے ، یعنی دوڑتے ہوئے نماز کے لئے نہ آ ، یہ وقار کے خلاف
ہے اور قرآن کریم میں " فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ " ہے تو اس سعی سے مراد مطلقاً اللہ کے ذکر کے لئے آنے کا
حکم ہے دوڑنا مراد نہیں اس کی پوری تفصیل حدیث ع ۶۱۲ کی تفہیم میں مذکور ہے "

---

۸۶۹ — ترجمہ : ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا " تم نماز کے لئے کھڑے نہ ہو حتی کہ مجھے دیکھ لو اور تم
پرسکون و وقار ہو "

۸۶۹ — شرح : عَلَيْكُمْ " اگر اسم فعل ہو تو السکینۃ " منصوب ہوگا اس تقدیر پر معنی یہ ہے کہ تم سکون اور وقار و بردباری کو لازم پکڑو "
اور السَّكِينَةُ " کو مرفوع پڑھیں تو یہ مبتداء مؤخر اور "علیکم" خبر مقدم ہوگی اس تقدیر پر معنی یہ ہوگا اور تم
پرسکون و وقار ہو "
اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اقامت بیٹھ کر سننا سنت ہے ۔ حدیث ع ۶۱۳ کی تفہیم میں اس کی
تفصیل مذکور ہے "

باب — جمعہ کے روز دو شخصوں کے درمیان تفریق نہ کرے "

بَابُ لَا يُقِيمُ الرَّجُلُ أَخَاهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَقْعُدُ فِي مَكَانِهِ

٨٧١ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقِيمَ الرَّجُلُ أَخَاهُ مِنْ مَقْعَدِهِ وَيَجْلِسَ فِيهِ قُلْتُ لِنَافِعٍ الْجُمُعَةَ قَالَ الْجُمُعَةَ وَغَيْرَهَا

٨٧٠ — ترجمہ : سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور حسب استطاعت طہارت کرے پھر تیل لگائے یا کچھ خوشبو مل لے پھر (جمعہ کے لئے) جائے اور دو شخصوں کے درمیان تفریق نہ کرے اور جو کچھ اس کی قسمت میں ہے نوافل پڑھے پھر جب امام خطبہ کے لئے آئے تو خاموشی سے خطبہ سُنے تو دُوسرے جمعہ تک اس کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں "

٨٧٠ — شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا، طہارت کرنا تیل اور خوشبو لگانا، جمعہ کے لئے جلدی جانا، دو شخصوں کے درمیان تفریق نہ کرنا اور خاموشی سے خطبہ سُننا مستحب ہے! اس حدیث کی تفصیل حدیث ٨٤٥ کی تفہیم میں مذکور ہے۔

باب — مرد جمعہ کے دن اپنے بھائی کو اُٹھا کر خود وہاں نہ بیٹھے!

٨٧١ — ترجمہ : ابن جُریج نے کہا میں نے نافع کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سُنا وہ کہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا کہ کوئی شخص اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے اُٹھا کر خود وہاں بیٹھ جائے " ابن جریج نے کہا میں نے نافع سے کہا کیا یہ جمعہ کے وقت ہے ؟ اُنھوں نے کہا جمعہ اور اس کے غیر میں (سب کا یہی حکم ہے)

٨٧١ — شرح : علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا بظاہر یہ نہی تحریم کے لئے ہے جب تک کوئی اور دلیل اس کے خلاف نہ ہو کسی شخص کو اپنی جگہ سے اُٹھانا اس لئے ممنوع ہے کہ جگہ خالی ہونے کے باعث وہ مباح جگہ میں پہلے بیٹھ گیا تھا، اگر کسی شخص کو پہلے مسجد میں بھیج دے اور وہ ایک جگہ بیٹھ جائے کہ جب وہ آئے تو وہ جگہ خالی کر دے اور اس کو وہاں بٹھا دے تو یہ جائز ہے! ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ جمعہ کے دن اپنے غلام کو مسجد میں پہلے بھیج دیا کرتے تھے تو جب ابن سیرین آتے تو وہ جگہ ان کے لئے خالی کر دیا کرتا تھا " یا کوئی خود اپنی مرضی سے اپنی جگہ کسی اور کے لئے خالی کر دے تا کہ وہ وہاں بیٹھ جائے تو وہ اس نہی میں داخل نہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

۸۷۲ بَابُ الْاَذَانِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كَانَ النِّدَاءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوَّلُهٗ اِذَا جَلَسَ الْاِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ وَكَثُرَ النَّاسُ زَادَ النِّدَاءَ الثَّالِثَ عَلَى الزَّوْرَاءِ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الزَّوْرَاءُ مَوْضِعٌ بِالسُّوْقِ بِالْمَدِيْنَةِ

باب — جمعہ کی اذان

۸۷۲ — **ترجمہ :** سائب بن یزید نے کہا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں جمعہ کی پہلی اذان اس وقت ہُوا کرتی تھی جبکہ امام منبر پر خطبہ کے لئے بیٹھتا جب عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کا عہدِ خلافت آیا اور لوگ زیادہ ہوگئے تو اُنھوں نے زوراء پر تیسری اذان زیادہ کردی "

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا زوراءؔ مدینہ منورہ کے بازار میں ایک جگہ ہے "

۸۷۲ — **شرح :** سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں تیسری اذان کا اضافہ کیا اس کو تیسری اذان اس لئے کہا کہ یہ اذان پہلی دو اذانوں پر زیادہ کی گئی ہے، کیونکہ پہلی اذان وہ ہے جو خطیب کے سامنے کہی جاتی ہے دوسری اذان اقامت ہے اور تیسری اذان ظہر کا وقت داخل ہونے کے وقت ہے یہ اذان وجود کے اعتبار سے اول اور مشروعیت کے اعتبار سے مؤخر ہے جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے اجتہاد سے شروع ہُوئی اور تمام صحابہ نے اس کی موافقت کی اور کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا لہٰذا اس پر اجماع سکوتی ہُوا "، اقامت پر اذان کا اطلاق ہوتا رہتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ لِمَنْ يَّشَاءُ "

صاحب ہدایہ نے کہا جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو منبر کے سامنے مؤذن اذان کہیں "، اور امام کا منبر پر بیٹھنے سے پہلے اذان دینا خلافِ سنت ہے ابوداؤد اور نسائی نے روائت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ہی مؤذن تھا "، اور وہ حضرت بلال تھے جو جمعہ کو اذان دیتے تھے صحیح بخاری میں ہے کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آپ کے مؤذن تھے " وہ رمضان مبارک میں اذان دیا کرتے تھے سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو بلال کی اذان سے غلط فہمی نہ ہو جائے جب تک ابن ام مکتوم اذان نہ کہے تم کھاتے پیتے رہو "، حضرت سعد قرظی بھی مسجد قباء کے مؤذن تھے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں مؤذن تھے اور حارث صدائی رضی اللہ عنہ نے اذان سیکھی وہ اپنی قوم کی مسجد میں اذان دیتے تھے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ مؤذن تھے مگر جمعہ کا مؤذن صرف ایک ہی تھا اور وہ حضرت بلال تھے۔ مسجد میں اذان کہنا مکروہ خلافِ سنت ہے۔ اگرچہ جمعہ کی اذان ہو یا پانچوں نمازوں کی اذانیں ہوں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں مسجد کے دروازہ پر اذان کہی جاتی تھی چنانچہ ابوداؤد نے سائب بن

٨٧٣ بَابُ الْمُؤَذِّنِ الْوَاحِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ الْمَاجِشُونُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ أَنَّ الَّذِي زَادَ التَّأْذِينَ الثَّالِثَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ حِينَ كَثُرَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ وَلَمْ يَكُنْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤَذِّنٌ غَيْرُ وَاحِدٍ وَكَانَ التَّأْذِينُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِينَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ يَعْنِي عَلَى الْمِنْبَرِ

٨٧٤ بَابٌ يُجِيبُ الْإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا

یزید سے روایت کی ہے کَانَ یُؤَذَّنُ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اِذَا جَلَسَ عَلَی الْمِنْبَرِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ،،

یعنی سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن جب منبر شریف پر تشریف لاتے تو آپ کے سامنے مسجد کے دروازے پر مؤذن اذان کہتا اسی طرح ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے عہدِ خلافت میں تھا،، اس روایت سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ خطیب کے سامنے مسجد میں اذان دینا خلافِ سنّت ہے۔ اور امام کے سامنے اذان کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ امام سے چند قدم دُور مسجد میں اذان کہی جائے کیونکہ مسجدِ نبوی کا دروازہ مسجد سے باہر تھا جس پہ اذان کہی جاتی تھی اور پانچوں نمازوں کے لئے اذان اونچے مکان پر دی جاتی تھی اسے ابوداؤد نے ذکر کیا ہے اسی لئے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اذان کے لئے منارہ تعمیر کرایا تھا۔ لہٰذا مسجد میں کوئی بھی اذان مکروہ ہے! واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — جمعہ کے دن ایک مؤذن کا اذان کہنا

٨٧٣ — ترجمہ : سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے جمعہ کے دن تیسری اذان زیادہ کی وہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے جبکہ مدینہ منوّرہ والے لوگ زیادہ ہوگئے،، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مؤذن کے سوا کوئی مؤذن نہ تھا اور جمعہ کے دن اذان اس وقت دی جاتی تھی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف پر تشریف رکھتے تھے۔

٨٧٣ — شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مستحب امر یہ ہے کہ امام منبر پر بیٹھ جائے پھر اس کے سامنے مؤذّن اذان کہے،، اور منبر پر خطبہ دینا مستحب ہے اگر منبر نہ ہو تو کسی اُونچی جگہ پر کھڑا ہو کر خطبہ دے کیونکہ منبر نَبَرٌ سے ہے اس کا معنیٰ ارتفاع ہے اس لئے اُونچی جگہ کو منبر کہا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — امام جب اذان سُنے تو منبر پر جواب دے

٨٧٤ — ترجمہ : ابوبکر بن عثمان بن سہل بن حُنیف نے ابوامامہ بن سہل بن حُنیف سے بیان کیا اُنھوں نے کہا میں نے امیر المؤمنین معاویہ بن ابوسفیان

عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعٰوِيَةَ اَبْنَ اَبِيْ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ جَالِسٌ عَلَى الْمِنْبَرِ اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَقَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ وَاَنَا قَالَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ مُعَاوِيَةُ وَاَنَا فَلَمَّا اَنْ قَضَى التَّاذِيْنَ قَالَ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى هٰذَا الْمَجْلِسِ حِيْنَ اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ يَقُوْلُ مَا سَمِعْتُمْ مِنِّيْ مِنْ مَقَالَتِيْ **بَابُ الْجُلُوْسِ عَلَى الْمِنْبَرِ عِنْدَ التَّاذِيْنِ**

٨٧٥ **حَدَّثَنَا** يَحْيَى ابْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ التَّاذِيْنَ الثَّانِيَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَمَرَ بِهٖ عُثْمَانُ حِيْنَ كَثُرَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ وَكَانَ التَّاذِيْنُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِيْنَ يَجْلِسُ الْاِمَامُ

سے جبکہ وہ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور مؤذن نے اذان کہی اور اُس نے اللہ اکبر، کہا تو امیر معاویہ نے بھی اللہ اکبر کہا مؤذن نے اشھدان لا الہ الا اللہ، کہا تو امیر معاویہ نے کہا میں بھی یہی کہتا ہوں، مؤذن نے اشھدان محمداً رسُولُ اللہ، کہا تو امیر معاویہ نے کہا میں بھی اسی طرح کہتا ہوں، جب مؤذن نے اذان پوری کرلی تو امیر معاویہ نے کہا اے لوگو! میں نے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے اسی مقام میں سُنا جبکہ مؤذن نے اذان دی کہ آپ یہی فرماتے تھے جو تم نے مجھ سے سُنا ہے!

٨٧٤ — **شرح** : اذان کے جواب پر اذان کا اطلاق اس لئے کیا کہ اس کی صورت اذان کی صورت ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ میں شروع ہونے سے پہلے کلام کرلینا مباح ہے اور امام خطبہ دینے سے پہلے منبر پر بیٹھ جائے! اور منبر پر بیٹھنے سے پہلے اذان نہ کہی جائے۔

باب — اذان دینے کے وقت امام کا منبر پر بیٹھنا،،

٨٧٥ — **ترجمہ** : سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جمعہ کے روز دوسری اذان کا حکم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس وقت دیا جبکہ لوگ زیادہ ہوگئے اور جمعہ کے دن اذان اس وقت دی جاتی تھی جبکہ امام منبر پر بیٹھتا تھا!

٨٧٥ — **شرح** : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کا خطبہ دینے سے پہلے منبر پر بیٹھنا سنّت ہے۔

بَابُ التَّاذِيْنِ عِنْدَ الْخُطْبَةِ

٨٧٦ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ اِنَّ الْاَذَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ اَوَّلُهُ حِيْنَ يَجْلِسُ الْاِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ فَلَمَّا كَانَ فِيْ خِلَافَةِ عُثْمَانَ وَكَثُرُوْا اَمَرَ عُثْمَانُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْاَذَانِ الثَّالِثِ فَاُذِّنَ بِهٖ عَلَى الزَّوْرَاءِ فَثَبَتَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ بَابُ الْخُطْبَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ وَقَالَ اَنَسٌ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ

باب — خطبہ کے وقت اذان کہنا

٨٧٦ — ترجمہ : سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن پہلی اذان اس وقت دی جاتی تھی جبکہ امام منبر پر بیٹھ جاتا یہ رسُول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہا کے عہد میں تھا جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت آیا اور لوگ زیادہ ہوگئے تو انھوں نے جمعہ کے دن تیسری اذان کا حکم دیا اور زوراء پر اذان کہی گئی پھر اسی پر امر ثابت رہا (آج تک)

٨٧٦ — شرح : یعنی دو اذانوں اور ایک اقامت پر امر قائم رہا اس پر ساری دنیا میں عمل ہو رہا ہے ۔ اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ ہر بدعت گمراہی نہیں کیونکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے پہلی اذان ایجاد کی حالانکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں یہ اذان نہ تھی ۔ اور اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اتفاق کیا اور کسی نے انکار نہ کیا ۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے مسلمان اچھا خیال کریں وہ اللہ کے حضور بھی اچھا ہے ۔ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تراویح کی جماعت کے متعلق فرمایا یہ اچھی بدعت ہے لہٰذا اس حدیث "کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ" ہر بدعت گمراہی ہے کا معنیٰ یہ ہے کہ ہر بُری بدعت گمراہی ہے ۔ تحقیق یہ ہے کہ بدعت کے پانچ اقسام ہیں ۔ واجبہ ۔ مندوبہ ۔ محرمہ ۔ مکروہہ ۔ مباحہ ۔

باب — خطبہ منبر پر دینا

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ منبر پر دیا ۔

۸۷۷ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ

اُبْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيُّ الْقُرَشِيُّ الْاِسْكَنْدَرَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْحَازِمِ بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّ رِجَالًا اَتَوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ وَقَدِ امْتَرَوْا فِي الْمِنْبَرِ مِمَّ عُوْدُهٗ فَسَأَلُوْهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْرِفُ مِمَّا هُوَ وَلَقَدْ رَاَيْتُهٗ اَوَّلَ يَوْمٍ وُضِعَ وَاَوَّلَ يَوْمٍ جَلَسَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى فُلَانَةَ امْرَاَةٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ قَدْ سَمَّاهَا سَهْلٌ مُرِيْ غُلَامَكِ النَّجَّارَ اَنْ يَّعْمَلَ لِيْ اَعْوَادًا اَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ اِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ فَاَمَرَتْهُ فَعَمِلَهَا مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ ثُمَّ جَاءَ بِهَا فَاَرْسَلَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ هٰهُنَا ثُمَّ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلَيْهَا وَكَبَّرَ وَهُوَ عَلَيْهَا ثُمَّ رَكَعَ وَهُوَ عَلَيْهَا ثُمَّ نَزَلَ الْقَهْقَرٰى فَسَجَدَ فِيْ اَصْلِ الْمِنْبَرِ ثُمَّ عَادَ فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا صَنَعْتُ هٰذَا لِتَأْتَمُّوْا بِيْ وَلِتَعَلَّمُوْا صَلَاتِيْ

۸۷۷ —— ترجمہ : ابوحازم بن دینار رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ لوگ سہل بن سعد ساعدی کے پاس آئے جبکہ لوگوں نے منبر شریف میں شک کیا کہ اس کی لکڑی کس درخت کی تھی ؟ انھوں نے حضرت سہل بن سعد سے دریافت کیا تو اُنھوں نے کہا میں پہچانتا ہوں کہ منبر شریف کس لکڑی سے بنایا گیا تھا میں نے پہلے دن منبر کو دیکھا جبکہ وہ رکھا گیا اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بیٹھے ۔ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں عورت کو پیغام بھیجا سہل نے اس کا نام بھی ذکر کیا (اس کو فرمایا) اپنے غلام ترکھان کو حکم دو کہ وہ میرے لئے منبر بنائے میں اس پر بیٹھوں گا جبکہ لوگوں کو وعظ کروں گا اس عورت نے غلام کو حکم دیا (کہ منبر بنائے) اس نے غابہ میں جھاؤ کے درخت سے منبر تیار کیا پھر اسے لے کر آیا تو اس عورت نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا وہ آپ کے حکم کے مطابق یہاں رکھا گیا پھر میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اس پر نماز پڑھی چنانچہ آپ نے اللہ اکبر فرمایا جبکہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے پھر رکوع فرمایا حالانکہ آپ منبر شریف پر ہی تھے پھر پچھلے پاؤں منبر سے اُترے اور اس سے نیچے سجدہ کیا ،، پھر لوٹے جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا ! اے لوگو ! میں نے یہ اس لئے کیا ہے کہ تم میری اقتداء کرو اور نماز سیکھو !

۸۷۷ —— شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی خلاف عادت نیا کام کرے ۔ تو اپنے ساتھیوں سے اس کی حکمت بیان کر دے ،، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلحت کی خاطر اس طرح نماز پڑھی تھی ،، اور وہ یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو آپ کے افعالِ صلوٰۃ دیکھ کر آگاہی ہو ،، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں متفرق عمل کثیر مفسد صلوٰۃ نہیں ،، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دو قدم چل کر بار بار ہر رکعت میں منبر شریف سے اُترتے رہے جن کا مجموعہ یقیناً کثیر عمل ہے ،، منبر پر خطبہ دینا مسنون ہے تاکہ خطیب اچھی طرح سے لوگوں کا مشاہدہ کر سکے ،، منبر قبلہ کی جہت میں محراب کے دائیں طرف ہونا چاہیئے ،، بہت اُونچا منبر بنانا مکروہ اور خلافِ سنت ہے ، اس منبر کی دو سیڑھیاں تھیں جن پر قدم رکھ

۸۷۸

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ابْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَنَسٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ جِذْعٌ يَقُومُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا وُضِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ أَصْوَاتِ الْعِشَارِ حَتَّى نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ وَقَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ يَحْيَى أَخْبَرَنِي حَفْصُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ سَمِعَ جَابِرًا۔

کر چڑھتے ہوئے تیسری سیڑھی پر بیٹھ کر وعظ فرماتے تھے،، لہذا یہ حدیث ابوداؤد کی حدیث کہ آپ کے منبر شریف کی دو سیڑھیاں تھیں کے منافی نہیں کیونکہ ابوداؤد نے اس سیڑھی کا شمار نہیں کیا جس پر آپ بیٹھتے تھے،، اس کی تفصیل ،، باب الصلوٰۃ علی المنبر،، کی حدیث کی تفہیم میں مذکور رہے واللہ اعلم!

۸۷۸ــــــ ترجمہ : ابن انس نے بیان کیا کہ اُنھوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ کھجور کا ایک تنا تھا جس کے پاس نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے جب آپ کے لئے منبر بنا کر رکھا گیا تو ہم نے ستون حنانہ کے رونے کی آواز سُنی جو دس ماہ کی حاملہ اونٹنی کی آواز سی تھی حتیٰ کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف سے اُترے اور اس پر دستِ شفقت رکھا،، سلیمان نے یحیٰی سے روائت کی اُنھوں نے کہا مجھے حفص بن عبیداللہ بن انس نے خبر دی کہ اُنھوں نے جابر سے سُنا

۸۷۸ــــــ شرح : جوہری نے کہا عشار عُشَراء کی جمع ہے یہ وہ حاملہ اونٹنی ہے جس کا حمل دس ماہ کا ہو بچّہ پیدا ہونے تک اس کو عُشَراء کہا جاتا ہے،،

اس حدیث شریف میں عظیم معجزہ ہے اور یہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت و رسالت پر دلالت کرتا ہے،، اللہ تعالیٰ نے ستون حنانہ کو زندگی بخشی اور وہ آپ کے فراق میں رونے لگا اس حدیث میں قدریہ فرقہ کا عظیم ردّ ہے جبکہ وہ کہتے ہیں کہ کلام اس شئی سے متصوّر ہوتا ہے جس کا منہ اور زبان ہو،، ردّ کی تقریر یہ ہے کہ خداوند قدوس قادرِ مطلق ہے کہ جمادات اور حیوانات کو گویائی کی قوت عطا کر دے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا قیامت میں حجرِ اسود کی ایک زبان اور دو آنکھیں ہوں گی جو اس کو بوسہ دینے والے کی گواہی دے گا۔ کنکریوں نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دی۔ پتھر آپ کو سلام عرض کرتے تھے درخت ایک ساق پر چل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور ایک دوسرے سے مل کر آپ کے قضاءِ حاجت کے وقت پردہ کرتے تھے قربانی کے اونٹ آگے بڑھ کر عرض کرتے تھے کہ اسے پہلے ذبح کیا جائے اور اپنی تکالیف کا آپ سے شکوہ کرتے تھے۔ جن کا آپ ازالہ فرماتے تھے بعض گدھے آپ کے دربان تھے۔ بخاری میں ہے ایک گدھا یعفور نامی آپ کے حکم کے مطابق صحابہ کو بُلا لایا کرتا تھا۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے آخر میں تعلیق ذکر کر کے اس طرف اشارہ کیا کہ اس روائت میں ابن انس مجہول نہیں کیونکہ وہ حفص بن عبیداللہ بن انس ہے اور اس پر ابن کا اطلاق مجازی ہے۔ علاوہ ازیں یحییٰ بن سعید عادل ضابط سے روائت کیا کرتے ہیں اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں اور اس کی روائت کرنے والے راوی مجہول نہیں۔

۸۷۹ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ جَاءَ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ

بَابُ الْخُطْبَةِ قَائِمًا وَقَالَ أَنَسٌ بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَائِمًا

۸۸۰ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَقْعُدُ ثُمَّ يَقُومُ كَمَا تَفْعَلُونَ الْآنَ

---

۸۷۹ — ترجمہ : سالم رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ عبد اللہ بن عمر سے روایت کی اُنھوں نے کہا میں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر شریف پر خطبہ دیتے ہوئے سُنا کہ آپ نے فرمایا جو کوئی جمعہ کے لئے آئے وہ غسل کرلے!

۸۷۹ — شرح : فضل الغسل کے باب میں حدیث ع۸۳۹ کی تفہیم میں اس کی تفصیل مذکور ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر منبر موجود ہو تو اس پر خطبہ دینا چاہیے ورنہ کوئی اونچی جگہ بنالی جائے جس پر خطبہ دیا جائے!

جمعہ کے دن غسل کرنا مستحب ہے جبکہ شروع اسلام میں یہ واجب تھا پھر منسوخ ہوگیا۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — کھڑے ہوکر خطبہ دینا

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ایک وقت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر خطبہ دے رہے تھے"

۸۸۰ — ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اُنھوں نے کہا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر خطبہ دیتے پھر بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہوجاتے ایسے تم اب کرتے ہو!

۸۸۰ — شرح : یعنی دونوں خطبوں کے درمیان مقوڑا سا بیٹھ جاتے تھے امام شافعی اور امام مالک رضی اللہ عنہما نے کہا کھڑے ہوکر خطبہ دینا واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" وَتَرَكُوكَ قَائِمًا "، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دوام فرمایا ہے، امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا اسی طرح دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا بھی واجب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد خلفاء راشدین نے اس پر دوام فرمایا ہے"، اور آپ نے فرمایا" صلوا کما رأیتمونی اصلی " ایسے نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے تم نے دیکھا ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک خطبہ میں قیام مسنون ہے اسی طرح دونوں

بَابُ اِسْتِقْبَالِ النَّاسِ الْاِمَامَ اِذَا خَطَبَ وَاسْتَقْبَلَ ابْنُ عُمَرَ وَاَنَسٌ

۸۸۱ الْاِمَامَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ هِلَالِ بْنِ اَبِيْ مَيْمُوْنَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهٗ

خطبوں کے درمیان ذرا دیر بیٹھنا بھی مسنون ہے اور مذکورہ حدیث قیام کے شرط ہونے پر دلالت نہیں کرتی اسی طرح قرآن کریم کی آئت بھی شرط ہونے پر دلالت نہیں کرتی،، کیونکہ حدیث شریف اور آئت کریمہ میں خطبہ میں قیام کی حالت کا ذکر ہے اور محض آپ کا فعل وجوب کی دلیل نہیں ہوسکتا غائت ما فی الباب یہ ہے کہ خطبہ میں قیام مسنون ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم افضل پر دوام فرماتے تھے حالانکہ اس کا غیر بھی جائز ہوتا ہے،، چنانچہ امام بخاری نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن منبر شریف پر بیٹھے اور ہم بھی آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے،، یہ حدیث احناف کے مذہب کی قوی دلیل ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — امام لوگوں کی طرف منہ کرے (خطبہ میں) اور لوگوں کا امام کی طرف منہ کرنا جبکہ امام خطبہ دے،،

حضرت عبداللہ بن عمر اور انس رضی اللہ عنہم نے (امام کی طرف) منہ کیا،،

۸۸۱ — ترجمہ : حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن منبر شریف پہ بیٹھے اور ہم آپ کے ارد گرد ہوکر بیٹھ گئے،،

۸۸۱ — شرح : صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد بیٹھنا اس لئے تھا کہ وہ آپ کو دیکھیں اور غور وخوض سے آپ کے وعظ کی سماعت کریں اور اس طرف ان کے دل فارغ ہوں اور آپ کے کلام میں تدبر کریں اور کسی اور شئی میں مشغول نہ ہوں،، فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہا خطیب قبلہ کی طرف پشت کرے اور لوگوں کی طرف منہ کرے کیونکہ وہ جب قبلہ کی طرف منہ کرے گا تو اگر وہ محراب کے پاس پہلی صف میں ہو تو یقیناً لوگوں کی طرف پشت ہوگی اور ان کی طرف پشت کرنا جبکہ وہ اس کے مخاطب ہوں قبیح ہے اور خطاب کی وضع کے خلاف ہے،، اگر وہ پچھلی صف میں ہو تو اگر وہ قوم کی طرف منہ کرے گا تو لوگ قبلہ کی طرف پشت کرکے بیٹھیں گے تو لازم آئے گا کہ سب کی پشتیں قبلہ کی طرف ہوں اور یہ اچھا نہیں کیونکہ ایک شخص کی پشت کا قبلہ کی طرف ہونا تمام کی پشتوں کا قبلہ کی طرف ہونے سے آسان ہے اور اگر وہ قوم کی طرف پشت کرے تو یہ قبیح ترین حالت بن جاتی ہے،،

باب مَنْ قَالَ فِي الْخُطْبَةِ بَعْدَ الثَّنَاءِ أَمَّا بَعْدُ رَوَاهُ عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ قَالَ أَخْبَرَتْنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ قُلْتُ مَا شَأْنُ النَّاسِ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا إِلَى السَّمَاءِ فَقُلْتُ آيَةٌ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَيْ نَعَمْ قَالَتْ فَأَطَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِدًّا حَتَّى تَجَلَّانِي الْغَشْيُ وَإِلَى جَنْبِي قِرْبَةٌ فِيهَا مَاءٌ فَفَتَحْتُهَا فَجَعَلْتُ أَصُبُّ مِنْهَا عَلَى رَأْسِي فَانْصَرَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللهَ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ قَالَتْ وَلَغِطَ نِسْوَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَانْكَفَأْتُ إِلَيْهِنَّ لِأُسَكِّتَهُنَّ فَقُلْتُ لِعَائِشَةَ مَا قَالَ قَالَتْ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أُرِيتُهُ إِلَّا وَقَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَإِنَّهُ قَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ مِثْلَ أَوْ قَرِيبًا مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ يُؤْتَى أَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهُ مَا عِلْمُكَ بِهَذَا الرَّجُلِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوْ قَالَ الْمُوقِنُ شَكَّ هِشَامٌ فَيَقُولُ هُوَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ مُحَمَّدٌ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى فَآمَنَّا وَأَجَبْنَا وَاتَّبَعْنَا وَصَدَّقْنَا فَيُقَالُ لَهُ نَمْ صَالِحًا قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ إِنْ كُنْتَ لَمُؤْمِنًا بِهِ وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوْ الْمُرْتَابُ شَكَّ هِشَامٌ فَيُقَالُ لَهُ مَا عِلْمُكَ بِهَذَا الرَّجُلِ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُ قَالَ هِشَامٌ فَلَقَدْ قَالَتْ لِي فَاطِمَةُ فَأَوْعَيْتُهُ غَيْرَ أَنَّهَا ذَكَرَتْ مَا يُغَلِّظُ عَلَيْهِ

باب — جس نے خطبہ میں ثناء کے بعد "امّا بعد" کہا

اس کی عکرمہ نے ابن عباس سے اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی، محمود نے کہا ہم کو ابواُسامہ نے خبر دی اُنھوں نے کہا ہم کو ہشام بن عروہ نے خبر دی اُنھوں نے کہا ہم سے فاطمہ بنت منذر نے اسماء بنت ابی بکر سے بیان کیا اُنھوں نے کہا میں عائشہ کے پاس گئی جبکہ لوگ نماز پڑھ رہے تھے میں نے کہا لوگوں کا کیا حال ہے عائشہ نے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا میں نے کہا کیا یہ کوئی علامت ہے (لوگوں کے عذاب کی) عائشہ نے کہا ہاں (علامت ہے) اسماء نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو بہت لمبا کیا حتیٰ کہ مجھے غشی آگئی میرے قریب ایک مشکیزہ پڑا ہوا تھا جس میں پانی تھا میں نے اس کو کھولا اور اس سے سر پر پانی ڈالنا شروع کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے جبکہ سورج (گرہن) سے کھل چکا تھا آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی جس کے وہ لائق ہے پھر فرمایا "امّا بعد" اسماء نے کہا انصاری عورتیں مختلف باتیں کرنا شروع کر دیں میں ان کے پاس گئی تاکہ ان کو چپ کراؤں پھر میں نے عائشہ سے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا؟ اُنھوں نے کہا آپ نے فرمایا کوئی ایسی شئی نہ تھی جو میں نے نہ دیکھی ہو مگر اس کو اپنے اس مقام میں

۸۸۲ حدثنا محمد بن معمر قال حدثنا ابو عاصم عن جرير بن حازم قال سمعت الحسن يقول حدثنا عمرو بن تغلب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اتی بمال او بشیئ فقسمه فاعطی رجالا وترك رجالا فبلغه ان الذين ترك عتبوا فحمد الله ثم اثنی عليه ثم قال اما بعد فوالله انی اعطی الرجل وادع الرجل والذی ادع احب الی من الذی اعطی ولكن اعطی اقواما لما اری فی قلوبهم من الجزع والهلع واكل اقواما الی ما جعل الله فی قلوبهم من الغنی والخير فيهم عمرو بن تغلب فوالله ما احب ان لی بكلمة رسول الله صلى الله عليه وسلم حمر النعم

-دیکھ لیا حتی کہ میں نے جنت اور دوزخ کو دیکھا اور مجھے وحی کی گئی کہ تمہارا قبروں میں امتحان ہوگا جو مسیح دجال کے فتنہ کے قریب قریب ہوگا تم میں سے ایک کو پیش کیا جائے گا اور اسے کہا جائے گا اس شخص کے متعلق تو کیا علم رکھتا ہے۔ مومن یا موقن ہو ہشام نے شک سے بیان کیا تو کہے گا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ہمارے پاس معجزات اور ہدایت کے ساتھ تشریف لائے ہم آپ پر ایمان لائے آپ کی دعوت قبول کی آپ کی اتباع اور تصدیق کی پھر اس کو کہا جائے گا تو آرام سے سو جا ہم پہلے ہی جانتے تھے کہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے۔

بہر حال منافق یا مرتاب ہشام نے شک سے بیان کیا" سے کہا جائے گا تو اس شخص کے متعلق کیا علم رکھتا ہے وہ کہے گا میں اس کو نہیں جانتا ہوں میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی کچھ کہہ دیا ہشام نے کہا فاطمہ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے اس حدیث کو خوب محفوظ کیا سوا اس کے کہ اس نے اس بد بختی کی تصویر ذکر کی،،

شرح : اس حدیث کی تشریح باب العلم کی حدیث ع ۸۵ کی تفہیم میں مذکور ہے،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر میں بہت بڑا امتحان ہوگا، اس میں کثیر احادیث ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، ابوداؤد اور طبرانی میں مذکور ہیں ان کے علاوہ ابوداؤد طیالسی اور حکیم ترمذی نے ان کو خوب بسط سے ذکر کیا ہے،، اس حدیث کے ان الفاظ (ما من شئ لم اکن اریتہ الا قد رایتہ فی مقامی ھذا) سے معلوم ہوتا ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام میں خداوند قدوس جل وعلا کو بھی دیکھا کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی شئ کے مفہوم میں داخل ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہے" قُلْ اَیُّ شَیْئٍ اَکْبَرُ شَھَادَةً قُلِ اللّٰہُ،، خیال فرمائیں جس ذاتِ کریم سے عفور رحیم بھی مخفی نہ رہا دنیا کی کونسی شئ اس سے مخفی رہ سکتی ہے،، سبحان من خلقہ اکرم الناس واعلمھم،، آپ نے جنت اور دوزخ کو نفس الامر میں دیکھا تھا کیونکہ ایک روایت کے مطابق آپ نے جنت کی طرف ہاتھ بڑھایا اگر جنت کی تصویر مراد ہو تو اس کا پھل لینے کے لئے ہاتھ بڑھانا بے معنی ہوگا۔

واللہ سبحانہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

---

۸۸۲ ترجمہ : عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مال یا قیدی لائے گئے آپ نے ان کو تقسیم کیا اور کچھ لوگوں

۸۸۳ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لَيْلَةً مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَصَلَّى فِي الْمَسْجِدِ فَصَلَّى رِجَالٌ بِصَلَاتِهِ فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا فَاجْتَمَعَ أَكْثَرُ مِنْهُمْ فَصَلَّوْا مَعَهُ فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهِ فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ حَتَّى خَرَجَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ لَكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوا عَنْهَا تَابَعَهُ يُونُسُ

کو دیا اور بعض کو نہ دیا،، اس کے بعد آپ کو خبر پہنچی کہ جن لوگوں کو آپ نے مال وغیرہ نہیں دیا اُنھوں نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا اَمَّا بَعۡدُ،، اللہ کی قسم میں کسی شخص کو مال دیتا ہوں اور کسی کو چھوڑ دیتا ہوں اور جس کو میں چھوڑ دیتا ہوں وہ مجھے اس شخص سے زیادہ محبوب ہوتا ہے جس کو میں دیتا ہوں لیکن میں بعض لوگوں کو اس لئے مال دیتا ہوں کہ ان کے دلوں میں بے صبری اور عدم ثبات دیکھتا ہوں اور بعض دوسرے لوگوں کو اس شئ کے سپرد کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں غنا اور خیر رکھی ہے ان میں سے ایک عُمر بن تغلب ہیں اللہ کی قسم! میں یہ پسند نہیں کرتا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقدس ارشاد کے عوض مجھے سرخ اونٹ دیئے جائیں ان کی یونس نے متابعت کی ہے!

۸۸۲ — شرح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے خطبہ میں حمد و ثنا کے بعد "اَمَّا بَعۡدُ" کہنا مسنون ہے"۔

---

۸۸۳ — ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات کو حجرہ سے باہر تشریف لے گئے اور مسجد میں نماز (نفل) پڑھی لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی،، لوگوں نے اس کا ذکر کیا پھر (دوسری رات) لوگ ان سے زیادہ جمع ہوگئے اور اُنھوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی لوگوں نے صبح اس کا ذکر کیا تو تیسری رات میں نمازی بہت زیادہ ہوگئے جب چوتھی رات ہوئی تو مسجد نمازیوں سے عاجز ہوگئی (لوگ مسجد میں سماتے نہ تھے) حتیٰ کہ آپ صبح کی نماز کے لئے حجرہ شریفہ سے باہر تشریف لائے جب فجر کی نماز پڑھ چکے تو آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہُوئے اور خطبہ پڑھا پھر فرمایا اَمَّا بَعۡدُ! تمہارا مسجد میں موجود ہونا مجھ پر مخفی نہ تھا لیکن مجھے یہ خوف ہُوا کہ کہیں تم پر یہ (رات کی نماز) فرض نہ ہو جائے پھر تم اس کو ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ گے۔ عُقیل کی یونس بن یزید ایلی نے متابعت کی،،

۸۸۳ — شرح: یعنی تمہارا مسجد میں حاضر ہونا مجھ پر مخفی نہ تھا لیکن میں تمہارے پاس رات کو باہر اس لئے نہیں آیا کہ اگر ہم آج کی رات تمہارے ساتھ رات

۸۸۴ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ
قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَشِيَّةً
بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَتَشَهَّدَ وَأَثْنٰى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ تَابَعَهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ
عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمَّا بَعْدُ تَابَعَهُ الْعَدَنِيُّ عَنْ سُفْيٰنَ فِي أَمَّا بَعْدُ
۸۸۵ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ قَامَ
رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهُ حِينَ تَشَهَّدَ يَقُولُ أَمَّا بَعْدُ تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ

کی نماز پڑھتے تو تم پر یہ نماز فرض ہو جاتی پھر تم اس کی ادائیگی سے عاجز ہو جاتے،، کتاب الصیام میں یہ حدیث بعینہٖ مذکور ہے ان راتوں میں جو نماز پڑھی گئی وہ تراویح کی نماز تھی تہجّد کی نماز نہ تھی کیونکہ تہجّد تو آپ ہمیشہ پڑھا کرتے تھے جیسا کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ رمضان اور غیر رمضان میں آٹھ رکعت نفل پڑھا کرتے تھے،، اور اس کے بعد تین وتر پڑھتے ان میں پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ دوسری رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللهُ،، پڑھا کرتے تھے!

۸۸۴ — ترجمہ: ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز کے بعد خطبہ دیا اور تشہد پڑھا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی جس کے وہ لائق ہے۔ پھر فرمایا! اَمَّا بَعْدُ،، زہری کی ابومعاویہ محمد بن خازم اور ابو اسامہ نے متابعت کی اُنھوں نے ہشام بن عروہ سے اُنھوں نے اپنے باپ سے اُنھوں نے ابوحمید ساعدی سے اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا اَمَّا بَعْدُ،، محمد بن یحییٰ کی عدنی نے صرف اَمَّا بَعْدُ! میں متابعت کی! (یعنی ساری حدیث میں متابعت نہیں کی)

---

۸۸۵ — ترجمہ: مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا میں نے آپ سے سُنا جبکہ آپ نے خطبہ دیا آپ نے فرمایا اَمَّا بَعْدُ! زبیدی نے محمد بن ولید کی زہری سے متابعت کی!

۸۸۵ — شرح: یہ طویل حدیث ہے جس میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کا ذکر ہے اور یہاں اس کا کچھ حصہ ذکر کیا ہے،، کیونکہ بخاری کا مقصد یہ ہے کہ خطبہ میں حمد و ثناء کے بعد اما بعد کہنا مسنون ہے۔

---

۸۸۶ حدثنا اسمعیل بن ابان قال حدثنا ابن الغسیل قال حدثنا عکرمة عن ابن عباس قال صعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم المنبر وکان آخر مجلس جلسہ متعطفا ملحفة علی منکبیہ قد عصب راسہ بعصابة دسمة فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ایھا الناس الی فثابوا الیہ ثم قال اما بعد فان ھذا الحی من الانصار یقلون ویکثر الناس فمن ولی شیئا من امة محمد فاستطاع ان یضر فیہ احدا او ینفع فیہ احدا فلیقبل من محسنھم ویتجاوز عن مسیئھم باب القعدة بین الخطبتین یوم الجمعة

۸۸۷ حدثنا مسدد قال حدثنا بشر بن المفضل قال حدثنا عبید اللہ عن نافع عن عبد اللہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب خطبتین یقعد بینھما

---

۸۸۶ — ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روائت ہے اُنھوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف پر جلوہ افروز ہوئے اور یہ آپ کا آخری بیٹھنا تھا آپ اپنے مونڈھوں پر چادر اوڑھ کر بیٹھے جبکہ سر مبارک کو کالے رنگ کے عمامہ شریف سے باندھا ہوا تھا ،، آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا اے لوگو! میرے قریب آجاؤ ،، لوگ جلدی سے آپ کے قریب آگئے پھر آپ نے فرمایا ،، اَمَّا بَعْدُ یہ انصار کا قبیلہ ہے جو کم ہوتے جائیں گے اور لوگ زیادہ ہو جائیں گے جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے خلافت کا والی بنے اور وہ اس میں کسی کو اذیت پہنچانے یا نفع دینے کی استطاعت رکھتا ہو وہ ان میں سے احسان کرنے والے کی نیکی کو قبول کرے اور اساءت کرنے والے کی اساءت سے درگزر کرے

۸۸۶ — شرح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب وعظ کرنا ہوتا تھا تو منبر پر تشریف لاتے تھے معلوم ہوا کہ وصیت کے لئے خطبہ دینا جائز ہے اور حمد و ثناء سے خطبہ کی ابتداء کرنی چاہیئے اور اس کے بعد ،، اَمَّا بَعْدُ ،، کہنا چاہیئے اس حدیث میں غیب کی خبر ہے کیونکہ انصار یقیناً کم ہوتے گئے اور دوسرے لوگوں کی کثرت ہوتی گئی ،، نیز معلوم ہوا کہ خلافت انصار میں نہیں کیونکہ اگر ان میں خلافت ہوتی تو ان کو وصیت فرماتے کسی اور کو ان کے بارے میں وصیت نہ فرماتے یہ حدیث جامع کلمات میں سے ہے ،،

باب —— جمعہ کے دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا ،،

۸۸۷ — ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ میں دو خطبے دیتے اور ان کے درمیان بیٹھ جاتے تھے

۸۸۸ بَابُ الْاِسْتِمَاعِ اِلَی الْخُطْبَةِ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ الْاَغَرِّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْجُمُعَةِ وَقَفَتِ الْمَلٰٓئِکَةُ عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ یَکْتُبُوْنَ الْاَوَّلَ فَالْاَوَّلَ وَمَثَلُ الْمُهَجِّرِ کَمَثَلِ الَّذِیْ یُهْدِیْ بَدَنَةً ثُمَّ کَالَّذِیْ یُهْدِیْ بَقَرَةً ثُمَّ کَبْشًا ثُمَّ دَجَاجَةً ثُمَّ بَیْضَةً فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ طَوَوْا صُحُفَهُمْ وَیَسْتَمِعُوْنَ الذِّکْرَ

۸۸۷ شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا مشروع ہے ،، لیکن امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا واجب ہے ۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک رضی اللہ عنہما نے کہا یہ سنت ہے واجب نہیں جیسے نماز میں استراحت کا جلسہ واجب نہیں ،، ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا باب کی یہ حدیث دونوں خطبوں کے درمیان قعدہ کی سنیت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ کرتے تھے اور یہ نہ فرمایا کہ اس کے سوا کچھ اور جائز نہیں کیونکہ مسئلہ کی تفصیل کا بیان آپ پر فرض تھا ،، امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا دونوں خطبوں کے درمیان قعدہ کے وجوب کا قول امام شافعی کے سوا کسی نے نہیں کیا ہے ،،

باب — خاموش ہوکر خطبہ سُننا

۸۸۸ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو مسجد کے دروازہ پر فرشتے بیٹھ جاتے ہیں وہ پہلے پہلے آنے والوں کے نام لکھتے ہیں ،، اور بہت جلدی آنے والے کی مثال اس شخص کی مثال ہے جو اونٹ قربانی کرتا ہے پھر اس شخص جیسی جو گائے قربانی کرتا ہے پھر اس شخص جیسی جو مینڈھا قربانی کرتا ہے پھر مرغی پھر انڈا صدقہ کرنے والے کی طرح ہے اور جب امام (خطبہ کے لئے) باہر آئے تو فرشتے اپنی کتابیں لپیٹ لیتے ہیں اور خطبہ سُننے لگتے ہیں ۔

شرح : اس حدیث شریف میں جمعہ کا خطبہ سُننے کی ترغیب دلائی ہے ،، مجاہد نے کہا کہ نماز اور خطبہ کے سوا خاموشی سے قرآن کا سُننا واجب نہیں ۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا جو کوئی خطبہ کی آواز سُنتا ہو یا نہ سُنتا ہو اس پر ہمہ تن ہو کر خاموش ہو کر سُننا واجب ہے ،، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے کہا جو شخص اتنی دُور بیٹھا ہو کہ خطبہ کی آواز وہاں تک نہ پہنچتی ہو وہ قرآن پڑھتا رہے یا ذکر کرتا رہے اس میں کوئی حرج نہیں ،، قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اثناء خطبہ میں کلام کرنے میں علماء کا اختلاف ہے ۔ امام ابوحنیفہ ، امام مالک اور

۸۸۹ بَابٌ اِذَا رَأَی الْاِمَامُ رَجُلًا جَاءَ وَهُوَ يَخْطُبُ اَمَرَهٗ اَنْ يُّصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ وَّالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ اَصَلَّيْتَ يَا فُلَانُ فَقَالَ لَا قَالَ قُمْ فَارْكَعْ

امام شافعی رضی اللہ عنہم نے کہا خطبہ کی آواز پہنچے یا نہ پہنچے کان لگا کر خطبہ سُننا واجب ہے لیکن امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ خطبہ سُننا سُنت ہے واجب نہیں"۔ (کرمانی)

باب — جب امام کسی شخص کو آتا ہُوا دیکھے اور وہ خطبہ پڑھ رہا ہو تو اس کو حکم دے کہ وہ دو رکعتیں پڑھ لے

ترجمہ ۸۸۹ — : حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایک شخص آیا جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے، آپ نے فرمایا اے فلانے کیا تو نے نماز پڑھی ہے اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا کھڑے ہو کر نماز پڑھ لو!

شرح ۸۸۹ — : امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما نے کہا جو کوئی مسجد میں داخل ہو اور امام جمعہ کا خطبہ دے رہا ہو تو اس کے لئے تحیۃ المسجد پڑھنا مستحب ہے لیکن خطبہ سُننے کے لئے ان میں تخفیف کرے مذکور حدیث ان کی تائید کرتی ہے امام ابو حنیفہ اور امام مالک رضی اللہ عنہما نے کہا کہ خطبہ کی حالت میں تحیۃ المسجد نہ پڑھے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا، اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ اَنْصِتْ فَقَدْ لَغَوْتَ الخ معلوم ہُوا خطبہ میں انصات (خاموشی سے سُننا) واجب ہے اور مذکور حدیث اور اس جیسی دیگر احادیث کا جواب یہ ہے کہ آنے والا وہ شخص غریب تھا فقیر تھا اس کی حالت بہت شکستہ تھی قابلِ رحم تھی اس لئے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے لئے فرمایا تھا تاکہ لوگ اس کو حاجت مند دیکھ کر اس کی مدد کریں مگر اس جواب میں کچھ سقم ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے" کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ کے لئے آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو تو ہلکی سی دو رکعتیں پڑھ لے"، لیکن احناف کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کی حالت میں سکوت فرمایا حتی کہ وہ شخص نماز سے فارغ ہو گیا چنانچہ دار قطنی نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق عبید مرفوع روائت ذکر کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہُوا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے تو اسے فرمایا" اٹھو اور دو رکعتیں پڑھو اور اس کے فارغ ہونے تک آپ

۸۹۰

بَابُ مَنْ جَاءَ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ

حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا سفین عن عمرو سمع جابرا قال دخل رجل یوم الجمعۃ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب فقال اصلیت قال لا قال قم فصل رکعتین

خاموش رہے،، دار قطنی نے یہ حدیث عبید بن محمد کے علاوہ امام احمد بن حنبل سے بھی روائت کی ہے۔ یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے مگر ہمارے نزدیک مرسل حدیث حجت ہے اور ابن ابی شیبہ کی حدیث اس کی تائید کرتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ دو رکعتیں پڑھو اور آپ خاموش ہو گئے حتیٰ کہ وہ نماز سے فارغ ہو گیا پھر آپ نے خطبہ دینا شروع کر دیا،،

دوسرا جواب یہ ہے کہ جب وہ شخص آیا تھا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ میں ابھی شروع نہیں ہوئے تھے چنانچہ امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "بَابُ الصَّلٰوةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ،، کے عنوان کے بعد حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ سلیک غطفانی آیا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف پر بیٹھے ہوئے تھے۔ سلیک نماز پڑھنے سے پہلے بیٹھ گئے تو آپ نے اس کو فرمایا کیا تو نے دو رکعتیں پڑھی ہیں اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا اُٹھو اور اور دو رکعتیں پڑھو،،

تیسرا جواب یہ ہے کہ اس وقت نماز میں کلام کرنا جائز تھا جو بعد میں منسوخ ہو گیا لہٰذا جمعہ میں بھی کلام کرنا منسوخ اور سکوت ضروری ہو گیا۔ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے اپنے ساتھی سے کہا خاموش ہو جا حالانکہ امام جمعہ کا خطبہ دے رہا ہو اُس نے لغو بات کی،، معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلیک سے یہ فرمانا کہ نماز پڑھو یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ جمعہ اور نماز میں کلام کرنا منسوخ نہ تھا۔ قاضی عیاض نے کہا سادا تنا ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم خطبہ کے وقت نماز پڑھنے سے منع کیا کرتے تھے،، ابن عربی رحمہ اللہ نے کہا خطبہ کی حالت میں نماز پڑھنا حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ،، اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو اپنے ساتھی سے خطبہ کی حالت میں یہ کہے کہ خاموش ہو جا تو تُو نے لغو کام کیا،،

حدیث شریف میں مذکور شخص سُلیک غطفانی تھا جو بہت غریب تھا،، اور اس وقت خطبہ میں کلام کرنا مباح تھا پھر بعد میں نماز اور خطبہ میں کلام کرنا منسوخ ہو گیا لہٰذا یہ حدیث احناف کے مذہب کے خلاف نہیں!

باب — جو کوئی آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو تو ہلکی سی دو رکعتیں پڑھ لے —،،

۸۹۱ بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الْخُطْبَةِ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ ح وَعَنْ يُونُسَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَ الْكُرَاعُ هَلَكَ الشَّاءُ فَادْعُ اللَّهَ أَنْ يَسْقِيَنَا فَمَدَّ يَدَيْهِ وَدَعَا بَابُ الِاسْتِسْقَاءِ فِي الْخُطْبَةِ

۸۹۲ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ فَادْعُ اللَّهَ لَنَا فَرَفَعَ

---

۸۹۰ ترجمہ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جمعہ کے دن ایک شخص آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے تو آپ نے اس کو فرمایا کیا تو نے نماز پڑھی ہے ؟ اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا دو رکعتیں پڑھ لو"۔

حدیث ۸۸۹ کی تفہیم میں اس کی تفصیل مذکور ہے !

باب — خطبہ میں دونوں ہاتھ اُٹھانا

۸۹۱ ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! گھوڑے اور بکریاں ہلاک ہوگئیں اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائیں کہ ہم پر بارش برسائے آپ نے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور دُعا فرمائی"۔

۸۹۱ شرح : اس حدیث میں رفع سے مراد مد ہے لہٰذا حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔ کتاب الاستسقاء میں اس حدیث کی تفصیل مذکور ہوگی۔ انشاء العزیز!

باب جمعہ کے روز خطبہ میں بارش کی دُعاء کرنا

۸۹۲ ترجمہ : انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں قحط پڑا ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ ایک اعرابی (دیہاتی) کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! مال ہلاک ہوگیا، بال بچہ بھوکا مرنے لگا ہے آپ اللہ سے ہمارے لئے دُعا فرمایئے آپ نے دونوں ہاتھ اُٹھائے جبکہ آسمان پر بادل کا ٹکڑا بھی نہ تھا

يَدَيْهِ مَا نَرَىٰ فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا وَضَعَهَا حَتَّىٰ ثَارَ السَّحَابُ أَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهِ
حَتَّىٰ رَأَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلَىٰ لِحْيَتِهِ فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذٰلِكَ وَمِنَ الْغَدِ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ وَالَّذِي يَلِيهِ حَتَّى الْجُمُعَةِ الْأُخْرَىٰ
فَقَامَ ذٰلِكَ الْأَعْرَابِيُّ أَوْ قَالَ غَيْرُهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ
حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَمَا يُشِيرُ بِيَدِهِ إِلَىٰ نَاحِيَةٍ مِنَ السَّحَابِ إِلَّا انْفَرَجَتْ وَصَارَتِ الْمَدِينَةُ مِثْلَ الْجَوْبَةِ وَسَالَ الْوَادِي
قَنَاةُ شَهْرًا وَلَمْ يَجِئْ أَحَدٌ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ **بَابُ** الْإِنْصَاتِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ وَإِذَا قَالَ لِصَاحِبِهِ
أَنْصِتْ فَقَدْ لَغَا وَقَالَ سَلْمَانُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ

اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے آپ نے ابھی ہاتھوں کو نیچے نہ کیا تھا کہ پہاڑوں کی طرح بادل نے جوش مارا آپ منبر شریف سے اُترے بھی نہیں تھے (اور خوب بارش ہونے لگی) حتیٰ کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک سے پانی کے قطرے گرتے دیکھے،، وہاں سارا دن بارش ہوتی رہی اور اگلے روز پھر اگلے روز پھر اگلے روز حتیٰ کہ دوسرے جمعہ تک بارش ہوتی رہی،، (دوسرے جمعہ میں) وہی اعرابی یا اس کے علاوہ کوئی اور شخص کھڑا ہُوا اور عرض کیا یا رسُول اللہ! مکان گر گئے اور مال پانی میں ڈوبنے لگا ہے ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجئے (کہ بارش رُک جائے) سید عالم صلیٰ اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور فرمایا اے اللہ! ہمارے اردگرد بارش برسا ہم پہ نہ برسا آپ اپنے دستِ اقدس کے ساتھ بادل کی کسی طرف اشارہ نہ فرماتے مگر اسی طرف سے بادل کھل جاتا اور مدینہ منورہ شرفہا اللہ تعالیٰ،، ڈھال کی طرح گول دائرہ ہوگیا اور وادی قنات مہینہ بھر بہتی رہی جو کوئی باہر کے کسی کونہ سے آتا وہ یہی کہتا بہت بارش ہُوئی۔

۸۹۲ ــــ شرح: اس حدیث میں سید عالم صلیٰ اللہ علیہ وسلّم کا واضح معجزہ ہے کہ آپ کے ہاتھ اُٹھاتے ہی بارش ہوگئی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے بغیر بھی بارش کی دُعا کرنا جائز ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب بھی یہی ہے،، اور زور کی بارش میں بھی خطبہ پُورا کرنا چاہیئے،، اور ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنا مستحب ہے۔ سید کائنات صلیٰ اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جب اللہ سے دعا کرو تو ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرو جبکہ ہاتھوں کے بطون تمہارے منہ کی طرف ہوں،، ترمذی شریف میں حسن حدیث ہے کہ سید عالم صلیٰ اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ حی کریم ہے جب کوئی ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرے وہ اس کے ہاتھوں کو خالی واپس نہیں کرتا ہے،، امام بخاری رحمہ اللہ نے دُعا میں ہاتھ اُٹھانے میں مستقل باب ذکر کیا ہے!

باب ــــ جمعہ کے دن خاموش رہنا جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو،، اور جو کوئی اپنے ساتھی سے کہے کہ خاموش رہو اُس نے لغو کام کیا سلمان فارسی نے نبی کریم صلیٰ اللہ علیہ وسلّم سے روائت کی جس وقت امام خطبہ دے خاموش رہنا چاہیئے

۸۹۳ حدثنا یحیی بن بکیر قال حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شہاب قال اخبرنی سعید بن المسیب ان ابا ھریرۃ اخبرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قلت لصاحبک یوم الجمعۃ انصت والامام یخطب فقد لغوت باب الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ

۸۹۴ حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ عن مالک عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر یوم الجمعۃ فقال فیہ ساعۃ لا یوافقھا عبد مسلم وھو قائم یصلی یسأل اللہ شیئا الا اعطاہ ایاہ واشار بیدہ یقللھا

۸۹۳ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو اپنے ساتھی سے جمعہ کے دن کہے چپ ہو جا اور امام خطبہ دے رہا ہو تو تُو نے لغو کام کیا!

۸۹۳ — شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ کے وقت ہر قسم کا کلام کرنا حرام ہے اور خطبہ سُننا واجب ہے کیونکہ "انصِت" کہنے کو لغو قرار دیا ہے حالانکہ یہ امر بالمعروف ہے تو اور کلام بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا بعض علماء کا کہنا ہے کہ خطبہ ظہر کی دو رکعتوں کے قائم مقام ہے جیسے نماز میں کلام ممنوع ہے اس کے قائم مقام میں بھی کلام کرنا ممنوع ہے،، یہاں تک علماء کا اتفاق ہے اس پر مزید امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا امام کا خطبہ کے لئے باہر نکلتے ہی خاموش رہنا واجب ہے ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں سادا تنا علی المرتضیٰ ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم خطبہ کے لئے امام کے باہر آنے ہی نماز پڑھنا اور ہر قسم کا کلام کرنا مکروہ جانتے تھے! طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جمعہ کے دن کلام کرے جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو اس کی مثال گدھے جیسی ہے جو بوجھ اُٹھائے ہو اور جو کوئی اپنے ساتھی سے یہ کہے کہ چُپ رہو اس کو جمعہ کا ثواب نہ ملے گا،،

جمعہ کے دن مقبولیّت کی گھڑی!

۸۹۴ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کا ذکر کیا اور فرمایا اس دن میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ کوئی بندہ مسلمان اس کو نہیں پاتا جبکہ وہ کھڑا نماز پڑھ رہا ہو اور اللہ تعالیٰ سے کوئی مانگ رہا ہو مگر اللہ تعالیٰ اس کو وہ ضرور عطا فرماتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ قلیل ترین گھڑی ہے!

باب إِذَا نَفَرَ النَّاسُ عَنِ الإِمَامِ فِي صَلوٰةِ

الْجُمُعَةِ فَصَلوٰةُ الإِمَامِ وَمَنْ بَقِيَ جَائِزَةٌ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ قَالَ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَقْبَلَتْ عِيرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا فَالْتَفَتُوا إِلَيْهَا حَتَّى مَا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا ۸۹۵

---

۸۹۴ — شرح : یعنی اس تھوڑی سی گھڑی میں دعاء قبول ہوتی ہے ،، جس طرح اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کو چھپا رکھا ہے ۔ اسی طرح جمعہ کی ساعات میں سے اس ساعت کو چھپا رکھا ہے تاکہ اسی گھڑی کو عبادت کے لئے لوگ خاص نہ کرلیں ، اس میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں ،، امام حسن بصری نے کہا یہ زوالِ شمس کے وقت ہے ،، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جب نمازِ جمعہ کی اذان دی جائے ،، شعبی نے کہا خطبہ کی اذان سے لے کر جمعہ کے ادا ہونے تک کے وقت میں یہ گھڑی ہے ،، عبداللہ بن سلام نے کہا عصر سے مغرب تک ہے کیونکہ یہ فرشتوں کے آنے جانے کا وقت ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے حضور لوگوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس وقت نماز پڑھنے والوں کی مغفرت کرتا ہے ۔ عبداللہ بن سلام نے جب یہ روایت کی تو ابوہریرہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " وہ کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا ہو ، حالانکہ عصر کے بعد سے مغرب تک کے وقت میں نوافل نہیں پڑھ سکتے عبداللہ بن سلام نے کہا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی عصر کی نماز کے بعد مغرب تک نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے گویا کہ وہ نماز ہی پڑھتا ہے ۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ جمعہ کے دن آخری ساعت ہے ۔ امام مسلم نے اس کی روائت یوں کی ہے کہ یہ ساعت امام کا خطبہ کے لئے بیٹھنے سے لے کر نمازِ جمعہ ادا کرنے تک ہے ۔ علامہ کرمانی نے اسے صحیح کہا ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم !

باب — لوگ جب جمعہ کی نماز میں امام کو چھوڑ کر چلے جائیں تو امام اور باقی لوگوں کی نماز جائز ہے "

۸۹۵ — ترجمہ : جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا ایک دفعہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک قافلہ غلہ لادے ہوئے آگیا لوگ ادھر چلے گئے حتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف بارہ مرد باقی رہ گئے تو یہ آئت کریمہ نازل ہوئی " کہ جب وہ مال تجارت اور لہو ولعب دیکھتے ہیں تو ادھر چلے جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ جاتے ہیں !

باب الصلوة بعد الجمعة وقبلها حدثنا عبد الله بن یوسف قال اخبرنا مالك عن نافع عن عبد الله بن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلي قبل الظهر ركعتين وبعدها ركعتين وبعد المغرب ركعتين في بيته وبعد العشاء ركعتين وكان لا يصلي بعد الجمعة حتى ينصرف فيصلي ركعتين ۸۹۶

شرح : امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہاں نماز سے مراد خطبہ کی حالت میں اس کا انتظار ہے ،، یعنی ہم جمعہ کی نماز کا انتظار کر رہے تھے الخ۔ یہ ۸۹۵

مال تجارت عبد الرحمن بن عوف لایا تھا اور دحیہ کلبی اس کے ہم سفر تھے یا وہ دونوں مال تجارت میں شریک تھے ،، لہٰذا اس قافلہ کی نسبت عبد الرحمن اور دحیہ میں سے ہر ایک طرف کر سکتے ہیں جیسا کہ روایات میں ہے بظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب لوگ جمعہ کی نماز میں سے چلے جائیں تو امام اور باقی لوگوں کی نماز اپنے حال پر صحیح ہے ، ساری امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایک شخص کے ساتھ جمعہ صحیح نہیں۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک کم از کم امام کے سوا تین نمازی ہونے ضروری ہیں اور ان کے صاحبین کے نزدیک امام کے سوا دو نمازی ہوں ،، امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک بارہ نمازی ہونے چاہئیں اور مذکور حدیث سے اُنھوں نے استدلال کیا ،، امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک چالیس آدمی ہونے چاہئیں اور وہ مذکور حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ بعض لوگ واپس آگئے تھے اور چالیس آدمی پورے ہو گئے تھے جن کے ساتھ جمعہ ادا کیا گیا تھا مگر یہ تاویل درست نہیں یہ " مسلم ہے کہ خلفاء راشدین میں سے کوئی بھی نہ گیا تھا اور صحابہ کرام اس وقت مسائل سے پوری طرح آگاہ نہ تھے جبکہ قحط کا زمانہ بھی تھا اس لئے وہ معذور تھے ،،

ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حضرت جابر کا قول " نحن نصلی الخ " میں دونوں احتمال ہیں ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام خطبہ کی سماعت کر رہے تھے اور اس پر نماز کا اطلاق کیا گیا کیونکہ جو کوئی نماز کا منتظر ہو وہ نماز میں ہوتا ہے اور صحابہ کے بارے میں سوء ظن ہرگز نہیں ہونا چاہیئے ،، ابن بطال نے کہا یہ حدیث اس آیت کریمہ " لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله ،، یعنی خرید و فروخت صحابہ کو اللہ کے ذکر سے کسی دوسری طرف مشغول نہیں کرتی " کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے لہٰذا صحابہ کرام پر کسی قسم کا طعن ہرگز جائز نہیں ،، جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی صفائی بیان کر دی کہ تجارت اور دنیاوی مصروفیت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانوں کو دنیاوی امور میں مشغول کر کے اللہ کے ذکر سے نہیں ہٹا سکتی۔ لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مطعون کرنا گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب ـــ جمعہ سے پہلے اور اس کے بعد نماز پڑھنا

ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز سے پہلے دو رکعتیں اور ۸۹۶

اس کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے ،، اور مغرب کے بعد اپنے گھر میں دو رکعتیں اور عشاء کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے اور جمعہ کے بعد (مسجد میں) کچھ نہ پڑھتے حتیٰ کہ گھر تشریف لے جاتے اور دو رکعتیں پڑھتے ،،

بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ

۸۹۶ — شرح : ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دو سنتیں مسجد میں اس لئے نہ پڑھتے تھے ،، کہ جمعہ کی نماز دو رکعتیں ہیں اگر آپ مسجد میں دو رکعتیں پڑھتے تو یہ گمان ہو سکتا تھا کہ یہ دو رکعتیں وہی ہیں جو ظہر سے حذف کی گئی ہیں اور یہ دو رکعتیں واجب ہیں ،، اس گمان کے ازالہ کے لئے آپ گھر نماز پڑھتے تھے !

امام ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ،، تم میں سے جو کوئی جمعہ کے بعد نماز پڑھے وہ چار رکعتیں پڑھے ،، علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ سنن سعید بن منصور میں ہے کہ ابو عبد الرحمٰن سلمی نے کہا حضرت عبد اللہ بن مسعود نے ہم کو تعلیم دی کہ ہم جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھیں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے تو اُنھوں نے ہم کو یہ تعلیم دی کہ ہم چھ رکعتیں پڑھیں ،، طبرانی نے اوسط میں ابن عُبیدہ سے روایت ذکر کی کہ ان کے باپ عبیدہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ سے پہلے چار اور جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھتے تھے الحاصل جمعہ کے بعد چار رکعتیں اور دو رکعتیں دونوں مذکور ہیں ۔ لہٰذا چھ سنتیں پڑھ لے تاکہ دونوں روایات پر عمل ہو جائے !

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نوافل گھر پڑھنے افضل ہیں ،،

مغرب کی نماز کے بعد سنتیں گھر میں پڑھنی مستحب ہیں یہ ظاہر حدیث سے واضح ہے ،، اسی طرح دیگر سنتیں جو فرائض کے تابع ہیں ان کا گھر میں پڑھنا مستحب ہے ،، جمہور کا یہی مسلک ہے ۔ صحیحین میں ہے کہ "فرض نماز کے سوا گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے ،،

"فائدہ" حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی عشاء کی نماز کے بعد دو رکعتیں نفل پڑھے اور ہر ایک رکعت میں سورۂ فاتحہ اور بیس بار سورۂ اخلاص پڑھے اللہ تعالیٰ اس کا محل جنت میں بناتا ہے (عینی)

باب — اللہ تعالیٰ کا ارشاد "اور جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو" —

۸۹۷ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ قَالَ كَانَتْ فِيْنَا امْرَاَةٌ تَجْعَلُ عَلٰى اَرْبِعَاءٍ فِيْ مَزْرَعَةٍ لَّهَا سِلْقًا فَكَانَتْ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ تَنْزِعُ اُصُوْلَ السِّلْقِ فَتَجْعَلُهٗ فِيْ قِدْرٍ ثُمَّ تَجْعَلُ عَلَيْهِ قَبْضَةً مِّنْ شَعِيْرٍ تَطْحَنُهَا فَتَكُوْنُ اُصُوْلُ السِّلْقِ عَرْقَهٗ وَكُنَّا نَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ فَنُسَلِّمُ عَلَيْهَا فَتُقَرِّبُ ذٰلِكَ الطَّعَامَ اِلَيْنَا فَنَلْعَقُهٗ وَكُنَّا نَتَمَنّٰى يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِطَعَامِهَا ذٰلِكَ ۸۹۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ بِهٰذَا وَقَالَ مَا كُنَّا نَقِيْلُ وَلَا نَتَغَدّٰى اِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ

ترجمہ ۸۹۷ : ابو حازم رضی اللہ عنہ نے سہل سے روایت کی کہ اُنہوں نے کہا کہ صحابہ میں ایک خاتون تھی جو اپنی کھیتی میں نالیوں پہ چقندر کی کاشت کراتی تھی اور جب جمعہ کا دن ہوتا تو وہ چقندر ہنڈی میں پکاتی اور اس پہ جَو کا پیسا ہُوا آٹا ڈال دیتی تھی اور وہ چقندر اس طعام کا گوشت ہوتا تھا ہم جب جمعہ کی نماز سے فارغ ہوتے تو اس خاتون کو سلام کرتے تو وہ یہ طعام ہمارے قریب کرتی ہم اس کو چاٹ جاتے اور ہم جمعہ کے دن اس خاتون کے اس کھانے کی خواہش کیا کرتے تھے!

شرح ۸۹۷ : یعنی خاتون جو طعام پکاتی تھی ، اس کا عرق (گوشت) چقندر تھی" اور عرق اس گوشت کو کہتے ہیں جو ہڈی پہ ہوتا ہے اور مراد یہ ہے کہ گوشت کے عوض چقندر تھی ،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اجنبی عورتوں کو سلام کرنا جائز ہے۔ جبکہ فتنہ کا ڈر نہ ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دنیا کی قطعاً حرص نہ تھی اور وہ معمولی کھانے وغیرہ پہ کفائت کرتے تھے اور بزرگوں کی زیارت کرنا مستحب ہے چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعہ کی نماز سے فارغ ہوکر اس خاتون کے پاس چقندر کھانے جایا کرتے تھے اور یہ رزق کی تلاش ہے لہذا باب سے حدیث کی مناسبت واضح ہے!

قرآن کریم کی آئت میں امر" فانتشروا اباحت کے لئے ہے جیسے" وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ،، میں امر اباحت کے لئے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

ترجمہ ۸۹۸ : حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے یہی روائت کی اور کہا ہم قیلولہ اور ناشتہ جمعہ کے بعد کرتے تھے!

شرح ۸۹۸ : ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے کہا جمعہ زوال شمس سے پہلے پڑھا جاسکتا ہے اور وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ "ہم جمعہ کے بعد قیلولہ کرتے تھے،، اس حدیث میں ان کا رد مقصود ہے کیونکہ جمعہ کے بعد

بَابُ الْقَائِلَةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ

۸۹۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُقْبَةَ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ كُنَّا نُبَكِّرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ نَقِيلُ

۹۰۰ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ ثُمَّ تَكُونُ الْقَائِلَةُ

ناشتہ کا وقت نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا کہ جمعہ کے بعد صحابہ کرام کا قیلولہ اور ناشتہ کرنا اس کے عوض تھا جو وہ شروع دن میں کیا کرتے تھے اور جمعہ کے روز جمعہ کی تیاری میں ان سے قیلولہ اور ناشتہ رہ جاتا تھا۔ لہٰذا اس حدیث سے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا استدلال صحیح نہیں، کیونکہ سورج طلوع ہونے کے بعد کا وقت زوالِ شمس سے پہلے کا وقت ہے۔ حالانکہ سورج طلوع ہونے کے بعد جمعہ پڑھنے کے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ بھی قائل نہیں۔ غائت ما فی الباب یہ کہہ سکتے ہیں کہ سردیوں میں زوالِ شمس کے بعد جلد جمعہ پڑھ لیتے تھے۔ اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعہ کی تیاری میں مصروف ہونے کے سبب قیلولہ اور ناشتہ جمعہ کے بعد کرتے تھے۔

باب — جمعہ کے بعد قیلولہ کرنا

۸۹۹ — ترجمہ : حُمید نے کہا میں نے انس سے سُنا وہ کہتے تھے کہ ہم بہت جلد جُمعہ پڑھنے جاتے تھے پھر قیلولہ کرتے تھے، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیلولہ کرنا مستحب ہے!

۹۰۰ — ترجمہ : حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھتے پھر جمعہ کے بعد ہمارا قیلولہ ہوتا تھا!

بسم الله الرحمٰن الرحيم

ابواب صلوٰة الخوف وقال الله عزوجل واذا ضربتم في الارض فليس عليكم جناح الى قوله عذابا مهينا

٩٠١ **حدثنا** ابو اليمان قال اخبرنا شعيب عن الزهري سألته هل صلى النبي صلى الله عليه وسلم يعني صلوٰة الخوف فقال اخبرنا سالم ان عبد الله بن عمر قال غزوت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل نجد فوازينا العدو فصاففنا لهم فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي لنا فقامت طائفة معه واقبلت طائفة على العدو وركع رسول الله صلى الله عليه وسلم بمن معه وسجد سجدتين ثم انصرفوا مكان الطائفة التي لم تصل فجاءوا فركع رسول الله صلى الله عليه وسلم بهم ركعة وسجد سجدتين ثم سلم فقام كل واحد منهم فركع لنفسه ركعة وسجد سجدتين

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب — خوف کے وقت نماز پڑھنا

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد " اور جب تم زمین پر سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر کرکے پڑھو، اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذاء دیں گے۔ بے شک کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں، اور اے محبوب جب تم اُن میں تشریف فرما ہو پھر نماز میں ان کی امامت کرو تو چاہیئے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لئے رہیں پھر جب وہ سجدہ کرلیں تو ہٹ کر تم سے پیچھے ہو جائیں اور اب دوسری جماعت آئے جو اس وقت تک جماعت میں شریک نہ تھی،، اب وہ تمہارے مقتدی ہوں اور چاہیے کہ اپنی پناہ اور اپنے ہتھیار لئے رہیں،، اور کافروں کی تمنا ہے کہ کہیں تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے اسباب سے غافل ہو جاؤ تو ایک دفعہ تم پر جھک پڑیں، اور تم پر مضائقہ نہیں اگر تمہیں مینہ کے سبب تکلیف ہو یا بیمار ہو کہ اپنے ہتھیار کھول رکھو اور اپنی پناہ لئے رہو بے شک اللہ نے کافروں کے لئے خواری کا عذاب بنا رکھا ہے،،

٩٠١ — **ترجمہ** : شعیب نے زہری سے بیان کیا کہ میں نے ان سے پوچھا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ خوف پڑھی ہے؟ زہری نے کہا مجھے سالم نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نجد کی طرف غزوہ کیا ہم دشمن کے محاذی اور مقابل ہوئے اور ان کے (مقابلے) ہم نے صفیں باندھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں

نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہُوئے ایک گروہ آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کھڑا ہوگیا اور دوسرا دشمن کے سامنے کھڑا ہوگیا پھر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے ساتھ والوں کے ساتھ رکوع کیا اور دو سجدے کئے پھر وہ اس گروہ کی جگہ چلے گئے جس نے نماز نہ پڑھی تھی اور وہ آئے تو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان کے ساتھ رکوع کیا اور دو سجدے کئے پھر سلام پھیر دیا اور ان میں سے ہر ایک گروہ نے اپنا اپنا رکوع اور دو سجدے کئے،،

۹۰۱ — شرح

شرح : خوف کی نماز کا یہ طریقہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے" ابوداؤد نے اس نماز کے کئی طریقے ذکر کئے ہیں جو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم مختلف اوقات میں پڑھتے رہے،، امام احمد رضی اللہ عنہ نے کہا صلوٰۃِ خوف کی تمام حدیثیں صحیح ہیں اور خوف کی شدّت وضعف کے اعتبار سے خوف کی نماز مختلف اشکال میں پڑھی گئی ہے۔ ان میں سے جس کیفیت سے نماز پڑھیں درست ہے اور ہر طریقہ میں پڑھ لینا جائز ہے البتہ فقہ کے ائمہ نے اپنے اپنے نظریات میں افضل کو اختیار کیا ہے چنانچہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک افضل طریقہ یہ ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے، صلوٰۃِ خوف کو منسوخ کہنا صحیح نہیں کیونکہ صلوٰۃِ خوف کی آئت سات ہجری میں نازل ہُوئی اور غزوہ خندق جس میں آپ کی چار نمازیں قضاء ہُوئی تھیں وہ پانچ ہجری کا واقعہ ہے اور یہ کہنا کہ غزوۂ خندق میں آپ نے صلوٰۃِ خوف نہ پڑھی حتیٰ کہ آپ کی چار نمازیں قضاء ہوگئیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃِ خوف منسوخ ہے،، صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ مؤخر مقدم کا ناسخ نہیں ہوسکتا،، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی یہ نماز پڑھتے تھے حالانکہ نسخ کو وہ زیادہ جانتے تھے،، بظاہر آئت کریمہ سے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے استدلال کیا کہ قصر اور اتمام میں اختیار ہے۔ اگرچہ اتمام افضل ہے۔ کیونکہ نص قطعی سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ خوف کی حالت میں قصر مخصوص ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہے" اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذا دیں گے،، اور امن وامان کی حالت میں قصر ضروری نہیں کیونکہ مسلم میں یعلی بن اُمیّہ سے روائت ہے کہ میں نے سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" تمہیں گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر کر کے پڑھو اگر تمہیں اندیشہ ہو،، اب تو لوگ امن وامان میں ہیں لہٰذا اب قصر ضروری نہیں۔ عمر فاروق نے کہا میں نے بھی اس پر تعجب کیا تھا اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا" یہ اللہ تعالیٰ نے تم پر صدقہ کیا ہے یہ صدقہ قبول کرو،، اللہ تعالیٰ نے قصر کو قبول کے ساتھ معلّق کیا اور اس کا نام صدقہ رکھا اور جس پر صدقہ کیا جائے وہ صدقہ کو قبول کرنے میں مختار ہوتا ہے ضروری نہیں کہ وہ قبول ہی کرے لہٰذا قصر و اتمام میں اختیار ہے،، اس کا جواب یہ ہے کہ جو صدقہ تملیک کا محتمل نہ ہو وہ اسقاط محض ہوتا ہے اور نماز تملیک کا احتمال نہیں رکھتی لہٰذا اتمام صلوٰۃ ساقط ہے اور قصر ضروری ہے علاوہ ازیں یعلی بن اُمیّہ کی حدیث احناف کی دلیل ہے کیونکہ اس میں قبول کرنے کا حکم ہے اور امر وجوب کے لئے ہے،، شیخین نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روائت کی کہ نماز دو دو رکعتیں فرض ہُوئی سفر کی نماز ثابت رہی اور اقامت میں اس پر زیادہ کی گئی،، امام مسلم نے ابن عباس سے روائت کی کہ" اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کی زبان پر حضر میں چار رکعتیں، سفر میں دو رکعتیں اور خوف میں ایک رکعت (با جماعت) فرض کی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روائت کی اُنھوں نے کہا سفر کی نماز دو رکعتیں ہیں۔ چاشت، عید اور جمعہ کی نمازیں دو دو رکعتیں ہیں۔ یہ پُوری نمازیں ہیں ان میں قصر نہیں یہ تمہارے

۹۰۲ بَابُ صَلٰوۃِ الْخَوْفِ رِجَالًا وَّرُکْبَانًا رَاجِلٌ قَائِمٌ **حَدَّثَنَا** سَعِیْدُ بْنُ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدِ الْقُرَشِیُّ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ عَنْ مُوْسٰی بْنِ عُقْبَۃَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوًا مِّنْ قَوْلِ مُجَاھِدٍ اِذَا اخْتَلَطُوْا قِیَامًا وَزَادَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاِنْ کَانُوْا اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِکَ فَلْیُصَلُّوْا قِیَامًا وَّرُکْبَانًا

نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان شریف سے ثابت ہے ،،

یہ حدیث اور ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے مذکور حدیث امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل ہے اور جن روایات میں خوف کی نماز ایک رکعت پڑھنے کا ذکر آتا ہے۔ وہ احادیث امام کے ساتھ نماز پر محمول ہیں کہ صلوٰۃ خوف امام کے ساتھ ایک رکعت ہے جبکہ ایک رکعت نماز پڑھنے سے آپ نے منع فرمایا ہے اور جن احادیث میں یوں ذکر ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک گروہ کو دو دو رکعتیں پڑھائیں وہ اس وقت کی نماز پر محمول ہیں جبکہ ایک وقت میں دوبارہ فرض پڑھنے جائز تھے ،، اب یہ منسوخ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

باب — پیدل اور سوار ہوکر خوف کی نماز پڑھنا

رجال جمع راجل کی بمعنی قائم ہے ،،

ترجمہ : حضرت نافع نے ابن عمر سے مجاہد کے قول جیسی روائت کی کہ جب لڑائی

۹۰۲ — سخت ہوجائے تو کھڑے کھڑے نماز پڑھ لیں ،، اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اضافہ نقل کیا کہ اگر حال اس سے بھی سخت ہوجائے تو قدموں پہ کھڑے اور سوار ہوکر نماز پڑھ لیں ،،

شرح : یعنی جب دشمن سے صرف سامنا ہو اور ان کے حملہ کا شدید خطرہ نہ

۹۰۲ — ہو تو مجاہدین کھڑے ہوئے نماز پڑھ لیں اور اگر خطرہ اس سے زیادہ ہوجائے تو جانوروں پر سوار نماز پڑھ لیں قبلہ رُو ہوں یا نہ ہوں! یہ مجاہد کا قول ہے اُنھوں نے کسی سے اس کی روائت نہیں کی ،،

ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ صلوٰۃ خوف پیدل اور سوار ہوکر پڑھنا اس وقت ہے جبکہ خوف سخت تر ہوجائے اس کو صلوٰۃ مسابقت کہتے ہیں اس کے ابن عمر قائل ہیں اگر خوف اور زیادہ سخت ہوجائے تو پیدل اور سوار نماز پڑھیں قبلہ رُو ہوں یا نہ ،، یہ مجاہد کا قول ہے۔ ابن جریج نے مجاہد سے روائت کی اُنھوں نے کہا سخت قتال کے وقت سر کے اشارہ سے نماز پڑھ لینا کافی ہے یہ مجاہد کا مذہب ہے یہی ابن عمر کا مذہب ہے ،،

،، اور بخاری کا یہ کہنا کہ ابن عمر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ زیادہ ذکر کیا ہے اور

بَابُ یَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِی صَلٰوۃِ الْخَوْفِ

۹۰۳ حَدَّثَنَا حَیْوَۃُ بْنُ شُرَیْحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَیْدِیِّ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ
ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُتْبَۃَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَامَ النَّاسُ مَعَہٗ فَکَبَّرَ وَکَبَّرُوْا مَعَہٗ وَرَکَعَ
وَرَکَعَ نَاسٌ مِّنْهُمْ ثُمَّ سَجَدَ وَسَجَدُوْا مَعَہٗ ثُمَّ قَامَ لِلثَّانِیَۃِ فَقَامَ الَّذِیْنَ سَجَدُوْا وَحَرَسُوْا اِخْوَانَهُمْ وَاَتَتِ الطَّائِفَۃُ
الْاُخْرٰی فَرَکَعُوْا وَسَجَدُوْا مَعَہٗ وَالنَّاسُ کُلُّهُمْ فِی صَلٰوۃٍ وَّلٰکِنْ یَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا

وہ یہ کہ خوف جب اس سے زیادہ ہوجائے تو پیدل اور سوار نماز پڑھ لیں اس سے بخاری کا مقصد یہ ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے ابن عمر کی اپنی رائے نہیں۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے کہا اس مقام میں یہی تحقیق ہے!

باب —— صلوٰۃ خوف میں مجاہدین ایک دُوسرے کی حفاظت کریں!

۹۰۳ —— ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ لوگ کھڑے ہوئے آپ نے تکبیر تحریمہ کہی تو اُنھوں نے بھی آپ کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہی آپ نے رکوع کیا تو ان میں سے بعض لوگوں نے رکوع کیا (اور باقی کھڑے رہے) پھر آپ نے سجدہ کیا تو آپ کے ساتھ والے لوگوں نے بھی سجدہ کیا پھر آپ دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے تو وہ لوگ کھڑے رہے جنھوں نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا تھا اور اپنے بھائیوں کی نگہبانی کی،، اور دوسرا گروہ آیا اُنھوں نے آپ کے ساتھ رکوع وسجود کیا اور لوگ سب نماز ہی میں رہے لیکن وہ ایک دوسرے کی نگہبانی کرتے رہے!

۹۰۳ —— شرح : یعنی جن لوگوں نے پہلی رکعت میں آپ کے ساتھ رکوع وسجود نہ کیا تھا وہ آئے اور اُنھوں نے آپکے ساتھ رکوع وسجود کیا! یہ طریقہ اس وقت ہے جبکہ دشمن قبلہ کی طرف ہو،، تو لوگ دو ۲ صفیں بنالیں پہلی صف امام کے ساتھ رکوع وسجود کرے اور دوسری صف والے کھڑے حفاظت کرتے رہیں جب امام سجدہ کرکے دُوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو،، تو دوسری صف آگے آجائے اور پہلی صف پیچھے چلی جائے اور امام ان کے ساتھ رکوع وسجود کرے اور رکعت پُوری کرے اس صورت میں وہ سب نماز ہی میں رہتے ہیں،،

باب الصلوٰۃ عند

مُنَاهَضَۃِ الحُصُوْنِ وَلِقَاءِ العَدُوِّ وَقَالَ الاَوْزَاعِیُّ اِنْ کَانَ تَھَیَّأَ الفَتْحُ وَلَمْ یَقْدِرُوْا عَلَی الصَّلٰوۃِ صَلُّوْا اِیْمَاءً کُلُّ امْرِیٍٔ لِنَفْسِہٖ فَاِنْ لَمْ یَقْدِرُوْا عَلَی الاِیْمَاءِ اَخَّرُوا الصَّلٰوۃَ حَتّٰی یَنْکَشِفَ القِتَالُ اَوْ یَاْمَنُوْا فَیُصَلُّوْا رَکْعَتَیْنِ فَاِنْ لَمْ یَقْدِرُوْا صَلُّوْا رَکْعَۃً وَسَجْدَتَیْنِ فَاِنْ لَمْ یَقْدِرُوْا فَلَا یُجْزِئُھُمُ التَّکْبِیْرُ وَیُؤَخِّرُوْنَھَا حَتّٰی یَاْمَنُوْا وَبِہٖ قَالَ مَکْحُوْلٌ وَقَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ حَضَرْتُ مُنَاهَضَۃَ حِصْنِ تُسْتَرَ عِنْدَ اِضَاءَۃِ الفَجْرِ وَاشْتَدَّ اشْتِعَالُ القِتَالِ فَلَمْ یَقْدِرُوْا عَلَی الصَّلٰوۃِ فَلَمْ نُصَلِّ اِلَّا بَعْدَ ارْتِفَاعِ النَّھَارِ فَصَلَّیْنَاھَا وَنَحْنُ مَعَ اَبِیْ مُوْسٰی فَفُتِحَ لَنَا قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ وَمَا یَسُرُّنِیْ بِتِلْکَ الصَّلٰوۃِ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا۔

باب ــــ ”قلعوں پر چڑھائی اور دشمن سے ملاقات کے وقت نماز پڑھنا“

امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اگر فتح ہونے والی ہو اور مجاہدین نماز نہ پڑھ سکیں تو ہر ایک اپنی اپنی نماز اشارے سے پڑھ لے اور اگر اشارہ کی بھی قدرت نہ ہو تو نماز مؤخر کر دیں حتیٰ کہ لڑائی ختم ہو جائے یا امن و امان ہو جائے پھر وہ دو رکعتیں پڑھ لیں“

اور اگر دو رکعتیں نہ پڑھ سکیں تو ایک رکعت اور دو سجدے کر لیں اور اگر ایک رکعت بھی نہ پڑھ سکیں تو صرف تکبیر تحریمہ ان کے لئے کافی نہیں وہ نماز کو مؤخر کر دیں حتیٰ کہ امن و امان ہو جائے یہی مکحول کہتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں صبح کی روشنی میں تُستَر قلعہ پر چڑھائی کے وقت موجود تھا جبکہ لڑائی سخت بھڑک چکی تھی“ مجاہدین نماز پڑھنے پر قادر نہ ہوئے“ تو ہم نے (صبح کی نماز) سورج بلند ہونے کے بعد پڑھی“ ہم نے صبح کی نماز پڑھی جبکہ ہم ابو موسیٰ کے ساتھ تھے اور قلعہ فتح ہو چکا تھا انس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ نماز پڑھنے سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اس نماز کے عوض دُنیا اور اس کی متاع سے اتنی خوشی نہ ہوتی“

شرح : اگر یہ سوال ہو کہ ”فَاِنْ لَمْ یَقْدِرُوْا“ امن و امان یا فتح و نصرت پہ مرتب ہے تو اس صورت میں وہ نماز پر کیوں قادر نہیں“ اس کا جواب یہ ہے کہ مذکور اجمال کی تفصیل ہے یعنی وہ لوگ اشارہ سے دو رکعتیں پڑھیں اور اگر اس پر قادر نہ ہوں تو ایک رکعت اور دو سجدے اشارہ سے کر لیں اگر یہ بھی نہ کر سکیں تو تکبیر پر ہی اکتفاء نہ کریں“ تُستَر“ اہواز خورستان کے علاقہ میں ایک مشہور شہر ہے“ وہاں انس بن مالک کے بھائی براء بن مالک کی قبر ہے جوہری نے قلعہ کی تفسیر حصن سے کی ہے“ دراصل ان دونوں میں فرق معروف ہے۔ قلعہ حِصن سے بڑا ہوتا ہے وہ صاف زمین اور پہاڑوں پر بھی بنایا جاتا ہے“ اور حصن غالباً پہاڑوں پہ ہوتا ہے“

۹۰۴ حدثنا یحیی قال حدثنا وکیع عن علی بن المبارک عن یحیی بن ابی کثیر عن ابی سلمة عن جابر بن عبد اللہ قال جاء عمر یوم الخندق فجعل یسب کفار قریش ویقول یا رسول اللہ ما صلیت العصر حتی کادت الشمس ان تغیب فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا واللہ ما صلیتہا بعد قال فنزل الی بطحان فتوضأ وصلی العصر بعد ما غابت الشمس ثم صلی المغرب بعدہا باب صلوۃ الطالب والمطلوب راکبا وایماء وقال الولید ذکرت للاوزاعی صلوۃ شرحبیل بن السمط واصحابہ علی ظہر الدابۃ فقال کذلک الامر عندنا اذا تخوف الفوت واحتج الولید بقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظۃ

ابوعبداللہ مکحول دمشق کے رہنے والے ہیں شام کے بہت بڑے فقیہہ اور ثقہ تابعی ہیں وہ کابل میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۱۸ ہجری میں فوت ہوئے،، قولہ وبہ قال مکحول الخ یہ امام اوزاعی کے کلام کا تتمہ ہے یا امام بخاری کی تعلیق ہے،، واللہ تعالیٰ اعلم!

---

۹۰۴ ترجمہ : حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ عمر فاروق غزوۂ خندق کے دن آئے اور کفار قریش کو گالیاں دینا شروع کیں اور کہنے لگے یا رسول اللہ! میں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی حتی کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہوگیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے بھی اللہ کی قسم ابھی تک یہ نماز نہیں پڑھی جابر نے کہا آپ بطحان وادی میں اُترے اور وضوء کیا اور غروبِ شمس کے بعد عصر کی نماز پڑھی پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

۹۰۴ شرح : یعنی جو شخص اشارہ سے بھی نماز نہ پڑھ سکے وہ نماز کو وقت سے مؤخر کردے اور پھر قضاء کرے اور صرف تکبیر تحریمہ کہہ لینا کافی نہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خندق کے روز جنگ میں مشغول رہے اور آپ کی عصر کی نماز رہ گئی معلوم ہوا کہ صرف تحریمہ کافی نہیں نسائی کی روایت میں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں خندق کے دن قضاء ہوئیں جبکہ موطا میں صرف ظہر اور عصر کی نماز قضا ہونا مذکور ہے۔ امام ترمذی نے کہا کہ خندق کے دن چار نمازیں قضا ہوئیں حدیث ۵۷۴ کی تفہیم میں اس کی تفصیل مذکور ہے!

باب — طالب اور مطلوب کا سواری پر اشارہ سے نماز پڑھنا!

۹۰۵ باب حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَا لَمَّا رَجَعَ مِنَ الْاَحْزَابِ لَا يُصَلِّيَنَّ اَحَدٌ الْعَصْرَ اِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ فَاَدْرَكَ بَعْضَهُمُ الْعَصْرُ فِي الطَّرِيقِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نُصَلِّي حَتّٰى نَاْتِيَهَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ نُصَلِّي لَمْ يُرِدْ مِنَّا ذٰلِكَ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعَنِّفْ اَحَدًا مِنْهُمْ

ولید نے کہا میں نے امام اوزاعی سے شُرحُبیل بن سمط اور اس کے ساتھیوں کا سواری کی پُشت پہ نماز کا ذکر کیا تو اُنھوں نے کہا ہمارے نزدیک بھی اسی طرح ہے جبکہ نماز کے فوت ہونے کا ڈر ہو۔ ولید نے سیّد عالم نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس ارشاد سے استدلال کیا کہ کوئی شخص بنی قریظہ کے سوا عصر کی نماز نہ پڑھے!

شرح : دشمن کا تعاقب کرنے والا طالب اور جس کا تعاقب کیا جائے وہ مطلوب ہے،، مطلوب کا سواری پر اشارہ سے نماز پڑھنا جائز ہے جبکہ وہ شدید مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے اور دشمن کے ہاتھوں ہلاکت کا شدید خطرہ ہوتا ہے اور طالب کے لئے جائز نہیں کہ وہ سواری پہ اشارہ سے نماز پڑھے وہ بہرحال اُتر کر ہی نماز پڑھے گا! احناف کا مذہب یہی ہے،، امام اوزاعی کہتے ہیں کہ نماز کے قضاء ہونے کے ڈر سے طالب بھی سواری پر اشارہ سے نماز پڑھ سکتا ہے اُنھوں نے مذکورہ حدیث سے استدلال کیا۔ حدیث ۹۰۵ کی شرح میں اس کی تشریح مذکور ہے،،

باب

۹۰۵ — ترجمہ : ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیں فرمایا جبکہ آپ غزوۂ احزاب سے واپس آئے کہ کوئی شخص عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ میں،، بعض لوگوں کو عصر کی نماز نے راستہ میں پالیا تو بعض نے کہا ہم عصر کی نماز نہ پڑھیں گے حتیٰ کہ بنی قریظہ میں پہنچیں،، اور بعض صحابہ کرام نے کہا بلکہ ہم تو پڑھ لیتے ہیں۔ ہم سے یہ ارادہ نہیں کیا گیا، نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے کسی پر ملامت نہ فرمائی،،

۹۰۵ — شرح : عرب کے قبائل سے دس ہزار افراد جمع ہوئے اور اُنھوں نے تین لشکر بنالئے جن کا سربراہ ابوسفیان بن حرب تھا۔ ادھر بنی قریظہ نے معاہدہ توڑ دیا اور ابوسفیان کے ساتھ ہوکر مسلمانوں کے خلاف ہوگئے اور سب مل کر مدینہ منورہ پہ حملہ آور ہوئے سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ کے مطابق مدینہ منورہ کے باہر خندق کھدوائی،، جب کفار شکست کھاکر بھاگ گئے اور مسلمانوں نے ہتھیار اُتار دیئے تو جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ظہر کے وقت دربارِ رسالت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ ابھی تک فرشتوں نے ہتھیار نہیں اُتارے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ آپ بنی قریظہ پہ حملہ کریں جنھوں نے عہد شکنی کی ہے،،

آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بلال سے فرمایا کہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں پڑھیں،، پھر تین ہزار صحابہ کے ساتھ ان پر ۲۱۔ ذوالقعدہ بدھ کے روز حملہ کیا،،

بَابُ التَّكْبِيْرِ وَالْغَلَسِ بِالصُّبْحِ وَالصَّلٰوةِ عِنْدَ الْإِغَارَةِ وَالْحَرْبِ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ وَّثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الصُّبْحَ بِغَلَسٍ ثُمَّ رَكِبَ فَقَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ ۹۰۶

جب راستہ میں عصر کی نماز کا وقت ہو گیا تو صحابہ کرام میں اختلاف ہوا کہ نماز کہاں پڑھیں۔ بعض نے کہا ہم حسبِ ارشاد بنی قریظہ ہی میں عصر کی نماز پڑھیں گے اور بعض نے کہا کہ آپ کے ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ ہم بہت جلد بنو قریظہ پہنچیں اور یہ مقصد نہیں کہ ہم راستہ میں نماز ہی ترک کر دیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مجتہد تھے انھوں نے دو راہ اختیار کیے جو ایک دوسرے کے مخالف تھے مگر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر ملامت نہ فرمائی،، ۔معلوم ہوا کہ مجتہد اگرچہ خطاء کر جائے جب بھی اس کو ثواب ہوتا ہے اور اس پر مواخذہ نہیں ہوتا،،

ابن بطال رحمہ اللہ نے کہا سب علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مطلوب سواری پر نماز پڑھ سکتا ہے مگر طالب کا سواری پر نماز پڑھنے میں علماء کا اختلاف ہے امام شافعی اور احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما نے کہا کہ سواری پر نماز نہ پڑھے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا اگر نیچے اُترنے کی صورت میں دشمن کے نکل جانے کا خطرہ ہو تو سواری پر نماز پڑھ لے۔

ولید نے بنی قریظہ کے واقعہ سے استدلال کیا کہ طالب سواری پر اشارہ سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ اگر صحابہ کرام نے راستہ میں سواریوں پر اشارہ سے نماز پڑھی ہوتی تو ولید کا استدلال بالکل واضح تھا مگر کسی روائت سے یہ ثابت نہیں لہٰذا یوں ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں نے بنی قریظہ میں جا کر نماز پڑھی ان کے لئے وقت کا ترک کرنا جائز ہے حالانکہ یہ فرض ہے کہ نماز وقت میں پڑھیں اسی طرح طالب کے لئے جائز ہے کہ وقت میں سواری پر اشارہ سے نماز پڑھ لے۔ غائت مافی الباب یہ ہے کہ سواری پر رکوع و سجود کا ترک ہوگا جو نماز میں فرض ہیں تو سواری پر رکوع، سجود ترک کرنا ایسا ہے جیسے صحابہ کرام نے عصر کا وقت ترک کر دیا تھا،، لہٰذا ضرورت کے پیشِ نظر ترکِ فرض دونوں میں جہت جامعہ ہے نتیجتاً طالب سواری پر اشارہ سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — حملہ کرنے اور لڑائی شروع کرنے کے وقت جلدی کرنا اور صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھنا،،

ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھی پھر سوار ہوئے اور فرمایا " اللہ اکبر " خیبر خراب ہوا ہم کسی قوم کے میدان میں جب اُترتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں

—— ۹۰۶

إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ فَخَرَجُوا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ وَيَقُولُونَ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ قَالَ وَالْخَمِيسُ الْجَيْشُ فَظَهَرَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَتَلَ الْمُقَاتِلَةَ وَسَبَى الذَّرَارِيَّ فَصَارَتْ صَفِيَّةُ لِدِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ وَصَارَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا وَجَعَلَ صَدَاقَهَا عِتْقَهَا فَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ لِثَابِتٍ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ أَنْتَ سَأَلْتَ أَنَسًا مَا أَمْهَرَهَا قَالَ أَمْهَرَهَا نَفْسَهَا فَتَبَسَّمَ

کی صبح بری ہوتی ہے ،، یہودی (گھروں سے باہر) نکلے جبکہ وہ گلی کوچوں میں دوڑ رہے تھے ،، اور یہ کہہ رہے تھے محمد لشکر سمیت آگئے ہیں ،، انس نے کہا خمیس لشکر کو کہتے ہیں ،، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر غالب آئے اور تمام لڑنے والوں کو قتل کر دیا ان کی اولاد کو قید کر لیا۔ صفیہ دحیہ کلبی کو ملیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوگئیں۔ پھر آپ نے ان سے (آزاد کرنے کے بعد) نکاح کر لیا اور ان کی آزادی ان کا مہر مقرر کی گئی۔ عبدالعزیز نے ثابت سے کہا اے ابو محمد تم نے انس سے پوچھا تھا کہ آپ نے صفیہ کو کیا مہر دیا؟ انس نے کہا صفیہ کی ذات ان کو مہر میں دی پھر حضرت انس ہنس پڑے ،،

شرح : ذراری سے مراد وہ نفوس ہیں جنہوں نے خیبر میں لڑائی نہ کی تھی

۹۰۶ لہٰذا اس میں عورتیں اور بچے وغیرہ سب داخل ہیں اسی لئے کہا کہ

صفیہ دحیہ کو ملیں ،، لہٰذا یہ نہ کہا جائے کہ عورتیں ذراری کے لفظ میں داخل نہیں تو صفیہ دحیہ کو کیسے ملیں ،،

دوسری روایات سے واضح ہوتا ہے کہ صفیہ پہلے دحیہ کلبی کو دی گئیں پھر ان کو دحیہ سے واپس کر لیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہوگئیں لہٰذا یہ نہ کہا جائے کہ بظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صفیہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور دحیہ کلبی میں مشترک ہیں اس سے متعلق تفصیل حدیث ع۳۶۶ کی تفہیم میں مذکور ہے !

ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سفر کی حالت میں حضر کی طرح صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھنا مسنون ہے" اس مسئلہ کی پوری تفصیل حدیث ع۳۶۷ کی تفہیم میں مذکور ہے ،،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کِتَابُ العِیْدَیْنِ بَابُ مَاجَآءَ فِی العِیْدَیْنِ وَالتَّجَمُّلِ فِیْهِمَا حَدَّثَنَا اَبُو الیَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ ۹۰۷
عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ اَخَذَ عُمَرُ جُبَّةً مِّنْ اِسْتَبْرَقٍ تُبَاعُ فِی السُّوْقِ
فَاَخَذَهَا فَاَتٰی بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ابْتَعْ هٰذِهٖ تَجَمَّلْ بِهَا لِلْعِیْدِ وَالْوُفُوْدِ فَقَالَ لَهٗ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا هٰذِهٖ لِبَاسُ مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهٗ فَلَبِثَ عُمَرُ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ یَّلْبَثَ ثُمَّ اَرْسَلَ اِلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِجُبَّةِ دِیْبَاجٍ فَاَقْبَلَ بِهَا عُمَرُ فَاَتٰی بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّکَ قُلْتَ اِنَّمَا هٰذِهٖ
لِبَاسُ مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهٗ وَاَرْسَلْتَ اِلَیَّ بِهٰذِهِ الْجُبَّةِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَبِیْعُهَا وَتُصِیْبُ بِهَا حَاجَتَکَ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب العیدین

باب ——— دونوں عیدوں میں زیب وزینت کرنا

۹۰۷ ——— ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ عمر فاروق نے ایک ریشمی جبہ لیا جو بازار میں فروخت ہو رہا تھا اور اس کو لے کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کی یارسول اللہ! آپ یہ جبہ خرید لیں اس کو عید اور (باہر سے آنے والے) قاصدوں کی آمد کے وقت زیب تن فرمایا کریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق سے فرمایا یہ ان لوگوں کا لباس ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں عمر فاروق کچھ عرصہ ٹھہرے جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ ٹھہریں پھر ان کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشمی جبہ بھیجا وہ اس کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی یارسول اللہ! آپ نے فرمایا تھا کہ یہ لباس ان لوگوں کا ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور آپ نے یہ جبہ میرے پاس بھیجا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو بیچ دو یا اس کے ساتھ اپنی کوئی حاجت پوری کر لو"۔

۹۰۷ ——— شرح : عید کو عید اس لئے کہتے ہیں کہ ہر سال لوٹ آتی ہے"، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے زجر و تشدید کے لئے فرمایا کہ اس کو وہ پہنتا ہے جس کا آخرت

۹۰۸ بَابُ الْحِرَابِ وَالدَّرَقِ يَوْمَ الْعِيدِ **حَدَّثَنَا** أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَسَدِيَّ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِغِنَاءِ بُعَاثٍ فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْهَهُ وَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَانْتَهَرَنِي وَقَالَ مِزْمَارَةُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعْهُمَا فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا فَخَرَجَتَا وَكَانَ يَوْمَ عِيدٍ يَلْعَبُ السُّودَانُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ فَإِمَّا سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِمَّا قَالَ تَشْتَهِينَ تَنْظُرِينَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَأَقَامَنِي وَرَاءَهُ خَدِّي عَلَى خَدِّهِ وَهُوَ يَقُولُ دُونَكُمْ يَا بَنِي أَرْفِدَةَ حَتَّى إِذَا مَلِلْتُ قَالَ لِي حَسْبُكِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاذْهَبِي

میں نصیب جنت نہیں ورنہ گنہگار آخر کار جنت میں ضرور جائیں گے جمعہ اور عید میں اچھے کپڑے پہننے کا حکم وارد ہے حدیث ۸۴۸ کی تفہیم میں یہ مذکور ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ اور عید میں خوشنما کپڑے پہننا مستحب ہے،، اسی طرح خاص مواقع میں جبکہ لوگوں کا اجتماع ہو اچھے کپڑے پہننا مستحب ہے،، اسی لئے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم کے سوا دوسرے اچھے کپڑے پہننے سے انکار نہ فرمایا،، اور یہ بھی معلوم ہُوا کہ ریشم کی خرید و فروخت جائز ہے اسی طرح اس کا ہبہ کرنا بھی صحیح ہے۔

واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب ــــ عید کے دن برچھوں اور ڈھالوں سے مشق کرنا

۹۰۸ ــــ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے جبکہ میرے پاس دو لڑکیاں بعاث کی جنگ کے گانے گا رہی تھیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر لیٹ گئے اور چہرۂ انور (دُوسری طرف) پھیر لیا،، اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور مجھے زجر کی اور کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مزمار شیطان،، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہُوئے اور فرمایا ان کو چھوڑئیے وہ جب دوسری طرف متوجہ ہُوئے تو میں نے ان کو ہلکا سا اشارہ کیا وہ باہر چلی گئیں" عید کے دن حبشی نوجوان ڈھالوں اور برچھوں کے ساتھ جنگی مشقیں کر رہے تھے،، یا تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پُوچھا یا پھر آپ نے فرمایا کیا حبشی نوجوانوں کی جنگی مشق دیکھنا چاہتی ہو میں نے کہا جی ہاں! آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کیا جبکہ میرا رخسارہ آپ کے رخسارہ شریف سے مس کر رہا تھا اور آپ فرما رہے تھے اے بنی ارفدہ خوب مشق کرتے رہا کرو" حتی کہ جب میں تھک گئی تو فرمایا بس اتنا ہی کافی ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا بس جائیے!

۹۰۸ ــــ شرح : بُعاث ایک قلعہ ہے جہاں اوس و خزرج کے درمیان عظیم لڑائی ہوئی تھی۔ اس کے بعد ایک سو بیس برس تک وہ برسرپیکار رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے

ان کو نعمتِ اسلام سے مشرف فرمایا اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کی برکت سے ان میں تالیف فرمائی ،، "بنی ارفدہ" ان حبشیوں کا لقب ہے جو جنگی مظاہرہ کیا کرتے ہیں ،، (کرمانی)

بُعاث کی جنگ کے گانے انصار کی لڑائی اور ان کی بہادری کے گانے تھے جن سے کفار کے ساتھ جنگ کرنے میں جرأت بڑھتی تھی اور دینی امور میں معونت ظاہر ہوتی تھی ،، اسی لئے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رخصت دی" اور یہ ناممکن ہے کہ بارگاہِ رسالت میں فحش اور منکر غناء ہو ،،

عید میں ہتھیاروں کو لینا ان کی عادت کے مطابق تھا اس کا سنتِ عید میں کوئی دخل نہیں ،،

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ گانا مطلقاً حرام ہے اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کا مشہور مذہب بھی یہی ہے ،، ـــ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بخاری کی شرح میں کہا کہ اس حدیث سے متصوفہ نے غناء کی اباحت اور آلات وغیرہ کے ساتھ سماع پر استدلال کیا ہے لیکن یہ استدلال مکڑی کے جالے کی حیثیت نہیں رکھتا کیونکہ وہ بچیاں اوصافِ حرب و شجاعت کے گانے گاتی تھیں اور جو اشعار جنگ میں پڑھے جاتے ہیں وہ پڑھ رہی تھیں ،، اسی لئے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے رکھی تھی ،، اور وہ گانے جن میں خوبصورت لڑکوں، عورتوں اور اوصافِ خمور کے محاسن بیان کئے جاتے ہیں جن سے ساکن قلوب میں خراب حرکت پیدا ہوتی ہے اور نفسانی خواہشات میں اضافہ اور شہوات میں اشتعال ہوتا ہے ان کی حرمت میں کوئی شک و شبہ نہیں اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ،، اور جاہل صوفیوں کی بدعات کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ اس بارے میں جب ان جاہلوں کے اقوال و افعال کا مشاہدہ کریں تو ان سے آثارِ زندقہ ظاہر ہوتے دیکھیں گے۔ قرآن کریم میں ہے" وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ ،، اس کی تفسیر میں یہ مذکور ہے کہ اس سے مراد غناء ہے ،، عینی

فردوس الاخبار میں حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا گانے سے بچو یہ شیطان کی ایجاد ہے اور اللہ کے نزدیک شرک ہے رگانا بجانا شیطان کا کام ہے ،، شادی وغیرہ میں دف وغیرہ بجانے سے مزامیر وغیرہ کی اباحت پر استدلال نہیں کر سکتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں اجنبی مردوں کے افعال دیکھ سکتی ہیں مگر ان کے ابدان پر نگاہ نہیں کر سکتی ہیں۔ اگر وہ بیگانے مردوں کے چہرے بنظرِ شہوت دیکھیں تو یہ بالاتفاق حرام ہے اور صحیح تر یہی ہے کہ بدونِ شہوت بھی عورتوں کا دوسرے مردوں کو دیکھنا حرام ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ازواج مطہرات سے فرمایا جبکہ عبداللہ بن ام مکتوم نابینا آپ کے پاس آئے کہ تم تو اس کو دیکھتی ہو اگر وہ نابینا ہے تم تو نابینا نہیں ہو، جبکہ انھوں نے کہا تھا وہ نابینا ہے ہم کو دیکھتا نہیں ہے ،،

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا ان کو دیکھنا اس آیت کریمہ " وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ ،، کے نزول سے پہلے تھا ،، اور یہ کہنا کہ ام المؤمنین اس وقت بالغہ نہیں تھیں۔ صحیح نہیں کیونکہ ابن حبان نے کہا یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ حبشیوں کا وفد مدینہ منورہ آیا تھا اور وہ سات ہجری میں آئے تھے اس وقت ام المؤمنین کی عمر پندرہ برس تھی ،، نیز یہ امر مسلم الثبوت ہے کہ ام المؤمنین کا نکاح آپ کے ساتھ ہوا جبکہ وہ چھ برس کی تھیں ،، اور نو برس کی عمر میں آپ کی رخصتی ہوئی تھی اس وقت آپ بالغہ تھیں ،،

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کے ایام میں اہل و اولاد اور بچوں وغیرہ کو فرح و سرور کے امور مہیا کرنا

باب سُنَّةِ الْعِیْدَیْنِ

۹۰۹ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ اَخْبَرَنِیْ زُبَیْدٌ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِیَّ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ فَقَالَ اِنَّ اَوَّلَ مَا نَبْدَاُ مِنْ یَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نُّصَلِّیَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا ۹۱۰ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ اَبُوْ بَکْرٍ وَّعِنْدِیْ جَارِیَتَانِ مِنْ جَوَارِی الْاَنْصَارِ تُغَنِّیَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْاَنْصَارُ یَوْمَ بُعَاثَ

جائز ہے۔ بعض علماء نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ عید کے دِنوں میں غناء، لعب اور فنی مظاہرے مسجد میں جائز ہیں مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ جنگی تعلیم کے لئے شروع اسلام میں یہ جائز تھے، پھر اس آیت کریمہ " اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ " اور اس حدیث شریف " جَنِّبُوْا مَسَاجِدَکُمْ مَجَانِیْنَکُمْ وَصِبْیَانَکُمْ " سے یہ منسوخ ہوگیا۔ (مختصر از عینی)

باب — مسلمانوں کے لئے عیدوں میں طریق کار

۹۰۹ — ترجمہ: براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ دیتے ہوئے سُنا کہ آپ فرما رہے تھے اس دن میں سب سے پہلے ہم نماز پڑھیں گے پھر واپس آکر نحر کریں گے جس نے ایسا کیا اُس نے ہماری سُنّت کو پا لیا۔

۹۰۹ — شرح: امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک عید کی نماز واجب ہے۔ صاحب ہدایہ نے کہا جس پر جمعہ واجب ہے اس پر عید کی نماز بھی واجب ہے، امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا عید کی نماز سنّتِ مؤکدہ ہے۔ امام مالک اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما بھی یہی کہتے ہیں دیہات میں جمعہ اور عید واجب نہیں۔ حدیث ع ۸۶۲ کی تفہیم میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔ عید کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَا هَدٰکُمْ "، اس سے مراد عید کی نماز ہے اور امر وجوب کے لئے ہے " اسی طرح " فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ "، میں مراد عید کی نماز ہے اور امر وجوب کے لئے ہے، لہٰذا عید کی نماز واجب ہے "۔
صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما خطبے سے پہلے عید کی نماز پڑھتے تھے۔
ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ عید کی نماز سنّت ہے اور قربانی عید کے بعد ہے اسی طرح خطبہ بھی نماز کے بعد ہے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عید کے دن ہمارے عمل کی ابتداء عید کی نماز سے ہے پھر ہم نے قربانی کرنا ہے "۔

۹۱۰ — ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے جبکہ میرے پاس چھوٹی چھوٹی انصار کی لڑکیوں سے دو لڑکیاں گا رہی تھیں جو انصار نے بعاث کی جنگ میں شعر کہے تھے۔

قَالَتْ وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ أَمَزَامِيْرُ الشَّيْطَانِ فِي بَيْتِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذٰلِكَ فِيْ يَوْمِ عِيْدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَابَكْرٍ إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَهٰذَا عِيْدُنَا بَابُ الْأَكْلِ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ الْخُرُوْجِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ أَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا **٩١١** عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْدُوْ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَأْكُلَ تَمَرَاتٍ وَقَالَ مُرَجَّى بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِيْ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَأْكُلُهُنَّ وِتْرًا

ام المؤمنین نے کہا وہ بچیاں مغنیہ نہ تھیں - ابو بکر صدیق نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں شیطانی سرنگیاں ؟ یہ عید کے دن واقعہ ہے ،، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو بکر ہر قوم کی عید ہوتی ہے یہ ہماری عید کا دن ہے !

٩١٠ —— شرح : یعنی ان دونوں لڑکیوں کی عادت غناء نہ تھی اور نہ ہی وہ اس میں معروف و مشہور تھیں - قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا وہ دونوں لڑکیاں گانے بجانے والی عورتوں جیسی نہ تھیں جو لوگوں کے سامنے فحش گانے گاتی ہیں ان کے جذبات بھڑکاتی ہیں اپنے حسن و جمال اور لچک دار حرکات سے ان کے دلوں میں حرکات پیدا کرتی ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے - غناء زنا کا دم ہے اور نہ ہی ان بچیوں نے گانے بجانے کو اپنا معمول اور کسب بنا رکھا تھا - سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ایسے گانے کا وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا بعض جہلاء کا اس سے عورتوں کے گانے کے سماع پر استدلال کرنا انسانیت سوز استدلال ہے اور شریعت مطہرہ کے مقدس رفیع قصر کے ارکان کو منہدم کرنا ہے ،، ھٰذا عیدنا ، سے مراد یہ ہے کہ عیدوں میں خوشی اور فرح و سرور کا اظہار شعائر دین سے ہے - علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ عید کی وضع میں نفوس کی راحت اور اکل و شرب وغیرہ میں وسعت و فراخی ہے اسی لئے عید کے دن بعض غناء کو مباح کہا گیا ہے - واللہ تعالیٰ اعلم !

باب —— عیدگاہ جانے سے پہلے عید الفطر میں کچھ کھا لینا

٩١١ —— ترجمہ : انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن عیدگاہ میں تشریف نہ لے جاتے حتی کہ کچھ کھجوریں تناول فرماتے مُرجّا بن رجاء نے کہا مجھے عبید اللہ نے خبر دی اُنھوں نے کہا مجھے انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر دی کہ آپ (عید کے دن) طاق کھجوریں کھایا کرتے تھے -

۹۱۲ بَابُ الْاَكْلِ يَوْمَ النَّحْرِ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَلْيُعِدْ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ هٰذَا يَوْمٌ يُشْتَهٰى فِيْهِ اللَّحْمُ وَذَكَرَ مِنْ جِيْرَانِهٖ فَكَاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَّقَهٗ قَالَ وَعِنْدِيْ جَذَعَةٌ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ فَرَخَّصَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا اَدْرِيْ اَبَلَغَتِ الرُّخْصَةُ مَنْ سِوَاهُ اَمْ لَا

۹۱۱ — شرح : ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ عید الفطر کے روز صبح عیدگاہ جانے سے پہلے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرتے ہوئے کچھ کھا لینا مستحب ہے تاکہ یہ گمان نہ کیا جائے کہ عید کی نماز پڑھنے تک روزہ رکھنا لازم ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ جانے سے پہلے طاق کھجوریں کھایا کرتے تھے اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اشعار ہے "

کھجوریں کھانے میں حکمت یہ ہے کہ روزہ رکھنے سے جو ضعف بصر ہو جاتا ہے۔ میٹھی شئ کھانے سے یہ ضعف جاتا رہتا ہے اسی لئے میٹھی شئ سے افطار کیا جاتا ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میٹھی شئ اور شہد کو بڑا پسند فرماتے تھے "، ابن ابی شیبہ نے روایت کی بعض تابعین کا کہنا ہے کہ میٹھی شئ شہد وغیرہ کے ساتھ افطار کرنا مستحب ہے "، اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس سے پیشاب کم آتا ہے "

باب — نحر کے دن کھانا

۹۱۲ — ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کیا وہ دوبارہ قربانی دے "

ایک شخص اٹھا اور عرض کیا اس دن میں گوشت کی خواہش ہوتی ہے اور اس نے اپنے ہمسایہ کی احتیاجی ذکر کی "، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی "، اس شخص نے کہا میرے پاس چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے جو گوشت کی دو بکریوں سے مجھے زیادہ پسند ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رخصت دے دی نامعلوم یہ رخصت اس کے سوا کسی اور کے لئے بھی ہے یا نہیں۔

۹۱۲ — شرح : علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے کہا جذعہ سے مراد بکری کا بچہ ہے جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔ "عناقا جذعۃ"، بکری کا بچہ پورے سال کا ہونا ضروری ہے جو دوسرے سال میں قدم رکھتا ہو "، علامہ کرمانی نے کہا بھیڑ کا بچہ چھ ماہ کا قربانی میں جائز ہے۔ احناف نے کہا بشرطیکہ وہ اتنا ضخیم ہو کہ دیکھنے میں سال کا معلوم ہو "، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کی نماز سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں۔ عید کے روز فجر طلوع ہونے سے قربانی کا وقت شروع ہو جاتا ہے اسی لئے دیہات میں طلوع فجر کے بعد عید کی نماز سے پہلے قربانی جائز ہے اور امام کا عید کی نماز پڑھ لینا شرط نہیں ہے "

اس حدیث میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے لئے اس بات پر واضح دلیل ہے "، کہ قربانی واجب ہے کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے پہلے قربانی کرنے والوں کو اعادہ کا حکم دیا اگر قربانی واجب نہ ہوتی تو اعادہ کا حکم نہ فرماتے "

حدثنا

۹۱۳

عثمان قال حدثنا جرير عن منصور عن الشعبي عن البراء بن عازب قال خطبنا النبي صلى الله عليه وسلم يوم الاضحى بعد الصلوة فقال من صلى صلاتنا ونسك نسكنا فقد اصاب النسك ومن نسك قبل الصلوة فانه قبل الصلاة ولا نسك له فقال ابو بردة بن نيار خال البراء يا رسول الله فاني نسكت شاتي قبل الصلوة وعرفت ان اليوم يوم اكل وشرب واحببت ان يكون شاتي اول شاة تذبح في بيتي فذبحت شاتي وتغديت قبل ان اتي الصلاة قال شاتك شاة لحم فقال يا رسول الله فان عندنا عناقا لنا جذعة احب الي من شاتين افتجزي عني قال نعم ولن تجزي عن احد بعدك

---

۹۱۳ —— ترجمہ : حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اضحیٰ کے دن نماز کے بعد ہم کو خطبہ دیا اور فرمایا جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہماری طرح قربانی کی اس نے قربانی صحیح کی اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی وہ نماز سے پہلے ہے اس کی قربانی نہ ہوئی ،، ابو بردہ بن نیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت براء بن عازب کے ماموں ہیں نے کہا یا رسول اللہ! میں نے اپنی بکری عید کی نماز سے پہلے ذبح کر دی ہے۔ میں نے یہ خیال کیا کہ آج کا دن کھانے پینے کا دن ہے اور مجھے محبوب تھا کہ میری بکری میرے گھر میں سب سے پہلے ذبح ہو تو میں نے اسے ذبح کر دیا اور نماز میں آنے سے پہلے میں نے ناشتہ کر لیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری بکری گوشت کی بکری ہے اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے پاس بکری کا چھ ماہ کا بچہ ہے جو مجھے دو بکریوں سے زیادہ پسند ہے کیا وہ میری طرف سے (قربانی میں) کافی ہو جائے گا آپ نے فرمایا ہاں! تمہارے بعد کسی اور کے لئے کافی نہ ہو گا!

۹۱۳ —— شرح : یعنی جو شخص شہر میں عید کی نماز سے پہلے قربانی کر دے اس کی قربانی جائز نہیں ،، اور وہ محض گوشت ہے جو عموماً کھایا جاتا ہے اس میں کوئی ثواب نہیں اور نہ ہی وہ قربانی شمار ہوتی ہے ،، ابو بردہ نے کہا کہ میرے پاس چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے جو عمدہ گوشت اور موٹا تازہ ہونے کے ساتھ ساتھ بہت قیمتی ہے اور دو بکریوں کی نسبت گوشت اور قیمت میں زیادہ ہے ،، آپ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ گو وہ وزنی قیمتی اور عمدہ ہے مگر بکری کا ایک سال کا ہونا ضروری ہے لیکن اس حکم میں ہم تجھے خاص کرتے ہیں کسی اور کے لئے ایسا کرنا جائز نہ ہو گا ،، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بعض صحابہ کو بعض احکام میں مخصوص فرما لیا کرتے تھے جیسے خزیمہ کی شہادت دو شہادتوں کے برابر کرنا اس طرح کی مثالیں صحابہ کرام میں بہت ہیں ،، ابن بطال رحمہ اللہ نے کہا عید الضحیٰ کی نماز سے پہلے کھانا مستحب نہیں اور نہ ہی اس سے منع کیا جائے جیسے ابن نیار کو آپ نے عید سے پہلے کھانے پر زجر نہ کی ،،

---

٩١٤ بَابُ الخُرُوجِ اِلَی المُصَلّٰی بِغَیرِ مِنبَرٍ حَدَّثَنِی سَعِیدُ بنُ اَبِی مَریَمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ جَعفَرٍ قَالَ اَخبَرَنِی زَیدُ بنُ اَسلَمَ عَن عِیَاضِ بنِ عَبدِ اللّٰہِ بنِ اَبِی سَرحٍ عَن اَبِی سَعِیدٍ الخُدرِیِّ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ یَخرُجُ یَومَ الفِطرِ وَالاَضحٰی اِلَی المُصَلّٰی فَاَوَّلُ شَیءٍ یَبدَءُ بِہِ الصَّلٰوۃُ ثُمَّ یَنصَرِفُ فَیَقُومُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوسٌ عَلٰی صُفُوفِھِم فَیَعِظُھُم وَیُوصِیھِم وَیَامُرُھُم فَاِن کَانَ یُرِیدُ اَن یَقطَعَ بَعثًا قَطَعَہٗ اَو یَامُرُ بِشَیءٍ اَمَرَ بِہٖ ثُمَّ یَنصَرِفُ فَقَالَ اَبُو سَعِیدٍ فَلَم یَزَلِ النَّاسُ عَلٰی ذٰلِکَ حَتّٰی خَرَجتُ مَعَ مَروَانَ وَھُوَ اَمِیرُ المَدِینَۃِ فِی اَضحٰی اَو فِطرٍ فَلَمَّا اَتَینَا المُصَلّٰی اِذَا مِنبَرٌ بَنَاہُ کَثِیرُ بنُ الصَّلتِ فَاِذَا مَروَانُ یُرِیدُ اَن یَرتَقِیَہٗ قَبلَ اَن یُّصَلِّیَ فَجَبَذتُ بِثَوبِہٖ فَجَبَذَنِی فَارتَفَعَ فَخَطَبَ قَبلَ الصَّلٰوۃِ فَقُلتُ لَہٗ غَیَّرتُم وَاللّٰہِ فَقَالَ یَا اَبَا سَعِیدٍ قَد ذَھَبَ مَا تَعلَمُ فَقُلتُ مَا اَعلَمُ وَاللّٰہِ خَیرٌ مِّمَّا لَا اَعلَمُ فَقَالَ اِنَّ النَّاسَ لَم یَکُونُوا یَجلِسُونَ لَنَا بَعدَ الصَّلٰوۃِ فَجَعَلتُھَا قَبلَ الصَّلٰوۃِ

باب — منبر کے بغیر عیدگاہ کو جانا

۹۱۴ — ترجمہ : ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فطر اور اضحیٰ کی عیدوں کے روز عیدگاہ تشریف لے جاتے سب سے پہلے جو کرتے وہ نماز تھی پھر اس سے فارغ ہو کر لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے جبکہ وہ اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے تھے آپ ان کو وعظ و نصیحت فرماتے وصیت کرتے اور ان کو حکم فرماتے اگر کسی طرف لشکر بھیجنے کا ارادہ ہوتا تو لشکر بھیجتے یا جس کسی شئی کا حکم کرنا ہوتا وہ حکم فرماتے پھر واپس تشریف لے آتے ،، ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا لوگ ہمیشہ اسی طرح کرتے رہے حتیٰ کہ میں مروان بن حکم کے ساتھ عید الضحیٰ یا فطر میں نکلا جبکہ وہ مدینہ منورہ کا حاکم تھا جب ہم عیدگاہ پہنچے اچانک دیکھتے ہیں کہ منبر پڑا ہے جس کو کثیر بن صلت نے بنایا تھا ۔ مروان یہ ارادہ کر رہا تھا کہ نماز پڑھنے سے پہلے منبر پر چڑھے میں نے اس کا کپڑا کھینچا اور اُس نے مجھے کھینچا (اس کھینچاتنی میں) وہ منبر پر چڑھ گیا اور نماز سے پہلے خطبہ دیا ، میں نے اس سے کہا اللہ کی قسم ! تم نے طریقہ بدل دیا ہے مروان نے کہا اے ابا سعید ! جو تو جانتا ہے وہ گزر گیا ہے میں نے کہا اللہ کی قسم جو کچھ میں جانتا ہوں وہ اس سے بہتر ہے جو میں نہیں جانتا ہوں ،، پھر مروان نے کہا نماز کے بعد لوگ ہمارا خطبہ سننے نہیں بیٹھتے ۔ اس لئے میں نے یہ نماز سے پہلے کیا ہے !

۹۱۴ — شرح : ابوسعید خدری نے کہا جو میں جانتا ہوں وہ بہتر ہے کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے کسی دوسرے کا طریقہ اس سے اچھا ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حتی الوسع انسان کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنی چاہیئے ،، خطبہ اگرچہ نماز کے بعد مسنون ہے مگر خطبہ کے بعد بھی نماز صحیح ہے لیکن یہ خلافِ سنت ہے اور جمعہ کا خطبہ بہرحال نماز سے پہلے ہے ورنہ جمعہ صحیح نہ ہوگا ،،

بَابُ الْمَشْيِ وَالرُّكُوبِ إِلَى الْعِيدِ بِغَيْرِ أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ

٩١٥ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ ثُمَّ يَخْطُبُ بَعْدَ الصَّلَاةِ

صحیح یہی ہے کہ عید کی نماز سے پہلے خطبہ مروان نے امیر معاویہ کے عہد میں شروع کیا تھا۔ جس روایت میں یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے شروع کیا تھا۔ علامہ عینی نے کہا اس روایت کا کوئی اصل نہیں۔ اور جس روایت میں عمر فاروق کی طرف نسبت ہے کہ انھوں نے خطبہ پہلے شروع کیا تھا وہ روایت شاذ ہے۔ قاضی عیاض نے ذکر کیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نمازِ عید سے پہلے خطبہ پڑھا۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم خطبہ سے پہلے عید کی نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ امیرِ معاویہ نے خطبہ کو نماز سے پہلے کر دیا،، اس روایت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے عہد میں خطبہ عید کی نماز کے بعد تھا،، اور امیرِ معاویہ کے حکم سے ہی مروان نے مدینہ منورہ میں خطبہ پہلے دیا تھا اور ابو سعید خدری نے تقدیمِ خطبہ کی نسبت مروان کی طرف اس لئے کی کہ اسی نے مدینہ منورہ میں سب سے پہلے ایسا کیا تھا،، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مروان کے زمانہ میں تبدیل و تغیر ہوئی تھی،، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عید کی نماز وسیع میدان میں پڑھنا مسنون ہے،، مگر مکہ والوں کے لئے مسجدِ حرام میں پڑھنا افضل ہے،، واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — عید کی نماز کے لئے پیدل اور سوار ہو کر جانا اور عید کی نماز اذان اور اقامت کے بغیر،،

٩١٥ — ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَضحیٰ اور فِطر کی نماز پڑھتے پھر نماز کے بعد خطبہ دیتے تھے!

٩١٥ — شرح : اس حدیث میں صراحت ہے کہ نماز خطبہ سے پہلے ہے مگر عید کے لئے پیدل چلنا یا سوار ہونا اور نمازِ عید اذان و اقامت کے بغیر پڑھنے پر حدیث کی دلالت نہیں ہے،، شائد امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد والی حدیث پہ اکتفاد کی ہو۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

---

۹۱۶ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ اَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَبَدَأَ بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ قَالَ وَاَخْبَرَنِي عَطَاءٌ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اَرْسَلَ اِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ فِي اَوَّلِ مَا بُويِعَ لَهُ اِنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ بِالصَّلَاةِ يَوْمَ الْفِطْرِ وَاِنَّمَا الْخُطْبَةُ بَعْدَ الصَّلٰوةِ وَاَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا يَوْمَ الْاَضْحٰى وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فَبَدَأَ بِالصَّلٰوةِ ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ بَعْدُ فَلَمَّا فَرَغَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فَاَتَى النِّسَاءَ فَذَكَّرَهُنَّ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلٰى يَدِ بِلَالٍ وَبِلَالٌ بَاسِطٌ ثَوْبَهُ تُلْقِي فِيهِ النِّسَاءُ صَدَقَةً قُلْتُ لِعَطَاءٍ اَتَرٰى حَقًّا عَلَى الْاِمَامِ الْاٰنَ اَنْ يَاْتِيَ النِّسَاءَ فَيُذَكِّرَهُنَّ حِينَ يَفْرُغُ قَالَ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ لَا يَفْعَلُوا بَابُ الْخُطْبَةِ بَعْدَ الْعِيدِ

۹۱۶ — ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے روز باہر تشریف لائے اور خطبہ سے پہلے نماز پڑھنا شروع کی ابن جُریج نے کہا مجھے عطاء نے خبر دی کہ ابن عباس نے عبداللہ بن زبیر کو ان کے ابتدائِ عہدِ خلافت میں پیغام بھیجا کہ عید الفطر کے روز نماز کے لئے اذان نہیں کہی جاتی تھی،، اور عید کا خطبہ نماز کے بعد ہے،، ابن جُریج نے کہا مجھے عطاء نے ابن عباس اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے خبر دی کہ ان دونوں نے کہا عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں اذان نہیں کہی جاتی تھی۔ عطاء نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی کہ میں نے جابر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور نماز پڑھنا شروع کی پھر اس کے بعد لوگوں کو خطبہ دیا اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو منبر شریف سے اُترے اور عورتوں کے پاس تشریف لے گئے ان کو نصیحت کی جبکہ آپ بلال کے ہاتھ پر تکیہ لگائے ہوئے تھے اور حضرت بلال نے اپنے کپڑے کو کھولا ہوا تھا عورتیں اس میں صدقات ڈال رہی تھیں،، ابن جُریج نے کہا میں نے عطاء سے کہا کیا آپ اب یہ امام پر ضروری سمجھتے ہیں کہ امام فارغ ہو کر عورتوں کے پاس جائے اور ان کو وعظ و نصیحت کرے؟ عطاء نے کہا یہ ائمہ پر ضروری ہے ان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ یہ نہ کریں،،

۹۱۶ — شرح: ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا عید گاہ جانے کا طریقہ یہ ہے کہ لوگ پیدل چلیں کیونکہ اس میں تواضع اور انکساری ہے سواری ہونا بھی مباح ہے۔ باب کی احادیث رکوب پر دلالت نہیں کرتیں اور خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے تھے۔ سب علماء کا اتفاق ہے البتہ بنو اُمیہ ایسا نہ کرتے تھے،، دونوں عیدوں میں مسنون یہ ہے کہ ان کے لئے اذان نہ دی جائے اور نہ ہی اقامت کہی جائے۔ ابن مسیب نے کہا سب سے پہلے عید کی نماز کے لئے اذان امیر معاویہ نے جاری کی!

باب — عید کی نماز کے بعد خطبہ،،

۹۱۷ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَكُلُّهُمْ كَانُوا يُصَلُّونَ قَبْلَ الْخُطْبَةِ

۹۱۸ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ يُصَلُّونَ الْعِيدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ

۹۱۹ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى يَوْمَ الْفِطْرِ رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلْنَ يُلْقِينَ تُلْقِي الْمَرْأَةُ خُرْصَهَا وَسِخَابَهَا

۹۲۰ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا زُبَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ فِي يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ أَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ

---

۹۱۷ — **ترجمہ** : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی معیت میں عید کی نماز میں حاضر ہوا وہ سب خطبہ سے پہلے عید کی نماز پڑھتے تھے! (حدیث ۹۱۴ کی تفہیم میں اس کا ذکر ہو چکا ہے)

۹۱۸ — **ترجمہ** : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما دونوں عیدین خطبہ سے پہلے پڑھتے تھے،، (حدیث ۹۱۴ کی تفہیم میں تفصیل دیکھیں)

۹۱۹ — **ترجمہ** : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کے دن عید کی نماز دو رکعتیں پڑھیں اور اس سے پہلے اور اس کے بعد کوئی نماز نہ پڑھی پھر آپ عورتوں کے پاس تشریف لے گئے جبکہ آپ کے ساتھ حضرت بلال تھے آپ نے عورتوں کو صدقہ دینے کا حکم فرمایا۔ انھوں نے (زیورات دینے شروع کئے) عورتیں اپنی بالیاں اور ہار (بلال کی جھولی میں) ڈال رہی تھیں۔

۹۱۹ — **شرح** : قوله تلقى المرأة الخ یہ اجمال کے بعد تفصیل ہے،، عورتوں کا صدقہ دینا اتمام خطبہ کے بعد تھا اس اعتبار سے حدیث عنوان کے مطابق ہے،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کی نماز دو رکعتیں ہیں ساری امت کا اس پر اتفاق ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک عید کی نماز کے بعد نوافل جائز ہیں اور اس سے پہلے جائز نہیں،، امام شافعی کے نزدیک مطلقاً جائز ہیں۔ امام مالک کے نزدیک نماز عید کے بعد مباح ہیں،، ابن ماجہ نے ابو سعید خدری سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز سے پہلے کوئی نماز نہ پڑھتے تھے اور عید کے بعد گھر میں دو رکعتیں نفل پڑھتے تھے۔ الحاصل عید سے پہلے گھر اور مسجد میں نوافل مکروہ ہیں اور عید کی نماز کے بعد گھر میں جائز ہیں مسجد میں مکروہ ہیں

نحر قبل الصلاۃ فانما ھو لحم قدمہ لاھلہ لیس من النسک فی شیء فقال رجل من الانصار یقال لہ ابو بردۃ ابن نیار یا رسول اللہ ذبحت وعندی جذعۃ خیر من مسنۃ قال اجعلہ مکانہ ولن توفی او تجزی عن احد بعدک

۹۲۱ باب ما یکرہ من حمل السلاح فی العید والحرم وقال الحسن نھوا ان یحملوا السلاح یوم العید الا ان یخافوا عدوا حدثنا زکریا بن یحیی ابو السکین قال حدثنا المحاربی قال حدثنا محمد بن سوقۃ عن سعید بن جبیر قال کنت مع ابن عمر

ترجمہ ۹۲۰ : حضرت براد بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہم اس دن میں سب سے پہلے نماز پڑھیں گے پھر واپس جا کر نحر کریں گے جس نے یہ کیا اس نے ہماری سنت کو پورا کیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی دی وہ صرف گوشت ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا یہ قربانی نہیں انصار سے ایک شخص نے کہا جس کو ابو بردہ بن نیار کہا جاتا ہے یا رسول اللہ میں نے (پہلے) ذبح کر دیا اور (اب) میرے پاس چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے جو ایک سال کے بکری سے اچھا ہے آپ نے فرمایا وہی اس کی جگہ قربانی کر دو اور تمہارے بعد کسی کے لئے اس طرح کرنا جائز نہ ہوگا!

شرح ۹۲۰ : اس حدیث کی تفصیل حدیث ع ۹۱۲ کی تفہیم میں مذکور ہے" ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا عید کی نماز خطبہ سے پہلے ہے۔ امام نسائی نے ایک باب کا ترجمہ یہ ذکر کیا ہے " باب الخطبۃ قبل الصلوۃ "، یعنی عید کا خطبہ نماز سے پہلے ہے اور " اول ما نبدء بہ ان نصلی "، سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ یہ نماز سے پہلے ہے کیونکہ اگر آپ نے نماز پڑھلی ہوتی تو " اول ما نبدئ بہ ان نصلی "، کیسے فرماتے کیونکہ نبدء فعل مستقبل ہے "، مگر یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ عرب ماضی کی جگہ فعل مستقبل ذکر کر دیا کرتے ہیں "، تو ارشاد نبوی کا معنیٰ یہ ہے کہ اس دن میں ہر عمل کی ابتداء عید کی نماز سے ہے جو ہم پڑھ چکے ہیں جیسے قرآن کریم میں ہے " وما نقموا منھم الا ان یومنوا باللہ " اس کا معنیٰ یہ ہے کہ کفار نے مومنوں کے ایمان کا انکار کیا اور نقم سے ایمان مقدم ہے "، ورنہ ان کے انکار کا کوئی محل نہ ہوگا "،

باب ـــــ عید اور حرم میں ہتھیار اٹھا کر چلنا مکروہ ہے "،

حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا عید کے دن لوگوں کو ہتھیار اٹھا کر چلنے سے منع کیا گیا مگر یہ کہ دشمن کا خطرہ ہو۔

ترجمہ ۹۲۱ : سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا میں ابن عمر کے ساتھ تھا جبکہ ان کے پاؤں کے تلوے میں نیزہ کی نوک لگی اور ان کا قدم رکاب میں اٹک گیا"

حِيْنَ اَصَابَهٗ سِنَانُ الرُّمْحِ فِي اَخْمَصِ قَدَمِهٖ فَلَزِقَتْ قَدَمُهٗ بِالرِّكَابِ فَنَزَلْتُ فَنَزَعْتُهَا وَذٰلِكَ بِمِنًى فَبَلَغَ الْحَجَّاجَ فَجَاءَ يَعُوْدُهٗ فَقَالَ الْحَجَّاجُ لَوْ نَعْلَمُ مَنْ اَصَابَكَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اَنْتَ اَصَبْتَنِيْ قَالَ وَكَيْفَ قَالَ حَمَلْتَ السِّلَاحَ فِيْ يَوْمٍ لَمْ يَكُنْ يُحْمَلُ فِيْهِ وَاَدْخَلْتَ السِّلَاحَ الْحَرَمَ وَلَمْ يَكُنِ السِّلَاحُ يُدْخَلُ فِي الْحَرَمِ

۹۲۲ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ دَخَلَ الْحَجَّاجُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ وَاَنَا عِنْدَهٗ فَقَالَ كَيْفَ هُوَ قَالَ صَالِحٌ فَقَالَ مَنْ اَصَابَكَ قَالَ اَصَابَنِيْ مَنْ اَمَرَ بِحَمْلِ السِّلَاحِ فِيْ يَوْمٍ لَا يَحِلُّ فِيْهِ حَمْلُهٗ يَعْنِي الْحَجَّاجَ

میں (گھوڑے سے) اُترا اور نیزہ کو نکالا یہ واقعہ منیٰ میں ہُوا حجاج کو یہ خبر پہنچی تو حضرت عبداللہ کی عیادت کو آیا اور کہا اگر ہم یہ معلوم کر لیتے کہ آپ کو نیزہ کس نے مارا ہے (تو اس کو تعزیر لگاتے) عبداللہ بن عمر نے کہا تو نے مجھ کو نیزہ مارا ہے حجاج نے کہا یہ کیسے؟ عبداللہ نے کہا تو نے اس دن میں ہتھیار اُٹھائے حالانکہ اس میں ہتھیار نہیں اُٹھائے جاتے تھے،، تو نے ہتھیار حرم میں داخل کئے حالانکہ حرم میں ہتھیار داخل نہ کئے جاتے تھے!

۹۲۱ — شرح : عبدالملک بن مروان کی طرف سے حجاج بن یوسف عراق کا بیس سال حاکم رہا اس مدت میں اُس نے لاکھوں قتل کئے حرم میں الحاد اور بے دینی کی اور اسلامی اقدار کو پامال کیا جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بے دریغ قتل کیا اور ظلم و ستم کا کوئی حصہ باقی نہ چھوڑا آخر کار ۹۵ ہجری کو واسط میں مرگیا اور وہیں دفن ہُوا اس کی قبر کو مٹا کر اس پہ پانی پھیر دیا گیا،، عبدالملک نے حجاج کو لکھا تھا کہ وہ عبداللہ بن عمر کی مخالفت نہ کرے اس پر یہ حکم شاق گزرا اور حضرت عبداللہ بن عمر کو ٹھکانے لگانا چاہا اور حیلہ یہ تجویز کیا کہ ایک شخص جس کے پاس زہر آلود نیزہ تھا اسے کہا کہ منیٰ میں ہجوم بہت ہوگا وہ یہ نیزہ عبداللہ بن عمر کے پاؤں میں چبھو دے اُس نے عبداللہ کے تلوے میں نیزہ مارا جس سے وہ سخت بیمار ہوگئے اور اسی بیماری میں انتقال کر گئے ان کی علالت کے دوران حجاج بن یوسف آکر کہنے لگا اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ آپ کو کس نے نیزہ مارا ہے ہم اس کو سزا دیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا منیٰ اور حرم میں ہتھیار نہ اُٹھائے جاتے تھے تو نے ان مقامات میں ہتھیار اُٹھائے اور مجھے نیزہ لگا دراصل تو نے ہی مجھے نیزہ مارا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کی علالت کے درمیان ایک بار پھر حجاج آیا اور کہنے لگا اگر نیزہ مارنے والے کا پتہ چل جائے تو میں اس کو قتل کر دوں گا۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے سر نیچے کر لیا اور اس سے کلام تک نہ کیا اور نہ ہی اس کی طرف التفات کی وہ غصہ سے بھرا اُٹھ کر چلا گیا،، حجاج کا جسم پتلا اور آواز باریک تھی۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ منیٰ حرم ہے اور اس میں ہتھیار اُٹھانا حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حرم کو مسلمانوں کے لئے امن کی جگہ بنایا ہے،، فرمایا،، مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا،، اسی طرح دیگر مجامع اور مشاہد میں بھی ہتھیار اُٹھانا حرام ہے،، تاکہ ہجوم میں کسی کو اذیت نہ پہنچے،، ہاں اگر دشمن کا خطرہ ہو تو ہتھیار اُٹھانے میں حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ قادر کریم ہے جو چاہے کرتا ہے۔ حجاج جب پیدا ہُوا تھا اس کے پاخانہ کرنے کی جگہ سوراخ نہ تھا۔ شیطان نے انگلی مار کر سوراخ کھول دیا جو اس کی حیات کا سبب ہُوا۔ پھر اس نے جو کچھ کیا سب جانتے ہیں۔ حرم شریف بھی اس کے مظالم سے محفوظ نہ رہا اس کے ظلم و ستم کی طویل داستان ہے۔

ترجمہ : اسحاق بن سعید بن عمرو بن عاص نے اپنے باپ سعید بن عمرو سے روایت

۹۲۲ — کی اُنھوں نے کہا کہ حجاج حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا

جبکہ میں وہاں موجود تھا اور کہا آن کا کیا حال ہے ؟ حضرت عبداللہ نے کہا اچھا حال ہے ،، حجاج نے کہا آپ کو نیزہ کس نے مارا ہے عبداللہ نے کہا مجھے اُس نے نیزہ مارا ہے جس نے ان ایام میں ہتھیار اُٹھانے کا حکم دیا جن میں ہتھیار نہیں اُٹھائے جاتے یعنی مجھے حجاج نے مارا ہے ،،

شرح : یعنی اے حجاج تو نے ان مقامات میں ہتھیار اُٹھانے کا حکم دیا تیرے حکم

۹۲۲ — سے ان میں ہتھیار اُٹھائے گئے ،، چونکہ حجاج ہتھیاروں کے اُٹھانے کا سبب

تھا اس لئے حضرت عبداللہ بن عمر نے نیزہ مارنے کی نسبت اس کی طرف کی ۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حرم شریف کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک حرام کیا ہے مجھ سے پہلے کسی کے لئے اس میں قتل و قتال کرنا جائز نہ تھا اور نہ ہی میرے لئے دن کی ایک گھڑی کے سوا جائز ہُوا ۔ ایک اور روائت میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے جائز نہیں کہ اس میں خونریزی کرے اور نہ ہی اس کے درخت کاٹے اگر کوئی تمہیں کہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن حرم میں قتل کئے تو اس کو جواب دو کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے دن کی ایک گھڑی میں اجازت دی گئی تھی تمہارے لئے اجازت نہیں میرے لئے بھی صرف دن کی ایک گھڑی میں اجازت تھی اور اس کی حرمت بدستور باقی ہے میرا یہ حکم سننے والے دوسروں کو پہنچا دیں ،، ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں قتل و قتال حرام ہے ۔ عبدالملک نے حجاج کو ایک خط میں خبردار کیا کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کسی بات میں مخالفت نہ کرے اس پر یہ حکم گران گزرا اور اُس نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قتل کا منصوبہ تیار کیا اور ایک شخص کو کہا کہ زہر آلود نیزہ لے اور جب ہجوم زیادہ ہو تو عبداللہ کے قدم میں چبھو دے جس سے حضرت عبداللہ بن عمر کو سخت تکلیف ہوگئی اور کچھ روز علیل رہنے کے بعد انتقال کر گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ،، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی علالت کے دوران حجاج ان کی عیادت کے لئے آیا اور بطور ہمدردی کہنے لگا کہ آپ کو نیزہ کس نے مارا ہے اور نیزہ کیسے لگا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے نیزہ تو نے مارا ہے اُس نے کہا کیسے ؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا حرم میں ہتھیار داخل نہیں کئے جاتے تھے تیرے حکم سے یہاں ہتھیار لائے گئے تو نے سنت کی مخالفت کی ہے ۔

حجاج کے اس فعل میں قرآن کریم کی بھی مخالفت ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ،، مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ،، کہ جو کوئی حرم میں داخل ہو جائے وہ بے خوف ہے ۔ فقہاء نے کہا حرم کی خصوصیت ہے کہ وہاں جنگ کرنی حرام ہے اور اگر باغی سرکشی کریں اور علم بغاوت بلند کریں تو ان سے جنگ نہ کریں بلکہ ان پر عرصہ حیات تنگ کیا جائے حتیٰ کہ وہ اطاعت قبول کریں اور اہل عدل و انصاف کے احکام میں داخل ہو جائیں ۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ منیٰ حرم ہے اور وہاں قتل و قتال حرام ہے ۔ عبدالملک نے حجاج کو عراق میں حاکم مقرر کیا تھا وہ بیس سال وہاں حاکم رہا اور اس عرصہ میں قتل و غارت ، خوں ریزی ، حرم میں الحاد اور دیگر مفاسد کئے جو ہر خاص و عام جانتا ہے ۔ لاکھوں مسلمانوں کو اس نے قتل کیا اور آخر ۹۵ ہجری میں مرگیا اور واسط میں دفن ہُوا اس کی قبر کا نشان تک مٹا دیا گیا اور اس پر پانی بہا دیا گیا اس کا نام تاریخ کے سیاہ اوراق اور تاریک زمانہ میں شمار ہوتا ہے ۔ وہ بدترین ظالم اور فاسق و فاجر تھا ۔

بَابُ التَّبْكِيرِ لِلْعِيدِ (التکبیر) وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ إِنْ كُنَّا فَرَغْنَا فِي هٰذِهِ السَّاعَةِ وَذٰلِكَ حِينَ التَّسْبِيحِ ۹۲۳ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زُبَيْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ عَجَّلَهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ فَقَامَ خَالِي أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنَا ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أُصَلِّيَ وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ قَالَ اجْعَلْهَا مَكَانَهَا أَوْ قَالَ اذْبَحْهَا وَلَنْ تَجْزِيَ جَذَعَةٌ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ بَابُ فَضْلِ الْعَمَلِ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ أَيَّامُ الْعَشْرِ وَالْأَيَّامُ الْمَعْدُودَاتُ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ يَخْرُجَانِ إِلَى السُّوقِ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ يُكَبِّرَانِ وَيُكَبِّرُ النَّاسُ بِتَكْبِيرِهِمَا وَكَبَّرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ خَلْفَ النَّافِلَةِ

باب — عید کی نماز جلدی پڑھنا ،،

حضرت عبداللہ بن بُسر نے کہا ہم اس وقت عید کی نماز سے فارغ ہو جاتے تھے اور وہ تسبیح (نفل نماز) کا وقت تھا ،،

۹۲۳ — ترجمہ : حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما نے کہا عید اضحیٰ میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خطبہ دیا اور فرمایا ہم سب سے پہلے اس دن یں نماز پڑھتے ہیں پھر واپس جا کر قربانی کریں گے جس نے یہ کیا وہ ہمارے طریقہ کو پہنچا اور جس نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کر دیا وہ صرف گوشت ہے جس کی اُس نے اپنے گھر والوں کے لئے جلدی کی اور اس کی قربانی نہیں ہوئی ۔ میرا ماموں ابوبردہؓ بن نیار کھڑا ہو گیا اور کہا یا رسُول اللہ! میں نے نماز پڑھنے سے پہلے قربانی ذبح کر دی ہے اور میرے پاس بکری کا بچہ چھ ماہ کا ہے جو ایک سال کی بکری سے بہتر ہے آپ نے فرمایا اس کی جگہ وہی کر دو یا فرمایا اس کو ذبح کر دو تمہارے سوا کسی کے لئے چھ ماہ عمر کا بکری کا بچہ کافی نہ ہوگا ۔

۹۲۳ — شرح : ابن بطال نے کہا ائمۂ کرام کا اتفاق ہے کہ طلوعِ شمس سے قبل اور اس کے وقت عید کی نماز جائز نہیں ۔ جب سُورج بلند ہو کر سفید ہو جائے اس وقت نفل نماز جائز ہے اور یہی عید کا وقت ہے ،، چنانچہ ابن بسر کا قول اس پر واضح دلالت کرتا ہے کہ یہ نماز کا وقت تھا معلوم ہُوا کہ عید کا وقت اس دن کے نفل کا وقت ہے اس سے عید کو مؤخر نہ کیا جائے ۔ حضرت عبداللہ بن عمر

۹۲۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا الْعَمَلُ فِي أَيَّامٍ أَفْضَلَ مِنْهَا فِي هٰذِهِ قَالُوا وَلَا الْجِهَادُ قَالَ وَلَا الْجِهَادُ إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ

رضی اللہ عنہما صبح کی نماز کے بعد عید کے لئے چلے جاتے تھے اور رافع بن خدیج طلوع شمس کے بعد جایا کرتے تھے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا عید الفطر کو عید الاضحیٰ سے تھوڑا سا موخر کیا جائے اور عید الاضحیٰ کو بروزِ شمس کے وقت جلدی پڑھا جائے!

باب — ایام تشریق میں عمل کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا " ایام معلومات میں اللہ کا ذکر کرو " اور وہ ذوالحجہ کے پہلے دس دن ہیں اور ایام معدودات ایام تشریق ہیں حضرت عبداللہ بن عمر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم ایام تشریق میں بازار میں جاتے وہ تکبیر کہتے اور ان کی تکبیر کے ساتھ لوگ بھی تکبیر کہتے محمد بن علی نے نفل نماز کے بعد تکبیر کہی "

باب ذوالحجہ کا گیارھواں دن یوم نفر بارھواں اور تیرھواں نفر اول اور نفر ثانی کہلاتے ہیں۔ ان تینوں کو ایام تشریق کہا جاتا ہے، کیونکہ ان ایام میں گوشت کاٹ کر خشک کیا جاتا ہے یا اس لئے کہ ان ایام میں ہدایا اشراق شمس کے وقت نحر کی جاتی ہیں، بعض کہتے ہیں تشریق عید کی نماز کو کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ارتفاع شمس کے بعد پڑھی جاتی ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيقَ إِلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ "یعنی جمعہ اور عید کی نمازیں جامع شہر میں ہی واجب ہیں۔ خلاصہ میں ذکر کیا ہے کہ ایام نحر تین ہیں اور ایام تشریق بھی تین ہیں اور چار دنوں میں یہ پورے ہو جاتے ہیں کیونکہ دس ذی الحجہ صرف نحر اور تیرہ ذی الحجہ صرف تشریق کے لئے ہیں اور گیارہ اور بارہ ذی الحجہ نحر اور تشریق دونوں کے لئے ہیں "

تمام فقہاء کے نزدیک فرض نماز کے بعد تکبیر تشریق واجب ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک فرض نماز باجماعت کے بعد تکبیر کہنا واجب ہے۔ امام احمد بن حنبل کا مشہور مذہب بھی یہی ہے مسافر پر تکبیر واجب نہیں اور تنہا فرض نماز پڑھنے والے پر بھی تکبیر کہنا واجب نہیں اور نہ ہی عورتوں پر واجب ہے جبکہ وہ تنہا باجماعت نماز پڑھیں۔

۹۲۴ — **ترجمہ** : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا ایام تشریق میں عمل سے کوئی عمل افضل نہیں لوگوں نے کہا جہاد بھی افضل نہیں؟ فرمایا جہاد بھی نہیں لیکن وہ شخص جو اپنی جان اور مال سے دشمن کا مقابلہ کرے اور اس کی کوئی شئ واپس نہ آئے۔

بَابُ التَّكْبِيرِ أَيَّامَ مِنًى وَإِذَا غَدَا إِلَى عَرَفَةَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

يُكَبِّرُ فِي قُبَّتِهِ بِمِنًى فَيَسْمَعُهُ أَهْلُ الْمَسْجِدِ فَيُكَبِّرُونَ وَيُكَبِّرُ أَهْلُ الْأَسْوَاقِ حَتَّى تَرْتَجَّ مِنًى تَكْبِيرًا وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُكَبِّرُ بِمِنًى تِلْكَ الْأَيَّامَ وَخَلْفَ الصَّلَوَاتِ وَعَلَى فِرَاشِهِ وَفِي فُسْطَاطِهِ وَمَجْلِسِهِ وَمَمْشَاهُ وَتِلْكَ الْأَيَّامَ جَمِيعًا وَكَانَتْ مَيْمُونَةُ تُكَبِّرُ يَوْمَ النَّحْرِ وَكَانَ النِّسَاءُ يُكَبِّرْنَ خَلْفَ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ وَعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ لَيَالِيَ التَّشْرِيقِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ

---

۹۲۴ — **شرح** : ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ایام تشریق میں عمل مسنون تکبیر ہے اور وہ نفل نماز سے افضل ہے کیونکہ اگر یہ کلام صلوٰۃ وصیام پر محمول کیا جائے تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "یہ کھانے اور پینے کے دن ہیں،، اس کے معارض ہوگا حالانکہ آپ نے ان دنوں میں روزے سے منع فرمایا ہے،، جس کا مدلول یہ ہے کہ یہ ایام صرف کھانے اور پینے کے ہیں اور جب عمل سے مراد تکبیر لی جائے تو اس کے معارض کوئی روایت نہیں ہے،،

"یخاطر،، اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اپنی جان و مال وغیرہ کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرے اور قتل سے سلامت رہے یا نہ رہے یہ مخاطرہ ہے ان ایام میں اور دوسرے ایام میں یہ عمل افضل ہے جبکہ یہ عمل تکبیر سے منع نہیں کرتا علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ان ایام میں عمل تکبیر میں منحصر نہیں بلکہ حج کے احکام رمی وغیرہ سب اس عمل میں داخل ہیں اور اگر عمل سے مراد صرف تکبیر لی جائے تو اس سے متصل باب التکبیر ایام منیٰ،، میں محض تکرار ہوگا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد بہت بڑا عمل ہے اور اس کے درجات متفاوت ہیں اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ جہاد میں اپنی جان صرف کردے اور شہید ہو جائے،، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان ایام میں اگر جمعہ کا دن آجائے تو اس میں دو فضیلتیں جمع ہو جاتی ہیں،،

باب — ایامِ منیٰ میں تکبیر کہنا اور جب عرفات کو جائے

ترجمہ :

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ منیٰ کے میدان میں اپنے خیمہ میں تکبیر کہتے تھے اور مسجد والے اس کو سُنتے پھر وہ بھی تکبیر کہنے لگتے،، بازار والے لوگ تکبیر کہتے تھے حتیٰ کہ ان کی تکبیروں سے منیٰ گونج پڑتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان دنوں میں منیٰ میں تکبیر کہتے اور فرض نمازوں کے بعد اپنے بستر اور خیمہ میں اور اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ان دنوں میں تکبیر کہتے تھے!

ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا نحر کے دن تکبیر کہتی تھیں اور عورتیں تشریق کی راتیں ابان بن عثمان اور عمر بن عبدالعزیز کے پیچھے مسجد میں لوگوں کے ساتھ تکبیریں کہتی تھیں!

باب شرح : یہ آثار ایام تشریق میں نماز کے بعد تکبیرات پر دلالت کرتے ہیں۔ احناف کے مذہب میں یہ تکبیریں واجب ہیں لیکن امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک فرض نماز کے بعد

حَدَّثَنَا

۹۲۵

اَبُو نُعَيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ اَبِي بَكْرٍ الثَّقَفِيُّ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَنَحْنُ غَادِيَانِ مِنْ مِنًى اِلَى عَرَفَاتٍ عَنِ التَّلْبِيَةِ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ يُلَبِّي الْمُلَبِّي لَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ وَيُكَبِّرُ الْمُكَبِّرُ فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ

جو باجماعت مستحبہ ادا کی جائے واجب ہیں بشرطیکہ نمازی مقیم ہو اور شہر میں ہو لہٰذا وتر، نمازِ عید، سنن اور نوافل کے بعد تکبیریں واجب نہیں اور نہ ہی مسافر اور تنہا نماز پڑھنے والے پر واجب ہیں اور نہ عورتوں پر واجب ہیں جبکہ وہ تنہا نماز باجماعت پڑھیں کیونکہ یہ جماعت مستحبہ نہیں،، حضرت عبداللہ بن مسعود اور امام احمد کا مشہور مذہب یہی ہے،، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک فرض نماز کے بعد تکبیریں واجب ہیں اگرچہ نمازی مسافر ہو یا تنہا نماز پڑھے امام مالک کا مذہب بھی یہی ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا اصح مذہب یہ ہے کہ نفل نماز اور نماز جنازہ کے بعد بھی تکبیریں واجب ہیں اور اگر عورتیں باجماعت نماز پڑھیں جبکہ ان کے ساتھ مرد نمازی نہ ہو اور مسافر لوگ جبکہ ان کے ساتھ نمازی مقیم نہ ہو امام شافعی کے نزدیک ان پر تکبیریں واجب نہیں،،

تکبیراتِ تشریق عرفہ کے روز فجر کی نماز کے بعد شروع ہوتی ہیں اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک نحر کے روز عصر کی نماز کے بعد ختم ہو جاتی ہیں مگر اس پر احناف کا عمل نہیں امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ عنہما کے نزدیک تکبیریں ایام تشریق کے آخری دن تیرہ ذی الحجہ کو عصر کے بعد ختم ہوتی ہیں اس پر احناف کا عمل ہے حضرت عمر فاروق علی المرتضیٰ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے! کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب وہی ہے جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا ہے اور تکبیر یہ ہے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد،،

حضرت ابان رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان غنی خلیفہ ثالث کے بیٹے ہیں وہ فقیہہ مجتہد تھے ایک سو پانچ ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے،،

---

۹۲۵ — ترجمہ : محمد بن ابو بکر ثقفی نے کہا میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے تلبیہ کے متعلق پوچھا جبکہ ہم منیٰ سے عرفات کو جا رہے تھے کہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیسے کرتے تھے؟ حضرت انس نے کہا تلبیہ کہنے والا تلبیہ کہتا اور اس پر کوئی اعتراض نہ کیا جاتا تھا، تکبیر کہنے والا تکبیر کہتا اور اس پر کوئی اعتراض نہ کیا جاتا تھا۔

۹۲۵ — شرح : علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا تلبیہ میں مسنون یہ ہے کہ نحر کے روز جمرہ عقبہ کی رمی کرنے کے وقت تک تلبیہ ترک نہ کرے،، اسی پر عمل ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے قول کا معنیٰ یہ ہے کہ تکبیر ذکر ہے وہ اس کو تلبیہ میں داخل کر لیتے تھے اور تکبیر بھی کہتے تلبیہ بھی کہتے تھے کیونکہ تلبیہ تو جمرہ عقبہ کی رمی کرنے سے پہلے ترک نہیں کیا جاتا،، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

حدّثنا

٩٢٦ مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ عَاصِمٍ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ كُنَّا نُؤْمَرُ أَنْ نَخْرُجَ يَوْمَ الْعِيدِ حَتَّى نُخْرِجَ الْبِكْرَ مِنْ خِدْرِهَا حَتَّى نُخْرِجَ الْحُيَّضَ فَيَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيرِهِمْ وَيَدْعُونَ بِدُعَائِهِمْ يَرْجُونَ بَرَكَةَ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَطُهْرَتَهُ **بَابُ الصَّلٰوةِ إِلَى الْحَرْبَةِ يَوْمَ الْعِيدِ** ٩٢٧ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ تُرْكَزُ لَهُ الْحَرْبَةُ قُدَّامَهُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ ثُمَّ يُصَلِّي **بَابُ حَمْلِ الْعَنَزَةِ أَوِ الْحَرْبَةِ بَيْنَ يَدَيِ الْإِمَامِ يَوْمَ الْعِيدِ**

---

٩٢٦ — ترجمہ : ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے ہم کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ ہم عید کے دن (عید کی نماز کے لئے) باہر نکلیں حتیٰ کہ پردہ دار کنواری لڑکیوں کو بھی نکالیں اور حیض کی حالت والی عورتوں کو بھی نکالیں اور وہ لوگوں کے پیچھے رہیں اور ان کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہیں اور ان کی دُعاء کے ساتھ دُعاء کریں اور اس دن کی برکت اور پاکیزگی کے حصول کی اُمیدوار رہوں ،،

٩٢٦ — شرح : عید الفطر ہو یا عید الاضحیٰ ہو تکبیر دونوں کی ایک ہی ہے ،، ایام منیٰ عید کے دن کی طرح ہیں ان میں تکبیر کہنا اور عید کے دن میں تکبیر کہنا مساوی ہے ۔ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ان ایام میں تکبیر کا مقصد یہ ہے کہ جاہلیت میں لوگ بتوں کے لئے جانور ذبح کیا کرتے تھے ،، ان کا ردّ کرنے کے لئے ان ایام میں تکبیر مشروع ہوئی تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ ذبح صرف اللہ کے لئے ہے حتیٰ کہ ایامِ ذبح میں غیر اللہ کا نام تک نہ لیا جائے ،، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب میں عید الفطر میں تکبیر نہیں کہی جاتی ،، علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ قیاس یہ ہے کہ دونوں عیدوں میں تکبیریں کہی جائیں ، کہ دونوں عیدوں کی نمازوں کی تکبیرات مختلف نہیں اور دونوں نمازوں میں خطبہ بعد میں دیا جاتا ہے لہٰذا دونوں عیدوں میں عید گاہ کی طرف جاتے وقت تکبیرات میں بھی برابری ہونی چاہیئے اور تکبیریں کہی جائیں ۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — برچھے کی طرف عید کی نماز

٩٢٧ — ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں برچھا گاڑا جاتا تھا پھر آپ نماز پڑھتے تھے !

باب — عید کے دن امام کے آگے آگے نیزہ یا برچھا اُٹھانا — ،،

۹۲۸ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمْرٍو الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْدُوْ اِلَى الْمُصَلّٰى وَالْعَنَزَةُ بَيْنَ يَدَيْهِ تُحْمَلُ وَتُنْصَبُ بِالْمُصَلّٰى بَيْنَ يَدَيْهِ فَيُصَلِّيْ اِلَيْهَا بَابُ خُرُوْجِ النِّسَاءِ وَالْحُيَّضِ اِلَى الْمُصَلّٰى

۹۲۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ اُمِرْنَا اَنْ نُخْرِجَ الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ وَعَنْ اَيُّوْبَ عَنْ حَفْصَةَ بِنَحْوِهٖ وَزَادَ فِيْ حَدِيْثِ حَفْصَةَ قَالَ اَوْ قَالَتِ الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ وَيَعْتَزِلْنَ الْحُيَّضُ الْمُصَلّٰى

---

۹۲۸ —— ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو عیدگاہ کی طرف تشریف لے جاتے جبکہ آپ کے آگے آگے برچھا اُٹھایا جاتا تھا اور عیدگاہ میں آپ کے سامنے گاڑا جاتا تھا اس کی طرف (سترہ بناکر) آپ نماز پڑھتے تھے!

۹۲۷ — ۹۲۸ —— شرح : سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے بغیر نماز سترہ کر کے پڑھا کرتے تھے سترۃ الامام کے باب کی حدیث ۴۷۴ کی تفہیم میں اس کی تشریح ہو چکی ہے!

باب —— حیض والی عورتوں کا عیدگاہ جانا

۹۲۹ —— ترجمہ : ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہم کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ نوجوان اور پردہ دار عورتوں کو عیدگاہ کی طرف لے جائیں،، ایوب نے حفصہ سے اس طرح روایت کی اور حفصہ کی حدیث میں مزید یہ ہے کہ ایوب یا حفصہ نے کہا کہ ہم نوجوان اور پردہ دار عورتوں کو باہر نکالیں اور حیض والی عورتیں عیدگاہ سے علیحدہ رہیں۔

۹۲۹ —— شرح : عواتق عاتق کی جمع ہے جو لڑکی بالغہ ہو جائے اس کو عاتق کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے ماں باپ کی خدمت اور ان کے دباؤ سے آزاد ہو جاتی ہے،،

اس پُر آشوب اور فتنہ و فساد کے زمانہ میں نوجوان عورتوں کو باہر نہ نکلنے دیا جائے چنانچہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی بدعات کو دیکھ لیتے تو ان کو مساجد میں جانے سے روک دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کر دیا گیا تھا، یہ تو ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے زمانہ کی بات کرتی ہیں اور آج کا دور جس میں فتنہ و فساد کی مسموم ہوائیں نیکوں کو پیغام اجل دیتی ہیں اور فساق کی ارواح کو ہر لحظہ شہوانی

باب خروج الصبیان الی المصلّٰی حدثنا عمرو بن عباس قال حدثنا عبد الرحمٰن قال حدثنا ۹۳۰ سفیٰن عن عبد الرحمٰن بن عابس قال سمعت ابن عباس قال خرجت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم فطرٍ او اضحٰی فصلّٰی ثم خطب ثم اتی النساء فوعظھن وذکرھن وامرھن بالصدقۃ باب استقبال الامام الناس فی خطبۃ العید وقال ابو سعید قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقابل الناس

لذات سے مسرور کرتی ہیں اور ہر ایک باہر جانے والی عورت کا سر تا پا مطالعہ کیا جاتا ہے شریعت مطہرہ اس دور میں عورتوں کو باہر نکلنے کی کیسے اجازت دے سکتی ہے؟ اس کی تفصیل باب شہود الحائض العیدین کی حدیث ۳۲۰ کی تفہیم میں مذکور ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حیض والی عورت اللہ کا ذکر ترک نہ کرے اور مجلس وعظ میں شرکت کرے البتہ مسجد میں داخل نہ ہو۔ عورت ضرورت کے وقت کسی سے کپڑے استعارۃً لے سکتی ہے جبکہ کسی نیک اور شرعی کام کے لئے جانا ہو۔ عواتق" عاتق" کی جمع ہے اس کا معنی نوجوان بالغہ عورت ہے اس کو عاتق اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ خدمت کرنے کی مشقت سے آزاد ہو جاتی ہے کہ وہ بلوغ کے باعث نکاح کرنے کے قریب ہو چکی ہے عنقریب نکاح کے بعد وہ ماں باپ کے دبدبہ سے آزاد ہو گی۔ عید گاہ میں حائضہ کا جانا حرام ہے کیونکہ عید گاہ کا خون سے ملوث ہونے کا خطرہ ہے۔ واللہ و رسولہ اعلم!

باب — بچّوں کا عید گاہ جانا

۹۳۰ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عید الفطر یا عید الاضحٰی کے دن باہر نکلا آپ نے عید کی نماز پڑھی پھر خطبہ دیا پھر عورتوں کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو وعظ و نصیحت کی اور صدقہ کرنے کا حکم دیا!

۹۳۰ — شرح : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس وقت بچے تھے کیونکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر تیرہ ۱۳ برس تھی لہٰذا یہ حدیث عنوان کے مطابق ہے!

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ عید کی نماز کے بعد ہے۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — عید کے خطبہ میں امام کا لوگوں کی طرف منہ کرنا"

ابو سعید نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے!

۹۳۱ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ عَنْ زُبَيْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أَضْحَى إِلَى الْبَقِيعِ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ نُسُكِنَا فِي يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نَبْدَأَ بِالصَّلٰوةِ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ وَافَقَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ ذٰلِكَ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ عَجَّلَهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي ذَبَحْتُ وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ قَالَ اذْبَحْهَا وَلَا تَفِي عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ

۹۳۲ **بَاب** الْعَلَمِ بِالْمُصَلَّى **حَدَّثَنَا** مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَابِسٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قِيلَ لَهُ أَشَهِدْتَ الْعِيدَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ وَلَوْلَا مَكَانِي مِنَ الصِّغَرِ مَا شَهِدْتُهُ حَتّٰى أَتَى الْعَلَمَ الَّذِي عِنْدَ دَارِ كَثِيرِ بْنِ الصَّلْتِ فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَرَأَيْتُهُنَّ يَهْوِينَ بِأَيْدِيهِنَّ يَقْذِفْنَهُ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ ثُمَّ انْطَلَقَ هُوَ وَبِلَالٌ إِلَى بَيْتِهِ

---

۹۳۱ — ترجمہ : حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ میں بقیع تشریف لے گئے آپ نے دو رکعتیں پڑھیں پھر ہماری طرف چہرہ انور کر کے متوجہ ہوئے اور فرمایا اس دن ہمارا پہلا عمل یہ ہے کہ ہم عید کی نماز پڑھیں گے پھر واپس جائیں گے اور قربانی کریں گے جس نے یہ کیا اُس نے ہماری سنت کی موافقت کی اور جس نے اس سے پہلے ذبح کیا وہ صرف ایک شئی ہے جس کی اُس نے اپنے گھر والوں کے لئے جلدی کی وہ قربانی نہیں ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہا میں نے تو (نماز سے پہلے) ذبح کر دیا ہے اور میرے پاس چھ ماہ کی عمر کا بکری کا بچہ ہے جو ایک سال کی بکری سے بہتر ہے آپ نے فرمایا وہی ذبح کر دو تیرے سوا اور کسی کے لئے ایسا کرنا کافی نہ ہوگا"

۹۳۱ — شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کرنا واجب ہے ورنہ اس شخص کے لئے قربانی کا اعادہ کرنا ضروری نہ ہوتا اور امام لوگوں کے سامنے خطبہ دے ۔ حدیث ۹۱۳ اور ۹۲۰ کی تفہیمات میں اس کی تشریح مذکور ہے !

باب — عیدگاہ میں منار

۹۳۲ — ترجمہ : عبدالرحمن بن عابس نے کہا میں نے ابن عباس سے سُنا جبکہ ان سے یہ کہا گیا کیا آپ عید کے روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ؟ ابن عباس نے کہا جی ہاں ! اگر میں آپ کا قریبی نہ ہوتا تو میں بچپن کے باعث حاضر نہ ہو سکتا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس علَم کے پاس تشریف لائے جو کثیر بن صلت کے گھر کے قریب تھا آپ نے نماز پڑھی پھر خطبہ دیا پھر عورتوں کے پاس تشریف لے گئے

باب موعظة الامام النساء يوم العيد **حدثنا** اسحاق بن ابراهيم بن نصر قال حدثنا عبد الرزاق ۹۳۳
قال انا ابن جريج قال اخبرني عطاء عن جابر بن عبد الله قال سمعته يقول قام النبي صلى الله عليه وسلم يوم الفطر
فصلى فبدأ بالصلوة ثم خطب فلما فرغ نزل فاتى النساء فذكرهن وهو يتوكأ على يد بلال وبلال باسط ثوبه
تلقي فيه النساء الصدقة قلت لعطاء زكوة يوم الفطر قال لا ولكن صدقة يتصدقن حينئذ تلقي فتخها ويلقين
قلت لعطاء اترى حقا على الامام ذلك ويذكرهن قال انه لحق عليهم وما لهم لا يفعلونه قال ابن جريج واخبرني
الحسن بن مسلم عن طاؤس عن ابن عباس قال شهدت الفطر مع النبي صلى الله عليه وسلم وابي بكر وعمر وعثمان يصلونها
قبل الخطبة ثم يخطب بعد خرج النبي صلى الله عليه وسلم كاني انظر اليه حين يجلس بيده ثم اقبل يشقهم حتى جاء
النساء معه بلال فقال يا ايها النبي اذا جاءك المؤمنات يبايعنك الاية ثم قال حين فرغ منها انتن على ذلك فقالت امراة
واحدة منهن لم يجبه غيرها نعم لا يدري حسن من هي قال فتصدقن فبسط بلال ثوبه ثم قال هلم لكن فداء ابي وامي فيلقين
الفتخ والخواتيم في ثوب بلال قال عبد الرزاق الفتخ الخواتيم العظام كانت في الجاهلية

اور حضرت بلال آپ کے ساتھ تھے آپ نے ان کو وعظ و نصیحت کی اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا ۔ میں نے عورتوں کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ (زیورات کی طرف) بڑھاتیں اور زیور اُتار کر حضرت بلال کے کپڑے میں ڈالتی تھیں پھر آپ اور بلال گھر تشریف لے گئے !

۹۳۲ — شرح : حدیث کی مناسبت عنوان کے ساتھ بالکل واضح ہے اس حدیث کی وضاحت ع ۸۲۵ کی تفہیم میں گزری ہے !

باب — عید کے دن امام کا عورتوں کو وعظ کرنا

۹۳۳ — ترجمہ : حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن اُٹھے اور نماز پڑھی پہلے نماز شروع کی پھر خطبہ دیا جب اس سے فارغ ہو گئے تو منبر سے اُترے اور عورتوں کے پاس تشریف لے گئے ان کو وعظ و نصیحت کی جبکہ آپ بلال کے ہاتھ پر تکیہ لگائے ہوئے تھے اور وہ اپنی جھولی پھیلائے ہوئے تھے جس میں عورتیں صدقہ کی رقوم ڈالتی تھیں ابن جریج نے کہا میں نے عطاء سے کہا کیا عورتیں فطرانہ دیتی تھیں ؟ اُس نے کہا نہیں ، لیکن وہ صدقہ کرتی تھیں ۔ وہ انگوٹھیاں بلال کی جھولی میں ڈالتی تھیں ۔ میں نے کہا کیا آپ یہ امام پر ضروری جانتے ہیں کہ وہ عورتوں کو وعظ کرے ؟ عطاء نے کہا یہ ائمہ پر ضروری ہے ان کے لئے درست نہیں کہ وہ یہ نہیں کرتے ہیں ، ابن جریج نے کہا مجھے حسن بن مسلم نے

بَابٌ اِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ فِي الْعِيْدِ

۹۳۴ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ جَوَارِيَنَا اَنْ يَّخْرُجْنَ يَوْمَ الْعِيْدِ فَجَاءَتْ امْرَأَةٌ فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِيْ خَلَفٍ فَاَتَيْتُهَا فَحَدَّثَتْ اَنَّ زَوْجَ اُخْتِهَا غَزَىٰ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً فَكَانَتْ اُخْتُهَا مَعَهُ فِيْ سِتِّ غَزَوَاتٍ قَالَتْ فَكُنَّا نَقُوْمُ عَلَى الْمَرْضٰى وَنُدَاوِي الْكَلْمٰى

طاؤس سے انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے خبر دی انھوں نے کہا میں عید الفطر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے ساتھ حاضر ہوا خطبہ سے پہلے نماز عید پڑھتے تھے پھر اس کے بعد خطبہ دیا جاتا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ سے باہر تشریف لائے گویا کہ میں آپ کو اب دیکھ رہا ہوں جس وقت آپ دستِ اقدس سے لوگوں کو بٹھاتے تھے پھر لوگوں کی صفیں چیرتے ہوئے آمے حتیٰ کہ بلال کے ساتھ عورتوں کے پاس پہنچے اور فرمایا

"اے نبی جب تیرے پاس مومن عورتیں آئیں جب کہ وہ آپ کی بیعت کرنے والی ہوں الخ"

پھر جب اس سے فارغ ہوگئے تو فرمایا کیا تم اس شرط پہ بیعت کرتی ہو؟ ان میں سے صرف ایک عورت نے جواب دیا اس کے سوا کسی نے جواب نہ دیا کہ ہاں ہم اس شرط پر بیعت کرتی ہیں،، حسن بن مسلم نہیں جانتے کہ وہ عورت کون تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ کرو اور بلال نے اپنا کپڑا پھیلا دیا پھر فرمایا اور صدقہ کرو میرا باپ اور ماں قربان ہوں عورتیں انگوٹھیاں بلال کے کپڑے میں ڈال رہی تھیں شیخ عبدالرزاق نے کہا خواتیم بڑی بڑی انگوٹھیاں ہیں جو زمانہ جاہلیت میں مروج تھیں!

۹۳۳ — شرح: ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں کے پاس جا کر ان کو وعظ کرنا صرف آپ کے ساتھ مخصوص تھا کیونکہ آپ ان کے باپ ہیں علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورتوں کے لئے دوسرا خطبہ خطیب پہ لازم نہیں اور نہ ہی خطبہ قطع کرکے عورتوں کے پاس جا کر اس کو مکمل کر سکتا ہے (کرمانی)،، علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اگر فتنہ کا خطرہ نہ ہو تو عورتوں کو وعظ کرنا مستحسن ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مال داروں سے صدقہ لے کر فقراء کو دینا جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جماعت کی طرف سے ایک شخص کا جواب دینا کافی ہے،، اور عید کی نماز خطبہ سے پہلے پڑھی جائے۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — جب کسی عورت کے پاس عید کے دن چادر نہ ہو —،،

۹۳۴ — ترجمہ: حفصہ بنت سیرین نے کہا ہم نوجوان عورتوں کو عیدگاہ جانے سے منع کیا کرتی تھیں۔ ایک عورت آئی اور بنی خلف کے محل میں ٹھہری میں اس کے پاس گئی تو اس نے مجھ سے بیان کیا کہ اس کے بہنوئی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بارہ غزوے

فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَعَلٰی اِحْدَانَا بَاْسٌ اِذَا لَمْ یَکُنْ لَّھَا جِلْبَابٌ اَلَّا تَخْرُجَ فَقَالَ لِتُلْبِسْھَا صَاحِبَتُھَا مِنْ جِلْبَابِھَا فَلْیَشْھَدْنَ الْخَیْرَ وَدَعْوَۃَ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَتْ حَفْصَۃُ فَلَمَّا قَدِمَتْ اُمُّ عَطِیَّۃَ اَتَیْتُھَا فَسَاَلْتُھَا اَسَمِعْتِ فِیْ کَذَا وَکَذَا فَقَالَتْ نَعَمْ بِاَبِیْ وَقَلَّمَا ذَکَرَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَالَتْ بِاَبِیْ قَالَ لِیَخْرُجِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُوْرِ اَوْ قَالَ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُوْرِ شَکَّ اَیُّوْبُ وَالْحُیَّضُ فَتَعْتَزِلُ الْحُیَّضُ الْمُصَلّٰی وَلْیَشْھَدْنَ الْخَیْرَ وَدَعْوَۃَ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَتْ فَقُلْتُ لَھَا الْحُیَّضُ قَالَتْ نَعَمْ اَلَیْسَ الْحَائِضُ تَشْھَدُ عَرَفَاتٍ وَتَشْھَدُ کَذَا وَتَشْھَدُ کَذَا؟

لڑے ہیں اس کی بہن چھ غزوں میں اس کے ساتھ رہی،، اس نے کہا ہم بیماروں کی نگہبانی اور زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں اُس نے کہا یا رسُول اللہ! ہم میں سے کسی پر حرج تو نہیں جبکہ اس کے پاس چادر نہ ہو کہ وہ عیدگاہ نہ جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی سہیلی اپنی چادروں میں سے کوئی چادر اس کو دیدے،، وہ کارِ خیر اور مومنوں کی دعاء میں شامل ہوں،، حفصہ نے کہا جب ام عَطیہ آئی تو میں اس کے پاس آئی اور اس سے پُوچھا کیا تو نے اس بارے میں کچھ سُنا ہے اس نے کہا ہاں میرا باپ قربان ہو،، کم وبیش وہ جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتی تو یہ کہتی میرا باپ آپ پر قربان ہو! آپ نے فرمایا نوجوان پردہ دار عورتیں عیدگاہ جائیں ایوب نے اس میں شک کرتے ہُوئے کہا پردہ دار عورتیں اور حیض والی عورتیں! اور حیض والی عورتیں عیدگاہ سے علیحدہ رہیں،، اور کارِ خیر اور مومنوں کی دُعاء میں حاضر ہوں۔ حفصہ نے کہا میں نے ام عطیہ سے کہا کیا حیض والی عورتیں بھی جائیں۔ امّ عطیہ نے کہا ہاں! کیا حیض والی عرفات میں نہیں جاتی اور مزدلفہ اور منیٰ میں نہیں جاتی؟

۹۳۴ — شرح : ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اِس حدیث میں عورتوں کا عیدگاہ جانے کی تاکید ہے۔ کیونکہ جن کے پاس چادر اور نقاب وغیرہ نہ ہو آپ نے ان کو عیدگاہ جانے کا حکم دیا تو جن کے پاس چادریں وغیرہ ہوں ان کو بطریق اولیٰ جانا چاہیئے،، مگر یہ ابتداءِ اِسلام میں تھا جبکہ مسلمانوں کی تعداد قلیل تھی اور عورتوں کے اجتماع سے دشمن کو مرعوب کرنا مقصود تھا آج کل اس کی ضرورت نہیں۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس دلیل کو مسترد کرتے ہُوئے کہا کہ نسخ یقین سے ثابت ہونا ہے اس کے لئے تاریخ کا تعیُّن ضروری ہے،، نیز عورتوں کے ساتھ دشمنوں کو مرعوب نہیں کیا جاسکتا اسی لئے عورتوں پر جہاد ضروری نہیں۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ کرمانی کا جواب صحیح نہیں کیونکہ عورتوں کی کثرت سے دشمن مرعوب ہوسکتا ہے بلکہ عورتوں میں بعض ایسی عورتیں بھی ہوتی ہیں جو بعض مردوں سے زیادہ طاقتور ہوتی ہیں اور جب دشمن حملہ آور ہو تو عورتوں پر بھی جہاد فرض ہوجاتا ہے اور وہ اپنے شوہروں کی اجازت کے بغیر جہاد میں جاسکتی ہیں،، سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد ام عطیہ نے یہ فتویٰ دیا اور کسی صحابی نے اس پر اعتراض نہ کیا مگر یہ کلام محلِ نظر ہے کیونکہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اگر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم عورتوں کی حرکات دیکھتے جو آج کل عورتیں کرتی ہیں تو ان کو مساجد میں جانے سے روک دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کیا گیا تھا لہٰذا یہ کہنا کہ کسی صحابی نے اس پر اعتراض نہیں کیا بعید از فہم ہے،، باقی مباحث شہود الحائض کے باب کی حدیث ع ۳۲۰ کی تفہیم میں دیکھیں۔

۹۳۵ بَابُ اعْتِزَالِ الْحُيَّضِ الْمُصَلّٰى حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَتْ اُمُّ عَطِیَّةَ اُمِرْنَا اَنْ نَخْرُجَ فَنُخْرِجَ الْحُیَّضَ وَالْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ اَوِ الْعَوَاتِقَ ذَوَاتِ الْخُدُوْرِ فَاَمَّا الْحُیَّضُ فَیَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِیْنَ وَدَعْوَتَهُمْ وَیَعْتَزِلْنَ مُصَلَّاهُمْ بَابُ النَّحْرِ وَالذَّبْحِ یَوْمَ النَّحْرِ بِالْمُصَلّٰى

۹۳۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ قَالَ حَدَّثَنِیْ كَثِیْرُ بْنُ فَرْقَدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَنْحَرُ اَوْ یَذْبَحُ بِالْمُصَلّٰى

باب — حیض والی عورتوں کا عیدگاہ سے علیحدہ رہنا

۹۳۵ — ترجمہ : محمد بن سیرین نے کہا کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہم کو حکم دیا گیا کہ ہم عیدگاہ جائیں اور حیض والی اور نوجوان اور پردہ دار عورتوں کو بھی لے جائیں۔ ابن عون نے کہا نوجوان پردہ دار عورتیں اور حیض والی عورتیں مسلمانوں کی جماعت میں حاضر ہوں اور ان کی دعاء میں شریک ہوں مگر عیدگاہ سے علیحدہ رہیں !

۹۳۵ — شرح : یہ اس لئے کہ نمازیوں کا غیر نمازیوں سے اختلاط نہ ہو اور عیدگاہ حیض کے خون سے متلوث نہ ہو "

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالی نے کہا کہ اس حدیث سے یہ فائدہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت اجنبی لوگوں کا علاج کر سکتی ہے " اور اس زمانہ میں جبکہ فتنہ و فساد کی مکدر ہوائیں پُر زور ہیں اور امن و امان کی صورتیں مفقود ہیں عورتوں کو باہر جانے کا فتویٰ نہ دیا جائے جبکہ سلف صالحین کی ایک جماعت عورتوں کے باہر جانے کے سخت خلاف ہے ، چنانچہ حضرات عروہ ، قاسم ، یحیٰی ، امام مالک ، امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ عنہم عورتوں کا گھر سے باہر نکلنے کو سختی سے منع کرتے ہیں! الحاصل اس زمانہ میں عورتوں کو گھر سے باہر ہرگز نہیں جانا چاہئیے اور وہ اپنے منصب کی حفاظت کریں اور بحکم قرآن حکیم اپنے گھروں میں رہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰى " یعنی اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ ہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی "

باب — دسویں ذی الحجہ کو عیدگاہ کے قریب نحر اور ذبح کرنا

۹۳۶ — ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نحر یا ذبح عیدگاہ کے قریب کرتے تھے !

بَابُ كَلَامِ الْإِمَامِ وَالنَّاسِ فِي خُطْبَةِ الْعِيدِ وَإِذَا سُئِلَ

۹۳۷ الْإِمَامُ عَنْ شَيْءٍ وَهُوَ يَخْطُبُ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَالَ مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ أَصَابَ النُّسُكَ وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَتِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ فَقَامَ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهِ لَقَدْ نَسَكْتُ قَبْلَ أَنْ أَخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَعَرَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ فَتَعَجَّلْتُ وَأَكَلْتُ وَأَطْعَمْتُ أَهْلِي وَجِيرَانِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ قَالَ فَإِنَّ عِنْدِي عَنَاقَ جَذَعَةٍ هِيَ خَيْرٌ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ فَهَلْ تَجْزِي عَنِّي قَالَ نَعَمْ وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ

---

۹۳۶ — شرح : ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا عید کے افعال امام کے سپرد ہیں لہٰذا اس کا پہل کرنا ضروری ہے اسی لئے امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا امام سے پہلے قربانی کا جانور ذبح نہ کریں۔ بایں ہمہ تمام علماء کا اس بات پہ اتفاق ہے کہ اگر امام بالکل ذبح نہ کرے اور ذبح کا وقت ہو جائے تو ذبح کر لینا جائز ہے،،

عیدگاہ کے پاس ذبح کرنے میں اس بات کا اعلان ہے کہ لوگ ذبح کرنا شروع کر دیں اور ناواقف لوگ ذبح کا طریقہ معلوم کر سکیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قربانی کا جانور خرید کر کے اپنے غلام کے ہمراہ اس کو بازار میں پھرایا کرتے تھے تاکہ لوگ اس کی کیفیت معلوم کر لیں،، واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — عید کے خطبہ میں امام اور لوگوں کا کلام کرنا اور جب امام سے سوال کیا جائے حالانکہ وہ خطبہ دے رہا ہو

۹۳۷ — ترجمہ : براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید قربان کے دن نمازِ عید کے بعد ہم کو خطبہ دیا اور فرمایا جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہماری طرح قربانی کی اُس نے قربانی صحیح کی اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی وہ گوشت کی بکری ہے ابوبردہ بن نیار کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! خدا کی قسم میں نے عید کی نماز کے لئے جانے سے پہلے بکری ذبح کر دی میرا خیال تھا کہ آج کا روز کھانے پینے کا دن ہے۔ میں نے جلدی کی میں نے خود گوشت کھایا اور اپنے اہل و اولاد اور ہمسایوں کو کھلایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ گوشت کی بکری ہے براء نے کہا میرے پاس بکری کا بچہ چھ ماہ کی عمر کا ہے اور وہ گوشت کی دو بکریوں سے بہتر ہے کیا وہ مجھ سے کافی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں

۹۳۸ **حَدَّثَنَا** حَامِدُ بْنُ عُمَرَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ خَطَبَ فَأَمَرَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ أَنْ يُعِيدَ ذَبْحَهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ جِيرَانٌ لِي إِمَّا قَالَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَإِمَّا قَالَ بِهِمْ فَقْرٌ وَإِنِّي ذَبَحْتُ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَعِنْدِي عَنَاقٌ لِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ فَرَخَّصَ لَهُ فِيهَا

۹۳۹ **حَدَّثَنَا** مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ جُنْدُبٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ ذَبَحَ وَقَالَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ أُخْرَى مَكَانَهَا وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ بِاسْمِ اللهِ

ہاں لیکن تیرے سوا اور کسی کے لئے جائز نہیں!

۹۳۸ — **ترجمہ** : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن نمازِ عید پڑھی پھر خطبہ دیا اور جس نے نمازِ عید سے پہلے جانور ذبح کر لیا اس کو دوبارہ ذبح کرنے کا حکم دیا ایک شخص قبیلہ انصار سے کھڑا ہو گیا اور اُس نے کہا یا رسول اللہ! یا اُس نے یہ کہا کہ میرے ہمسائے بھوکے تھے یا یہ کہا کہ وہ غریب تھے میں نے نمازِ عید سے پہلے بکری ذبح کر دی اور میرے پاس بکری کا بچہ چھ ماہ کی عمر کا ہے جو گوشت کی دو بکریوں سے مجھے زیادہ محبوب ہے آپ نے اس کو اس کے ذبح کی رخصت دے دی!

۹۳۷، ۹۳۸ — **شرح** : ان دونوں حدیثوں کی تشریح حدیث ع۹۱۳ کی تفہیم میں مذکور ہے!

---

۹۳۹ — **ترجمہ** : حضرت جندب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نحر کے دن نمازِ عید پڑھی پھر خطبہ دیا،، پھر ذبح کیا اور فرمایا جس نے عید کی نماز سے پہلے ذبح کیا وہ اس کی جگہ اور جانور ذبح کرے اور جس نے (نمازِ عید سے پہلے) ذبح نہ کیا وہ اللہ کے نام سے ذبح کرے!

۹۳۹ — **شرح** : قولہ فَلْیَذْبَحْ بِاسْمِ اللهِ ،، میں باء لام کے معنیٰ میں ہے یعنی وہ اللہ کے لئے ذبح کرے یہ بھی ممکن ہے کہ جار مجرور کا متعلق محذوف ہو ،، یعنی اللہ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے اللہ کے نام سے ذبح کرے ،، اس حدیث سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے استدلال کیا کہ قربانی اس شخص پر واجب ہے جو شہر میں مقیم ہو اور نصاب کا مالک ہو! امام محمد، زفر اور ایک روایت میں ابو یوسف کا بھی یہی مذہب ہے مگر امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ قربانی سنت ہے۔ یہی مذہب امام شافعی اور احمد بن حنبل کا ہے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے اُنھوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی الحجہ کا چاند دیکھا اور فرمایا جس نے تم میں سے ذی الحجہ کا چاند دیکھا اور وہ قربانی کرنا چاہے تو اپنے بال نہ کٹوائے اور نہ ہی ناخن

بَابُ مَنْ خَالَفَ الطَّرِيقَ اِذَا رَجَعَ يَوْمَ الْعِيدِ

۹۴۰ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ تُمَيْلَةَ يَحْيَى بْنُ وَاضِحٍ عَنْ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ تَابَعَهُ يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ فُلَيْحٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ وَحَدِيثُ جَابِرٍ اَصَحُّ بَابٌ اِذَا فَاتَهُ الْعِيدُ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَكَذٰلِكَ النِّسَاءُ وَمَنْ كَانَ فِي الْبُيُوتِ وَالْقُرٰى لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا عِيدُنَا يَا اَهْلَ الْاِسْلَامِ وَاَمَرَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ مَوْلَاهُ ابْنَ اَبِي عُتْبَةَ بِالزَّاوِيَةِ فَجَمَعَ اَهْلَهُ وَبَنِيهِ وَصَلّٰى كَصَلٰوةِ اَهْلِ الْمِصْرِ وَتَكْبِيرِهِمْ وَقَالَ عِكْرِمَةُ اَهْلُ السَّوَادِ يَجْتَمِعُونَ فِي الْعِيدِ

ترشوائے،، ایسے حکم کو ارادہ سے معلق کرنا اس کی سنیت کی دلیل ہے لیکن قربانی کے وجوب پر کئی احادیث دلالت کرتی ہیں۔ ابن ماجہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو وسعت حاصل ہو پھر وہ قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا ہے۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب ــــ عید کے دن جس نے راستہ تبدیل کیا جب کہ (نمازِ عید سے) واپس ہو!

۹۴۰ ــــ ترجمہ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن (نمازِ عید کے بعد) راستہ تبدیل کرتے تھے،، ابوتمیلہ کی یونس بن محمد نے فلیح سے متابعت کی اور جابر کی حدیث صحیح تر ہے۔

۹۴۰ ــــ شرح : جس راستہ سے عیدگاہ جائے واپسی میں دوسرے راستہ سے آنا مستحب ہے۔ جمہور آئمہ کرام یہی کہتے ہیں امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے آئمہ کرام کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا ایسا کرنا مستحب ہے اگر راستہ تبدیل نہ بھی کرے تو کوئی حرج نہیں!

راستہ تبدیل کرنے میں حکمت یہ ہے کہ دونوں راستے نمازی کے گواہ بن جاتے ہیں اور دونوں راستوں میں رہنے والے جن اور انسان اس کے لئے گواہی دیتے ہیں،، اس میں اسلام کے شعائر کا اظہار بھی ہے اور یہود اور منافقین کو اسلامی سطوت سے غیرت دلانا ہے تاکہ وہ مرعوب و مقہور ہوں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

۹۲۱ يُصَلُّونَ رَكْعَتَيْنِ كَمَا يَصْنَعُ الْإِمَامُ وَقَالَ عَطَاءٌ إِذَا فَاتَهُ الْعِيدُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِي أَيَّامِ مِنًى تُدَفِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهِ فَانْتَهَرَهُمَا أَبُو بَكْرٍ فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ دَعْهُمَا يَا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّهَا أَيَّامُ عِيدٍ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ أَيَّامُ مِنًى وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِي وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْحَبَشَةِ وَهُمْ يَلْعَبُونَ فِي الْمَسْجِدِ فَزَجَرَهُمْ عُمَرُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُمْ أَمْنًا بَنِي أَرْفِدَةَ يَعْنِي مِنَ الْأَمْنِ

باب — جب نمازی سے عید کی نماز فوت ہو جائے تو وہ دو رکعتیں پڑھے اسی طرح عورتیں اور جو لوگ گھروں اور دیہات میں ہوں وہ دو رکعتیں پڑھیں"

کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ اہلِ اسلام کی عید ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے آزاد کردہ غلام ابن ابی عُتبہ کو زاویہ میں حکم دیا کہ وہ اپنے اہل و اولاد کو جمع کرے اور شہر والوں کی طرح نماز پڑھیں اور ان کی طرح تکبیرات کہیں"، عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا دیہاتی لوگ عید کے دن جمع ہو جائیں اور دو رکعت نماز پڑھیں جیسے امام پڑھتا ہے۔عطاء نے کہا جب عید کی نماز فوت ہو جائے تو دو رکعتیں نفل پڑھ لے"،

شرح : باب کا عنوان دو حکموں پر مشتمل ہے ایک یہ کہ جب کسی کی عید کی نماز باجماعت فوت ہو جائے تو وہ اس کو قضاء کرے"، احناف کے نزدیک جب نمازِ عید باجماعت فوت ہو جائے تو اس کی قضاء نہیں اور اگر امام سمیت سب کی نماز قضا ہو جائے تو وہ دوسرے دن باجماعت نمازِ عید پڑھ لیں۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ جب نماز عید بلا عذر قضاء ہو جائے تو اس کی قضاء نہیں اور اگر عذر سے نمازِ عید رہ جائے تو دوسرے دن عید کے وقت میں نماز پڑھ لے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا جب نمازِ عید باجماعت رہ جائے تو اس کی قضاء نہیں ہے"، دوسرا حکم یہ ہے کہ جب عید کی نماز رہ جائے تو دو رکعتیں قضاء کرے امام مالک اور شافعی رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے مگر امام مالک کہتے ہیں یہ قضاء مستحب ہے واجب نہیں حضرت علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر چاہے تو چار رکعتیں پڑھے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ بھی یہی کہتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر چاہے تو نماز پڑھے چاہے تو نہ پڑھے اگر پڑھنا چاہے تو چار رکعتیں پڑھ لے یا دو پڑھ لے جو چاہے پڑھ لے (عینی)

بَابُ الصَّلٰوةِ قَبْلَ الْعِيْدِ

وَبَعْدَهَا وَقَالَ اَبُو الْمُعَلّٰى سَمِعْتُ سَعِيْدًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ كَرِهَ الصَّلٰوةَ قَبْلَ الْعِيْدِ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ ۹۴۲ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عَدِىُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا وَمَعَهُ بِلَالٌ

۹۴۱ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے گھر آئے تو ان کے پاس دو لڑکیاں تھیں جو ایام عید میں دف بجا رہی تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا اوڑھے ہوئے تھے ابو بکر نے ان کو زجر کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرۂ انور (شرفہ اللہ تعالیٰ) سے کپڑا اُٹھایا اور فرمایا اے ابا بکر! اِن کو چھوڑیئے یہ عید کے دِن ہیں۔ یہ منیٰ کے دن ہیں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ مجھے پردہ میں کر رہے تھے اور میں حبشیوں کو دیکھ رہی تھی جبکہ وہ مسجد میں فنی مظاہرہ کر رہے تھے، ان کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ڈانٹ دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو امن کی حالت میں چھوڑو یعنی بنی ارفدہ کو امن کی حالت میں فنی مظاہرہ کرنے دو!

۹۴۱ — شرح : قولہ یعنی مِنَ الْاَمْنِ " یہ امام بخاری کا کلام ہے اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ حدیث میں " لفظ امن " سے مراد خوف کی ضد ہے جو کفار کو امان دی جاتی ہے وہ مراد نہیں اس حدیث کی تشریح حدیث ۹۰۸ کی تفہیم میں گزر چکی ہے!

باب — نمازِ عید سے پہلے اور اس کے بعد نماز پڑھنا

ابو معلیٰؒ نے کہا میں نے سعید کو ابن عباس سے روایت کرتے ہوئے سُنا کہ اُنھوں نے عید سے پہلے نماز کو مکروہ جانا ہے! "

۹۴۲ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر میں باہر تشریف لے گئے اور (عیدگاہ میں) دو رکعتیں پڑھائیں اس سے پہلے اور بعد کوئی نماز نہ پڑھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ تھے!

۹۴۲ — شرح : یعنی سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عید کی نماز دو رکعتیں پڑھائیں اور اور ان رکعتوں سے پہلے اور بعد نفل نہ پڑھے امام مالک اور احمد رضی اللہ عنہما نے کہا کہ عید کی نماز سے پہلے اور بعد قطعاً نفل نہ پڑھے ، امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عید کی نماز سے پہلے اور بعد نفل پڑھنے جائز ہیں جیسے جمعہ کی نماز سے پہلے اور بعد نفل جائز ہیں اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ عید کی نماز کے بعد گھر میں نفل پڑھنے جائز ہیں ۔ عید کی نماز سے پہلے گھر اور عیدگاہ میں کہیں بھی جائز نہیں ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام کی نمازِ عید سے پہلے نماز پڑھنا مسنون نہیں ۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلیٰ اعلم !

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَبْوَابُ الْوِتْرِ

بَابُ مَاجَاءَ فِی الْوِتْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ وَعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ دِیْنَارٍ ۹۴۳ عَنْ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوۃِ اللَّیْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃُ اللَّیْلِ مَثْنٰی مَثْنٰی فَاِذَا خَشِیَ اَحَدُکُمُ الصُّبْحَ صَلّٰی رَکْعَةً وَّاحِدَةً تُوْتِرُ لَهٗ مَا قَدْ صَلّٰی وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ كَانَ یُسَلِّمُ بَیْنَ الرَّکْعَةِ وَالرَّکْعَتَیْنِ فِی الْوِتْرِ حَتّٰی یَاْمُرَ بِبَعْضِ حَاجَتِهٖ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الوتر

باب — وتر کے بیان میں جو احادیث وارد ہیں

۹۴۳ — ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز سے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، رات کی نماز دو ، دو رکعتیں ہیں ،، جب تم میں سے کوئی صبح ہونے کا خوف کرے تو ایک رکعت اور پڑھ لے اُس نے جو نماز پڑھی ہے وہ اس کو وتر بنا دے گی ،، نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر وتر کی نماز میں ایک رکعت اور دو رکعتوں کے درمیان سلام پھیر دیتے تھے حتی کہ اپنی کسی ضرورت سے متعلق حکم بھی کرتے تھے !

۹۴۳ — شرح : مثنیٰ ، مثنیٰ کا معنیٰ یہ ہے کہ ہر دو رکعتوں کے درمیان تشہد پڑھے اور یہ ضروری ہے اس کے بعد سلام پھیرے یا نہ ، یہ اس کی مرضی پر موقوف ہے ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس کا معنیٰ یہ کرتے ہیں کہ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرے ،، مذکور حدیث سے امام ابو یوسف ، محمد ، مالک ، شافعی اور احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم نے استدلال کیا کہ رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں اور وہ یہ کہ ہر دو رکعت نماز کے بعد سلام پھیرے ،، امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک دن کی نماز

چار چار رکعتیں افضل ہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک رات اور دن کی نماز چار چار رکعتیں افضل ہیں ہیں۔ امام شافعی کے نزدیک رات و دن کی نماز دو دو رکعت افضل ہے ،، اور وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات اور دن کی نماز مثنیٰ مثنیٰ ہے" نیز ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " صلوٰۃُ اللَّیْلِ وَالنَّہارِ مثنیٰ مثنیٰ ،، اسی طرح ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات اور دن کی نماز مثنیٰ مثنیٰ ہے ! امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا رات کی نماز چار چار رکعتیں افضل ہیں چنانچہ ابو داؤد نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ ان سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز سے متعلق پوچھا گیا تو اُنھوں نے کہا کہ آپ عشاء کی نماز باجماعت پڑھتے پھر گھر جا کر چار رکعتیں پڑھ کر سو جاتے ،، ابو داؤد نے زرارہ کی روایت بطریق ہشام ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے ذکر کی اور کہا کہ میرے نزدیک یہ روایت محفوظ ہے جبکہ وہ زرارہ کا ام المؤمنین سے روایت سے متعلق کہتے ہیں کہ زرارہ کا ام المؤمنین عائشہ سے سماع ثابت نہیں۔ نیز امام احمد بن حنبل نے اپنی مُسند میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو چار رکعتیں پڑھ کر ایک رکعت کے ساتھ ان کو وتر بناتے !

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا دن میں بھی چار چار رکعتیں افضل ہیں۔ امام مسلم نے معاذہ سے روایت کی کہ اُس نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز کتنی رکعتیں پڑھتے تھے اُنھوں نے کہا آپ چاشت کی نماز چار رکعتیں پڑھتے اور جس قدر چاہتے زیادہ بھی پڑھتے ! ابو یعلی نے اپنی مسند میں عمرہ سے روایت کی کہ اُس نے کہا میں نے ام المؤمنین عائشہ سے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز چار رکعتیں پڑھتے اور ان کے درمیان کلام وغیرہ کے ساتھ فاصلہ نہ کرتے تھے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی نے اس کی روایت کرنے کے بعد سکوت کیا اور کہا کہ اصحابِ شعبہ میں سے بعض نے اس روایت کو مرفوع اور بعض نے موقوف ذکر کیا ہے حضرت عبداللہ بن عمر سے ثقہ راویوں نے بھی روایت کی ہے لیکن اس میں دن کی نماز کا ذکر نہیں !

امام نسائی نے کہا یہ حدیث میرے نزدیک خطا ہے۔ دار قطنی نے کہا " صلوٰۃ اللیل والنہار مثنیٰ مثنیٰ ،، غیر محفوظ ہے (یعنی) — بخاری میں مذکور حدیث سے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے استدلال کیا کہ وتر ایک رکعت ہے ،، نیز ابو داؤد نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو دس رکعتیں پڑھتے اور ایک رکعت کے ساتھ ان کو وتر بناتے پھر فجر کی دو سنتیں پڑھتے یہ تیرہ رکعتیں ہیں ،، مگر احناف اس حدیث کا معنیٰ یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ایک رکعت کے ساتھ پہلی دو رکعتوں کو وتر بناتے تھے لہذا آپ کے تین وتر ہوئے اور آٹھ رکعتیں نفل ہوئیں ! امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا وتر تین رکعتیں ہیں چنانچہ امام نسائی نے سُنن میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتروں کی دو رکعتوں کے بعد سلام نہ پھیرتے تھے ،، اور مستدرک میں ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعتوں کے ساتھ وتر بناتے تھے اور آخر میں سلام پھیرتے تھے ،، امام نسائی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے اور بخاری مسلم کی شرط کے مطابق ہے ! لیکن اُنھوں نے

اس کو صحیحین میں ذکر نہیں کیا،، دارقطنی اور بیہقی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " رات کے وتر تین ہیں جیسے دن کے وتر مغرب کی نماز ہے،، امام نسائی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روائت کی کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مغرب کی نماز دن کی نماز کے وتر ہیں تم رات کی نماز کو وتر بناؤ،، اس حدیث کی سند شیخین کی شرط کے مطابق ہے،، امام طحاوی نے اپنے اسناد سے عقبہ بن مسلم سے روائت کی کہ میں نے عبداللہ بن عمر سے وتر سے متعلق پُوچھا تو اُنھوں نے کہا کیا دن کے وتر پہچانتے ہو میں نے کہا ہاں مغرب کی نماز دن کے وتر ہیں ابن عمر نے کہا تو نے سچ کہا،، امام طحاوی نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز کے متعلق پُوچھا الخ کا محمل یہی ہے جو اُوپر مذکور ہے! ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں ذکر کیا کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ وتر تین رکعت ہیں ان کے آخر میں سلام پھیرا جاتا ہے،،

بخاری میں مذکور حدیث کہ جب تم صبح کا خوف کرو تو ایک رکعت کے ساتھ وتر بناؤ کا جواب یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ماقبل کے ساتھ ملاکر اس کو وتر بناؤ اسی لئے فرمایا " کہ یہ تیری پہلی نماز کو وتر بنا دے گی،، اور اگر صرف ایک رکعت پر اقتصار کیا جائے تو یہ پہلی نماز کو کیسے وتر بنائے گی جبکہ اس کے پہلے کوئی شئی ہی نہیں،، اور جس حدیث میں یہ وارد ہے کہ آپ نے فرمایا جو چاہے ایک رکعت کے ساتھ وتر بنائے اور جو چاہے تین یا پانچ رکعتوں سے وتر بنائے اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ اس وقت وتر کی نماز کا ابھی استقرار نہ ہوا تھا کیونکہ مستقر نماز کی رکعتوں کے اعداد میں اختیار نہیں ہوتا،، اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیتے اور ایک رکعت کے ساتھ وتر بناتے تھے،، ابن ماجہ میں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روائت کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سات اور پانچ رکعتوں کے ساتھ وتر بناتے تھے اور درمیان میں سلام و کلام نہ فرماتے تھے۔ ام المؤمنین عائشہ کی روائت کے معارض ہے لہٰذا اس کو استقرارِ وتر سے قبل پر محمول کرتے ہیں اور ابن بر کی تمہید میں ابوسعید سے روائت کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بُتیراء یعنی ایک رکعت سے منع فرمایا۔ امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید کرتی ہے۔ امام نسائی نے صحیح سند کے ساتھ ابی بن کعب سے روائت کی کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى، قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ،، کے ساتھ وتر بناتے اور آخر میں سلام پھیرتے تھے اور امام ترمذی کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روائت کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعتوں سے وتر بناتے تھے بھی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کی تائید کرتی ہیں،،

وتر کی نماز کا وقت وہی ہے جو عشاء کی نماز کا وقت ہے جب اس کا وقت ختم ہو جائے تو اس کی قضاء واجب ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر کی نماز واجب ہے،،

حدیث ۹۴۷ کے تحت اس کی تفصیل مذکور ہے اور وتر کی نماز تفصیل حدیث ۴۶۲ میں دیکھیں واللہ تعالیٰ و رسُولہ الاعلیٰ اعلم!

۹۴۵

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مَخْرَمَةَ

ابْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ وَهِيَ خَالَتُهُ فَاضْطَجَعْتُ فِيْ عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْلُهُ فِيْ طُوْلِهَا فَنَامَ حَتَّى انْتَصَفَ اللَّيْلُ اَوْ قَرِيْبًا مِّنْهُ فَاسْتَيْقَظَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ قَرَأَ عَشْرَ اٰيَاتٍ مِّنْ اٰلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى شَنٍّ مُّعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ فَصَنَعْتُ مِثْلَهُ وَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهِ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَاْسِيْ وَاَخَذَ بِاُذُنِيْ يَفْتِلُهَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى فَاِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَنْصَرِفَ فَارْكَعْ رَكْعَةً تُوْتِرُ لَكَ مَا صَلَّيْتَ قَالَ الْقَاسِمُ وَرَاَيْنَا اُنَاسًا مُّنْذُ اَدْرَكْنَا يُوْتِرُوْنَ بِثَلٰثٍ وَّاِنَّ كُلًّا لَوَاسِعٌ وَّاَرْجُوْا اَنْ لَّا يَكُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْهُ بَاْسٌ

۹۴۴ — **ترجمہ**: کریب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن عباس نے ان کو خبر دی کہ وہ ایک رات ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا جو ان کی خالہ ہیں کے گھر سوئے۔ اُنھوں نے کہا میں بستر کے عرض میں لیٹ گیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی بیوی اس کے طول میں آرام فرما ہوئے آپ سو گئے حتیٰ کہ آدھی یا قریبًا آدھی رات ہوگئی پھر بیدار ہوئے جبکہ آپ چہرہ انور سے نیند پونچھ رہے تھے،، پھر سورۂ آل عمران سے دس آیات پڑھیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لٹکے ہوئے مشکیزہ کے پاس تشریف لے گئے اور وضوء فرمایا اور اچھی طرح وضوء فرمایا پھر آپ نماز پڑھنے کھڑے ہوئے میں نے بھی آپ کی طرح کیا اور آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا آپ نے دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرے کان کو پکڑ کر ملا پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں پھر دو رکعتیں پھر دو رکعتیں اور پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر وتر پڑھے پھر لیٹ گئے حتیٰ کہ آپ کے پاس مؤذن آیا آپ اُٹھے اور دو رکعتیں پڑھیں پھر مسجد میں تشریف لائے اور صبح کی نماز پڑھی،،

۹۴۴ — **شرح**: سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس کا کان اس لئے ملا کہ وہ نماز کی حالت اختیار کریں،، اس حدیث کی تفصیل کتاب الوضوء میں حدیث ع۱۳۸ کی تفہیم میں گزری ہے،،
ابن عباس رضی اللہ کو کان سے پکڑ کر دائیں طرف کیا تاکہ جماعت کی حالت اختیار کریں۔

---

۹۴۵ — **ترجمہ**: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کی نماز دو، دو رکعتیں ہیں تو جب نماز سے فارغ ہونے کا ارادہ کرے تو ایک رکعت اور پڑھ لے وہ تیری نماز کو وتر بنا دے گی جو تو نے پڑھی ہے۔ قاسم نے کہا جب سے ہم

۹۴۶ حدثنا ابو الیمان قال

اخبرنا شعیب عن الزھری قال حدثنی عروۃ ان عائشۃ اخبرتہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی احدی عشرۃ رکعۃ کانت تلک صلاتہ تعنی باللیل فیسجد السجدۃ من ذلک قدر ما یقرأ احدکم خمسین اٰیۃ قبل ان یرفع رأسہ ویرکع رکعتین قبل صلوۃ الفجر ثم یضطجع علی شقہ الایمن حتی یاتیہ المؤذن للصلوۃ **باب** ساعات الوتر قال ابو ھریرۃ اوصانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالوتر قبل النوم ۹۴۷ **حدثنا** ابو النعمان قال حدثنا حماد بن زید قال حدثنا انس بن سیرین قال قلت لابن عمر ارایت الرکعتین قبل صلوۃ الغداۃ اطیل فیھما القراءۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بالغ العقل ہوئے ہیں لوگوں کو تین وتر پڑھتے دیکھا ہے اور ہر طرح گنجائش ہے۔ مجھے امید ہے کہ کسی طرح بھی پڑھنے میں حرج نہیں،،

۹۴۵ — شرح : قاسم حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں اُنھوں نے کہا اس میں حرج نہیں کہ ایک وتر پڑھے یا تین پڑھے دونوں طرح گنجائش ہے ان کے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تین وتر پڑھا کرتے تھے اور ایک وتر پڑھ لینے میں حرج نہیں،، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کلام کا مدلول یہ ہے کہ ایک رکعت علیحدہ یا پہلی رکعتوں کے ساتھ ملا کر پڑھنے میں مضائقہ نہیں،، لیکن ان کا قول "تُوتِرُ لَكَ مَا قَدْ صَلَّيْتَ،، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایک رکعت کو پہلی دو رکعتوں کے ساتھ ملا کر پڑھے حتی کہ اس کے وتر تین رکعتیں ہو جائیں،، کیونکہ "مَا صَلَّيْتَ،، سے مراد وہ نماز ہے جو اُس نے ایک رکعت سے پہلے پڑھی ہے اور یہ رکعت وتر جبھی ہوگی کہ اس کو پہلی دو رکعتوں کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے ورنہ یہی ایک رکعت وتر ہوگی اور یہ بُتیرا ہے جبکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بُتیراء سے منع فرمایا ہے!

---

۹۴۶ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے،، یہ آپ کی رات کی نماز تھی،، اس نماز میں آپ اس قدر لمبا سجدہ کرتے کہ آپ کا سر اٹھانے سے پہلے تم میں سے کوئی پچاس آئتیں پڑھ سکتا ہے اور فجر کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے پھر دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے حتی کہ آپ کے پاس مؤذن نماز کے لئے آتا

۹۴۶ — شرح : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روائت میں تیرہ (۱۳) رکعتوں کا ذکر ہے،، ایسے ہی ابو داؤد نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روائت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے پھر جب صبح کی اذان سنتے تو ہلکی دو رکعتیں پڑھتے،، اس کی تاویل یہ ہے کہ ان میں دو رکعتیں عشاء کی دو سنتیں ہیں لہٰذا ابن عباس اور ام المؤمنین کی دونوں روایتوں میں تضاد نہیں یہ بھی احتمال ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر رات کو گیارہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے کبھی کبھی تیرہ بھی پڑھ لیتے تھے،، یا وقت کی وسعت اور قلت کی وجہ سے رات کی نماز کی رکعتوں میں تفاوت ہو جاتا تھا یا کوئی اور عذر ہوتا جس کے باعث کمی بیشی ہو جاتی دائیں کروٹ پر لیٹنے میں حکمت یہ ہے کہ نیند میں استغراق نہ ہو کیونکہ دل بائیں طرف ہوتا ہے اور دائیں کروٹ پر لیٹنے

يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى وَيُوتِرُ بِرَكْعَةٍ وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ وَكَانَّ الْاَذَانَ بِاُذُنَيْهِ قَالَ حَمَّادٌ اَيْ بِسُرْعَةٍ

سے وہ لٹکا رہتا ہے بائیں کروٹ پر لیٹنے سے دل معلق نہ ہونے کے باعث آرام و استراحت کی وجہ سے نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے جس سے نیند میں استغراق ہوتا ہے،، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی فجر کی سنتوں سے پہلے لیٹتے اور کبھی سنتیں پڑھ کر لیٹا کرتے تھے لہذا ان میں منافات نہیں جبکہ ابن عباس کی روائت میں فجر کی سنتوں سے پہلے لیٹنا مذکور ہے۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — وتر کا وقت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی وصیت فرمائی۔

۹۴۷ — ترجمہ: حضرت انس بن سیرین رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے عبداللہ بن عمر سے کہا مجھے صبح کی نماز سے پہلے دو رکعتوں کے بارے میں خبر دیں کہ میں ان میں قرأت لمبی کر لیا کروں؟ اُنھوں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو دو دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور ایک رکعت کے ساتھ وتر بناتے،، اور صبح کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے جبکہ اذان آپ کے کانوں میں ہوتی،، حماد نے کہا یعنی فجر کی سنتیں تیزی سے پڑھتے!

۹۴۷ — شرح: یہ امر مسلم الثبوت ہے کہ شروع میں وتر کی رکعات کی تعداد مستقر نہ تھی ایک وتر بھی پڑھا جاتا تھا۔ تین بھی اور اس سے زیادہ بھی پڑھے جاتے تھے اور آخر میں وتر کی تین رکعتوں پر استقرار ہوا چنانچہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتروں کی پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى،، دوسری رکعت میں "قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ" اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ،، پڑھا کرتے تھے،، اسی طرح نسائی نے بھی روائت کی ہے۔ مذکور حدیث کا حاصل یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتوں میں قرأت مختصر کرتے تھے،، چنانچہ پہلی رکعت میں قُلْ یا ایہا الکافرون اور دوسری رکعت میں قُلْ ھو اللہ احد،، پڑھا کرتے تھے اسی طرح مغرب کے فرضوں کے بعد دو سنتوں میں یہ سورتیں پڑھتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وتروں کا وقت عشاء سے طلوعِ فجر تک ساری رات ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

۹۴۸ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي مُسْلِمٌ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كُلَّ اللَّيْلِ أَوْتَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَانْتَهَى وِتْرُهُ إِلَى السَّحَرِ۔ بَابُ إِيقَاظِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَهُ بِالْوِتْرِ۔

۹۴۹ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَنَا رَاقِدَةٌ مُعْتَرِضَةٌ عَلَى فِرَاشِهِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُوتِرَ أَيْقَظَنِي فَأَوْتَرْتُ

---

۹۴۸ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ سید عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے سارے اوقات میں وتر پڑھ لیتے تھے آخر میں آپ نے سحر کے وقت وتر پڑھے ہیں،،

۹۴۸ — شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وتروں کا وقت عشاء کی نماز اور طلوعِ فجر کے درمیان ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے تمام احبزاء میں وتر کی نماز پڑھی ہے،،

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی روایت ہے کہ جس کو یہ خوف ہو کہ وہ آخر رات کو بیدار نہ ہو سکے گا وہ اوّل شب میں وتر کی نماز پڑھ لے اور جسے آخر رات کو بیدار ہونے کا یقین یا ظنِ غالب ہو تو اس کا آخر رات نماز پڑھنا افضل ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق، عثمان، ابو ہریرہ اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہم اوّل شب میں وتر پڑھا کرتے تھے اور عمر فاروق، علی المرتضیٰ، عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمرو آخر رات میں وتر پڑھتے تھے اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ابو ہریرہ کو ارشاد فرمانا کہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کرے اس وقت میں تھا جبکہ آپ نے ابو ہریرہ پر نیند کا غلبہ خیال فرمایا اسی لئے آپ نے ابو بکر صدیق سے فرمایا کہ تم نے حزم اور یقین کو ملحوظ خاطر رکھا اور عمر فاروق سے فرمایا تم نے قوت پر اعتماد کیا بہر حال فجر کے طلوع ہونے تک وتر پڑھنے جائز ہیں اور رات کے ہر حصہ میں عشاء کے بعد وتر پڑھنے جائز ہیں اور آخر رات میں پڑھنے افضل ہیں۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر والوں کو وتر کے لئے بیدار کرنا،،

۹۴۹ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز پڑھتے جبکہ میں آپ کے بستر پر پڑی سوئی رہتی تھی،، آپ

بَابٌ يَجْعَلُ اٰخِرَ صَلٰوتِهٖ وِتْرًا

۹۵۰ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْعَلُوْا آخِرَ صَلٰوتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا

جب وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو مجھے بیدار فرما دیتے اور میں وتر پڑھ لیا کرتی تھی !

۹۴۹ — شرح : یعنی ہر ایک کے لئے یہ مستحب ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو وتر کی نماز کے لئے بیدار کرے اس میں وتر کے وجوب کی طرف اشارہ ہے ۔ ابو داؤد نے وتر کے باب میں روائت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک نماز کا اضافہ کیا ہے اور وہ وتر ہے اے قرآن کو ماننے والو وتر پڑھا کرو ،، اور عورتوں پر بھی وتر کی نماز واجب ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازی کے آگے سے عورت گذر جائے تو اس کی نماز فاسد یا مکروہ نہیں ہوتی اور جس حدیث میں نماز کو عورت ، گدھا اور کتے کا قطع کرنے کا ذکر ہے وہ منسوخ ہے !

باب — آخری نماز کو وتر کرے

۹۵۰ — ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی کہ آپ نے فرمایا رات کی نماز کا آخر وتر کرو ،،

۹۵۰ — شرح : یہ حدیث وتر کے وجوب پر دلالت کرتی ہے کیونکہ امر وجوب کا مقتضی ہے ،، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ،، اَلْوِتْرُ حَقٌّ وَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا ،، یعنی وتر حق ہے جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم سے نہیں ،، حاکم نے مستدرک میں صحیح حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ سے روائت کی ،، کہ بریدہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ وتر حق ہے جس نے وتر نہ پڑھے ۔ وہ ہم سے نہیں تین بار اس طرح فرمایا ،، یحیی ابن معین رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی توثیق کی ہے ،، اس قدر سخت وعید فرض یا واجب کے ترک پر ہوتی ہے ،، پھر بار بار یہ فرمانے سے اور بھی اس کی تاکید ہوتی ہے ،، نیز حاکم نے مستدرک میں جید اسناد کے ساتھ ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی سو جائے اور وتر نہ پڑھے یا وہ بھول جائے تو جب صبح ہو یا یاد آجائے تو پڑھ لے حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے اور شیخین کی شرط پر ہے ،، مگر انھوں نے اس کا ذکر نہیں کیا اور امام ترمذی نے اس کو ذکر کیا ہے ۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم !

باب الوتر على الدابة حدثنا اسمعيل قال حدثني مالك عن ابي بكر بن عمر بن عبد الرحمن بن عبد الله بن عمر بن الخطاب عن سعيد بن يسار انه قال كنت اسير مع عبد الله بن عمر بطريق مكة فقال سعيد فلما خشيت الصبح نزلت فاوترت ثم لحقته فقال عبد الله بن عمر اين كنت فقلت خشيت الصبح فنزلت فاوترت فقال عبد الله اليس لك في رسول الله اسوة حسنة فقلت بلى والله قال فان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يوتر على البعير **۹۵۱**

باب —— سواری پر وتر کی نماز پڑھنا

۹۵۱ —— **ترجمہ :** سعید بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنھوں نے کہا میں عبد اللہ بن عمر کے ہمراہ مکہ کے راستہ سفر کر رہا تھا سعید نے کہا میں نے جب صبح طلوع ہونے کا خوف کیا تو سواری سے اُترا اور وتر کی نماز پڑھی حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا تم کہاں رہے ہو میں نے کہا میں نے طلوعِ فجر کا خوف کیا اور سواری سے اُتر کر وتر پڑھے ہیں۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کیا تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار کافی نہیں ؟ میں نے کہا کیوں نہیں (کافی ہے) اللہ کی قسم ! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر سوار وتر پڑھ لیا کرتے تھے !

۹۵۱ —— **شرح :** اس حدیث سے امام مالک ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم نے استدلال کیا کہ مسافر سواری پر وتر پڑھ سکتا ہے ،، لیکن امام مالک رضی اللہ عنہ صرف سفر میں جواز کے قائل ہیں۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک قلیل اور کثیر سفر میں سواری پر وتر کی نماز جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ ، ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ عنہم کے نزدیک وتر کی نماز سواری پر جائز نہیں جیسے فرض نماز سواری پر صحیح نہیں ،، امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نافع سے روایت کی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نفل نماز سواری پڑھا کرتے تھے اور وتر زمین پر پڑھتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے تھے ، یہ اسناد صحیح ہے ،، نیز امام طحاوی نے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ عبد اللہ بن عمر حالتِ سفر میں سواری پہ نماز پڑھ لیا کرتے تھے سواری جدھر بھی متوجہ ہوتی اس کا خیال نہ کرتے تھے اور وتر سواری سے اُتر کر زمین پر پڑھتے تھے ،، ابن ابی شیبہ نے مصنف میں مجاہد سے روایت کی کہ میں مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تک عبد اللہ کا ساتھی رہا وہ سواری پر نماز پڑھتے تھے اور فرض پڑھنے کے وقت سواری سے اُتر جاتے تھے ،، امام احمد نے مسند میں سعید بن جبیر سے روایت کی کہ عبد اللہ بن عمر نفل نماز سواری پر پڑھتے تھے اور جب وتر پڑھنے کا ارادہ ہوتا تو اُتر کر زمین پر وتر پڑھتے تھے ،، ہوسکتا ہے کہ عبد اللہ بن عمر کے نزدیک وتر واجب نہ ہوں جبکہ وہ ان کو سواری پر پڑھتے تھے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی نماز کے استحکام سے پہلے سواری پر پڑھے ہوں ،، جب وتر کی نماز پڑھنے کی تاکید فرمائی اور فرمایا " اَوْتِرُوْا اَهْلَ الْقُرْاٰنِ " ، تو ان کو ترک کرنے کی اجازت نہ دی تو یہ بھی دیگر واجبات کی طرح ہو گئے ،، نیز راوی جب اپنی

۹۵۲ بَابُ الْوِتْرِ فِي السَّفَرِ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي السَّفَرِ عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ يُومِئُ إِيمَاءً صَلٰوةَ اللَّيْلِ إِلَّا الْفَرَائِضَ وَيُوتِرُ عَلَى رَاحِلَتِهِ

۹۵۳ بَابُ الْقُنُوتِ قَبْلَ الرُّكُوعِ وَبَعْدَهُ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ سُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَقَنَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصُّبْحِ قَالَ نَعَمْ فَقِيلَ أَوَقَنَتَ قَبْلَ الرُّكُوعِ قَالَ بَعْدَ الرُّكُوعِ يَسِيرًا

روائت کے خلاف عمل کرے تو وہ روائت اس کے نزدیک منسوخ ہوتی ہے یہاں بھی کچھ ایسا ہی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل ان سے منقول روائت کے خلاف ہے جو مذکور روایات سے ظاہر ہے معلوم ہوتا ہے کہ سواری پر وتر پڑھنے عبداللہ بن عمر کے نزدیک منسوخ ہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — سفر میں وتر پڑھنا

۹۵۲ — ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کی حالت میں فرائض کے سوا نماز سواری پر پڑھتے جدھر بھی سواری متوجہ ہوتی آپ اشارہ سے ادھر ہی متوجہ ہو کر رات کو نماز پڑھتے،، اور وتر بھی سواری پر پڑھتے!

۹۵۲ — شرح : ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا سفر اور حضر میں وتر سنت مؤکدہ ہیں اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ مسافر کے لئے وتر نماز نہیں،، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وتر کی نماز واجب ہے اور اس پر سنت کا اطلاق اس وجہ سے ہے کہ یہ سنت سے ثابت ہے،،

اس حدیث سے بعض ائمہ کرام نے سفر کی حالت میں سواری پر وتر کی نماز کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ حدیث ۹۵۱ کی تفہیم میں اس کی تشریح ہو چکی ہے،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر فرض نہیں لیکن مذکور دلائل کی بناء پر یہ واجب ہیں مؤطا امام مالک میں ہے کہ عبداللہ بن عمر سے وتر کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا وتر واجب ہیں عبداللہ بن عمر نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے وتر پڑھے یہ ان کے وجوب کی دلیل ہے کیونکہ وتر مسلمانوں کا راہ ہے جو اس کو ترک کرتا ہے۔ مؤمنین کے راہ کے غیر کی اتباع کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — رکوع سے پہلے اور اس کے بعد قنوت پڑھنا

۹۵۳ — ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں دعاء قنوت پڑھی ہے؟ انھوں نے کہا جی ہاں! پھر ان سے کہا گیا کیا رکوع سے پہلے دعاءِ قنوت پڑھی ہے؟ انھوں نے کہا رکوع کے بعد تھوڑا عرصہ پڑھی!

حدثنا مسدد قال حدثنا عبد الواحد قال حدثنا عاصم قال سألت أنس بن مالك عن القنوت فقال قد كان القنوت قلت قبل الركوع أو بعده قال قبله قال فإن فلانا أخبرني عنك أنك قلت بعد الركوع فقال كذب إنما قنت رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد الركوع شهرا أراه كان بعث قوما يقال لهم القراء زهاء سبعين رجلا إلى قوم من المشركين دون أولئك وكان بينهم وبين رسول الله صلى الله عليه وسلم عهد فقنت رسول الله صلى الله عليه وسلم شهرا يدعو عليهم

---

۹۵۳ — شرح : یعنی رکوع کے بعد تھوڑا سا ٹھہر کر یعنی اعتدال کے بعد پڑھی ،، بعض علماء نے کہا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ رکوع کے بعد تھوڑا عرصہ پڑھی ہے کیونکہ آپ نے دعاء قنوت رکوع کے بعد صرف ایک مہینہ پڑھی پھر منسوخ ہوگئی ۔ صحیح مسلم میں حضرت عاصم سے روایت ہے کہ اُنھوں نے کہا میں نے انس سے قنوت کے متعلق پوچھا کہ وہ رکوع کے بعد ہے یا اس سے پہلے ؟ حضرت انس نے کہا رکوع سے پہلے ہے ۔ میں نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد قنوت پڑھی حضرت انس نے کہا وہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک مہینہ پڑھی جبکہ صحابہ کے قاتلوں کے لئے بدعاء فرمائی تھی ،، اور یسیرًا ،، کا معنیٰ ایک ماہ ہے ،،

ابو داؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ قنوت پڑھی پھر ترک کردی ،، معلوم ہُوا کہ فرائض میں مطلقاً دُعاء قنوت منسوخ ہے ،،

یہی مذہب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے ۔ امام شافعی کا صحیح مذہب یہ ہے کہ قنوت رکوع کے بعد ہے ۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم !

---

۹۵۴ — ترجمہ : عاصم نے کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قنوت کے متعلق پُوچھا تو اُنھوں نے کہا کہ قنوت تھا ۔ میں نے کہا کیا رکوع سے پہلے یا اس کے بعد ؟ اُنھوں نے کہا رکوع سے پہلے کہا فلاں شخص نے آپ کی طرف سے مجھے خبر دی ہے کہ آپ رکوع کے بعد کہتے ہیں اُس نے کہا وہ جھوٹ بولتا ہے ،، جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد صرف ایک مہینہ دعاء قنوت پڑھی ہے ۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے صحابہ میں سے تقریبًا ستّر قاری مشرکوں کی طرف بھیجے تھے ۔ یہ لوگ ان کے علاوہ تھے جن پر آپ نے بد دعا کی تھی ،، ان کے اور جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معاہدہ تھا (اُنھوں نے غدر کیا اور قاریوں کو قتل کر دیا) ان پر جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ بد دعاء فرمائی ،، ہم کو احمد بن یونس نے خبر دی اُنھوں نے کہا ہم کو زائدہ نے تیمی سے اُنھوں نے ابی مجلز سے اُنھوں نے انس رضی اللہ عنہ سے خبر دی کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ دعاء قنوت پڑھی جبکہ آپ رعل اور ذکوان پر بد دعاء فرماتے تھے !

۹۵۴ — شرح : اس سوال سے عاصم کا مقصد یہ ہے کہ وہ قنوت کا عمل دریافت کرے اسی لئے کہا قنوت رکوع سے پہلے ہے یا اس کے بعد ؟ حضرت انس

حدثنا احمد بن یونس
قال حدثنا زائدة عن التیمی عن ابی مجلز عن انس بن مالک قال قنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم شھرا یدعو علی رعل وذکوان حدثنا
۹۵۵ مسدد قال حدثنا اسماعیل قال اخبرنا خالد عن ابی قلابة عن انس بن مالک قال کان القنوت فی المغرب والفجر

رضی اللہ عنہ نے یہ خیال کیا کہ عاصم قنوت کی مشروعیت سے متعلق پوچھتے ہیں اسی لئے جواب میں کہا کہ قنوت تھا یعنی قنوت مشروع تھا ،،

حدیث شریف میں" کلمہ اِنّما ،، حصر کے لئے ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ رکوع کے بعد قنوت صرف ایک ماہ تھا۔ یعنی رکوع کے بعد صرف ایک ماہ تک قنوت تھا پھر اس کو ترک کر دیا گیا اور ترک نسخ کی دلیل ہے معلوم ہوا کہ دُعاء قنوت منسوخ ہے ،، یہ ستر قاری اصحاب صفہ تھے جو زاہد اور متقی تھے ان کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد بھیجا تھا تاکہ تبلیغ کریں مگر ان کو دھوکہ سے شہید کر دیا گیا اس لئے ان مشرکوں پر آپ نے ایک مہینہ بد دُعا فرمائی ،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قنوت رکوع سے پہلے ہے جیسا کہ احناف کا مذہب ہے ،، اور جو قنوت رکوع کے بعد ہے وہ صرف ایک ماہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی پھر اس کو ترک کر دیا اور وہ منسوخ ہوگئی لہٰذا کسی فرض نماز میں قنوت نازلہ پڑھنا مشروع نہیں ہے ! اور وتر کے آخر میں قنوت مشروع ہے۔ نسائی اور ابن ماجہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتروں میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے ،، محمد بن نصر مروزی نے اپنے اسناد سے روایت کی کہ عبد الرحمٰن بن ابزیٰ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتروں کی پہلی رکعت میں" سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ،، دوسری رکعت میں" قُلْ یَا اَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ ،، اور تیسری رکعت میں" قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ،، اور رکوع سے پہلے دُعاءِ قنوت پڑھا کرتے تھے ،،

معلوم ہوا فرض نمازوں میں قنوت نہیں۔ قنوت صرف وتروں میں رکوع سے پہلے ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم !

ترجمہ ۹۵۵ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دُعاء قنوت مغرب اور فجر کی نمازوں میں پڑھی جاتی تھی !

شرح ۹۵۵ : اس حدیث سے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے استدلال کیا کہ فجر کی نماز میں قنوت مشروع ہے مگر یہ استدلال درست نہیں کیونکہ شافعی مغرب کی نماز میں قنوت کے قائل نہیں لہٰذا اس حدیث سے استدلال کرنے سے لازم آئے گا کہ وہ مغرب میں بھی قنوت پڑھیں اور فجر کی نماز میں دعاء قنوت پڑھنا اور مغرب کی نماز میں نہ پڑھنا محض تحکم اور سینہ زوری ہے ،، اور فرض نمازوں میں قنوت منسوخ ہے ،، اور یہ کہنا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات تک صبح کی نماز میں دُعاء قنوت پڑھتے رہے ،، صحیح نہیں کیونکہ یہ موضوع روایت ہے کیونکہ خود حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ دعاء قنوت پڑھی پھر ترک کر دی اسی طرح شیخ عبد الرزاق نے مصنف میں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابواب الاستسقاء باب الاستسقاء وخروج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

فی الاستسقاء حدثنا ابو نعیم قال حدثنا سفین عن عبد اللہ بن ابی بکر عن عباد بن تمیم عن عمہ قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یستسقی وحول رداءہ ۹۵۶

صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے حتی کہ دنیا کو داغ مفارقت دے گئے۔ قابل قبول نہیں۔

ابن جوزی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے نیز اس کی سند میں ابو جعفر رازی ضعیف ہے۔ امام احمد بن حنبل نے کہا ابو جعفر حدیث میں قوی نہیں ،، اس کے علاوہ حضرت انس کی حدیث "انہ صلی اللہ علیہ وسلم انما قنت شھرا علی احیاء من العرب ثم ترکہ" ،، اس کے معارض ہے ،، دارقطنی نے کہا کہ فجر کی نماز میں دعاء قنوت پڑھنا بدعت ہے۔ الحاصل احناف کے نزدیک قنوت نازلہ منسوخ ہے جیسا کہ اوپر روایات سے واضح ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الاستسقاء

باب — بارش طلب کرنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بارش کی دعا کے لئے باہر جنگل کی طرف تشریف لے گئے

۹۵۶ — ترجمہ : عباد بن تمیم نے اپنے چچا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بارش کی دعا کے لئے باہر جنگل کی طرف تشریف لے گئے جبکہ آپ بارش کے لئے دعاء کا ارادہ کرتے تھے اور اپنی چادر کو الٹایا ،،

۹۵۶ — شرح : استسقاء کا معنی عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے بارش کا نزول طلب کرنا ہے ،، چادر کی تحویل میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ موجودہ

۹۵۷ بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْهَا سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ يَقُولُ اللّٰهُمَّ أَنْجِ عَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ اللّٰهُمَّ أَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ اللّٰهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ اللّٰهُمَّ أَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِينَ كَسِنِي

قحط سالی والی حالت کو تبدیل کر دے حاکم نے مستدرک میں صحیح حدیث ابن زید سے روائت کی کہ نبیؑ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کے لئے دعاء کی جبکہ آپ کے اوپر صوف کی کالی چادر تھی آپ نے اس کا نچلا حصہ اوپر کرنا چاہا وہ بھاری تھی آپ نے اس کی دائیں طرف کو بائیں اور بائیں طرف کو دائیں طرف کر دیا،، بخاری کی حدیث سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے استدلال کیا کہ استسقاء استغفار اور دعاء ہے اس میں نماز باجماعت مسنون نہیں کیونکہ اس حدیث میں نماز کا ذکر نہیں، صاحب ہدایہ نے کہا اگر تنہا نماز پڑھیں تو جائز ہے،،

امام ابویوسف، محمد، مالک، شافعی اور احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم نے کہا مسنون یہ ہے کہ امام لوگوں کو باجماعت دو رکعتیں پڑھائے سیدنا عمر فاروق اور ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہما استسقاء میں صرف دعا اور استغفار کے قائل ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" یَا قَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ،، لہٰذا یہ کہنا صحیح نہیں کہ صرف امام ابوحنیفہ ہی اس کے قائل ہیں کہ استسقاء صرف استغفار اور دعاء ہے اور نہ ہی یہ درست ہے کہ انھوں نے تحویلِ رداء کا انکار کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ تحویلِ رداء مسنون نہیں البتہ تحویل رداء حال اور نیک فال کے لئے ہے اور حاکم کی مستدرک میں ابن زید سے روایت امام ابوحنیفہ کے مذہب کو تقویت دیتی ہے،،

تحویل رداء (چادر الٹنا) میں امام شافعی رضی اللہ عنہ نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ چادر کے چاروں کونے تبدیل ہو جائیں دایاں کنارہ بائیں طرف اور اوپر کا حصہ نچلی طرف کر دیا جائے،،

باب ــــ نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا دعا کرنا کہ اے اللہ کفار پر ایسی قحط سالی کر جو یوسف کے زمانہ میں تھی

۹۵۷ ــــ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب آخری رکعت سے سر مبارک اٹھاتے تو یہ فرماتے،، اے اللہ! عیاش بن ربیعہ کو نجات دے۔ اے اللہ سلمہ بن ہشام کو نجات دے، اے اللہ ولید بن ولید کو نجات دے۔ اے اللہ! کمزور

يُوسُفَ وَاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ قَالَ ابْنُ اَبِي الزِّنَادِ عَنْ اَبِيهِ هٰذَا كُلُّهُ فِي الصُّبْحِ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ

۹۵۸ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ اَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَاٰى مِنَ النَّاسِ اِدْبَارًا فَقَالَ اللّٰهُمَّ سَبْعًا كَسَبْعِ يُوسُفَ فَاَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ حَتّٰى اَكَلُوا الْجُلُودَ وَالْمَيْتَةَ وَالْجِيَفَ وَيَنْظُرُ اَحَدُهُمْ اِلَى السَّمَاءِ فَيَرَى الدُّخَانَ مِنَ الْجُوعِ فَاَتَاهُ اَبُو سُفْيٰنَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّكَ تَاْمُرُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ وَبِصِلَةِ الرَّحِمِ وَاِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوا فَادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ اِلٰى قَوْلِهِ اِنَّكُمْ عَائِدُونَ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى فَالْبَطْشَةُ يَوْمَ بَدْرٍ فَقَدْ مَضَتِ الدُّخَانُ وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ وَاٰيَةُ الرُّومِ

مومنوں کو نجات دے ۔ اے اللہ! مضر قبیلہ کو عذاب دے ۔ اے اللہ! ان کے سال ایسے کر جیسے یوسف کے سال تھے"، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! قبیلہ غفار کو اللہ تعالیٰ بخشے اور قبیلہ سالم کو سلامتی دے ابن ابی زناد نے اپنے باپ سے روائت کی کہ یہ تمام صبح کی نماز میں تھا!

۹۵۷ شرح: ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا بارش رک جانے کے وقت صحرا کی طرف بارش طلب کرنے کے لئے جانے میں سب علماء کا اتفاق ہے البتہ نماز میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا صرف دعاء کے لئے مسلمان باہر نکلیں اور خطیب اگر تخویف کے لئے وعظ کرے تو اچھا ہے اس میں نماز نہیں اور دیگر فقہاء نے استسقاء کی نماز مسنون ہے اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ظالم کی ہلاکت اور مومنوں کی نجات کے لئے دعاء کرنا مستحب ہے"، ظالم اگر شرائع دین اور احکام اسلام کی بے حرمتی کرے تو اس کی ہلاکت کی دعا کی جائے، ورنہ ان کی ہدائت کے لئے دعاء کی جائے"، چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوس کے لئے دعاء فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدائت دے سیدنا ابوبکر صدیق اور ان کی بیوی رضی اللہ عنہما بدر کی جنگ میں عبدالرحمن بن ابی بکر کی ہلاکت کی دعاء کرتے تھے جبکہ اس نے مسلمانوں پر حملہ کیا تھا"، اور وہ جب شکست کھا گیا تو اس کے لئے ہدائت کی دعاء کرتے تھے"، علامہ خطابی رحمہ اللہ نے کہا کہ آپ نے قبیلہ غفار کے لئے مغفرت کی دعاء کی کیونکہ انہوں نے بہت جلد اسلام قبول کر لیا تھا اور قبیلہ سالم کے لئے سلامتی کی دعا فرمائی کیونکہ وہ کسی خوف وہراس کے بغیر ایمان لائے تھے یہ ان کی بہت بڑی قربانی تھی۔ اسی لئے ان دونوں قبیلوں کو دعاء کے ساتھ مخصوص فرمایا!

"ابن ابی زناد" عبدالرحمن بن ابی زناد عبداللہ بن ذکوان ہیں ۱۷۴ ہجری میں ان کا انتقال ہوا وہ بغداد کے مفتی تھے"،

ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا علماء کا اس میں اتفاق ہے کہ بارش رک جانے کے وقت بارش کے لئے باہر

جنگل میں جاکر دعاء کرنا جائز ہے۔ لیکن نماز میں اختلاف ہے ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دعاء کے لئے مسلمان باہر نکلیں اور اگر واعظ پند و نصائح کرے تو مستحسن ہے لیکن نماز پڑھنا سنت نہیں۔ اور دیگر فقہاء کہتے ہیں استسقاء کی نماز دو رکعتیں ہے۔ اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو استسقاء میں نماز کی مشروعیت پر محمول کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

---

۹۵۸ — ترجمہ: حضرت مسروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس تھے انھوں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لوگوں کو اسلام سے پیٹھ پھیرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اے اللہ! ان کو سات سال قحط زدہ کر جیسے یوسف کے سات سال قحط کے تھے،، ان کو قحط سالی نے آلیا جو ان کی ہر شئے کو لے گئی، حتیٰ کہ لوگوں نے چمڑے، مردار اور مرے ہوئے بدبودار جانور کھانے شروع کر دیئے ان میں سے کوئی آسمان کی طرف نظر کرتا تو بھوک کی وجہ سے اس کو دھواں نظر آتا تھا۔ ابوسفیان صخر بن حرب آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اللہ کی طاعت اور صلہ رحمی کا حکم کرتے ہیں اور آپ کی قوم (بھوک سے) ہلاک ہو رہی ہے ان کے لئے اللہ سے دعاء کیجئے،، اللہ تعالیٰ نے فرمایا،، اس دن کی انتظار کرو جبکہ آسمان کھلا دھواں لائے گا،، حتیٰ کہ فرمایا،، انکم عائدون الخ یعنی ہم تھوڑا سا عذاب ہلکا کر دیں گے تم پھر کفر کی طرف لوٹ جاؤ گے،، جس دن ہم سب سے بڑی پکڑ پکڑیں گے،، یہ پکڑ بدر کی جنگ ہے اور دخان، بطشہ، لزام اور روم تمام گزر چکے ہیں،،

۹۵۸ — شرح: قریش جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر غلبہ کر گئے اور آپ کی نافرمانی میں سخت ہو گئے تو آپ نے ان کے لئے قحط سالی کی بد دعاء فرمائی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے سات سال قحط کی طرح یہ لوگ بھی سات برس قحط زدہ ہوں چنانچہ ایسا ہی ہوا،، ابن بطال نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں کے لئے بھوک کی بد دعاء کرنی جائز ہے آپ نے ان کے لئے اس لئے یہ بد دعاء فرمائی تھی کہ وہ بھوک کی وجہ سے کمزور ہو جائیں اور سرکشی نہ کریں،، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جن امور کے وقوع کی خبر دی ان میں سے چار واقعہ ہو چکے ہیں چنانچہ قرآن کریم میں ہے،، یوم تاتی السماء بدخان مبین،، یہ گزر چکا ہے جبکہ وہ لوگ زمین اور آسمان کے درمیان دھواں دیکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا،، يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى،، یہ بدر کے دن واقع ہوا جبکہ کفار مکہ کے ستر اشخاص گرفتار ہوئے اور ستر قتل ہوئے،، اللہ تعالیٰ نے فرمایا،، الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ،، یہ بھی واقع ہو چکا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے دو اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد،، فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا،، یہ بھی قحط سالی ہے۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب سُؤالِ النّاسِ الإمامَ الاستسقاءَ اذا قَحَطُوا

۹۵۹ حدثنا عمرو بن علي قال حدثنا ابو قتيبة قال حدثنا عبد الرحمن بن عبد الله بن دينار عن ابيه قال سمعت ابن عمر يتمثل بشعر ابي طالب وابيض يستسقى الغمام بوجهه ثمال اليتامى عصمة للارامل وقال عمر بن حمزة حدثنا سالم عن ابيه وربما ذكرت قول الشاعر وانا انظر الى وجه النبي صلى الله عليه وسلم يستسقي فما ينزل حتى يجيش كل ميزاب وابيض يستسقى الغمام بوجهه ثمال اليتامى عصمة للارامل وهو قول ابي طالب

باب — لوگوں کا امام سے استسقاء کا سوال کرنا جبکہ وہ قحط میں مُبتلا ہوں"

۹۵۹ — ترجمہ : عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ابن عمر سے سُنا کہ وہ ابوطالب کا شعر ہے

وَابیضُ یُستَسقیَ الغَمامُ بِوَجھِہٖ ثِمَالُ الیَتَامیٰ عِصمَۃٌ لِلاَرَامِلِ

"وہ روشن سفید چہرہ والے کہ جس کے چہرۂ انور کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی ہے جو یتیموں کے فریادرس اور بیواؤں کے غمخوار ہیں"

عمر بن حمزہ نے کہا ہمیں سالم نے اپنے باپ عبداللہ بن عمر سے خبر دی کہ میں شاعر کا یہ شعر کبھی یاد کرتا اور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھتا جبکہ آپ منبر شریف پر بارش کے لئے دُعا فرماتے آپ ابھی منبر سے نہ اُترتے حتیٰ کہ پرنالے زور سے بہنے لگتے (یہ ہے وہ شعر)

وَابیضُ یُستَسقیَ الغَمامُ بِوَجھِہٖ ثِمَالُ الیَتَامیٰ عِصمَۃٌ لِلاَرَامِلِ

اور یہ ابوطالب کا قول ہے!

۹۵۹ — شرح : علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ابوطالب کے اس کلام کا معنی دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور توسّل ہے کیونکہ جب حضرت عبدالمطلب نے بارش طلب کی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ تھے اس وقت ابوطالب وہاں موجود تھے"، لہٰذا اس وقت لوگوں کا بارش طلب کرنا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی برکت سے تھا اور لوگ آپ کی ذات کریمہ سے شفاعت کے طالب تھے"، لہٰذا اس حدیث کی عنوان سے مطابقت ظاہر ہے۔ اس تقریر سے یہ اعتراض بھی مندفع ہو جاتا ہے کہ ابوطالب آپ کے چہرۂ انور کے وسیلہ سے کیسے بارش طلب کر سکتے ہیں جبکہ اس طرح ہونا اُنھوں نے کبھی دیکھا ہی نہ تھا۔ کیونکہ آپ کی برکت سے بارش کا نزول

۹۶۰ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُثَنّٰى عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ اللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِيْنَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ

تو صرف ہجرت کے بعد تھا،، اندفاع کی وجہ یہ ہے کہ ابوطالب نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے جو حضرت عبدالمطلب کے زمانہ میں ہُوا تھا جبکہ اُنھوں نے قریش کے لئے بارش طلب کی اور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں ان کے ساتھ تھے اس کو ابوطالب نے دیکھا تھا۔ ابن تین رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ابوطالب کے اس شعر میں اس بات پر دلالت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت آپ کی بعثت سے پہلے ہی جانتے تھے جبکہ ان کو بحیرہ راہب نے اس کی خبر دی تھی،، اور اسی بناء پر اُنھوں نے یہ شعر کہا تھا، مگر یہ ان کا ایمان نہ تھا کیونکہ ایمان اذعان ہے۔

علامہ بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا اور کہا یارسول اللہ! اللہ کی قسم ہم آپ کے پاس آئے ہیں ہمارا نہ کوئی اونٹ بلبلاتا ہے اور نہ ہی کوئی بچہ پانی میں نہاتا ہے یہ سُن کر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے اُٹھے اور منبر شریف پر تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد اللہ تعالیٰ سے بارش کی دُعاء کی تو فوراً بارش ہونے لگی حتیٰ کہ لوگ چلّانے لگے کہ غرق ہوگئے غرق ہوگئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے حتیٰ کہ آپ کے دانت شریف ظاہر ہوگئے،، اس کے بعد آپ نے یہی شعر پڑھا۔

---

۹۶۰ — ترجمہ : حضرت انس سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب لوگ قحط سالی میں مبتلا ہوتے تو آپ حضرت عباس بن عبدالمطلب کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے اور کہتے اے اللہ! ہم تیرے پاس اپنے نبی کا وسیلہ لایا کرتے تھے اور تو بارش برسا دیتا تھا اب ہم تیرے پاس اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ لے کر آئے ہیں ہم پر بارش برسا کہا پس ان پر بارش برستی،،

۹۶۰ — شرح : صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب بارش مطلوب ہوتی تو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے اور بارش برسنے لگتی اور آپ کی وفات کے بعد سیّدنا عمر فاروق نے آپ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دُعاء کی جبکہ آپ کے عہد خلافت میں اٹھارہ ہجری میں قحط سالی ہُوئی اور نو ماہ تک بارش نہ ہُوئی تو اللہ تعالیٰ نے بارش برسائی،، معلوم ہُوا کہ نیک لوگوں کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے،، کعب احبار سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل جب قحط زدہ ہوتے تو وہ اپنے نبی کے اہلِ بیت کے وسیلہ سے بارش طلب کیا کرتے تھے،، بخاری کی حدیث سے یہ استدلال کرنا کہ زندوں سے توسل تو جائز ہے مگر ان کے فوت ہونے کے بعد ان سے توسل صحیح نہیں ورنہ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس رضی اللہ عنہ سے توسل نہ کرتے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی

بَابُ تَحْوِيلِ الرِّدَآءِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

۹۶۱ حَدَّثَنِي اِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَسْقٰى فَقَلَبَ رِدَاءَهٗ

توسل کرتے،، صحیح نہیں ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی آپ سے توسّل کرتے تھے اور ان کا مقصد پورا ہو جاتا تھا چنانچہ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں بیہقی نے دلائل و دعوات میں صحیح حدیث ذکر کی اس کو حافظ ابونعیم نے بھی معرفت میں ابوامامہ بن سہل بن حنیف سے روایت کیا کہ ایک شخص حضرت عثمان کے پاس اپنی حاجت لے کر جاتا اور وہ اس کی طرف قطعاً متوجہ نہ ہوتے تھے وہ شخص عثمان بن حنیف سے ملے اور ان سے یہ شکایت کی عثمان بن حنیف نے کہا کوزے میں پانی لے کر وضوء کر کے مسجد میں آؤ اور دو رکعتیں پڑھنے کے بعد یہ دعاء کرو" اے اللہ میں تیرے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت کے نبی کے وسیلہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں،، یا محمد" صلی اللہ علیہ وسلم" میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میری حاجت پوری ہو اور اپنی حاجت کا نام لو پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اس شخص نے اسی طرح کیا پھر عثمان غنی کے دروازہ پر آیا تو فوراً دربان باہر آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو حضرت عثمان کے پاس لے گیا حضرت عثمان غنی نے اس کو باعزت بٹھایا اور اس سے کہا اپنی حاجت بیان کرو اور اس کی حاجت پوری کر دی،، معلوم ہوا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بظاہر وفات کے بعد بھی آپ سے توسّل جائز ہے اور یہ عمل اُمت میں جاری ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا "مَنْ يُّسْتَمَدُّ فِي حَيَاتِهٖ يُسْتَمَدُّ بَعْدَ مَمَاتِهٖ" جس بزرگ سے اس کی زندگی میں استمداد کر سکتے ہیں اس کی وفات کے بعد بھی اس سے استمداد کی جا سکتی ہے" شیخ محقق عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لمعات شرح مشکوٰۃ کے باب زیارۃ القبور میں ذکر کیا کہ امام شافعی نے کہا کہ موسیٰ کاظم کی قبر دعا کی قبولیت کے لئے مجرب تریاق ہے نیز وہ اسی باب میں ذکر کرتے ہیں کہ "جو لوگ صالحین کی زیارت کو جاتے ہیں وہ ان کے ادب و احترام اور رُتبہ کے اعتبار سے ان کی ظاہری طور پر مدد کرتے ہیں،، ردِّ محتار کے زیارۃ القبور کے باب میں ہے کہ" اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کے قرب اور زائرین کو ان کے معارف اور اسرار کے مطابق نفع دینے میں متفاوت ہیں،، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے لوگوں نے قحوط مطر کی شکایت کی تو کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کو دیکھو اور اس سے آسمان کی طرف سوراخ کر دو حتیٰ کہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان چھت نہ رہے لوگوں نے ایسا ہی کیا تو خوب بارش ہوئی۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب ——— بارش کی دُعاء کے وقت چادر اُلٹنا

۹۶۱ ——— ترجمہ : عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کے لئے دعاء کی اور چادر کو اُلٹا۔

۹۶۲ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبَّادَ بْنَ تَمِيمٍ يُحَدِّثُ أَبَاهُ عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى فَاسْتَسْقَى فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَقَلَبَ رِدَاءَهُ وَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ ابْنُ عُيَيْنَةَ يَقُولُ هُوَ صَاحِبُ الْأَذَانِ وَلٰكِنَّهُ وَهْمٌ فِيهِ لِأَنَّ هٰذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ الْمَازِنِيُّ مَازِنُ الْأَنْصَارِ بَابُ انْتِقَامِ الرَّبِّ تَعَالٰى عَزَّ وَجَلَّ مِنْ خَلْقِهِ بِالْقَحْطِ إِذَا انْتُهِكَ مَحَارِمُهُ بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ فِي الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ

۹۶۲ —— **ترجمہ :** عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگل کی طرف تشریف لے گئے اور بارش کے لئے دُعا کی آپ قبلہ رُو ہوئے چادر کو اُلٹا اور دو رکعت نفل پڑھے ،، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ عبد اللہ بن عُیینہ نے کہا یہ عبد اللہ بن زید صاحب اذان ہے مگر یہ محض وہم ہے کیونکہ یہ عبد اللہ بن زید بن عاصم مازنی مازن الانصار ہے (یہ وہ مازنی نہیں جو انصار سے نہیں)

۹۶۱ — ۹۶۲ —— **شرح :** استسقاء کی تین صورتیں ہیں ایک استسقاء نماز کے بغیر دعاء کرنا ہے۔ دُوسری صُورت جُمعہ کے خطبہ میں یا نماز کے بعد بارش کے لئے دُعاء کرنا تیسری صورت جنگل میں جاکر دو رکعت نماز نفل پڑھ کر نماز کے بعد خطبہ دے کر دُعا کرنا اور چادر کا اُلٹنا ،، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب میں استسقاء میں نماز باجماعت مسنون نہیں اگر لوگ تنہا نماز پڑھ لیں تو جائز ہے استسقاء صرف دعا اور استغفار ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ،، اللہ تعالیٰ نے بارش کے نزول کو استغفار کے ساتھ معلق فرمایا اور نماز کا ذکر نہ کیا ، لہٰذا استسقاء میں اصل دعاء اور عاجزی و انکساری ہے نماز اس میں اصل نہیں ،، ابن عباس کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ استسقاء کا وقت وہی ہے جو عید کا وقت ہے اور عید کی نماز میں جو سورتیں پڑھی جاتی ہیں وہی سورتیں نماز استسقاء میں پڑھے ،، اور قرأت میں جہر کرے۔ امام شافعی اور امام محمد رضی اللہ عنہما کے نزدیک عید کی نماز کی طرح دو خطبے ہیں اور درمیان میں فاصلہ ہے۔ امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایک خطبہ ہے۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب —— جب اللہ تعالیٰ کے حدود کا خیال نہ کیا جائے تو اللہ کا اپنے بندوں سے قحط کے ذریعہ انتقام لینا

باب —— جامع مسجد میں بارش کے لئے دُعاء کرنا

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَذْكُرُ أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ كَانَ وُجَاهَ الْمِنْبَرِ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللهَ أَنْ يُغِيثَنَا قَالَ فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ اسْقِنَا اللَّهُمَّ اسْقِنَا اللَّهُمَّ اسْقِنَا قَالَ أَنَسٌ فَلَا وَاللهِ مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَلَا قَزَعَةٍ وَلَا شَيْئًا وَلَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِنْ بَيْتٍ وَلَا دَارٍ قَالَ فَطَلَعَتْ مِنْ وَرَائِهِ سَحَابَةٌ مِثْلُ التُّرْسِ فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَاءَ انْتَشَرَتْ ثُمَّ أَمْطَرَتْ قَالَ فَوَاللهِ مَا رَأَيْنَا الشَّمْسَ سِتًّا ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذَلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللهَ أَنْ يُمْسِكَهَا قَالَ فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ

۹۶۳ — **ترجمہ** : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ ایک شخص جمعہ کے دن اس دروازے سے مسجد میں داخل ہوا جو منبر شریف کے سامنے ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے خطبہ دے رہے تھے وہ شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ! مویشی ہلاک ہو گئے راستے منقطع ہو گئے، اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہم پر بارش برسائے،، انس نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا! اے اللہ ہم پر بارش برسا اے اللہ! ہم پر بارش برسا،، اے اللہ! ہم پر بارش برسا! انس نے کہا اللہ کی قسم! ہم آسمان پر بادل اور نہ بادل کا ٹکڑا اور نہ کوئی شئی دیکھ رہے تھے،، اور ہمارے اور سلع پہاڑ کے درمیان کوئی گھر اور حویلی نہ تھی،، سلع کے پیچھے سے ڈھال کی مانند تھوڑا سا بادل ظاہر ہوا جب وہ آسمان کے درمیان آیا تو پھیل گیا پھر برسا انس نے کہا اللہ کی قسم! ہم نے چھ روز تک سورج نہ دیکھا پھر آئندہ جمعہ ایک شخص اسی دروازے سے آیا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف پر کھڑے خطبہ دے رہے تھے وہ سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! مال ہلاک ہو گیا راستے منقطع ہو گئے۔ اللہ سے دعا کیجئے کہ بارش کو روک دے انس نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا اے اللہ! ہمارے ارد گرد ہو ہم پر نہ ہو اے اللہ! ٹیلوں، پہاڑوں، چھوٹے چھوٹے ٹیلوں، ندیوں اور درختوں کے اگنے کے مقامات پر بارش ہو انس نے کہا بارش منقطع ہو گئی اور ہم (مسجد سے) باہر نکلے جبکہ ہم دھوپ میں چل رہے تھے شریک نے کہا میں نے حضرت انس سے پوچھا کہ وہ شخص پہلا ہی شخص تھا (یا کوئی اور تھا) انھوں نے کہا مجھے معلوم نہیں!

۹۶۳ — **شرح** : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت کے تحت اثناء خطبہ میں امام سے گفتگو کرنا جائز ہے اور اس سے خطبہ منقطع نہیں ہوتا اور نہ ہی بارش کی دعا سے منقطع ہوتا ہے،، اہل خیر اور صالحین سے دعا کرانا جائز ہے اور تین بار دعا کرنا مستحب ہے نیز اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے خطبہ میں منبر پر بارش کے لئے دعا کرنا جائز ہے اور چادر الٹنا اور قبلہ رو ہونا ضروری نہیں،، جمعہ کی نماز ہی استسقاء کے لئے کافی ہے علیحدہ دو رکعتیں پڑھنی ضروری نہیں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء کا ادب سکھایا اور مطلقاً رفع مطر کی دعاء نہ فرمائی، کیونکہ مستقبل میں دعا کی ضرورت ہمیشہ رہتی

اللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا اللّٰھُمَّ عَلَی الْاٰکَامِ وَالْجِبَالِ وَالظِّرَابِ وَالْاَوْدِیَۃِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ قَالَ فَانْقَطَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِیْ فِی الشَّمْسِ قَالَ شَرِیْکٌ فَسَاَلْتُ اَنَسًا اَھُوَ الرَّجُلُ الْاَوَّلُ قَالَ لَا اَدْرِیْ **بَاب** الْاِسْتِسْقَاءِ فِیْ خُطْبَۃِ الْجُمُعَۃِ غَیْرَ مُسْتَقْبِلِ الْقِبْلَۃِ

۹۶۴ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شَرِیْکٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ مِنْ بَابٍ کَانَ نَحْوَ دَارِ الْقَضَاءِ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ یَّخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَائِمًا ثُمَّ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلَکَتِ الْاَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰہَ یُغِیْثُنَا فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدَیْہِ ثُمَّ قَالَ اللّٰھُمَّ اَغِثْنَا اللّٰھُمَّ اَغِثْنَا اللّٰھُمَّ اَغِثْنَا قَالَ اَنَسٌ وَلَا وَاللّٰہِ مَا نَرٰی فِی السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَلَا قَزَعَۃٍ وَمَا بَیْنَنَا وَبَیْنَ سَلْعٍ مِنْ بَیْتٍ وَلَا دَارٍ قَالَ فَطَلَعَتْ مِنْ وَّرَائِہٖ سَحَابَۃٌ مِّثْلُ التُّرْسِ فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ انْتَشَرَتْ ثُمَّ اُمْطِرَتْ فَلَا وَاللّٰہِ مَا رَاَیْنَا الشَّمْسَ سَبْتًا ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِّنْ ذٰلِکَ الْبَابِ فِی الْجُمُعَۃِ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ یَّخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَہٗ قَائِمًا فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلَکَتِ الْاَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰہَ یُمْسِکْھَا عَنَّا قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدَیْہِ ثُمَّ قَالَ اللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا اللّٰھُمَّ عَلَی الْاٰکَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِیَۃِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ قَالَ فَاَقْلَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِیْ فِی الشَّمْسِ قَالَ شَرِیْکٌ فَسَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ اَھُوَ الرَّجُلُ الْاَوَّلُ فَقَالَ مَا اَدْرِیْ۔

ہے تو آپ نے اس قدر رفع مطر کی دعا فرمائی جس سے ضرر زائل ہو جائے اور نفع باقی رہے۔ یہ توکل کے منافی نہیں اگرچہ افضل یہی ہے کہ تمام امور اللہ تعالیٰ کے سپرد کئے جائیں۔ قرآن کریم میں ہے۔ "عَلَیْہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ"

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک بارش کے لئے دعا میں نماز غیر مشروع نہیں اور نہ ہی بدعت ہے بلکہ ان کے نزدیک یہ مسنون نہیں اور جن احادیث میں نماز کا ذکر ہے وہ بیان جواز پر محمول ہیں لہذا باہر جا کر نمازِ استسقاء بدعت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — جمعہ کے خطبہ میں بارش کے لئے دعا کرنا جبکہ قبلہ رُو نہ ہو —"

۹۶۴ — ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص جمعہ کے دن مسجد میں اس دروازے سے داخل ہوا جو دار قضاء کی طرف تھا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے خطبہ دے رہے تھے وہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا پھر کہا یا رسول اللہ! مال ہلاک ہو گئے اور راہ منقطع ہو گئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے وہ ہم پر بارش برسائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور فرمایا اے اللہ! ہم پر بارش برسا اے اللہ ہم پر بارش برسا اے اللہ!

۹۶۵

حَدَّثَنَا ۔ بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ عَلَى الْمِنْبَرِ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ

حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قُحِطَ الْمَطَرُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَسْقِيَنَا فَدَعَا فَمُطِرْنَا فَمَا كِدْنَا اَنْ نَصِلَ اِلٰى مَنَازِلِنَا فَمَا زِلْنَا نُمْطَرُ اِلَى الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ قَالَ فَقَامَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ اَوْ غَيْرُهٗ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَصْرِفَهٗ عَنَّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا قَالَ فَلَقَدْ رَاَيْتُ السَّحَابَ يَتَقَطَّعُ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا يُمْطَرُوْنَ وَلَا يُمْطَرُ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ

ہم پر بارش برسا انس نے کہا اللہ کی قسم ہم آسمان پر نہ بادل اور نہ ہی بادل کا ٹکڑا دیکھتے تھے اور ہمارے اور سلع پہاڑ کے درمیان کوئی گھر اور محل نہ تھا (جو آڑ بن سکے) اس کے پیچھے سے بادل ظاہر ہوا جو ڈھال کی شکل تھا جب وہ آسمان کے درمیان آیا تو پھیل گیا پھر برسا اللہ کی قسم! ہم نے چھ روز تک سورج نہ دیکھا پھر ایک شخص اسی دروازہ سے دوسرے جمعہ کو داخل ہوا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے خطبہ دے رہے تھے وہ شخص آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا یا رسول اللہ! مال ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے۔ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم سے بارش روک دے انس نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا اے اللہ! ٹیلوں، اونچی جگہوں، وادیوں اور درختوں کے اگنے کی جگہوں پر بارش برسا۔ انس نے کہا بادل رک گیا اور ہم دھوپ میں چلنے لگے شریک نے کہا میں نے انس بن مالک سے پوچھا کیا وہ پہلا ہی شخص تھا؟ انھوں نے کہا مجھے معلوم نہیں۔

۹۶۴ — شرح : امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مذکور عنوان کے اثبات اور سند میں اختلاف کی وجہ سے حضرت انس کی حدیث کا اعادہ کیا ہے یعنی پہلی روایت سے اس کی سند مختلف ہے جبکہ پہلے محمد بن سلام کی سند سے روایت کی اور یہاں قتیبہ کے اسناد سے روایت کی یہ حدیث رباعی ہے!

باب — منبر پر بارش کے لئے دعاء کرنا

۹۶۵ — ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا یا رسول اللہ! بارش رک گئی ہے آپ اللہ سے دعا کریں کہ ہم پر بارش برسائے۔ آپ نے دعا فرمائی ہم پر بارش ہونے لگی اور یہ قریب نہ تھا کہ ہم اپنے گھروں تک جا سکیں چنانچہ آئندہ جمعہ تک ہم پر بارش ہوتی رہی،، انس نے کہا وہ ہی شخص یا کوئی اور کھڑا ہوا

۹۶۶ باب مَنِ اكْتَفٰى بِصَلوٰةِ الْجُمُعَةِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ فَدَعَا فَمُطِرْنَا مِنَ الْجُمُعَةِ اِلَى الْجُمُعَةِ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ فَقَامَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَلَى الْاٰكَامِ وَالظِّرَابِ وَالْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِيْنَةِ انْجِيَابَ الثَّوْبِ

اور کہنے لگا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجئے کہ ہم سے بارش ہٹا دے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! ہمارے اردگرد بارش ہو ہم پر نہ ہو،، انس نے کہا میں نے بادل کو دائیں بائیں پھٹتے ہوئے دیکھا اور لوگوں پر بارش ہو رہی تھی اور مدینہ منورہ کے لوگوں پہ بارش نہ ہوتی تھی!

۹۶۵ — شرح: قولہ فَمَا كِدْنَا اَنْ نَصِلَ الخ اس سے مُراد یہ ہے کہ ہمارا گھروں کو پہنچنا قریب نہ تھا یعنی گھروں کو جانا مشکل ہو گیا۔

اس حدیث کے اعادہ کی وہی وجہ ہے جو حدیث ۹۶۴ کے تحت مذکور ہے،،

باب — جس نے بارش کے لئے دُعا میں جمعہ کی نماز پر اکتفاء کی!

۹۶۶ — ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ نے کہا ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا مال مویشی ہلاک ہونے لگے اور راستے بند ہو گئے ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دُعا فرمائی تو اس جمعہ سے لے کہ دُوسرے جمعہ تک ہم پہ بارش ہوتی رہی،، پھر کوئی شخص آیا اور کہنے لگا مکانات گر گئے راستے منقطع ہو گئے اور مال مویشی ہلاک ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے آپ دُعا فرمائیں کہ بارش کو روک دے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور کہا اے اللہ بڑے اور چھوٹے ٹیلوں، ندیوں اور درخت اُگنے کی جگہوں پہ بارش برسا۔ پس بادل مدینہ منورہ سے کپڑا کھلنے کی طرح کھل گیا،،

۹۶۶ — شرح: مدینہ منورہ سے بادل کے انقطاع کو اِنْجِيَابِ الثَّوْبِ سے تشبیہ دی یعنی ہم سے منقطع ہو کہ بادل اردگرد چلا گیا،، اس حدیث میں اس امر کی تصریح نہیں کہ یہ وہی شخص تھا جو پہلے آیا تھا مگر یہ تمام احادیث ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں،، اس حدیث کے اعادہ کی وہی وجہ ہے جو حدیث ۹۶۴ کے تحت مذکور ہے!

---

۹۶۷ بَابُ الدُّعَاءِ إِذَا تَقَطَّعَتِ السُّبُلُ مِنْ كَثْرَةِ الْمَطَرِ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْمَوَاشِي وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ فَدَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمُطِرُوا مِنْ جُمُعَةٍ إِلَى الْجُمُعَةِ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِي فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ عَلَى رُؤُسِ الْجِبَالِ وَالْآكَامِ وَبُطُونِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِينَةِ انْجِيَابَ الثَّوْبِ

۹۶۸ بَابُ مَا قِيلَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُحَوِّلْ رِدَاءَهُ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَافَى بْنُ عِمْرَانَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا شَكَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَاكَ الْمَالِ وَجَهْدَ الْعِيَالِ فَدَعَا اللّٰهَ يَسْتَسْقِي وَلَمْ يَذْكُرْ أَنَّهُ حَوَّلَ رِدَاءَهُ وَلَا اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ

باب — دُعاء کرنا جبکہ بارش کی کثرت سے راستے بند ہو جائیں"

۹۶۷ — ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ! مویشی ہلاک ہو گئے اور راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائیں (کہ بارش ہو) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی تو اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک لوگوں پر بارش ہوتی رہی۔ پھر ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ! مکانات گر گئے، راستے بند ہو گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! پہاڑوں کی چوٹیوں، ٹیلوں، ندیوں اور درخت اُگنے کی جگھوں پر بارش ہو بادل مدینہ منورہ سے کپڑے کی طرح کھل گیا۔

۹۶۷ — شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بارش بند کرانے کی دُعاء کی درخواست کرنے والا کوئی دُوسرا شخص تھا، مگر احادیث ایک دوسری کی تفسیر کرتی رہتی ہیں لہٰذا غالبًا یہ وہی شخص تھا جس نے بارش ہونے کی درخواست کی تھی۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہُوا کہ استسقاء دُعا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا"، یعنی اپنے رب سے گناہوں کی معافی چاہو وہ بخشنے والا ہے تم پر برسنے والا بادل بھیجے گا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہی ہے اور یہ بھی معلوم ہُوا کہ خطبہ میں دُعا کرنا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

۹۶۹ بَابُ اِذَا اسْتَشْفَعُوْا اِلَى الْاِمَامِ لِيَسْتَسْقِيَ لَهُمْ لَمْ يَرُدَّهُمْ حَدَّثَنَا

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ نَمِرٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ

باب — جو کہا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے جمعہ کے دن بارش کے لئے دُعا میں اپنی چادر کو نہیں اُلٹا،،

۹۶۸ — ترجمہ : انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے مویشیوں کے ہلاک ہونے اور بال بچوّں کے تکلیف اُٹھانے کی شکائت کی،، آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اللہ تعالیٰ سے بارش برسانے کی دُعا کی اور یہ ذکر نہ کیا کہ آپ نے اپنی چادر کو اُلٹا اور نہ ہی یہ ذکر کیا کہ آپ قبلہ رُو ہوئے،،

۹۶۸ — شرح : یعنی اس شخص نے پانی کی قلت کی وجہ سے مویشی ہلاک ہونے اور قحط سالی کی وجہ سے بال بچوں کا مشقت میں پڑ جانے کی شکائت کی"

علاّمہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا جب بارش کے لئے دعاء صحراء میں نہ کی جائے تو سب کا اتفاق ہے کہ تحویلِ رداء اور استقبالِ قبلہ ضروری نہیں،، اختلاف اس وقت ہے جبکہ صحراء میں بارش کے لئے دُعا کی جائے،، اس حدیث میں اگرچہ جمعہ کے دن کا ذکر نہیں لیکن یہ حدیث مختصر ہے اور باقی حصّہ جمعہ کے دن دُعا پر دلالت کرتا ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے کہا تحویلِ رداء میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف ہے اور وہ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ مطلقاً تحویلِ رداء سُنّت نہیں ہے،، لہذا عدمِ تحویل پر اتفاق نہیں ہے،، واللہ تعالیٰ ورسُولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — جب لوگ امام سے بارش برسنے کے لئے سفارش کریں تو وہ ان کی درخواست مستردّ نہ کرے"

۹۶۹ — ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک شخص جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آیا اور عرض کیا یارسُول اللہ! مویشی ہلاک ہوگئے اور راستے بند ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائیں (بارش ہو) آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائی تو ہم پر اس جمعہ سے لے کر آئندہ جمعہ تک بارش ہوتی رہی۔ پھر ایک شخص نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آیا اور عرض

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ فَدَعَا اللّٰهَ فَمُطِرْنَا مِنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ عَلَى ظُهُوْرِ الْجِبَالِ وَالْاٰكَامِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِيْنَةِ اِنْجِيَابَ الثَّوْبِ۔ **بَابٌ** إِذَا اسْتَشْفَعَ الْمُشْرِكُوْنَ بِالْمُسْلِمِيْنَ عِنْدَ الْقَحْطِ **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ عَنْ سُفْيٰنَ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ وَّالْاَعْمَشُ عَنْ أَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ أَتَيْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ اِنَّ قُرَيْشًا اَبْطَؤُا عَنِ الْاِسْلَامِ فَدَعَا عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ **۹۷۰**

کیا یا رسول اللہ! مکانات تباہ ہوگئے، راستے بند ہوگئے اور مویشی ہلاک ہوگئے۔ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! پہاڑوں، ٹیلوں، ندیوں اور درخت اُگنے کی جگہوں پر بارش برسا تو بادل مدینہ منورہ سے چادر کی طرح کھل گیا۔"

۹۶۹ — شرح: یعنی امام لوگوں کی سفارش پر اللہ تعالیٰ سے بارش برسنے کی دُعاء کرے اور ان کی درخواست مسترد نہ کرے ،، کیونکہ عوام کا امام پر حق ہے کہ جب وہ بارش برسنے کی ان سے سفارش کریں تو ان کے لئے بارش برسنے کی دُعاء کرے ،، کرمانی۔ ابنِ بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اسی طرح ہر وہ کام جس میں رعیّت کا فائدہ ہو اس کی تکمیل کرے کیونکہ امام پر رعایا کی حفاظت ضروری ہے اور قیامت میں اس کے متعلق اس سے پوچھا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — جب مشرک مسلمانوں سے قحط کے وقت دُعاء کی درخواست کریں!

۹۷۰ — ترجمہ: مسروق رضی اللہ عنہ سے روائت ہے اُنھوں نے کہا میں ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اُنھوں نے کہا قریش نے اسلام قبول کرنے میں تاخیر کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے بددعاء کی تو ان کو قحط سالی نے پکڑ لیا حتیٰ کہ وہ اس میں ہلاک ہونے لگے اور اُنھوں نے مردار اور ہڈیاں کھانی شروع کیں۔ ابوسفیان آپ کے پاس آیا اور کہا یا محمد! آپ صلۂ رحمی کا حکم کرتے ہیں اور آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے۔ اللہ سے دُعاء فرمائیں تو سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا "اس دن کی انتظار کرو جبکہ آسمان کھلا دھوُاں لائے گا پھر وہ کفر کی طرف لوٹ گئے،، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جس روز ہم ان کو سخت پکڑیں گے ،، یعنی بدر کے روز ،، کہا اور اسباط نے منصور سے روائت کرتے ہوئے کہا "کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی تو ان پر بارش ہوئی اور سات روز بارش ہوتی رہی پھر لوگوں نے بارش کی کثرت کی شکائت کی تو آپ نے فرمایا ،، اے اللہ! ہمارے اردگرد ہو ہم پر نہ ہو پس بادل آپ کے سر مبارک سے علیحدہ ہوگیا اور ان کے اردگرد کے لوگوں پر خوب بارش ہوئی ،،

فَاَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَتّٰى هَلَكُوْا فِيْهَا وَاَكَلُوا الْمَيْتَةَ وَالْعِظَامَ فَجَاءَهٗ اَبُوْسُفْيَانَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ جِئْتَ تَاْمُرُ بِصِلَةِ الرَّحِمِ وَاِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوْا فَادْعُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فَقَرَأَ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ الْاٰيَةَ ثُمَّ عَادُوْا اِلٰى كُفْرِهِمْ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى يَوْمَ بَدْرٍ وَزَادَ اَسْبَاطٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسُقُوا الْغَيْثَ فَاَطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ سَبْعًا وَشَكَا النَّاسُ كَثْرَةَ الْمَطَرِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَانْحَدَرَتِ السَّحَابَةُ عَنْ رَاْسِهٖ فَسُقُوا النَّاسُ حَوْلَهُمْ

٩٧١ بَابُ الدُّعَاءِ اِذَا كَثُرَ الْمَطَرُ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَامَ النَّاسُ فَصَاحُوْا فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

—— ٩٧٠ شرح : سوال یہ ہوتا ہے کہ قریش کا یہ واقعہ اور ابوسفیان کا آپ سے دُعا کی درخواست کرنا ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ میں تھا مدینہ منورہ میں نہ تھا اور مذکورہ واقعہ مدینہ منورہ میں ہُوا ہے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ مکہ مکرمہ میں ہُوا مگر جو حصّہ اسباط نے زیادہ ذکر کیا ہے وہ مدینہ منورہ میں ہُوا تھا ۔ دُوسری روایات اس پر واضح دلالت کرتی ہیں ،، ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا مشرکوں کا مسلمانوں سے بارش کی دعاء کرانا جائز ہے جبکہ ان کا حق کی طرف لوٹنے کی اُمید ہو ،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دارِحرب میں امام کو جب یہ طمع ہو کہ وہ مسلمان ہو جائیں گے تو وہ ان سے نرمی کرے اور ان کی کھیتیاں اور پھل وغیرہ تباہ و برباد نہ کرے اور اگر ان کے ایمان کی اُمید نہ ہو تو ان کے لئے بد دُعا کرے اور ان کے املاک تباہ و برباد کر دے ،، نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مشرک سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کے عالی مقام کے معترف تھے ،، ورنہ وہ مجبور ہو کر آپ کی خدمت میں دُعاء کی درخواست نہ کرتے " معلوم ہوتا ہے کہ قریش سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت و رسالت کو جانتے تھے مگر حسد و بغض کی وجہ سے اس کو قبول نہ کرتے تھے اور ان کا کفر عنادی تھا ،، نبی کی نبوت و رسالت کو پہچان لینا ایمان نہیں اہلِ کتاب کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " وہ آپ کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں ،، یعنی جس طرح اہل کتاب کو اپنی اولاد ہونے کا یقین تھا اسی طرح سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا ان کو یقین تھا مگر وہ اس کا اذعان نہیں کرتے تھے اور نہ دل سے قبول کرتے تھے اس لئے ان کا کفر محض عناد اور حسد و بغض کے سبب تھا ۔

واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم !

باب —— جب بارش زیادہ ہونے لگے تو یہ دُعا کرنا ہمارے اردگرد ہم پر بارش نہ ہو "

٩٧١ —— ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے ۔ اچانک لوگ کھڑے ہو گئے اور چیخنے لگے اور کہنے لگے یا رسُول اللہ ! بارش رُک گئی ،

قُحِطَ الْمَطَرُ وَاحْمَرَّتِ الشَّجَرُ وَهَلَكَتِ الْبَهَائِمُ فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَسْقِيَنَا فَقَالَ اللّٰهُمَّ اسْقِنَا مَرَّتَيْنِ وَايْمُ اللّٰهِ مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً مِنْ سَحَابٍ فَنَشَأَتْ سَحَابَةٌ وَأَمْطَرَتْ وَنَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ فَصَلَّى فَلَمَّا انْصَرَفَ لَمْ تَزَلْ تُمْطِرُ إِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِي تَلِيهَا فَلَمَّا قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ صَاحُوا إِلَيْهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوتُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ يَحْبِسُهَا عَنَّا فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا وَتَكَشَّطَتِ الْمَدِينَةُ فَجَعَلَتْ تُمْطِرُ حَوْلَهَا وَمَا تُمْطِرُ بِالْمَدِينَةِ قَطْرَةً فَنَظَرْتُ إِلَى الْمَدِينَةِ وَإِنَّهَا لَفِي مِثْلِ الْإِكْلِيلِ بَابُ الدُّعَاءِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ قَائِمًا وَقَالَ لَنَا أَبُو نُعَيْمٍ عَنْ زُهَيْرٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ خَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيُّ وَخَرَجَ مَعَهُ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَزَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ فَاسْتَسْقَى فَقَامَ لَهُمْ عَلَى رِجْلَيْهِ عَلَى غَيْرِ مِنْبَرٍ فَاسْتَسْقَى ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ وَلَمْ يُؤَذِّنْ وَلَمْ يُقِمْ قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ وَرَأَى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

درخت سُرخ ہوگئے اور جانور ہلاک ہوگئے اللہ تعالیٰ سے دُعاء فرمائیں کہ ہم پر پانی برسائے۔ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اے اللہ! ہم پر پانی برسا یہ دو مرتبہ فرمایا،، اللہ کی قسم ہم آسمان میں بادل کا ٹکڑا نہ دیکھتے تھے، اچانک تھوڑا سا بادل ظاہر ہوا اور برسنے لگا اور سیدِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلم منبر شریف سے اُترے اور نمازِ جمعہ پڑھائی جب فارغ ہوئے تو بارش بدستور اس جمعہ کے بعد آنے والے جمعہ تک برستی رہی،، (دوسرے جمعہ کو) جب نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو لوگ آپ کے پاس چیخنے لگے کہ مکانات گر گئے اور راستے بند ہوگئے۔ اللہ سے دعاء فرمائیں کہ اس کو ہم سے روک دے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم مُسکرائے اور فرمایا اے اللہ! ہمارے اردگرد بارش ہو ہم پر نہ ہو پس مدینہ منوّرہ کھُل گیا اور اس کے اردگرد بارش ہوتی رہی اور مدینہ منوّرہ میں ایک قطرہ بھی نہ برستا تھا۔ میں نے مدینہ منوّرہ کو دیکھا کہ تاج کی طرح اس کے اردگرد بادل تھا اور وہ اس کے بیچ میں تھا!

۹۷۱ — **شرح**: امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا جب بارشیں زیادہ ہوجائیں اور ان سے لوگوں کا نقصان ہوتا ہو تو سُنّت یہ ہے کہ اس کے بند ہونے کی دُعا کریں اور یوں کہیں اے اللہ! بارش ہمارے اردگرد ہو ہم پر نہ ہو،، اور اس کے لئے نماز مشروع نہیں، کیونکہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس کے لئے نماز نہیں پڑھی!

باب — بارش طلب کرنے کے لئے کھڑے ہوکر دُعاء کرنا،،

ابو اسحاق نے کہا کہ عبد اللہ بن یزید انصاری باہر نکلے اور ان کے ساتھ براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہم بھی باہر نکلے اُنھوں نے بارش کے لئے دُعاء کی اور ان کے ساتھ منبر کے بغیر اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے اور استغفار کی پھر دو رکعتیں پڑھیں جبکہ قرأت بُلند آواز سے کی اور اذان و اقامت نہ کہی،، ابو اسحاق نے کہا عبد اللہ بن یزید نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا ہے،،

٩٧٢ حدّثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزّھری قال حدّثنی عبّاد بن تمیم انّ عمّہ وکان من اصحاب النّبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبرہ انّ النّبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج بالنّاس یستسقی لھم فقام فدعا اللہ قائما ثم توجّہ قبل القبلۃ وحوّل رداءہ فاُسقوا

باب الجھر بالقراءۃ فی الاستسقاء

٩٧٣ حدّثنا ابو نعیم قال حدّثنا ابن ابی ذئب عن الزّھری عن عبّاد بن تمیم عن عمّہ خرج النّبی صلی اللہ علیہ وسلم یستسقی فتوجّہ الی القبلۃ یدعو وحوّل رداءہ ثم صلّی رکعتین یجھر فیھما بالقراءۃ

باب کیف حوّل النّبی صلی اللہ علیہ وسلم ظھرہ الی النّاس

ترجمہ ٩٧٢ : زہری سے روائت ہے اُنھوں نے کہا مجھے عباد بن تمیم نے خبر دی کہ ان کا چچا اور وہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے اصحاب سے ہیں نے ان کو خبر دی کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم بارش کے لئے دعاء کرنے کے لئے لوگوں کے ساتھ باہر نکلے ،، آپ اُٹھے اور اللہ تعالیٰ سے کھڑے ہو کر دُعا فرمائی پھر قبلہ کی طرف متوجّہ ہُوئے اور اپنی چادر کو اُلٹا پس لوگوں پر خوب بارش ہُوئی ۔،،

شرح ٩٧٢ : ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس بات پر اتفاق ہے کہ استسقاء کے لئے اذان واقامت نہیں ،، علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے کہا کہ نمازِ استسقاء میں قرأت کا جہر مسنون ہے ،، اور کھڑے ہو کر دُعاء کرنے میں حکمت یہ ہے ،، کہ اس میں خشوع وخضوع زیادہ ہوتا ہے ،، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔ اِستسقاء میں نمازِ باجماعت مسنون نہیں مشروع ہے ۔

باب ــــ استسقاء کی نماز میں جہر سے قرأت کرنا

ترجمہ ٩٧٣ : عباد بن تمیم نے اپنے چچا سے روائت کی اُنھوں نے کہا نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم بارش کے لئے دُعا کرنے باہر نکلے آپ قبلہ کی طرف متوجہ ہُوئے جبکہ دُعاء فرما رہے تھے اور اپنی چادر کو اُلٹا پھر دو رکعتیں پڑھیں اور اِن میں جہر سے قرأت فرمائی ،،

شرح ٩٧٣ : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ استسقاء کی نماز میں جہر سے قرآت کرنے میں سارے علماء کا اتفاق ہے حدیث ع ٩٦١ کی تفہیم میں اس حدیث کی تفصیل مذکور ہے ۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم !

باب ــــ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی پشت شریف لوگوں کی طرف کیسے موڑی ــــ ؟

۹۷۴ حدثنا آدم قال حدثنا ابن ابی ذئب عن الزهری عن عباد بن تمیم عن عمه قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم خرج یستسقی قال فحول الی الناس ظهره واستقبل القبلة یدعو ثم حول رداءه ثم صلی لنا رکعتین جهر فیهما بالقراءة **باب صلوة الاستسقاء رکعتین**

۹۷۵ حدثنی قتیبة ابن سعید قال حدثنا سفین عن عبد اللہ بن ابی بکر عن عباد بن تمیم عن عمه ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم استسقی فصلی رکعتین وقلب رداءه **باب الاستسقاء فی المصلی**

---

۹۷۴ — ترجمہ : عباد بن تمیم نے اپنے چچا سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس روز دیکھا جبکہ آپ بارش کی دعا کرنے باہر نکلے تھے، انھوں نے کہا آپ نے لوگوں کی طرف پشت مبارک موڑی اور قبلہ رو ہو کر دعاء فرمائی پھر اپنی چادر کو الٹا پھر ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی اور ان میں جہر سے قرأت کی "

۹۷۴ — شرح : مذکور بالا عنوان کے لئے اس حدیث کا اعادہ کیا اس کے علاوہ اس حدیث میں بخاری رحمہ اللہ کے شیوخ میں بھی مغایرت ہے اور کچھ متن حدیث بھی مختلف ہے "

ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر دائیں طرف الٹی ہوگی کیونکہ آپ ہر کام کو دائیں جانب سے شروع کیا کرتے تھے " اور چادر الٹنے کا محل خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد دعاء کے وقت ہے "

باب — استسقاء کی نماز دو رکعتیں ہیں

۹۷۵ — ترجمہ : عباد بن تمیم نے اپنے چچا سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش برسنے کے لئے دعا فرمائی اور دو رکعتیں پڑھیں اور اپنی چادر کو الٹا "

۹۷۵ — شرح : عباد بن تمیم کی تمام روایات میں بخاری کے اساتذہ و شیوخ مختلف ہیں باں ہمہ ان سے مسائل کا استنباط بھی مختلف ہے اس لئے اس حدیث میں محض تکرار نہیں جو بے فائدہ ہو " اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز اور چادر کا الٹنا اکٹھے تھے " لیکن ہو سکتا ہے کہ قلب رداء نماز سے پہلے ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ نماز کے بعد ہو کیونکہ واؤ مطلقاً جمع کے لئے ہے اور وہ ترتیب کو نہیں چاہتی ۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم !

باب — عیدگاہ میں بارش کے لئے دعاء کرنا

حدثنا عبد الله بن محمد قال حدثنا سفين عن عبد الله بن ابی بکر سمع عباد بن تمیم عن عمه

۹۷۶ قال خرج النبی صلی الله علیه وسلم الی المصلی یستسقی و استقبل القبلة فصلی رکعتین

وقلب رداءه قال سفین و اخبرنی المسعودی عن ابی بکر قال جعل الیمین علی الشمال

باب استقبال القبلة فی الاستسقاء

۹۷۷ حدثنا محمد قال اخبرنا عبد الوهاب قال حدثنا

یحیی بن سعید قال اخبرنی ابو بکر بن محمد ان عباد بن تمیم اخبره ان عبد الله بن زید الانصاری

اخبره ان النبی صلی الله علیه وسلم خرج الی المصلی یصلی وانه لما دعا او اراد ان یدعو استقبل

القبلة وحول رداءه قال ابو عبد الله عبد الله بن زید هذا مازنی والاول کوفی هو ابن یزید

---

۹۷۶ — **ترجمہ**: عباد بن تمیم کے چچا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ تشریف لے گئے جبکہ آپ بارش کے لئے دعاء کا ارادہ رکھتے تھے،، آپ نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور دو رکعتیں پڑھیں،، اور اپنی چادر کو الٹا سفیان نے کہا مجھے مسعودی نے ابوبکر سے خبر دی اُنھوں نے کہا کہ آپ نے دایاں کنارہ بائیں کنارہ پر کیا۔

۹۷۶ — **شرح**: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازِ استسقاء کے لئے عیدگاہ کی طرف جانا مستحب ہے،، کیونکہ اس میں تواضع و انکساری زیادہ ہے۔ نیز وسیع میدان میں لوگ بکثرت سما سکتے ہیں جبکہ ایسے موقعہ پر لوگ بکثرت جمع ہو جاتے ہیں،، یہ حدیث اگرچہ خطبہ پر نماز کی تقدیم پر دلالت کرتی ہے مگر یہ مسئلہ متنازع فیہ نہیں بلکہ دونوں طرح جائز ہے۔ نزاع صرف افضلیت میں ہے اور یہ حدیث بیانِ جواز پر محمول ہے!

باب — استسقاء کی نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنا

۹۷۷ — **ترجمہ**: عباد بن تمیم نے خبر دی کہ ان کو عبد اللہ بن زید انصاری نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کی طرف نماز پڑھنے گئے اور جب دعاء فرمائی یا دعاء کرنے کا ارادہ فرمایا تو قبلہ کی طرف چہرۂ انور کیا اور اپنی چادر کو اُلٹا۔ امام بخاری ابو عبد اللہ نے کہا یہ عبد اللہ بن زید مازنی ہے اور پہلا کوفی تھا اور وہ ابن یزید ہے!

۹۷۷ — **شرح**: ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ خطیب کے لئے مسنون طریقہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہو لیکن استسقاء کی دعاء کے وقت قبلہ کی طرف مُنہ کرے کیونکہ یہ افضل ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے کہا دعاء کی طرح وضوء، غسل اور دیگر اذکار وغیرہ میں قبلہ رُو ہونا مسنون ہے،، لیکن خطبہ ان سے مخصص کر لیا گیا ہے۔ کما مرّ۔

بَابٌ

دَفْعَ النَّاسِ اَيْدِيَهُمْ مَعَ الْاِمَامِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ وَقَالَ اَيُّوبُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي اُوَيْسٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ اَتَى رَجُلٌ اَعْرَابِيٌّ مِنْ اَهْلِ الْبَدْوِ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْمَاشِيَةُ هَلَكَ الْعِيَالُ هَلَكَ النَّاسُ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ يَدْعُوْ وَرَفَعَ النَّاسُ اَيْدِيَهُمْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْنَ قَالَ فَمَا خَرَجْنَا مِنَ الْمَسْجِدِ حَتّٰى مُطِرْنَا فَمَا زِلْنَا نُمْطَرُ حَتّٰى كَانَتِ الْجُمُعَةُ الْاُخْرٰى فَاَتَى الرَّجُلُ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَشِقَ الْمُسَافِرُ وَمُنِعَ الطَّرِيْقُ بَشِقَ اَيْ مَلَّ وَقَالَ الْاُوَيْسِيُّ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ وَشَرِيْكٍ قَالَا سَمِعْنَا اَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى رَاَيْتُ بَيَاضَ اِبْطَيْهِ

باب — لوگوں کا استسقاء کی نماز میں امام کے ساتھ ہاتھ اُٹھانے "

ترجمہ : ایوب بن سلیمان نے کہا مجھے ابوبکر بن ابی اویس نے سلیمان بن بلال سے خبر دی کہ یحیی بن سعید نے کہا میں نے انس بن مالک کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ ایک اعرابی شخص جو دیہات کا رہنے والا تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جمعہ کے دن آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! مویشی ہلاک ہوگئے بال بچے ہلاک ہوگئے اور لوگ ہلاک ہوگئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ مبارک دُعا کے لئے اُٹھائے اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے، حضرت انس نے کہا ہم مسجد سے نہ نکلے تھے حتیٰ کہ بہت بارش ہوئی اور ہم پر بارش ہوتی رہی حتیٰ کہ دوسرا جمعہ آگیا تو وہی شخص نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! مسافر تنگ ہوگئے اور راستے بند ہوگئے۔

شرح : استسقاء میں ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنا مسنون ہے کیونکہ اس طرح اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی و انکساری کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ بہت ہی حیاء والا ہے۔ جب کوئی شخص ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرے تو اسے حیاء آتی ہے کہ اس کے ہاتھ خالی واپس کر دے،، امام مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ استسقاء میں ہاتھ اُٹھائے اور ہتھیلیاں زمین کی طرف کرے کیونکہ خوف وہراس اور نہایت ہی خشوع کے وقت اس طرح کیا جاتا ہے۔ البتہ رغبت وسوال کے وقت راغب ہاتھوں کو سیدھا اُٹھاتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "یدعوننا رغبا و رہبا"، شرح مسلم میں امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کسی مصیبت، قحط وغیرہ کے دفع کے لئے ہاتھ اُٹھا کر دُعا کریں تو ہاتھوں کی پشتیں آسمان کی طرف ہوں اور اگر کسی شئی کے سوال اور اس کے حصول کے لئے دُعاء کریں تو ہتھیلیاں آسمان کی طرف کریں۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم۔

بَابُ رَفْعِ الْاِمَامِ يَدَهُ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

٩٧٨ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى وَابْنُ اَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ دُعَائِهِ اِلَّا فِي الْاِسْتِسْقَاءِ وَاِنَّهُ يَرْفَعُ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ اِبْطَيْهِ بَابُ مَا يُقَالُ اِذَا مُطِرَتْ

٩٧٩ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَصَيِّبٍ اَلْمَطَرُ وَقَالَ غَيْرُهُ صَابَ وَاَصَابَ يَصُوبُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ

باب —— استسقاء میں امام کا اپنے ہاتھ اُٹھانا

٩٧٨ —— ترجمہ : انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم استسقا کے سوا کسی دُعاء میں ہاتھ نہ اُٹھاتے تھے اور استسقاء میں ہاتھ اُٹھاتے حتی کہ آپ کی بغلوں کی سپیدی دیکھی جاتی تھی۔

٩٧٨ —— شرح : بظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم صرف استسقاء میں ہی ہاتھ اُٹھا کر دُعا فرماتے تھے۔ حالانکہ واقعات اس کے خلاف ہیں جبکہ حضرت یہ دیکھا گیا ہے کہ استسقاء کے سوا بے شمار مقامات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اُٹھا کر دُعاء فرمائی ،، لہٰذا اس حدیث کی تاویل کے بغیر کوئی دوسری صُورت نہیں اور یہ کہا جائے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کے سوا کسی اور دُعاء میں اس قدر مبالغہ سے ہاتھ نہ اُٹھاتے حتی کہ آپ کی بغلوں کی سپیدی دیکھی جائے ،، یہ بھی کہنا ممکن ہے کہ حدیث کے راوی نے آپ کو ہاتھ اُٹھاتے نہ دیکھا ہو جبکہ اور لوگوں نے دیکھا ہو ،،
واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم !

باب —— جب بارش ہو تو کیا کہا جائے

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا "کَصَیِّبٍ" ,, بارش ہے ،، ابن عباس کے غیر نے کہا صاب اور اصاب یصوب برابر ہیں۔

٩٧٩ —— ترجمہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسُول اللہ علیہ وسلم جب بارش دیکھتے تو فرماتے اے اللہ سود مند بارش برسا ،، اس کی قاسم بن یحییٰ نے عبید اللہ سے متابعت کی اور اوزاعی اور عُقیل نے نافع سے اس کی روائت کی۔

٩٧٩ —— شرح : یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا قرآن مجید میں مذکور ,, اَوْ کَصَیِّبٍ

محمد عن عائشة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا رأی المطر قال اللھم صیبا
نافعا تابعہ القاسم بن یحیی عن عبید اللہ ورواہ الاوزاعی وعقیل عن نافع
باب من تمطر فی المطر حتی یتحادر علی لحیتہ حدثنا محمد بن مقاتل ۹۸۰
قال اخبرنا عبد اللہ قال اخبرنا الاوزاعی قال حدثنا اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحۃ الانصاری
قال حدثنی انس بن مالک قال اصابت الناس سنۃ علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

من السماء ،، سے مراد بارش ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو حدیث میں مذکور " صیبا نافعا "
کی مناسبت سے ذکر کیا ہے ،، اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غیر نے کہا کہ یہ اجوف داوی ہے لیکن " اصاب یصوب "
نہیں کہا جاتا ،، صاب یصوب اور اصاب یصیب ،، کہا جاتا ہے ،، اور مجرد اور مزید ہم معنی ہیں اور ابن عباس کے
غیر کے کلام میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس کا اشتقاق اجوف واوی سے ہے ! قولہ ،، صیبا نافعا ،، اصل میں
اللھم اجعل صیبا نافعا ،، ہے ۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب آسمان کے افق میں
بادل رونما ہوتا دیکھتے تو سب کام ترک کر دیتے اگرچہ نماز پڑھتے ہوتے تو اس سے فارغ ہو کر فرماتے اے اللہ ! میں
تیرے ذریعہ اس کی شر سے پناہ چاہتا ہوں اور اگر بارش شروع ہو جاتی تو فرماتے اے اللہ ! نفع دینے والی بارش برسا !

باب ـــ جو کوئی بارش میں کھڑا رہا حتیٰ کہ اس کی داڑھی سے قطرے ٹپکنے لگے ،،

۹۸۰ ـــ ترجمہ : انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد
مبارک میں سخت قحط پڑا ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جمعہ کے دن منبر پر خطبہ دے رہے تھے اور ایک اعرابی کھڑا ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ! مال ہلاک ہو گئے
اور بال بچے بھوکے مرنے لگے ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ ہم پر بارش برسائے ۔ انس نے کہا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ مبارک اٹھائے جبکہ آسمان میں بادل کا ٹکڑا بھی نہ تھا حضرت انس رضی اللہ عنہ
نے کہا بادل پہاڑوں جیسا اٹھا ابھی آپ منبر شریف سے نہ اترے کہ میں نے بارش کو دیکھا کہ وہ آپ کی داڑھی مبارکہ
سے ٹپک رہی تھی دن بھر بارش ہوتی رہی اور کل پرسوں اور اس کے بعد دوسرے جمعہ تک بارش ہوتی رہی پھر وہی اعرابی
یا کوئی دوسرا شخص کھڑا ہوا ۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ ! مکانات گر گئے مویشی ڈوبنے لگے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ سے ہمارے
لئے دعا فرمائیں ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ مبارک اٹھائے اور فرمایا ! اے اللہ ! ہمارے گرداگرد

فَبَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَامَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا اَنْ يَسْقِيَنَا قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَمَا فِي السَّمَاءِ قَزَعَةٌ قَالَ فَثَارَ سَحَابٌ اَمْثَالُ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهٖ حَتّٰى رَاَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ قَالَ فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذٰلِكَ وَمِنَ الْغَدِ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ وَالَّذِيْ يَلِيْهِ اِلَى الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى فَقَامَ ذٰلِكَ الْاَعْرَابِيُّ اَوْ رَجُلٌ غَيْرُهٗ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا قَالَ فَمَا جَعَلَ يُشِيْرُ بِيَدِهٖ اِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنَ السَّمَاءِ اِلَّا انْفَرَجَتْ حَتّٰى صَارَتِ الْمَدِيْنَةُ فِيْ مِثْلِ الْجَوْبَةِ حَتّٰى سَالَ الْوَادِيْ وَادِيْ قَنَاةَ شَهْرًا قَالَ فَلَمْ يَجِئْ اَحَدٌ مِّنْ نَاحِيَةٍ اِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ

۹۸۱ **بَابٌ اِذَا هَبَّتِ الرِّيْحُ** **حَدَّثَنَا** سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ حُمَيْدٌ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَتِ الرِّيْحُ الشَّدِيْدَةُ اِذَا هَبَّتْ عُرِفَ ذٰلِكَ فِيْ وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بارش برسا ہم پہ نہ برسا ،، حضرت انسؓ نے کہا کہ آپ آسمان کی کسی طرف اپنے دستِ اقدس سے اشارہ نہ فرماتے مگر بادل پھٹ جاتا حتیٰ کہ مدینہ منورہ ڈھال کی طرح ہوگیا اور وادی قنات مہینہ بھر بہتی رہی ،، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کسی طرف سے کوئی شخص نہ آتا مگر وہ کثرتِ بارش کی خبر دیتا ،،

شرح : حدیث ۸۹۲ کی تفہیم میں اس کی تفصیل گزری ہے " تمطّر " کا معنیٰ

۹۸۰ — یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بارش میں قصداً کھڑے رہے ورنہ منبر سے اُتر آتے جبکہ مسجد کی چھت سے پانی بہنا شروع ہوا لیکن آپ خطبہ دینے میں مشغول رہے حتیٰ کہ بارش زیادہ ہوگئی اور آپ کی داڑھی مبارک سے پانی بہنے لگا ۔

باب — جب ہوا چلے

ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب سخت ہوا چلتی تو نبی کریم

۹۸۱ — صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پہ اس کا اثر پہچانا جاتا تھا !

شرح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے گناہوں کے باعث ان کو

۹۸۱ — عقوبت اور عذاب پہنچنے کا خوف کرتے تھے جیسے ان لوگوں کو عذاب پہنچا جنہوں نے یہ کہا تھا کہ یہ بادل ہم پر بارش برسائے گا اور بارش کی جگہ ان پر آگ برسی ،، اس لئے جب تیز ہوا چلتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر خوف کے آثار ظاہر ہوتے اور آپ کا چہرۂ انور متغیر ہوجاتا ،، ابویعلی نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سخت تیز ہوا چلنے کے وقت فرماتے ،، اے اللہ جس کا اس ہوا کو حکم دیا گیا ہے میں اس کی خیر کا تجھ سے سوال کرتا ہوں اور اس کے شر سے پناہ چاہتا

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا

حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ٩٨٢ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَأُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُورِ

ہوں،، بخاری میں حمید کی روائت میں یہ زیادتی نہیں مگر یہ زیادتی قابلِ قبول ہے جبکہ اس کے راوی ثقہ ہیں،، یہ امر مسلّم الثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم سے وعدہ کیا ہے کہ وہ آپ کی امت کو پہلی امتوں کی طرح ہلاک نہیں کرے گا بایں ہمہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے چہرۂ انور پر خوف کے آثار ظاہر ہونا امّت کی تعلیم کے لئے ہے کہ وہ خالق کائنات کے قہر و غضب سے مامون نہ ہوں اور ڈرتے رہیں جو انسانی فطرت کا مقتضیٰ ہے۔

واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد "بادِ صبا سے میری مدد کی گئی"

٩٨٢ — ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا بادِ صباء سے میری مدد کی گئی اور پچھم کی ہوا سے قومِ عاد کو ہلاک کیا گیا،،

٩٨٢ — شرح: مشرق کی طرف سے چلنے والی ہوا کو صباء اور مغرب کی طرف سے چلنے والی ہوا کو دبور کہا جاتا ہے اور وہ صباء کے مقابل ہوتی ہے،، عاد ایک قبیلہ ہے اور وہ ہود علیہ السّلام کی قوم ہے۔ ایک روائت میں ہے جب احزاب نے مدینہ منوّرہ کا محاصرہ کیا اور صحابہ کرام کے مشورہ سے آپ نے مدینہ منورہ کے گرد خندق کھدوا دی،، تو مشرق کی طرف سے سخت ٹھنڈی زوردار ہوا چلی جس نے مشرکوں کے خیمے اکھیڑ کر رکھ دیئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ مرعوب ہو کر بھاگ گئے اسی ہوا نے سیّدنا یوسف علیہ السّلام کی خوشبو بشیر کے کنعان میں جانے سے پہلے پہنچا دی تھی،، اس سے ہر غمگین کو راحت ہوتی ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا صباء سے لذّت و سرور حاصل ہوتا ہے اور دبور مصائب و بلایا کو اٹھا کر لاتی ہے۔ یہ کم از کم تیز غبار اور آندھی ہے جو آنکھوں کو مٹی سے بھر دیتی ہے،، اللہ تعالیٰ نے جب قومِ عاد پر غضب و قہر کا ارادہ کیا تو ان کے پُر رونق شہروں کو ویران کر دیا اور ان پر دبور کو بھیجا جس نے ان کو ہلاک کر دیا اور آٹھ روز اور سات راتیں برابر چلتی رہی اور بدھ کے روز شروع ہو کر آٹھویں روز شام کو رکی،، اور ہود علیہ السلام مومنوں کو ساتھ لے کر پست زمین میں چلے گئے تھے ان کو صرف اس قدر ہوا پہنچتی تھی جس سے ارواح کو آرام پہنچے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تحدیثِ نعمت کے طور پر اپنے فضائل بیان کرنے جائز ہیں جبکہ اس میں افتخار و اکبار مقصود نہ ہو اور پہلی امتوں کے اخبار اور ان کی ہلاکتوں کا ذکر کرنا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

٩٨٣ بَابُ مَا قِيلَ فِي الزَّلَازِلِ وَالْآيَاتِ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقْبَضَ الْعِلْمُ وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ وَتَظْهَرَ الْفِتَنُ وَيَكْثُرَ الْهَرْجُ وَهُوَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ حَتَّى يَكْثُرَ فِيكُمُ الْمَالُ فَيَفِيضُ

٩٨٤ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَفِي يَمَنِنَا

باب — زلزلوں اور علاماتِ قیامت میں جو ارشاد کیا گیا''

ترجمہ ۹۸۳ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی ۔ حتیٰ کہ علم اُٹھایا جائے گا ، ، زلزلے بکثرت ہوں گے ، زمانہ قریب ہوجائے گا ، فتنوں کا ظہور ہوگا اور قتل عام ہوجائے گا ، (ہرج قتل ہے) اور مال بہت زیادہ ہوجائے گا اور عام ہوجائے گا ۔

شرح ۹۸۳ : اس باب کو استسقاء میں اس مناسبت سے ذکر کیا کہ عموماً زلزلے وغیرہ بارش کے وقت رُونما ہوتے ہیں اور '' آیات '' سے مراد قیامت کے علامات یا اللہ تعالیٰ کی قدرت کے علامات ہیں ، ، قبضِ علم علماء کی موت اور جہلاء کی کثرت سے ہوتا ہے ۔ لوگوں کے گناہوں کے باعث تخویف و انذار کے لئے اللہ تعالیٰ علامات کا اظہار فرماتا ہے ۔ قرآن کریم میں ہے '' ہم آیات نہیں بھیجتے مگر تخویف کے لئے ، ، چنانچہ مدینہ منورہ میں جب زلزلہ آیا تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا اے طیبہ کے رہنے والو! تم نے کیا گناہ کئے ہیں اللہ کی قسم اگر زلزلہ دوبارہ آیا تو میں تم میں سے باہر نکل جاؤں گا ، کیونکہ ان کو یہ ڈر تھا کہ ان کے ساتھ وہ بھی عقوبت اور عذاب کی لپیٹ میں آجائیں ، ،

'' یتقارب الزمان ، ، کا معنیٰ یہ ہے کہ قیامت قریب آجائے گی اور قتل و غارت اس کی علامت ہے '' یا اوقات کی مدت عادت سے کم ہوجائے گی جیسا کہ مروی ہے کہ سال مہینہ کی طرح مہینہ ہفتہ کی طرح اور ہفتہ دن کی طرح اور دن گھڑی کی طرح گزریں گے یا برکت نہ ہونے سے عمریں چھوٹی ہوجائیں گی یا فتنہ فساد کے غالب ہوجانے سے لوگوں کے احوال کے اور صفات بُرے کاموں میں ایک دوسرے کے قریب ہوجائیں گی '' فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ ''

ترجمہ ۹۸۴ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا ! اے اللہ ! ہمارے شام میں برکت فرما اور ہمارے یمن میں برکت فرما عبداللہ نے کہا لوگوں نے کہا اور ہمارے نجد میں بھی ، حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا آپ نے فرمایا اے اللہ ہمارے شام اور یمن میں برکت فرما لوگوں نے کہا '' ہمارے نجد میں بھی ، ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا آپ نے فرمایا نجد میں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا سینگ رونما ہوگا (جو لوگوں کو گمراہ کرے گا)

قَالَ قَالُوْا وَفِیْ نَجْدِنَا قَالَ قَالَ اللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ شَاْمِنَا وَفِیْ یَمَنِنَا قَالُوْا وَفِیْ نَجْدِنَا قَالَ ھُنَالِکَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِھَا یطلع قرن الشیطان بَابُ قول اللہ عزوجل وتجعلون رزقکم انکم تکذبون قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ شُکْرُکُمْ ۹۸۵ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِکٌ عَنْ صَالِحِ بْنِ کَیْسَانَ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُتْبَۃَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُھَنِیِّ اَنَّہٗ قَالَ صَلّٰی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃَ الصُّبْحِ بِالْحُدَیْبِیَۃِ عَلٰی اِثْرِ سَمَاءٍ کَانَتْ مِنَ اللَّیْلَۃِ فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ فَقَالَ ھَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّکُمْ قَالُوا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِیْ مُؤْمِنٌ بِیْ وَکَافِرٌ فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰہِ وَرَحْمَتِہٖ فَذٰلِکَ مُؤْمِنٌ بِیْ وَکَافِرٌ بِالْکَوْکَبِ وَاَمَّا مَنْ قَالَ بِنَوْءِ کَذَا وَکَذَا فَذٰلِکَ کَافِرٌ بِیْ مُؤْمِنٌ بِالْکَوْکَبِ

---

۹۸۴ — شرح : یمن اور شام دو ملک ہیں اور نجد ،، تہامہ سے عراق کی طرف اونچی جگہ ہے ،، ان کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء اس لئے نہیں فرمائی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی عاقبت کا علم تھا اور آپ جانتے تھے کہ اس علاقہ کا مقدر فتنہ و فساد ہو چکا ہے ،، اور اس خطہ کی تقدیر میں عقوبات شامل ہو چکی ہیں اس لئے ان حالات کا علم ہوتے ہوئے فطرت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ان کو دعاء سے محروم کیا جائے ،، قسطانی ،،

نیز علامہ قسطلانی نے کہا کہ زلزلہ کے وقت مستحب یہ ہے کہ لوگ خشوع و خضوع سے دعاء کریں اسی طرح بجلی کڑکنے سخت آندھی آنے کے وقت بھی دعاء کریں اور علیحدہ علیحدہ نوافل پڑھیں تاکہ وہ غفلت سے دور رہیں اور زلزلہ میں نماز باجماعت مشروع نہیں اور جس حدیث میں زلزلہ کے وقت نماز باجماعت کا ذکر ہے ۔ علامہ نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ حدیث صحیح نہیں ہے اور زلزلہ کے وقت جنگل کی طرف نکلنا مسنون ہے ،،

واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم !

باب — تم اپنا حصہ یہ کرتے ہو کہ تم میری تکذیب کرتے ہو ابن عباس نے کہا رزق سے مراد شکر ہے"

۹۸۵ — ترجمہ : زید بن خالد جہنی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں رات بارش ہونے کے بعد ہم کو صبح کی نماز پڑھائی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا کہا ہے؟ لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں ،، فرمایا میرے بندوں نے صبح کی ان میں سے بعض میرے ساتھ ایمان لاتے ہیں اور بعض کفر کرتے ہیں جن لوگوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی وہ میرے ساتھ ایمان رکھنے ہیں اور ستارے کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور جنہوں نے یہ کہا کہ فلاں ستارہ کے باعث بارش

بَابٌ لَا يَدْرِي مَتَى يَجِيءُ الْمَطَرُ إِلَّا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۹۸۶ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللهُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللهُ لَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُونُ فِي غَدٍ وَلَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُونُ فِي الْأَرْحَامِ وَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ وَمَا يَدْرِي أَحَدٌ مَتَى يَجِيءُ الْمَطَرُ

ہوئی وہ میرے ساتھ کفر اور ستارے پر ایمان رکھتے ہیں۔

۹۸۵ — **شرح**: اس حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت یوں ہے کہ جاہلیت میں لوگ غیر اللہ کی طرف افعال کی نسبت کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ستارے ان پر بارش برساتے ہیں اور یہی ان کو رزق دیتے ہیں اس عقیدہ میں صراحتاً الوہیت کی تکذیب ہے اور یہ کفر ہے" اسی لئے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو بارش جو لوگوں کی زندگی کا سہارا ہے کی نسبت ستاروں کی طرف کرنے سے منع کر دیا اور ان کو حکم دیا کہ وہ اس کی نسبت اللہ کی طرف کریں کیونکہ یہ ان پر اللہ کی نعمت ہے وہ اس کا شکر ادا کریں
الحاصل ستارہ کو بارش کرنے میں مؤثر ماننا کفر ہے اور اگر اس کو محض علامت قرار دیا جائے جیسے ٹھنڈی ہوا چلنے اور بادلوں کے اُمنڈ آنے کو بارش کی علامت کہا جاتا ہے تو یہ کفر نہیں ہے۔

باب — اللہ کے سوا بذاتِ خود کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب ہو گی "

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی کہ پانچ امور کو اللہ کے سوا (بذاتِ خود) کوئی نہیں جانتا "

۹۸۶ — **ترجمہ**: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیب کی مفتاح پانچ ہیں جن کو صرف خدا ہی جانتا ہے (بذاتِ خود) کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہو گا اور کوئی نہیں جانتا کہ عورتوں کے ارحام میں کیا ہے اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور وہ نہیں جانتا کہ کس زمین میں مرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی"

۹۸۶ — **شرح**: مغیبات جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا وہ کثیر ہیں چنانچہ قرآن کریم میں ہے" وما یعلم جنود ربك الا هو" اور ان پانچ امور کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت لوگوں کا عقیدہ تھا کہ وہ ان پانچ غیوب کو جانتے ہیں یا وہ اپنے کاہنوں سے

حدثنا بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَبۡوَابُ الۡکُسُوۡفِ

بَابُ الصَّلٰوۃِ فِیۡ کُسُوۡفِ الشَّمۡسِ حَدَّثَنَا عَمۡرُو بۡنُ عَوۡنٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنۡ یُوۡنُسَ عَنِ الۡحَسَنِ عَنۡ اَبِیۡ بَکۡرَۃَ ۹۸۷ قَالَ کُنَّا عِنۡدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ فَانۡکَسَفَتِ الشَّمۡسُ فَقَامَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ یَجُرُّ رِدَاءَهٗ حَتّٰی دَخَلَ الۡمَسۡجِدَ فَدَخَلۡنَا فَصَلّٰی بِنَا رَکۡعَتَیۡنِ حَتّٰی انۡجَلَتِ الشَّمۡسُ فَقَالَ اِنَّ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ لَا یَنۡکَسِفَانِ لِمَوۡتِ اَحَدٍ فَاِذَا رَاَیۡتُمُوۡهَا فَصَلُّوۡا وَادۡعُوۡا حَتّٰی یُکۡشَفَ مَا بِکُمۡ۔

ان پانچوں سے متعلق سوال پوچھتے تھے اور کاہن ان کے علم کا دعویٰ کرتے تھے اس لئے ان کی تردید کرتے ہوئے یہ فرمایا مگر یہ خیال رہے کہ ان امور خمسہ کو بذاتِ خود کوئی نہیں جانتا اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندے کو ان کا علم عنایت کرے تو یہ اس کے منافی نہیں چنانچہ تفسیرات احمدیہ میں ملاجیون رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے تحت ذکر کیا کہ ان پانچ کے علم میں اگرچہ کسی کو دخل نہیں لیکن جائز ہے کہ اپنے محبت کرنے والوں اور اولیاء کو ان کا علم سکھا دے۔ کتاب الایمان میں حدیث ۴۷ کی تفہیم میں اس کی تشریح مذکور ہے"۔

ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس آیت کریمہ میں نجومیوں کی خرافات کہ ان کو غیب کا علم ہے کا ردِ بلیغ ہے لہٰذا جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بیان کی ہوئی اخبار میں یہ دعویٰ کیا کہ ان کے علم میں اللہ تعالیٰ متفرد ہے اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تکذیب کی اور یہ کفر ہے اور اس کا قائل کافر ہے!

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کتاب الکسوف

باب — سورج گرہن میں نماز پڑھنا

۹۸۷ — ترجمہ: ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے اچانک سورج کو گرہن لگ گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر شریف کو کھینچتے ہوئے اٹھے اور مسجد شریف میں تشریف لے گئے ہم بھی مسجد میں چلے گئے آپ نے ہم کو دو رکعتیں پڑھائیں حتی کہ سورج کھل گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج اور چاند کسی کی موت کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے جب تم ان کو دیکھو تو نماز پڑھو اور سورج کھل جانے تک اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہو۔

۹۸۸ حدثنا شهاب بن عباد قال اخبرنا ابراهیم بن حمید عن اسمٰعیل عن قیس قال سمعت ابا مسعود یقول قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الشمس والقمر لا ینکسفان لموت احد من الناس ولکنهما اٰیتان من اٰیات اللہ فاذا رایتموھا فقوموا فصلوا

۹۸۹ حدثنا اصبغ قال اخبرنی ابن وھب قال اخبرنی عمرو عن عبد الرحمٰن بن القاسم عن ابیہ عن ابن عمر انہ کان یخبر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الشمس والقمر لا یخسفان لموت احد ولا لحیاتہ ولکنهما اٰیتان من اٰیات اللہ فاذا رایتموھا فصلوا

۹۸۷ — شرح : سورج گرہن میں نماز مشروع ہے اور کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما نرسل بالاٰیات الا تخویفا، گرہن خوف دلانے والی آئت ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے کہ وہ اس کی طاعت کریں جس میں ان کی کامیابی ہے اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جب تم اس قسم کی گھبراہٹ میں ڈالنے والی کوئی شئ دیکھو تو نماز پڑھو" اور ساری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ گرہن کے وقت نماز پڑھنے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ کسوف کی نماز مسنون ہے واجب نہیں اوقات مکروہہ کے سوا ہر وقت پڑھی جا سکتی ہے،، امام مالک کا مذہب بھی یہی ہے۔ امام شافعی کے نزدیک مکروہ اوقات میں بھی پڑھ سکتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ، ابویوسف اور محمد رضی اللہ عنہم کے نزدیک کسوف کی نماز دوسری نمازوں کی طرح ہے۔ اس کی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے ہیں،، اس کی دلیل نعمان بن بشیر کی حدیث ہے کہ سورج، چاند کو اگر گرہن لگ جائے تو تم نماز پڑھو جیسے تم نے ابھی ابھی نماز پڑھی ہے یعنی صبح کی نماز کی طرح نماز پڑھو،، مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ کسوف دو رکعتیں ہیں،، صحابہ کی جماعت نے اس کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے اور ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے ہیں"

---

۹۸۸ — ترجمہ : ابومسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شمس وقمر لوگوں میں سے کسی شخص کی موت کے سبب بے نور نہیں ہوتے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے دو علامتیں ہیں تم جب ان کو دیکھو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو!

۹۸۹ — ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر دیتے ہیں کہ سورج اور چاند کسی شخص کی موت اور حیات کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے دو علامتیں ہیں جب ان کو دیکھو تو نماز پڑھو!

۹۸۸ — ۹۸۹ — شرح : ان دونوں حدیثوں میں اہل جاہلیت کے باطل عقیدہ کا رد ہے کہ کسی عظیم شخص کی موت کے باعث سورج کو گرہن لگتا ہے،، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ خالق کائنات کی آیات سے یہ علامتیں ہیں اور وہ ان کے ساتھ اپنے بندوں کو خوف دلاتا ہے اس لیے جب گرہن لگے تو لوگ نماز میں مشغول ہو جائیں۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے کہا نماز متعین نہیں ہے بلکہ لوگ نماز پڑھیں یا دعاء کریں کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،، فصلوا وادعوا،، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

۹۹۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ فَقَالَ النَّاسُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ فَصَلُّوا وَادْعُوا اللّٰہَ بَابُ الصَّدَقَةِ فِي الْكُسُوفِ ۹۹۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

۹۹۰ ترجمہ : مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں جس روز آپ کا شاہزادہ ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو سورج کو گرہن لگا لوگوں نے کہا حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کے باعث گرہن لگا ہے ،، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج اور چاند کسی شخص کی موت اور نہ ہی کسی کے پیدا ہونے سے بے نور ہوتے ہیں ،، جب تم یہ دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو ،،

۹۹۰ شرح : شاہزادہ ابراہیم علیہ السلام آٹھ ہجری ذوالحجہ کے مہینہ میں ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن شریف سے مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور دس ہجری کو ذوالحجہ میں انتقال فرما گئے اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے ۔ یہ خیال رہے کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں موجود تھے جبکہ اسی مہینہ میں آپ مکہ مکرمہ میں تھے اور آخر ماہ میں مدینہ منورہ تشریف لے آئے تھے ۔ غالباً شاہزادہ کی وفات بھی آخر ماہ میں تھی ۔ رضی اللہ عنہ ۔

باب —— سورج گرہن کے وقت صدقہ وخیرات کرنا

۹۹۱ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سورج کو گرہن لگا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور لمبا قیام کیا پھر رکوع فرمایا اور لمبا رکوع کیا پھر کھڑے ہوئے اور لمبا قومہ کیا جو پہلے قیام سے کچھ کم تھا پھر رکوع فرمایا اور لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے قدرے کم تھا کم تھا پھر سجدہ کیا اور لمبا سجدہ کیا پھر پہلی رکعت کی طرح دوسری رکعت میں کیا پھر نماز سے پھر گئے (فارغ ہو گئے) حالانکہ سورج روشن ہو چکا تھا آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا ۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء فرمائی پھر فرمایا سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی آیات سے دو علامتیں ہیں جو کسی کی موت اور پیدائش کے باعث بے نور نہیں ہوتے تم جب ان کو دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تکبیر کہو ، نماز پڑھو اور خیرات کرو پھر فرمایا اے امت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کی قسم کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیور نہیں کہ اس کا بندہ یا بندی زنا کرے اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم اگر تم وہ جان لو

بِالنَّاسِ فَقَامَ فَاَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ قَامَ فَاَطَالَ الْقِيَامَ وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ الرُّكُوْعَ وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْاُخْرٰى مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمْ ذٰلِكَ فَادْعُوا اللّٰهَ وَكَبِّرُوْا وَصَلُّوْا وَتَصَدَّقُوْا ثُمَّ قَالَ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ مَا مِنْ اَحَدٍ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ اَنْ يَّزْنِيَ عَبْدُهٗ اَوْ تَزْنِيَ اَمَتُهٗ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا بَابُ النِّدَاءِ بِالصَّلٰوةِ جَامِعَةً فِي الْكُسُوْفِ ۹۹۲ حَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامِ بْنِ اَبِيْ سَلَّامٍ الْحَبَشِيُّ الدِّمَشْقِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ الزُّهْرِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُوْدِيَ اِنَّ الصَّلٰوةَ جَامِعَةٌ

جو میں جانتا ہوں تو تھوڑا ہنسو اور زیادہ روؤ "۔

۹۹۱ — شرح : اللہ تعالیٰ کی غیرت کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ زانی پر سخت غضب کا اظہار کرتا ہے، جیسے مالک کو اپنے مملوک پر غصہ آتا ہے جبکہ وہ قبیح حرکت کرے "۔ اس عبارت کا پہلے کلام سے تعلق یہ ہے "۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو جب گرہن سے ڈرایا اور ان کو اللہ تعالیٰ کے حضور خیرات کرنے کی ترغیب دلائی تو یہ ارادہ فرمایا کہ ان کو گناہوں سے روکیں اور ان میں سے زناء کو اس لئے خصوصیت سے ذکر کیا کہ نفس دوسرے گناہوں کی نسبت زناء کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ گرہن کے وقت خیرات کرنا مستحب امر ہے۔ باقی تقریر حدیث ۹۸۷ کی تفہیم میں دیکھیں "۔

باب — سُورج گرہن میں یہ اعلان کرنا کہ نماز کے لئے جمع ہو جاؤ "۔

۹۹۲ — ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سُورج کو گرہن لگا تو لوگوں میں اعلان کیا گیا کہ نماز جامع ہے (حاضر ہے)

۹۹۲ — شرح : سُورج گرہن کی نماز کے لئے اذان واقامت نہیں صرف اس جملہ کے ساتھ " اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ "۔ لوگوں میں اعلان کیا جاتا ہے یعنی نماز کے لئے حاضر ہو جاؤ در اصل یہ جماعت کی جامعہ ہے۔

بَابُ خُطْبَةِ الْإِمَامِ فِي الْكُسُوفِ وَقَالَتْ عَائِشَةُ وَأَسْمَاءُ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ ۹۹۳
قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ح وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ
عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ قَالَ فَصَفَّ النَّاسُ وَرَاءَهُ فَكَبَّرَ فَاقْتَرَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ
رُكُوعًا طَوِيلًا ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقَامَ وَلَمْ يَسْجُدْ وَقَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً هِيَ أَدْنَى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْأُولَى ثُمَّ كَبَّرَ وَرَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا
هُوَ أَدْنَى مِنَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَالَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِثْلَ ذَلِكَ فَاسْتَكْمَلَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ
فِي أَرْبَعِ سَجَدَاتٍ وَانْجَلَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَنْصَرِفَ ثُمَّ قَامَ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ هُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ لَا يَخْسِفَانِ
لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَافْزَعُوا إِلَى الصَّلٰوةِ وَكَانَ يُحَدِّثُ كَثِيرُ بْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يُحَدِّثُ يَوْمَ
خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِمِثْلِ حَدِيثِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ إِنَّ أَخَاكَ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِالْمَدِينَةِ لَمْ يَزِدْ عَلَى رَكْعَتَيْنِ مِثْلَ
الصُّبْحِ قَالَ أَجَلْ لِأَنَّهُ أَخْطَأَ السُّنَّةَ

باب سورج گرہن کی نماز میں امام کا خطبہ دینا

ام المؤمنین عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خطبہ دیا

۹۹۳ ——— **ترجمہ :** ام المؤمنین عائشہ زوجہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی حیات طیبہ میں سورج کو گرہن لگا تو آپ مسجد میں تشریف لائے اور لوگوں نے آپ کے پیچھے صفیں باندھیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے لمبی قرأت فرمائی پھر تکبیر کہی اور لمبا رکوع فرمایا پھر " سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ " فرمایا اور کھڑے رہے اور سجدہ نہ کیا اور لمبی قرأت فرمائی جو پہلی قرآءت سے قدرے کم تھی پھر تکبیر کہی اور لمبا رکوع کیا جبکہ وہ پہلے رکوع سے قدرے کم لمبا تھا پھر " سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ " اور " رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ " فرمایا پھر سجدہ کیا پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا اور (دونوں رکعتوں میں) چار رکوع اور چار سجدے کئے، اور آپ کے فارغ ہونے سے پہلے سورج روشن ہوگیا پھر آپ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد فرمائی جس کے وہ لائق ہے پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے یہ دو علامتیں ہیں کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے یہ بے نور نہیں ہوتے۔ تم جب ان کو دیکھو تو التجاء کرتے ہوئے نماز پڑھو، کثیر بن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سورج کے گرہن کے دن کی خبر ام المؤمنین عائشہ سے عروہ کی حدیث جیسی خبر دے رہے تھے۔ میں نے عروہ سے کہا کہ جس روز مدینہ منوّرہ میں سورج کو گرہن لگا تھا کیا تیرے بھائی نے صبح کی نماز کی طرح دو رکعتوں سے زیادہ نماز نہ پڑھی تھی؟ اُس نے کہا جی ہاں کیونکہ اُنھوں نے سنت میں غلطی کی ہے۔

بَابٌ هَلْ يَقُوْلُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ اَوْ خَسَفَتْ وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَخَسَفَ الْقَمَرُ

٩٩٤ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ ثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَكَبَّرَ فَقَرَاَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقَامَ كَمَا هُوَ ثُمَّ قَرَاَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً وَهِیَ اَدْنٰى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْاُوْلٰى ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهِیَ اَدْنٰى مِنَ الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى ثُمَّ سَجَدَ سُجُوْدًا طَوِيْلًا ثُمَّ فَعَلَ فِی الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ سَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ فِیْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ اِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهَا فَافْزَعُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ

٩٩٣ — شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃِ کسوف مسجد میں بھی پڑھ سکتے ہیں" ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا علماء کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ سورج گرہن کی نماز میں خطبہ ہے یا نہیں۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عید اور استسقاء کی نمازوں کی طرح کسوف میں بھی خطبہ ہے۔ امام مالک اور اہل کوفہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہا صلوٰۃِ کسوف میں خطبہ نہیں۔ انھوں نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ اس لئے دیا تھا کہ انھوں نے یہ خیال کیا تھا کہ شاہزادہ ابراہیم علیہ السلام کی وفات کے باعث سورج کو گرہن لگا ہے اس لئے آپ نے ان کو بتایا کہ سورج اور چاند کو گرہن کسی کی موت یا حیات کے باعث نہیں لگتا اور ان کو نماز پڑھنے کا حکم فرمایا گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطبہ وقت کی ضرورت کا متقاضی تھا۔

قدوری نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مسجد میں صلوٰۃِ کسوف جائز ہے اور افضل یہ ہے جامع مسجد میں نماز پڑھی جائے،، شرح طحاوی میں ہے صلوٰۃِ کسوف جامع مسجد اور عیدگاہ میں جائز ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مساجد میں صلوٰۃِ کسوف پڑھی جائے صحراء میں نہ پڑھی جائے۔

ابن حبیب کہتے ہیں کہ جامع مسجد یا عیدگاہ یا صحراء میں نماز پڑھنے میں اختیار ہے، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ مصائب اور بلیات کے وقوع کا سبب ہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — کیا یہ کہا جاتا ہے کہ سورج کو کسوف یا خسوف ہوا "

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" وَخَسَفَ الْقَمَرُ "

٩٩٤ — ترجمہ : حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ام المؤمنین زوجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتایا کہ جس روز سورج کو گرہن لگا

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ عِبَادَهُ بِالْكُسُوْفِ

قَالَهُ أَبُوْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ **۹۹۵**
الْحَسَنِ عَنْ أَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَا يَنْكَسِفَانِ
لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلٰكِنْ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهِمَا عِبَادَهُ لَمْ يَذْكُرْ عَبْدُ الْوَارِثِ وَشُعْبَةُ وَخَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ يُوْنُسَ يُخَوِّفُ
اللّٰهُ بِهَا عِبَادَهُ وَتَابَعَهُ مُوْسٰى عَنْ مُبَارَكٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهِمَا عِبَادَهُ
وَتَابَعَهُ أَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی اور لمبی قرآءت فرمائی پھر لمبا رکوع کیا پھر سر مبارک اُٹھایا اور فرمایا" سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ " اور اسی حال میں کھڑے رہے اور لمبی قرآءت فرمائی جبکہ وہ پہلی قراءت سے کم تھی پھر طویل رکوع کیا در آں حالیکہ وہ پہلے رکوع سے کم تھا، پھر لمبا سجدہ فرمایا پھر اسی طرح دوسری رکعت میں کیا،، پھر سلام پھیرا،، جبکہ سورج روشن ہو چکا تھا اور لوگوں کو خطبہ دیا اور سورج اور چاند کے گرہن سے متعلق فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے یہ دو علامتیں ہیں جو کسی کی موت اور حیات کے باعث بے نور نہیں ہوتے تم جب ان کو دیکھو تو التجاء کرتے ہوئے نماز پڑھو!

۹۹۴ — **شرح** : اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس شخص کے قول کی تردید کرنا ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ "کسوف" سورج کے ساتھ اور "خسوف" چاند کے ساتھ مختص ہے،، یعنی سورج گرہن پر کسوف وخسوف دونوں کا اطلاق جائز ہے۔

باب — نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کسوف کے ذریعہ خوف دلاتا ہے

اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی روائت کی ہے"

۹۹۵ — **ترجمہ** : ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی آیات سے دو علامتیں ہیں جو کسی کی موت کے باعث بے نور نہیں ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے،، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا عبدالوارث، شعبہ، خالد بن عبداللہ اور حماد بن سلمہ رضی اللہ عنہم نے یونس سے یہ ذکر نہیں کیا کہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ موسیٰ نے مبارک سے اُنھوں نے حسن سے روائت کر کے یونس کی متابعت

۹۹۶ باب التعوذ من عذاب القبر في الكسوف حدثنا عبد الله بن مسلمة عن مالك عن يحيى ابن سعيد عن عمرة بنت عبد الرحمن عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم ان يهودية جاءت تسألها فقالت لها اعاذك الله من عذاب القبر فسألت عائشة رسول الله صلى الله عليه وسلم ايعذب الناس في قبورهم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم عائذا بالله من ذلك ثم ركب رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات غداة مركبا فخسفت الشمس فرجع ضحى فمر رسول الله صلى الله عليه وسلم بين ظهراني الحجر ثم قام يصلي وقام الناس وراءه فقام قياما طويلا ثم ركع ركوعا طويلا فقام قياما طويلا وهو دون القيام الاول ثم ركع ركوعا طويلا وهو دون الركوع الاول ثم رفع فسجد ثم قام فقام قياما طويلا وهو دون القيام الاول ثم ركع ركوعا طويلا وهو دون الركوع الاول ثم رفع فقام قياما طويلا وهو دون القيام الاول ثم ركع ركوعا طويلا وهو دون الركوع الاول ثم رفع فسجد وانصرف فقال ما شاء الله ان يقول ثم امرهم ان يتعوذوا من عذاب القبر

کی اور کہا مجھے ابوبکرہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اشعث نے حسن سے روایت کر کے مبارک بن فضالہ کی متابعت کی ہے۔

شرح ۹۹۵ : یعنی سورج اور چاند کو گرہن کا لگنا کسی کی موت وحیات کے باعث نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے" اس وقت لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اخلاص اور التجاء کرتے ہوئے نماز پڑھیں دعا کریں،، اور گناہوں سے تائب ہوں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف ہرگز نہ ہوں"۔

باب — سورج کو گرہن کے وقت عذاب قبر سے پناہ مانگنا"

ترجمہ ۹۹۶ : ام المؤمنین عائشہ زوجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس آئی اور ان سے کچھ طلب کرنے لگی اُس نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو قبر کے عذاب سے پناہ دے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کیا لوگوں کو قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں،، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح سواری پر سوار ہوئے تو سورج کو گرہن لگ گیا۔ آپ چاشت کے وقت لوٹے اور حجروں کے درمیان سے گزرے پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کی لوگ بھی آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے آپ نے طویل قیام فرمایا پھر طویل رکوع کیا پھر رکوع سے اُٹھ کر طویل قیام فرمایا جو پہلے قیام سے کم تھا پھر طویل رکوع فرمایا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر رکوع سے سر مبارک اُٹھایا اور سجدہ کیا

بَابُ طُوْلِ السُّجُوْدِ فِی الْکُسُوْفِ

۹۹۷ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَیْبَانُ عَنْ یَحْیٰی عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرٍو اَنَّہٗ قَالَ لَمَّا کَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نُوْدِیَ اَنِ الصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ فَرَکَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَکْعَتَیْنِ فِیْ سَجْدَۃٍ ثُمَّ قَامَ فَرَکَعَ رَکْعَتَیْنِ فِیْ سَجْدَۃٍ ثُمَّ جَلَسَ ثُمَّ جُلِّیَ عَنِ الشَّمْسِ قَالَ وَقَالَتْ عَائِشَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا مَا سَجَدْتُ سُجُوْدًا قَطُّ کَانَ اَطْوَلَ مِنْھَا

پھر طویل قیام فرمایا جو پہلے قیام سے کم تھا پھر طویل رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر طویل قیام فرمایا جو پہلے قیام سے کم تھا پھر طویل رکوع فرمایا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر رکوع سے سر مبارک اُٹھایا اور سجدہ کیا اور نماز سے فارغ ہو کر جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ فرمایا پھر لوگوں کو حکم دیا کہ وہ عذابِ قبر سے پناہ مانگیں "

۹۹۶ ——— شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی عورت عذابِ قبر کو جانتی تھی کیونکہ اُس نے تورات میں یہ سُنا ہُوا تھا یا وہ پہلی آسمانی کتابوں میں سے کسی کتاب سے جانتی تھی اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا اس سے پہلے عذابِ قبر نہ جانتی تھیں کیونکہ وہ صرف یہ جانتی تھیں کہ مرکر اُٹھنے کے بعد عذاب و ثواب ہوتا ہے! اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عذابِ قبر حق ہے اور تمام اہل سنت وجماعت کا اس پر ایمان رکھنے میں اتفاق ہے۔ اس کا منکر بدعتی اور جاہل ہی ہوسکتا ہے "، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا عذابِ قبر سے پناہ چاہنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا حال بہت سخت ہے "، یہ بھی معلوم ہُوا کہ صلوٰۃِ کسوف کا وقت چاشت کا وقت ہے "، امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ صلوٰۃِ کسوف چاشت کے وقت تک پڑھی جائے اور زوال کے بعد نہ پڑھی جائے۔ اُنھوں نے اس نماز کو عیدین کی نماز جیسی کہا ہے "، اہل کوفہ نے کہا کہ مکروہ اوقات میں یہ نماز نہ پڑھی جائے۔ ان کے علاوہ باقی اوقات میں پڑھنا جائز ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک کسی وقت کی تخصیص نہیں ہر وقت پڑھ سکتے ہیں اگرچہ نصفِ نہار ہو یا صبح اور عصر کے بعد کا وقت ہو "، احناف کے نزدیک اس نماز کا مستحب وقت وہی ہے جو دوسری نمازوں کے مستحب اوقات ہیں مکروہ اوقات میں نہ پڑھیں "، اگر غروبِ شمس کے وقت گرہن لگے تو تمام ائمہ کرام کا اتفاق اور اجماع ہے کہ نماز نہ پڑھیں اور اگر طلوعِ شمس کے وقت گرہن ہو تو طلوع کے بعد نماز کا مستحب وقت ہونے کے وقت پڑھیں "، یہی مذہب امام مالک اور امام احمد رضی اللہ عنہما کا ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ اس کے خلاف ہیں جیسا کہ اُوپر تحریر ہو چکا ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب ——— کسوف کی نماز میں سجدہ لمبا کرنا

۹۹۷ ——— ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں جب سورج کو گرہن لگا تو اعلان کیا گیا کہ

بَابُ صَلوٰۃِ الْکُسُوْفِ جَمَاعَۃً

وَصَلّٰی لَھُمْ ابْنُ عَبَّاسٍ فِیْ صُفَّۃِ زَمْزَمَ وَجَمَعَ عَلِیُّ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ وَصَلّٰی ابْنُ عُمَرَ

نماز حاضر ہے،، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں دو رکوع کئے پھر قیام کیا اور ایک رکعت میں دو رکوع کئے پھر بیٹھ گئے پھر سورج روشن ہوگیا۔ عبداللہ بن عمرو نے کہا ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اس نماز میں سجدہ سے لمبا سجدہ میں نے کبھی نہیں کیا،،

۹۹۷ — **شرح** : اس حدیث سے بعض ائمہ کرام نے استدلال کیا کہ کسوف کی نماز کی ایک رکعت میں متعدد رکوع ہیں،، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کسوف کی نماز اسی طرح پڑھی جاتی ہے جس طرح دوسری فرض نمازیں پڑھی جاتی ہیں اور وہ یہ کہ ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے ہیں اور کسوف کی دو رکعتوں میں دو رکوع اور چار سجدے ہوتے ہیں،، امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسناد کے ساتھ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسوفِ شمس میں اسی طرح نماز پڑھتے تھے جیسے تم (ہر رکعت میں) ایک رکوع اور دو سجدے کرتے ہو،، ابن عبدالبر نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ابو داؤد اور نسائی نے بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے،، ابوداؤد نے اپنے اسناد کے ساتھ قبیصہ ہلالی سے روائت کی کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں ان کے ساتھ وہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے جبکہ ان کو دیکھو تو ابھی فرض نماز (صبح کی نماز) کی طرح جو تم نے پڑھی ہے نماز پڑھو،، اس حدیث کا واضح مدلول یہ ہے کہ صلوٰۃِ کسوف فرض نماز جیسی ہے جس کی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے ہیں۔ قبیصہ ہلالی کی روائت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ذکر کی ہے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس نماز کا وقت معلوم ہے،، اور اس کی تعدادِ رکعات بھی معلوم ہے لہٰذا یہ مسئلہ واضح ہوگیا کہ صلوٰۃِ کسوف دو رکعتیں ہیں اور نمازی چاہے تو ان کو لمبا کرے چاہے تو مختصر کرے جبکہ اس کے ساتھ دعائیں کرنے کا ارادہ ہو حتیٰ کہ سورج روشن ہو جائے۔ امام ابویوسف اور امام محمد رضی اللہ عنہما کا مذہب بھی یہی ہے۔ سورج گرہن میں حکمت یہ ہے کہ سورج اور چاند میں اللہ تعالیٰ کا تصرف ظاہر ہوتا ہے اور جو لوگ ان کی عبادت کرتے ہیں ان کے حال کی قباحت واضح ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کو قیامت کا نمونہ دکھاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے "وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ"۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — کسوف کی نماز باجماعت پڑھنا،،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے زمزم کے چبوترے پر لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی اور حضرت علی بن عبداللہ بن عباس نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور عبداللہ بن عمر نے بھی نماز پڑھی!،،

۹۹۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ

مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا نَحْوًا مِنْ قِرَاءَةِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا

۹۹۸ ترجمہ : عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں سورج کو گرہن لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور سورۂ بقرہ کی قرآءت کے برابر قیام کیا پھر طویل رکوع کیا پھر رکوع سے سر مبارک اٹھایا اور لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے کم لمبا تھا پھر لمبا رکوع کیا اور وہ پہلے رکوع سے کم لمبا تھا،، پھر سجدہ کیا پھر لمبا قیام کیا اور وہ پہلے قیام سے کم لمبا تھا،، پھر لمبا رکوع کیا اور وہ پہلے رکوع سے کم لمبا تھا، پھر سر مبارک اٹھایا اور لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے کم لمبا تھا،، پھر لمبا رکوع کیا اور وہ پہلے رکوع سے کم لمبا تھا پھر سجدہ کیا اور نماز سے فارغ ہوگئے،، جبکہ سورج روشن ہو چکا تھا۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی آیات سے دو نشانیاں ہیں جو کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے۔ جب تم یہ دیکھو تو اللہ کا ذکر کرو، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم نے آپ کو اپنے مقام میں کسی شئ کو پکڑتے دیکھا تھا،، پھر ہم نے آپ کو دیکھا کہ پیچھے ہٹ گئے ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میں نے جنت کو دیکھا اور اس میں سے ایک خوشہ پکڑا اگر میں اس کو لے آتا تو تم اس کو کھاتے رہتے جب تک دنیا باقی رہتی اور مجھے دوزخ دکھائی گئی تو میں نے اس سے زیادہ خوفناک منظر نہیں دیکھا میں نے دیکھا کہ اس میں رہنے والوں کی کثرت عورتوں کی تھی،، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیونکر؟ آپ نے فرمایا یہ ان کے کفر کی وجہ سے ہے کہا گیا وہ اللہ تعالیٰ سے کفر کرتی ہیں؟ فرمایا اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں،، وہ احسان کا انکار کرتی ہیں اگر تو ان میں سے کسی ایک سے زمانہ بھر احسان کرتا رہے پھر وہ تجھ سے کوئی ناموافق شئ دیکھے تو کہے گی میں نے تجھ سے خیر کبھی نہیں دیکھی،،

۹۹۸ شرح : ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا صلوٰۃ کسوف کی وصف میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ صلوٰۃ کسوف دوسرے نوافل کی طرح دو رکعت نماز ہے،، اور ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں "صلوٰۃ کسوف دو رکعتیں ہیں اور ہر ایک رکعت میں دو دو رکوع ہیں" راوی کا صلوٰۃ کسوف کے قیام کو نَحْوًا مِنْ قِيَامِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ،، سے تعبیر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ قراءت میں اخفاء تھا ورنہ اندازہ کرنے کا کوئی معنی نہیں، چنانچہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی "کہ میں نے آپ کی قراءت کا اندازہ کیا میں نے دیکھا کہ آپ نے سورۂ بقرہ پڑھی ہوگی،،

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں" میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک طرف کھڑا

طويلا وهو دون القيام الاول ثم ركع ركوعا طويلا وهو دون الركوع الاول ثم رفع فقام قياما طويلا وهو دون القيام الاول ثم ركع ركوعا طويلا وهو دون الركوع الاول ثم سجد ثم انصرف وقد تجلت الشمس فقال ان الشمس والقمر آيتان من آيات الله لا يخسفان لموت احد ولا لحياته فاذا رأيتم ذلك فاذكروا الله قالوا يا رسول الله رأيناك تناولت شيئا في مقامك ثم رأيناك تكعكعت فقال اني رأيت الجنة وتناولت عنقودا ولو اصبته لاكلتم منه ما بقيت الدنيا واريت النار فلم ار منظرا كاليوم قط افظع ورأيت اكثر اهلها النساء قالوا بم يا رسول الله قال بكفرهن قيل يكفرن بالله قال يكفرن العشير ويكفرن الاحسان لو احسنت الى احداهن الدهر كله ثم رأت منك شيئا قالت ما رأيت منك خيرا قط

تھا لیکن میں نے آپ سے ایک حرف بھی نہیں سُنا ،،

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ میں نے جنت کو دیکھا ہے ۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جنت کو سرِ مبارک کی آنکھ سے دیکھا اور اللہ نے آپ کے اور جنت کے درمیان تمام حجابات اٹھا دیئے ،، اور درمیان والی ساری مسافت کو لپیٹ دیا حتی کہ اس کا خوشہ لینے کا امکان پیدا ہو گیا ۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث اس معنی کی تائید کرتی ہے جو اوّل صِفۃِ صلوٰۃ میں گزری ہے ،، کہ جنت میرے قریب آگئی اگر میں اس پر جرأت کرتا تو تمہارے پاس اس کا خوشہ لے آتا ،، علامہ قرطبی نے کہا ان واقعات کو اپنے ظاہر پر رکھنے میں کوئی استحالہ نہیں جبکہ اہلِ سنت وجماعت کا مذہب ہے کہ جنت و دوزخ مخلوق ہیں اور اب موجود ہیں لہٰذا یہ عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محترم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ادراک عنایت فرمایا ہو جس کے باعث آپ جنت اور دوزخ کا حقیقۃً ادراک فرمائیں" اسی لئے جنگ موتہ میں شہید ہونے والے سپہ سالاروں کی خبر مدینہ منورہ میں ذکر فرماتے تھے اور آنکھوں سے جاری تھے اور اسی منبر شریف پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اثنائے خطبہ میں نہاوند میں لڑنے والے مسلمانوں کی راہنمائی کی ،،

امام نسائی نے کسوف کے باب میں ذکر کیا کہ " جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اس مقام میں ہر شئ کو دیکھا جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے ،، اس حدیث کی تشریح میں علامہ سندھی نے ذکر کیا کہ کرمانی نے کہا اس حدیث کی اس بات پر دلالت ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام میں اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مقدسہ کو بھی دیکھا کیونکہ عمومِ شئ اللہ تعالیٰ کی ذات کو بھی شامل ہے ، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ ،، اور اللہ تعالیٰ کی ذات کی رؤیت کا بھی لوگوں سے وعدہ کیا گیا ہے ۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " تم اپنے رب کو ایسے دیکھو گے جیسے بدر کی رات میں چاند کو دیکھتے ہو ،، لہٰذا حدیث میں مذکور شئ موعود میں اللہ تعالیٰ بھی داخل ہے اور ہر شئ موعود کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت شامل ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام میں اللہ تعالیٰ کو بھی دیکھا ہے ۔ پھر دوسری کوئی شئ آپ کی رؤیت سے کیسے باہر رہ سکتی ہے ۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شئ کے خوف کے وقت اللہ تعالیٰ کی طاعت میں جلدی کرنا چاہیئے اور اللہ کے ذکر سے مصائب کی مدافعت طلب کرنی چاہیئے ، کسی کے احسان کی ناشکری حرام ہے اور منعم کا شکر ضروری ہے اور نعمت

۹۶۹ بَابُ صَلَاةِ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْكُسُوفِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ امْرَاَتِهٖ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرٍ اَنَّهَا قَالَتْ اَتَيْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَاِذَا النَّاسُ قِيَامٌ يُصَلُّوْنَ فَاِذَا هِيَ قَائِمَةٌ تُصَلِّيْ فَقُلْتُ مَا لِلنَّاسِ فَاَشَارَتْ بِيَدِهَا اِلَى السَّمَاءِ وَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَقُلْتُ اٰيَةٌ فَاَشَارَتْ اَيْ نَعَمْ قَالَتْ فَقُمْتُ حَتّٰى تَجَلَّانِيَ الْغَشْيُ فَجَعَلْتُ اَصُبُّ فَوْقَ رَاْسِيَ الْمَاءَ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ اَرَهُ اِلَّا قَدْ رَاَيْتُهُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ مِثْلًا اَوْ قَرِيْبًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ لَا اَدْرِيْ اَيَّتَهُمَا قَالَتْ اَسْمَاءُ يُؤْتٰى اَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهٗ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ اَوْ قَالَ الْمُوْقِنُ لَا اَدْرِيْ اَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ اَسْمَاءُ فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى فَاَجَبْنَا وَاٰمَنَّا وَاتَّبَعْنَا فَيُقَالُ لَهٗ نَمْ صَالِحًا فَقَدْ عَلِمْنَا اِنْ كُنْتَ لَمُوْقِنًا وَاَمَّا الْمُنَافِقُ اَوِ الْمُرْتَابُ لَا اَدْرِيْ اَيَّتَهُمَا قَالَتْ اَسْمَاءُ فَيَقُوْلُ لَا اَدْرِيْ سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَقُلْتُهٗ ۔

کے انکار پر کفر کا اطلاق جائز ہے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو گناہوں کے باعث دوزخ میں عذاب دیا جائے گا اور نماز میں عمل قلیل جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب —— عورتوں کا مردوں کے ساتھ کسوف کی نماز پڑھنا ،،

۹۹۹ —— ترجمہ :

اسماء بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے روائت ہے کہ اُنھوں نے کہا ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی جبکہ سُورج کو گرہن لگ چکا تھا اور لوگ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور ام المؤمنین عائشہ کھڑی نماز پڑھ رہی تھیں ،، میں نے کہا لوگوں کا کیا حال ہے ؟ اُنھوں نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہُوئے کہا " سُبْحَانَ اللّٰہ " میں نے کہا کوئی نشانی ہے ؟ ام المؤمنین نے اشارہ کیا کہ ہاں (نشانی ہے) اسماء نے کہا میں بھی نماز کے لئے کھڑی ہوگئی حتیٰ کہ مجھے غشی آگئی اور میں نے اپنے سر پر پانی ڈالنا شروع کیا ، جب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے پھرے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی پھر فرمایا " کوئی ایسی شئی نہیں جو میں نے نہ دیکھی ہو مگر اسے میں نے اپنے اس مقام میں دیکھا ہے ،، حتیٰ کہ میں نے جنت اور دوزخ کو دیکھا ،، مجھے وحی کی گئی ہے کہ تمہارا قبروں میں امتحان لیا جائے گا جو دجال کے فتنہ کے قریب یا اس کی مثل ہوگا میں نہیں جانتی کہ اسماء نے دونوں میں سے کیا کہا (قریب یا مثل) تم میں سے کسی ایک کو لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا " اس شخص سے متعلق تیرا کیا علم ہے ،، مومن یا موقن کہے گا میں نہیں جانتی کہ دونوں میں سے اسماء نے کیا کہا (مومن یا موقن) وہ کہے گا یہ محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ،، جو ہمارے پاس دلائل اور ہدائتیں لے کر تشریف لائے اور ہم نے قبول کیا اور ایمان لائے اور آپ کی متابعت کی ،، پھر اسے کہا جائے گا تو آرام

بَابُ مَنْ اَحَبَّ الْعَتَاقَةَ فِیْ کُسُوْفِ الشَّمْسِ حَدَّثَنَا رَبِیْعُ بْنُ یَحْیٰی ۱۰۰۰ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَۃُ عَنْ ھِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ اَسْمَاءَ قَالَتْ لَقَدْ اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَاقَةِ فِیْ کُسُوْفِ الشَّمْسِ بَابُ صَلٰوةِ الْکُسُوْفِ فِی الْمَسْجِدِ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِکٌ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ ۱۰۰۱

سے سوبا ہم جانتے تھے کہ تو یقین رکھتا ہے۔ بہر حال منافق یا شک کرنے والے سے کہا جائے گا میں نہیں جانتی اسماء نے کیا کہا (منافق یا مرتاب) وہ کہے گا میں نہیں جانتا میں نے لوگوں سے سُنا وہ کچھ کہتے تھے میں نے بھی وہی کہا"۔

۹۹۹ — شرح : باب من اجاب الفتیا کی حدیث ۸۵ کی تفہیم میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔

باب — جس نے سُورج گرہن میں غلام آزاد کرنا پسند کیا"

۱۰۰۰ — ترجمہ : فاطمہ نے اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ اُنھوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سُورج گرہن میں غلام آزاد کرنے کا حکم دیا ہے!

۱۰۰۰ — شرح : اللہ تعالیٰ کی آیات اور نشانیوں کے وقت نیک اعمال کرنے مستحب ہیں کیونکہ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ مصائب دُور کرتا ہے خصوصًا غلام آزاد کرنا بہت اہم ہے! "فاطمہ" یہ فاطمہ بنت منذر بن زبیر ہے اور اسماء رضی اللہ عنہا ان کی دادی ہے اور ہشام بن عروہ ان کے شوہر ہیں"۔

باب — مسجد میں کسوف کی نماز پڑھنا

۱۰۰۱ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت ان سے کچھ مانگنے آئی اور کہا اللہ تعالیٰ آپ کو عذابِ قبر سے پناہ دے ام المؤمنین نے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا لوگوں کو ان کی قبروں میں عذاب ہوگا؟ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں عذابِ قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو سواری پر سوار ہوئے اور سُورج کو گرہن لگ گیا"، آپ چاشت کے وقت واپس تشریف لے آئے اور حجروں کے درمیان سے گذرے پھر نماز پڑھنی شروع کی (مسجد میں) اور لوگ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے لگے آپ نے لمبا قیام کیا پھر لمبا رکوع

أَنَّ يَهُودِيَّةً جَاءَتْ تَسْأَلُهَا فَقَالَتْ أَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُعَذَّبُ النَّاسُ فِي قُبُورِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنْ ذَلِكَ ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ مَرْكَبًا فَكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَرَجَعَ ضُحًى فَمَرَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ ظَهْرَانَيِ الْحُجَرِ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى وَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَهُ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ سُجُودًا طَوِيلًا ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ وَهُوَ دُونَ السُّجُودِ الْأَوَّلِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَقُولَ ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَتَعَوَّذُوا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ بَابٌ لَا تَنْكَسِفُ الشَّمْسُ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ رَوَاهُ أَبُو بَكْرَةَ وَالْمُغِيرَةُ وَأَبُو مُوسَى وَابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ عُمَرَ

۱۰۰۲ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمٰعِيلَ قَالَ حَدَّثَنِي قَيْسٌ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلٰكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا

کیا پھر رکوع سے سر مبارک اُٹھایا اور لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے کم لمبا تھا پھر لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم لمبا تھا، پھر سر مبارک اُٹھایا اور لمبا سجدہ کیا پھر لمبا قیام کیا اور وہ پہلے قیام سے کم لمبا تھا پھر لمبا رکوع کیا اور وہ پہلے رکوع سے کم لمبا تھا پھر لمبا قیام کیا اور وہ پہلے قیام سے کم لمبا تھا، پھر لمبا رکوع کیا اور وہ پہلے رکوع سے کم لمبا تھا" پھر سجدہ کیا اور وہ پہلے سجدہ سے کم لمبا تھا پھر نماز سے فارغ ہو گئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا فرمایا، پھر لوگوں کو حکم دیا کہ وہ عذاب قبر سے پناہ مانگیں "۔

۱۰۰۱ —— شرح : حدیث ع ۹۹۶ کی تفہیم میں اس کی تفصیل مذکور رہی ہے، مسلم نے تصریح کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز مسجد میں پڑھی تھی، لہٰذا اس جملہ میں حدیث کی عنوان باب سے مطابقت ہے!

باب —— کسی کی موت اور حیات کے باعث سورج کو گرہن نہیں لگتا "

اس حدیث کی ابوبکرہ، مغیرہ، ابوموسیٰ، ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم نے روائت کی!

۱۰۰۲ —— ترجمہ : ابومسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شمس وقمر کسی شخص کی موت اور حیات کے باعث بے نور نہیں ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ کی آیات سے یہ دو نشانیاں ہیں۔ جب تم ان کو دیکھو تو نماز پڑھو!

۱۰۰۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ھِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّھْرِیِّ وَھِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی بِالنَّاسِ فَاَطَالَ الْقِرَاءَۃَ ثُمَّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرُّکُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَہٗ فَاَطَالَ الْقِرَاءَۃَ وَھِیَ دُوْنَ قِرَاءَتِہِ الْاُوْلٰی ثُمَّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرُّکُوْعَ وَھُوَ دُوْنَ رُکُوْعِہِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَہٗ فَسَجَدَ سَجْدَتَیْنِ ثُمَّ قَامَ فَصَنَعَ فِی الرَّکْعَۃِ الثَّانِیَۃِ مِثْلَ ذٰلِکَ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا یَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَیَاتِہٖ وَلٰکِنَّھُمَا اٰیَتَانِ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰہِ یُرِیْھِمَا عِبَادَہٗ فَاِذَا رَاَیْتُمْ ذٰلِکَ فَافْزَعُوْا اِلَی الصَّلٰوۃِ

بَابُ الذِّکْرِ فِی الْکُسُوْفِ رَوَاہُ ابْنُ عَبَّاسٍ

۱۰۰۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَۃَ عَنْ بُرَیْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَزِعًا یَخْشٰی اَنْ تَکُوْنَ السَّاعَۃُ فَاَتَی الْمَسْجِدَ فَصَلّٰی بِاَطْوَلِ قِیَامٍ وَّرُکُوْعٍ وَّسُجُوْدٍ رَاَیْتُہٗ قَطُّ یَفْعَلُہٗ وَقَالَ ھٰذِہِ الْاٰیَاتُ الَّتِیْ یُرْسِلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ لَا تَکُوْنُ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَیَاتِہٖ وَلٰکِنْ یُّخَوِّفُ اللّٰہُ بِھَا عِبَادَہٗ فَاِذَا رَاَیْتُمْ شَیْئًا مِّنْ ذٰلِکَ فَافْزَعُوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَدُعَائِہٖ وَاسْتِغْفَارِہٖ

۱۰۰۲ —— شرح : حدیث ۹۸۷ ابوبکرہ نے، حدیث ۹۹۰ مغیرہ بن شعبہ نے حدیث ۹۹۸ ابن عباس نے اور حدیث ۹۸۹ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے روائت کی ہیں ان کی تفہیمات میں ان کی تفاصیل مذکور ہیں،، اور حدیث ۱۰۰۴ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے روائت کی ہے اس کی تفصیل وہاں مذکور ہے،،

۱۰۰۳ —— ترجمہ : ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گرہن لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی اور لمبی قرأت کی پھر لمبا رکوع کیا پھر سر مبارک اٹھایا اور لمبی قرأت کی اور وہ پہلی قرات سے کم لمبی تھی پھر رکوع کیا اور لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم لمبا تھا،، پھر سر مبارک اٹھایا اور دو سجدے کئے پھر کھڑے ہوئے اور اسی طرح دوسری رکعت میں کیا پھر کھڑے ہوکر فرمایا سورج اور چاند کسی کی موت اور حیات کے باعث بے نور نہیں ہوتے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دکھاتا ہے جب تم یہ دیکھو تو التجاء کرتے ہوئے نماز پڑھو،، —— مشرح : بارہا دفعہ اس کی تفصیل گزری ہے اور باب کے عنوان سے حدیث کی مناسبت ظاہر ہے!

باب —— کسوف کی نماز میں ذکر کرنا،،

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی روائت کی ہے،،

۱۰۰۴ —— ترجمہ : ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سورج کو گرہن لگا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا کر کھڑے ہوئے دراں حال کہ آپ کو خوف ہوا کہ یہ قیامت ہے۔ آپ مسجد میں تشریف لائے اور طویل قیام ورکوع اور سجود سے نماز پڑھی،، میں نے آپ کو ایسا کرتے کبھی نہیں دیکھا اور فرمایا یہ آیات جن کو اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے کسی کی موت اور حیات کے باعث نہیں ہوتیں، لیکن ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنے

بَابُ الدُّعَاءِ فِي الْكُسُوفِ قَالَهُ أَبُو مُوسَىٰ وَعَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۰۰۵ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ قَالَ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عِلَاقَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يَقُولُ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ فَقَالَ النَّاسُ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيمَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَادْعُوا اللهَ وَصَلُّوا حَتَّى يَنْجَلِيَ

بندوں کو ڈراتا ہے جب تم ان میں سے کوئی شئ دیکھو تو گھبرا کر اللہ کا ذکر کرو دعاء کرو اور استغفار کرو،،

۱۰۰۴ شرح : باب کے عنوان کے ساتھ حدیث کی مناسبت ظاہر ہے کہ کسوفِ شمس کے وقت اللہ کا ذکر، دعا اور استغفار میں مشغول ہونا چاہیے ،، قولہٗ خَشِيَ أَنْ تَكُونَ السَّاعَةُ ،، علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ راوی کا اپنا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ڈرنے والے کی طرح گھبرائے کہ شائد قیامت آگئی ہے ،، مگر حقیقت یہ نہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ جب تک آپ اُمت میں موجود ہیں قیامت قائم نہیں ہوگی جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا کہ سارے ادیان پر آپ کے دین کو بُلند کرے گا اور ابھی تک اس کی تکمیل نہیں ہوئی ،، لہٰذا یہ کہنا صحیح نہیں کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم ہوتا تو کیوں گھبراتے ،، علامہ نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ راوی کا یہ گمان خود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت قائم ہونے کا خوف کیا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حقیقۃً گھبرائے تھے بلکہ آپ نے اُمت پر کسی قسم کے عذاب کا خطرہ محسوس فرمایا تو اس سے راوی نے مذکور گمان کر لیا ،، نیز سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تو علم تھا کہ قیامت کے مقدمات ہیں مغرب سے سورج طلوع کرے گا ۔ سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے نزول فرمائیں گے سیدنا مہدی علیہ السلام تشریف لائیں گے ۔ یاجوج ماجوج نکلیں گے اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے پھر کیسے ممکن ہے کہ آپ قیامت کا خوف کیا تھا ،، الحاصل سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو تعلیم فرمائی کہ اس قسم کا کوئی خطرناک حادثہ واقع ہو تو وہ بے خوف نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہیں قولہٗ رَأَيْتُهُ قَطُّ يَفْعَلُهُ ،، کلمہ قط ہمیشہ ماضی منفی کے بعد آتا ہے اور حدیث میں " رَأَيْتُهُ " سے پہلے حرف نفی مقدر ہے جیسے " تفتؤ تذکر یوسف ،، میں حرف نفی مقدر ہے ۔ دراصل عبارت اس طرح ہے " لَا تَفْتَؤُ تَذْكُرُ يُوسُفَ " یعنی آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہیں گے ۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم !

باب ـــــ گرہن میں دُعاء کرنا ،،

ابوموسیٰ اشعری اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہما نے یہ کہا ،،

۱۰۰۵ ترجمہ : زیاد بن علاقہ نے کہا میں نے مغیرہ بن شعبہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ جس روز شاہزادہ ابراہیم علیہ السلام کی وفات ہوئی سورج کو گرہن لگ گیا لوگوں نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات کے باعث سورج بے نور ہوا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ قَوْلِ الْإِمَامِ فِي خُطْبَةِ الْكُسُوفِ أَمَّا بَعْدُ وَقَالَ أَبُو أُسَامَةَ

حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَتْنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ فَانْصَرَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ

۱۰۰۶ الشَّمْسُ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللّٰهَ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ بَابُ الصَّلٰوةِ فِي كُسُوفِ الْقَمَرِ حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ قَالَ حَدَّثَنَا

نے فرمایا سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے دو نشانیاں ہیں کسی کی موت اور حیات کے باعث یہ بے نور نہیں ہوتے جب تم ان کو دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے دعاء کرو اور نماز پڑھو حتیٰ کہ یہ روشن ہو جائیں!

۱۰۰۵ — شرح : اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ گرہن کے وقت اللہ تعالیٰ سے دعاء کرنی چاہیے اور نماز پڑھنی چاہیے ،، اللہ تعالیٰ گرہن سے لوگوں کو ڈراتا ہے!

باب — گرہن کے خطبہ میں امام کا أَمَّا بَعْدُ کہنا

ترجمہ : فاطمہ بنت منذر بن زبیر رضی اللہ عنہم نے اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے جبکہ سورج روشن ہو چکا تھا اور خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی جس کے وہ لائق ہے پھر فرمایا أَمَّا بَعْدُ!

باب — چاند گرہن کے وقت نماز پڑھنا ،،

۱۰۰۶ — ترجمہ : ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں سورج کو گرہن لگا تو آپ نے دو رکعتیں پڑھیں!

۱۰۰۷ — ترجمہ : ابو بکرہ رضی اللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں سورج کو گرہن لگا آپ چادر شریف کھینچتے ہوئے باہر تشریف لائے حتیٰ کہ مسجد میں جلوہ افروز ہوئے لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے آپ نے ان کو دو رکعتیں پڑھائیں تو سورج روشن ہو گیا پھر فرمایا سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی آیات سے دو نشانیاں ہیں یہ کسی کے مرنے سے بے نور نہیں ہوتے جب ایسا ہو تو نماز پڑھو اور اللہ سے دعاء کرو حتیٰ کہ گرہن ختم ہو جائے یہ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاہزادہ سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو لوگوں نے ان کے بارے میں یہ کہا!

۱۰۰۶ — ۱۰۰۷ — شرح : امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہما کے مذہب میں چاند گرہن میں نماز سورج گرہن میں نماز جیسی ہے اور دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَإِذَا كَانَ ذَالِكَ فَصَلُّوْا ،، امام مالک اور علماءِ کوفہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ خسوف قمر میں نماز باجماعت نہیں دیگر نوافل کی طرح ہر شخص علیحدہ علیحدہ نماز پڑھے ،،

سعید بن عامر عن شعبۃ عن یونس عن الحسن عن ابی بکرۃ قال انکسفت الشمس علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی رکعتین حدثنا ابو معمر قال حدثنا عبد الوارث قال حدثنا یونس عن الحسن عن ابی بکرۃ قال خسفت الشمس علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخرج یجر رداءہ حتی انتھی الی المسجد وثاب الیہ الناس فصلی بھم رکعتین فانجلت الشمس فقال ان الشمس والقمر ایتان من ایات اللہ وانھما لا یخسفان لموت احد فاذا کان ذلک فصلوا وادعوا حتی یکشف ما بکم وذلک ان ابنا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم یقال لہ ابراھیم مات فقال الناس فی ذلک باب صب المرأۃ علی راسھا الماء اذا طال الامام القیام فی الرکعۃ الاولی باب الرکعۃ الاولی فی الکسوف اطول حدثنا محمود بن غیلان قال حدثنا ابو احمد قال حدثنا سفین عن یحیی عن عمرۃ عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی بھم فی کسوف الشمس اربع رکعات فی سجدتین الاولی اطول باب الجھر بالقراءۃ فی الکسوف حدثنا محمد بن مھران قال حدثنا الولید قال حدثنا ابن نمر سمع ابن شھاب عن عروۃ عن عائشۃ قالت جھر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صلوۃ الخسوف بقراءتہ فاذا فرغ من قراءتہ کبر فرکع واذا رفع من الرکعۃ قال سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد ثم یعاود القراءۃ فی صلوۃ الکسوف اربع رکعات فی رکعتین واربع سجدات وقال الاوزاعی وغیرہ سمعت الزھری عن عروۃ عن عائشۃ ان الشمس خسفت علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبعث منادیا الصلوۃ جامعۃ فتقدم فصلی اربع رکعات فی رکعتین واربع سجدات قال واخبرنی عبد الرحمن بن نمر سمع ابن شھاب مثلہ قال الزھری فقلت ما صنع اخوک ذلک عبد اللہ بن الزبیر ما صلی الا رکعتین مثل الصبح اذا صلی بالمدینۃ قال اجل انہ اخطأ السنۃ تابعہ سلیمان بن کثیر وسفین بن حسین عن الزھری فی الجھر

1007 — 1008 — 1009

باب — کسوف کی نماز میں پہلی رکعت دراز ہے

۱۰۰۸ — ترجمہ : ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے روائت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سورج گرہن میں نماز پڑھائی جو دو رکعتوں میں چار رکوع تھے اور ہر پہلا رکوع اطول تھا۔

۱۰۰۸ — شرح : یعنی پہلا رکوع دوسرے سے دوسرا تیسرے سے اور تیسرا چوتھے سے لمبا تھا بعض نسخوں میں لفظ "اولی" ہے یعنی پہلی رکعت لمبی تھی۔ حدیث شریف میں "سجدتین" سے مراد دو رکعت نماز ہے!

باب — کسوف کی نماز میں بلند آواز سے قراءت کرنا

۱۰۰۹ — ترجمہ : ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روائت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرہن کی نماز میں بلند آواز سے قرآن کی اور جب قراءت سے فارغ

ہوئے ـــــ تو تکبیر کہی پھر رکوع کیا جب رکوع سے سرِ مبارک اُٹھایا تو " سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ " رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ "، فرمایا پھر گرہن کی نماز میں قراءت دوبارہ کی جو دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدے تھے امام اوزاعی اور ان کے سوا کسی دوسرے نے کہا میں نے زہری کو عروہ سے روائت کرتے ہوئے سُنا اُنھوں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روائت کی کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں سُورج کو گرہن لگا تو آپ نے منادی کو بھیجا کہ وہ اعلان کرے کہ نماز باجماعت حاضر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدے کئے "، اور مجھے عبدالرحمٰن بن نمر نے خبر دی کہ اُنھوں نے زہری سے اس طرح سُنا "، زہری نے کہا میں نے (عروہ بن زبیر) سے کہا کہ تیرے بھائی عبداللہ بن زبیر نے ایسا نہیں کیا اُنھوں نے صرف دو رکعتیں صبح کی نماز کی طرح پڑھیں جبکہ اُنھوں نے مدینہ منورہ "گرہن کی نماز" پڑھی "، (عروہ نے) کہا جی ہاں اُنھوں نے سُنت میں خطاء کی اس کی سفیان بن حسین اور سلیمان بن کثیر نے زہری سے قرآءت بالجہر میں موافقت کی۔

۱۰۰۹ ـــ شرح : ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ گرہن کی نماز میں بُلند آواز سے قرات میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس نماز میں قراءت بالجہر ہے۔ اُنھوں نے اس حدیث سے استدلال کیا جبکہ دُوسرے تینوں امام قراءت بالاسرا کے قائل ہیں ان کی دلیل حدیث ۹۹۸ صلوٰۃ الکسوف جماعۃً کے باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکور ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ بقرہ کی قرآءت کے برابر قیام کیا۔ اگر آپ اس میں جہر فرماتے تو یوں نہ کہتے کہ سورۂ بقرہ کی قرأت کے برابر قیام کیا نیز سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے روائت کی کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سُورج گرہن کی نماز پڑھائی ہم آپ کی آواز نہ سُنتے تھے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس روائت کی تصیح کی ہے"، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے جہر کی روائت کا جواب یہ ہے کہ مرد امام کے قریب ہوتے ہیں ان پر قراءت کی کیفیت کا حال زیادہ واضح ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں دن کی نماز عجماء ہوتی ہے "، قَوْلُهٗ مَا صَنَعَ اَخُوْكَ ذَالِكَ " یعنی زہری نے عروہ بن زبیر سے کہا کہ آپ کے بھائی عبداللہ بن زبیر نے کسوف کی نماز صبح کی نماز جیسی پڑھی اور بار بار رکوع نہ کیا۔ عروہ نے جواب دیا کہ اُنھوں نے خلافِ سُنت کیا ہے مگر اس کا جواب یہ ہے کہ عروہ تابعی ہے اور حضرت عبداللہ بن زبیر صحابی ہیں اور صحابی کے فعل سے استدلال زیادہ اچھا ہے "، بلکہ حضرت عبداللہ بن زبیر کی نسبت عروہ خطاء کے زیادہ لائق ہیں جبکہ صحابی وہ فعل کرتے ہیں جو ان کا مشاہدہ ہو یا ان کو معلوم ہو۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَبْوَابُ سُجُوْدِ الْقُرْاٰنِ

بَابُ مَاجَاءَ فِی سُجُوْدِ الْقُرْاٰنِ وَسُنَّتِھَا

۱۰۱۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْاَسْوَدَ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ قَرَأَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النَّجْمَ بِمَکَّۃَ فَسَجَدَ فِیْھَا وَسَجَدَ مَنْ مَعَہٗ غَیْرَ شَیْخٍ اَخَذَ کَفًّا مِّنْ حَصًی اَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَہٗ اِلٰی جَبْھَتِہٖ وَقَالَ یَکْفِیْنِیْ ھٰذَا فَرَاَیْتُہٗ بَعْدُ قُتِلَ کَافِرًا

باب — جو سجودِ قرآن اور سجدہ تلاوت کے سُنّت ہونے میں آیا ہے —

۱۰۱۰ — ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے مکہ مکرّمہ میں سورۂ نجم پڑھی اور اس میں سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ سب لوگوں نے سجدہ کیا مگر ایک بوڑھے (امیہ بن خلف) نے سجدہ نہ کیا اُس نے کنکریوں یا مٹی کی مٹھی لے کر اسے اپنی پیشانی تک اُٹھایا اور کہا مجھے یہ ہی کافی ہے میں نے اس کو بعد میں دیکھا کہ وہ (بدر کی جنگ میں) کافر قتل ہُوا۔

۱۰۱۰ — شرح: امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا سجدۂ تلاوت واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ" اور مطلق امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کے مذہب میں یہ مستحب ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک سنّت مؤکدہ ہے۔ ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلّم ہمارے پاس قرآن کریم پڑھتے اور جب سجدہ کی آیت سے گذرتے تو سجدہ فرماتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے۔ نیز حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس سورۂ نجم پڑھی تو آپ نے سجدہ نہ فرمایا، اس کا جواب یہ ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے اسی وقت سجدہ نہ فرمایا تھا اور سجدۂ تلاوت علی الفور واجب نہیں، مگر اس کو یہ لازم نہیں کہ نجم میں سجدہ ہی نہیں نیز وجوب کی نفی پر کوئی دلیل نہیں، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت موقوف ہے اور وہ شافعیہ کے نزدیک حجت اور دلیل نہیں بن سکتی۔

۱۰۱۱ بَابُ سَجْدَةِ تَنْزِيلِ السَّجْدَةِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْجُمُعَةِ فِي صَلٰوةِ الْفَجْرِ الٓمّٓ تَنْزِيلُ السَّجْدَةِ وَهَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ

۱۰۱۲ بَابُ سَجْدَةِ صٓ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَاَبُو النُّعْمَانِ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صٓ لَيْسَ مِنْ عَزَائِمِ السُّجُوْدِ وَقَدْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِيْهَا

باب — تَنْزِيلُ السَّجْدَةِ میں سجدہ

۱۰۱۱ — ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں " الٓمّٓ تنزیل السجدۃ " اور " هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ " پڑھتے تھے۔

۱۰۱۱ — شرح: اس حدیث میں سجدہ کا ذکر نہیں گویا کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے " سورۂ تنزیل السجدہ " کے نام سے استفادہ کیا ہے یا باب کا عنوان حدیث کی شرح کرتا ہے، علامہ قسطلانی نے کہا طبرانی نے ضعیف اسناد کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں تنزیل السجدہ پڑھی اور اس میں سجدہ فرمایا۔

باب — سورۂ صٓ میں سجدہ

۱۰۱۲ — ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا " صٓ " عزائم سجود سے نہیں ہیں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں سجدہ فرماتے دیکھا ہے۔

۱۰۱۲ — شرح: احناف اور شوافع کا اتفاق ہے کہ سورۂ " ص " میں سجدہ کیا جاتا ہے البتہ اختلاف اس میں ہے کہ یہ سجدۂ عزائم سے ہے یا نہیں امام شافعی رضی اللہ عنہ اس کو عزائم میں سے شمار نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ صرف سجدۂ شکر ہے جو نماز میں حرام ہے اور نماز سے باہر مستحب ہے، شوافع کا مذہب یہی ہے، احناف کے نزدیک یہ عزائم میں سے ہے، بخاری میں مذکور حدیث سے شوافع استدلال کرتے ہیں۔ نیز نسائی میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ ص میں سجدہ کیا اور فرمایا کہ داؤد علیہ السلام نے یہ سجدہ توبہ کرتے ہوئے کیا تھا ہم شکر کے طور پر یہ سجدہ کرتے ہیں، احناف کہتے ہیں کہ دراصل یہ حدیث ہماری دلیل ہے کیونکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے مطابق عمل کرنا ابن عباس کے فعل کے مطابق عمل کرنے سے بہتر ہے، اور یہ سجدہ توبہ کے طور پر کرنا عزائم میں سے ہونے کے منافی نہیں۔ سیدنا داؤد علیہ السلام نے بطور توبہ کیا تھا ہم شکر ادا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا داؤد علیہ السلام پر مغفرت، وعدہ حسن مآب جیسے انعامات فرمائے، اسی لئے حسن مآب کے بعد سجدہ کیا جاتا ہے، ابوداؤد نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر شریف پر سورۂ صٓ کی تلاوت کی تو منبر سے اتر کر سجدہ فرمایا۔ جب سجدہ کی آیت تلاوت فرمائی واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

بَابُ سَجْدَةِ النَّجْمِ قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ سُورَةَ النَّجْمِ فَسَجَدَ بِهَا فَمَا بَقِيَ أَحَدٌ مِنَ الْقَوْمِ إِلَّا سَجَدَ فَأَخَذَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ كَفًّا مِنْ حَصًى أَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ إِلَى وَجْهِهِ وَقَالَ يَكْفِينِي هٰذَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا

۲/۱۰

بَابُ سُجُودِ الْمُسْلِمِينَ مَعَ الْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكُ نَجَسٌ لَيْسَ لَهُ وُضُوْءٌ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَسْجُدُ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ

باب — سورۂ نجم میں سجدہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی نبیٔ کریم صلیّ اللہ علیہ وسلّم سے روائت کی

۱۰۱۳ — ترجمہ : عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ نبیٔ کریم صلیّ اللہ علیہ وسلّم نے سورۂ نجم پڑھی اور اس میں سجدہ کیا لوگوں میں سے کوئی شخص باقی نہ رہا مگر سب نے سجدہ کیا ان میں سے ایک شخص کنکریوں یا مٹی کی مٹھی لی اور اس کو اپنی پیشانی تک اُٹھایا اور کہا مجھے یہ ہی کافی ہے اس کے بعد میں نے اسے دیکھا کہ وہ کافر قتل ہُوا،،

۱۰۱۳ — شرح : امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سجدۂ تلاوت پڑھنے اور سُننے والے دونوں پر واجب ہے اگرچہ سُننے والا تلاوتِ قرآن کی سماعت کا قصد نہ کرے ؛ کیونکہ حدیث میں قصد کی قید مذکور نہیں ،، شوافع کے نزدیک قصد کے بغیر سُننے سے سجدہ کرنا مستحب ہے سنّت مؤکدہ نہیں" اس حدیث میں مکہ مکرّمہ کا ذکر نہیں جبکہ ع۱۰۱۰ میں مکہ مکرّمہ کا ذکر ہے نیز اس روائت میں" فما بقی من القوم الاسجد ،، کا ذکر ہے۔ پہلی روائت میں اس کا ذکر نہیں یعنی سب حاضرین نے سجدہ کیا جبکہ سیّد عالم صلیّ اللہ علیہ وسلّم نے مکہ مکرمہ میں سورۂ نجم کی تلاوت فرمائی ،، طبرانی نے معجم کبیر میں روائت کی کہ سرورِ کائنات صلیّ اللہ علیہ وسلّم نے جب اسلام کا اظہار فرمایا تو مکہ مکرمہ والے سارے مسلمان ہو گئے۔ نماز فرض ہونے سے پہلے کا یہ واقعہ ہے۔ آپ جب سجدہ کی آئت تلاوت فرماتے تو سب سجدہ کرتے حتی کہ ہجوم کی کثرت کے باعث بعض لوگ سجدہ کرنے پر قادر نہ ہوتے ،، یہ سُن کر ولید بن مغیرہ اور ابو جہل وغیرہ رؤسائے قریش مکہ مکرمہ میں آئے جبکہ وہ طائف میں اپنی زمین میں تھے اور انھوں نے لوگوں کو منع کر دیا تھا مگر شیخ زین الدین نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کے اسناد میں عبد اللہ بن لھیعہ ہے (عینی)

باب — مسلمانوں کا مشرکوں کے ساتھ سجدہ کرنا

" مشرک ناپاک ہے اس کا وضوء صحیح نہیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وضوء کے بغیر سجدہ کر لیا کرتے تھے ! ،،

۱۰۱۴ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ بِالنَّجْمِ وَسَجَدَ مَعَهُ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ وَرَوَاهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ أَيُّوبَ

ترجمہ ۱۰۱۴ : ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نجم میں سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مسلمانوں، مشرکوں، جنوں اور انسانوں نے سجدہ کیا اس کی ابن طہمان نے ایوب سے روایت کی۔

شرح ۱۰۱۴ : حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابن عمر اپنی سواری سے اُترتے اور پیشاب وغیرہ کرتے پھر سوار ہو کر سجدہ کی آیت تلاوت کرتے تو وضوء کئے بغیر سجدہ کر لیتے،، اس پر امام بخاری نے اعتراض کیا کہ مشرک تو پلید ہے اس کا وضوء ہی درست نہیں لہٰذا ان پر قیاس کر کے بغیر وضوء سجدہ کرنا درست نہیں۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے خبر دینے سے راوی نے سمجھا کہ جنوں نے سجدہ کیا ہے یا اللہ تعالیٰ نے ان سے حجاب اُٹھا دیا ہوگا،، اگر یہ سوال ہو کہ مشرکوں نے سجدہ کیوں کیا جبکہ وہ قرآن پر ایمان نہیں رکھتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے جب یہ آیت پڑھی ——
" اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی ،، تو مشرکوں نے اپنے بتوں کے نام سُن کر سجدہ کیا اور مؤرخین کا یہ کہنا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی زبان شریف پر بتوں کی تعریف جاری ہوگئی تھی جبکہ آپ سے یہ سُنا گیا" تِلْكَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی اِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰی ،، یا ابلیس لعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز شریف کے مشابہ آواز بنا کہ یہ کہا تو مشرکوں نے سجدہ کیا قطعاً باطل ہے۔ عقلاً اور نقلاً صحیح نہیں کیونکہ غیر اللہ کی مدح کرنا کفر ہے اور اس کی نسبت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرف کرنا غلط ہے اور نہ ہی شیطان لعین آپ کی زبان شریف پر تصرف کر کے ایسا کر سکتا ہے،، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میرے مشابہ نہیں ہو سکتا اور نہ ہی میری صورت اختیار کر سکتا ہے،، جب خواب میں دیکھنے والے کے لئے شیطان آپ کی صورت اختیار کرنے پر قادر نہیں حالانکہ نائم مکلّف نہیں ہوتا تو اس کی بیداری کی حالت میں جبکہ وہ مکلّف ہوتا ہے اس کے لئے شیطان کیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کے مشابہ ہو سکتا ہے یا آپ کی آواز جیسی آواز اختیار کر سکتا ہے۔ یہ یقیناً محال ہے اس کو مومن کا دل ہرگز قبول نہیں کر سکتا ہے اور مورخین نے جو روایت ذکر کی ہے اس کے اکثر طرق منقطع اور معلول ہیں ان کا اسناد نہ تو صحیح ہے اور نہ ہی متصل ہے اور باقی طرق ضعیف اور ناقابلِ استدلال ہیں اور نصوص قرآنیہ کے خلاف ہے،،
اس حدیث سے امام ابوحنیفہ، شافعی اور احمد رضی اللہ عنہم نے استدلال کیا کہ سورۂ نجم میں سجدہ ہے،، البتہ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا اس میں سجدہ نہیں،، کیونکہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے سورۂ نجم کی تلاوت فرمائی اور سجدہ نہ کیا،،
علامہ طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ممکن ہے کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کا وضوء نہ ہوگا اس لئے سجدہ نہ کیا ہو،، یا اس وقت سجدہ کرنا جائز نہ ہوگا۔

بَابُ مَنْ قَرَأَ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَسْجُدْ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاؤُدَ أَبُو الرَّبِيعِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ خُصَيْفَةَ عَنِ ابْنِ قُسَيْطٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَزَعَمَ أَنَّهُ قَرَأَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّجْمِ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيهَا ۱۰۱۵ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُسَيْطٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّجْمِ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيهَا ۱۰۱۶ بَابُ سَجْدَةِ إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ

نیز سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً سجدہ نہ فرمایا اس کو یہ لازم نہیں کہ اس میں سجدہ ہی نہیں اور نہ ہی اس میں وجوب کی نفی ہوتی ہے،، الحاصل مذکورہ احتمالات ہوتے ہوئے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں سورۂ نجم میں سجدہ نہ ہونے کی قطعاً دلیل نہیں۔

باب — جس نے سجدہ کی آئت پڑھی اور سجدہ نہ کیا

۱۰۱۵ — ترجمہ : عطاء بن یسار نے بیان کیا کہ اُنھوں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو کہا کہ اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے "والنجم" سورت پڑھی آپ نے اس میں سجدہ نہ کیا،،

۱۰۱۵ — شرح : یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نجم میں سجدہ نہ کیا۔ ابن بطال نے کہا یہ حدیث اس شخص کے لئے دلیل ہے جس نے سجدۂ تلاوت کو سُنّت کہا ہے کیونکہ اگر یہ واجب ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ترک نہ کرتے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ نے کہا ممکن ہے کہ یہ ایسے وقت میں پڑھا ہو جس میں سجدہ کرنا جائز نہیں یا اس وقت آپ بے وضوء ہوں پھر کسی اور وقت کر لیا ہو کیونکہ سجدۂ تلاوت علی الفور تو واجب نہیں ہے،،

حدیث ع۱۰۱۴ کے یہ حدیث متضاد نہیں کیونکہ اس حدیث سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت آپ نے سجدہ نہیں فرمایا اس کو یہ لازم نہیں کہ اس میں سجدہ ہی نہیں حدیث ع۱۰۱۴ میں اس کی وضاحت مذکور ہے،،

۱۰۱۶ — ترجمہ : زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سورۂ نجم پڑھی تو آپ نے سجدہ نہ کیا۔

(اس حدیث کی شرح حدیث ع۱۰۱۵ کے تحت دیکھیں)

باب — اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ میں سجدہ،،

حدثنا مُسلمُ بنُ ابراهيمَ ومعاذُ بنُ فضالةَ قالا حدثنا هشامٌ عن يحيى عن ابي سلمةَ قال رأيتُ اباهريرةَ قرأ اذا السماءُ انشقت فسجد بها فقلتُ يا اباهريرةَ الم اركَ تسجدُ قال لولم ار النبيَّ صلى الله عليه وسلم يسجدُ لم اسجد ۱۰۱۷ باب من سجد لسجود القاري وقال ابنُ مسعودٍ لتميمِ بنِ حذلمٍ وهو غلامٌ فقرءَ عليه سجدةً فقال اسجد فانك امامُنا فيها ۱۰۱۸ حدثنا مسددٌ قال حدثني يحيى قال حدثنا عبيدُ الله قال حدثني نافعٌ عن ابنِ عمرَ قال كان النبيُّ صلى الله عليه وسلم يقرأُ علينا السورةَ فيها السجدةُ فيسجدُ ونسجدُ حتى ما يجدُ احدُنا موضعَ جبهتهِ

۱۰۱۷ — ترجمہ : ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اُنھوں نے " اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ " کی تلاوت کی اور اس میں سجدہ کیا میں نے کہا اے اباہریرہ کیا میں نے تجھے دیکھا نہیں کہ تم سجدہ کرتے ہو ؟ ابوہریرہ نے کہا اگر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے نہ دیکھتا تو سجدہ نہ کرتا ۔"

۱۰۱۷ — شرح : امام ابوحنیفہ ، شافعی اور احمد رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ سورہ اذا السماء انشقت میں سجدۂ تلاوت ہے ۔" اگر یہ سوال ہو کہ ابوداؤد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روائت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو کسی مفصل میں سجدۂ تلاوت نہیں کیا ۔" مجاہد ، امام حسن بصری اور بعض شافعیہ نے یہی اختیار کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں تھے تو مفصل میں سجدہ تلاوت فرماتے تھے جب مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو اس کو چھوڑ دیا اس کا جواب یہ ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اگر بالفرض ثابت بھی ہو تو فاسد ہے کیونکہ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کا اسلام اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات مدینہ منورہ میں آپ کی وفات سے تین برس پہلے ہوئی وہ کہتے ہیں ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ " اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ " اور " اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ " میں سجدۂ تلاوت کیا ۔" نیز ابن عبدالبر نے کہا ابن عباس کی حدیث منکر ہے اور یحییٰ بن معین نے اس کو ضعیف کہا ہے ۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم !

باب — جس نے قاری کا سجدہ کرنے کی وجہ سے سجدہ کیا "

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تمیم بن حذلم سے کہا حالانکہ وہ بچہ تھا ، اور اُس نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے سجدہ کی آئت پڑھی کہ تو سجدہ کر کیونکہ اس میں تو ہمارا امام ہے

۱۰۱۸ — ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے وہ سورت تلاوت فرماتے جس میں سجدہ ہوتا اور آپ

۱۰۱۹ بَابُ ازْدِحَامِ النَّاسِ اِذَا قَرَأَ الْاِمَامُ السَّجْدَةَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ آدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ السَّجْدَةَ وَنَحْنُ عِنْدَهُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَهُ فَنَزْدَحِمُ حَتّٰى مَا يَجِدُ اَحَدُنَا لِجَبْهَتِهٖ مَوْضِعًا يَسْجُدُ عَلَيْهِ

سجدہ فرماتے تو ہم بھی سجدہ کرتے حتیٰ کہ ہم میں سے بعض لوگ اپنا ماتھا رکھنے کی جگہ نہ پاتے،،

۱۰۱۸ — شرح : باب کے عنوان کا مطلب یہ ہے کہ جب سجدہ کی آئت پڑھنے والا سجدہ کرے تو سُننے والا بھی سجدہ کرے،،

ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا علماء اس بات پر متفق ہیں کہ قاری جب سجدہ کرے تو سُننے والے پر سجدہ کرنا لازم ہے مگر اختلاف اس امر میں ہے جبکہ سامع نے سُننے کا قصد نہ کیا۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا اس کے لیے سجدہ کرنا سنت مؤکدہ نہیں اگر وہ سجدہ کرے تو بہتر ہے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قاری اور سامع دونوں پر سجدہ واجب ہے سامع قرأت کی سماعت کا قصد کرے یا نہ کرے،، لعض علماء نے باب کے ترجمہ سے یہ اشارہ سمجھا ہے کہ قاری جب سجدہ نہ کرے تو سامع بھی سجدہ نہ کرے مگر یہ درست نہیں کیونکہ سجدہ واجب ہو یا سنت ہو اس کا تعلق سامع کے ساتھ ہے قاری کے ساتھ نہیں،، یعنی سامع جب سجدہ کی آئت سُنے تو اس پر سجدہ واجب یا سُنت ہے قاری سجدہ کرے یا نہ کرے،،

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ تو ہمارا سجدہ کرنے میں امام اور متبوع ہے تمہاری وجہ سے ہم نے سجدہ کرنا ہے سجدہ کرو ہم بھی سجدہ کریں،، اس کا یہ معنی نہیں اگر تو سجدہ نہ کرے گا تو ہم بھی سجدہ نہ کریں گے،، کیونکہ سجدہ کا تعلق تالی اور سامع دونوں کے ساتھ ہے۔ اگر تالی سجدہ نہ کرے تو سامع سے ساقط نہیں ہوتا۔ یہ احناف کا مسلک ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سماعت کا قصد کرنے والا سجدہ کرے اور غیر قاصد سجدہ نہ کرے۔ حنابلہ کہتے ہیں جب قاری سجدہ کرے تو سماعت کا قاصد سجدہ کرے ورنہ نہ کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ کی آئت کی تلاوت کے وقت قاری اور سامع پر سجدہ واجب ہے نماز میں ہو یا نماز سے باہر ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی متابعت ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

باب — جب امام سجدہ کی آئت پڑھے تو لوگوں کا ہجوم ہو جانا،،

۱۰۱۹ — ترجمہ : ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کی آئت کی تلاوت فرماتے جبکہ ہم آپ کے پاس ہوتے تھے آپ سجدہ فرماتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے اور ہمارا ہجوم ہو جاتا حتیٰ کہ ہم میں سے بعض لوگ اپنے ماتھے کے لئے سجدہ کرنے کی جگہ نہ پاتے۔

بَابُ مَنْ رَأَى أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يُوجِبِ

السُّجُودَ وَقِيلَ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ الرَّجُلُ يَسْمَعُ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَجْلِسْ لَهَا قَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ قَعَدَ لَهَا كَأَنَّهُ لَا يُوجِبُهُ عَلَيْهِ وَقَالَ سَلْمَانُ مَا لِهَذَا غَدَوْنَا وَقَالَ عُثْمَانُ إِنَّمَا السَّجْدَةُ عَلَى مَنِ اسْتَمَعَهَا وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَا يَسْجُدُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ طَاهِرًا فَإِذَا سَجَدْتَ وَأَنْتَ فِي حَضَرٍ فَاسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَإِنْ كُنْتَ رَاكِبًا فَلَا عَلَيْكَ حَيْثُ كَانَ وَجْهُكَ وَكَانَ السَّائِبُ بْنُ يَزِيدَ لَا يَسْجُدُ لِسُجُودِ الْقَاصِّ

۱۰۲۰ **حَدَّثَنَا** إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

۱۰۱۹ — شرح : ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ فرض نماز میں جو شخص ہجوم کی وجہ سے زمین پر سجدہ نہ کر سکے وہ اپنے ساتھی کی پشت پر سجدہ کر لے۔ احناف کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام احمد رضی اللہ عنہ نے کہا اشارہ سے سجدہ کرے،، امام مالک رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ سجدہ نہ کرے جب لوگ سجدہ سے سر اٹھا لیں تو سجدہ کرے اگر کسی کی پشت پر سجدہ کیا تو نماز کا اعادہ کرے ،، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا سجدہ کرو اگرچہ اپنے بھائی کی پشت پر کرنا پڑے ،، جب ہجوم کے وقت فرض نماز میں دوسرے کی پشت پر سجدہ کرنا جائز ہے تو نماز کے سوا بطریق اولیٰ جائز ہے ،، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — جس نے یہ اعتقاد کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سجدۂ تلاوت واجب نہیں فرمایا،،

ترجمہ : حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے کہا گیا جو کوئی سجدہ کی آیت سنے اور اس کا قصد نہ کرے (کیا اس پر سجدۂ تلاوت واجب ہے؟) عمران نے کہا تم یہ بتاؤ کہ اگر وہ سجدہ کی آیت سننے کے لئے بیٹھ جائے (قصد کرے کیا اس پر سجدہ واجب ہوگا؟) امام بخاری نے کہا۔ گویا کہ عمران بن حصین قصداً آیت سننے والے پر سجدہ واجب نہیں جانتے ہیں،، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا ہم اس لئے (سجدہ کرنے) باہر نہیں آئے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا سجدہ صرف اس شخص پر ہے جو قصداً سجدہ کی آیت کی تلاوت سنے،، امام زہری رحمہ اللہ نے کہا کہ سجدہ مت کرو مگر جبکہ باوضو ہو،، اگر تو سجدہ کرنا چاہے جبکہ تو مقیم ہو تو قبلہ رُو ہو کر سجدہ کر اور اگر مسافر ہے تو تجھ پر کچھ گناہ نہیں جدھر بھی تیرا منہ ہو (سجدہ کر لے) سائب بن یزید واعظ کا آیت سجدہ تلاوت کرنے پر سجدہ نہ کرتے تھے،،

شرح : یعنی عمران بن حصین کا یہ مسلک ہے کہ اگر کوئی آیت سجدہ کی تلاوت قصداً بھی سنے تو اس پر سجدہ واجب نہیں تو جو کوئی قصداً نہ سنے اس پر بطریق اولیٰ سجدہ واجب نہ ہوگا،،

التَّیْمِیِّ عَنْ رَبِیْعَۃَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْھُدَیْرِ التَّیْمِیِّ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ وَکَانَ رَبِیْعَۃُ مِنْ خِیَارِ النَّاسِ عَمَّا حَضَرَ رَبِیْعَۃُ مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَرَأَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ عَلَی الْمِنْبَرِ بِسُوْرَۃِ النَّحْلِ حَتّٰی اِذَا جَآءَ السَّجْدَۃَ نَزَلَ فَسَجَدَ وَسَجَدَ النَّاسُ حَتّٰی اِذَا کَانَتِ الْجُمُعَۃُ الْقَابِلَۃُ قَرَأَ بِھَا حَتّٰی اِذَا جَآءَتِ السَّجْدَۃُ قَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّمَا نَمُرُّ بِالسُّجُوْدِ فَمَنْ سَجَدَ فَقَدْ اَصَابَ وَمَنْ لَّمْ یَسْجُدْ فَلَا اِثْمَ عَلَیْہِ وَلَمْ یَسْجُدْ عُمَرُ وَزَادَ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ اللّٰہَ لَمْ یَفْرِضِ السُّجُوْدَ اِلَّا اَنْ نَّشَآءَ

بَابُ مَنْ قَرَأَ السَّجْدَۃَ فِی الصَّلٰوۃِ فَسَجَدَ بِھَا

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے اس لئے سجدہ نہیں کیا کہ ہم نے سماع کا قصد نہ کیا تھا اور سجدہ مستمع پر واجب ہے سامع پر واجب نہیں ،، مستمع وہ ہے جو سماع کا قصد کرے اور جو سماع کا قصد نہ کرے وہ سامع ہے ،، واعظ کی تلاوت پر سجدہ اس لئے واجب نہیں کہ وہ قرآن کریم کی قرأت کا قاصد نہیں ہوتا ،، واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

۱۰۲۰ —— **ترجمہ :** سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن منبر شریف پر سورۂ نحل پڑھی حتیٰ کہ جب سجدہ کی آئت کو پہنچے تو منبر سے اُتر کر سجدہ کیا اور لوگوں نے بھی سجدہ کیا حتیٰ کہ جب آئندہ جمعہ تھا تو اسی سورت کی تلاوت کی حتیٰ کہ جب سجدہ کی آئت آئی تو کہا اے لوگو! ہم سجدہ کی آئت پر گزرتے ہیں تو جس نے سجدہ کر لیا اچھا کیا اور جس نے سجدہ نہ کیا اس پر کوئی گناہ نہیں اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سجدہ نہ کیا۔ نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روائت کی کہ اللہ تعالیٰ نے سجدہ فرض نہیں کیا مگر یہ کہ ہم چاہیں ،،

۱۰۲۰ —— **شرح :** اگر یہ کہا جائے کہ فَلَا اِثْمَ عَلَیْہِ ،، سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ سجدہ تلاوت علی الفور واجب نہیں لہٰذا تاخیر سے سجدہ کرنے سے گناہ نہیں اور اس کو عدم وجوب لازم نہیں ،، اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس لئے سجدہ نہ کیا ہوگا کہ یہ علی الفور واجب نہیں ،، اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر سے ثابت ہے کہ آپ قرآن کریم میں سجود کے مواضع میں سجدہ فرمایا کرتے تھے لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ سجدہ سنت مؤکدہ ہے اس میں اور واجب میں فرق نہیں لہٰذا یہ حدیث احناف کے مذہب کے خلاف نہیں ،، کیونکہ تلاوت کے وقت سے تاخیر سے سجدہ کرنے میں گناہ نہیں ،، نافع کی روائت میں فرض کی نفی سے واجب کی نفی نہیں ہوتی۔ اہلِ لغت نے فرض اور واجب میں فرق کیا ہے اس کا انکار مکابرہ ہے ،، کیونکہ شرعی احکام الفاظ لغویہ سے لئے جاتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب —— جس نے نماز میں سجدہ کی آئت پڑھی اور نماز میں سجدہ کیا

۱۰۲۱ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا بَكْرٌ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ فَقُلْتُ مَا هَذِهِ قَالَ سَجَدْتُ بِهَا خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُ فِيهَا حَتَّى أَلْقَاهُ

بَابُ مَنْ لَمْ يَجِدْ مَوْضِعًا لِلسُّجُودِ مِنَ الزِّحَامِ

۱۰۲۲ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ السُّورَةَ الَّتِي فِيهَا السَّجْدَةُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ حَتَّى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا مَكَانًا لِمَوْضِعِ جَبْهَتِهِ

۱۰۲۱ — **ترجمہ** : ابورافع رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ابوہریرہ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی تو اُنھوں نے اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ ،، سُورت پڑھی اور سجدہ کیا میں نے کہا یہ سجدہ کیسا ہے ،، ابوہریرہ نے کہا میں نے سیدنا ابوالقاسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے یہ سجدہ کیا میں ہمیشہ اس میں سجدہ کرتا رہوں گا حتیٰ کہ آپ سے جا ملوں گا ،،

۱۰۲۱ — **شرح** : یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ نماز پڑھاتے وقت آپ نے یہ سجدہ کیسا کیا ہے۔ اُنھوں نے کہا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں سجدہ کیا لہٰذا فوت ہونے تک میں یہ سجدہ کرتا رہوں گا کیونکہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات موت کے بغیر نہیں ہوسکتی، ابن بطال نے کہا اس حدیث میں امام شافعی رضی اللہ عنہ کے لئے حجت اور دلیل ہے کہ فرض نماز میں سجدۂ تلاوت کرنا جائز ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا فرض نماز میں سجدہ کی آیت پڑھنا مکروہ ہے۔ نماز جہری ہو یا سرّی ہو۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ سرّی نماز میں سجدہ کی آیت نہ پڑھے جہری میں پڑھنا جائز ہے ،، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا جس سورت کے آخر میں سجدہ کی آیت ہو اگر وہ پڑھ کر رکوع میں چلا جائے تو سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے ،، اگر امام سجدۂ تلاوت کرے تو مقتدی بھی کرے گا اور اگر مقتدی نے سجدہ کی آیت تلاوت کی تو کسی پر سجدہ کرنا لازم نہیں اور نہ ہی نماز سے فارغ ہونے کے بعد لازم ہے ،، امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رضی اللہ عنہما یہی کہتے ہیں۔ امام محمد کے نزدیک نماز سے فارغ ہو کر کرسکتے ہیں جو شخص امامت کے لائق نہیں جیسے عورت، بچہ اور خنثیٰ نے اگر آیتِ سجدہ کی تلاوت کی تو سُننے والے پر امام ابوحنیفہ کے نزدیک سجدہ واجب ہے۔ شافعیہ کا مسلک بھی یہی ہے کہ سجدہ کرنا مسنون ہے اور یہی اصح ہے۔ نووی نے اس کی تصریح کی ہے!

باب — ہجوم کے سبب جو شخص سجدہ کے لئے جگہ نہ پائے

۱۰۲۲ — **ترجمہ** : ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی سُورت پڑھتے جس میں سجدہ ہوتا تو سجدہ فرماتے اور ہم بھی سجدہ کرتے حتیٰ کہ ہم میں سے

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَبْوَابُ تَقْصِيْرِ الصَّلٰوةِ

بَابُ مَاجَاءَ فِي التَّقْصِيْرِ وَكَمْ يُقِيْمُ حَتّٰى يَقْصُرَ حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عَاصِمٍ وَحُصَيْنٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةَ عَشَرَ يَقْصُرُ فَنَحْنُ اِذَا سَافَرْنَا تِسْعَةَ عَشَرَ قَصَرْنَا وَاِنْ زِدْنَا اَتْمَمْنَا

۱۰۸۱

بعض لوگ اپنا ماتھا رکھنے کی جگہ نہ پاتے "

۱۰۲۲ — شرح : حدیث ۱۰۱۹ کی تفہیم میں اس کی تقریر مذکور ہے۔ امام احمد رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کے نزدیک ہجوم کی وجہ سے اگر زمین پر ماتھا رکھنے کی جگہ میسر نہ ہو تو دوسرے لوگوں کی پشت پر سجدہ کر لینا جائز ہے " امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا سجدہ کرنے سے رُکے لوگ جب سجدہ سے سر اُٹھائیں تو سجدہ کرلے۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب — تقصیر الصلوٰۃ میں جو احادیث وارد ہیں اور کتنے دن اقامت تک قصر کرے "

۱۰۲۳ — ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے انیس ۱۹ روز اقامت کی اور قصر کرتے رہے۔ ہم بھی سفر میں انیس روز اقامت کریں تو قصر کریں گے اگر اس سے زیادہ اقامت کریں تو پوری نماز پڑھیں گے۔

۱۰۲۳ — شرح : امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ سفر میں قصر اور اتمام صلوٰۃ دونوں جائز ہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک سفر میں صرف قصر ہی ہے پوری نماز یعنی اتمام صلوٰۃ سے گنہگار ہوگا چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ اولاً جب نماز فرض ہوئی تو دو رکعتیں ہی فرض ہوئی تھی پھر سفر کی نماز اسی حال پر رہی اور حضر کی نماز زیادہ کی گئی " اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مسافر پر صرف دو رکعتیں ہی فرض ہیں اُس پر زیادتی جائز نہیں۔ امام نسائی نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جمعہ کی نماز دو رکعتیں، فطر کی نماز دو رکعتیں

۱۰۲۴ حدثنا ابو معمر قال حدثنا عبد الوارث قال حدثنی یحیی بن ابی اسحاق سمعت انسا یقول خرجنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من المدینۃ الی مکۃ فکان یصلی رکعتین رکعتین حتی رجعنا الی المدینۃ قلت اقمتم بمکۃ شیئا قال اقمنا بھا عشرا

فجر کی نماز دو رکعتیں ہیں اور سفر کی نماز دو رکعتیں ہی پوری نماز ہے اس میں قصر نہیں۔ علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح روایت ذکر کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفر کی نماز کی دو رکعتیں ہیں جس نے سنت کا ترک کیا اُس نے کفر کیا۔

اگر یہ سوال ہو کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سفر میں نماز پوری پڑھتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے نزدیک قصر اور اتمام دونوں جائز ہیں کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز میں قصر کی تو اُنھوں نے یہ اعتقاد کر لیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دو امروں میں اختیار دیا گیا تو آپ نے ہمیشہ آسان کو اختیار کیا اسی لئے جب آپ کو قصر اور اتمام میں اختیار دیا گیا تو آپ نے اپنی امت کے لئے آسان کو اختیار کیا اس لئے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ قصر اور اتمام دونوں کو جائز کہتے تھے۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی یہی تاویل اختیار کی ہے اور وہ بھی سفر میں نماز پوری پڑھتی تھیں، اس کی تائید حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا سیدنا عثمان پر اعتراض کرنا اور پھر ان کی اقتداء میں پوری نماز پڑھنا ہے،، یعنی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سفر میں پوری نماز پڑھتے تھے۔ اس پر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیا پھر ان کے پیچھے پوری نماز پڑھی جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے عثمان پر اعتراض کیا پھر ان کی اقتداء میں پوری نماز پڑھی تو اُنھوں نے کہا خلاف اچھا نہیں،، — پھر قصر صرف چار رکعت والی نماز میں ہے مغرب اور صبح میں قصر نہیں،، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگر پندرہ دن کی اقامت کی نیت ہو تو پوری نماز پڑھنی فرض ہے اگر اس سے کم مدت کی اقامت کی نیت ہو تو قصر واجب ہے کیونکہ پندرہ روز کی مدت طہر کی مدت جیسی ہے چنانچہ امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کی اُنھوں نے کہا جب تو مسافر ہو اور کسی شہر میں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو پوری نماز پڑھو اور اگر تمہیں معلوم نہیں کہ کب سفر میں شروع ہو جائے تو قصر کرو" ابن ابی شیبہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ اُنھوں نے کہا جب مسافر پندرہ دن ٹھہرنے کا قصد کرے تو پوری نماز پڑھے ورنہ قصر کرے اور بخاری میں مذکور حدیث ۱۰۲۲ کا مطلب یہ ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں انیس روز کی اقامت کی نیت نہ کی تھی اس لئے آپ قصر کرتے رہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مسافر جب کسی شہر میں چار دن اقامت کی نیت کرے تو پوری نماز پڑھے کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں صرف چار روز اقامت فرمائی تھی،، امام مالک اور احمد رضی اللہ عنہما بھی یہی کہتے ہیں،،

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

۱۰۲۴ — ترجمہ: یحییٰ بن ابی اسحاق نے کہا میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینہ منورہ سے

باب الصلوٰۃ بمنیٰ حدثنا مسدد قال حدثنا یحیی عن عبید اللہ قال اخبرنی ۱۰۲۵ نافع عن عبد اللہ قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمنی رکعتین و ابی بکر و عمر و مع عثمان صدرا من امارتہ ثم اتمھا

مکہ مکرّمہ کی طرف گئے آپ (اثنائے سفر میں) دو دو رکعتیں پڑھتے رہے حتیٰ کہ ہم مدینہ منورہ واپس آگئے ۔ میں (یحییٰ بن اسحاق) نے حضرت انس سے کہا کہ تم مکہ مکرمہ میں کچھ ٹھہرے تھے اُنھوں نے کہا ہم وہاں دس دن ٹھہرے تھے!

۱۰۲۴ — شرح : اس حدیث سے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے استدلال کیا کہ مسافر جب کسی شہر میں چار دن اقامت کا ارادہ کرے تو قصر پڑھے کیونکہ مکہ مکرمہ میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار دن اقامت فرمائی تھی ۔ امام مالک اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما بھی یہی کہتے ہیں ۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ مسافر جب چار روز سے زیادہ اقامت کرے تو وہ مقیم ہوجاتا ہے اگرچہ وہ اقامت کی نیت نہ کرے ۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا امام شافعی کا یہ قول اجماع کے خلاف ہے کیونکہ چار دن کی نیتِ اقامت سے مقیم ہوجانا کسی سے منقول نہیں ،، احناف کے نزدیک پندرہ روز سے کم اقامت کی نیت کرے تو قصر پڑھے گا ، چنانچہ عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ اُنھوں نے کہا جب تو کسی شہر میں جائے جبکہ تو مسافر ہو اور تیری نیت یہ ہو کہ وہاں پندرہ روز ٹھہرے گا تو نماز پوری پڑھ اور اگر تجھے معلوم نہیں کہ کب سفر شروع ہوگا تو قصر پڑھتے رہو ،، اس حدیث کی امام طحاوی اور ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے روایت کی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب پندرہ روز اقامت کی نیت کرتے تو پوری نماز پڑھتے تھے!

واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — منیٰ میں نماز پڑھنا

۱۰۲۵ — ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں دو رکعتیں پڑھیں اور ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے ساتھ بھی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی خلافت کے ابتدائی دور میں دو رکعتیں پڑھیں پھر اُنھوں نے (سفر میں) نماز پوری پڑھی ۔

۱۰۲۵ — شرح : سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ابتداء خلافت میں چھ برس قصر پڑھی پھر اس کے بعد وہ سفر میں پوری نماز پڑھتے تھے ،، کیونکہ ان کے نزدیک قصر و اتمام دونوں جائز ہیں اور اُنھوں نے اتمام کو قصر پر ترجیح دی تھی جیسا کہ حدیث ع ۱۰۲۳ میں گزرا ہے ۔ امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے کہا جس مسافت میں قصر کی جاتی ہے وہ تین شب و روز کا سفر ہے اور وہ اٹھارہ فرسخ ہیں اسی پر فتویٰ ہے ،،

۱۰۲۶ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آمَنَ مَا كَانَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ ۱۰۲۷ حَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ صَلَّى بِنَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِمِنًى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَقِيلَ فِي ذٰلِكَ لِعَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مَسْعُودٍ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ فَلَيْتَ حَظِّي مِنْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ

۱۰۲۶ — ترجمہ : ابو اسحاق نے کہا میں نے حارثہ بن وہب سے سُنا وہ کہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے امن کی حالت میں ہم کو منیٰ میں دو رکعتیں پڑھائیں

۱۰۲۶ — شرح : جمہور کا مذہب یہ ہے کہ خوف کے بغیر بھی نماز قصر پڑھنا جائز ہے لہٰذا ان لوگوں کا قول ناقابلِ قبول ہے جو کہتے ہیں کہ قصر نماز بحالت خوف مختص ہے۔ صحیح مسلم میں یعلی بن اُمیہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے اُنھوں نے کہا کہ میں نے سیّدی عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اگر تمہیں کفار کے فتنہ کا ڈر ہو تو نماز قصر پڑھنے میں کوئی حرج نہیں"، مگر اب تو لوگ امن کی میں ہیں (لہٰذا قصر کیونکر پڑھیں) عمر فاروق نے کہا جس سے تم نے تعجب کیا ہے میں نے بھی اسی طرح تعجب کیا تھا اور جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یہ صدقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم پہ صدقہ کیا ہے اس کا صدقہ قبول کرو"، علماءِ اصول نے کہا جو صدقہ تملیک کا محتمل نہ ہو وہ محض اسقاط ہوتا ہے۔ لہٰذا سفر کی حالت میں دو رکعتیں مسافر سے ساقط ہیں۔ حافظ ابو نعیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے تاریخ اصبہان میں ابو الکنود سے روائت کی اُنھوں نے کہا میں نے ابن عمر سے سفر کی حالت میں نماز سے متعلق پُوچھا تو اُنھوں نے کہا دو رکعتیں نماز آسمان سے نازل ہُوئی ہے اگر تم چاہتے ہو تو اس کو مستردّ کر دو"، حضرت حارثہ بن وہب کی حدیث میں اس کی واضح تائید ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسُولہ الاعلیٰ اعلم!

۱۰۲۷ — ترجمہ : ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے عبد الرحمٰن بن یزید کو یہ کہتے ہُوئے سُنا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ہم کو منیٰ میں چار رکعتیں پڑھائیں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا گیا تو اُنھوں نے کہا "إنا للہ وإنا الیہ راجعون" پھر کہا میں نے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ منیٰ میں دو رکعتیں پڑھیں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعتیں اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعتیں پڑھیں کاش کہ چار رکعتوں سے میرا حصّہ دو رکعتیں مقبول ہوں۔

۱۰۲۷ — شرح : ان الفاظ میں سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر تعریض کی گئی یعنی عبد اللہ بن مسعود چار کی جگہ دو رکعتیں پڑھتے تھے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی

بَابُ كَمْ أَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّتِهِ

۱۰۲۸ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ الْبَرَّاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ لِصُبْحِ رَابِعَةٍ يُلَبُّونَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ تَابَعَهُ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ

اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب بحالت سفر دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے ،، اور انھوں نے کراہت کا اظہار کیا جبکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے عمل کے خلاف دیکھا ،، صاحب توضیح نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بحالت سفر نماز قصر پڑھنا فرض کہتے تھے ،، حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے کہا بحالت سفر نماز صرف دو رکعتیں فرض ہیں۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ نے کہا اگر بھول کر تیسری رکعت میں کھڑا ہوگیا تو اسے ترک کر دے اور سجدۂ سہو کرے۔ ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بحالت سفر چار رکعتیں پڑھیں جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ عثمان غنی پر اس بارے میں عیب لگاتے ہیں اور خود چار پڑھتے ہو ،، تو انھوں نے جواب دیا کہ خلاف کرنا اچھا نہیں شرارت ہے ،، مگر اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ عبداللہ بن مسعود بھی بحالت سفر چار یا دو رکعتوں کا پڑھنا جائز سمجھتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک اگر قصر واجب نہ ہوتی تو وہ استرجاع نہ کہتے ،، اور یہ نہ کہتے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ دو رکعتیں پڑھی ہیں۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج میں کتنے روز اقامت فرمائی۔ ،،

۱۰۲۸ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حج کا تلبیہ کہتے ہوئے چار ذوالحجہ کی صبح کو مکہ مکرمہ تشریف لائے پھر آپ نے صحابہ کو فرمایا کہ حج کو عمرہ کرلیں مگر وہ شخص جس کے پاس ہدی ہے (وہ حج کو فسخ نہ کرے) ابوعالیہ کی عطاء بن ابی رباح نے جابر سے روایت کرنے میں متابعت کی!

۱۰۲۸ — شرح : سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم چار ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ تشریف لائے تھے اور یہ بات مسلّم ہے کہ یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے اور اس حج میں آپ مکہ مکرمہ میں صرف دس روز ٹھہرے تھے جیسا کہ حدیث ع ۱۰۲۴ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ،، لہٰذا حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

مشرکین یہ کہا کرتے تھے کہ حج کے ایام میں عمرہ کرنا سخت گناہ ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تردید

بَابٌ فِی کَمْ تُقْصَرُ الصَّلٰوۃُ وَسَمَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ السَّفَرَ یَوْمًا وَّلَیْلَۃً

۱۰۲۹ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ یَقْصُرَانِ وَیُفْطِرَانِ فِی أَرْبَعَۃِ بُرُدٍ وَھُوَ سِتَّۃَ عَشَرَ فَرْسَخًا حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ قُلْتُ لِأَبِی أُسَامَۃَ حَدَّثَکُمْ عُبَیْدُ اللّٰہِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَۃُ ثَلَاثَۃَ أَیَّامٍ إِلَّا مَعَ ذِی مَحْرَمٍ

۱۰۳۰ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ قَالَ أَخْبَرَنِی نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَۃُ ثَلَاثًا إِلَّا مَعَھَا ذُوْ مَحْرَمٍ تَابَعَہٗ أَحْمَدُ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَکِ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

۱۰۳۱ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِی ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ الْمَقْبُرِیُّ عَنْ أَبِیْہِ عَنْ أَبِی ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

کرتے ہوئے صحابہ کرام سے فرمایا کہ جنہوں نے حرم میں ہدی (قربانی) نہیں بھیجی وہ حج کا احرام فسخ کرکے عمرہ کا احرام باندھ لے اور جنہوں نے ہدی بھیج دی ہے وہ ایسا نہ کریں چنانچہ صحابہ کرام نے حسبِ ارشاد حج کا احرام فسخ کردیا اور عمرہ کا احرام باندھ لیا اور پھر آٹھ ذوالحجہ کو حج کے لئے احرام باندھا۔ یہ صرف صحابہ رضی اللہ عنہم کی خصوصیت ہے چنانچہ ابوداؤد نے حارث بن بلال بن الحارث سے روایت کی کہ ان کے والد نے کہا میں نے عرض کیا یارسول اللہ حج کو فسخ کرنا ہمارے لئے خاص کیا گیا ہے یا بعد میں آنے والے لوگ بھی ایسا کرسکتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ صرف تمہارے لئے مخصوص ہے،، اور یہ حدیث صحیح ہے!

باب ـــ کتنی مسافت کے سفر میں قصر کرے

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک دن رات کی مسافت کو سفر کہا۔ حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم چار برید اور وہ سولہ[16] فرسخ ہوتے ہیں کے سفر میں قصر اور افطار کیا کرتے تھے،،

۱۰۲۹ ـــ ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کوئی عورت محرم کے سوا تین دن سفر نہ کرے!

۱۰۳۰ ـــ ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کوئی عورت محرم کے بغیر تین دن سفر نہ کرے احمد بن محمد مروزی نے ابن مبارک سے اُنھوں نے عبیداللہ سے اُنھوں نے نافع سے اُنھوں نے ابن عمر سے اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرنے میں عبیداللہ کی مطابعت کی!

۱۰۳۱ ـــ ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ اور قیامت کے روز پر ایمان رکھنی

لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر ان تسافر مسيرة يوم وليلة ليس معها حرمة تابعه يحيى بن ابي كثير وسهيل ومالك عن المقبري عن ابي هريرة **باب** يقصر اذا خرج من موضعه وخرج علي بن ابي طالب فقصر وهو يرى البيوت فلما رجع قيل له هذه الكوفة قال لا حتى ندخلها **حدثنا** ابو نعيم قال حدثنا سفيان عن محمد بن المنكدر وابراهيم بن ميسرة عن انس ۱۰۳۲ ابن مالك قال صليت الظهر مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمدينة اربعا والعصر بذي الحليفة ركعتين

ہے اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ ایک دن رات کا سفر کرے جبکہ اس کے ساتھ کوئی محرم نہ ہو، یحییٰ بن ابی کثیر، سہیل اور مالک نے مقبری سے روائت کرنے میں ابن ابی ذئب کی متابعت کی ہے!

۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱ — شرح : اگر یہ کہا جائے کہ پہلی حدیث میں "مع ذی محرم"، اور دوسری میں "معہا ذو محرم" فرمایا ان میں فرق کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے پہلی حدیث میں عورت کے تابعہ ہونے اور دوسری میں متبوعہ ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے،، سوال یہ ہوتا ہے کہ پہلی حدیث کا مدلول یہ ہے کہ عورت کا تنہا تین دن سے زیادہ روز سفر کرنا جائز نہیں، دوسری حدیث میں تین دن سفر کرنا جائز نہیں اور تیسری حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ وہ دو دن تنہا سفر نہیں کر سکتی۔ پہلی حدیث کا مفہوم دوسری حدیث کے منافی ہے اور دوسری حدیث کا مفہوم تیسری حدیث کے مفہوم کے منافی ہے،، اس کا جواب یہ ہے کہ مفہوم عدد کا کوئی اعتبار نہیں اور ایک عدد دوسرے عدد کے منافی نہیں ہوتا،، اور احادیث کا اختلاف سائلین کے اختلاف کے جواب کے اعتبار سے ہے،، ایک سائل نے یہ پوچھا کیا محرم کے بغیر عورت ایک دن اور ایک رات سفر کر سکتی ہے؟ فرمایا نہیں،، پھر دوسرے نے سوال کیا کہ وہ دو دن سفر کر سکتی ہے؟ فرمایا نہیں پھر تیسرے نے عرض کیا کیا وہ تین دن سفر کر سکتی ہے فرمایا نہیں۔ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا جس مسافت میں نماز قصر پڑھنا مباح ہے اس کی مقدار میں مختلف مذاہب ہیں۔ امام مالک، شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے مذہب میں سولہ فرسخ۔ امام اوزاعی کے نزدیک ایک دن کا سفر، اہل کوفہ کے نزدیک تین دن کا سفر اور اہل ظاہر کے نزدیک جب آبادی گزر جائے تو قصر کرے اگرچہ اپنے باغ میں جانے کا ارادہ ہو ان کے نزدیک قلیل و کثیر سفر برابر ہے،،

باب — جب اپنے موضع سے باہر نکلے تو نماز میں قصر کرے

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کوفہ سے باہر نکلے اور نماز میں قصر کی جبکہ وہ کوفہ کے مکانات دیکھ رہے تھے،، جب واپس آئے تو ان سے کہا گیا یہ کوفہ ہے اُنھوں نے کہا نہیں (ہم پوری نماز نہیں پڑھیں گے) حتیٰ کہ کوفہ میں داخل ہو جائیں،

حدثنا عبد اللہ بن محمد قال حدثنا سفین عن الزھری عن عروۃ عن عائشۃ قالت الصلوۃ اول ما فرضت رکعتان فاقرت صلاۃ السفر و اتمت صلوۃ الحضر قال الزھری فقلت لعروۃ فما بال عائشۃ تتم قال تاولت ما تاول عثمن ۱۰۳۳

۱۰۳۲ ——— ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ میں ظہر کی نماز چار رکعتیں پڑھیں اور ذو الحلیفہ میں دو رکعتیں پڑھیں!

۱۰۳۲ ——— شرح: یعنی جب اپنے شہر یا بستی سے سفر کے ارادہ کی غرض سے باہر نکلے تو آبادی گزر جانے کے بعد قصر کرتا رہے گا۔ ذوالحلیفہ مدینہ منورہ والوں کا میقات ہے جہاں سے وہ احرام باندھتے ہیں اور مدینہ منورہ سے چھ (۶) میل دور ہے،، اس حدیث سے اہل ظاہر استدلال کرتے ہیں کہ قلیل سفر میں بھی قصر جائز ہے مگر یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ تشریف لے جا رہے تھے۔ ذوالحلیفہ آپ کے سفر کی انتہا نہ تھی"

۱۰۳۳ ——— ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا سب سے پہلے نماز دو رکعت فرض ہوئی پھر سفر کی نماز ثابت رہی اور حضر کی نماز بڑھائی گئی،، زہری نے کہا میں نے عروہ سے کہا ام المؤمنین عائشہ کا پوری نماز پڑھنے کا سبب کیا ہے؟ انھوں نے کہا ام المؤمنین نے وہی تاویل کی ہے جو عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے تاویل کی ہے۔

۱۰۳۳ ——— شرح: اس حدیث سے احناف نے استدلال کیا کہ بحالتِ سفر نماز پوری پڑھنا جائز نہیں کیونکہ سفر میں نماز دو رکعت ہی فرض ہے" سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا" سفر کی نماز دو رکعتیں ہی پوری نماز ہے قصر نہیں تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان شریف سے یہ ارشاد ہوا ہے،، امام نسائی نے صحیح سند کے ساتھ اس کی روایت کی، ابن حزم نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" سفر کی نماز دو رکعتیں ہیں جس نے سنت کا ترک کیا اس نے کفرانِ نعمت کیا،، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جس نے سفر میں چار رکعتیں پڑھیں اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے حضر میں دو رکعتیں پڑھیں،،

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تاویل حدیث ع۱۰۲۳ کے تحت مذکور ہے،، دراصل سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا اعتقاد یہ تھا کہ نماز میں قصر صرف اس شخص کے لئے ہے جو بالفعل سفر کر رہا ہو اور جو مسافر اثناءِ سفر میں کچھ اقامت کر لے اگرچہ وہ پندرہ دن سے کم ہو وہ قصر نہ کرے وہ مقیم کے حکم میں ہے اس لئے وہ پوری نماز پڑھے گا یہی تاویل ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کی ہے۔

بَابُ یُصَلِّی الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا فِی السَّفَرِ

۱۰۳۴ حَدَّثَنَا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزہری قال اخبرنی سالم عن عبد اللہ بن عمر قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اعجلہ السیر فی السفر یؤخر المغرب حتی یجمع بینہا وبین العشاء قال سالم وکان عبد اللہ بن عمر یفعلہ اذا اعجلہ السیر وزاد اللیث حدثنی یونس عن ابن شہاب قال سالم کان ابن عمر یجمع بین المغرب والعشاء بالمزدلفۃ قال سالم واخر ابن عمر المغرب وکان استصرخ علی امرأتہ صفیۃ بنت ابی عبید فقلت لہ الصلاۃ فقال سر فقلت لہ الصلوۃ فقال سر حتی سار میلین او ثلاثۃ ثم نزل فصلی ثم قال ھکذا رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی اذا اعجلہ السیر وقال عبد اللہ رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اعجلہ السیر یقیم المغرب فیصلیہا ثلاثا ثم یسلم ثم قلما یلبث حتی یقیم العشاء فیصلیہا رکعتین ثم یسلم ولا یسبح بعد العشاء حتی یقوم من جوف اللیل

باب — سفر میں مغرب کی نماز تین رکعتیں پڑھے!

۱۰۳۴ — ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر میں جلدی ہوتی تو مغرب کی نماز کو موٴخر فرماتے حتی کہ اس کو اور عشاء کی نماز کو جمع کر کے پڑھتے ،، سالم نے کہا عبد اللہ بن عمر بھی اسی طرح کرتے تھے جبکہ ان کو سفر میں جلدی ہوتی تھی ،، لیث رضی اللہ عنہ نے اس پر مزید کہا کہ مجھے یونس نے ابن شہاب سے خبر دی کہ سالم نے کہا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مغرب اور عشاء کی نماز مزدلفہ میں جمع کر کے پڑھتے تھے ،، حضرت عبد اللہ بن عمر نے مغرب کی نماز کو موٴخر کیا جبکہ ان کو ان کی بیوی صفیہ بنت ابی عبید کی موت کی خبر دی گئی میں نے ان سے کہا نماز حاضر ہو گئی ہے ۔ اُنھوں نے کہا چلو پھر میں نے کہا نماز! اُنھوں نے کہا چلو حتی کہ دو یا تین میل چلے پھر اُتر کر نماز پڑھی اور کہا ایسے ہی میں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر کی جلدی ہوتی تو اس طرح نماز پڑھتے تھے عبد اللہ بن عمر نے کہا میں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر کی جلدی ہوتی تو مغرب کی نماز کو موٴخر فرماتے اور تین رکعتیں پڑھ کر سلام پھیرتے پھر تھوڑا سا ٹھہرتے حتی کہ نمازِ عشا کی اقامت کہہ کر دو رکعتیں پڑھتے پھر سلام پھیرتے اور عشاء کی نماز کے بعد نوافل نہ پڑھتے حتی کہ آدھی رات کو اُٹھ کر نماز پڑھتے!

۱۰۳۴ — شرح : سیاقِ حدیث سے ظاہر ہے کہ دونوں نمازوں کے درمیان تھوڑا سا فرق کرتے تھے اس حدیث میں دو نمازوں کے جمع اور قصر کا بیان ہے ،، ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سفر میں مغرب کی نماز میں قصر نہیں کی گئی کیونکہ یہ دن کے وتر ہیں ۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رات کی نماز کا اہتمام کرنا چاہیئے اگرچہ سفر کی حالت ہو ،، اس حدیث سے اس کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ دونوں نمازوں کو ایک نماز کے وقت میں جمع نہیں کیا جاتا بلکہ ایک نماز کو اس کے آخر وقت تک

۱۰۳۵ بَابُ صَلَاةِ التَّطَوُّعِ عَلَى الدَّوَابِّ حَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ

۱۰۳۶ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي التَّطَوُّعَ وَهُوَ رَاكِبٌ فِي غَيْرِ الْقِبْلَةِ

۱۰۳۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ وَيُوتِرُ عَلَيْهَا وَيُخْبِرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهُ

مؤخر کیا جاتا ہے اور دوسری نماز کو اس کے اوّل وقت میں مقدم کر کے پڑھا جاتا ہے اور ہر ایک نماز اپنے اپنے وقت میں ادا ہوتی ہے اگرچہ بظاہر دیکھنے میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھا جا رہا ہے،، البتہ مزدلفہ میں مغرب کی نماز کو عشاء کے وقت میں دونوں کو ایک ساتھ پڑھا جاتا ہے یا عرفات میں عصر کی نماز کو ظہر کے وقت میں پڑھا جاتا ہے۔ یہ صرف ان دونوں نمازوں کی خصوصیت ہے،، ان کے علاوہ ہر نماز کا اس کے مقررہ وقت میں پڑھنا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا،، یعنی مومنوں کے لئے نماز کا وقت مقرر ہے اور صحیح حدیث میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز اس کے وقت کے بغیر ادا نہیں فرمائی،،

اس حدیث سے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے استدلال کیا کہ مغرب کو عشاء کے وقت میں مؤخر کر کے جمع کرنا جائز ہے۔ احناف کہتے ہیں کہ حدیث سے مراد یہ نہیں کہ ان دونوں کو عشاء کے وقت میں پڑھتے تھے بلکہ مراد یہ ہے کہ مغرب کی نماز اس کے آخر وقت تک مؤخر کر کے پڑھتے۔ پھر جب عشاء کا وقت داخل ہو جاتا تو اس کو اوّل وقت میں مقدم کر کے پڑھتے لہٰذا یہ جمع صوری ہے ایک وقت دونوں کو جمع نہیں کیا گیا،، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مغرب کی نماز میں قصر نہیں ہے۔

باب ـــــ سواری پر نفل نماز پڑھنا وہ جدھر بھی متوجہ ہو

۱۰۳۵ ـــــ ترجمہ : عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے روایت کی اُنھوں نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنی سواری پر جدھر بھی وہ متوجہ ہوتی نماز پڑھتے تھے۔

۱۰۳۶ ـــــ ترجمہ : جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نفل نماز غیر قبلہ کی طرف متوجہ نماز پڑھ لیتے جبکہ آپ سوار ہوتے تھے۔

۱۰۳۷ ـــــ ترجمہ : نافع نے کہا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سواری پر نماز پڑھتے اور وتر بھی سواری پر پڑھتے اور بیان کرتے تھے کہ نبی کریم

بَابُ الْاِيْمَاءِ عَلَى الدَّابَّةِ

۱۰۳۸ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يُصَلِّيْ فِي السَّفَرِ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ اَيْنَمَا تَوَجَّهَتْ بِهٖ يُوْمِئُ وَذَكَرَ عَبْدُ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهٗ

صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے!

۱۰۳۵ ، ۱۰۳۶ ، ۱۰۳۷ —— شرح : یعنی سواری جدھر بھی متوجہ ہو اس پہ نفلی نماز پڑھنا جائز ہے

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس پہ اُمّت کا اتفاق ذکر کیا ہے کہ نفل نماز سواری پر پڑھنا جائز ہے۔ اگرچہ سواری غیر قبلہ کی طرف متوجہ ہو،، اور قبلہ کی طرف منہ کرنا شرط نہیں بلکہ جس سمت سواری جارہی ہو ادھر ہی منہ کرلے ورنہ نماز جائز نہیں،، علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ اتفاق سفر کی حالت میں ہے، حضر میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اس کو جائز کہتے ہیں اُنھوں نے عمومِ حدیث سے استدلال کیا ہے۔ امام ابو حنیفہ اور محمد رضی اللہ عنہما اسے حضر میں منع کرتے ہیں اور اُنھوں نے حدیث ۱۰۳۸ سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر کی حالت میں سواری پر نماز پڑھتے،، مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف تشریف لے جارہے تھے اور اپنی سواری پر نماز پڑھتے جدھر بھی آپ کا چہرہ انور ہوتا،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سواری پہ نماز پڑھ سکتے ہیں پیدل چلتے ہوئے نہیں پڑھ سکتے،، کیونکہ سواری پہ نماز پڑھنا رخصت ہے اور رخصت مقیس علیہا نہیں بن سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب —— سواری پر اشارہ سے نماز پڑھنا،،

۱۰۳۸ —— ترجمہ : عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر کی حالت میں سواری پہ نماز اشارہ سے پڑھتے سواری جدھر بھی متوجہ ہوتی،، اس کی وہ پرواہ نہ کرتے تھے،، حضرت عبداللہ بن عمر نے بیان کیا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے تھے!

۱۰۳۸ —— شرح : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بحالتِ سفر نفل سواری پر پڑھتے تھے اور فرض نماز سواری سے اُتر کر زمین پر پڑھتے تھے۔ دہ

شروع اسلام میں وتر سواری پر پڑھتے تھے کیونکہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز سواری پر پڑھتے تھے مگر جب وتر کی نماز کی تاکید زیادہ ہوگئی اور اس کا امر مستحکم ہوگیا تو وتر زمین پر اتر کر پڑھتے تھے چنانچہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بحالتِ سفر اپنے اونٹ پر نفل نماز پڑھتے تھے اور وہ اس کی پرواہ نہ کرتے تھے کہ سواری غیر قبلہ کو جارہی ہے اور جب صبح صادق قریب آجاتی تو سواری

۱۰۳۹ باب ینزل للمکتوبۃ حدثنا یحیی بن بکیر قال حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شہاب عن عبد اللہ بن عامر بن ربیعۃ ان عامر بن ربیعۃ اخبرہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو علی الراحلۃ یسبح یومی برأسہ قبل ای وجہ توجہ ولم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنع ذلک فی الصلوٰۃ المکتوبۃ وقال اللیث

سے اُتر کر زمین پہ وتر پڑھتے تھے، اس حدیث کا اسناد صحیح ہے اور امام احمد بن حنبل نے اس کو اپنی مسند میں ذکر کیا ہے اور یہ مسلم اصول ہے کہ راوی جب اپنی روائت کے خلاف فعل کرے تو وہ روائت اس کے نزدیک منسوخ قرار پاتی ہے،، معلوم ہُوا کہ وتر کی نماز سواری پر جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — فرض نماز پڑھنے کے لئے سواری سے اُتر جائے“

۱۰۳۹ — ترجمہ : عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جبکہ آپ سواری پر تشریف فرما ہوتے سر مبارک کے اشارہ سے نماز پڑھتے تھے جس طرف بھی متوجہ ہوتے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز میں اس طرح نہ کرتے تھے،، لیث نے کہا مجھے یونس نے ابن شہاب سے خبر دی کہ سالم نے کہا حضرت عبد اللہ بن عمر سواری پر رات کی نماز پڑھتے جبکہ وہ مسافر ہوتے جس طرف بھی آپ متوجہ ہوتے اس کی پرواہ نہ کرتے تھے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر نفل نماز پڑھتے تھے وہ جدھر بھی متوجہ ہوتی اور وتر نماز بھی اس پر پڑھتے تھے مگر فرض نماز سواری پر نہ پڑھتے تھے!

۱۰۳۹ — شرح : امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجاہد سے روائت کی ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں اونٹ جدھر بھی متوجہ ہوتا اس پر نماز پڑھتے جب صبح قریب آجاتی تو سواری سے اُتر کر زمین پر وتر پڑھتے تھے۔ امام احمد رضی اللہ عنہ نے اپنے مسند میں سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سواری پر نفل نماز پڑھتے تھے جب وتر پڑھنے کا ارادہ ہوتا تو اُتر کر زمین پر پڑھتے اس روائت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عمر کا وتر سواری پر پڑھنا اس وقت تھا جبکہ وتر کا امر مستحکم نہ ہُوا تھا اور اس کا حکم دیگر نوافل سا تھا،، اور اس کے بعد اس کی تاکید کی گئی تو مذکور حکم منسوخ ہوگیا،، لہٰذا وتر کی نماز سواری پر پڑھنا منسوخ ہے۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

حدثنی یونس عن ابن شہاب قال قال سالم کان عبد اللہ یصلی علی دابتہ من اللیل وھو مسافر ما یبالی حیث کان وجھہ قال ابن عمر وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسبح علی الراحلۃ قبل ای وجہ توجہ ویوتر علیھا غیر انہ لا یصلی علیھا المکتوبۃ

۱۰۴۰ حدثنا معاذ بن فضالۃ قال حدثنا ھشام عن یحیی عن محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان قال حدثنی جابر بن عبد اللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی علی راحلتہ نحو المشرق فاذا اراد ان یصلی المکتوبۃ نزل فاستقبل القبلۃ

۱۰۴۱ باب صلوۃ التطوع علی الحمار حدثنا احمد بن سعید قال حدثنا حبان قال حدثنا ھمام قال اخبرنا انس بن سیرین قال استقبلنا انس بن مالک حین قدم من الشام فلقیناہ بعین التمر فرایتہ یصلی علی حمار ووجھہ من ذا الجانب یعنی عن یسار القبلۃ فقلت رایتک تصلی لغیر القبلۃ فقال لولا انی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعلہ لم افعلہ رواہ ابراھیم بن طھمان عن حجاج عن انس بن سیرین عن انس بن مالک عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۰۴۰ — ترجمہ : حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر مشرق کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے تھے اور جب فرض نماز پڑھنے ارادہ فرماتے تو اس سے اُتر کر قبلہ کی طرف متوجہ ہوتے!

۱۰۴۰ — شرح : جمہور علماء کرام رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ نفل نماز سواری پر پڑھنے جائز ہیں۔ اگرچہ سواری غیر قبلہ کو جاری ہو اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ تم جہاں بھی ہو قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھو، نوافل کے غیر کے ساتھ مختص ہے اور یہ ارشاد: " اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ "، نفل نماز پر محمول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف وکرم سے نوافل میں وسعت فرمائی ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پانچواں پارہ

باب — گدھے پر سوار کا نفل نماز پڑھنا

۱۰۴۱ — ترجمہ : حضرت انس بن سیرین رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے حضرت انس کا استقبال کیا جبکہ وہ شام سے واپس

باب من لم یتطوع فی السفر دبر الصلوٰت وقبلھا ۱۰۴۲

ثنا یحیی بن سلیمان قال حدثنی ابن وھب قال حدثنی عمر بن محمد ان حفص بن عاصم حدثہ قال سألت ابن عمر فقال صحبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم ارہ یسبح فی السفر وقال اللہ تعالیٰ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

آئے ہم ان کو "عین تمر" کے مقام پر ملے میں نے ان کو دیکھا وہ گدھے پر سوار نماز پڑھ رہے تھے اور ان کا منہ اس طرف یعنی قبلہ کی بائیں جانب تھا میں نے ان سے کہا کہ میں نے آپ کو غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھتے دیکھا ہے اُنھوں نے کہا اگر میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کرتے نہ دیکھا ہوتا تو میں ایسا کبھی نہ کرتا،، ابن طہمان نے حجاج سے اُنھوں نے انس بن سیرین سے اُنھوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اُنھوں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی روایت کی!

شرح ۱۰۴۱ : امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس باب کو اس لئے ذکر کیا کہ جس سواری پر نماز پڑھی جائے اس کے لئے یہ شرط نہیں کہ اس کا پیشاب وغیرہ طاہر ہو بلکہ شرط یہ ہے کہ سواری کی ناپاک شئ سے سوار مس نہ کرے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گدھے کا پسینہ پاک ہے درا صل پسینہ گوشت سے پیدا ہوتا ہے اور گدھے کا گوشت مشکوک ہے لہٰذا اس کا پسینہ بھی مشکوک ہونا چاہیئے،، مگر سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے برہنہ گدھے پر سواری فرمائی ہے اور عموماً گرم علاقے میں سواری کو پسینہ آجاتا ہے خصوصاً جبکہ سواری پر نبوّت کا بوجھ ہو اس لئے گدھے کے پسینہ کو پاک کہا جاتا ہے،، یہ باب "صلوٰۃ التطوع علی الدابہ اور "الایماء علی الدابہ" کے باب میں شامل ہے صرف مذکورِ بالا وجہ کے باعث یہاں یہ باب ذکر کیا ہے،،

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سواری پر نوافل پڑھ سکتے ہیں اگرچہ اس کا منہ غیر قبلہ کو ہے اس صورت میں استقبالِ قبلہ شرط نہیں حتی کہ تکبیر تحریمہ کے وقت بھی استقبالِ قبلہ شرط نہیں البتہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے وقت استقبالِ قبلہ شرط ہے اور اگر چلتا ہُوا نفل نماز پڑھے تو رکوع وسجود کے وقت بھی استقبالِ قبلہ شرط ہے اور رکوع وسجود دونوں کا زمین پر ہونا شرط ہے اور اصحابِ شافعی کے نزدیک سلام کے وقت استقبالِ قبلہ شرط نہیں اس کی مزید تفصیل حدیث ۱۰۳۵ء اور حدیث ۱۰۳۸ء کی تفہیم میں مذکور ہے۔

باب — جس شخص نے سفر کی حالت میں نماز کے بعد اور پہلے نفل نہ پڑھے!

ترجمہ ۱۰۴۲ : عمر بن محمد نے کہا کہ ان کو حفص بن عاصم نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سفر کیا اُنھوں نے کہا

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ | قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عِيسَى بْنِ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ صَحِبْتُ ۱۰۴۳ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ لَا يَزِيدُ فِي السَّفَرِ عَلَى رَكْعَتَيْنِ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ كَذَلِكَ

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں، میں نے آپ کو سفر کی حالت میں نفل پڑھتے نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین نمونہ ہیں۔

۱۰۴۳

ترجمہ: عیسیٰ بن حفص بن عاصم نے کہا مجھے میرے باپ نے خبر دی کہ اُنھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہُوئے سُنا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کی آپ سفر کی حالت میں (مغرب کے سوا) دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اسی طرح حضرت ابوبکر، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم بھی دو رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھتے تھے!

۱۰۴۲، ۱۰۴۳

شرح: امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا کہ اکثر اہل علم سفر کی حالت میں نفل پڑھنے پسند کرتے ہیں" سنن مؤکدہ میں قصر نہیں البتہ سفر کی حالت میں جبکہ قرار نہ ہو ان کو ترک کرنا جائز ہے اور جب قرار ہو فرار کی حالت نہ ہو تو ان کو ضرور پڑھے،، ہشام رحمہ اللہ نے کہا میں نے امام محمد رحمہ اللہ کو دیکھا کہ وہ سفر کی حالت میں اکثر ظہر اور اس کے بعد نوافل نہ پڑھتے تھے اور فجر اور مغرب کی سنتیں کبھی ترک نہ کرتے تھے میں نے ان کو عصر اور عشاء کے نفل پڑھتے نہیں دیکھا وہ سفر کی حالت میں عشاء کے فرض اور وتر پڑھتے تھے۔

حدیث ۱۰۴۳ میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ابتداء خلافت کے وقت بحالتِ سفر نماز کا ذکر کیا ہے کہ وہ نماز قصر کیا کرتے تھے،، پھر اُنھوں نے تاویل کی کہ جو شخص سفر کر رہا ہو وہ قصر کرے اور جتنا عرصہ اقامت کرے پُوری نماز پڑھے یہی تاویل ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کی ہے،، اس حدیث سے امام بخاری کا مقصد یہی معلوم ہوتا ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین بحالتِ سفر فرض میں قصر فرمایا کرتے تھے اور یہ مقصد نہیں کہ سنن مؤکدہ نہیں پڑھتے تھے جبکہ امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روائت کی ہے کہ" میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بحالتِ سفر ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد دو رکعتیں نفل پڑھے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بحالتِ سفر بعض اوقات سنن رواتب ترک فرما دیتے تھے بہرحال سفر کی حالت میں سنن مؤکدہ کا پڑھنا افضل ہے اور ترک کرنا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

بَابُ مَنْ تَطَوَّعَ فِي السَّفَرِ فِي غَيْرِ دُبُرِ الصَّلَوٰتِ وَقَبْلَهَا

۱۰۴۴ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ مَا أَخْبَرَنَا أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الضُّحٰى غَيْرُ أُمِّ هَانِئٍ ذَكَرَتْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اغْتَسَلَ فِي بَيْتِهَا فَصَلَّى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ فَمَا رَأَيْتُهُ صَلّٰى صَلٰوةً أَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى السُّبْحَةَ بِاللَّيْلِ فِي السَّفَرِ عَلٰى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ

باب — جس نے سفر کی حالت میں فرض نمازوں کے بعد اور ان سے پہلے نفل نہ پڑھے اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کی حالت میں فجر کی سُنّتیں پڑھیں! —

۱۰۴۴ — ترجمہ : ابن ابی لیلی رضی اللہ عنہ نے کہا ام ہانی کے سوا کسی شخص نے یہ خبر نہیں دی کہ اُس نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا ہو۔ ام ہانی نے ذکر کیا ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز ان کے گھر میں غسل فرمایا اور آٹھ رکعتیں پڑھیں میں نے آپ کو اس سے تخفیف تر نماز پڑھتے نہیں دیکھا سوا اس کے کہ آپ رکوع و سجود پُورا کرتے تھے لیث نے کہا مجھے یونس نے ابن شہاب سے خبر دی کہا مجھے عبداللہ بن عامر نے خبر دی کہ ان کے باپ نے ان کو خبر دی کہ اُنھوں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سفر کی حالت میں رات کی نفل نماز سواری پر پڑھتے تھے جدھر بھی وہ متوجہ ہوتی تھی!

۱۰۴۴ — شرح : اس حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ سفر کی حالت میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چاشت کی نماز نفل تھی اور آپ نے یہ نماز زمین پر پڑھی۔ فرض نمازوں کے بعد والی یہ نماز نہ تھی ،، یہی باب کا ترجمہ ہے،، اکثر روایات سے ثابت ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے اور آپ نے لوگوں کو یہ نماز پڑھنے کا حکم فرمایا ،، چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین اشیاء کی وصیت فرمائی جن کو میں مرتے دم تک نہ چھوڑوں وہ یہ کہ ہر ماہ میں تین روزے رکھنا، چاشت کی نماز پڑھنا اور وتر پڑھ کر سونا ،، ترمذی میں حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت میں سونے کا محل بناتا ہے ،، لہٰذا ابن ابی لیلیٰ کا قول کوئی

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَبِّحُ عَلٰى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ كَانَ وَجْهُهُ يُومِيُ بِرَأْسِهِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ ۔ ۱۰۴۵

ایسی دلیل نہیں جس سے چاشت کی نماز ساقط ہوجائے کیونکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو فعل ایک دفعہ کریں امّت کے لئے وہی حجت اور دلیل کافی ہے اور ابوہریرہ اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی نماز پڑھی اور ان کو اس کی وصیت فرمائی،، اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر کی حالت میں نفل پڑھتے نہیں دیکھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اُنھوں نے آپ کو سفر کی حالت میں زمین پر نفل پڑھتے نہیں دیکھا۔ ابن بطال نے کہا حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ قول اس شخص پر حجت قائم نہیں ہوسکتا جس نے آپ کو نفل پڑھتے دیکھا ہے کیونکہ جو کوئی کسی شئ کی نفی کرے وہ شاہد اور گواہ نہیں ہوسکتا ہے،، یہ بھی کہنا ممکن ہے کہ آپ نے سفر میں نفل نہ پڑھے تاکہ امّت کے لئے سفر کی حالت میں نفل پڑھنے اور نہ پڑھنے میں اختیار ثابت ہوجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

۱۰۴۵ ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پہ نوافل پڑھا کرتے تھے جدھر بھی اُس کا منہ ہوتا اور سَر مبارک سے اشارہ کرتے ابن عمر بھی اس طرح کرتے تھے۔

باب — سفر میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرنا

۱۰۴۶ ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب سفر کے لئے جلدی ہوتی تو مغرب اور عشاء کو جمع کر لیتے،، ابراہیم بن طہمان نے حسین معلّم سے اُنھوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اُنھوں نے عکرمہ سے اُنھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے تو ظہر، عصر اور مغرب، عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے اور حسین معلّم نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اُنھوں نے حفص بن عُبیداللہ بن انس سے اُنھوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے تھے علی بن مبارک اور حرب نے یحییٰ سے اُنھوں نے حفص سے اُنھوں نے انس سے روایت کرنے میں حسین معلّم کی متابعت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازوں کو جمع کر کے پڑھا۔

۱۰۴۵ شرح : اس حدیث سے علامہ کرمانی نے استدلال کیا کہ زمین پر نفل پڑھنا جائز ہے کیونکہ جب سواری پر نفل پڑھنے جائز ہیں تو زمین

پر بطریق اولی جائز ہیں ،، علامہ عینی نے تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ یہ عجیب استدلال ہے کیونکہ اس میں قیاس کی کیا ضرورت ہے جبکہ ساری زمین کا مسجد ہونا نص سے ثابت ہے ،،

۱۰۴۶ —— **شرح** : علامہ ابن بطال رحمہ اللہ نے کہا کہ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ مسافر کے لئے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے

اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ ہے کہ ظہر و عصر کو صرف عرفات میں اور مغرب و عشاء کو صرف مزدلفہ میں ہی جمع کر سکتے ہیں کیونکہ نمازوں کے اوقات معین ہیں۔ اخبار احاد کے باعث ان کو ترک نہیں کیا جا سکتا ،، حضرت عبداللہ بن مسعود ، سعد بن ابی وقاص اور دیگر علماء کا یہی مذہب ہے ،، چنانچہ بخاری اور مسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روائت کی اُنھوں نے کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نماز غیر وقت میں پڑھتے نہیں دیکھا البتہ مزدلفہ میں مغرب و عشاء کو جمع کیا اور اگلے روز صبح کی نماز مختار وقت سے پہلے پڑھی (اندھیرے میں پڑھی) امام مسلم نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ” نیند میں تفریط نہیں تفریط صرف بیداری میں ہے کہ نماز کو اتنا مؤخر کرے کہ دوسری نماز کا وقت داخل ہو جائے ۔ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جن احادیث میں دو نمازیں جمع کرنا مذکور ہے وہ اس بات پر محمول ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی نماز کو اس کے آخر وقت میں پڑھا اور دوسری کو اس کے اوّل وقت میں پڑھا ایک نماز کے وقت میں دو نمازیں نہیں پڑھیں ۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کو ایک وقت میں پڑھا ہوگا مگر دراصل ہر نماز اپنے اپنے وقت میں پڑھی تھی ۔ پہلی نماز کو اس کے آخر وقت تک مؤخر کرنا اور دوسری نماز کو اس کے پہلے وقت میں مقدم کر کے پڑھنے کو جمع صوری کہا جاتا ہے مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے اس تاویل کی تائید ہوتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خوف اور بارش کے عذر کے بغیر ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازوں کو جمع کیا ۔ جب ابن عباس سے پوچھا گیا کہ آپ نے اس طرح کیوں کیا تو اُنھوں نے کہا تاکہ امت پر آسانی ہو ،، حالانکہ علماء احناف اور دیگر ائمہ میں سے حضر میں دو نمازوں کو جمع کرنا کسی کا مذہب نہیں ،، معلوم ہوا کہ اس جمع سے مراد جمع صوری ہے جیسا کہ کتاب الحیض میں گزرا ہے اور مسلم میں مذکور حدیث کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جب سفر میں جلدی ہوتی تو مغرب و عشاء کو غروب شفق کے بعد جمع کر کے پڑھتے اور کہتے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی تو مغرب و عشاء کو جمع فرماتے تھے ،، کا جواب یہ ہے کہ شفق کا اطلاق غروب شمس کے بعد سرخی اور اس کے بعد سفیدی پر ہوتا ہے ۔ ہو سکتا ہے کہ آپ نے سرخی غائب ہونے کے بعد مغرب و عشاء کو جمع فرمایا ہو تو جو علماء یہ کہتے ہیں کہ شفق سفیدی کو کہا جاتا ہے ان کے نزدیک مغرب اپنے وقت میں پڑھی اور ایسے ہی عشاء کی نماز اس کے وقت میں پڑھی جبکہ بعض دوسرے علماء شفق سُرخی کو کہتے ہیں اور دونوں صورتوں میں یہ کہنا ممکن ہے کہ مغرب و عشاء کو شفق کے غائب ہونے کے بعد پڑھا ،، احناف کہتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ” اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ،، کہ مومنوں پر نمازوں کے اوقات مقررہ ہیں ،، یعنی ان کو ان کے اوقات میں ادا کرو ،، اگر ان اخبار احاد کی وجہ سے ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھیں تو آئت کریمہ پر عمل متروک ہوگا اور یہ جائز نہیں ہے ،، لہذا احناف کے مسلک میں کتاب و سنت دونوں پر عمل واضح ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم !

بَابُ الْجَمْعِ فِي السَّفَرِ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ

۱۰۴۶
حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ اِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنِ الْحُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ اِذَا كَانَ عَلٰى ظَهْرِ سَيْرٍ وَيَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَعَنْ حُسَيْنٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فِي السَّفَرِ وَتَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى عَنْ حَفْصٍ عَنْ اَنَسٍ جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب — جب مغرب و عشاء کی نمازوں کو جمع کرے کیا اذان یا اقامت کہے

۱۰۴۷ — ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر میں جلدی ہوتی تو آپ مغرب کی نماز کو موخر فرماتے حتیٰ کہ مغرب و عشاء جمع کرتے سالم نے کہا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جب سفر میں جلدی ہوتی تو وہ ایسا ہی کرتے مغرب کے لئے اقامت کہتے اور اس کی تین رکعتیں پڑھتے پھر سلام پھیرتے پھر تھوڑا سا ٹھہرتے حتیٰ کہ عشاء کی اقامت کہتے اور اس کی دو رکعتیں پڑھتے پھر سلام پھیرتے اور دونوں نمازوں کے درمیان کوئی رکعت نماز نہ پڑھتے اور نہ ہی عشاء کے بعد کوئی رکعت پڑھتے حتیٰ کہ آدھی رات کو اُٹھ کر نماز پڑھتے۔

۱۰۴۸ — ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دو نمازوں یعنی مغرب و عشاء کو سفر میں جمع کرتے تھے

۱۰۴۷، ۱۰۴۸ — شرح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روائت میں تاخیر کی انتہاء کا ذکر نہیں لیکن مسلم شریف میں نافع کی عبداللہ بن عمر سے روائت میں یہ مذکور رہے کہ شفق کے غائب ہونے تک تاخیر فرماتے حدیث ع۱۰۴۶ میں شفق کے معانی اور مسئلہ کی تفصیل مذکور ہو چکی ہے،، مقصد یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر کی حالت میں نماز سے پہلے اور اس کے بعد نوافل نہ پڑھتے تھے اور آدھی رات کو اُٹھ کر نفل پڑھتے تھے،، ترمذی میں مرفوع حدیث ہے کہ عبداللہ بن عمر نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں نماز سے پہلے اور اس کے بعد نفل نہ پڑھتے تھے انہی سے ایک دوسری روائت میں ہے کہ سفر میں آپ نوافل پڑھتے تھے اس مسئلہ کی تفصیل حدیث ع۱۰۴۴ کے تحت مذکور ہے،،

اس حدیث کی ترجمۃ الباب پر صراحۃً دلالت نہیں ہے البتہ علامہ کرمانی نے وجہ یہ بیان کی ہے کہ صلوٰتین کے لفظ کے اطلاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ نمازوں کو ان کے ارکان، شروط اور سنن وغیرہا سمیت

١٠٤٧ بَابٌ هَلْ يُؤَذِّنُ أَوْ يُقِيمُ إِذَا جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ **حَدَّثَنَا** أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ
أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ
حَتّٰى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ قَالَ سَالِمٌ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ يُقِيمُ الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيهَا ثَلٰثًا ثُمَّ يُسَلِّمُ ثُمَّ قَلَّمَا
يَلْبَثُ حَتّٰى يُقِيمَ الْعِشَاءَ فَيُصَلِّيهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يُسَلِّمُ وَلَا يُسَبِّحُ بَيْنَهُمَا بِرَكْعَةٍ وَلَا بَعْدَ الْعِشَاءِ بِسَجْدَةٍ حَتّٰى يَقُومَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ

١٠٤٨ **حَدَّثَنِي** إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِي حَرْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ
أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ هَاتَيْنِ الصَّلٰوتَيْنِ فِي السَّفَرِ يَعْنِي الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ **بَابٌ**

١٠٤٩ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ إِلَى الْعَصْرِ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ فِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ **حَدَّثَنَا** حَسَّانُ
الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا فَإِذَا زَاغَتْ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ

پڑھتے تھے اور اذان و اقامت نماز کے لئے مسنون ہیں جبکہ مطلق شی سے مراد اس کا فرد کامل ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب — جو شخص سورج ڈھلنے سے پہلے سفر شروع کرے وہ ظہر کو عصر تک مؤخر کرے!

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی ہے"

١٠٤٩ — ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ (سفر) کرتے تو ظہر کی نماز عصر کے وقت تک مؤخر فرماتے پھر دونوں کو جمع کرتے اور اگر سورج ڈھل جاتا تو ظہر پڑھ کر سوار ہو جاتے!

باب — جب سورج ڈھلنے کے بعد سفر کرے تو ظہر کی نماز پڑھ کر سوار ہو"

١٠٥٠ — ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج ڈھلنے سے پہلے سفر کرتے تو

بَابُ اِذَا ارْتَحَلَ بَعْدَ مَا زَاغَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ

١٠٥٠ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (النبی) صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ اَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ اَخَّرَ الظُّهْرَ اِلٰى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا فَاِنْ زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَحِلَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ بَابُ

١٠٥١ صَلٰوةِ الْقَاعِدِ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِهٖ وَهُوَ شَاكٍ فَصَلّٰى جَالِسًا وَصَلّٰى وَرَاءَهٗ قَوْمٌ قِيَامًا فَاَشَارَ اِلَيْهِمْ اَنِ

١٠٥٢ اجْلِسُوْا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَقَطَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَرَسٍ فَخُدِشَ

ظہر کی نماز کو عصر کے وقت تک مؤخر فرماتے پھر سواری سے اُتر کر دونوں کو جمع کرتے اور اگر سفر کرنے سے پہلے سورج ڈھل جاتا تو ظہر کی نماز پڑھ کر سوار ہو جاتے!

١٠٤٩، ١٠٥٠ —— شرح : یعنی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج ڈھلنے سے پہلے سفر کرتے تو ظہر کی نماز کو اتنا مؤخر فرماتے کہ عصر کا وقت قریب ترین ہو جاتا آپ ظہر کو اس کے آخر وقت میں پڑھ کر فارغ ہوتے تو عصر کا وقت داخل ہو جاتا پھر اس کو عصر کے وقت میں پڑھتے اور دیکھنے والا یہی سمجھتا کہ دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھا ہے دراصل یہ تقدیم و تاخیر کے اعتبار سے جمع صوری ہے،، اور جب سورج ڈھلنے کے بعد سفر فرماتے تو صرف ظہر کی نماز پڑھتے اور سفر کرتے پھر جب عصر کا وقت داخل ہو جاتا تو عصر کی نماز پڑھتے،، اور ظہر کے بعد متصل ظہر کے وقت میں عصر کی نماز نہ پڑھتے اسی لئے ابوداؤد نے ذکر کیا کہ تقدیم وقت میں کوئی حدیث ثابت نہیں اور جس حدیث میں زوال کے بعد ظہر و عصر کو جمع کرنا مذکور ہے۔ ابوداؤد نے اس کو ہدفِ تنقید بناتے ہوئے اس کے اسناد میں اسحاق پر انکار کیا ہے،، بہرحال اس طرح کی دیگر احادیث ضعف سے خالی نہیں،، واللہ تعالیٰ اعلم!

باب —— بیٹھنے والے کی نماز

١٠٥١ —— ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر نماز پڑھی جبکہ آپ علیل تھے۔ آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور آپ کے پیچھے لوگوں نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ آپ نے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا بیٹھ جاؤ،، اور نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا،، امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جب وہ رکوع کرے تم بھی رکوع کرو۔ جب وہ رکوع سے سر اُٹھائے تم بھی اپنے سر اُٹھاؤ،،

١٠٥٢ —— ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے زمین پر آ رہے تو آپ کی دائیں کروٹ پر چھیل آ گئے ہم آپ کی بیمار پرسی کو گئے اور نماز کا وقت آ گیا تو آپ نے بیٹھ کر ہم کو نماز پڑھائی اور ہم نے بھی بیٹھ کر نماز

أَوْ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُودُهُ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا قُعُودًا وَقَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ۱۰۵۳ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا حُسَيْنٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ

پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" امام اسی لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو جب وہ رکوع کرے تم بھی رکوع کرو جب وہ رکوع سے سر اُٹھائے اور سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" کہے تو تم رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ"، کہو"۔

۱۰۵۳ —— ترجمہ

: عمران بن حُصَین رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پُوچھا ح ابن بُریدہ نے کہا مجھے عمران بن حُصَین نے خبر دی جبکہ وہ بواسیر میں مبتلاء تھے کہ میں نے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھ کر نماز پڑھنے سے متعلق پُوچھا تو آپ نے فرمایا اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو افضل ہے اور جو کوئی بیٹھ کر نماز پڑھے اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملتا ہے"، اور جو کوئی لیٹ کر نماز پڑھے اس کو بیٹھ کر نماز پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملتا ہے۔

۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳ —— شرح

: پہلی دونوں حدیثیں منسوخ ہیں کیونکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم آخری مرض جس میں آپ نے خالقِ کائنات جل وعلیٰ سے دائمی ملاقات فرمائی میں آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے پیچھے کھڑے تھے"، اور یہ مسلّم ہے کہ آپ کا آخری فعل معمول بہ ہوتا ہے"، حدیث ۶۵۷ء، ۶۵۸ء اور حدیث ۶۵۹ء کے تحت اس کی تفصیل مذکور ہے"۔

حدیث ۱۰۵۳ء نفل نماز پر محمول ہے جیسا کہ احناف کا مذہب ہے اُنھوں نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ قیام پر قدرت کے باوجود نوافل بیٹھ کر پڑھنے جائز ہیں۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" صَلٰوةُ الْقَاعِدِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلٰوةِ الْقَائِمِ"، امام ترمذی نے کہا کہ سفیان ثوری نے کہا یہ تندرست اور اس شخص کے لئے جو معذور نہ ہو اگر وہ بیمار ہے تو اس کو بیٹھ کر نماز پڑھنے سے بھی پُورا ثواب ملے گا جیسے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا ثواب ہے"۔ اور اگر نماز فرض ہے تو اگر وہ قیام پر قادر ہے تو بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ثواب تو درکنار اس کی نماز ہی صحیح نہیں"، اور اگر بیٹھنے پر قادر نہیں تو لیٹ کر نماز پڑھنے کی صورت میں اس کو پُورا ثواب ملے گا اور اگر قیام پہ قدرت ہوتے ہوئے بیٹھ کر فرض نماز پڑھنے کو جائز سمجھے تو احناف کے نزدیک کافر ہو جاتا ہے جیسے زنا اور سُودی کاروبار کو جائز قرار دینے سے کافر ہو جاتا"، واللہ تعالیٰ ورسُولہ اعلم!

سمعت ابی قال حدثنا الحسین عن ابن بریدة قال حدثنی عمران بن حصین وکان مبسورا قال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صلوۃ الرجل قاعدا فقال ان صلی قائما فھو افضل ومن صلی قاعدا فلہ نصف اجر القائم ومن صلی نائما فلہ نصف اجر القاعد

باب صلوۃ القاعد بالایماء

۱۰۵۴ حدثنا ابو معمر قال حدثنا عبد الوارث قال حدثنا حسین المعلم عن عبد اللہ بن بریدة ان عمران بن حصین وکان رجلا مبسورا وقال ابو معمر مرة عن عمران بن حصین قال سألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن صلوۃ الرجل وھو قاعد فقال من صلی قائما فھو افضل ومن صلی قاعدا فلہ نصف اجر القائم ومن صلی نائما فلہ نصف اجر القاعد

باب — بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھنا

۱۰۵۴ — ترجمہ : عبداللہ بن بریدہ سے روایت ہے کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اور وہ بواسیر کے مریض تھے ،، ایک دفعہ ابو معمر نے کہا کہ عمران نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے شخص سے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا جو کوئی کھڑا ہوکر نماز پڑھے وہ افضل ہے اور جو بیٹھ کر نماز پڑھے اس کو کھڑے ہوکر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملتا ہے اور جو لیٹ کر نماز پڑھے اس کو بیٹھ کر نماز پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملتا ہے ۔ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا میرے نزدیک یہاں نائم سے مراد مضطجع ہے (لیٹ کر نماز پڑھنے والا)

۱۰۵۴ — شرح : علامہ کرمانی نے کہا کہ مفترض اگر قیام پر قادر ہو تو اس کے لئے نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں اور اگر بیٹھنے پر قادر ہے تو اس کے لئے لیٹ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ،، اور اگر وہ معذور ہے اور کھڑا ہونے یا بیٹھنے پر قادر نہیں تو بیٹھ کر اور لیٹ کر نماز پڑھنے سے اس کو قائم سا ثواب ملتا ہے ،، یہ تمہارے رب کی طرف سے تخفیف ہے ،، اور حدیث میں مذکور حکم متنفل قادر کے لئے ہے ۔ علامہ خطابی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا اس سے مراد مریض مفترض ہے کہ اگر اس کو کھڑا کیا جائے تو وہ مشکل سے کھڑا ہو سکتا ہے اور کھڑا ہونے میں اس کو سخت تکلیف ہوتی ہے اس کا کھڑا ہوکر نماز پڑھنا افضل ہے اور اگر بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کو آدھا ثواب ملتا ہے اور اس کا فرض ادا ہو جاتا ہے دراصل یہ کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کی ترغیب ہے ،، یہی حال لیٹ کر نماز پڑھنے والے کا ہے ۔ احناف کے مذہب میں اگر لیٹ کر نماز نہ پڑھ

باب اذا لم یطق قاعدا صلی علی جنب وقال عطاء اذا لم یقدر علی ان یتحول الی القبلۃ صلی حیث کان وجھہ حدثنا عبدان

۱۰۵۵ عن عبد اللہ عن ابراھیم بن طھمان قال حدثنی الحسین المکتب عن ابن بریدۃ عن عمران بن حصین قال کانت بی بواسیر فسالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الصلوۃ فقال صل قائما فان لم تستطع فقاعدا فان لم تستطع فعلی جنب

سکے تو اشارہ سے پڑھ لے مگر اختلاف اس صورت میں ہے کہ اشارہ سے فرض پڑھنے پر بھی اگر قدرت نہ ہو تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب میں تندرست ہونے کے بعد اس کی قضاء ہے۔

امام مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس کی قضاء نہیں،، شوافع کا مسلک یہ ہے کہ اگر مریض سر کے ساتھ اشارے سے عاجز ہو جائے تو آنکھ کے اشارہ سے نماز پڑھ لے اور اگر تحریک اجفان کی بھی قدرت نہ ہو تو وہ اپنی زبان پر نماز کے افعال کا اجراء کرے اور اگر اس کی زبان بھی بند ہو جائے تو دل پر قرآن و اذکار کا اجراء کرے بہرحال جب تک اسے ہوش ہو اس سے نماز معاف نہیں ہوتی،، واللہ تعالیٰ اعلم!

باب ــــ جب بیٹھ کر نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر پڑھ لے ــــ،،

ترجمہ ۱۰۵۵ : عطاء نے کہا اگر قبلہ کی طرف منہ کرنے کی قدرت نہ ہو تو جدھر اس کا منہ ہو ادھر ہی نماز پڑھ لے۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے بواسیر کی بیماری تھی میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کھڑے ہو کر پڑھو اور اگر کھڑا ہونے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھ لو اور اگر بیٹھنے کی بھی طاقت نہ ہو تو پہلو پر لیٹ کر پڑھ لو۔

شرح ۱۰۵۵ : باب کا عنوان یہ ہے کہ نمازی جب بیٹھ کر نماز پڑھنے سے عاجز ہو جائے تو پہلو پر لیٹ کر نماز پڑھ لے،، اور عطاء کے اثر کا مدلول یہ ہے کہ جب قبلہ کی طرف منہ نہ کر سکے تو جدھر منہ ہو ادھر ہی نماز پڑھ لے لہذا عنوان اور اثر میں قدر مشترک یہ ہے کہ جب نمازی فرض ادا کرنے سے عاجز ہو جائے تو دوسرے فرض کی طرف منتقل ہو جائے جو وہ کر سکتا ہو! امام غزالی رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے کہا کہ یہ اثر ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مسلک کے خلاف دلیل ہے،، کہ بیٹھ کر نماز نہ پڑھ سکے تو اس سے نماز معاف ہو جاتی ہے مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے کہیں منقول نہیں کہ ایسے مریض سے نماز ساقط ہو جاتی ہے،،

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمران بن حصین کو مخاطب کر کے فرمایا اول تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو اگر اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر ورنہ ایک پہلو پر لیٹ کر نماز پڑھ لو،، لیکن حدیث میں اس کی وضاحت نہیں کہ کس پہلو پر لیٹے۔ دار قطنی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر بیٹھ کر نماز

بَابُ اِذَا صَلَّى قَاعِدًا

ثُمَّ صَحَّ اَوْ وَجَدَ خِفَّةً تَمَّمَ مَا بَقِيَ وَ قَالَ الْحَسَنُ اِنْ شَاءَ الْمَرِيْضُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ قَاعِدًا وَّ رَكْعَتَيْنِ قَائِمًا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا لَمْ تَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ صَلٰوةَ اللَّيْلِ قَاعِدًا قَطُّ حَتّٰى اَسَنَّ فَكَانَ يَقْرَأُ قَاعِدًا حَتّٰى اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ قَامَ فَقَرَأَ نَحْوًا مِّنْ ثَلَاثِيْنَ اَوْ اَرْبَعِيْنَ اٰيَةً ثُمَّ رَكَعَ ۱۰۵۶

نہ پڑھ سکے تو دائیں پہلو پر لیٹ کر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ دائیں پہلو پر لیٹ کر نماز پڑھنا مسنون ہے اور بائیں پر لیٹ کر پڑھنا خلافِ سنت ہے،، ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ قبلہ کی طرف پاؤں کر کے چت لیٹ جائے اور گھٹنے اٹھائے رکھے اور رکوع وسجود اشارہ سے کرے،، یہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے،،

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی جو شخص بیمار ہو اور کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکے تو وہ بیٹھ کر جب نماز شروع کرے تو جیسے چاہے بیٹھے کیونکہ بیماری کی وجہ سے جب دیگر ارکان ساقط ہو جاتے ہیں تو بیٹھنے کی مسنون ہیئت بطریق اولیٰ ساقط ہو جاتی ہے،،

عمران بن حصین ،، علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ عمران نے کہا مجھے فرشتے سلام کہا کرتے تھے اور جب میں بیمار ہو گیا اور زخم داغا تو اُنھوں نے سلام کہنا چھوڑ دیا میں نے داغنا ترک کر دیا تو اُنھوں نے مجھے سلام کہنا شروع کر دیا،، عمران بن حصین فرشتوں کو علانیہ دیکھا کرتے تھے،، رضی اللہ عنہ!

باب —— جب بیٹھ کر نماز پڑھتا ہو پھر تندرست ہو جائے یا مرض میں خفت محسوس کرے تو باقی نماز پوری کرے،،

حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا مریض اگر چاہے تو دو رکعتیں کھڑے ہو کر پڑھے اور دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھے،،

۱۰۵۶ —— ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اُنھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کی نماز بیٹھ کر پڑھتے کبھی نہیں دیکھا حتیٰ کہ آپ معمر ہو گئے اس وقت آپ بیٹھ کر قراءت فرماتے حتیٰ کہ جب رکوع کا ارادہ فرماتے تو کھڑے ہو جاتے اور تقریباً تیس یا چالیس آیات پڑھتے پھر رکوع فرماتے۔

۱۰۵۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِکٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ یَزِیْدَ وَاَبِی النَّضْرِ مَوْلٰی عُمَرَ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰہِ عَنْ اَبِی سَلَمَۃَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَۃَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ جَالِسًا فَیَقْرَأُ وَھُوَ جَالِسٌ فَاِذَا بَقِیَ مِنْ قِرَاءَتِہٖ نَحْوٌ مِّنْ ثَلَاثِیْنَ اَوْ اَرْبَعِیْنَ اٰیَۃً قَامَ فَقَرَأَھَا وَھُوَ قَائِمٌ ثُمَّ رَکَعَ ثُمَّ سَجَدَ یَفْعَلُ فِی الرَّکْعَۃِ الثَّانِیَۃِ مِثْلَ ذٰلِکَ فَاِذَا قَضٰی صَلَاتَہٗ نَظَرَ فَاِنْ کُنْتُ یَقْظٰی تَحَدَّثَ مَعِیْ وَاِنْ کُنْتُ نَائِمَۃً اضْطَجَعَ

۱۰۵۶ — **شرح** : اس باب میں اس شئ کا تذکرہ ہے کہ جب کوئی شخص مرض وغیرہ کے باعث بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو پھر دوران نماز وہ صحت یاب ہو جائے یا مرض میں تخفیف پائے اور قیام پر قادر ہو جائے تو دونوں صورتوں میں بقیہ نماز پوری کرے اور دوبارہ نہ پڑھے۔ ترجمۃ الباب کی دونوں صورتیں فرائض اور نوافل میں مساوی ہیں اور ترجمۃ الباب اپنے عموم کے باعث فرض نماز اور نفل نماز کو شامل ہے اگرچہ باب کی حدیث نفل نماز کے بارے میں ہے کیونکہ ترجمۃ الباب اور حدیث کے درمیان ادنیٰ مناسبت ہی کافی ہوتی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ نوافل میں قیام ضروری نہیں تندرست شخص بھی نفل بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے اور کسی عذر کے بغیر قیام نہ کرنا جائز ہے جیسا کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کہا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم لمبی رات کھڑے ہو کر نماز پڑھتے اور لمبی رات بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے،، اور جو مریض قیام پر قادر نہ ہو اس کے لئے قیام ضروری نہیں کیونکہ قیام پر قدرت نہ ہونے کے باعث اس کی تحریمہ قیام کے لئے نہ تھی لہٰذا اس میں متنفل اور مفترض عاجز دونوں مساوی ہیں اس اعتبار سے ترجمۃ الباب فرض و نفل کو شامل ہے ہاں اگر فرض نماز کے دوران مرض کی تخفیف کی وجہ سے قیام پر قادر ہو گیا تو اس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا فرض ہے — بخلاف نفل نماز کے اس میں قیام فرض نہیں جیسا کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی حدیث سے واضح ہوتا ہے لہٰذا اگر نفل نماز پڑھنے کے دوران قیام پر قادر ہو گیا تو چاہے تو کھڑا ہو جائے چاہے تو بیٹھا رہے،، حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے اثر کا مقصد یہ ہے کہ مریض جب قیام کی طاقت نہ رکھتا ہو اور وہ دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھے پھر وہ قیام پر قادر ہو جائے تو بقیہ دو رکعتیں کھڑے ہو کر پڑھے اور نماز کو از سرِ نو نہ پڑھے" اس اعتبار سے یہ اثر باب کے عنوان کے مطابق ہے،،

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک رکعت کا کچھ حصہ بیٹھ کر اور کچھ کھڑے ہو کر پڑھنا جائز ہے،، امام ابو حنیفہ امام مالک، امام شافعی اور دیگر ائمہ کرام کا یہی مذہب ہے،، اور اگر قیام کی نیت کر کے پھر بیٹھ کر نماز پڑھ لے تو جائز ہے،، اور قیام پر قدرت ہونے کے باوجود نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے اس پر تمام علماء کا اتفاق اور اجماع ہے۔ واللہ اعلم!

۱۰۵۷ — **ترجمہ** : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھتے اور بیٹھنے کی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب التھجد

باب التھجد باللیل وقول اللہ عزوجل من اللیل فتھجد بہ نافلۃ لک حدثنا علی بن عبداللہ قال حدثنا سفین ۔ ۱۰۵۸
قال حدثنا سلیمان بن ابی مسلم عن طاؤس سمع ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام من اللیل یتھجد قال اللھم
لک الحمد انت قیم السمٰوات والارض ومن فیھن ولک الحمد انت نور السمٰوات والارض ومن فیھن ولک الحمد انت ملک

حالت میں قرأت فرماتے اور جب تقریباً تیس (۳۰) یا چالیس (۴۰) آیات باقی رہ جاتیں تو کھڑے ہو جاتے اور کھڑے ہونے کی حالت میں ان کو پڑھتے پھر رکوع کرتے پھر سجدہ کرتے اور دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرتے اور جب نماز پوری فرمالیتے تو دیکھتے اگر میں بیدار ہوتی تو میرے ساتھ گفتگو فرماتے اور اگر میں سو رہی ہوتی تو لیٹ جاتے،،

۱۰۵۷ —— شرح : پہلی حدیث کی طرح یہ حدیث بھی نفل نماز کے بارے میں ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رات کی نماز میں قرارت کی تطویل مستحب ہے۔ شافعیہ کے نزدیک رکوع وسجود زیادہ کرنے سے قیام کی تطویل افضل ہے" احناف کا مسلک بھی یہی ہے البتہ امام محمد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رکوع وسجود کی کثرت افضل ہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "علیک بکثرۃ السجود،، یعنی سجدے زیادہ کیا کرو،، امام ابو یوسف کے نزدیک بھی تطویل قیام افضل ہے مگر وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص کا وظیفہ ہو کہ وہ رات کو اس قدر رکعتیں پڑھتا ہو تو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ رکعتوں کی تعداد زیادہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

باب —— رات میں سونے کے بعد والی نماز (تہجد)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد "اور رات کے کچھ حصہ تہجد کرو یہ خاص تمہارے لئے ہے"

تہجد کا معنیٰ رات کو نیند سے بیدار ہونا ہے ہجود نیند کو کہا جاتا ہے اور تہجد کا معنی یہ ہے رات کی نماز کے لئے بیدار ہونا۔

۱۰۵۸ —— ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جب تہجد کے لئے اٹھتے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَوْ لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ قَالَ سُفْيٰنُ وَزَادَ عَبْدُ الْكَرِيْمِ اَبُوْ اُمَيَّةَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ قَالَ سُفْيٰنُ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ اَبِيْ مُسْلِمٍ سَمِعَهُ مِنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تو یہ دُعا فرماتے ’’ اے اللہ کریم حمد و ثنا تیرے ہی لئے ہے زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے تو ہی ان کا قائم رکھنے والا ہے ،، تیرے لئے ہی حمد ہے ۔ آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے تیری ہی مِلک ہے (تو ان کا بادشاہ ہے) تیرے ہی لئے حمد ہے تو ہی زمین و آسمان کو منور کرنے والا ہے تیرے ہی لئے حمد ہے تو حق ہے تیرا وعدہ حق ہے تیری ملاقات حق ہے تیرا قول حق ہے جنت حق ہے دوزخ حق ہے انبیاء علیہم السلام حق ہیں ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں اور قیامت حق ہے ،، اے اللہ تیرے ہی لئے میں مسلمان ہُوا اور تجھ پر ایمان لایا تجھی پر توکل کیا ، تیری ہی طرف میں نے رجوع کیا اور تیری ہی مدد سے میں نے مخاصمت کی اور تیری ہی طرف میں محاکمہ لایا ، مجھے بخش جو میں نے پہلے گناہ کئے اور جو پیچھے کئے ،، اور جو خفیہ کئے اور جو علانیہ کئے تو ہی آگے کرنے والا اور تو ہی پیچھے کرنے والا ہے تیرے سوا کوئی حق معبود نہیں یا فرمایا تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں ،، سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابو امیہ عبدالکریم نے مزید ذکر کیا (کہ آپ نے فرمایا) لاحول ولا قوۃ الا باللہ ،، نیز سفیان بن عُیینہ نے کہا کہ سلیمان بن مسلم نے کہا کہ اسے اُنھوں نے طاؤس سے اور اُنھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور اُنھوں نے جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ،،

۱۰۵۸ ——— شرح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا مغفور ہونا محقق و مسلّم ہے ۔ اس کے باوجود اللہ سے مغفرت کا سوال کرنا تواضع اور انکساری کے لئے ہے اور اس میں خداوند قدوس کا اجلال اور اس کی تعظیم مقصود ہے ۔ علاوہ ازیں آپ نے یہ امتِ مرحومہ کی تعلیم کے لئے فرمایا ہے تاکہ وہ آپ کی اقتداء کریں ،، یہ حدیث جوامعِ کلم سے ہے ،، چنانچہ لفظ ’’ قیّم ‘‘ سے یہ اشارہ کیا کہ تمام جواہر کا وجود و قیام صرف اللہ تعالیٰ ہی سے ہے اور لفظ ’’ نور ‘‘ سے یہ اشارہ کیا ہے کہ اعراض کی تکوین صرف اللہ تعالیٰ سے ہے لفظ ’’ ملک ‘‘ سے اس طرف اشارہ کیا کہ جواہر و اعراض کے ایجاد و اعدام میں وہی حاکم ہے وہ جو چاہے کرتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے اس کے بندوں پر انعامات ہیں اس لئے ان مواقع میں حمد کا ذکر فرمایا ، پھر حق سے مبدء کی طرف ، قول وغیرہ سے معاش کی طرف ’’ قیامت وغیرہ ،، سے معاد کی طرف اشارہ فرمایا اور اس میں نبوّت اور جزاء کی طرف بھی اشارہ ہے ۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان واجب ہے اور اسی پر توکل کریں اور اسی کے حضور عاجزی اور انکساری کرتے ہیں ’’ تہجد ‘‘ تہجد شروع اسلام میں فرض تھی پھر اس کی فرضیت منسوخ ہوگئی اور یہ نفل ہوگئی ۔ نماز تہجد کی کم از کم دو رکعتیں ہیں اور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی آٹھ رکعتیں پڑھا کرتے تھے واللہ اعلم !

باب فضل قیام اللیل

۱۰۵۹ حَدَّثَنَا عبد اللہ بن محمد قال حدثنا ھشام قال اخبرنا معمر ح وحدثنی محمود قال حدثنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمر عن الزھری عن سالم عن ابیہ قال کان الرجل فی حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا رای رؤیا قصھا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتمنیت ان اری رؤیا فاقصھا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکنت غلاما شابا وکنت انام فی المسجد علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرأیت فی النوم کان ملکین اخذانی فذھبابی الی النار فاذا ھی مطویۃ کطی البئر واذا لھا قرنان واذا فیھا ناس قد عرفتھم فجعلت اقول اعوذ باللہ من النار قال فلقینا ملک اخر فقال لی لم ترع فقصصتھا علی حفصۃ فقصتھا حفصۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال نعم الرجل عبد اللہ لو کان یصلی من اللیل وکان بعد لا ینام من اللیل الا قلیلا

باب — قیامِ لیل کی فضیلت

۱۰۵۹ — ترجمہ : سالم نے اپنے باپ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ اُنھوں نے کہا سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں جب کوئی شخص خواب دیکھتا تو اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتا اس لئے میری خواہش تھی کہ میں بھی خواب دیکھوں اور اسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کروں (اس وقت) میں نوعمر تھا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں مسجد میں سویا کرتا تھا چنانچہ میں نے خواب دیکھا گویا کہ دو فرشتے مجھے پکڑ کر دوزخ کی طرف لے گئے اور وہ کنوئیں کی طرح لپٹی ہوئی تھی اس کے دو سینگ تھے کیا دیکھتا ہوں کچھ لوگ ہیں جن کو میں پہچانتا ہوں میں نے " اعوذ باللہ من النار " کہنا شروع کیا۔ حضرت عبد اللہ نے کہا ہم سے ایک اور فرشتہ نے ملاقات کی اور اُس نے کہا مت گھبراؤ میں اسے (اپنی ہمشیرہ) حفصہ سے بیان کیا اور اُنھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تب آپ نے فرمایا عبد اللہ اچھا مرد ہے کاش کہ وہ تہجد کی نماز پڑھتے "، اس کے بعد حضرت عبد اللہ رات کو تھوڑی دیر سویا کرتے تھے!

۱۰۵۹ — شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نیک خواب کی خواہش کرنا اچھا ہے تاکہ صاحبِ خواب اللہ کے نزدیک اپنے مقام کو پہچانے، اور خواب میں فرشتوں کو دیکھنا ممکن ہے، اور مسلمانوں کے عیب پر پردہ ڈالنا چاہیئے اور ان کی غیبت نہیں کرنی چاہیئے جیسا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دوزخ میں جانے پہچانے لوگوں کی اجمالاً خبر دی تاکہ دوسرے لوگ ان سے رُک جائیں اور ان کے نام بیان کرنے سے اعراض کیا،، اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ قیامِ لیل (شب بیداری) دوزخ سے نجات دلاتی ہے،، اور نوجوانی میں عبادت کرنی افضل ہے،، اور زیادہ سونا مکروہ ہے،، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ ام سلیمان نے کہا اے میرے پیارے بیٹے رات کو زیادہ مت سو کیونکہ رات کو زیادہ سونے والا شخص قیامت میں فقیر ہوگا! واللہ تعالیٰ اعلم!

بَابُ طُولِ السُّجُودِ فِي قِيَامِ اللَّيْلِ

١٠٦٠ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً كَانَتْ تِلْكَ صَلٰوتَهُ يَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذٰلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِينَ آيَةً قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُنَادِي لِلصَّلٰوةِ بَابُ تَرْكِ الْقِيَامِ لِلْمَرِيضِ

١٠٦١ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدَبًا يَقُولُ اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَةً أَوْ لَيْلَتَيْنِ

١٠٦٢ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ احْتَبَسَ جِبْرَئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ أَبْطَأَ عَلَيْهِ شَيْطَانُهُ فَنَزَلَتْ وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى

باب ـــــ رات کی نماز میں سجدہ لمبا کرنا

ترجمہ ۱۰۶۰ ـــــ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے عروہ کو خبر دی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گیارہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ یہ آپ کی رات کی نماز تھی اس میں سجدہ سے سر مبارک اُٹھانے سے پہلے اس قدر سجدہ لمبا کرتے تھے جتنی دیر میں تم میں سے کوئی پچاس آیتیں پڑھ لے اور فجر کی نماز سے پہلے دو سنتیں پڑھتے پھر دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے حتی کہ مؤذن نماز کے لئے عرض کرتا۔

باب ـــــ بیمار کا رات کی نماز ترک کرنا

ترجمہ ۱۰۶۱ ـــــ : اسود نے کہا میں نے جندب کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور ایک یا دو راتیں تہجد نہ پڑھی،،

ترجمہ ۱۰۶۲ ـــــ : جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے سے رُک گئے تو قریش کی ایک عورت نے کہا ان کے شیطان نے آنے سے دیر کی پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی "چاشت کی قسم اور رات کی قسم جب وہ پردہ ڈالے تیرے رب نے تجھے نہیں چھوڑا اور نہ بغض کیا،،

شرح ۱۰۶۰ ـــــ : اس حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت اس طرح ہے کہ سجدہ میں اتنی قدر ٹھہرنا کہ کوئی شخص آپ کے سر مبارک اُٹھانے سے پہلے پچاس آیتیں پڑھ لے سجدہ کی تطویل کی دلیل ہے اور سجدہ کو معرف باللام ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ رات کی نماز میں ہر سجدہ اس قدر لمبا فرماتے تھے کیونکہ یہ الف، لام جنسی،، اور "سجدہ،، میں تاء جنس کے منافی نہیں،، سرور کائنات

باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی

قیام اللیل والنوافل من غیر ایجاب وطرق النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ وعلیا لیلۃ للصلوۃ حدثنا ۱۰۶۳ محمد بن مقاتل قال اخبرنا عبد اللہ قال اخبرنا معمر عن الزھری عن ھند بنت الحارث عن ام سلمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم استیقظ لیلۃ فقال سبحان اللہ ماذا انزل اللیلۃ من الفتنۃ ماذا انزل من الخزائن من یوقظ صواحب الحجرات یارب کاسیۃ فی الدنیا عاریۃ فی الاخرۃ حدثنا ۱۰۶۴ ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزھری قال اخبرنی علی بن الحسین ان حسین بن علی اخبرہ ان علی بن

صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ اس لئے لمبا کرتے تھے کہ اس میں دعائیں فرماتے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تواضع اور انکساری فرماتے تھے تاکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر انعام فرمائی ہیں اور یہ نفل نماز میں جائز ہے البتہ فرض نماز میں "سبحان ربی الاعلیٰ" ہی پڑھا جاتا ہے۔

۱۰۶۱ — شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عذر کی وجہ سے اگر تہجد نہ پڑھے تو حرج نہیں کیونکہ یہ نماز واجب نہیں، مگر بلا عذر اسے ترک کرنا مکروہ ہے کیونکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمل پر ہمیشگی کرو اگرچہ وہ قلیل ہو نیز آپ نے فرمایا اے عبداللہ بن عمر تم فلاں شخص کی طرح نہ ہونا جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھا کرتا تھا پھر چھوڑ گیا،،

۱۰۶۲ — شرح : سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کی گفتگو کرنے والی عورت ابولہب لعین کی بیوی تھی جس کا نام ام جمیل عوراء بنت حرب تھا۔ یہ حضرت ابوسفیان کی بہن تھی،، وحی کے رکنے کی مدت چالیس روز تھی۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے کہا دراصل یہ عورت شیطانہ تھی جس نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرشتہ نہیں شیطان آتا ہے،، اس حدیث کی باب سے مناسبت اس طرح ہے کہ یہ حدیث پہلی حدیث کا تتمہ ہے جس میں ایک یا دو راتیں تہجد نہ پڑھنا مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

باب — نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رات کی نماز اور نوافل کی ایجاب کے بغیر ترغیب دلانا اور

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سادا تنا علی المرتضیٰ اور فاطمہ رضی اللہ عنہما و کرم وجوھما کے پاس ایک رات نماز کے لئے بیدار کرنے کو رات تشریف لے گئے!

۱۰۶۳ — ترجمہ : ام المؤمنین ام سلمۃ رضی اللہ عنہا سے روائت ہے کہ ایک رات نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو فرمایا "سبحان اللہ"

أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَقَالَ أَلَا تُصَلِّيَانِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللّٰهِ فَإِذَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَنَا بَعَثَنَا فَانْصَرَفَ حِيْنَ قُلْتُ ذٰلِكَ وَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا ثُمَّ سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُوَلٍّ يَضْرِبُ فَخِذَهُ وَهُوَ يَقُوْلُ وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا

کس قدر فتنے نازل کئے گئے، کس قدر خزانے نازل ہوئے کون ہے جو حجروں والیوں کو جگائے،، اے لوگو! بہت ہیں جو دنیا میں لباس پہننے والی ہیں اور آخرت میں برہنہ ہیں ننگی ہیں،،

۱۰۶۴ — **ترجمہ** : حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو ان کے اور فاطمہ بنت رسول اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلّم کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا ”تم نماز کیوں نہیں پڑھتے ہو میں نے عرض کیا یا رسُول اللہ ہماری جانیں اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہیں جب وہ ہم کو اُٹھانا چاہے ہم اُٹھ جاتے ہیں،، جب ہم نے یہ کہا تو آپ نے مجھے کوئی جواب نہ دیا پھر میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا جبکہ آپ واپس تشریف لے جا رہے تھے اور اپنی ران شریف پر ہاتھ مار رہے تھے،، انسان بہت جھگڑا کرتا ہے!

۱۰۶۳، ۱۰۶۴ — **شرح** : حجروں والی عورتیں حضرات ازواج مطہرات رضی اللہ عنہنّ ہیں اس حدیث شریف میں اگرچہ ازواج مطہرات کا ذکر ہے مگر مراد امّت کی تمام عورتیں ہیں کیونکہ عمومِ لفظ کا اعتبار ہوتا ہے خصوص سبب معتبر نہیں ہوتا، علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلیّ اللہ علیہ وسلّم کو خبر دی کہ وہ آپ کی اُمت پر خزانے مفتوح کرے گا اور ان کے ساتھ فتنے ملے جُلے ہوں گے اسی لئے سلف صالحین رحمہم اللہ نے مال کے فتنہ کے باعث دولت پر غربت کو پسند کیا اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ثروت کے فتنہ سے ایسے ہی پناہ چاہی جیسے فقر کے فتنہ سے پناہ چاہی،، سید عالم صلیّ اللہ علیہ وسلّم کا مقصد یہ ہے کہ عورتوں کو رات کی نماز کے لئے کون جگائے! اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رات کی نماز فتنوں کی شر سے نجات دلاتی ہے اور اس کے باعث مصائب سے بچاؤ ہوتا ہے!

حدیث ۱۰۶۴ کے متعلق ابن بطال رحمہ اللہ نے کہا کہ امام کو رات کی نماز پڑھانے میں سختی نہیں کرنی چاہیئے جبکہ جناب رسُول اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلّم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول ”أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللّٰهِ،، پر اکتفا فرمائی اور واپس تشریف لے گئے! حالانکہ فرض نماز میں اس طرح اکتفاء نہیں کی جاتی ہے،، اور رانوں پر ہاتھ مارنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ صلیّ اللہ علیہ وسلّم نے خیال فرمایا کہ آپ نے ان کو جگانے کی تکلیف دی ہے حالانکہ رات کی نماز واجب و فرض نہیں ہے،، امام نووی رحمہ اللہ نے مسلم کی شرح میں ذکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت علی کا جلدی سے جواب دینے پر تعجب فرمایا بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ ان کے عذر کو تسلیم کرتے ہوئے ایسا فرمایا جبکہ یہ ان کے حق میں عیب نہ تھا،، معلوم ہوا کہ افسوس کے وقت ران پر ہاتھ مارنا جائز ہے،، اور سونے والے کی روح اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

حدثنا عبد الله بن یوسف قال اخبرنا مالک عن ابن شہاب عن عروۃ عن عائشۃ قالت ان کان رسول الله صلی الله
۱۰۶۵ علیہ وسلم لیدع العمل وھو یحب ان یعمل بہ خشیۃ ان یعمل بہ الناس فیفرض علیھم وما سبح رسول الله
۱۰۶۶ صلی الله علیہ وسلم سبحۃ الضحی قط و انی لاسبحھا **حدثنا** عبد الله بن یوسف قال اخبرنا مالک عن ابن
شہاب عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ ام المؤمنین ان رسول الله صلی الله علیہ وسلم صلی ذات لیلۃ فی المسجد
فصلی بصلاتہ ناس ثم صلی من القابلۃ فکثر الناس ثم اجتمعوا من اللیلۃ الثالثۃ او الرابعۃ فلم یخرج الیھم
رسول الله صلی الله علیہ وسلم فلما اصبح قال قد رأیت الذی صنعتم ولم یمنعنی من الخروج الیکم الا انی خشیت
ان یفرض علیکم وذلک فی رمضان

۱۰۶۵ — **ترجمہ** : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی عمل چھوڑ دیتے تھے حالانکہ اس کا کرنا آپ کو پسند ہوتا تھا کیونکہ آپ کو یہ خوف ہوتا تھا کہ لوگ اس پر عمل کرنا شروع کر دیں گے تو ان پر یہ عمل فرض ہو جائے گا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کے نفل کبھی نہیں پڑھے اور میں وہ پڑھتی ہوں"

۱۰۶۶ — **ترجمہ** : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مسجد میں نفل نماز پڑھی تو لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ نفل نماز پڑھی پھر دوسری رات آپ نے نفل پڑھے اور لوگ زیادہ جمع ہو گئے پھر تیسری یا چوتھی رات لوگ بہت زیادہ جمع ہو گئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے پاس تشریف نہ لائے جب صبح ہوئی تو فرمایا جو کچھ تم نے کیا ہے میں نے دیکھا ہے اور تمہارے پاس آنے سے مجھے کسی نے منع نہیں کیا مگر اس بات نے کہ تم پر رات کی نماز فرض ہو جائے گی اور یہ رمضان مبارک کا واقعہ ہے!

۱۰۶۵، ۱۰۶۶ — **شرح** : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے علم کے اعتبار سے یہ خبر دی ہے "، اس کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ نفس الامر میں بھی آپ نے چاشت کی نماز نہیں پڑھی جبکہ یہ بات مسلم ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ میں چاشت کی نماز پڑھی اور حضرت ابوذر اور ابوہریرہ کو چاشت پڑھنے کی وصیت فرمائی اس حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت اس طرح ہے کہ حدیث شریف سے یہ سمجھ آتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز سے محبت کرتے تھے اور کسی شئی سے محبت کرنا اس کی ترغیب دلانا ہے "، حدیث ع۱۰۶۶ کے تحت علامہ ابن بطال نے کہا کہ قیام رمضان باجماعت سنت ہے اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ یہ عمر میں ایک بار سنت ہے کیونکہ ساری امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مساجد کو قیام رمضان سے خالی نہیں رکھنا چاہیئے لہذا یہ واجب کفائی ہے "، اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نفل باجماعت جائز ہیں لیکن افضل یہ ہے کہ علیحدہ علیحدہ پڑھیں البتہ تراویح کی نماز میں مختلف اقوال ہیں۔ احناف اور شوافع کہتے ہیں کہ تراویح باجماعت افضل ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّيْلَ حَتّٰى تَرِمَ قَدَمَاهُ وَقَالَتْ عَائِشَةُ حَتّٰى تَفَطَّرَ قَدَمَاهُ وَالْفُطُوْرُ الشُّقُوْقُ اِنْفَطَرَتْ اِنْشَقَّتْ **۱۰۶۷ حَدَّثَنَا** اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ يَقُوْلُ اِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَقُوْمُ اَوْ لَيُصَلِّيْ حَتّٰى تَرِمَ قَدَمَاهُ اَوْ سَاقَاهُ فَيُقَالُ لَهٗ فَيَقُوْلُ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا **بَابُ** مَنْ نَامَ عِنْدَ السَّحَرِ **۱۰۶۸ حَدَّثَنَا** عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ

نے فرمایا ''جو امام کے ساتھ نماز پڑھے حتی کہ نماز سے فارغ ہو جائے اس کے لئے ساری رات کا قیام لکھا جاتا ہے'' امام ابوحنیفہ، شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ تراویح کی نماز بیس(۲۰) رکعتیں ہیں جمہور آئمۃ کا یہی مذہب ہے۔ بیہقی نے صحیح اسناد کے ساتھ سائب بن یزید صحابی سے روایت کی کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں صحابہ کرام بیس رکعتیں پڑھتے تھے اسی طرح عثمان غنی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی خلافت کے زمانہ میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے،، مُغنیؔ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعتیں پڑھائے امت کا اس پر اجماع ہے،، ہر ترویحہ کے بعد دو رکعتیں طواف کے بعد پڑھتے تھے اس لئے مدینہ منورہ والے ہر ترویحہ کے بعد چار رکعتیں پڑھتے تھے تاکہ نماز اہل مکہ کے مساوی ہو اسی لئے امام مالک رضی اللہ عنہ چھتیس رکعتیں پڑھتے تھے ان کے مذہب میں بھی تراویح کی نماز بیس رکعتیں ہی ہیں بہرحال تراویح کی آٹھ رکعتیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کے خلاف ہے۔

باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا لمبا قیام کرنا حتیٰ کہ آپ کے قدم شریف سُوج گئے''

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا حتی کہ'' تفطرؔ قدماہ '' یعنی آپ کے قدم شریف پھٹ گئے فطور کا معنیٰ پھٹنا ہے۔ اَنفطرتْ پھٹ گیا''.

۱۰۶۷ —— ترجمہ : مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کا قیام فرماتے تاکہ نماز پڑھیں حتی کہ آپ کے قدم یا پنڈلیاں سُوجھ جاتیں آپ سے یہ عرض کیا گیا تو فرمایا'' کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں ؟''

باب —— جو کوئی سحر کے وقت سوگیا''

۱۰۶۸ —— ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا

دِيْنَارٍ اَنَّ عَمْرَو بْنَ اَوْسٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ اَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوٗدَ وَاَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوٗدَ وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهٗ وَيَنَامُ سُدُسَهٗ وَيَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا

۱۰۶۹ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنِىْ اَبِىْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَشْعَثَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِىْ قَالَ سَمِعْتُ مَسْرُوْقًا قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ اَىُّ الْعَمَلِ كَانَ اَحَبَّ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتِ الدَّائِمُ قُلْتُ مَتٰى كَانَ يَقُوْمُ قَالَتْ يَقُوْمُ اِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ

۱۰۷۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنِ الْاَشْعَثِ قَالَ اِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ قَامَ فَصَلّٰى

"اللہ تعالیٰ کو محبوب نماز داؤد علیہ السلام کی نماز اور محبوب روزے داؤد علیہ السلام کے روزے تھے وہ آدھی رات سوتے اور تیسرا حصہ رات قیام فرماتے اور آخری چھٹا حصہ سوتے وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کیا کرتے تھے۔

۱۰۶۷، ۱۰۶۸ —— شرح : حدیث ۱۰۶۷ کے تحت ابن بطال رحمۃ اللہ نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت میں سختی سے پابندی کرنی چاہیئے اگرچہ وہ اس کے بدن کو تکلیف دے اور یہ بھی جائز ہے کہ رخصت پر عمل کرے اور آسانی اختیار کرے مگر سختی سے پابندی کرنا افضل ہے،،

۱۰۶۹ —— ترجمہ : مسروق رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کونسا عمل زیادہ محبوب تھا اُنھوں نے کہا ہمیشگی والا،، میں نے کہا آپ کب اُٹھتے تھے کہا آپ رات کو اس وقت اُٹھتے تھے جب مرغ کی آواز سُنتے،،

۱۰۷۰ —— ترجمہ : اشعث نے کہا جب مرغ کی آواز سُنتے تھے تو اُٹھ کر نماز پڑھتے تھے،،

۱۰۷۱ —— ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میرے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سحر نے نہ پایا مگر سونے والے،،

۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱ —— شرح : دوام سے مراد عرفی مواظبت ہے اور وہ ہمیشگی ہے ہر ساعت اور ہر لحظہ مراد نہیں کیونکہ یہ متعذر ہے اور تکلیف مالا یطاق ہے،، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر شب کو مرغ کی آواز کے وقت اُٹھنا دوام ہے جو حدیث کا مقصد ہے،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل پر ہمیشگی کرنی چاہیئے اگرچہ وہ تھوڑا ہو کیونکہ تھوڑا عمل جو ہمیشہ کیا جائے کثیر عمل سے بہتر ہے جس کو چھوڑ دیا جائے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عبادت میں میانہ روی کرنی چاہیئے اور اس کی گہرائی اور انتہاء کو پہنچنا ممنوع ہے،، رات کو نوافل پڑھنے کے بعد سحر تک سونا جائز ہے،، اس

۱۰۷۱ حدثنا موسی بن اسمٰعیل قال حدثنا ابراهیم بن سعد قال ذکر ابی عن ابی سلمۃ عن عائشۃ قالت ما الفاہ السحر عندی الا نائما تعنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب من تسحر فلم ینم حتی صلی الصبح ۱۰۷۲ حدثنا یعقوب بن ابراهیم قال حدثنا روح قال حدثنا سعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ عن انس بن مالک ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و زید بن ثابت تسحرا فلما فرغا من سحورهما قام نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الصلوٰۃ فصلیا فقلنا لانس بن مالک کم کان بین فراغهما من سحورهما ودخولهما فی الصلوٰۃ قال کقدر ما یقرأ الرجل خمسین آیۃ باب طول الصلوٰۃ فی قیام اللیل ۱۰۷۳ حدثنا سلیمان بن حرب قال حدثنا شعبۃ عن الاعمش عن ابی وائل عن عبد اللہ قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ فلم یزل قائما حتی هممت بامر سوء قلنا ما هممت قال هممت ان اقعد واذر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰۷۴ حدثنا حفص بن عمر قال حدثنا خالد بن عبد اللہ عن حصین عن ابی وائل عن حذیفۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قام للتهجد من اللیل یشوص فاہ بالسواک

حدیث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آخری تہائی رات میں نفل پڑھا کرتے تھے کیونکہ یہ نزولِ رحمت، سکون اور شور و غوغا سے خالی وقت ہے اور پھر سحر تک آرام فرماتے تھے۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی روائت ع ۱۰۷۱ کا یہ مطلب بھی لیا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی سنتیں پڑھ کر سو جاتے تھے" چنانچہ امام مسلم نے باب کا عنوان ہی یہ رکھا ہے" یعنی باب الاضطجاع بعد رکعتی الفجر، اور اس کے بعد مذکور حدیث نقل کی"

باب ــــ جس نے سحری کھائی اور صبح کی نماز پڑھنے تک نہ سویا "،

۱۰۷۲ــــ ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سحری کھائی اور جب اس سے فارغ ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے اُٹھے اور نماز پڑھی ہم نے انس سے کہا آپ کا سحری کھانا اور نماز میں شروع ہونے تک کتنا وقت ہوتا تھا اُنھوں نے کہا اندازہ اس کا کہ کوئی شخص پچاس آئتیں پڑھ لے"

باب ــــ رات کی نماز میں قیام لمبا کرنا "

۱۰۷۳ــــ ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، آپ بہت دیر کھڑے رہے حتیٰ کہ میں نے ایک بُرے کام کا ارادہ کر لیا ہم نے کہا آپ نے کیا ارادہ کیا تھا عبد اللہ بن مسعود نے کہا

بَابُ كَيْفَ صَلوٰةُ اللَّيْلِ وَكَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ ۱۰۷۵

حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں (بحالت نماز) بیٹھ جاؤں اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو یوں ہی چھوڑ دوں!

۱۰۷۱ —— **ترجمہ** : حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم رات کو جب تہجّد کے لئے اُٹھتے تو اپنے منہ مبارک کو سواک سے صاف کیا کرتے تھے،،

۱۰۷۲ —— **شرح** : اس حدیث کی تفصیل" باب وقت الفجر،، کی حدیث ۵۵۴ تحت مذکور ہے۔

۱۰۷۳ —— **شرح** : اگر یہ کہا جائے کہ نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے اگرچہ قیام پر قدرت ہو تو اس کو بُرا کام کیوں کہا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ظاہری صورت کے اعتبار سے مخالفت اور ترکِ ادب کے لحاظ سے اس کی "امرِ سوء،، سے تعبیر کی ہے،، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ طاقتور تھے اور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی اقتداء پُوری طرح کر سکتے تھے اگر آپ نے نماز کو لمبا نہ کیا ہوتا تو وہ نماز میں بیٹھنے کا ارادہ کیوں کرتے،، معلوم ہُوا کہ رات کی نماز کو لمبا کرنا مستحسن ہے،، علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ نفل نماز میں زیادہ رکوع وسجود افضل ہیں یا قیام لمبا کرنا افضل ہے جو علماء کثرتِ رکوع وسجود کے قائل ہیں ان کی دلیل مسلم شریف میں مذکور ثوبان کی روائت ہے،، "افضل نماز طولِ قنوت ہے،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بزرگوں کا ادب ملحوظ خاطر رہنا چاہیے اور امام کی مخالفت بُرا کام ہے،،

۱۰۷۴ —— **شرح** : سوال یہ ہوتا ہے کہ اس حدیث کی باب کے عنوان سے کیا مناسبت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ باب کا عنوان ہے،، طول القیام فی صلوٰۃ اللیل،، اور حضرت حذیفہ کی حدیث میں قیام تہجّد کے لئے ہے اور رات کو تہجّد میں غالباً قیام لمبا ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

باب —— رات کی نماز کیسی ہے اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم رات کو نماز کیسے پڑھتے تھے!

۱۰۷۵ —— **ترجمہ** : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایک شخص نے کہا یا رسُول اللہ! رات کی نماز کس طرح پڑھوں آپ

۱۰۷۶ حدثنا مسدد قال حدثنا يحيى عن شعبة قال حدثني ابو جمرة عن ابن عباس قال كان صلوة النبي صلى الله عليه وسلم ثلاث عشرة ركعة يعني بالليل

۱۰۷۷ حدثنا اسحاق قال اخبرنا عبيد الله قال اخبرني اسرائيل عن ابي حصين عن يحيى بن وثاب عن مسروق قال سألت عائشة عن صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم بالليل فقالت سبع وتسع واحدى عشرة سوى ركعتي الفجر

۱۰۷۸ حدثنا عبيد الله بن موسى قال اخبرنا حنظلة عن القاسم بن محمد عن عائشة قالت كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي من الليل ثلاث عشرة ركعة منها الوتر وركعتا الفجر

کیف صلوۃ اللیل قال مثنیٰ مثنیٰ فاذا خفت الصبح فاوتر بواحدۃ

نے فرمایا رات کی نماز دو، دو رکعتیں ہیں تو جب صبح ہونے کا خوف کرے تو ایک رکعت کے ساتھ اس کو وتر بنالے“

۱۰۷۶ — **ترجمہ** : حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز تیرہ رکعتیں تھیں،،

۱۰۷۷ — **ترجمہ** : حضرت مسروق نے کہا کہ میں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز سے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا (آپ کی رات کی نماز) سات اور نو اور گیارہ رکعتیں تھیں۔ فجر کی دو سنتیں اس کے سوا تھیں،،

۱۰۷۸ — **ترجمہ** : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے ان میں سے تین وتر اور فجر کی دو سنتیں ہیں،،

۱۰۷۵ — **شرح** : اس حدیث کی تفصیل حدیث ع کے تحت مذکور رہے۔

۱۰۷۶ — **شرح** : اس حدیث کی تفصیل ع کے تحت مذکور رہے۔

۱۰۷۷ — **شرح** : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سات اور نو اور گیارہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے،، یعنی مختلف اوقات میں کبھی سات کبھی نو اور کبھی گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے،، ان میں سے تین وتر ہوتے تھے اور باقی آٹھ رکعتیں تہجد کی نماز تھی اسی طرح سات رکعتوں میں چار نفل اور تین وتر اور نو رکعتوں میں چھ نفل اور تین وتر ہوتے تھے اور ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی روایت میں وتروں کی پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ، دوسری رکعت میں قل یا ایھا الکافرون اور تیسری رکعت میں ”قل ھو اللہ،، پڑھتے تھے،،

۱۰۷۸ — **شرح** : اس حدیث کا مفہوم پہلی حدیث کے مدلول کی تائید کرتا ہے یعنی آپ رات کو تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے جن میں تین وتر، دو فجر کی سنتیں اور باقی آٹھ رکعتیں تہجد کی نماز تھی،،

بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ وَنَوْمِهِ وَمَا نُسِخَ مِنْ قِيَامِ اللَّيْلِ وَقَوْلِهِ يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا نِّصْفَهٗ اِلٰى قَوْلِهٖ سَبْحًا طَوِيْلًا وَقَوْلِهٖ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِلٰى قَوْلِهٖ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَشَأَ قَامَ بِالْحَبَشِيَّةِ وِطَاءً مُوَاطَاةً لِلْقُرْاٰنِ اَشَدُّ مُوَافَقَةً لِسَمْعِهٖ وَبَصَرِهٖ وَقَلْبِهٖ لِيُوَاطِئُوْا لِيُوَافِقُوْا

باب

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رات کا قیام (تہجد) اور آپ کا سونا اور جو قیام سے منسوخ ہو چکا ہے ،، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد " اے جھرمٹ مارنے والے رات میں قیام فرما سوا کچھ رات کے آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دو یا اس پر کچھ بڑھاؤ ،، اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو ، بے شک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے بے شک رات کا اُٹھنا وہ زیادہ دباؤ ڈالتا ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے بے شک دن میں تو تم کو بہت سے کام ہیں ،، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد " اور معلوم ہے کہ اے مسلمانو! تم سے رات کا شمار نہ ہو سکے گا تو اُس نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی ،، اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو اسے معلوم ہے کہ عنقریب کچھ تم میں سے بیمار ہوں گے اور کچھ زمین میں سفر کریں گے اور اللہ کا فضل تلاش کرنے اور کچھ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوں گے ،، تو جتنا قرآن میسر ہو پڑھو " اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دو ،، اور اپنے لئے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤ گے اور اللہ سے بخشش مانگو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ،، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا حبشی زبان میں " نشاء " کا معنیٰ ،، اُٹھنا ہے اور کہا ،، وِطَاءً ،، کا معنیٰ قرآن یاد کرنا ہے اور یہ کان اور آنکھ اور دل کے بہت موافق ہے لِیُوَاطِؤُا کا معنیٰ لیوافقوا ہے

شرح

قرآن کریم میں اگرچہ بعض الفاظ عربی نہیں مگر اس سے قرآن کریم عربی سے نہیں نکلتا کیونکہ یہ الفاظ بہت تھوڑے اور مُعرّب ہونے سے وہ لُغتِ عرب میں داخل ہیں مطول کے مقدمہ میں اس کی پُوری تفصیل مذکور ہے ،،

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا " نَاشِئَة " ،، نیند کے بعد اُٹھنا ہے ،، یا نَاشِئَةُ ،، اسم فاعل ہے ای النفس الناشئة باللیل ،، رات میں بیدار ہونے والا النفس ،، یعنی وہ نفس جو رات کو اپنے بستر سے اُٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگ جائے ،،

نسائی نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ اس سورت کی ابتداء میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تہجد سال بھر فرض کی گئی حتیٰ کہ ان کے قدم سُوج گئے اور اللہ تعالیٰ نے اس سورت کا آخری حصہ بارہ ماہ تک روکے رکھا پھر اس کے آخر میں تخفیف نازل فرمائی اور قیامِ لیل منسوخ ہو گیا جبکہ یہ پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے فرض تھا جب نمازیں فرض ہوئیں تو قیامِ لیل منسوخ ہو گیا جیسے زکوٰۃ سے دیگر صدقات کی فرضیت اور صوم رمضان سے دیگر صیام کی فرضیت منسوخ ہوئی ،، اسی طرح " عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ ،، نے قیامِ لیل کو منسوخ کر دیا اور حسن بصری اور ابن سیرین کا یہ کہنا کہ ہر مسلمان پر تہجد فرض ہے اگرچہ بکری دوہنے کی مقدار پڑھے شاذ ہے متروک ہے کیونکہ ائمہ کرام کا اس کے نسخ پر اجماع ہے ۔ واللہ اعلم!

۱۰۷۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لَا يَصُومَ مِنْهُ وَيَصُومُ حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لَا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا وَكَانَ لَا تَشَاءُ أَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلَّا رَأَيْتَهُ وَلَا نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتَهُ تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ وَأَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ حُمَيْدٍ

بَابُ عَقْدِ الشَّيْطَانِ عَلَى قَافِيَةِ الرَّأْسِ إِذَا لَمْ يُصَلِّ بِاللَّيْلِ

۱۰۸۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ ۱۰۷۹ : حُمَید سے روایت ہے اُنھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کسی مہینہ میں روزے نہ رکھتے حتیٰ کہ ہم یہ گمان کرتے کہ آپ اس ماہ میں روزے نہیں رکھیں گے اور روزے رکھتے حتیٰ کہ ہم گمان کرتے کہ آپ ایک روزہ بھی نہ چھوڑیں گے تو یہ نہ چاہے گا کہ آپ کو رات میں نماز پڑھتے دیکھے مگر آپ کو (نماز پڑھتے) دیکھے گا اور نہ ہی تو یہ چاہے گا کہ آپ کو سوئے ہوئے دیکھے مگر آپ کو سوئے ہوئے دیکھے گا سلیمان بن بلال اور ابو خالد احمر سلیمان بن حیان نے محمد بن جعفر کی حُمید سے روائت کرنے میں متابعت کی۔

شرح ۱۰۷۹ : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کا رات میں نماز پڑھنا اور سونا رات کے مختلف اوقات میں تھا اور اس کے لئے کوئی وقت معیّن نہ تھا بلکہ جس وقت بھی قیام کی آسانی ہوتی آپ نماز پڑھتے تھے اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کہ آپ جب مرغ کی آواز سُنتے تو اُٹھ کر نماز پڑھتے تھے اس کے معارض نہیں کیونکہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے جس وقت آپ کو نماز پڑھتے دیکھا اس وقت کی خبر دی ہے کیونکہ آپ رات کی نماز عموماً گھر میں پڑھتے تھے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کے ماسوا پر محمول ہے۔

باب — جب کوئی رات کو نماز نہ پڑھے تو شیطان کا اس کے سر کی گدی پر گرہ لگا دینا“

ترجمہ ۱۰۸۰ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تم میں سے جب کوئی سوئے تو شیطان اس کی سر کی گدّی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے ہر گرہ پر ہاتھ مار کر کہتا ہے رات لمبی ہے سو جا اب اگر وہ بیدار ہو اور اللہ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور اگر وضو کرے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور اگر نماز پڑھے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور وہ صبح خوش پاکیزہ نفس ہوتا ہے ورنہ صبح خبیث نفس سُست ہوتا ہے“

قَالَ يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ عِنْدَ كُلِّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ فَإِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ صَلّٰى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَأَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ

۱۰۸۱ **حَدَّثَنَا** مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرُّؤْيَا قَالَ أَمَّا الَّذِيْ يُثْلَغُ رَأْسُهُ بِالْحَجَرِ فَإِنَّهُ يَأْخُذُ الْقُرْاٰنَ فَيَرْفُضُهُ وَيَنَامُ عَنِ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ **بَابٌ** إِذَا نَامَ وَلَمْ يُصَلِّ بَالَ الشَّيْطَانُ فِيْ أُذُنِهٖ

۱۰۸۲ **حَدَّثَنَا** مُسَدَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

۱۰۸۰ —— **شرح** : امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس گرہ میں کئی قول ہیں ایک یہ کہ یہ حقیقی گرہ ہے اور وہ انسان کو مسحور کرنے والی گرہ ہے کہ وہ رات کی نماز نہ پڑھ سکے۔ دوسرا قول یہ کہ گرہوں میں پھونکنے والا فعل کرتا ہے تیسرا یہ کہ دل پر گرہ لگا کر اس کو غافل کر دیتا ہے گویا کہ اسے وسوسہ دیتا ہے کہ ابھی رات بہت باقی ہے سویا رہو اور وہ رات کی نماز سے محروم رہ جاتا ہے،، بعض علماء کہتے ہیں کہ اس سے مراد شیطان کا قیامِ لیل سے روکنا ہے،، اور یہ معنی مجازی ہے۔ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عقدہ کی تفسیر " عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ "، سے فرمائی ہے گویا جب سونے والا اُٹھنے کا ارادہ کرے تو شیطان کہتا ہے ابھی رات کافی لمبی ہے سویا رہ،، اور سر کی گدی کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ یہ شیطان کے تصرف کا محل ہے،، اور شیطان کے تصرّف کو یہ جگہ جلد قبول کرتی ہے۔ مازنی رحمہ اللہ نے کہا باب کا عنوان یہ ہے کہ شیطان اس شخص کی گُدّی پہ گرہ لگاتا ہے جس نے نماز نہ پڑھی ہو اور حدیث کا مدلول عام ہے وہ ہر مکلّف کی گدی پہ گرہ کو شامل ہے اور وہ صرف اِن تین امور ذکر اور وضو اور نماز پڑھنے سے کھلتی ہے اس لئے یہ ضروری بات ہے کہ عنوان کی تاویل کی جائے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ گرہ کا دوام و استمرار اس کے لئے ہے جو نماز نہ پڑھے اور جو نماز پڑھے اور اس کی گرہ کھل جائے تو گویا اس کی گُدّی پر گرہ لگی ہی نہیں جبکہ اس کا اثر جاتا رہا ہے،،

۱۰۸۱ —— **ترجمہ** : سُمرہ بن جُندُب رضی اللہ عنہ نے خواب کے بارے میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی کہ آپ نے فرمایا وہ شخص جس کا سر پتھر سے توڑا جا رہا تھا وہ یہ ہے جو قرآن پڑھتا تھا اور اس کو یاد نہ رکھتا تھا اور فرضِ نماز کے وقت سویا رہتا تھا،،

باب —— جب سو جائے اور نماز نہ پڑھے تو شیطان اس کے کانوں میں پیشاب کر دیتا ہے،،

۱۰۸۲ —— **ترجمہ** : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کا ذکر کیا گیا تو حاضرین

عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقِيۡلَ مَا زَالَ نَائِمًا حَتّٰى اَصۡبَحَ مَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَقَالَ بَالَ الشَّيۡطٰنُ فِىۡ اُذُنِهٖ بَابُ الدُّعَاءِ وَالصَّلٰوةِ مِنۡ اٰخِرِ اللَّيۡلِ وَقَالَ كَانُوۡا قَلِيۡلًا مِّنَ اللَّيۡلِ مَا يَهۡجَعُوۡنَ يَنَامُوۡنَ حَدَّثَنَا عَبۡدُ اللّٰهِ بۡنُ مَسۡلَمَةَ عَنۡ مَالِكٍ عَنِ ابۡنِ شِهَابٍ ۱۰۸۳

میں سے کسی نے کہا وہ رات بھر سویا رہتا ہے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی ہے اور وہ نماز کے لئے نہیں اُٹھتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان اس کے کانوں میں پیشاب کر جاتا ہے ''۔

۱۰۸۱ — شرح : اندر سے خالی شئے کے توڑنے کو شدخ اور ثلغ کہا جاتا ہے ''۔ یہ حدیث ایک لمبی حدیث کا کچھ حصّہ ہے جس میں متعدد امور مذکور ہیں ان میں سے یہ ایک ہے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص عشاء یا صبح کی نماز کے وقت سویا رہے حتیٰ کہ اس کا وقت گزر جائے تو شیطان اس کے کانوں میں پیشاب کر جاتا ہے '' اور مذکور شخص کا سر پتھر سے اس لئے توڑا جاتا ہے کہ وہ قرآن کریم یاد کر کے چھوڑ دیتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا اور جو شخص اس کا حفظ چھوڑ دے مگر اس کے معانی پر عمل کرتا رہے وہ قرآن کو چھوڑنے والا نہیں اور جو دونوں کو چھوڑ دے وہ شیطان کی گرہ کے سبب ہے اس لئے معصیت کے محل کو عقوبت دی جاتی ہے اور اس کا سر توڑا جاتا ہے ''۔

۱۰۸۲ — شرح : علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا نیند کا غلبہ اور اس کا نماز سے غافل کر دینے کو اس شخص کے حال سے تشبیہ دی ہے جس کے کانوں میں پیشاب کیا جائے اور اس کے ثقل سے اس کی سماعت باقی نہ رہے '' اور اگر حقیقۃً شیطان کا بول مراد ہو تو حرج نہیں بعض علماء کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ وہ بے نماز کی توہین کرتا ہے کیونکہ ایسے شخص کا یہی حال ہوتا ہے '' امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا شیطان اس پر غلبہ کر لیتا ہے اور وہ اس کے تابع ہو جاتا ہے'' ہو سکتا ہے کہ مراد یہ ہو کہ شیطان اس کے کانوں کو باطل اشیاء سے بھر دیتا ہے اور حق بات کے سننے سے روک دیتا ہے اور کان کو اس لئے خاص کیا کہ یہ سُننے کی جگہ ہے جب یہ مشغول ہوں گے تو جلدی بیدار نہ ہو سکے گا اور پیشاب کو اس لئے خاص کیا کہ یہ سوراخوں میں جلدی داخل ہو جاتا ہے اور جلدی عروق میں داخل ہو کر سستی پیدا کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم!

باب — '' آخر رات میں دُعا کرنا اور نماز پڑھنا ''
'' وہ رات میں تھوڑا سوتے ہیں اور صبح کو استغفار کرتے ہیں ''

۱۰۸۳ — ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا '' ہمارا رب تبارک و تعالیٰ ہر رات میں پہلے آسمان کی طرف نزول فرماتا ہے جبکہ رات کی آخری تہائی باقی رہ جاتی ہے

عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ وَاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ الْاَغَرِّ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
قَالَ یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَکَ وَتَعَالٰی کُلَّ لَیْلَةٍ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا حِیْنَ یَبْقٰی ثُلُثُ اللَّیْلِ
الْاٰخِرُ یَقُوْلُ مَنْ یَّدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِیْبَ لَہٗ
مَنْ یَّسْاَلُنِیْ فَاُعْطِیَہٗ مَنْ یَّسْتَغْفِرُنِیْ
فَاَغْفِرَ لَہٗ

فرماتا ہے کون ہے جو مجھے پکارے میں اس کی پکار قبول کروں کون ہے جو مجھ سے مانگے میں اس کو عطاء کروں کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے میں اس کو بخشوں ،،

١٠٨٣ — **شرح :** اگر کوئی سوال کرے کہ نزول کا معنیٰ کسی جسم کا اُوپر سے نیچے کی طرف انتقال کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے تو اس پر نزول کا اطلاق کیسے ہو سکتا ہے ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جملہ متشابہات سے ہے ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی تاویل اللہ تعالیٰ کے حوالہ کرتے ہیں جبکہ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ صفاتِ نقص سے پاک ہے یا اس کی تاویل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نزول ہوتا ہے جس کی کیفیت سے ہم ناآشنا ہیں ،، اور اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ نزول کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا امر یا اس کے فرشتے نازل ہوتے ہیں یا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے آسمان پر تجلّی فرماتا ہے یا یہ استعارہ ہے جبکہ اس کا معنیٰ دعاء کرنے والوں کے ساتھ مہربانی اور ان کی دُعاء کو قبول کرنا ہے ،، علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ حدیث احادیثِ صفات سے ہے اس میں سلف کا مذہب یہ ہے کہ ان پر ایمان لایا جائے اور ان کو اپنے ظاہر پر رکھا جائے اور اس کی کیفیت کی نفی کی جائے ،، لیس کمثلہ شئ وھو السمیع البصیر ،،

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے کہا جبکہ ان سے کسی نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ پہلے آسمان پر کیسے نازل ہوتا ہے ،، اور فارسی زبان میں جواب دیا " تو کد خدای کارِ خویش کُن ینزل کما یشاء ،، علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا جب حسی دلائل سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ جسمیت اور تحیّز سے پاک ہے تو ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف اس کا انتقال کرنا محال ہے ۔ لہٰذا نزول سے مراد یہ ہے کہ اس کی رحمت قریب آتی ہے ،، رات کے آخری تہائی حصہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتیں نازل ہوتی ہیں کیونکہ یہ اہلِ اخلاص کی عبادت کا زمانہ ہے ،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر رات میں دُعاء اور استغفار کرنا افضل ہے ،، دعاء اور سوال ایک ہی چیز ہیں صرف الفاظ مختلف ہیں اور ان میں فرق یہ بھی کیا جاتا ہے کہ دعا میں طلب نہیں جیسے یا اللہ یا رحمٰن اور سوال میں طلب ہوتی ہے ۔

بَابُ مَنْ نَامَ أَوَّلَ اللَّيْلِ وَاَحْيٰی اٰخِرَهُ وَقَالَ سَلْمَانُ لِاَبِي الدَّرْدَآءِ نَمْ فَلَمَّا كَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ قَالَ قُمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ سَلْمَانُ

۱۰۸۴ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ كَيْفَ كَانَ صَلَاةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ قَالَتْ كَانَ يَنَامُ أَوَّلَهُ وَيَقُوْمُ اٰخِرَهُ فَيُصَلِّيْ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلٰى فِرَاشِهِ فَإِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَثَبَ فَإِنْ كَانَتْ بِهِ حَاجَةٌ اغْتَسَلَ وَإِلَّا تَوَضَّأَ وَخَرَجَ

باب — جو کوئی اوّل رات میں سوئے اور آخر رات میں عبادت کرے "

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ابو درداء سے کہا سو جاؤ جب آخر رات ہوئی تو کہا اُٹھو نماز پڑھو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا سلمان نے سچ کہا ہے "

۱۰۸۴ — ترجمہ : اسود رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رات کی نماز کیسی تھی ؟ مائی صاحبہ نے کہا آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم اوّل رات میں سوجاتے اور آخر رات میں اُٹھتے اور نماز پڑھتے پھر اپنے بستر پر تشریف لاتے اور جب مؤذن اذان دیتا تو جلدی سے اُٹھتے اگر آپ کو بیوی سے حاجت ہوتی تو (قضاءِ حاجت کے بعد) غسل فرماتے ورنہ وضوء کر کے مسجد میں تشریف لے جاتے "

۱۰۸۴ — شرح : اس حدیث میں سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی منقبت ہے کہ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کی تصدیق فرمائی اور تصدیق مطلق فرمائی کسی شئ سے معلّق نہ فرمائی " اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سرورِ کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام عموماً رات کی عبادت کے بعد بیویوں سے قضاءِ حاجت فرمایا کرتے تھے اور آپ کی شان مقدس کے لائق بھی یہی ہے جبکہ عبادت اس سے مقدم ہے "

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی عبادت میں اہتمام ہونا چاہیے اور دیگر مشواغل سے علیحدہ ہو کر متوجہ ہو کر عبادت کرنی چاہیے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ صائم قائم تھے رات بھر نماز پڑھتے رہتے تھے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جو ان کے اسلامی بھائی تھے ان کی زیارت کو ان کے گھر گئے اور وہ اوّل رات نفل پڑھنے لگے تو سلمان رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا سو جاؤ جب آخر رات ہوئی تو کہا اب اٹھو اور نماز پڑھو !

بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ

١٠٨٥ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ "أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي

باب — رمضان اور غیر رمضان میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رات کو قیام کرنا —"

ترجمہ ١٠٨٥ — : ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ اُنھوں نے خبر دی کہ اُنھوں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان میں نماز کیسی تھی،، ام المؤمنین نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھتے تھے،، آپ چار رکعتیں پڑھتے تو اُن کے حسن اور طول سے نہ پوچھ پھر چار رکعتیں پڑھتے پس تو ان کے حسن اور طول سے نہ پوچھ پھر تین رکعتیں پڑھتے۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سوجاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا! اے عائشہ میری آنکھیں سوجاتی ہیں اور میرا دل بیدار رہتا ہے،،

شرح ١٠٨٥ — : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سوجاتے ہیں؟ اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ وتر سونے کے بعد آٹھ رکعتوں کے ساتھ پڑھتے تھے لہذا بخاری کی یہ روائت تہجد کی نماز پر محمول ہے کیونکہ تہجد ہی سونے کے بعد پڑھی جاتی ہے اور یہ نماز رمضان اور غیر رمضان میں یکساں تھی۔ یہ آٹھ رکعتیں تراویح کی نماز نہیں ہوسکتیں کیونکہ تراویح کی نماز سونے سے پہلے ہوتی ہے لہذا اس حدیث سے آٹھ تراویح کا ثبوت مہیا کرنا سعی لاحاصل ہے،،

یہ حدیث امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے لئے دلیل ہے کہ رات میں نفل چار چار رکعتیں پڑھنے افضل ہیں نیز اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر کی نماز تین رکعتیں ہیں اور جس روائت میں ایک رکعت مذکور ہے وہ اس وقت پر محمول ہے جبکہ وتر کی نماز مستحکم و مستقر نہ ہوئی تھی ایک، تین، پانچ اور سات وتر بھی پڑھے جاتے تھے آخر میں وتر کا استقرار تین رکعتوں پر ہوا عنقریب اس کی تفصیل مذکور ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ،،

۱۰۸۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَارَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ جَالِسًا حَتّٰى إِذَا كَبِرَ قَرَأَ جَالِسًا فَإِذَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنَ السُّوْرَةِ ثَلٰثُوْنَ أَوْ أَرْبَعُوْنَ اٰيَةً قَامَ فَقَرَأَهُنَّ ثُمَّ رَكَعَ

بَابُ فَضْلِ الطُّهُوْرِ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَفَضْلِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْوُضُوْءِ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

۱۰۸۷ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ أَبِيْ حَيَّانَ عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍ عِنْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَا بِلَالُ حَدِّثْنِيْ بِأَرْجٰى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِي الْإِسْلَامِ فَإِنِّيْ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ قَالَ مَا عَمِلْتُ عَمَلًا أَرْجٰى عِنْدِيْ أَنِّيْ لَمْ أَتَطَهَّرْ طُهُوْرًا فِيْ سَاعَةِ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ إِلَّا صَلَّيْتُ بِذٰلِكَ الطُّهُوْرِ مَا كُتِبَ لِيْ أَنْ أُصَلِّيَ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ دَفَّ نَعْلَيْكَ يَعْنِيْ تَحْرِيْكَ

ترجمہ ۱۰۸۶ —— ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ رات کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوں حتیٰ کہ جب آپ کی عمر شریف زیادہ ہوگئی تو بیٹھ کر قرأت فرماتے اور جب سورت کی تیس یا چالیس آیتیں باقی رہ جاتیں تو کھڑے ہوجاتے اور ان کو پڑھ کر رکوع فرماتے"۔

باب —— رات اور دن میں باوضو رہنے کی فضیلت اور رات اور دن میں وضوء کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت"

ترجمہ ۱۰۸۷ —— ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کے وقت حضرت بلال سے فرمایا اے بلال مجھے پُر از امید عمل جو تم نے اسلام میں کیا ہے کی خبر دو"، کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے آگے تیری جوتیوں کی کھڑکھڑاہٹ سُنی ہے"، بلال رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے کوئی عمل جو میرے نزدیک پُر از امید ہو نہیں کیا، البتہ میں رات یا دن کے وقت وضوء نہیں کرتا مگر اس وضوء سے جو میرے لئے نماز پڑھنی مقدر ہو پڑھتا ہوں"، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا دَفَّ نَعْلَيْكَ"، کا معنی تیری جوتیوں کی کھڑکھڑاہٹ ہے"۔

شرح ۱۰۸۶ —— سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف وتخصیص کے لئے آپ کا قعود قیام جیسا ہے اگرچہ قیام پر قدرت ہو"، اس لئے آپ اگر بیٹھ کر نفل پڑھیں تو آپ کو پورا ثواب حاصل ہے بخلاف آپ کی امت کے ان کو نصف ثواب حاصل ہوتا ہے جبکہ وہ بیٹھ کر نفل پڑھیں بہرکیف نفل بیٹھ کر پڑھنے جائز ہیں۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّشْدِيدِ فِي الْعِبَادَةِ

۱۰۸۸ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا حَبْلٌ مَمْدُودٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ فَقَالَ مَا هٰذَا الْحَبْلُ قَالُوا هٰذَا حَبْلٌ لِزَيْنَبَ فَإِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حُلُّوهُ لِيُصَلِّ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ وَقَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ عِنْدِي امْرَأَةٌ مِنْ بَنِي أَسَدٍ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ هٰذِهِ قُلْتُ فُلَانَةُ لَا تَنَامُ بِاللَّيْلِ فَذُكِرَ مِنْ صَلَاتِهَا فَقَالَ مَهْ عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيقُونَ مِنَ الْأَعْمَالِ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوا

۱۰۸۷ — شرح : علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا تحقیق یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں جنت میں داخل ہوئے تھے اور یہ کہنا کہ موت سے پہلے جنت میں کوئی داخل نہیں ہو سکتا عام نہیں ہے اگر اس کو عموم پر بھی محمول کر لیا جائے تو مراد یہ ہے کہ عالم کون و فساد میں کوئی بھی موت سے پہلے جنت میں داخل نہیں ہو سکتا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ساتوں آسمان عبور کر کے سدرۃ المنتہیٰ پہنچے تو آپ اس جہان سے باہر چلے گئے تھے لہٰذا آپ کا جنت میں داخل ہونا ممتنع نہیں ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ مجھ سے پہلے کوئی بھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتا لہٰذا حضرت بلال آپ سے پہلے جنت میں کیسے داخل ہو گئے،،

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت بلال کا جنت میں داخل ہونا بطور تمثیل ہے کیونکہ بیداری میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کے آگے آگے چلا کرتے تھے اس لئے نیند کی حالت میں وہ آپ کے سامنے اسی طرح متمثل ہوئے اس کو یہ لازم نہیں کہ حضرت بلال حقیقۃً سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جنت میں داخل ہوئے تھے،، اگر یہ کہا جائے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہر حدث کے وقت طہارت کرنے اور اس کے بعد نفل پڑھنے کے سبب جنت میں داخل ہوئے جیسا کہ بریدہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس اسی وجہ سے تم نے یہ انعام حاصل کیا ہے حالانکہ آپ نے فرمایا ہے تم میں سے کوئی بھی عمل کے سبب جنت میں داخل نہ ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ جنت میں لوگوں کا داخل ہونا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہے مگر جنت میں داخل ہونے کے بعد درجات میں ارتفاع پھر ان میں تفاوت اعمال کے باعث ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

باب — عبادت میں نفس پر سختی کرنا مکروہ ہے

۱۰۸۸ — ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے (آپ کیا دیکھتے ہیں) کہ دو ستونوں کے درمیان ایک رسی لٹکی ہوئی ہے،، فرمایا یہ رسی کیسی ہے لوگوں نے کہا یہ ام المؤمنین زینب رضی اللہ

۱۰۸۹ بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ تَرْكِ قِيَامِ اللَّيْلِ لِمَنْ كَانَ يَقُومُهُ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْحُسَيْنِ قَالَ حَدَّثَنَا مُبَشِّرُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللهِ لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُومُ مِنَ اللَّيْلِ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ وَقَالَ هِشَامٌ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الْعِشْرِينَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بِهٰذَا مِثْلَهُ وَتَابَعَهُ عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ

عنہا کی رسّی ہے جب وہ رات کی نماز پڑھتی پڑھتی تھک جاتی ہیں تو اس کو تھام لیتی ہیں،، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا مت کریں رسّی کو کھول دو تم میں سے کوئی بھی اپنی طبیعت کی خوشی تک نماز پڑھے جب سست ہو جائے تو بیٹھ جائے کہا عبد اللہ بن مسلمہ نے اپنے اسناد سے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روائت کی انھوں نے کہا میرے پاس قبیلہ بنی اسد کی ایک عورت تھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا یہ عورت کون ہے میں نے عرض کیا یہ فلانیہ عورت ہے رات بھر سوتی نہیں اور اس کی نماز کا ذکر کیا جاتا ہے،، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" (ایسا کرنے سے) رُک جاؤ اپنے پر وہ عمل لازم کرو جن کی تمہیں طاقت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارا ثواب ترک نہیں کرتا حتیٰ کہ تم خود ہی تنگ ہو کر عمل کرنا چھوڑ دیتے ہو،،

۱۰۸۸ — شرح : اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عبادت میں میانہ روی اختیار کرنی چاہیے اور اس کی گہرائی میں جانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے،، اور جب تک طبیعت ساتھ دے اور خوش ہو عبادت کرے ورنہ آرام کرے،، اور عورت مسجد میں نفل پڑھ سکتی ہے،، کیونکہ ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا مسجد میں رات کی نماز پڑھتی تھیں اور اس پر کسی نے اعتراض نہ کیا اور مسجد میں رسّی باندھنا کہ جب تھک جائے تو اس کو پکڑ کر نماز پڑھتا رہے مکروہ ہے اور ساری رات نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے البتہ امام مالک رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ اگر فجر کی نماز قضاء ہونے کا ڈر نہ ہو تو ساری رات نماز پڑھنا مکروہ نہیں،،

باب — قیامِ لیل اس شخص کے لئے ترک کرنا مکروہ ہے جو رات کو نماز پڑھتا ہو،،

۱۰۸۹ — ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عبد اللہ فلاں شخص جیسے نہ ہو جانا جو رات بھر نماز پڑھتا رہتا تھا پھر اس نے قیام لیل کو ترک کر دیا،، ہشام نے کہا مجھے ابن عشرین نے اپنے اسناد سے اس طرح خبر دی اور عمرو بن ابی سلمہ نے اوزاعی سے روائت کرنے میں ابن ابی عشرین کی متابعت کی،

باب حدثنا علي بن عبد الله قال حدثنا سفيان عن عمرو عن ابي العباس قال سمعت عبد الله بن عمرو قال قال لي النبي صلى الله عليه وسلم

۱۰۹۰ الم اخبر انك تقوم الليل وتصوم النهار قلت اني افعل ذلك قال فانك اذا فعلت ذلك هجمت عينك و نفهت نفسك وان لنفسك حقا ولاهلك حقا فصم وافطر وقم ونم **باب** فضل من تعار من الليل فصلى **حدثنا**

۱۰۹۱ صدقة قال اخبرنا الوليد هو ابن مسلم قال حدثنا الاوزاعي قال حدثني عمير بن هاني قال حدثني جنادة بن ابي امية قال حدثني عبادة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من تعار من الليل فقال لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير الحمد لله وسبحان الله والله اكبر ولا حول ولا قوة الا بالله ثم قال اللهم اغفر لي او دعا استجيب له فان توضا قبلت صلاته

۱۰۹۰ — ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی کہ تم رات بھر نماز پڑھتے ہو اور دن کو روزہ رکھتے ہو؟ میں نے کہا میں یہ کرتا ہوں فرمایا اگر تو ایسا کرتا رہا تو بینائی کمزور ہو جائے گی اور نفس تھک جائے گا تیرے نفس کا تیرے اوپر حق ہے اور تیرے اوپر تیری بیوی کا بھی حق ہے روزے رکھو اور افطار بھی کرو رات کو نماز پڑھو اور سو بھی لو۔

۱۰۸۹ ، ۱۰۹۰ — شرح : اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تہجد واجب نہیں البتہ جس شخص کی عادت ہو کہ وہ رات کے کچھ حصہ میں نماز پڑھتا ہے وہ اسے ترک نہ کرے،، اور نیک عمل پر دوام و استمرار کرنا چاہیے مگر اس میں افراط و تفریط نہ کرے،، اور عبادت کو ترک نہیں کرنا چاہیے،،

اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ سربراہ مملکت اور امام کی رعیت کے تمام امور پر نگاہ داشت ہو،، اور اصلاح کن امور میں ان کی رہنمائی کرتا رہے اور واجبات کو مستحبات سے پہلے ادا کرنا چاہیے،، اور ایسی عبادت کی پابندی کرے جس کو وہ آسانی سے کر سکتا ہو اور تنگ ہونے کی وجہ سے اس کے ترک کی نوبت نہ آجائے اور صاحب حق کے حق کا لحاظ کرنا چاہیے۔ واللہ و رسولہ اعلم!

باب — اس شخص کی فضیلت جو رات کو جاگے اور نماز پڑھے،،

۱۰۹۱ — ترجمہ : حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا جو کوئی رات کو

بَابُ الضَّجْعَةِ عَلَى الشِّقِّ الْأَيْمَنِ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

۱۰۹۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ أَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُو الْأَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ

اور دو رکعتیں (صبح کی سنتیں) اذان واقامت کے درمیان پڑھیں آپ ان کو کبھی نہ چھوڑتے تھے۔

شرح ۱۰۹۴ — سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی سنتیں ہمیشہ پڑھتے تھے یہی باب کا عنوان ہے،، اس حدیث سے فجر کی سنتوں کی فضیلت واضح ہوتی ہے،، مسلم نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کی دو سنتیں دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سے بہتر ہیں صبح صادق کے طلوع کے بعد فجر کی سنتوں کے سوا کوئی نفل جائز نہیں امام ترمذی نے ابن عمر سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلوع فجر کے بعد صبح کی دو سنتوں کے سوا کوئی نفل نماز جائز نہیں اگر صبح کی سنتیں نہ پڑھی ہوں اور جماعت کھڑی ہو جائے تو امام کا سلام پھیرنے سے پہلے پہلے مسجد سے باہر سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہو جائے اور ان کو ترک نہ کرے اور اگر جماعت کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہو تو نہ پڑھے اور طلوع شمس کے بیس منٹ بعد پڑھ لے جبکہ سورج روشن ہو جائے،، چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی فجر کی سنتیں رہ جائیں وہ طلوع شمس کے بعد پڑھے (ترمذی) معلوم ہوا کہ صبح کے فرضوں کے بعد متصل فجر کی سنتیں پڑھنی مکروہ ہیں۔ امام ترمذی نے جو قیس سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور جماعت کھڑی ہو گئی تو میں نے فرض آپ کے ساتھ پڑھے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو مجھے نماز پڑھتا پایا اور فرمایا اے قیس ٹھہر و کیا دو نمازیں ایک ساتھ پڑھتے ہو میں نے کہا یا رسول اللہ! میں نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں آپ نے فرمایا اس وقت کوئی حرج نہیں،، اس کا اسناد متصل نہیں کیونکہ محمد بن ابراہیم نے اپنے دادے قیس سے سماعت نہیں کی امام ترمذی نے اس کی صراحت کی ہے،، امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس حدیث کی سعد بن سعید نے محمد بن ابراہیم سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور قیس کو دیکھا الخ مگر یہ حدیث مرسل ہے جبکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی فجر کی سنتیں رہ جائیں وہ طلوع شمس کے بعد پڑھے الحاصل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی سنتوں کی بہت تاکید فرمائی ہے ابو داؤد میں ہے کہ فجر کی سنتیں مت چھوڑو اگرچہ گھوڑے تم کو روند ڈالیں۔ بیہقی کی روایت میں ہے،، إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ إِلَّا الْمَكْتُوْبَةُ إِلَّا سُنَّةَ الْفَجْرِ،، واللہ ورسولہ اعلم!

باب — صبح کی سنتوں کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنا

۱۰۹۵ — ترجمہ: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی دو رکعتیں پڑھتے تو دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے،،

باب مَن تحدث بعد الركعتين ولم يضطجع حدثنا بشر بن الحكم قال حدثنا سفين قال حدثني سالم ۱۰۹۶ ابو النضر عن ابی سلمۃ عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا صلی فان کنت مستیقظۃ حدثنی والا اضطجع حتی یؤذن بالصلوٰۃ

۱۰۹۵ — **شرح** : امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک صبح کی سُنتیں پڑھ کر دائیں کروٹ پر لیٹنا سنت ہے تاکہ سنتوں اور فرضوں کے درمیان فصل ہوجائے اور یہ فرق کلام وغیرہ سے بھی جائز ہے حضرت عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے کہا یہ بدعت ہے۔ ابراہیم نخعی نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود نے کہا وہ شخص کیسا ہے جو صبح کی سنتیں پڑھ کر گدھے کی طرح لیٹ جاتا ہے،، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹ گیا تو کہا اس کو پتھر مارو،، حضرت عبداللہ بن عمر سے ایک روائت یہ بھی ہے کہ شیطان تمہارے ساتھ کھیلتا ہے نیز عبداللہ بن عمر نے لوگوں کو دیکھا کہ فجر کی سنتوں کے بعد لیٹ گئے ہیں تو ان کی طرف پیغام بھیجا اور اس سے منع کیا اُنھوں نے جواب دیا کہ ہم بطور سنت لیٹے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا واپس جاؤ اور ان سے کہو یہ بدعت ہے" ابراہیم نخعی رضی اللہ نے کہا یہ شیطانی ضجعہ ہے۔ امام مالک اور جمہور علماء رضی اللہ عنہم کا مذہب بھی یہی ہے کہ صبح کی سنتوں کے بعد لیٹنا بدعت ہے،،

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ قیام لیل سے جو طبیعت میں تھکاوٹ آجاتی ہے اور نفس بوجھ محسوس کرنے لگتا ہے اگر یہ اس کی مدافعت کے لئے ہے تاکہ جسم کو تھوڑی سی راحت ہو تو یہ حسن ہے بہتر ہے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا لیٹنا اسی لئے تھا۔

باب — جس نے صبح کی سُنتوں کے بعد گفتگو کی اور لیٹا نہیں"

۱۰۹۶ — **ترجمہ** : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روائت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب صُبح کی سنتیں پڑھتے تو اگر میں جاگتی ہوتی تو میرے ساتھ گفتگو فرماتے ورنہ لیٹ جاتے حتی کہ نمازِ فجر کی اقامت ہوتی،،

۱۰۹۶ — **شرح** : سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی سنتیں پڑھتے اور مائی صاحبہ جاگتی ہوتیں تو ان کے ساتھ گفتگو فرماتے ورنہ لیٹ جاتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لیٹنا ہی معین نہیں سنتوں اور فرضوں کے درمیان گفتگو سے بھی فرق ہو سکتا ہے لہذا وجوبِ اضطجاع ضروری نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گفتگو اور ضجعہ دونوں سے فرق کیا جائے۔ واللہ اعلم!

بَابُ مَاجَاءَ فِي التَّطَوُّعِ مَثْنٰى مَثْنٰى قَالَ مُحَمَّدٌ وَيُذْكَرُ ذٰلِكَ عَنْ عَمَّارٍ وَأَبِي ذَرٍّ وَأَنَسٍ وَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَعِكْرِمَةَ وَالزُّهْرِيِّ وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ مَا أَدْرَكْتُ فُقَهَاءَ أَرْضِنَا إِلَّا يُسَلِّمُونَ فِي كُلِّ اثْنَتَيْنِ مِنَ النَّهَارِ

۱۰۹۷ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْإِسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ يَقُولُ

باب — نفل نماز دو دو رکعت پڑھنے میں جو

روایات ہیں ،، امام بخاری نے کہا کہ حماد ، ابوذر ، انس ، جابر بن زید ، عکرمہ اور زُہری رضی اللہ عنہم سے یہی منقول ہے ،، یحییٰ بن سعید انصاری نے کہا میں نے مدینہ منوّرہ کے فقہاء کو نہ پایا مگر وہ دن میں نوافل کی ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرتے ہیں ،،

اس سے امام ابو یوسف ، محمد ، مالک ، امام شافعی اور احمد رضی اللہ عنہم نے استدلال کیا کہ رات کی نمازیں ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرنا افضل ہے ،، اور دن کے نوافل بھی امام ابو یوسف اور محمد رضی اللہ عنہما کے نزدیک اسی طرح ہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا دن اور رات میں نوافل چار چار رکعتیں پڑھنی افضل ہیں۔ چنانچہ مسند ابویعلی موصلی میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور دو رکعتوں کے بعد سلام نہ پھیرتے تھے نیز مسلم نے معاذہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ اُنھوں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کتنی رکعتیں پڑھتے تھے ؟ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کہا چار رکعتیں پڑھتے تھے اور بخاری ومسلم میں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ اُنھوں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان مبارک میں رات کی نماز کیسی تھی ؟ ام المؤمنین نے جواب دیا کہ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھتے تھے جیسا کہ حدیث ۱۰۸۵ میں مذکور ہے ،، امام شافعی رضی اللہ عنہ نے ترمذی کی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے استدلال کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں جب صبح ہونے کا ڈر ہو تو ایک رکعت اور ملاکر اس کو وتر بنالو ،، بہرحال دونوں طرح احادیث مذکور ہیں اس لئے جواز میں کلام نہیں صرف افضلیت میں علماء کا اختلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

۱۰۹۷ —— ترجمہ : حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو تمام امور کے لئے نماز استخارہ سکھلایا کرتے تھے جیسے ہم کو قرآن کریم کی سورت کی تعلیم دیا کرتے تھے ،، آپ فرماتے تم میں سے کوئی جب کسی کام کا ارادہ کرے تو

إِذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيضَةِ ثُمَّ لِيَقُلْ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي أَوْ قَالَ عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ فَاقْدُرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي أَوْ قَالَ فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدُرْ لِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ قَالَ وَيُسَمِّي حَاجَتَهُ۔

فرض نماز کے علاوہ دو رکعتیں نفل پڑھے پھر کہے " اے اللہ تیرے علم سے خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت سے قدرت چاہتا ہوں،، اور تجھ سے تیرے عظیم فضل میں سے مانگتا ہوں بے شک تو قادر ہے میں قادر نہیں ہوں تو جانتا ہے میں نہیں جانتا تو پوشیدہ امور کو جانتا ہے .. اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لئے دین، میری معیشت اور میرے کام کے انجام میں بہتر ہے یا یوں فرمایا میرے دنیا کے کام میں یا آخرت کے کام میں،، تو اس کو میرے لئے آسان کر دے پھر اس میں میرے لئے برکت فرما اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین، معیشت اور میرے کام کے انجام میں اچھا نہیں یا یوں فرمایا میری دنیا و آخرت میں،، تو اس کو مجھ سے پھیر دے اور مجھ کو اس سے پھیر دے اور میرے لئے خیر آسان فرما جہاں بھی وہ ہو،، پھر اس کے ساتھ مجھے راضی کر دے اور اپنی حاجت کا ذکر کرے،،

۱۰۹۷

شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کام کا قصد کرے اور اس کی صلاحیت کو نہ جانتا ہو تو نماز استخارہ اور اس کے بعد دعاء کرنا مستحب ہے،، اور جن امور کی صلاحیت کو جانتا ہو جیسے عبادات اور مشہور و معروف دستکاری وغیرہ ان میں استخارہ کی حاجت نہیں البتہ اگر یہ معلوم کرنا چاہے کہ اس سال میرے لئے حج کرنا کیسا ہوگا تو استخارہ کر لینا اچھا ہے مکروہ اوقات میں استخارہ درست نہیں اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان اپنے فعل پر اس سے پہلے قادر نہیں ہوتا، البتہ فعل کرتے وقت اس کی قدرت ہوتی ہے،، ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ قوت و قدرت صفاتِ ذات سے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ ازلاً و ابداً قادر و قوی ہے نیز اس حدیث میں اہلسنت و جماعت کے عقیدہ کی صراحت ملتی ہے کہ علم و قدرت صرف اللہ کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطاء سے انسان عالم و قادر ہے،، بالذات وہ نہ عالم ہے اور نہ ہی قادر ہے اسی لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ذاتی علم کی تصریح کرتے ہوئے فرمایا " قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ ،، اور نبی و رسول کے حق میں فرمایا عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ،، لہٰذا یہ بات واضح ہوگئی کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطائی حاصل ہے بالذات عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہے،، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا استخارہ کی نماز کی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پڑھنا مستحب ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے احیاء العلوم میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم!

حَدَّثَنَا المكي بن ابراهيم عن عبد الله بن سعيد عن عامر بن عبد الله بن الزبير عن عمرو بن سليم الزرقي سمع ابا قتادة بن ربعي الانصاري قال قال النبي صلى الله عليه وسلم اذا دخل احدكم المسجد فلا يجلس حتى يصلي ركعتين ۱۰۹۸

حَدَّثَنَا عبد الله بن يوسف قال اخبرنا مالك عن اسحاق بن عبد الله بن ابي طلحة عن انس بن مالك قال صلى لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ركعتين ثم انصرف ۱۰۹۹

حَدَّثَنَا يحيى بن بكير قال حدثنا الليث عن عقيل عن ابن شهاب قال اخبرني سالم عن عبد الله بن عمر قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ركعتين قبل الظهر وركعتين بعد الظهر وركعتين بعد الجمعة وركعتين بعد المغرب وركعتين بعد العشاء ۱۱۰۰

حَدَّثَنَا ادم قال اخبرنا شعبة قال حدثنا عمرو بن دينار قال سمعت جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يخطب اذا جاء احدكم والامام يخطب او قد خرج فليصل ركعتين ۱۱۰۱

حَدَّثَنَا ابو نعيم قال حدثنا سيف بن سليمان المكي قال سمعت مجاهدا يقول اتي ابن عمر في منزله فقيل له هذا رسول الله صلى الله عليه وسلم قد دخل الكعبة قال فاقبلت فاجد رسول الله صلى الله عليه وسلم قد خرج واجد بلالا عند الباب قائما فقلت يا بلال اصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم في الكعبة قال نعم قلت فاين قال بين هاتين الاسطوانتين ثم خرج فصلى ركعتين في وجه الكعبة وقال ابو هريرة اوصاني النبي صلى الله عليه وسلم بركعتي الضحى وقال عتبان بن مالك غدا علي النبي صلى الله عليه وسلم وابو بكر وعمر بعد ما امتد النهار وصففنا وراءه فركع ركعتين ۱۱۰۲

۱۰۹۸ ـــــ ترجمہ : ابوقتادہ بن ربعی انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جب مسجد میں داخل ہو تو وہ دو رکعتیں پڑھنے کے بغیر نہ بیٹھے"۔

۱۰۹۹ ـــــ ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیرا۔

۱۱۰۰ ـــــ ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعتیں اس کے بعد دو رکعتیں جمعہ کے بعد دو رکعتیں مغرب کے بعد دو رکعتیں اور عشاء کے بعد دو رکعتیں پڑھیں"۔

۱۱۰۱ ـــــ ترجمہ : جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ آپ جمعہ کا خطبہ فرما رہے تھے تم میں سے جب کوئی آدمی آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو یا خطبہ کے لئے گھر سے باہر آ رہا ہو تو وہ دو رکعتیں پڑھ لے۔

حدثنا ۱۱۰۳ بَابُ الْحَدِيثِ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ قَالَ اَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنِي عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ فَاِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي وَاِلَّا اضْطَجَعَ قُلْتُ لِسُفْيٰنَ فَاِنَّ بَعْضَهُمْ يَرْوِيهِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قَالَ سُفْيٰنُ هُوَ ذَاكَ

۱۱۰۲ — ترجمہ : حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر مکہ میں آئے تو ان سے کہا گیا ابھی ابھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے ہیں ،، میں آیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ سے نکلتے پایا اور بلال رضی اللہ عنہ کو کعبہ کے دروازہ پر پایا ،، میں نے کہا اے بلال کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے ؟ اُنھوں نے کہا جی ہاں ،، میں نے کہا کہاں ؟ اُنھوں نے کہا دونوں ستونوں کے درمیان ،، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی دو رکعتیں پڑھنے کی وصیت فرمائی ،، عتبان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صبح سورج کچھ بلند ہونے کے بعد میرے گھر تشریف لائے اور ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی تو آپ نے دو رکعتیں پڑھیں ،،

۱۰۹۸ تا ۱۱۰۲ — شرح : ان تمام روایات ذکر کرکے امام بخاری رضی اللہ عنہ نے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ دن میں دو دو رکعتیں پڑھنی افضل ہیں اگر بغور دیکھا جائے تو یہ افضلیت کی دلیل نہیں ہے کیونکہ اگر ظہر سے پہلے یا اس کے بعد دو دو رکعتیں پڑھی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر سے پہلے چار رکعت بھی پڑھی ہیں اسی طرح جمعہ کے پہلے اور اس کے بعد چار رکعتیں پڑھنا ثابت ہے ایسے ہی عشاء سے پہلے چار سنتیں مستحبہ ایک سلام سے پڑھنی ثابت ہیں اسی طرح عصر سے پہلے بھی چار رکعتیں بیک سلام ثابت ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

باب — فجر کی سُنتوں کے بعد گفتگو کرنا

۱۱۰۳ — ترجمہ : ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتیں پڑھتے اور اگر میں جاگتی ہوتی تو میرے ساتھ گفتگو فرماتے ورنہ لیٹ جاتے علی بن عبداللہ نے کہا میں نے سفیان سے کہا بعض تو فجر کی دو رکعتیں روایت کرتے ہیں سفیان نے کہا اسی طرح ہے۔

۱۱۰۴ **باب** تعاهد ركعتي الفجر ومن سماها تطوعا **حدثنا** بيان بن عمرو قال حدثنا يحيى بن سعيد قال حدثنا ابن جريج عن عطاء عن عبيد بن عمير عن عائشة قالت لم يكن النبي صلى الله عليه وسلم على شيء من النوافل أشد تعاهدا منه على ركعتي الفجر

۱۱۰۵ **باب** ما يقرأ في ركعتي الفجر **حدثنا** عبد الله بن يوسف قال أخبرنا مالك عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي بالليل ثلاث عشرة ركعة ثم يصلي إذا سمع النداء بالصبح ركعتين خفيفتين

باب ـــــ فجر کی دو سنتوں کی حفاظت کرنا اور جس نے ان کو نفل کہا ہے"

۱۱۰۴ ـــــ ترجمہ : ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نوافل میں سے کسی کا اس قدر اہتمام نہ فرماتے جو فجر کی دو رکعتوں کا اہتمام فرماتے تھے (دوسرے نوافل سے صبح کی سنتوں کی زیادہ حفاظت فرماتے تھے)

باب ـــــ فجر کی دو رکعتوں میں کیا پڑھا جاتا ہے

۱۱۰۵ ـــــ ترجمہ : ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے پھر جب صبح کی آواز سنتے تو ہلکی سی دو رکعتیں پڑھتے "

۱۱۰۳ ـــــ شرح : حدیث ۱۰۹۵ میں اس حدیث کی وضاحت ہو چکی ہے "

۱۱۰۴ ـــــ شرح : معلوم ہوا کہ سنتوں پر نوافل کا اطلاق جائز ہے "

۱۱۰۵ ـــــ شرح : "باب مایقرء" میں لفظ "ما" استفہامیہ ہے اس سے شئی کی ماہیت اور حقیقت دریافت کی جاتی ہے جیسے ما الانسان میں "اس کا جواب حیوان ناطق آتا ہے اور کبھی اس سے شئی کی وصف معلوم کی جاتی ہے جیسے وما تلک بیمینک یا موسیٰ یعنی اس کا رنگ کیسا ہے اور یہاں بھی لفظ "ما" فجر کی سنتوں میں قرأت کی وصف معلوم کرنے کے لئے ذکر کیا گیا ہے "کہ کیا ان میں قرأت مختصر کی ہے یا طویل کی ہے" اور لفظ "خفیفتین" اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان میں قرأت ہلکی کی ہے کیونکہ اگر ایسی ہوتی تو ام المومنین رضی اللہ عنہا "خفیفتین"

حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ ۱۱۰۶
عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمَّتِهٖ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَیْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی
هُوَ ابْنُ سَعِیْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُخَفِّفُ الرَّکْعَتَیْنِ اللَّتَیْنِ قَبْلَ
صَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰی اِنِّیْ لَاَقُوْلُ هَلْ قَرَاَ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ بَابُ التَّطَوُّعِ بَعْدَ الْمَکْتُوْبَةِ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَبْوَابُ التَّطَوُّعِ

ذکر نہ کریں،، اس طرح حدیث عنوان کے مطابق ہوجاتی ہے،، ان میں قرأت کی تعیین دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتی ہے چنانچہ ترمذی نے مجاہد سے روائت کی کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مہینہ بھر دیکھتا رہا کہ آپ فجر کی سنتوں میں قُلْ یٰاَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" پڑھا کرتے تھے،، ابوداؤد، نسائی ابن ماجہ اور بزار نے اس طرح روائت کی ہے واللہ تعالیٰ اعلم!

۱۱۰۶ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے پہلے والی دو رکعتیں ہلکی سی پڑھتے تھے حتیٰ کہ میں کہتی کہ کیا آپ نے سورۂ فاتحہ پڑھی ہے؟

۱۱۰۶ شرح : اس روائت کا معنی یہ نہیں کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے سورۂ فاتحہ پڑھنے میں شک کیا ہے،، بلکہ مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سوا دوسرے نوافل میں قرأت لمبی فرماتے تھے اور فجر کی سنتوں میں تخفیف فرماتے تھے،، حتیٰ کہ ان میں قرأت کی نسبت دوسرے نوافل میں قرأت کی طرف کی جائے تو یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے قرأت کی ہی نہیں،، صحیح حدیث ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی تنہا نماز پڑھے تو جس قدر چاہے اس کو لمبا کرے" مگر وہ نمازیں جن میں شریعت مطہرہ نے تخفیف کی ہے جیسے فجر کی سنتیں وغیرہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

باب فرض کے بعد نماز پڑھنا

۱۱۰۷ ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روائت ہے انھوں نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعتیں اور اس کے بعد دو رکعتیں، مغرب کے بعد دو رکعتیں عشاء کے بعد دو رکعتیں اور جمعہ کے بعد دو رکعتیں پڑھیں،، جبکہ

يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَأَمَّا الْمَغْرِبُ وَالْعِشَاءُ فَفِي بَيْتِهِ وَحَدَّثَتْنِي أُخْتِي حَفْصَةُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ بَعْدَ مَا يَطْلُعُ الْفَجْرُ وَكَانَتْ سَاعَةً لَا أَدْخُلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا تَابَعَهُ كَثِيرُ بْنُ فَرْقَدٍ وَأَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ وَقَالَ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي أَهْلِهِ

بَابُ مَنْ لَمْ يَتَطَوَّعْ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ

۱۱۰۸ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الشَّعْثَاءِ جَابِرًا قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ

مغرب اور عشاء کی سنتیں گھر میں پڑھیں،، ابن ابی زناد نے موسیٰ بن عقبہ سے اُنھوں نے نافع سے روائت کرتے ہوئے کہا کہ عشاء کے بعد اپنے گھر میں دو رکعتیں پڑھیں کثیر بن فرقد، ایوب نے نافع سے روائت کرنے میں عبید اللہ کی متابعت کی،، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میری ہمشیر حفصہ نے مجھے خبر دی کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم طلوعِ فجر کے بعد خفیف سی دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ میں اس وقت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نہ جاتی تھی،، کثیر بن فرقد، ایوب اور نافع نے عبید اللہ کی متابعت کی اور ابن ابی زناد نے موسیٰ بن عقبہ سے اُنھوں نے نافع سے روائت کرتے ہوئے کہا کہ عشاء کے بعد اپنے گھر میں سنتیں پڑھتے تھے،،

۱۱۰۷ — شرح : ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا مسجد میں نوافل اس لئے مکروہ ہیں کہ کوئی جاہل دیکھ کر ان کو فرض نہ سمجھ لے یا اس لئے کہ گھر نماز سے خالی نہ ہو یا ریاکاری سے بچنے کے لئے مسجد میں نوافل پڑھنے مکروہ ہیں اگر اس طرح کے خدشات سے بالاتر ہو تو مسجد میں نماز پڑھنی اچھی ہے،، طلوعِ فجر کے بعد سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق سے مشغول نہ ہوتے تھے اور یہ مخصوص وقت تھا اس لئے کوئی شخص اس وقت حضور کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکتا تھا،، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مذکور نمازیں تنہا پڑھی تھیں اور مذکور معیّت سے مراد محض تعداد میں متابعت ہے اور یہ مراد نہیں کہ اُنھوں نے ان میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی تھی۔ اس حدیث میں اگرچہ ظہر سے پہلے دو رکعتیں پڑھنا مذکور ہے مگر بخاری، مسلم ابو داؤد اور نسائی نے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روائت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر سے پہلے چار رکعتیں کبھی نہیں چھوڑی تھیں ابو داؤد اور نسائی اور ترمذی نے عبد اللہ بن شقیق سے روائت کی کہ اُنھوں نے کہا میں نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نماز کے بارے میں دریافت کیا تو اُنھوں نے کہا نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار اور ظہر کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے اس حدیث میں عصر سے پہلے نوافل پڑھنے کا ذکر نہیں مگر ابو داؤد نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روائت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو عصر سے پہلے چار نفل پڑھتا ہے۔ رحم کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ عصر سے پہلے چار رکعتیں مستحب ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب — جس نے فرض نماز کے بعد نفل نہ پڑھے

۱۱۰۸ — ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آٹھ رکعتیں (ظہر و عصر) اکٹھی اور سات

قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيًا جَمِيْعًا وَسَبْعًا جَمِيْعًا قُلْتُ يَا اَبَا الشَّعْثَاءِ اَظُنُّهُ اَخَّرَ الظُّهْرَ وَعَجَّلَ الْعَصْرَ وَعَجَّلَ الْعِشَاءَ وَاَخَّرَ الْمَغْرِبَ قَالَ وَاَنَا اَظُنُّهُ **بَابُ** صَلٰوةِ الضُّحٰى فِي السَّفَرِ **حَدَّثَنَا** مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ تَوْبَةَ عَنْ مُوَرِّقٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ اَتُصَلِّي الضُّحٰى قَالَ لَا قُلْتُ فَعُمَرُ قَالَ لَا قُلْتُ فَاَبُوْ بَكْرٍ قَالَ لَا قُلْتُ فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا اِخَالُهُ ۱۱۰۹

(مغرب وعشاء) اکٹھی پڑھیں عمرو نے کہا میں نے ابو الشعثاء سے کہا اے ابا شعثاء میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کو مؤخر اور عصر کو مقدم کیا ہوگا اور عشاء میں جلدی اور مغرب میں تاخیر کی ہوگی ابو شعثاء نے کہا میں بھی یہی خیال کرتا ہوں "۔

۱۱۰۸ — شرح : سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کے فرض ایک ساتھ پڑھے اور دونوں فرضوں کے درمیان سنتیں نہ پڑھیں کیونکہ اگر ظہر کے بعد آپ نے سنتیں پڑھی ہوتیں تو دونوں فرضوں کا جمع کرنا منصور نہیں ہوتا اسی طرح مغرب و عشاء کے درمیان سنتیں نہیں پڑھیں اس سے سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد شریف یہ تھا کہ امت مرحومہ پر اس کی وضاحت فرمادیں کہ سنتیں اور دیگر نوافل فرض نہیں اور نہ ہی واجب ہیں اس مسئلہ کی تفصیل مواقیتِ صلوٰۃ میں "باب تاخیر الظهر الی العصر" میں مذکور ہے۔

باب — سفر میں چاشت کی نماز پڑھنا

۱۱۰۹ — ترجمہ : مورق سے روائت ہے اُنھوں نے کہا میں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کیا آپ چاشت کی نماز پڑھتے ہیں ؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ نہیں ! میں نے کہا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ ؟ جواب دیا کہ نہیں "، میں نے کہا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ؟ ابن عمر نے کہا کہ نہیں "، میں نے کہا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز پڑھتے تھے یا نہیں ؟ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں پڑھتے تھے !!!

۱۱۰۹ — شرح : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روائت اور اس کے بعد ام ہانی رضی اللہ عنہا کی روائت کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ میں ان کے گھر آٹھ رکعتیں چاشت کی نماز پڑھی میں مطابقت اسی طرح ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر کا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور شیخین کو چاشت کی نماز پڑھتے نہ دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ نفس الامر اور واقع میں بھی نہ پڑھتے تھے کیونکہ عدم رؤیت عدم وقوع پر دلالت نہیں کرتی "، یا یوں کہا جائے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا چاشت کی نماز کی مداومت کی نفی کرنے سے اصل نماز پڑھنے کی نفی نہیں ہوتی اس کی نظیر یہ ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے نہیں دیکھا اور میں پڑھتی ہوں (بخاری مسلم) حالانکہ صحیح مسلم میں ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے روائت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز چار رکعتیں پڑھتے تھے "، تو ام المؤمنین نے اس کی مداومت کی نفی کی ہے اصل نماز کی نفی نہیں کی۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلاصہ میں ذکر کیا کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ

١١١٠ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِیْ لَیْلٰی یَقُوْلُ مَا حَدَّثَنَا اَحَدٌ اَنَّهُ رَاٰی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الضُّحٰی غَیْرُ اُمِّ هَانِیٍٔ فَاِنَّهَا قَالَتْ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَیْتَهَا یَوْمَ فَتْحِ مَکَّةَ فَاغْتَسَلَ وَصَلّٰی ثَمَانِیَ رَکَعَاتٍ فَلَمْ اَرَ صَلٰوةً قَطُّ اَخَفَّ مِنْهَا غَیْرَ اَنَّهُ یُتِمُّ الرُّکُوْعَ وَالسُّجُوْدَ بَابُ مَنْ لَمْ یُصَلِّ الضُّحٰی وَرَاٰهُ وَاسِعًا ١١١١ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَبَّحَ سُبْحَةَ الضُّحٰی وَاِنِّیْ لَاُسَبِّحُهَا

عنہا کا چاشت کی نماز کی نفی کرنے سے مراد یہ ہے کہ آپ یہ ہمیشہ نہ پڑھتے تھے اور بعض اوقات میں پڑھتے تھے،، تاکہ امت پر یہ نماز فرض نہ ہو جائے،، لہٰذا ان دونوں حدیثوں میں تضاد نہیں ہے،،

۱۱۱۰ — ترجمہ : عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ ام ہانی کے سوا کسی نے ہمیں خبر نہیں دی کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا ہے،، البتہ ام ہانی نے کہا کہ فتح مکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے اور غسل فرمایا اور آٹھ رکعتیں پڑھیں میں نے اس سے خفیف اور ہلکی کوئی نماز نہیں دیکھی سوا اس کے کہ آپ رکوع وسجود پورے پورے فرماتے تھے“

۱۱۱۰ — شرح : موطا میں امام مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ ام ہانی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور آپ کو غسل کرتے ہوئے پایا،، مگر یہ بخاری کی مذکور روایت کے معارض نہیں کیونکہ یہ واقعہ متعدد بار ہوا ہے،، چاشت کی نماز کی کم از کم دو رکعتیں ہیں اور زیادہ سے بارہ رکعتیں مذکور ہیں۔ یہ نماز مستحب ہے افضل یہ ہے کہ یہ ہمیشہ پڑھی جائے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند وہ عمل ہے جس کو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ وہ قلیل ہو،، نیز اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چاشت کی نماز میں تخفیف مستحب ہے۔ حاکم نے عقبہ بن عامر سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم چاشت کی نماز میں ”والشمس وضحاها،، اور ”والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ“ پڑھیں اس نماز کا وقت طلوع شمس کے بعد ہے مگر ارتفاع شمس تک اس کی تاخیر مستحب ہے،، اشراق کے وقت بھی چاشت کی نماز پڑھنا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

باب — جس نے چاشت کی نماز نہ پڑھی اور نہ ہی اس کو ضروری جانا،،

۱۱۱۱ — ترجمہ : ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کے نفل پڑھتے نہیں دیکھا البتہ میں یہ نماز پڑھتی ہوں۔

باب صلوۃ الضحی فی الحضر قالہ عتبان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدثنا ١١١٢ مسلم بن ابراھیم قال حدثنا شعبۃ قال حدثنا عباس ھو الجریری عن ابی عثمان النھدی عن ابی ھریرۃ قال اوصانی خلیلی صلی اللہ علیہ وسلم بثلاث لا ادعھن حتی اموت صوم ثلاثۃ ایام من کل شھر وصلاۃ الضحی ونوم علی وتر

١١١١ — شرح : ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نماز کی نفی کرنے کا سبب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز کے وقت ام المؤمنین کے پاس شاذ ہی تشریف رکھتے تھے کیونکہ آپ اکثر اوقات مسجد یا کسی اور مقام میں جلوہ افروز ہوتے تھے اور ام المؤمنین کے پاس تو نو یا آٹھ روز میں سے ایک یا دو روز ہی تشریف لے جاتے تھے باقی تقریر حدیث ع١١٠٩ کے تحت مذکور ہے۔

باب — حضر (اپنے شہر یا گاؤں) میں چاشت کی نماز پڑھنا ،،

عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی روائت کی"

١١١٢ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین اشیاء کی وصیت فرمائی جن کو میں فوت ہونے تک نہیں چھوڑوں گا۔ ہر مہینہ میں تین روزے رکھنا، چاشت کی نماز پڑھنا اور وتر پڑھ کر سونا،،

١١١٢ — شرح : سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا ،، بخاری میں مذکور حدیث اس کے مخالف نہیں کیونکہ ممتنع یہ بات ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے غیر کو خلیل بنائیں اور اس کا عکس ممتنع نہیں ہے اور وہ یہ کہ کوئی شخص آپ کو خلیل بنائے کیونکہ خلت کا معنی کلیۃً انقطاع ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کلی انقطاع دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف ہی کلی انقطاع ہے ،، حدیث میں مذکور تین ایام سے مراد ایام بیض ١٣، ١٤، ١٥ تواریخ ہیں ،، جس شخص کو پچھلی رات اٹھنے کا یقین نہ ہو اس کے لئے مستحب یہی ہے کہ وہ وتر سونے سے پہلے پڑھ لے ،، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس وصیت کے ساتھ اس لئے مختص فرمایا کہ وہ فقراء میں سے تھے مال دار نہ تھے اور نماز اور روزہ بہترین عبادت ہے جو ان کے لائق تھی اس لئے ان کو یہ وصیت فرمائی واللہ اعلم!

۱۱۱۳ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ
قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَكَانَ ضَخْمًا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَا أَسْتَطِيعُ الصَّلَاةَ مَعَكَ فَصَنَعَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا فَدَعَاهُ إِلَى بَيْتِهِ وَنَضَحَ لَهُ طَرَفَ حَصِيرٍ بِمَاءٍ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَكْعَتَيْنِ وَقَالَ فُلَانُ بْنُ فُلَانِ بْنِ
الْجَارُودِ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحَى فَقَالَ مَا رَأَيْتُهُ صَلَّى غَيْرَ ذَلِكَ الْيَوْمِ بَابُ
۱۱۱۴ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ
حَفِظْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ
فِي بَيْتِهِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي بَيْتِهِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَكَانَتْ سَاعَةً لَا يُدْخَلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا حَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَطَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ

۱۱۱۳ — ترجمہ : حضرت انس بن مالک انصاری نے کہا کہ ایک انصاری شخص جو بہت موٹا تھا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی مجھ میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کی طاقت نہیں اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا تیار کیا اور آپ کو اپنے گھر تشریف لانے کی دعوت دی اور چٹائی کو پانی کے ساتھ دھویا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دو رکعتیں پڑھیں فلاں بن فلاں بن جارود نے انس سے کہا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے؟ انھوں نے کہا اس دن کے سوا میں نے آپ کو چاشت کی نماز پڑھتے نہیں دیکھا،،

۱۱۱۳ — شرح : فلاں بن فلاں عبد الحمید بن منذر بن جارود ہیں،، ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پر بعض لوگوں نے عمل کیا اور چاشت کی نماز کا اعتراف نہ کیا اور کہا کہ فتح مکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعتیں بطور فتح پڑھی تھیں مگر یہ تاویل چاشت کی نماز کی نفی نہیں کرتی جبکہ متواتر روایات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نماز پڑھنا ثابت ہے،، پھر ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات میں اس نماز کی نفی ہوتی بھی نہیں کیونکہ وہ تو کہتی ہیں میں نے نہیں دیکھا انھوں نے یہ نہیں کہا کہ آپ نے یہ نماز نہیں پڑھی یعنی مائی صاحبہ نے آپ کو علانیہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا واللہ تعالیٰ اعلم!

باب — ظہر سے پہلے دو رکعتیں

۱۱۱۴ — ترجمہ : ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دس رکعتیں محفوظ کی ہیں دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد دو رکعتیں مغرب سے پہلے گھر میں، دو رکعتیں عشاء کے بعد گھر میں اور دو رکعتیں صبح کے فرضوں سے پہلے پڑھتے تھے اور یہ وہ وقت تھا کہ اس میں کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں جا سکتا تھا مجھے تو میری ہمشیرہ حفصہ نے خبر دی کہ جب موذن اذان دیتا اور فجر طلوع ہو جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا ١١١٥

يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ تَابَعَهُ ابْنُ اَبِي عَدِيٍّ وَعَمْرٌو عَنْ شُعْبَةَ **بَابُ الصَّلٰوةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ** حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْحُسَيْنِ وَهُوَ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ ١١١٦ عَبْدُ اللّٰهِ الْمُزَنِيُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلُّوْا قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ كَرَاهِيَةَ اَنْ يَّتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَزِيْدُ بْنُ اَبِيْ حَبِيْبٍ ١١١٧

١١١٥ ترجمہ : ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار سنتیں اور صبح کی نماز سے پہلے دو سنتیں نہیں چھوڑتے تھے ابن ابی عدی اور عمرو نے شعبہ سے روایت کرنے میں یحیی بن سعید کی متابعت کی۔
ظاہر یہی ہے کہ پہلی حدیث میں دو رکعتیں ان چار میں داخل ہیں۔

باب — مغرب سے پہلے نماز پڑھنا

١١١٦ ترجمہ : عبد اللہ مزنی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا مغرب کی نماز سے پہلے نماز پڑھو تیسری بار فرمایا جو کوئی چاہے پڑھے یہ اچھا نہ جانتے ہوئے کہ لوگ اس کو واجب یا سنت سمجھ لیں،،

١١١٧ ترجمہ : مرثد بن عبد اللہ یزنی نے کہا میں عقبہ بن عامر جہنی کے پاس آیا اور کہا کیا میں تجھ کو ابو تمیم کی عجیب بات نہ بتاؤں ؟ وہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے ہیں،، عقبہ نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہم یہ پڑھتے تھے میں نے کہا اب آپ کو پڑھنے سے کس نے منع کیا ہے ؟ عقبہ نے کہا کہ دنیاوی شغل نے،،

١١١٦ ، ١١١٧ شرح : ان حدیثوں سے بعض لوگوں نے استدلال کیا کہ مغرب کی نماز سے پہلے دو نفل پڑھنے جائز ہیں،، ابن عربی رحمہ اللہ تعالی نے کہا مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے میں صحابہ کا اختلاف ہے صحابہ کے بعد یہ کسی نے نہیں پڑھیں،، سعید بن مسیب نے کہا سعد بن ابی وقاص کے سوا میں نے کسی فقیہ کو یہ پڑھتے نہیں دیکھا ، امام بیہقی نے زہری سے روایت کی کہ مہاجرین یہ نہیں پڑھتے تھے،، انصار نے ان کو ترک کر دیا تھا،، ابن بطال رحمہ اللہ تعالی نے کہا ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالی نے کہا کہ ساداتنا ابوبکر ، عمر فاروق اور عثمان رضی اللہ عنہم یہ نہیں پڑھتے تھے اور کہا یہ بدعت ہیں کوفہ کے بڑے بڑے صحابہ کرام حضرت علی ، ابن مسعود ، حذیفہ ، عمار بن یاسر ، ابو مسعود رضی اللہ عنہم کو جس نے دیکھا اس نے یہی خبر دی کہ یہ حضرات مغرب سے پہلے نماز نہیں پڑھتے تھے،، امام مالک ، ابو حنیفہ اور شافعی رضی اللہ

قال سمعت مرثد بن عبد الله اليزني قال اتيت عقبة بن عامر الجهني فقلت الا اعجبك من ابي تميم يركع ركعتين قبل صلوٰة المغرب فقال عقبة انا كنا نفعله على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم قلت فما يمنعك الآن قال الشغل

باب صلوٰة النوافل جماعة ذكره انس وعائشة عن النبي صلى الله عليه وسلم

١١١٨ — **حدثني** اسحاق قال اخبرنا يعقوب بن ابراهيم قال حدثنا ابي عن ابن شهاب قال اخبرني محمود بن الربيع الانصاري انه عقل رسول الله صلى الله عليه وسلم وعقل مجة مجها في وجهه من بئر كانت في دارهم فزعم محمود انه سمع عتبان بن مالك الانصاري وكان ممن شهد بدرا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول كنت اصلي لقومي بني سالم وكان يحول بيني وبينهم واد اذا جاءت الامطار فيشق علي اجتيازه قبل مسجدهم فجئت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت له اني انكرت بصري وان الوادي الذي بيني وبين قومي يسيل اذا جاءت الامطار فيشق علي اجتيازه فوددت انك تاتي فتصلي من بيتي مكانا اتخذه مصلى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم سافعل فغدا علي رسول الله صلى الله عليه وسلم وابو بكر بعد ما اشتد النهار فاستاذن رسول الله صلى الله عليه وسلم فاذنت له فلم يجلس حتى قال اين تحب ان اصلي من بيتك فاشرت له الى المكان الذي احب ان يصلي فيه فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم فكبر وصففنا وراءه فصلى ركعتين ثم سلم فسلمنا حين سلم وحبسته على خزيرة تصنع له فسمع اهل الدار ان رسول الله صلى الله عليه وسلم في بيتي فثاب رجال منهم حتى كثر الرجال في البيت فقال رجل منهم ما فعل مالك لا اراه فقال رجل منهم

عنہم کا یہی مسلک ہے "، حضرت عبد اللہ یزنی کی حدیث اوّلِ اسلام پر محمول ہے پھر منسوخ ہوگئی "، چنانچہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مغرب کی نماز کے سوا ہر آذان و اقامت کے درمیان نماز ہے ابوداؤد میں طاؤس سے روائت ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو مغرب سے پہلے دو رکعتوں سے متعلق پوچھا گیا تو اُنھوں نے کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسی کو یہ پڑھتے نہیں دیکھا "، واللہ اعلم!

باب — نوافل کی نماز باجماعت پڑھنا "،

حضرت انس بن مالک اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی روائت کی "،

١١١٨ — ترجمہ : محمود بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ اُنھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جانا اور اس کلّی کو جانا جو آپ نے ان کے گھر والے کنوئیں کے پانی سے ربیع کے منہ پر ڈالی تھی "، محمود نے کہا کہ اُنھوں نے عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے سُنا اور وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر میں حاضر تھے

ذٰلِکَ مُنَافِقٌ لَا یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقُلْ ذٰلِکَ اَلَا تَرَاہُ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَبْتَغِیْ بِذٰلِکَ وَجْہَ اللّٰہِ فَقَالَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ اَمَّا نَحْنُ فَوَاللّٰہِ لَا نَرٰی وُدَّہٗ وَلَا حَدِیْثَہٗ اِلَّا اِلَی الْمُنَافِقِیْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ اللّٰہَ قَدْ حَرَّمَ عَلَی النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَبْتَغِیْ بِذٰلِکَ وَجْہَ اللّٰہِ قَالَ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِیْعِ فَحَدَّثْتُہَا قَوْمًا فِیْہِمْ اَبُوْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیُّ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَتِہِ الَّتِیْ تُوُفِّیَ فِیْہَا وَیَزِیْدُ بْنُ مُعَاوِیَۃَ عَلَیْہِمْ بِاَرْضِ الرُّوْمِ فَاَنْکَرَہَا عَلَیَّ اَبُوْ اَیُّوْبَ وَقَالَ وَاللّٰہِ مَا اَظُنُّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا قُلْتَ قَطُّ فَکَبُرَ ذٰلِکَ عَلَیَّ فَجَعَلْتُ لِلّٰہِ عَلَیَّ اِنْ سَلَّمَنِیْ حَتّٰی اَقْفُلَ مِنْ غَزْوَتِیْ اَنْ اَسْاَلَ عَنْہَا عِتْبَانَ بْنَ مَالِکٍ اِنْ وَجَدْتُہٗ حَیًّا فِیْ مَسْجِدِ قَوْمِہٖ فَقَفَلْتُ فَاَہْلَلْتُ بِحَجَّۃٍ اَوْ بِعُمْرَۃٍ ثُمَّ سِرْتُ حَتّٰی قَدِمْتُ الْمَدِیْنَۃَ فَاَتَیْتُ بَنِیْ سَالِمٍ فَاِذَا عِتْبَانُ شَیْخٌ اَعْمٰی یُصَلِّیْ لِقَوْمِہٖ فَلَمَّا سَلَّمَ مِنَ الصَّلٰوۃِ سَلَّمْتُ عَلَیْہِ وَاَخْبَرْتُہٗ مَنْ اَنَا ثُمَّ سَاَلْتُہٗ عَنْ ذٰلِکَ الْحَدِیْثِ فَحَدَّثَنِیْہِ کَمَا حَدَّثَنِیْہِ اَوَّلَ مَرَّۃٍ

کہ میں قبیلہ بنی سالم میں اپنی قوم کو نماز پڑھایا کرتا تھا اور میرے اور ان کے درمیان ایک وادی تھی جب بارشیں ہوتیں تو میرے لئے ان کی مسجد کی طرف جانے کے لئے اس کا عبور کرنا مشکل ہوتا میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے عرض کی کہ میری نظر کمزور ہے اور وادی جو میرے اور میری قوم کے درمیان بہتی ہے جب بارشیں ہوں تو اس کا عبور کرنا میرے لئے مشکل ہو جاتا ہے۔ میری خواہش ہے کہ آپ تشریف لائیں اور میرے گھر ایک جگہ نماز پڑھیں پھر میں اس کو نماز کے لئے معین کر لوں گا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب ہم آئیں گے،، صبح کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سورج بلند ہونے کے بعد تشریف لائے آپ نے اجازت طلب فرمائی میں نے آپ کو (اندر تشریف لانے کی) اجازت دی آپ (داخل ہونے کے بعد) نہیں بیٹھے حتیٰ کہ فرمایا تمہارے گھر میں میرا نماز پڑھنا کہاں پسند کرتے ہو میں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں میں پسند کرتا تھا کہ آپ وہاں نماز ادا فرمائیں،، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور تکبیر فرمائی ہم نے آپ کے پیچھے صفیں باندھیں آپ نے دو رکعتیں پڑھیں پھر سلام پھیر دیا ہم نے بھی سلام پھیر دیا جبکہ آپ نے سلام پھیرا میں نے موٹے آٹے اور گوشت سے تیار کیا ہُوا کھانا پیش کیا جو آپ ہی کے لئے تیار کیا گیا تھا محلہ والے لوگوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میرے گھر میں تشریف لانے کی خبر سُنی تو وہ گھر میں سب جمع ہو گئے ان میں سے ایک شخص نے کہا مالک بن دُخیشن کا کیا حال ہے مجھے وہ نظر نہیں آ رہا ہے اُن میں سے دُوسرے شخص نے کہا وہ منافق ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ محبت نہیں رکھتا ہے،، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا مت کہو کیا تم اسے دیکھتے نہیں ہو کہ وہ " لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ،، کہتا ہے جبکہ یہ کہنے سے اس کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اس شخص نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں بہر حال ہم تو خُدا کی قسم اس کی محبت اور گفتگو صرف منافقوں کے ساتھ دیکھتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے دوزخ پر اس شخص کو حرام کر دیا ہے جو لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ،، کہتا ہے اور اس سے اس کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہے"

۱۱۱۹ بَابُ التَّطَوُّعِ فِي الْبَيْتِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلَوٰتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا تَابَعَهُ عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ

محمود نے کہا میں نے چند لوگوں سے یہ حدیث بیان کی جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ابو ایوب بھی تھے اور اس غزوہ میں بیان کی جس میں وہ فوت ہوئے تھے اور یزید بن معاویہ قسطنطنیہ میں ان کا امیر تھا،، ابو ایوب نے اُس واقعہ کا انکار کیا اور کہا اللہ کی قسم میرا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہرگز یہ خیال نہیں کہ جو تو نے کہا ہے وہ آپ نے فرمایا ہے،، مجھ پر یہ بات گراں گزری اور میں نے اپنے اُوپر یہ لازم کر لیا کہ اگر اس غزوہ سے واپسی تک اللہ تعالیٰ نے مجھ کو صحیح سلامت رکھا تو اس کے متعلق میں عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کروں گا بشرطیکہ میں اس کی قوم کی مسجد میں اس کو زندہ پاؤں پس میں غزوہ سے واپس آیا اور حج یا عُمرہ کا احرام باندھا پھر میں چلا حتیٰ کہ مدینہ منورہ آیا قبیلہ بنی سالم کے پاس ٹھہرا،، کیا دیکھتا ہوں کہ عتبان بوڑھا شخص نابینا ہے اپنی قوم کو نماز پڑھا رہا ہے جب اُس نے سلام پھیرا تو میں نے سلام کہا اور اس کو بتایا کہ میں کون ہوں،، پھر میں نے اس سے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا تو اس نے اسی طرح حدیث بیان کی جس طرح پہلی مرتبہ بیان کی تھی۔

۱۱۱۸ — شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کیچڑ اور آندھی میں نماز باجماعت واجب نہیں،، نیک لوگوں کے آثار سے تبرک حاصل کرنا مستحب امر ہے،، گھر میں نفل نماز باجماعت جائز ہے، جہاں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے وہ جگہ باقی زمین سے افضل ہے وہاں نماز پڑھیں تو اس کی برکت سے نماز باجماعت کی مثل ہے،، گھروں میں نماز کے لئے کوئی جگہ معین کر لینا جائز ہے البتہ مساجد میں ریاء کے خوف کے باعث مکروہ ہے،، چاشت کی نماز مستحب ہے،، بزرگوں کی تشریف آوری پر ان کی دعوتِ طعام مستحسن ہے،، نفل نماز اخفاء میں پڑھنی مستحب ہے۔

باب — گھر میں نفل نماز پڑھنا

۱۱۱۹ — ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے گھروں میں کچھ نماز پڑھ لیا کرو اور ان کو قبریں نہ بناؤ،، عبد الوہاب نے ایوب سختیانی سے روایت کرنے میں وُہیب کی متابعت کی،،

۱۱۱۹ — شرح : اس حدیث کی تفصیل کراہیۃ الصلوٰۃ فی المقابر کے باب میں حدیث ع ۴۲۴ کے تحت گزری ہے علامہ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا جس گھر میں نماز نہ پڑھی جاتی ہو اس گھر کو قبر سے تشبیہ دی ہے جس میں عبادت نہیں کی جاتی اور سونے والے کو میت سے تشبیہ دی جس سے نیک کام نہیں ہو سکتے ہیں بعض علماء نے کہا کہ یہ حدیث نفل نماز کے بارے میں وارد ہے کیونکہ گھر میں نماز پڑھنے میں ریاکاری کا شائبہ نہیں ہوتا اس تقدیر پر "مِنْ صَلَاتِكُمْ"،، میں من کا لفظ زائد ہوگا گویا کہ حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ تم نفل نماز گھروں میں پڑھو۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بَابُ فَضْلِ الصَّلٰوةِ فِي مَسْجِدِ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ قَزَعَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ أَرْبَعًا قَالَ سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً ح وَحَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ وَمَسْجِدُ الرَّسُولِ وَ

١١٢٠

باب — مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ شرفہما اللہ تعالیٰ کی مسجد میں نماز کی فضیلت

۱۱۲۰ — **ترجمہ :** قزعہ بن یحییٰ نے کہا میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے چار حدیثیں سنیں اُنھوں نے کہا میں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا اور اُنھوں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہمراہ بارہ غزوے لڑے ہیں،، **تحویل**،، ابو ہریرہ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے روائت کی کہ آپ نے فرمایا تین مساجد کے سوا کسی مسجد کی طرف کجاوے نہ کسے جائیں۔ مسجدِ حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ،،

۱۱۲۰ — **شرح :** شدِّ رحال،، سے سفر کی طرف اشارہ ہے یعنی سفر نہ کیا جائے اور مستثنیٰ امتصل ہے لہذا حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ ان تین مساجد کے سوا کسی اور مسجد کی طرف بغرض فضیلتِ ثواب سفر نہ کیا جائے کیونکہ ان مساجد کے سوا دنیا کی تمام مسجدیں ان میں نماز کے ثواب میں برابر ہیں البتہ جوامع مساجد میں نمازیوں کی کثرت کے باعث زیادہ ثواب ہے اور دُور سے چل کر مسجد میں نماز پڑھنے کا زیادہ ثواب کثرتِ اقدام کے باعث ہے نفسِ مسجد کے اعتبار سے ثواب میں کوئی تفاوت نہیں،،

اور اگر مستثنیٰ مفرغ ہو جس میں مستثنیٰ منہ عام ہوتا ہے تو حدیث کا معنیٰ یہ ہوگا کہ ان تین مساجد کے سوا کسی مکان کی طرف سفر نہ کرو حتیٰ کہ یہ لازم آئے گا کہ سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ اور دیگر انبیاء کرام کے مزارات (قبور) کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز نہ ہو بلکہ پُورے عموم کے اعتبار سے معنیٰ یہ ہوگا کہ کسی طرف ہی سفر کرنا جائز نہ ہو سوا ان تین مساجد کے،، مگر حقیقت یہ ہے کہ پورے عموم سے مراد وہ عام ہے جو نوع اور وصف کے اعتبار سے مستثنیٰ کے مناسب ہو جیسے کوئی کہے کہ میں نے زید کے سوا کسی کو نہیں دیکھا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ میں نے زید کے سوا کسی شخص کو نہیں دیکھا اور یہ مراد لینا غلط ہے کہ میں نے کسی شئ کو نہیں دیکھا،، امام نووی نے کہا اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ان تین مساجد کے سوا کسی اور مسجد کی طرف سفر کرنے میں فضیلت نہیں،، اس حدیث سے دوسری مساجد پر ان مساجد کی فضیلت واضح ہوتی ہے کیونکہ ان کو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بنایا ہے مسجد حرام

۱۱۲۱ مسجدِ اقصیٰ حَدَّثنا عبداللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن زید بن رباح وعبید اللہ بن ابی عبد اللہ الاغر عن ابی عبد اللہ الاغر عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال صلوٰۃ فی مسجدی ھذا

تمام لوگوں کا قبلہ ہے، مسجد نبوی تقویٰ پر مبنی ہے اور مسجد اقصیٰ پہلی امتوں کا قبلہ رہا ہے،، امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جس نے کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانی اور وہ اس مسجد تک سفر کے اہتمام کے بغیر نہیں جا سکتا تو وہ اپنے شہر کی مسجد میں نذر پوری کرے ہاں اگر اُس نے ان تین مساجد میں سے کسی ایک مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانی ہو تو ضرور سفر کر کے وہاں پہنچ کر نذر پوری کرے۔ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا جو کوئی نیک لوگوں کی مساجد میں نماز پڑھنے کا ارادہ کرے اور وہاں نفل نماز سے متبرک ہونا چاہے تو اس قصد سے اس کا یہ سفر کرنا مباح ہے اور وہ مذکور حدیث کی زد میں نہیں آتا،، علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ شیخ زین الدین نے کہا کہ اس حدیث کا بہترین محمل یہ ہے کہ ان تین ساجد کے سوا کسی مسجد کی طرف شدِ رحال نہ کیا جائے اور اگر کسی مسجد کی طرف سفر کرنے کا مقصد یہ ہو کہ وہاں علم حاصل کرے گا یا صالحین کی قبور کی زیارت اور تجارت کے لئے سفر کرے تو وہ اس نہی میں داخل نہیں،، لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ،، میں ستثناء متصل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ مسند امام احمد میں شہر بن حوشب کے طریق سے روائت کی کہ اُنھوں نے کہا میں نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے سُنا جبکہ ان کے پاس طور میں نماز کا ذکر کیا گیا اُنھوں نے کہا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان تین مساجد کے سوا کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے اس کی طرف اہتمام سے سفر نہ کرے،، شہر بن حوشب کو ائمہ کرام کی ایک جماعت نے ثقہ کہا ہے،،

بہذا مذکور حدیث کا معنی اب مزید وضاحت کا محتاج نہیں اور بزرگان دین کے قبور کی زیارت کے لئے سفر ممنوع نہیں اور یہ کہنا درست نہیں کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت کا قصد ممنوع ہے جو بعض قاصرین گمان کرتے ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی یہ روائت بیہقی میں ہے اور دارقطنی کی روائت میں ہے جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی ان روایات کے ہوتے ہوئے قاصرین کا موہوم بے بنیاد اور کَبَیْتِ الْعَنْکَبُوْتِ ہو کر رہ جاتا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۱۱۲۱ — ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اس مسجد میں ایک نماز پڑھنا مسجد حرام کے سوا دوسری مسجدوں میں ہزار نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے،،

۱۱۲۱ — شرح : اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ،، اس استثناء میں تین امور کا احتمال ہے اور وہ یہ کہ مسجد حرام مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مساوی ہے یا اس سے افضل ہے یا اس سے کم ہے یعنی مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب ہزار نماز کے ثواب سے کم ہے" جمہور علماء کا یہ مذہب ہے کہ مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے افضل ہے اسی طرح مکہ مکرمہ کی مسجد مدینہ منورہ کی مسجد سے افضل ہے مگر امام مالک رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کو مسجد حرام سے افضل کہتے ہیں اور مذکور حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ میری

خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَابُ مَسْجِدِ قُبَاءٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يُصَلِّي مِنَ الضُّحَى إِلَّا فِي يَوْمَيْنِ يَوْمَ يَقْدَمُ بِمَكَّةَ فَإِنَّهُ كَانَ يَقْدَمُهَا ضُحًى فَيَطُوفُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ خَلْفَ الْمَقَامِ وَيَوْمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ فَإِنَّهُ كَانَ يَأْتِيهِ كُلَّ سَبْتٍ فَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَرِهَ أَنْ يَخْرُجَ مِنْهُ حَتَّى يُصَلِّيَ فِيهِ قَالَ وَكَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَزُورُهُ رَاكِبًا وَمَاشِيًا قَالَ وَكَانَ يَقُولُ إِنَّمَا أَصْنَعُ كَمَا رَأَيْتُ أَصْحَابِي يَصْنَعُونَ وَلَا أَمْنَعُ أَحَدًا أَنْ صَلَّى فِي أَيِّ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ غَيْرَ أَنْ لَا يَتَحَرَّوْا طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا

مسجد میں نماز پڑھنا مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے ہزار نمازوں رکعے بغیر افضل ہے،، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس میں فرض و نفل برابر ہیں ؛ البتہ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس فضیلت کو فرض نماز کے ساتھ مخصوص کہا ہے،، قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ زمین کا جو حصہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء مقدسہ کے ساتھ ملصق ہے وہ ساری دنیا کی زمین سے افضل ہے بعض علماء نے کہا یہ حصہ عرش معلّٰی سے افضل ہے،،

باب — مسجد قبا

۱۱۲۲ — **ترجمہ** : حضرت نافع سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چاشت کی نماز صرف اس روز پڑھتے تھے جب وہ مکہ مکرمہ میں آتے تھے کیونکہ وہ مکہ مکرمہ میں چاشت کے وقت ہی آتے تھے وہ بیت اللہ کا طواف کرتے پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھتے اور جب وہ مسجد قباء جاتے تو چاشت کی نماز پڑھتے تھے کیونکہ وہ ہر ہفتہ کو مسجد قباء آتے تھے جب وہ مسجد میں داخل ہوتے تو نماز پڑھے بغیر اس سے نکلنا مکروہ جانتے تھے۔ نافع نے کہا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدل اور سوار مسجد قباء کی زیارت کرتے تھے نافع نے کہا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے میں اسی طرح کرتا ہوں جس طرح میں نے اپنے ساتھیوں کو کرتے دیکھا ہے میں کسی کو اس سے منع نہیں کرتا کہ وہ رات یا دن میں جس وقت چاہے نماز پڑھے مگر طلوعِ شمس اور اس کے غروب کے وقت نماز نہ پڑھو،،

۱۱۲۲ — **شرح** : ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا قباء اگر موضع کا نام ہے تو منصرف اگر اس کو "بُقْعَۃٌ" کا نام دیا جائے تو غیر منصرف ہے،، بعض علماء نے کہا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد قباء میں تشریف لے جانا اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ ان مساجد سے ہے جن کی طرف پیدل اور سوار سفر کرنے میں حرج نہیں اور یہ "لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ"، کی نہی میں داخل نہیں۔ ہفتہ کے روز مسجد قباء کی زیارت کی خصوصیت یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد سب سے پہلے مسجد قباء کی بنیاد رکھی اس کے بعد مسجد نبوی کی تعمیر فرمائی اسی میں جمعہ پڑھا جاتا تھا اور اہل قباء اور عوالی مدینہ والے لوگ جمعہ کی نماز

بَابُ مَنْ اَتٰی مَسْجِدَ قُبَاءٍ کُلَّ سَبْتٍ

۱۱۲۳ حَدَّثَنَا مُوْسٰی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ دِیْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْتِیْ مَسْجِدَ قُبَاءٍ کُلَّ سَبْتٍ مَاشِیًا وَّرَاکِبًا وَکَانَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ یَفْعَلُہٗ

۱۱۲۴ بَابُ اِتْیَانِ مَسْجِدِ قُبَاءٍ رَاکِبًا وَّمَاشِیًا حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنِیْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْتِیْ مَسْجِدَ قُبَاءٍ رَاکِبًا وَّمَاشِیًا زَادَ ابْنُ نُمَیْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ عَنْ نَافِعٍ فَیُصَلِّیْ فِیْہِ رَکْعَتَیْنِ

کے لئے مسجد نبوی میں آتے تھے اور جمعہ کے وقت مسجدِ قباء نمازیوں سے خالی رہتی تھی تو اس کی مکافات کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد ہفتہ کے روز مسجدِ قباء میں تشریف لے جاتے تھے کیونکہ آپ اپنے صحابہ کی مکافات کو پسند فرمایا کرتے تھے حتیٰ کہ خود ان کی خدمت فرماتے تھے اور فرماتے تھے یہ لوگ میرے اصحاب کا احترام کرتے تھے میں ان کی مکافات کرتا ہوں ،، یہ بھی احتمال ہے کہ ہفتہ کا روز فرصت کا دن تھا جبکہ جمعہ کے روز بہت مشاغل تھے ،، واللہ ورسولہ اعلم !

باب ــــ جو ہر ہفتہ کو مسجد قباء آیا

۱۱۲۳ ــــ ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اُنھوں نے کہا نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کو مسجد قباء پیدل اور سوار ہو کر تشریف لے جاتے تھے اور عبد اللہ بن عمر بھی اس طرح کرتے تھے ۔

باب ــــ مسجد قباء پیدل اور سوار ہو کر آنا

۱۱۲۴ ــــ ترجمہ : نافع نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ اُنھوں نے کہا نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبا سوار ہو کر اور پیدل آتے تھے ابن نمیر نے اس پر زیادہ ذکر کیا اُنھوں نے کہا ہم کو عبید اللہ نے نافع سے خبر دی کہ آپ اس میں دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

۱۱۲۳ ، ۱۱۲۴ ــــ شرح : حدیث ۱۱۲۲ موقوف اور مرفوع پر مشتمل ہے موقوف یوم سبت کے ساتھ مقید ہے اور مرفوع مطلق ہے جبکہ اس کا مدلول یہ ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قباء کی زیارت پیدل اور سوار ہو کر کرتے تھے اور اس میں دن کا ذکر نہیں کہ کس روز تشریف لے جاتے تھے اس لئے اس حدیث میں اس کی وضاحت کر دی کہ بروز ہفتہ تشریف لے جاتے تھے ۔ اس حدیث میں مسجد قباء کی فضیلت واضح ہوتی ہے ۔ سہل بن حنیف نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جو کوئی مسجد قباء جا کر نماز پڑھے اس کو غلام آزاد کرنے کا ثواب حاصل ہوتا ہے عمرو بن

بَابُ فَضْلِ مَا بَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ 1125
ابْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ الْمَازِنِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي
رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ 1126
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي

شیبہ نے اخبار مدینہ میں صحیح اسناد سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا کہ مسجد قباء میں دو رکعتیں نماز پڑھنا مجھے بیت المقدس دو دفعہ جانے سے زیادہ محبوب ہے اگر لوگ مسجد قباء کی فضیلت پر مطلع ہو جائیں تو دُور دراز سے چل کر وہاں جائیں،، علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا " مَاشِيًا وَّ رَاكِبًا ،، میں واؤ اَوْ کے معنی میں ہے حدیث ۱۱۲۴ کو اس لئے ذکر کیا کہ اس حدیث کے متعدد اسناد ہیں،، امام طحاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ ابن نمیر کی زیادتی مدرج ہے اور یہ راوی نے اپنی طرف سے ذکر کی ہے کیونکہ انھیں اس بات کا علم تھا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ یہ تھی کہ آپ مسجد میں نماز پڑھ کر بیٹھا کرتے تھے،، واللہ و رسولہ اعلم!

باب — سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف اور منبر کے درمیانی جگہ کی فضیلت

۱۱۲۵ — ترجمہ : عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغات سے ایک باغ ہے۔

۱۱۲۶ — ترجمہ : ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر حوض پر ہے۔

۱۱۲۵، ۱۱۲۶ — شرح : حدیث شریف میں بیت سے مراد قبر یا آپ کا مسکن شریف ہے اور اس میں تخالف نہیں کیونکہ آپ کی قبر شریف حجرہ مطہرہ میں ہے جو آپ کا مسکن اور گھر ہے،، قبر شریف اور منبر کی درمیانی جگہ بعینہٖ جنت میں منتقل کی جائے گی۔ اس اعتبار سے لفظ " روضہ،، کا اطلاق حقیقی ہے یا اس جگہ عبادت کرنا جنت میں پہنچنے کا سبب ہے اس تقدیر پر اس کا اطلاق مجازی ہے جیسے ارشاد فرمایا " جنت تلواروں کے سایہ تلے ہے یعنی

بَابُ مَسْجِدِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ

١١٢٧ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ سَمِعْتُ قَزَعَةَ مَوْلَى زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يُحَدِّثُ بِأَرْبَعٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْجَبْنَنِي وَآنَقْنَنِي قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ يَوْمَيْنِ إِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ وَلَا صَوْمَ فِي يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاتَيْنِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَمَسْجِدِي

جہاد کا مال جنت ہے،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد نبوی کے بعض حصے بعض سے افضل ہیں اور منبری علی الحوض کا معنی یہ ہے کہ آپ کا منبر شریف بعینہٖ جنت میں حوض کوثر پر رکھا جائے گا واللہ علی مایشاء قدیر، واللہ اعلم۔

باب — بیت المقدس کی مسجد،،

١١٢٧ — ترجمہ : عبدالملک سے روایت ہے کہا میں نے زیاد کا آزاد کردہ غلام قزعہ سے سُنا اُنھوں نے کہا میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سُنا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چار حدیثیں بیان کرتے تھے اور اُنھوں نے مجھے بہت خوش کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت دو دن سفر نہ کرے مگر اس کا شوہر یا اس کا محرم اس کے ہمراہ ہو دو دن روزہ نہیں عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے روز،، دو نمازوں کے بعد کوئی نماز نہیں صبح کے بعد حتیٰ کہ سورج نکل آئے عصر کے بعد حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے اور سفر کا قصد نہ کیا جائے مگر صرف تین مساجد کی طرف مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری مسجد،،

١١٢٧ — شرح : اس حدیث شریف میں چار احکام ہیں پہلا حکم یہ ہے کہ عورت دو دن تنہا سفر نہ کرے اس مسئلہ میں پانچ مذہب ہیں۔ اوّل حسن بصری، زہری اور قتادہ کا مذہب ہے کہ کوئی عورت شوہر اور محرم کے بغیر دو دن سفر نہ کرے اس سے کم جائز ہے اُنھوں نے بخاری میں مذکور حدیث سے استدلال کیا ہے دوم : ابراہیم نخعی، شعبی، طاؤس اور ظاہریہ کا مذہب ہے کہ عورت مطلقاً سفر نہ کرے اگرچہ قلیل سفر ہو جبکہ اس کے ساتھ اس کا شوہر یا محرم نہ ہو ان کی دلیل یہ ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اپنے اسناد سے روایت کی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے اور جب تک اس کا محرم اس کے ساتھ نہ ہو کوئی شخص اس کے پاس نہ جائے۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا یارسول اللہ! فلاں غزوہ میں میرا نام لکھا گیا ہے حالانکہ میرا ارادہ اپنی بیوی کے ساتھ حج کرنا تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی بیوی کے ساتھ حج کرلو،، یہ حدیث اپنے عموم کے باعث مطلقاً سفر کی ممانعت کرتی ہے۔ سوم : مذہب عطاء، سعید بن کیسان اور بعض ظاہریہ کا ہے کہ ایک برید (چھ میل) سے کم سفر کرسکتی ہے اور ایک برید (چھ میل) سے کم سفر کرسکتی ہے اور ایک برید یا اس سے زائد سفر شوہر یا محرم کے بغیر نہیں کرسکتی،، ان کی دلیل یہ ہے کہ طحاوی نے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بَابُ اسْتِعَانَةِ الْيَدِ

فِي الصَّلٰوةِ اِذَا كَانَ مِنْ اَمْرِ الصَّلٰوةِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَسْتَعِيْنُ الرَّجُلُ فِي صَلٰوتِهٖ مِنْ جَسَدِهٖ بِمَا شَاءَ وَوَضَعَ اَبُوْ اِسْحَاقَ قَلَنْسُوَتَهٗ فِي الصَّلٰوةِ وَرَفَعَهَا وَوَضَعَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَفَّهٗ عَلٰى رُصْغِهِ الْاَيْسَرِ اِلَّا اَنْ يَحُكَّ جِلْدًا اَوْ يُصْلِحَ ثَوْبًا ۷۲۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَهِيَ خَالَتُهٗ قَالَ فَاضْطَجَعْتُ عَلٰى عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

اپنے اسناد سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت اپنے شوہر یا محرم کے بغیر ایک برید سفر نہ کرے۔

چہارم : مذہب اوزاعی، لیث، امام مالک اور امام شافعی کا ہے کہ عورت شوہر و محرم کے بغیر ایک دن سے کم سفر کر سکتی ہے اس سے زائد سفر شوہر یا محرم کے بغیر نہیں کر سکتی،، امام مالک اور شافعی رضی اللہ عنہما یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ شوہر یا محرم کے بغیر فرض حج کر سکتی ہے اگرچہ سفر بعید ہو وہ مذکورہ ممنوع سفر کو غیر واجب سفروں پر محمول کرتے ہیں ان کی دلیل مسلم کی حدیث ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اور قیامت پہ ایمان لانے والی عورت محرم کے بغیر ایک دن سفر نہ کرے،،

پنجم : مذہب ثوری، اعمش امام اعظم ابوحنیفہ، ابو یوسف اور محمد کا ہے کہ عورت اپنے شوہر یا محرم کے بغیر تین دن یا اس سے زیادہ دن سفر نہ کرے اس سے کم سفر محرم کے بغیر کر سکتی ہے۔

ان کی دلیل ابوداؤد کی حدیث ہے جو اُس نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ذکر کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت محرم کے بغیر تین دن سفر نہ کرے،، اس حدیث میں تین دن کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے کم سفر جائز اور مباح ہے ورنہ تقیید بالثلاث کا فائدہ نہ ہوگا لہذا یہ حدیث دوسری روایات کی ناسخ ہے جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مقامات میں ارشاد فرمائی ہیں۔ دوسرا حکم دونوں عیدوں کے روز روزہ کی ممانعت ہے کیونکہ عید الفطر مسلمانوں کی عید کا دن ہے اور عید الاضحیٰ میں لوگ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں لہذا ان دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے۔ تیسرا حکم فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ چوتھا حکم شد رحال ہے۔ حدیث ۱۱۲۰ کے تحت اس کی تفصیل مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — نماز میں ہاتھ سے استعانت کرنا جبکہ وہ کام نماز سے ہو،،

۱۱۲۸ — **ترجمہ** : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا آدمی نماز میں اپنے جسم سے جو چاہے استعانت کرے،، ابواسحاق نے اپنی

عليه وسلم واهله في طولها فنام رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى انتصف الليل او قبله بقليل او بعده بقليل ثم استيقظ رسول الله صلى الله عليه وسلم فجلس فمسح النوم عن وجهه بيده ثم قرأ العشر الآيات خواتيم سورة آل عمران ثم قام الى شن معلقة فتوضأ منها فاحسن وضوءه ثم قام يصلي قال عبد الله بن عباس فقمت فصنعت مثل ما صنع ثم ذهبت فقمت الى جنبه فوضع رسول الله صلى الله عليه وسلم يده اليمنى على رأسي فاخذ باذني اليمنى يفتلها بيده فصلى ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم اوتر ثم اضطجع حتى جاءه المؤذن فقام فصلى ركعتين خفيفتين ثم خرج فصلى الصبح **باب ما ينهى من الكلام في الصلوٰة** **حدثنا** ابن نمير قال حدثنا ابن فضيل قال حدثنا الاعمش ۱۱۲۹

ہوئی نماز میں زمین پہ رکھی اور اُٹھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی ہتھیلی بائیں پہنچے پر رکھی مگر یہ کہ بدن کھجلائیں یا کپڑا درست کریں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام کریب سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عباس نے ان کو خبر دی کہ وہ ایک رات نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی میمونہ جو ان کی خالہ ہیں کے گھر سوئے اُنھوں نے کہا میں بستر کے عرض کی طرف لیٹ گیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی بیوی میمونہ رضی اللہ عنہا اس کے طول میں آرام فرما ہوئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے حتی کہ آدھی رات ہوئی یا اس سے تھوڑا سا پہلے یا تھوڑا سا بعد آپ بیدار ہوئے اور بیٹھ گئے اور چہرہ انور کو اپنے دونوں ہاتھوں سے ملتے رہے پھر آل عمران سورت سے آخری دس آیات کی تلاوت فرمائی پھر آپ لٹکے ہوئے مشکیزہ کے پاس اُٹھ کر گئے اور اس سے اچھی طرح وضوء کیا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں بھی اُٹھا اور جس طرح آپ نے کیا تھا اسی طرح کیا پھر میں آپ کے پہلو کی طرف کھڑا ہو گیا آپ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پہ رکھا اور میرے کان کو پکڑ کر مروڑا آپ نے دو رکعتیں پڑھیں پھر دو پھر دو پھر دو پھر دو اور پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر آپ نے وتر پڑھے اور لیٹ گئے حتی کہ مؤذن آپ کے پاس آیا آپ اُٹھے اور ہلکی دو رکعت سنتیں پڑھیں پھر نماز کے لئے تشریف لے گئے اور صبح کی نماز پڑھی۔

۱۱۲۸ —— مشرح : حدیث ۱۳۸ اور حدیث ۱۸۲ کے تحت اس کی تشریح توضیح مذکور ہے،، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کو بائیں جانب سے دائیں طرف کیا اس میں نماز کی مصلحت ہے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے ہاتھ شریف سے اپنی دائیں طرف کیا تھا اور ان کو دائیں طرف کرنا اعمالِ صلوٰۃ سے ہے اس لئے حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے،،

باب نماز میں کلام کرنے کی ممانعت

۱۱۲۹ —— ترجمہ : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہتے حالانکہ آپ نماز میں ہوتے تھے اور آپ ہم کو جواب دیتے جب ہم نجاشی کے پاس سے آئے ہم نے آپ کو سلام کہا تو آپ نے ہم کو جواب نہ دیا اور فرمایا نماز میں مشغولیت ہوتی ہے،،

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا وَقَالَ اِنَّ فِي الصَّلٰوةِ شُغْلًا حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ السَّلُوْلِيُّ ۱۱۳۰ قَالَ حَدَّثَنَا هُرَيْمُ بْنُ سُفْيَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

۱۱۳۰ —— علقمہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس جیسی روایت کی ہے،،

۱۱۲۹ ، ۱۱۳۰ —— مشرکین مکہ کی اذیت مسلمانوں پر جب سخت ہوگئی تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تم حبشہ چلے جاؤ وہ اچھی مملکت ہے اس کا فرمانروا کسی پر ظلم وستم نہیں کرتا تو فتنہ کے خوف سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے یہ اسلام میں سب سے پہلی ہجرت ہے جو اظہار نبوت کے پانچ سال بعد ماہ رجب میں ہوئی ان مہاجرین میں گیارہ مرد اور چار خواتین تھیں وہ پیدل اور سوار سمندر تک پہنچے اور کرایہ کی کشتی پر سوار ہو کر حبشہ پہنچے،، ان میں حضرت عثمان بن عفان اور ان کی بیوی سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوحذیفہ بن عتبہ اور ان کی بیوی سہلہ بنت سہیل، زبیر بن عوام، مصعب بن عمیر، عبدالرحمن بن عوف، ابوسلمہ بن عبدالاسد اور ان کی بیوی ام سلمہ بنت ابی امیہ، عثمان بن مظعون عامر بن ربیعہ العنزی اور ان کی بیوی لیلی بنت ابی حثمہ، ابوسبرہ بن ابی رہم، حاطب بن عمرو، سہیل بن بیضا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم شامل ہیں،، بعض حضرات نے بیاسی صحابہ مہاجرین ذکر کئے ہیں ان میں ان کی بیویاں اور بچے داخل نہیں اور اگر ان کو ساتھ شمار کریں تو تین سو اسی افراد بن جاتے ہیں جو ہجرت کر کے حبشہ تشریف لے گئے تھے ان کو خبر ملی کہ مشرکین مکہ نے اسلام قبول کر لیا ہے تو واپس مکہ لوٹ آئے مگر وہاں کے حالات جوں کے توں تھے اور مسلمان کفار کی اذیتوں کا شکار ہونے لگے تو دوبارہ حبشہ چلے گئے اس مرتبہ ان کی تعداد پہلے سے دوگنا تھی پھر جب ان کو خبر ملی کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ شرفہا اللہ تعالیٰ ہجرت فرما گئے ہیں تو ان میں سے ۳۳ صحابہ مکہ مکرمہ لوٹ گئے اور ان میں سے دو تو مکہ میں ہی فوت ہوگئے اور سات وہاں ہی ٹھہرے رہے اور چوبیس (۲۴) اشخاص مدینہ منورہ چلے گئے اور جنگ بدر میں شریک ہوئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ انہی سے تھے اور مدینہ منورہ میں وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا تھا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے بعض علماء نے یہاں کچھ اور تفصیل بھی ذکر کی ہے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم الحاصل پہلے نماز میں کلام کرنا مباح تھا پھر حرام ہوگیا بعض علماء کہتے ہیں کہ مکہ مکرمہ نماز میں کلام کی تحریم نازل ہوئی تھی۔ حضرت زید بن ارقم کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ میں تحریم ہوئی کیونکہ زید بن ارقم انصاری ہیں اور وہ مدینہ منورہ میں مسلمان ہوئے تھے اور سورہ بقرہ جس میں تحریم کا ذکر ہے مدنی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

احناف کے نزدیک نماز میں کلام مفسد صلوٰۃ ہے اگرچہ سہواً کلام کرے،،

۱۱۳۱ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی قَالَ اَخْبَرَنَا عِیْسٰے هُوَ ابْنُ یُوْنُسَ عَنْ اِسْمٰعِیْلَ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شُبَیْلٍ عَنْ اَبِیْ عَمْرٍو الشَّیْبَانِیِّ قَالَ قَالَ لِیْ زَیْدُ بْنُ اَرْقَمَ اِنْ کُنَّا لَنَتَکَلَّمُ فِی الصَّلٰوۃِ عَلٰے عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّے اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُکَلِّمُ اَحَدُنَا صَاحِبَهٗ بِحَاجَتِهٖ حَتّٰی نَزَلَتْ حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ اِلٰی فَاُمِرْنَا بِالسُّکُوْتِ بَابُ مَا یَجُوْزُ مِنَ التَّسْبِیْحِ وَالْحَمْدِ فِی الصَّلٰوۃِ لِلرِّجَالِ ۱۱۳۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّے اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصْلِحُ بَیْنَ

۱۱۳۱ ترجمہ : ابوعمرو شیبانی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا ہم عہدِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھنے کی حالت میں کلام کر لیا کرتے تھے ہم میں سے کوئی ایک اپنے ساتھی سے اپنی ضرورت کی بات کر لیتا تھا حتی کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی "نمازوں کی حفاظت کرو خصوصاً عصر کی نماز کی اور اللہ کے سامنے خاموشی سے کھڑے رہو اور ہم کو خاموش رہنے کا حکم دیا گیا"۔

تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نماز میں ہر قسم کی عمداً گفتگو کرنی ممنوع ہے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا لوگ نماز میں کلام کر لیا کرتے تھے پھر ان کو اس سے روک دیا گیا۔ ذوالیدین کی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما کی حدیث سے منسوخ ہے کیونکہ ذوالیدین جنگِ بدر میں شہید ہو گئے تھے اور ان کا نماز میں کلام کرنا بدر سے پہلے تھا اور نماز میں کلام کی تحریم مدینہ منورہ میں نازل ہوئی کیونکہ سورہ بقرہ مدنی ہے جس میں تحریم مذکور ہے۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہجرت کے تھوڑا بعد نماز میں کلام کرنا منسوخ ہو گیا۔ صلوٰۃِ وسطی عصر کی نماز ہے مسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے روز فرمایا "شَغَلُوْنَا عَنْ صَلٰوۃِ الْوُسْطٰی صَلٰوۃِ الْعَصْرِ" ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آزاد کردہ غلام سے کہا کہ قرآن کریم لکھو اور جب اس آیت تک پہنچو تو مجھے بتانا ہوگا حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی۔ جب وہ اس آیت تک پہنچے تو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کہا اس طرح لکھو حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی صَلٰوۃِ الْعَصْرِ" صحیح تر یہی ہے کہ صلوٰۃ وسطی عصر کی نماز ہے گو اس میں علماء کے اور اقوال بھی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

باب — مردوں کے لئے نماز میں الحمد اور سبحان کہنا جائز ہے"

۱۱۳۲ ترجمہ : حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف میں صلح کرانے تشریف لے گئے اور نماز کا وقت آ گیا تو حضرت بلال ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رک لئے گئے ہیں پس آپ لوگوں کی امامت کریں انہوں نے کہا ہاں اگر تم چاہتے ہو (تو میں امامت کرتا ہوں) حضرت بلال نے نماز کے لئے اقامت

بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ وَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَجَاءَ بِلَالٌ أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ حُبِسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَؤُمُّ النَّاسَ قَالَ نَعَمْ إِنْ شِئْتُمْ فَأَقَامَ بِلَالٌ الصَّلٰوةَ فَتَقَدَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَصَلّٰى فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي فِي الصُّفُوفِ يَشُقُّهَا شَقًّا حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ وَأَخَذَ النَّاسُ بِالتَّصْفِيحِ فَقَالَ سَهْلٌ هَلْ تَدْرُونَ مَا التَّصْفِيحُ هُوَ التَّصْفِيقُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِي الصَّلٰوةِ فَلَمَّا أَكْثَرُوا الْتَفَتَ فَإِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّفِّ فَأَشَارَ إِلَيْهِ مَكَانَكَ فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَاءَهُ فَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى **بَابُ مَنْ سَمّٰى قَوْمًا أَوْ سَلَّمَ فِي الصَّلٰوةِ عَلٰى غَيْرِهِ مُوَاجَهَةً وَهُوَ لَا يَعْلَمُ**

۱۱۳۳ **حَدَّثَنَا** عَمْرُو بْنُ عِيسٰى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الصَّمَدِ الْعَمِّيُّ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا

کہی ۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے ہوئے اور نماز پڑھانا شروع کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اس حال میں آپ صفوں میں چلے کہ ان کو چیر رہے تھے ،، حتیٰ کہ پہلی صف میں کھڑے ہو گئے اور لوگوں نے تصفیح کرنی شروع کی حضرت سہل نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ تصفیح کیا ہے ؟ وہ تالی بجانا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں کسی طرف متوجہ نہ ہوا کرتے تھے جب لوگوں نے زیادہ تصفیق کرنا شروع کی تو وہ متوجہ ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صف میں تشریف فرما ہیں آپ نے ابوبکر کو اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی پھر پچھلے قدم لوٹ گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور نماز پڑھائی ،،

۱۱۳۲ — **شرح : قولہ فاشار** ،، یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اشارہ سے فرمایا کہ تم امام رہو اور اپنی حالت پر برقرار اور انھوں نے دونوں ہاتھ اس لئے اُٹھائے کہ وہ دُعا کر رہے تھے اور دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھانا مسنون ہے اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے حمد کی کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منصب امامت سونپتے ہوئے اُن کو عالی مقام پر برقرار رہنے کے لئے فرمایا تھا یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے ۔ اگرچہ باب کے عنوان میں تسبیح مذکور ہے اور حدیث شریف میں اس کا ذکر نہیں مگر دوسرے مواضع میں پوری حدیث مذکور ہے وہاں سے تسبیح کی وضاحت ہوتی ہے ،، یا حمد پر قیاس کرنے سے تسبیح معلوم ہوجاتی ہے ،، اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کی انتظار کرنے سے کسی کو خلیفہ بنانا بہتر ہے اور یہ جائز نہیں کہ لوگوں کی رضاء کے بغیر ان کی امامت کرائے کیونکہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساری مخلوق سے افضل ہونے کے باوجود یہ فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو تو میں تمہاری امامت کرتا ہوں ،، اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مؤذن تکبیر کہنے کا زیادہ مستحق ہے

باب — جس نے کسی قوم کا نام لیا یا نماز میں مشافہۃً کسی غیر کو سلام کیا حالانکہ وہ نہیں جانتا ،،

۱۱۳۳ — **ترجمہ** : حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نماز میں التحیات پڑھتے تھے اور نام ذکر کرتے تھے اور ہم میں سے

حُصَیْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ کُنَّا نَقُوْلُ التَّحِیَّۃُ فِی الصَّلٰوۃِ وَنُسَمِّیْ وَیُسَلِّمُ بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ فَسَمِعَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قُوْلُوْا التَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ فَاِنَّکُمْ اِذَا فَعَلْتُمْ ذٰلِکَ فَقَدْ سَلَّمْتُمْ عَلٰی کُلِّ عَبْدٍ لِلّٰہِ صَالِحٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ بَابُ التَّصْفِیْقِ لِلنِّسَآءِ

۱۱۳۴ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنِیْ سُفْیٰنُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّھْرِیُّ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّصْفِیْقُ لِلنِّسَآءِ وَالتَّسْبِیْحُ لِلرِّجَالِ۔

بعض بعض کو سلام کرتے تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سُنا تو فرمایا یوں کہا کرو،، التحیات للہ الخ کیونکہ جب تم نے ایسا کیا تو زمین و آسمان میں اللہ کے ہر نیک بندے کو تم نے سلام کیا۔

۱۱۳۳ — **شرح** : ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا " مَنْ سَمّٰی قَوْمًا ،، سے مراد یہ ہے کہ لوگ شروع اسلام میں ایک دوسرے کو نماز میں سلام کیا کرتے تھے جبکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تشہّد کا حکم ابھی تک نہ فرمایا تھا،، تو آپ نے ان کو نماز کا اعادہ کرنے کا حکم نہ فرمایا معلوم ہوا کہ جو شخص ناواقفی کی وجہ سے ایسا کرے اس کی نماز باطل نہیں ہوتی،، یہ مالکیہ کا مذہب ہے کیونکہ وہ نماز کے اسباب میں قصداً کلام کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں،،

احناف کہتے ہیں کہ التحیات،، کی مشروعیت سے سلام کا جواز ختم ہوگیا ہے اور نماز میں نام لے کر سلام کہنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے،، اور مالکیہ کا مذکور قول صحیح نہیں کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک مذکور فعل ثابت اور مشروع تھا پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس سے منع فرما دیا اور التحیات پڑھنے کا حکم فرمایا تو اُس نے مذکور فعل منسوخ کر دیا لہٰذا مالکیہ کا یہ کہنا کہ جو ناواقفی کی وجہ سے ایسا کرنے سے اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔ حدیث کے مفہوم کے خلاف ہے اور باب کے عنوان میں جواز و بطلان کی تصریح نہیں اور اس بارے میں امر کے مشتبہ ہونے کی وجہ سے اس کو ترک کر دیا ہے،، قولہٗ " وَھُوَ لَا یَعْلَمُ ،، یعنی جس کو سلام کیا جائے وہ سلام نہیں سنتا،،

" السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ ،، سے معلوم ہوتا ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں مخاطب کرکے صلوٰۃ وسلام کہنا جائز ہے اور اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی معلوم ہوا کہ نماز سے باہر بھی آپ کو مخاطب کرکے الصلوٰۃ والسلام علیک کہنا جائز ہے،،

باب — تصفیق عورتوں کے لئے ہے

۱۱۳۴ — **ترجمہ** : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا مردوں کے لئے تسبیح اور عورتوں کے لئے تصفیق (تالی بجانا) ہے،،

حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ

۱۱۳۵ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ بَابُ مَنْ رَجَعَ الْقَهْقَرَى فِي صَلَاتِهِ أَوْ تَقَدَّمَ بِأَمْرٍ يَنْزِلُ بِهِ رَوَاهُ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ

۱۱۳۶ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ قَالَ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ الْمُسْلِمِينَ بَيْنَاهُمْ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِهِمْ فَفَجَأَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ صُفُوفٌ فَتَبَسَّمَ يَضْحَكُ فَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقِبَيْهِ وَظَنَّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَهَمَّ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يَفْتَتِنُوا فِي صَلَاتِهِمْ فَرَحًا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَأَوْهُ فَأَشَارَ بِيَدِهِ أَنْ أَتِمُّوا ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ وَأَرْخَى السِّتْرَ وَتُوُفِّيَ ذَلِكَ الْيَوْمَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۱۳۵ ـــ ترجمہ : حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردوں کے لئے تسبیح اور عورتوں کے لئے تصفیق (تالی بجانا) ہے"۔

۱۱۳۴ ، ۱۱۳۵ ـــ شرح : فقہاء کے نزدیک تصفیق یہ ہے کہ عورت اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر مارے اور "تسبیح" کا معنی "سبحان اللہ" کہنا ہے"۔ یعنی اگر نماز باجماعت میں کوئی حادثہ پیش آجائے یا امام بھول جائے تو اگر مردوں نے اصلاحِ حال کرنا ہو اور امام کو یاد دلانا ہو تو وہ سبحان اللہ کہیں اور عورتیں دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر ماریں اور زبان سے سبحان اللہ نہ کہیں کیونکہ عورت کی آواز فتنہ سے خالی نہیں اسی لئے اس کو اذان و اقامت اور نماز میں قرأت کا جہر کرنے سے روکا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

باب ـــ جو کوئی اپنی نماز میں اُلٹے پاؤں سے پھر آیا کسی حادثہ پیش آنے کی وجہ سے آگے بڑھا"۔

حضرت سہل بن سعد نے اس کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی"۔

۱۱۳۶ ـــ ترجمہ : زہری نے کہا مجھے انس بن مالک نے خبر دی کہ ایک وقت پیر کے روز لوگ فجر کی نماز میں مشغول تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ

بابٌ إِذَا دَعَتِ الْأُمُّ وَلَدَهَا فِي الصَّلَاةِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي
جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَادَتِ امْرَأَةٌ
ابْنَهَا وَهُوَ فِي صَوْمَعَتِهِ قَالَتْ يَا جُرَيْجُ قَالَ اللّٰهُمَّ أُمِّي وَصَلَاتِي فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ قَالَ اللّٰهُمَّ أُمِّي وَصَلَاتِي
قَالَتْ يَا جُرَيْجُ قَالَ اللّٰهُمَّ أُمِّي وَصَلَاتِي قَالَتِ اللّٰهُمَّ لَا يَمُوتُ جُرَيْجٌ حَتَّى يَنْظُرَ فِي وُجُوهِ الْمَيَامِيسِ وَكَانَتْ تَأْوِي
إِلَى صَوْمَعَتِهِ رَاعِيَةٌ تَرْعَى الْغَنَمَ فَوَلَدَتْ فَقِيلَ لَهَا مِمَّنْ هٰذَا الْوَلَدُ قَالَتْ مِنْ جُرَيْجٍ نَزَلَ مِنْ صَوْمَعَتِهِ قَالَ جُرَيْجٌ أَيْنَ
هٰذِهِ الَّتِي تَزْعُمُ أَنَّ وَلَدَهَا لِي قَالَ يَا بَابُوسُ مَنْ أَبُوكَ قَالَ رَاعِي الْغَنَمِ

عنہ ان کو نماز پڑھا رہے تھے اچانک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ شریفہ کا پردہ اٹھایا اور ان کی طرف دیکھا جبکہ وہ صفیں باندھے ہوئے تھے آپ مسکراتے ہوئے ہنسے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی ایڑیوں پر پیچھے کو مڑے اور یہ گمان کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لانے کا ارادہ فرما رہے ہیں اور مسلمانوں نے جب آپ کو دیکھا تو خوشی کی وجہ سے نماز میں فتنہ میں پڑنے کا قصد کیا (نماز توڑنے کا قصد کیا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس سے اشارہ فرمایا کہ نماز پوری کرو پھر حجرہ میں تشریف لے گئے اور پردہ لٹکا دیا اور اسی روز وصال فرما گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون)

۱۱۳۶ — شرح : اس حدیث سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی فضیلت ظاہر ہوتی ہے جبکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ کے آخری ایام میں ان کو لوگوں کی امامت کے لئے مقرر فرمایا نیز اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہمت صرف کرنا نماز کے منافی نہیں بلکہ باعثِ برکت ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی تشریف آوری کی خوشی میں نماز توڑنے کا قصد کر لیا تھا لیکن آپ کے اشارے سے وہ نماز میں رہے واللہ اعلم!

— جب ماں اپنے بچّے کو نماز میں بُلائے

حضرت لیث نے کہا مجھے جعفر نے کہا عبد الرحمن بن ہرمز سے خبر دی انھوں نے کہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عورت نے اپنے بیٹے کو آواز دی جبکہ وہ اپنے عبادت خانہ میں تھا کہا اے جُریج اس نے کہا یا اللہ میری ماں اور میری نماز، اس کی ماں نے کہا اے جُریج کہا اے اللہ میری ماں اور میری نماز پھر اس کی ماں نے اے جُریج کہا اے اللہ میری ماں اور میری نماز اس کی ماں نے کہا اے اللہ جُریج کو موت نہ آئے۔ جب تک بدمعاش عورت کا چہرہ نہ دیکھ لے ایک چرواہن اس کے عبادت خانہ کے پاس آتی تھی جو بکریاں چرایا کرتی تھی، اس نے بچہ جنا تو اس سے کہا گیا یہ بچہ کس شخص کا ہے اس نے کہا یہ بچہ جریج سے ہے،، وہ اپنے عبادت خانہ سے اتر کر آیا تھا جُریج نے کہا وہ عورت جو یہ گمان کرتی ہے کہ اس کا بچّہ مجھ سے ہے کہاں ہے؟ (بچہ لایا گیا)۔ جُریج نے کہا اے شیر خوار بچے تیرا باپ کون ہے اس نے کہا (میرا باپ) بکریوں کا چرواہا ہے۔

۱۱۳۷ **بَابُ مَسْحِ الْحَصٰی فِی الصَّلٰوۃِ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ**
قَالَ حَدَّثَنَا شَیْبَانُ عَنْ یَحْیٰی عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ قَالَ حَدَّثَنِیْ مُعَیْقِیْبٌ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِی الرَّجُلِ یُسَوِّی التُّرَابَ حَیْثُ یَسْجُدُ قَالَ اِنْ کُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَۃً **بَابُ بَسْطِ الثَّوْبِ فِی الصَّلٰوۃِ لِلسُّجُوْدِ**

باب —— اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ان کی شریعت کے مطابق نماز میں کلام کرنا ممنوع نہ تھا اس لئے جب جریج نے اپنی ماں کی آواز پر لبیک نہ کہا تو اس کی والدہ کی دعاء مؤثر ثابت ہوئی اور وہ شدید حال سے دوچار ہوئے ابتداءِ اسلام میں ہماری شریعت میں بھی نماز میں کلام مباح تھا اور پھر منسوخ ہوگیا لہٰذا اب کسی نمازی کے لئے جائز نہیں کہ جب اس کی ماں یا کوئی اور بلائے تو نماز قطع کرے کیونکہ حدیث شریف میں ہے "لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ اللہ"، کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی طاعت نہ کرے اور عمل کا باطل کرنا حرام اور ممنوع ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" لَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ"، اس لئے ماں کے بلانے پر نماز نہ توڑے البتہ مستحب امر یہ ہے کہ نماز میں تخفیف کر کے والدین کی اجابت کرے صاحبِ توضیح نے کہا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ اگر آپ کسی کو بلائیں جبکہ وہ نماز میں ہو تو اس پر آپ کی اجابت واجب ہے اور اس کی نماز باطل نہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا جریج نے اپنی ماں کی اجابت پر نفل نماز کو پسند کیا حالانکہ اس کے لئے یہ ممکن تھا کہ نماز میں تخفیف کر کے ماں کی اجابت کرتا کیونکہ نفل نماز پر استمرار ایک زائد امر ہے اور ماں باپ کی اجابت اور ان سے نیکی کرنا واجب ہے اس لئے درست یہی تھا کہ نماز میں تخفیف کر کے اجابت کرتا، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین سے نیکی کرنا واجب ہے اور انکی دعاء قبول ہوتی ہے جب کئی امور متعارض ہو جائیں تو سب سے اہم اور ضروری امر کو اختیار کرے، نیز اولیاء اللہ کی کرامت ثابت ہیں ابن بطال نے کہا ممکن ہے کہ جریج نبی ہوں اور یہ ان کا معجزہ ہو" بابوس" شیرخوار بچہ ہے"۔

باب —— نماز میں کنکریوں کا ہٹانا

۱۱۳۷ —— **ترجمہ** : ابوسلمہ نے کہا مجھے معیقیب نے خبر دی کہ نبیٔ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو سجدہ کرنے کی جگہ مٹی برابر کرے آپ نے فرمایا اگر تو نے ضرور کرنا ہے تو ایک بار کر لے۔

باب —— نماز میں سجدہ کے لئے کپڑا بچھانا

۱۱۳۸ حدثنا مسدد قال حدثنا بشر قال حدثنا غالب القطان عن بكر بن عبد الله عن انس بن مالك قال كنا نصلي مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في شدة الحر فاذا لم يستطع احدنا ان يمكن وجهه من الارض بسط ثوبه فسجد عليه

۱۱۳۹ باب ما يجوز من العمل في الصلاة حدثنا عبد الله بن مسلمة قال حدثنا مالك عن ابي النضر عن ابي سلمة عن عائشة قالت كنت امد رجلي في قبلة النبي صلى الله عليه وسلم وهو يصلي فاذا سجد غمزني فرفعتها فاذا قام مددتها

۱۱۴۰ حدثنا محمود قال حدثنا شبابة قال حدثنا شعبة عن محمد بن زياد عن ابي هريرة عن النبي صلى الله

ترجمہ ۱۱۳۸ — : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہم سخت گرمی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے جب ہم میں سے کوئی اپنا چہرہ زمین پر رکھنے کی طاقت نہ رکھ سکتا ہوتا تو زمین پر کپڑا بچھا لیتا اور اس پر سجدہ کرتا "

شرح ۱۱۳۷ ، ۱۱۳۸ — : ان حدیثوں سے واضح ہوتا ہے کہ سردی یا گرمی کی وجہ سے نماز میں ایک بار کنکریوں کو ہٹانا اور کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کرنا جائز ہے " قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا سلف صالحین مسجد میں سے پیشانی پر جو مٹی وغیرہ لگی ہو نماز سے فارغ ہونے سے قبل اس کو پونچھنا مکروہ جانتے تھے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا چار اشیاء سے دل میں سختی ہو جاتا ہے سترہ کے بغیر نماز پڑھنا، نماز سے فارغ ہونے سے پہلے پیشانی پونچھنا، کھڑے ہو کر پیشاب کرنا اور مؤذن کی اذان سن کر اس کی اجابت نہ کرنا " حدیث ع۳۸۰ کے تحت اس کی تفصیل مذکور ہے "
"معیقیب" دوسی مدنی قدیم الاسلام ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کے محافظ تھے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے ان کو بیت المال کا حاکم بنایا تھا، انھوں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سات احادیث روایت کی ہیں ان میں سے بخاری میں صرف یہ ایک حدیث ہے چالیس ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔

باب — نماز میں جو عمل جائز ہے "

ترجمہ ۱۱۳۹ — : ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبلہ میں اپنے پاؤں پھیلا دیتی تھی جبکہ آپ (رات کو) نماز پڑھتے تھے اور جب آپ سجدہ کا ارادہ فرماتے تو میرا پاؤں دبا دیتے میں اس کو اٹھا لیتی " اور جب آپ کھڑے ہو جاتے تو میں پھر پاؤں پھیلا دیتی تھی "

ترجمہ ۱۱۴۰ — : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے ایک نماز پڑھی تو فرمایا شیطان میرے سامنے آیا اور اس نے میرے اوپر حملہ کیا تاکہ میری نماز قطع کر دے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قادر کیا تو میں نے اس کو دفع کر دیا میں نے یہ قصد کیا کہ اس کو ایک ستون سے مضبوط باندھ دوں تاکہ صبح کو تم اسے دیکھو پھر میں نے سلیمان علیہ السلام

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ صَلّٰى صَلوٰةً فَقَالَ اِنَّ الشَّيْطَانَ عَرَضَ لِيْ فَشَدَّ عَلَيَّ لِيَقْطَعَ الصَّلوٰةَ عَلَيَّ فَاَمْكَنَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ فَذَعَتُّهُ وَلَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اُوْثِقَهُ اِلٰى سَارِيَةٍ حَتّٰى تُصْبِحُوْا فَتَنْظُرُوْا اِلَيْهِ فَذَكَرْتُ قَوْلَ سُلَيْمَانَ رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ فَرَدَّهُ اللّٰهُ خَاسِئًا **بَابٌ** اِذَا انْفَلَتَتِ الدَّابَّةُ فِي الصَّلوٰةِ وَقَالَ قَتَادَةُ اِنْ اُخِذَ ثَوْبُهٗ يَتَّبِعُ السَّارِقَ وَيَدَعُ الصَّلوٰةَ

۱۱۴۱ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَزْرَقُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ كُنَّا

کا یہ قول یاد کیا۔ رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ ،، اے اللہ مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لئے نہ ہو ،، پھر نضر بن شمیل نے کہا " فَذَعَتُّهٗ ،، ذال کے ساتھ ہے یعنی میں نے اس کا گلا گھونٹا اور فَدَعَتُّهٗ ،، اللہ تعالیٰ کا قول " يَوْمَ يُدَعُّوْنَ ،، سے اخذ کیا گیا ہے یعنی وہ دفع کیے جائیں گے اور صحیح فَذَعَتُّهٗ ،، ہے مگر یہ کہ عین اور تاء کی تشدید کے ساتھ ،، اسی طرح کہا۔

۱۱۳۹ ، ۱۱۴۰ — **شرح** : ان حدیثوں کی باب سے مناسبت اس طرح ہے کہ ان کا مدلول یہ ہے کہ نماز میں عمل یسیر نماز کو فاسد نہیں کرتا ،، اس لئے علماء نے کہا کہ برغوث اور جوں کو نماز میں پکڑ لینا ، نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو روکنا ، ہلکی سی التفات کرنا اور ہلکا سا چلنا ،، سانپ اور بچھوے وغیرہ کا قتل کرنا جائز ہے جبکہ ان افعال سے نمازی کا مقصد فضول امر نہ ہو ،، امام مالک اور امام شافعی رضی اللہ عنہما نے فرض نماز میں عمل یسیر سے بچہ کا اٹھا لینے کو جائز کہا ہے احناف کے نزدیک یہ مکروہ ہے مگر عذر کی وجہ سے جائز ہے ،،

قولہ " فَذَعَتُّهٗ ،، میں فاء عاطفہ ہے اور ذَعَتُّهٗ ،، ماضی متکلم کا صیغہ ہے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ میں نے شیطان کا گلا گھونٹا اور اگر یہ لفظ " فَدَعَتُّهٗ ،، دال کے ساتھ ہو تو اس کا معنیٰ دفع کرنا اور دور کرنا ہے یعنی میں نے اس کو دفع کر دیا ،، بہرحال جو بھی ہو یہ عمل یسیر ہے جو نماز میں جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم!

باب — جب بحالتِ نماز جانور چھوٹ جائے ،،

اور قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر کسی کا کپڑا چوری ہو جائے تو وہ چور کا پیچھا کرے اور نماز چھوڑ دے ،،

۱۱۴۱ — **ترجمہ** : ازرق بن قیس رضی اللہ عنہ نے کہا ہم اہواز میں خارجیوں سے لڑائی کر رہے تھے اس اثنا میں نہر کے کنارے پر تھا اچانک ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اس کے جانور کا لگام اس کے ہاتھ میں تھا جانور نے اس سے جھگڑنا شروع کیا (بدکتا تھا) اور اس نے اس کا پیچھا کرنا شروع کر دیا شعبہ نے کہا وہ شخص ابو برزہ اسلمی تھے خارجیوں میں سے ایک شخص کہنے لگا اے اللہ اس بوڑھے کا ستیاناس کر جب وہ بوڑھا نماز سے فارغ ہوا تو کہا میں نے تمہاری بات سنی ہے میں نے

بالأهواز نقاتل الحرورية فبينا انا على جرف نهر اذا جاء رجل يصلي فاذا لجام دابته بيده فجعلت الدابة تنازعه وجعل يتبعها قال شعبة هو ابو برزة الاسلمي فجعل رجل من الخوارج يقول اللهم افعل بهذا الشيخ فلما انصرف الشيخ قال اني سمعت قولكم واني غزوت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ست غزوات او سبع غزوات او ثماني وشهدت تيسيره واني ان كنت ان ارجع مع دابتي احب الي من ان ادعها ترجع الى مالفها فيشق علي

۱۱۴۲ حدثنا محمد بن مقاتل قال اخبرنا عبد الله قال اخبرنا يونس عن الزهري عن عروة قال قالت عائشة خسفت الشمس فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم فقرأ سورة طويلة ثم ركع فاطال ثم رفع راسه ثم استفتح سورة اخرى ثم ركع حتى قضاها وسجد ثم فعل ذلك في الثانية ثم قال انهما ايتان من ايات الله فاذا رأيتم ذلك فصلوا حتى يفرج عنكم لقد رأيت في مقامي هذا كل شئ وعدته حتى لقد رأيتني اريد ان اخذ قطفا من الجنة حين رأيتموني جعلت اتقدم ولقد رأيت جهنم يحطم بعضها بعضا حين رأيتموني تاخرت ورأيت فيها عمرو بن لحي وهو الذي سيب السوائب

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چھ یا سات یا آٹھ جنگوں میں شرکت کی ہے میں نے لوگوں پر آپ کی تسہیل دیکھی ہے۔ میں اپنے جانور کے ساتھ لوٹوں تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ اس کو چھوڑ دوں وہ اپنے کھانے پینے کے لئے چلا جائے اور میرے لئے (گھر جانا) مشکل ہو جائے،،

۱۱۴۱ —— ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس مسئلہ میں کسی فقیہہ کا اختلاف نہیں کہ جس شخص کا جانور دوڑ جائے جبکہ وہ نماز میں ہو تو وہ نماز توڑ دے اور جانور کا پیچھا کرے۔ اسی طرح جس نے اپنے جانور کی ہلاکت کا خطرہ محسوس کیا یا بچہ کو دیکھا کہ وہ کنوئیں میں گر جائے گا یا اندھے کو دیکھا کہ وہ کنوئیں میں گر جائے گا یا اندھے کو دیکھا کہ وہ کنوئیں میں گر جائے گا اور وہ ان امور کی مدافعت کرنے پر قادر ہے تو اس پر واجب ہے کہ نماز قطع کر دے اور ان کی حفاظت کرے،، اور یہ ناممکن ہے کہ حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ ایسا کریں اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ دیکھا ہو،، ابن تین رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اگر کوئی قدر و قیمت والی شئ کے ضیاع کا خطرہ محسوس کرے تو اس کے لئے جائز ہے کہ تو اس کی صیانت کے لئے نماز توڑ دے اگر معمولی شئ کے ضائع ہونے کا ڈر ہو تو نماز میں مصروف رہنا بہتر ہے۔

۱۱۴۲ —— ترجمہ : حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا سورج کو گرہن لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور لمبی سورت پڑھی پھر رکوع کیا اور لمبا کیا پھر سر مبارک اٹھایا پھر دوسری سورت پڑھنی شروع کی پھر رکوع کیا حتی کہ اس کو پورا کیا اور سجدہ کیا پھر اسی طرح دوسری رکعت میں کیا پھر فرمایا یہ دونوں (سورج و چاند) اللہ تعالیٰ

بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنَ الْبُصَاقِ وَالنَّفْخِ فِى الصَّلٰوةِ وَيُذْكَرُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو نَفَخَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى سُجُوْدِهٖ فِى كُسُوْفٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ۱۱۴۳ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نُخَامَةً فِى قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَتَغَيَّظَ عَلٰى اَهْلِ الْمَسْجِدِ وَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ اَحَدِكُمْ فَاِذَا كَانَ فِى صَلٰوتِهٖ فَلَا يَبْزُقَنَّ اَوْ قَالَ لَا يَتَنَخَّمَنَّ ثُمَّ نَزَلَ فَحَتَّهَا بِيَدِهٖ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا بَزَقَ اَحَدُكُمْ فَلْيَبْزُقْ عَنْ يَسَارِهٖ

کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں جب تم یہ دیکھو تو نماز پڑھو حتیٰ کہ سورج گرہن تم سے دور ہو جائے یقیناً میں نے اس مقام میں ہر شئی کو دیکھا ہے جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ جنت سے ایک خوشہ لینے کا ارادہ کر رہا ہوں جبکہ تم نے مجھے دیکھا تھا کہ میں آگے بڑھ رہا ہوں میں نے دوزخ کو دیکھا اس کا بعض دوسرے بعض کو کھا رہا ہے جبکہ تم نے مجھے دیکھا تھا کہ میں پیچھے ہٹ رہا ہوں میں نے دوزخ میں عمرو بن لحی کو دیکھا اور یہی وہ شخص ہے جس نے بتوں کے نام پر جانور چھوڑنے کا طریقہ نکالا،،

۱۱۴۲ — شرح : اس حدیث شریف سے واضح ہوتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام میں ہر شئی کو دیکھا جس کی رؤیت کا اللہ تعالیٰ نے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا ہے (محدثین نے کہا) حتیٰ کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو بھی دیکھا کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی شئی ہے قرآن کریم ہے " قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ ،، اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے رب کو ایسے دیکھو گے جیسے چودھویں رات کا چاند دیکھتے ہو جبکہ اس کے آگے بادل نہ ہو اور سر مبارک کی آنکھوں سے دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے لہٰذا اس بات کا یقین کر لینا چاہیئے کہ جس ذات ستودہ صفات سے خالق کائنات مخفی نہ رہا ان سے دنیا و آخرت کی کونسی شئی مخفی رہ سکتی ہے اسی لئے فرمایا میں نے اس مقام میں ہر شئی کو دیکھا" اس حدیث کی عنوان سے مناسبت اس طرح ہے کہ اس میں مطلقاً جانوروں کو فضول چھوڑنے کی مذمت ہے نماز میں ہو یا نماز سے باہر، ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا جس کا جانور دوڑ جائے اور وہ نماز میں ہو تو نماز توڑ دے اور جانور کو قابو کرے اور تیسیر سے مراد نماز یا غیر نماز میں آسانی کرنی ہے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ اپنی رائے سے ایسا کیا ہو اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا اور دیکھا نہ ہو معلوم ہوا کہ جب نمازی نقصان ہوتا دیکھے تو نماز توڑ کر اس کی حفاظت کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم!

باب — "جو نماز میں پھونکنے اور تھوکنے سے جائز ہے"

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃِ کسوف میں اپنے سجدہ میں پھونک ماری۔

۱۱۴۳ "حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے قبلہ میں بلغم پھینکا ہوا دیکھا تو مسجد والوں پر سخت غصہ ہوئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے ہے۔ جب کوئی نماز میں ہو

۱۱۴۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا كَانَ فِي الصَّلٰوةِ فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ وَلٰكِنْ عَنْ شِمَالِهِ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى

بَابٌ مَنْ صَفَّقَ جَاهِلًا مِنَ الرِّجَالِ فِي صَلَاتِهِ لَمْ تَفْسُدْ صَلَاتُهُ فِيهِ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تو سامنے، نہ تھوکے یا فرمایا اور نہ بلغم پھینکے۔ پھر آپ منبر شریف سے اُترے اور اُس کو دست اقدس سے کھرچ دیا
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا جب تم میں سے کوئی تھوکے تو اپنی بائیں جانب تھوکے۔"

۱۱۴۳ شرح: بظاہر عنوان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں تھوکنا اور پھونک مارنا جائز ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث کا یہی مدلول ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے تھوکنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے "یُذْکَرُ" تمریض کا صیغہ ذکر کیا ہے، کیونکہ یہ روائت عطاء بن سائب سے ہے اور اس کے ساتھ استدلال میں اختلاف ہے جبکہ وہ آخر عمر میں خلط کرنے لگے تھے۔ ان کی حدیث میں نفخ کی تفسیر اُف سے کی گئی ہے اور اُف کلام نہیں اور پھونک مارنے والا فاء کو مشدد نہیں نکالتا۔ لہٰذا یہ کلام نہیں اسی لئے امام ابویوسف رحمہ اللہ نے کہا کہ نمازی اپنی نماز میں اُف یا آہ یا اُح کہے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رضی اللہ عنہما نے کہا یہ لوگوں کا کلام ہے، لہٰذا اس سے نماز فاسد ہو جائے گی اور جو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے وہ پہلے تھا پھر منسوخ ہو گیا۔ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا نماز میں پھونکنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام احمد رضی اللہ عنہ اسے مکروہ کہتے ہیں۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بمنزلہ کلام ہے۔ لہٰذا اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کھنکارنا اور تھوکنا نماز میں جائز ہے اور پھونکنے میں تھوک سے زیادہ نطق نہیں ہوتا جب نماز میں تھوکنا بالاتفاق جائز ہے تو پھونکنا بھی جائز ہونا چاہیئے۔ اسی لئے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس باب میں تھوک کی حدیث ذکر کی ہے تاکہ اس سے پھونکنے کے جواز پر استدلال کیا جائے۔ قبل تھوک جب نمازی کے بائیں طرف یا قدم کے نیچے ہو تو نماز اس کی محتمل ہے جبکہ نطق کے بغیر ہو اور تھوکتے وقت لوگ ہوتا یا فاء کرتے ہیں اور اس سے تھوکنے کی آواز سمجھی جاتی ہے وہ خشوع کے خلاف ہے۔ اس بارے میں حدیث ۴۰۹ کے تحت بسط سے تحریر کیا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

۱۱۴۴ ترجمہ "حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا جو شخص نماز میں ہو وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے وہ اپنے آگے نہ تھوکے اور نہ ہی دائیں طرف تھوکے، لیکن اپنی بائیں جانب بائیں قدم کے نیچے تھوکے۔"

۱۱۴۴ شرح: اس حدیث سے متعلق تفصیل ۴۰۹ کے تحت مذکور ہے۔

باب — "جو شخص جہالت کے باعث نماز میں تالی بجائے اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔"

اس بارے میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی ہے

بَابٌ اِذَا قِيْلَ لِلْمُصَلِّىْ تَقَدَّمْ اَوِانْتَظِرْ فَانْتَظَرَ فَلَا بَاسَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيٰنُ عَنْ اَبِىْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُصَلُّوْنَ مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ عَاقِدُوْ اُزُرِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ عَلٰى رِقَابِهِمْ فَقِيْلَ لِلنِّسَآءِ لَا تَرْفَعْنَ رُؤُسَكُنَّ حَتّٰى يَسْتَوِىَ الرِّجَالُ جُلُوْسًا ۱۱۴۵

بَابٌ لَا يَرُدُّ السَّلَامَ فِى الصَّلٰوةِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ۱۱۴۶

باب ــــ "جب نمازی سے کہا جائے آگے بڑھو یا انتظار کرو اور اُس نے انتظار کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں"۔

قَوْلُهٗ مَنْ صَفَّقَ الخ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص نماز میں کسی حادثہ کے وقوع کے وقت ناواقفی کی وجہ نماز میں تالی بجائے اور اس کو یہ معلوم نہیں کہ تالی بجانا عورتوں کے لئے ہے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو نماز کا اعادہ کرنے کا حکم نہیں فرمایا، جیسا کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

قَوْلُهٗ اِذَا قِيْلَ الخ۔ اس باب میں مذکور حدیث کی مناسبت یوں ہے کہ حدیث شریف میں عورتوں سے یہ خطاب کہ اپنے سر نہ اُٹھاؤ الخ۔ نماز میں کہا گیا تھا یا نماز سے پہلے کہا گیا تھا۔ اگر نماز میں کہا گیا تھا تو اس سے دو مسئلے حاصل ہوئے۔ یعنی نمازی کو خطاب کرنا اور اس کا انتظار کرنا مضر نہیں اور اگر نماز سے پہلے کہا گیا تھا تو اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں انتظار کرنا جائز ہے۔ عقلاً اس کی چار صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ مستفتح اور فاتح دونوں نماز میں نہ ہوں۔ اس میں ہمارا کلام نہیں۔ دوسری یہ کہ دونوں نماز میں ہوں پھر دیکھا جائے گا دونوں کی نماز متحد ہے یعنی مستفتح امام ہے اور فاتح مقتدی ہے یا نہیں۔ اس سے پہلی حالت میں کسی کی نماز فاسد نہیں ہوتی یہ تیسری صورت ہے۔ اور دوسری حالت میں ہر ایک کی نماز فاسد ہو جاتی ہے، کیونکہ اس میں تعلیم و تعلم پایا جاتا ہے یہ چوتھی صورت ہے"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کا رکوع میں کسی کا انتظار کرنا جائز ہے تاکہ وہ رکعت پالے اور تشہد میں بھی انتظار کرنا جائز ہے تاکہ وہ نماز پالے، مگر احناف کے مذہب میں اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ امام اگر جانتا ہے کہ فلاں شخص آرہا ہے تو اس کا انتظار نہ کرے جبکہ اس کی شر کا خطرہ نہ ہو اور اگر وہ آنے والے کو نہیں جانتا تو اس کا انتظار کرنا جائز ہے تاکہ وہ رکعت یا نماز پالے (عینی)

۱۱۴۵ ــــ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے جبکہ وہ اپنی چادریں ان کے چھوٹا ہونے کے باعث اپنی گردنوں پر باندھتے تھے اور عورتوں سے کہا جاتا کہ تم اپنے سر (سجدہ سے) مت اُٹھاؤ حتی کہ مرد سیدھے بیٹھ جائیں۔

باب ــــ نماز میں سلام کا جواب نہ دے

۱۱۴۶ ــــ "علقمہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اُنھوں نے کہا میں نبی کریم

قَالَ كُنْتُ أُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَيَرُدُّ عَلَيَّ فَلَمَّا رَجَعْنَا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ وَقَالَ اِنَّ فِي الصَّلٰوةِ لَشُغْلًا۔

۱۱۴۷ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا كَثِيْرُ بْنُ شِنْظِيْرٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَاجَةٍ لَّهٗ فَانْطَلَقْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ وَقَدْ قَضَيْتُهَا فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ فَوَقَعَ فِيْ قَلْبِيْ مَا اللهُ بِهٖ اَعْلَمُ فَقُلْتُ فِيْ نَفْسِيْ لَعَلَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ عَلَيَّ اَنِّيْ اَبْطَاْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ فَوَقَعَ فِيْ قَلْبِيْ اَشَدُّ مِنَ الْمَرَّةِ الْاُوْلٰى ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيَّ وَقَالَ اِنَّمَا مَنَعَنِيْ اَنْ اَرُدَّ عَلَيْكَ اَنِّيْ كُنْتُ اُصَلِّيْ وَكَانَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ مُتَوَجِّهًا اِلٰى غَيْرِ الْقِبْلَةِ۔ **بَابُ** رَفْعِ الْاَيْدِيْ فِي الصَّلٰوةِ لِاَمْرٍ يَنْزِلُ بِهٖ۔

۱۱۴۸ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ بَلَغَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ بَنِيْ

صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتا جبکہ آپ نماز میں ہوتے تھے اور آپ سلام کا جواب دیتے تھے اور جب ہم (حبشہ سے) واپس لوٹے تو آپ کو سلام کیا تو آپ نے مجھے جواب نہ دیا اور فرمایا نماز میں مشغولیت ہوتی ہے"۔

۱۱۴۷ ــــــ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے کسی کام کے لئے بھیجا میں گیا پھر واپس آیا جبکہ میں نے کام پورا کر لیا تھا۔ پھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور آپ کو سلام کہا۔ آپ نے میرے سلام کا جواب نہ دیا تو میرے دل میں وہ شئی واقع ہوئی جو خدا ہی جانتا ہے۔ میں نے اپنے جی میں کہا شاید جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں کہ میں دیر سے آیا ہوں۔ میں نے پھر سلام عرض کیا اور آپ نے جواب نہ دیا۔ اب میرے دل میں پہلی دفعہ سے زیادہ خطرات آئے میں نے پھر سلام عرض کیا تو آپ نے جواب دیا اور فرمایا مجھے سلام کا جواب دینے سے صرف اس امر نے روکا تھا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا (اس وقت) آپ اپنی سواری پر غیر قبلہ کی طرف منہ کئے ہوئے تھے"۔

۱۱۴۶ ، ۱۱۴۷ ــــــ حدیث ۱۱۲۹ ، ۱۱۳۰ اور حدیث ۱۱۳۱ کے تحت اس مسئلہ کی تفصیل مذکور ہے۔ حدیث ۱۱۴۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ نفسانی کلام جائز ہے اور بزرگ لوگ جب یہ دیکھیں کہ ان سے کوئی ایسی شئی واقع ہوئی ہے جو حزن و غم کا باعث ہو تو اس کے ازالہ کے لئے حقیقتِ حال کا اظہار کر دے اور نفل نماز سواری پر غیر قبلہ کی طرف جائز ہے۔ نمازی کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

باب ــــــ "کسی حادثہ کے پیش آنے کی وجہ سے نماز میں ہاتھ اُٹھانا"

۱۱۴۸ ــــــ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ قباء میں بنی عمرو بن عوف میں کچھ جھگڑا ہو گیا ہے۔ آپ اپنے چند اصحاب کو ساتھ لے کر ان کے درمیان صلح کرانے تشریف لے گئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ رُکنا پڑا اور نماز کا وقت آگیا۔ حضرت بلال حضرت ابوبکر رضی اللہ

عَمرِو بنِ عَوفٍ بِقُبَاءٍ كَانَ بَينَهُم شَيءٌ فَخَرَجَ يُصلِحُ بَينَهُم فِي أُنَاسٍ مِن أَصحَابِهِ فَحُبِسَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتِ الصَّلوٰةُ
فَجَاءَ بِلَالٌ إِلَى أَبِي بَكرٍ فَقَالَ يَا أَبَا بَكرٍ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَد حُبِسَ وَقَد حَانَتِ الصَّلوٰةُ فَهَل لَكَ أَن تَؤُمَّ النَّاسَ قَالَ نَعَم
إِن شِئتُم فَأَقَامَ بِلَالٌ الصَّلوٰةَ وَتَقَدَّمَ أَبُو بَكرٍ فَكَبَّرَ لِلنَّاسِ وَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَمشِي فِي الصُّفُوفِ يَشُقُّهَا شَقًّا حَتَّى قَامَ
مِنَ الصَّفِّ فَأَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصفِيحِ قَالَ سَهلٌ التَّصفِيحُ هُوَ التَّصفِيقُ قَالَ وَكَانَ أَبُو بَكرٍ لَا يَلتَفِتُ فِي صَلَاتِهِ فَلَمَّا أَكثَرَ النَّاسُ التَفَتَ
فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ إِلَيهِ يَأمُرُهُ أَن يُصَلِّيَ فَرَفَعَ أَبُو بَكرٍ يَدَيهِ فَحَمِدَ اللهَ ثُمَّ رَجَعَ القَهقَرَى وَرَاءَهُ حَتَّى قَامَ فِي
الصَّفِّ وَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَرَغَ أَقبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَا لَكُم حِينَ نَابَكُم شَيءٌ
فِي الصَّلوٰةِ أَخَذتُم بِالتَّصفِيحِ إِنَّمَا التَّصفِيحُ لِلنِّسَاءِ مَن نَابَهُ شَيءٌ فِي صَلَاتِهِ فَليَقُل سُبحَانَ اللهِ ثُمَّ التَفَتَ إِلَى أَبِي بَكرٍ فَقَالَ يَا أَبَا بَكرٍ
مَا مَنَعَكَ أَن تُصَلِّيَ حِينَ أَشَرتُ إِلَيكَ قَالَ أَبُو بَكرٍ مَا كَانَ يَنبَغِي لِابنِ أَبِي قُحَافَةَ أَن يُصَلِّيَ بَينَ يَدَي رَسُولِ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ **بَابُ** الخَصرِ فِي الصَّلوٰةِ **حَدَّثَنَا** أَبُو النُّعمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَن أَيُّوبَ عَن مُحَمَّدٍ ۱۱۴۹

عنہما کے پاس آئے اور کہا اے ابابکر جناب رسُول اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلّم روک لئے گئے ہیں اور نماز کا وقت آگیا ہے کیا آپ لوگوں کی امامت کریں گے ؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں اگر آپ چاہتے ہیں، حضرت بلال نے اقامت کہی اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور تکبیر تحریمہ کہی " (اتنے میں) جناب رسُول اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلّم تشریف لے آئے اور صفوں کو چیر کر ان میں چلتے ہوئے آئے حتیٰ کہ (پہلی) صف میں کھڑے ہوگئے اور لوگ تصفیح کرنے لگے۔ سہل رضی اللہ عنہ نے کہا تصفیح تصفیق ہی ہے کہا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز میں کسی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے اور جب لوگوں نے بکثرت تصفیح کرنا شروع کی تو متوجہ ہوئے کیا دیکھتے ہیں کہ جناب رسُول اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلّم تشریف فرما ہیں۔ آپ نے ان کو اشارہ کرکے فرمایا کہ نماز پڑھائیں ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ اُٹھایا اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔ پھر پچھلے قدم واپس ہوئے حتیٰ کہ صفِ اوّل میں کھڑے ہوگئے اور جناب رسُول اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلّم آگے بڑھے اور لوگوں کو نماز پڑھائی جب فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے لوگو! تمہیں کیا ہوگیا جب تم کو نماز میں کوئی واقعہ پیش آئے تو تصفیح (تالی بجانا) شروع کردیتے ہو تصفیح تو صرف عورتوں کے لئے ہے جس کو نماز میں کوئی واقعہ پیش آئے تو وہ سُبحَانَ اللہِ کہے پھر آپ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابابکر! آپ کو نماز پڑھانے سے کس نے منع کیا جبکہ میں نے آپ کو اشارہ کیا تھا" ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابو قحافہ کے بیٹے کو مناسب نہیں کہ وہ جناب رسُول اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلّم کے آگے کھڑا ہوکر نماز پڑھائے!

۱۱۴۸ — حدیث ۶۵۴ اور حدیث ۱۱۳۲ کی تفہیمات میں اس کی تفصیل دیکھیں۔"

باب — نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنا

۱۱۴۹ — ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنے سے منع کیا گیا ہے ہشام اور ابو ہلال نے ابن سیرین سے اُنھوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اُنھوں نے نبی کریم صلیّ اللہ علیہ وسلّم سے روایت کی"۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نُهِيَ عَنِ الْخَصْرِ فِي الصَّلٰوةِ وَقَالَ هِشَامٌ وَأَبُو هِلَالٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ **حَدَّثَنَا** عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ ۱۱۵۰ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ مُخْتَصِرًا **بَابُ** يُفَكِّرُ الرَّجُلُ الشَّيْءَ فِي الصَّلٰوةِ وَقَالَ عُمَرُ إِنِّي لَأُجَهِّزُ جَيْشِي وَأَنَا فِي الصَّلٰوةِ **حَدَّثَنَا** ۱۱۵۱ إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ هُوَ ابْنُ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ سَرِيعًا دَخَلَ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ ثُمَّ خَرَجَ وَرَأَى مَا فِي وُجُوهِ الْقَوْمِ مِنْ تَعَجُّبِهِمْ لِسُرْعَتِهِ فَقَالَ ذَكَرْتُ وَأَنَا فِي الصَّلٰوةِ تِبْرًا عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ أَنْ يُمْسِيَ أَوْ يَبِيتَ عِنْدَنَا فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ

۱۱۵۰ ــــــ "محمد بن سیرین نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہا کہ مرد کو کمر پہ ہاتھ رکھ کر نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے"۔

۱۱۵۰،۱۱۴۹ ــــــ یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔ درحقیقت منع کرنے والے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں عرف اس پہ دلالت کرتا ہے، کیونکہ جو شخص امیر کی اطاعت کرے اس کی بات امیر کا حکم متصور ہوتا ہے۔ کمر پہ ہاتھ رکھ کر نماز پڑھنے سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ یہ فعل یہودیوں کا ہے یا شیطان کا ہے یا اس لئے کہ جب شیطان جنت سے نکالا گیا تھا تو وہ اسی طرح زمین پر آیا تھا یا متکبر اس طرح کھڑے ہوتے ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ دوزخیوں کے آرام کرنے کا طریقہ ہے"۔ امام بیہقی نے اپنے اسناد سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نماز میں کمر پہ ہاتھ رکھنا دوزخیوں کے آرام کا طریقہ ہے،، امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رضی اللہ عنہم نے کہا کہ نماز میں کمر پہ ہاتھ رکھنا مکروہ ہے"۔ بعض علماء اختصار کا معنی یہ کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے ہاتھ میں عصا پکڑ کر اس پر اعتماد کرے یہ علامہ ہروی رحمہ اللہ کا قول ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سورت میں اختصار کرنا ہے اور وہ یہ کہ اس کے اول سے ایک آئت یا دو آئتیں پڑھے بعض نے کہا اختصار یہ ہے کہ نماز مختصر کر کے پڑھے اور اس کا قیام، رکوع اور سجود وغیرہ لمبا نہ کرے۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا صحیح یہ ہے کہ نمازی کمر پہ ہاتھ رکھ کر نماز پڑھے۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا صحیح بھی یہی معنیٰ ہے"۔

باب ــــــ مرد نماز میں کچھ سوچے

اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں اپنا لشکر تیار کرتا ہوں حالانکہ میں نماز میں ہوتا ہوں!

۱۱۵۱ ــــــ عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو جلدی سے کھڑے ہوئے اور اپنی کسی بیوی کے گھر تشریف لے گئے پھر باہر تشریف لائے اور جلدی کرنے کی وجہ سے لوگوں کے چہروں پہ تعجب کے اثرات دیکھے تو فرمایا میں نے یاد کیا

حدثنا يحيى بن بكير قال حدثني الليث عن جعفر عن الاعرج قال قال ابو هريرة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اذن بالصلوٰة

١١٥٢ ادبر الشيطان له ضراط حتى لا يسمع التاذين فاذا سكت المؤذن اقبل فاذا ثوب ادبر فاذا سكت اقبل

فلا يزال بالمرء يقول له اذكر ما لم يكن يذكر حتى لا يدري كم صلى قال ابو سلمة بن عبد الرحمن اذا فعل احدكم ذلك

١١٥٣ فليسجد سجدتين وهو قاعد وسمعه ابو سلمة عن ابي هريرة حدثنا محمد بن المثنى قال حدثنا عثمان بن عمر

حالانکہ میں نماز میں تھا کہ ہمارے پاس سونے کا ٹکڑا ہے اور میں نے مکروہ جانا کہ وہ ہمارے گھر شام یا رات رہے۔ اس لئے میں نے اس کی تقسیم کا حکم دیا ہے"۔

١١٥١ شرح: نمازی کو بحالتِ نماز کوئی خیال آجائے حتی کہ اس میں مستغرق ہو جائے اور ارکانِ نماز ادا کرتا رہے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عبداللہ بن حنظلہ راہب رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مغرب کی نماز پڑھائی اور پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جب دوسری رکعت میں کھڑے ہوئے تو سورۂ فاتحہ دو مرتبہ پڑھی جب نماز سے فارغ ہوئے تو سجدے سہو کئے"، کیونکہ سورۂ فاتحہ کے ترک کرنے اور ایک رکعت میں فاتحہ دو بار پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ سیدنا عمر فاروق نے استغراق کی حالت میں فاتحہ ترک کی یا اس کا تکرار کیا اور سجدہ سہو کیا نماز کا اعادہ نہ کیا اور عیاض اشعری رضی اللہ عنہ کے طریق سے مروی ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ نے مغرب کی نماز پڑھائی اور قرأت نہ کی۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا آپ نے قرأت نہیں کی عمر فاروق عبدالرحمٰن بن عوف کی طرف متوجہ ہوئے تو انھوں نے کہا ابو موسیٰ نے ٹھیک کہا ہے تب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز کا اعادہ کیا جب فارغ ہوئے تو کہا جس نماز میں قرأت نہ کی جائے وہ نماز صحیح نہیں ہوتی"، مجھے ایک لشکر نے مشغول کیا جسے میں نے تیار کر کے شام بھیجا ہے میں نماز میں اس سے متعلق سوچ رہا تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ترکِ قرأت کے باعث نماز کا اعادہ کیا تھا استغراقِ تام کے باعث اعادہ نہ کیا تھا، ورنہ اس کی تصریح کرتے جیسے ترکِ قرأت کی تصریح کی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نیک کاموں میں جلدی کرنی چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

١١٥٢ ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے حتی کہ اس کو اذان کی آواز سنائی نہیں دیتی اور جب مؤذن خاموش ہو جاتا ہے تو آجاتا ہے اور جب اقامت کہی جائے تو پھر بھاگتا ہے اور جب مؤذن خاموش ہو جائے تو آجاتا ہے اور آدمی کو یہ کہتا رہتا ہے کہ فلاں فلاں شئی یاد کر جو وہ یاد نہ کرتا تھا حتی کہ وہ نہیں جانتا کہ اُس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا جب تم میں سے کوئی ایسا کرے تو وہ دو سجدے کرے جبکہ وہ بیٹھا ہوا ہو اس کو ابو سلمہ نے ابو ہریرہ سے سنا ہے۔

١١٥٣ سعید مقبری نے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا لوگ کہتے ہیں ابو ہریرہ بکثرت روایات بیان کرتے ہیں۔ میں ایک شخص سے ملا اور کہا گزشتہ رات عشاء کی نماز میں جناب رسول اللہ

قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدِنِ الْمَقْبُرِيِّ قَالَ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ يَقُوْلُ النَّاسُ اَكْثَرَ اَبُوْهُرَيْرَةَ فَلَقِيْتُ رَجُلًا فَقُلْتُ بِمَ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَارِحَةَ فِي الْعَتَمَةِ فَقَالَ لَا اَدْرِیْ فَقُلْتُ اَلَمْ تَشْهَدْهَا قَالَ بَلٰى قُلْتُ لٰكِنْ اَنَا اَدْرِیْ قَرَأَ سُوْرَةَ كَذَا وَكَذَا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۱۱۵۴ **بَابُ** مَا جَاءَ فِي السَّهْوِ اِذَا قَامَ مِنْ رَكْعَتَيِ الْفَرِيْضَةِ **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ اَنَّهُ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ مِنْ بَعْضِ الصَّلَوٰتِ ثُمَّ قَامَ فَلَمْ يَجْلِسْ فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهُ وَنَظَرْنَا تَسْلِيْمَهُ كَبَّرَ قَبْلَ التَّسْلِيْمِ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ ثُمَّ سَلَّمَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا پڑھا تھا اس نے کہا مجھے معلوم نہیں (کہ آپ نے کیا پڑھا تھا) میں نے کہا کیا تم نماز میں حاضر نہ تھے؟ اس نے کہا کیوں نہیں (حاضر تھا) میں نے کہا لیکن میں جانتا ہوں آپ نے فلاں فلاں سورت پڑھی تھی!

۱۱۵۳، ۱۱۵۲ ــــ ضراط کا حقیقی معنی گوز مراد ہے یا مجازی معنی مراد ہے اور وہ یہ کہ وہ اپنے آپ کو ایسی آواز میں مشغول کرتا ہے جس کے باعث اذان کی آواز نہ سُنی جائے" اس کی تعبیر ضراط سے اس کی تذلیل کے لئے کی ہے" اس حدیث کی عنوان سے مناسبت "فَلَا يَزَالُ بِالْمَرْءِ يَقُوْلُ لَهُ اُذْكُرْ كَذَا الخ" سے ظاہر ہے" جب تک نماز کا کوئی رکن ترک نہ ہو اس قسم کے خیالات سے نماز میں نقص واقع نہیں ہوتا" باب فضل التاذین کی حدیث ۵۸۶ کی تفہیم میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔ حدیث ۱۱۵۳ کی عنوان سے مناسبت اس طرح ہے کہ مذکور شخص نماز میں دنیاوی سوچ میں مشغول ہونے کے باعث سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت ضبط نہ کر سکا تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نماز کے حال میں متفکر تھے حتیٰ کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سورت نماز میں پڑھی اس کو ضبط کر لیا"

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہر وقت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں رہا کرتے تھے اور صرف شبع بطن پر اکتفاء کرتے تھے۔ اس لئے اُنھوں نے بکثرت احادیث کی روائت کی ہے" اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا احادیث میں ضبط و اتقان بہت زیادہ تھا"

باب ــــ جو کچھ سہو کے بارے میں آیا جبکہ فرض کی دو رکعتوں سے کھڑا ہو جائے۔ (اور تشہد نہ پڑھے)

۱۱۵۴ ــــ عبداللہ بن بُحینہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے اُنھوں نے کہا ہم کو جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازوں میں سے ایک نماز دو رکعت پڑھائی پھر کھڑے ہو گئے اور نہ بیٹھے آپ کے ساتھ لوگ بھی کھڑے ہو گئے جب آپ نے نماز پوری کر لی اور ہم آپ کے سلام پھیرنے کے منتظر تھے تو آپ نے دو سجدے کئے حالانکہ آپ بیٹھے ہوئے تھے پھر سلام پھیرا"

۱۱۵۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ بُحَیْنَۃَ اَنَّہٗ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنَ اثْنَتَیْنِ مِنَ الظُّہْرِ لَمْ یَجْلِسْ بَیْنَہُمَا فَلَمَّا قَضٰی صَلٰوتَہٗ سَجَدَ سَجْدَتَیْنِ ثُمَّ سَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ بَابُ اِذَا صَلّٰی خَمْسًا

۱۱۵۵ ــــــ عبداللہ بن بُحَینہ رضی اللہ عنہ نے کہا ، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہوگئے اور ان کے درمیان نہ بیٹھے جب آپ نے نماز پوری کرلی تو دو سجدے کئے پھر اس کے بعد سلام پھیرا "

۱۱۵۴ ، ۱۱۵۵ ــــــ بظاہر اس حدیث سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کیا کہ سہو کا سجدہ مطلقاً سلام سے پہلے ہے نماز میں زیادتی ہو جائے یا کمی واقع ہو" ترمذی ، ابن ماجہ ، مسلم ، نسائی ، ابوداؤد اور دارقطنی کی روایات سے اس کی تائید ملتی ہے" امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ نماز میں زیادتی ہو یا کمی واقع ہو سجدۂ سہو سلام کے بعد ہے" وہ ذوالیدین کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو بخاری ، مسلم میں بایں الفاظ مروی ہے :"

" فَاَتَمَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا بَقِیَ مِنَ الصَّلٰوۃِ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَیْنِ وَھُوَ جَالِسٌ بَعْدَ السَّلَامِ " یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی ماندہ نماز کو پورا کیا پھر بیٹھے بیٹھے سلام کے بعد دو سجدے سہو کے کئے " ، امام ترمذی نے شعبی سے ، مسلم نے عمران بن حصین سے ، طبرانی نے محمد بن صالح سے ، ابن سعد نے طبقات میں عطاء بن ابی رباح سے ، ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ، عبداللہ بن جعفر سے ابوداؤد ، ابن ماجہ ، امام احمد نے اپنی مسند میں ، عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں ثوبان سے امام طحاوی نے قتادہ سے روایات کیں جن میں سلام کے بعد سجدہ کرنا مذکور ہے" بیہقی کا معرفت میں زہری سے روائت کرنا کہ سلام کے بعد سجدہ سہو منسوخ ہو گیا ہے ۔ زہری کا یہ قول منقطع ہے اور وہ علماء کے نزدیک حجت نہیں"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سلام نماز میں داخل نہیں حتیٰ کہ اگر نمازی قعدہ کے بعد بے وضو ہو جائے اور ابھی سلام نہ پھیرا ہو تو اس کی نماز پوری ہے ۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب ہے ، کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو تشہد کی تعلیم کے بعد فرمایا : اِذَا قُلْتَ ھٰذَا اَوْ قَضَیْتَ ھٰذَا فَقَدْ قَضَیْتَ صَلٰوتَكَ اِنْ شِئْتَ اَنْ تَقُوْمَ وَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَقْعُدَ فَاقْعُدْ " ، اور تَحْلِیْلُھَا تَسْلِیْمٌ " کی روائت سے سلام کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی ، کیونکہ یہ خبر واحد ہے اور خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوسکتی " علاوہ ازیں اس حدیث کا دار و مدار عبداللہ بن محمد بن عقیل اور ابوسفیان پر بطریق ابن شہاب ہے اور یہ دونوں ضعیف ہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم !

باب جب پانچ رکعتیں پڑھیں

۱۱۵۶ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا فَقِيلَ لَهُ أَزِيدَ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ صَلَّيْتَ خَمْسًا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ

۱۱۵۶ ——— حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز کی پانچ رکعتیں پڑھیں آپ سے عرض کیا گیا کیا نماز میں اضافہ ہو گیا ہے۔ فرمایا کیا بات ہے؟ عرض کیا آپ نے پانچ رکعتیں پڑھی ہیں۔ پھر آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیئے۔

——— علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اگر تو سوال کرے کہ پہلی دو حدیثیں اس

۱۱۵۶ ——— بات پر دلالت کرتی ہیں کہ سجدہ سہو سلام سے پہلے ہے اور یہ حدیث سلام کے بعد سجدہ سہو پر دلالت کرتی ہے تو میں کہتا ہوں دونوں امر جائز ہیں نزاع صرف افضلیت میں ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سلام سے پہلے سجدہ سہو افضل جانتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اس کے برعکس کے قائل ہیں امام مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ اگر سہو نقصان کی وجہ سے ہو تو سلام سے پہلے افضل ہے جیسے مذکور دو حدیثوں میں ہے اور اگر نماز میں زیادتی کے باعث ہو تو سلام کے بعد سہو کا سجدہ افضل ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وَإِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلٰوتِهِ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ ثُمَّ لِيُسَلِّمْ ثُمَّ لِيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ"۔ یعنی جب تم میں سے کوئی نماز میں شک کرے تو صواب کا قصد کرے پھر سلام پھیرے پھر سہو کے دو سجدے کرے اسی طرح مسلم اور ابوداؤد میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اہلِ کوفہ کہتے ہیں کہ اگر نمازی چوتھی رکعت کے بعد تشہد کی مقدار قعدہ نہ کرے اور پانچویں رکعت کے بعد قعدہ کرے تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے وہ اسے دوبارہ پڑھے۔ اگر چوتھی رکعت کے بعد بقدرِ تشہد قعدہ کیا اور پانچویں رکعت پڑھنے کھڑا ہو گیا تو اس کی ظہر پوری ہو گئی اور پانچویں رکعت تطوع ہے وہ اس کے ساتھ ایک اور رکعت ملائے پھر تشہد پڑھے اور سلام پھیرے اور سجدہ سہو کرے، علامہ خطابی رحمہ اللہ نے کہا اہلِ کوفہ کو یہ حدیث نہیں پہنچی ہے۔ بظاہر علامہ خطابی رحمہ اللہ نے یہ سمجھا کہ چار رکعت کے بعد قعدہ کا ذکر حدیث میں نہیں لہٰذا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چار رکعت کے بعد قعدہ نہ کرنے سے بھی نماز ہو جاتی ہے اور اہلِ کوفہ کو یہ حدیث نہیں پہنچی۔ اس لئے وہ نماز کو فاسد قرار دیتے ہیں مگر یہ استدلال صحیح نہیں، کیونکہ اس حدیث میں چار رکعت کے بعد قعدہ کے ذکر سے سکوت ہے اور قائل کا یہ کہنا کہ کیا نماز میں اضافہ ہو گیا ہے؟ بظاہر ان الفاظ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ چار رکعت کے قعدہ کے بعد ایک رکعت کا اضافہ ہوا ہے! لہٰذا احناف اور اہلِ کوفہ کو اس حدیث سے غافل کہنا بہت بڑی جرأت ہے۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے محدث قابلِ احترام ہیں۔

بَابٌ اِذَا سَلَّمَ فِیْ رَکْعَتَیْنِ

اَوْ فِیْ ثَلَاثٍ فَسَجَدَ سَجْدَتَیْنِ مِثْلَ سُجُوْدِ الصَّلٰوۃِ اَوْ اَطْوَلَ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ ۱۱۵۷
عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ صَلّٰی بِنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ اَوِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ ذُوالْیَدَیْنِ الصَّلٰوۃُ
یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَقَصَتْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِهٖ اَحَقٌّ مَا یَقُوْلُ قَالُوْا نَعَمْ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ اُخْرَاوَیْنِ
ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَیْنِ قَالَ سَعْدٌ وَرَاَیْتُ عُرْوَۃَ بْنَ الزُّبَیْرِ صَلّٰی مِنَ الْمَغْرِبِ رَکْعَتَیْنِ فَسَلَّمَ وَتَکَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰی مَا بَقِیَ
وَسَجَدَ سَجْدَتَیْنِ وَقَالَ هٰکَذَا فَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

باب — جب دو رکعتوں یا تین رکعتوں میں سلام پھیر دیا تو دو سجدے نماز کے سجدوں کی طرح یا اس سے لمبے سجدے کرے

۱۱۵۷ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمیں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی اور سلام پھیر دیا تو آپ سے ذوالیدین نے عرض کیا یارسول اللہ! نماز چھوٹی ہوگئی ہے؟ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا" ذوالیدین جو کہتا ہے کیا یہ درست ہے؟ اُنھوں نے کہا جی ہاں" آپ نے اور دو رکعتیں پڑھیں پھر دو سجدے کئے۔ سعد نے کہا میں نے عروہ بن زبیر کو دیکھا اُنھوں نے مغرب کی دو رکعتیں پڑھیں اور سلام پھیرا اور بات چیت کی پھر باقی ماندہ نماز پڑھی اور دو سجدے کئے اور کہا نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا۔

۱۱۵۷ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذوالیدین کے واقعہ کے وقت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ مگر ایسا نہیں، کیونکہ زہری نے کہا جنگ بدر میں ذوالیدین شہید ہوگئے تھے اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ واقعہ جنگِ بدر سے پہلے ہوا ہے اور جنگِ بدر حضرت ابوہریرہ کے مسلمان ہونے سے پانچ برس پہلے ہوئی تھی تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور ایسا کہنا جائز ہے۔ امام مالک، شافعی اور احمد رضی اللہ عنہم کے نزدیک لوگوں کا امام کے ساتھ نماز کی اصلاح کے لئے نماز میں کلام کرنا جائز ہے ایسے ہی سہو کی وجہ سے امام کا کلام کرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ البتہ امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک نماز کی اصلاح کے لئے تعمدِ کلام مفسدِ صلوٰۃ نہیں اور امام شافعی اور احمد رضی اللہ عنہما کے نزدیک مفسد ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب میں سہواً یا عمداً کلام نماز کو فاسد کرتا ہے اور نماز میں کلام ابتداءِ اسلام میں مشروع تھا پھر منسوخ ہوگیا۔ آج اگر کوئی نماز میں بھول کر کلام کرے تو نماز باطل ہوجاتی ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کی کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ذوالیدین کے واقعہ کے وقت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے۔ پھر اس قسم کا واقعہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوا تو سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کے خلاف عمل کیا جس پر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا تھا اور کسی صحابی نے اس پر اعتراض نہ کیا

بَابُ مَنْ لَمْ يَتَشَهَّدْ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ وَسَلَّمَ أَنَسٌ وَالْحَسَنُ

وَلَمْ يَتَشَهَّدَا وَقَالَ قَتَادَةُ لَا يَتَشَهَّدُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ ۱۱۵۸

أَبِي تَمِيمَةَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنِ اثْنَتَيْنِ فَقَالَ لَهُ

ذُو الْيَدَيْنِ أَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ أَمْ نَسِيتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالَ النَّاسُ

نَعَمْ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى اثْنَتَيْنِ أُخْرَيَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ حَدَّثَنَا ۱۱۵۹

سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ عَلْقَمَةَ قَالَ قُلْتُ لِمُحَمَّدٍ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ تَشَهُّدٌ فَقَالَ لَيْسَ فِي حَدِيثِ

أَبِي هُرَيْرَةَ

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو مذکور عمل کے منسوخ ہونے کا علم تھا (عینی) حدیث ۱۰۷ کے تحت اس کی تفہیم سیر بحث مذکور ہے۔"

باب ــــ جس نے سہو کے سجدوں میں تشہد نہ پڑھا

حضرت انس بن مالک اور حسن بصری رضی اللہ عنہما نے سہو کے دو سجدوں کے بعد سلام پھیرا اور تشہد نہ پڑھا اور قتادہ نے کہا تشہد نہ پڑھے۔

۱۱۵۸ ــــ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیا تو آپ سے ذوالیدین نے کہا یا رسول اللہ! کیا نماز کم ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا ذوالیدین نے صحیح کہا ہے تو لوگوں نے کہا جی ہاں! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور دو رکعتیں پڑھیں پھر سلام پھیرا پھر تکبیر کہی اور پہلے سجدوں کی مثل یا اس سے طویل سجدہ کیا پھر سر مبارک اٹھایا"

۱۱۵۹ ــــ سلمہ بن علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنھوں نے کہا میں نے محمد بن سیرین سے کہا کیا سہو کے دو سجدوں میں تشہد ہے؟ اُنھوں نے کہا ابوہریرہ کی حدیث میں اس کا ذکر نہیں!

۱۱۵۸، ۱۱۵۹ ــــ باب کے عنوان سے مراد یہ ہے کہ جو شخص سہو کے دو سجدوں میں تشہد نہیں پڑھتا۔ اس کا بیان کیا جائے کہ جو شخص بھول جائے وہ سجدہ کرے سلام پھیرے اور تشہد پڑھے محمد بن

١١٦٠ بَابُ يُكَبِّرُ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ قَالَ مُحَمَّدٌ وَأَكْثَرُ ظَنِّي أَنَّهَا الْعَصْرُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ قَامَ إِلَى خَشَبَةٍ فِي مُقَدَّمِ الْمَسْجِدِ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهَا وَفِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَهَابَاهُ أَنْ يُكَلِّمَاهُ وَخَرَجَ سَرَعَانُ النَّاسِ فَقَالُوا قَصُرَتِ الصَّلَاةُ وَرَجُلٌ يَدْعُوهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالَ أَنَسِيتَ أَمْ قَصُرَتْ فَقَالَ لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ قَالَ بَلَى قَدْ نَسِيتَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَكَبَّرَ ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ فَكَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَكَبَّرَ

١١٦١ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ الْأَسَدِيِّ حَلِيفِ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ

سیرین کا یہی مذہب ہے، انس بن مالک اور حسن بصری نے کہا کہ سہو کے سجدوں میں تشہد نہیں اور حضرات ائمہ کرام ابوحنیفہ، مالک شافعی اور احمد رضی اللہ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ تشہد پڑھے اور سلام پھیرے،، قتادہ نے اپنے شیخ انس بن مالک اور حسن بصری سے روائت کی کہ اُنھوں نے تشہد نہ پڑھا اور قتادہ کا طریقہ اختیار کیا،، حدیث ۶۸۴، ۶۸۵ کے تحت اس کی تفصیل مذکور ہے۔ اس حدیث کی عنوان سے مناسبت واضح ہے، کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صورتوں میں تشہد نہیں پڑھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

باب — جو کوئی سہو کے سجدوں میں تکبیر کہے

١١٦٠ — ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی دو نمازوں میں سے ایک نماز پڑھی (ظہر یا عصر) محمد بن سیرین نے کہا میرا غالب گمان یہ ہے کہ آپ نے عصر کی دو رکعتیں پڑھیں پھر سلام پھیرا پھر مسجد کے قبلہ کی طرف پڑی ہوئی لکڑی کے پاس کھڑے ہوئے اور اس پر اپنا دستِ اقدس رکھا اور لوگوں میں ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما موجود تھے۔ وہ دونوں آپ سے کلام کرنے سے ڈرے، لوگوں میں سے جلد باز لوگ مسجد سے باہر گئے اور کہنے لگے کیا نماز چھوٹی ہوگئی؟ ایک شخص جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ذوالیدین کرکے بلایا کرتے تھے نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ بھول گئے یا نماز چھوٹی ہوگئی،، آپ نے فرمایا! میں بھولا نہیں اور نہ ہی نماز چھوٹی ہوئی ہے۔ اُس نے کہا کیوں نہیں آپ بھول گئے ہیں۔ پھر آپ نے دو رکعتیں پڑھیں اور سلام پھیرا پھر تکبیر کہی اور اپنے سجود کی طرح یا اس سے طویل سجدہ کیا پھر اپنا سَرِ مبارک اُٹھایا اور تکبیر کہی پھر سرِ مبارک زمین پر رکھا اور تکبیر کہی اپنے سجود کی مثل یا اس سے طویل سجدہ کیا پھر سرِ اقدس اٹھایا اور تکبیر کہی،،....

١١٦١ — عبداللہ بن بحینہ اسدی بنی عبدالمطلب کے حلیف سے روائت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں کھڑے ہوگئے حالانکہ آپ پر قعدہ ابھی باقی تھا۔ جب آپ نے نماز پوری کرلی تو دو سجدے کئے اور ہر سجدہ میں سلام پھیرنے سے پہلے بیٹھے بیٹھے تکبیر کہی لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ یہ دونوں سجدے کئے۔ اس قعدہ کی جگہ جسے بھول گئے تھے۔

فِی صَلٰوۃِ الظُّھرِ وَعَلَیْہِ جُلُوسٌ فَلَمَّا اَتَمَّ صَلٰوتَہٗ سَجَدَ سَجْدَتَیْنِ یُکَبِّرُ فِی کُلِّ سَجْدَۃٍ وَھُوَ جَالِسٌ قَبْلَ اَنْ یُّسَلِّمَ وَسَجَدَھُمَا النَّاسُ مَعَہٗ مَکَانَ مَا نَسِیَ مِنَ الْجُلُوسِ تَابَعَہٗ ابْنُ جُرَیْجٍ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ فِی التَّکْبِیْرِ **بَابٌ** اِذَا لَمْ یَدْرِ کَمْ صَلّٰی ثَلٰثًا اَوْ اَرْبَعًا سَجَدَ سَجْدَتَیْنِ وَھُوَ جَالِسٌ

۱۱۶۲ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَۃَ قَالَ حَدَّثَنَا ھِشَامُ بْنُ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ الدَّسْتَوَائِیُّ عَنْ یَحْیَی بْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا نُوْدِیَ بِالصَّلٰوۃِ اَدْبَرَ الشَّیْطَانُ وَلَہٗ ضُرَاطٌ حَتّٰی لَا یَسْمَعَ الْاَذَانَ فَاِذَا قُضِیَ الْاَذَانُ اَقْبَلَ فَاِذَا ثُوِّبَ بِھَا اَدْبَرَ فَاِذَا قُضِیَ التَّثْوِیْبُ اَقْبَلَ حَتّٰی یَخْطُرَ بَیْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِہٖ یَقُوْلُ اذْکُرْ کَذَا وَکَذَا مَالَمْ یَکُنْ یَذْکُرُ حَتّٰی یَظَلَّ الرَّجُلُ اِنْ یَّدْرِیْ کَمْ صَلّٰی فَاِذَا لَمْ یَدْرِ اَحَدُکُمْ کَمْ صَلّٰی ثَلٰثًا اَوْ اَرْبَعًا فَلْیَسْجُدْ سَجْدَتَیْنِ وَھُوَ جَالِسٌ

تکبیر کا لفظ لانے میں محمد بن مسلم بن شہاب زُہری سے روایت کرنے میں عبدالعزیز بن عبدالملک بن جریج نے لیث کی متابعت کی ہے۔"

۱۱۶۰، ۱۱۶۱ —— ان دونوں حدیثوں میں سجدہ سہو میں اللہ اکبر کہنے کی اہمیت بیان کی ہے۔ واللہ اعلم!

باب —— جب یہ معلوم نہ ہو کہ اُس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تین یا چار تو بیٹھے بیٹھے سہو کے دو سجدے کرے۔

۱۱۶۲ —— ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہُوا بھاگتا ہے حتیٰ کہ اس کو اذان کی آواز سُنائی نہیں دیتی اور جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو واپس آجاتا ہے اور جب تکبیر کہی جائے تو پھر بھاگتا ہے جب تکبیر ختم ہو جائے تو واپس آجاتا ہے حتیٰ کہ نمازی مرد اور اس کے دل میں وسوسہ پیدا کرتا ہے جبکہ وہ کہتا ہے کہ فلاں فلاں شئی یاد کر جو وہ یاد نہ کرتا تھا حتیٰ کہ نمازی مرد ایسا ہو جاتا ہے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس نے کتنی نماز پڑھی ہے جب تم میں سے کوئی معلوم نہ کر سکے کہ اس نے کتنی نماز پڑھی ہے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو وہ بیٹھے بیٹھے دو سجدے کرے۔"

۱۱۶۲ —— حدیث ۱۱۵۲ اور باب فضل التاذین کی حدیث ۵۸۶ کی تفہیم میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔" اس حدیث میں محل سجود کی تعیین کا ذکر نہیں بعض روایات میں قبل السلام سجدوں کا ذکر ہے مگر احناف کہتے ہیں کہ فعل کی روایات متعارض ہیں بعض روایات میں سلام کے بعد سجدہ سہو کرنے کا ذکر ہے اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے سلام کے بعد سجدہ سہو کی تقویت ملتی ہے کہ ہر سہو کے لئے

بَابُ السَّهْوِ فِي الْفَرْضِ وَالتَّطَوُّعِ وَسَجَدَ ابْنُ عَبَّاسٍ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ وِتْرِهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ ١١٦٣
قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ
أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ يُصَلِّي جَاءَ الشَّيْطَانُ فَلَبَسَ عَلَيْهِ حَتّٰى لَا يَدْرِي كَمْ صَلّٰى فَإِذَا وَجَدَ ذٰلِكَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ
وَهُوَ جَالِسٌ

سلام کے بعد دو سجدے کرے" اور یہ روائت قولی ہے اس کا معارض کوئی قولی روائت نہیں اس میں زیادتی اور نقصان کا قطعاً ذکر نہیں کہ نماز میں زیادتی کرے تو سلام کے بعد دو سجدے کرے اور اگر نقصان کرے تو سلام سے پہلے دو سجدے کرے، لہٰذا اس حدیث سے مطلقاً سجدہ سہو کا محل متعین ہو جاتا ہے کہ سلام کے بعد سہو کے سجدے ہیں "۔

حضرات ائمہ کرام مالک، شافعی اور احمد رضی اللہ عنہم نے کہا جو کوئی نماز میں شک کرے کہ اُس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو وہ یقین پر بناء کرے اور چوتھی رکعت پڑھ کر سجدہ سہو کرے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جو کوئی نماز میں شک کرے کہ اُس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو وہ شک کو ترک کرے اور یقین پر بناء کرے اور سلام سے پہلے سہو کے دو سجدے کرے (ابو داؤد) شافعیہ کہتے ہیں یہ حدیث ابو ہریرہ کی حدیث کی تفسیر کرتی ہے۔ لہٰذا ابو ہریرہ کی حدیث کو ابو سعید خدری کی حدیث پر محمول کیا جائے گا، کہ سلام سے پہلے سجدہ سہو کیا۔ احناف کہتے ہیں اگر نمازی کو شک پہلی دفعہ لاحق ہُوا ہے تو وہ از سر نو نماز پڑھے اور اگر اس کو بکثرت شک لاحق ہوتا رہتا ہے تو وہ تحری کرے اور مستحکم رائے پر بناء کرے۔ صحیحین میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز میں شک کرے تو صحیح رائے کی تلاش کرے اور اس پر نماز کی تکمیل کرے۔ اگر اس کے پاس صحیح رائے نہ ہو تو یقین پر بناء کرے۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز میں بھُول جائے اور اس کو یہ پتہ نہ چلے کہ اُس نے ایک رکعت پڑھی ہے یا دو تو ایک پر بناء کرے اور اگر اسے یہ معلوم نہ ہو کہ دو پڑھی ہیں یا تین تو دو پر بناء کرے اور اگر یہ نہ جانے کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو تین پر بناء کرے اور سلام سے پہلے دو سجدے سہو کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

باب —— فرض اور نفل میں سجدہ سہو کے بارے میں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وتر کے بعد دو سجدے کئے

۱۱۶۳ —— ترجمہ : ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تم میں سے کوئی جب نماز پڑھنی شروع کرے تو شیطان آتا ہے اور اس پر نماز خلط ملط کرتا ہے حتی کہ وہ نہیں جانتا کہ اُس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں جب تم میں سے کوئی یہ پائے تو بیٹھے بیٹھے دو سجدے کرے!

۱۱۶۴ بَابٌ اِذَا كُلِّمَ وَهُوَ يُصَلِّي فَاَشَارَ بِيَدِهٖ وَاسْتَمَعَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَزْهَرَ اَرْسَلُوْهُ اِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالُوْا اِقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيْعًا وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ وَقُلْ لَهَا اِنَّا اُخْبِرْنَا اَنَّكِ تُصَلِّيْهِمَا وَقَدْ بَلَغَنَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهُمَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكُنْتُ اَضْرِبُ النَّاسَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْهَا قَالَ كُرَيْبٌ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَبَلَّغْتُهَا مَا اَرْسَلُوْنِي فَقَالَتْ سَلْ اُمَّ سَلَمَةَ فَخَرَجْتُ اِلَيْهِمْ فَاَخْبَرْتُهُمْ بِقَوْلِهَا فَرَدُّوْنِي اِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ بِمِثْلِ مَا اَرْسَلُوْنِي بِهٖ اِلٰى عَائِشَةَ فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْهَا

شرح : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اثر اور حدیث دونوں کا مدلول یہ ہے کہ

۱۱۶۳ — فرض و نفل میں سہو کا حکم مساوی ہے ؛ کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک وتر واجب نہیں اس کے باوجود اُنھوں نے وتر میں سجدہ سہو کیا" اور حدیث میں لفظِ صلوٰۃ فرض اور نفل دونوں کو شامل ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک لفظِ صلوٰۃ مطلقاً فرض و نفل میں مشترک معنوی ہے" اس حدیث کی تفصیل حدیث ۱۱۶۲ کی تفہیم میں دیکھیں۔

باب ۔ جب کسی سے کلام کیا جائے حالانکہ وہ نماز پڑھ رہا ہو تو اپنے ہاتھ کے اشارہ سے جواب دے اور سُنے۔

ترجمہ : کریب سے روایت ہے کہ ابن عباس ، مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن

۱۱۶۴ — ازہر رضی اللہ عنہم نے اس کو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور کہا کہ ام المؤمنین کو ہم سب کی طرف سے سلام کہو اور ان سے عصر کی نماز کے بعد دو رکعتوں کے بارے میں دریافت کرو اور کہو ہمیں خبر ملی ہے کہ آپ عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھتی ہیں ؛ حالانکہ ہمیں یہ بھی خبر پہنچی ہے کہ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے منع فرمایا ہے" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں عمر فاروق کے ساتھ یہ دو رکعتیں پڑھنے والے کو مارتا تھا" کریب نے کہا میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور ان کو وہ خبر پہنچادی جس کے لئے اُنھوں نے مجھے بھیجا تھا" ام المؤمنین نے کہا ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھو (کریب نے کہا) میں ان حضرات کے پاس گیا اور ان کو ام المؤمنین کے کلام سے خبردار کیا پھر اُنھوں نے مجھے ام سلمہ کی طرف اس جیسا پیغام دے کر بھیجا جو ام المؤمنین کی طرف بھیجا تھا" ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ ان سے منع فرماتے تھے پھر میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ عصر کی نماز کے بعد یہ پڑھتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے جبکہ انصار کے قبیلہ بنی حرام کی چند عورتیں میرے پاس بیٹھی ہوئی تھیں" میں نے آپ کے پاس ایک لونڈی بھیجی اور اس سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑی ہو کر کہو کہ ام سلمہ کہتی ہے یا رسول اللہ ! میں نے آپ سے

ثُمَّ رَأَيْتُهُ يُصَلِّيهِمَا حِينَ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ وَعِنْدِي نِسْوَةٌ مِنْ بَنِي حَرَامٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الْجَارِيَةَ فَقُلْتُ قُومِي بِجَنْبِهِ قُولِي لَهُ تَقُولُ لَكَ أُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ سَمِعْتُكَ تَنْهَى عَنْ هَاتَيْنِ وَأَرَاكَ تُصَلِّيهِمَا فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخِرِي عَنْهُ فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ فَأَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخَرَتْ عَنْهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا ابْنَتَ أَبِي أُمَيَّةَ سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَإِنَّهُ أَتَانِي نَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ فَشَغَلُونِي عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ

سُنا ہے کہ آپ (عصر کی نماز کے بعد) دو رکعتوں سے منع فرماتے ہیں اور آپ کو دیکھتی ہوں کہ آپ یہ پڑھتے ہیں" اگر آپ دستِ اقدس سے اشارہ فرمائیں تو پیچھے ہٹ جانا۔ لونڈی نے ایسا ہی کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ اقدس سے اشارہ فرمایا تو میں آپ سے پیچھے ہٹ گئی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا! اے ابو اُمیّہ کی بیٹی"، تو نے عصر کی نماز کے بعد دو رکعتوں کے بارے میں پُوچھا ہے قبیلہ عبد القیس کے چند لوگ میرے پاس آئے اُنھوں نے مجھے دو رکعتیں پڑھنے سے روکے رکھا جو ظہر کے بعد والی ہیں۔ یہی وہ دو رکعتیں ہیں" (جو میں عصر کے بعد پڑھتا ہوں)

۱۱۶۴ — **شرح**: لونڈی نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی کلام کیا جو اُمِ سلمہ نے اس سے کہا تھا (حالانکہ آپ نماز پڑھتے تھے) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس سے اشارہ فرمایا، باب کا عنوان بھی بعینہٖ یہی ہے"

عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنا سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیّت ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اُنھوں نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب ظہر کی دو سنتیں قضاء ہو جائیں تو ہم ان کو قضاء کریں؟ آپ نے فرمایا نہیں"۔ نیز سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دو رکعتیں ہمیشہ پڑھتے تھے، حالانکہ قضا صرف ایک بار پڑھی جاتی ہے۔ معلوم ہُوا کہ ان میں آپ کی خصوصیّت ہے اور بعض شافعیہ کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء اصل ہے اور تخصیص کا اعتبار نہیں کیا جاتا جب تک خصوص کی کوئی دلیل نہ ہو۔ عدمِ صحت کی وجہ یہ ہے کہ ام سلمہ کی حدیث قوی تر دلیل ہے۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا یہ دو رکعتیں اس لئے پڑھتی تھیں کہ اُنھوں نے صرف آپ کا فعل دیکھا اور اس کی کیفیت کا ان کو علم نہ تھا اسی لئے ام سلمہ سے اس کی تبیین و وضاحت کے لئے استفسار کیا۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم!

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازی غیر کی آواز سُن سکتا ہے اور اس کا کلام سمجھ سکتا ہے اور یہ نماز کے منافی نہیں"۔ اور ہاتھ کا اشارہ خفیف عمل ہے اس سے نماز باطل نہیں ہوتی نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قاصد کے آداب سے یہ ہے کہ جس شئی کا اس کو قاصد بنایا گیا اس میں تصرف نہ کرے اسی لئے کریب سیدھے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس نہیں چلے گئے تھے بلکہ واپس لوٹے اور پھر ان کے کہنے پر ام سلمہ کے پاس گئے"، نیز گھر میں نفل پڑھنے جائز ہیں" اور نمازی سے جب کچھ پوچھنا ہو تو اس کے پہلو میں کھڑا ہو تاکہ وہ آسانی سے اشارہ کر سکے" اور مہمان کا اکرام کرنا چاہیئے اسی لئے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے لونڈی کو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور پاس بیٹھی ہُوئی مہمان عورتوں میں سے کسی کو نہ بھیجا۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

بَابُ الْاِشَارَةِ فِي الصَّلٰوةِ قَالَهُ كُرَيْبٌ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

1165 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلَغَهُ أَنَّ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِي أُنَاسٍ مَعَهُ فَحُبِسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَجَاءَ بِلَالٌ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حُبِسَ وَقَدْ حَانَتِ الصَّلٰوةُ فَهَلْ لَكَ أَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ فَقَالَ نَعَمْ إِنْ شِئْتَ فَأَقَامَ بِلَالٌ وَتَقَدَّمَ أَبُوْ بَكْرٍ فَكَبَّرَ لِلنَّاسِ وَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي فِي الصُّفُوْفِ حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ فَأَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيْقِ وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلَاتِهِ فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ الْتَفَتَ فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُهُ أَنْ يُصَلِّيَ فَرَفَعَ أَبُوْ بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَرَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَاءَهُ حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ فَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَا لَكُمْ حِيْنَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلٰوةِ أَخَذْتُمْ فِي التَّصْفِيْقِ إِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُهُ أَحَدٌ حِيْنَ يَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ إِلَّا الْتَفَتَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ لِلنَّاسِ حِيْنَ أَشَرْتُ إِلَيْكَ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ مَا كَانَ يَنْبَغِي لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب — نماز میں اشارہ کرنا

"یہ کریب نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا"

ترجمہ : سہل بن ساعدی رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ

1165 — علیہ وسلّم کو یہ خبر ملی کہ بنی عمرو بنی عوف میں جھگڑا ہوگیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم چند صحابہ کو ساتھ لے کر ان میں صلح کرانے تشریف لے گئے۔ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو وہاں رکنا پڑا اور نماز کا وقت آگیا تو حضرت بلال نے حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہما) کے پاس آکر کہا اے ابابکر! جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو رُکنا پڑ گیا ہے اور نماز کا وقت قریب آگیا ہے کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں اگر تم چاہتے ہو۔ حضرت بلال نے تکبیر کہی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور لوگوں کو نماز پڑھانے کے لئے اللہ اکبر کہا (اتنے میں) جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم تشریف لے آئے اور صفوں میں چلتے ہُوئے پہلی صف میں کھڑے ہو گئے اور لوگ تصفیق میں شروع ہو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں کسی طرف متوجہ نہ ہُوا کرتے تھے جب لوگوں نے بکثرت تصفیق کہنی شروع کی تو متوجہ ہُوئے اور کیا دیکھتے ہیں کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم تشریف فرما ہیں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے ابوبکر کو اشارہ فرمایا جبکہ

حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سُلَیْمَانَ

۱۱۶۶

قَالَ حَدَّثَنِی ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِی الثَّوْرِیُّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَی عَائِشَةَ وَهِیَ تُصَلِّی قَائِمَةً وَالنَّاسُ قِیَامٌ فَقُلْتُ مَا شَأْنُ النَّاسِ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا إِلَی السَّمَاءِ فَقُلْتُ آیَةٌ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَیْ نَعَمْ۔

ان کو نماز پڑھاتے رہنے کا حکم فرماتے تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ کی حمد و ثنا کی اور اُلٹے قدم پیچھے ہوئے حتیٰ کہ صف میں کھڑے ہو گئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور لوگوں کو نماز پڑھائی جب فارغ ہوئے تو فرمایا اے لوگو تمہیں کیا ہو گیا جب نماز میں کوئی بات پیش آئی تو تم نے تالی بجانی شروع کر دی یہ تصفیق تو صرف عورتوں کے لئے ہے جسے نماز میں کوئی بات پیش آئے تو سبحان اللہ کہنا چاہیئے، کیونکہ جب کوئی سبحان اللہ کہے تو اس کو کوئی نہ سُنے گا مگر اس طرف متوجہ ہوگا اے ابا بکر تمہیں لوگوں کو نماز پڑھانے سے کس نے منع کیا تھا جبکہ میں نے تمہیں اشارہ کیا تھا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا ابو قحافہ کے بیٹے کے لئے مناسب نہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نماز پڑھائے"۔

۱۱۶۵ — شرح : علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا۔ اس حدیث سے بعض نماز ایک امام کے ساتھ اور بعض دوسرے امام کے ساتھ پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے اور ایک شخص بعض نماز میں امام اور بعض میں مقتدی ہو سکتا ہے" اور نماز میں عمل یسیر جائز ہے" جب نماز میں کوئی حادثہ پیش آئے تو مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں تالی بجائیں۔ حدوثِ نعمت کے وقت اُس کا شکر ادا کرنے کے لئے نماز میں دعا کرنا اور اس کے لئے ہاتھ اُٹھانا جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز امت کی اقتداء میں جائز ہے۔

۔سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں صبح کی نماز پڑھی، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر رضی اللہ عنہ کی امامت سے راضی تھے۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ ہونے کے باوجود حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مصلّی سے تواضع اور انکساری کی وجہ سے ہٹ گئے اور اُنھوں نے یہ خیال کیا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کو چیرتے ہوئے پہلی صف میں تشریف لائے ہیں۔ اس سے آپ کا ارادہ امامت کا ہے ورنہ آگے تشریف نہ لاتے اور پیچھے ہی ان کی اقتداء میں نماز پڑھتے جیسے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی تھی" اور آپ کا امر ایجاب کے لئے نہیں تھا، ورنہ وہ کبھی حکم کی مخالفت نہ کرتے اس میں سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم!

۱۱۶۶ — ترجمہ : اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی اور وہ کھڑی نماز پڑھ رہی تھیں اور لوگ بھی کھڑے نماز پڑھتے تھے۔ میں نے کہا لوگوں کا کیا حال ہے اُنھوں نے اپنے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا میں نے کہا کوئی علامت ہے؟ اُنھوں نے سر کے اشارہ سے کہا ہاں!

۱۱۶۷ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا

مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِهٖ وَهُوَ شَاكٍ جَالِسًا وَصَلّٰى وَرَاءَهٗ قَوْمٌ قِيَامًا فَاَشَارَ اِلَيْهِمْ اَنِ اجْلِسُوْا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا

۱۱۶۷ — ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر بیٹھ کر نماز پڑھی جبکہ آپ بیمار تھے اور آپ کی اقتداء میں لوگوں نے کھڑے ہو کر نماز شروع کی آپ نے ان کو اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے وہ جب رکوع کرے تو تم رکوع کرو وہ جب سر اٹھائے تو تم سر اٹھاؤ"۔

۱۱۶۶، ۱۱۶۷ — **شرح** : جمہور علماء نے کہا یہ (۱۱۶۷) حدیث منسوخ ہے ! کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مرض میں انتقال فرمایا۔ اس میں آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے پیچھے کھڑے تھے۔ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا نماز میں مُفہمہ اشارہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام شافعی کے نزدیک اس سے نماز باطل نہیں ہوتی ! کیونکہ اشارہ بھی عضو کی حرکت ہے جب باقی اعضاء کی حرکت مفسد نہیں تو اس سے بھی نماز باطل نہیں ہوتی۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ اشارہ نماز کو ختم کر دیتا ہے ! کیونکہ یہ کلام کے حکم میں ہے (کرمانی) واللہ تعالیٰ اعلم بفضلہ تعالیٰ

کتاب الصلوٰۃ ختم ہوئی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْكَائِنَاتِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهِ الطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبَاتِ اَجْمَعِيْنَ !

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

كِتَابُ الْجَنَائِزِ

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْجَنَائِزِ وَمَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَقِيلَ لِوَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَلَيْسَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ قَالَ بَلَى وَلٰكِنْ لَيْسَ مِفْتَاحٌ إِلَّا لَهُ أَسْنَانٌ فَإِنْ جِئْتَ بِمِفْتَاحٍ لَهُ أَسْنَانٌ فُتِحَ لَكَ وَإِلَّا لَمْ يُفْتَحْ لَكَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَاصِلٌ الْأَحْدَبُ عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَانِي آتٍ مِنْ رَبِّي فَأَخْبَرَنِي أَوْ قَالَ بَشَّرَنِي أَنَّهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ فَقُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ ١١٦٨

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الجنائز

یہ باب جنائز کے بارے میں ہے اور جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو

وہب بن منبہ سے کہا گیا کیا لا الہ الا اللہ جنت کی کنجی نہیں؟ اُنھوں نے کہا کیوں نہیں لیکن کوئی کنجی نہیں مگر اس کے دندانے ہوتے ہیں اگر تو ایسی کنجی لائے جس کے دندانے ہوں تو تالا کھل جائیگا ورنہ نہیں کھلے گا۔

۱۱۶۸ — ترجمہ: ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس میرے رب کی طرف سے کوئی آنے والا آیا" اور مجھے خبر دی یا فرمایا مجھے خوشخبری دی کہ جو کوئی میری امت سے مرجائے جبکہ اُس نے اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک نہ بنایا ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے کہا اگرچہ زنا کرے اگرچہ چوری کرے کہا اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے!

۱۱۶۸ — شرح: جنائز جنازہ کی جمع ہے۔ جنازہ کی جیم مفتوح و مکسور پڑھی جاتی ہے، لیکن جیم مفتوح ہونے کی صورت میں اس کا معنیٰ میّت ہے اور مکسور ہونے کی تقدیر پہ اس کا معنیٰ نعش اور تخت ہے جس پر میّت اُٹھائی جاتی ہے۔ اس کے برعکس بھی کہا جاتا ہے" یہ جنز سے مشتق ہے"۔ کتاب الجنائز کو صلوٰۃ و زکوٰۃ کے درمیان اس لئے ذکر کیا کہ میّت کی تجہیز و تکفین وغیرہ

اس پر نماز پڑھنے کے لئے کی جاتی ہے، کیونکہ اس کو دعا سے فائدہ ہوتا ہے اور وہ عذاب قبر وغیرہ سے خلاصی پاتا ہے۔ نیز انسان کی دو حالتیں ہیں حیات کی حالت اور موت کی حالت اور ہر ایک کے احکام ہیں جو عبادات و معاملات سے تعلق رکھتے ہیں۔ عبادات سے نماز جو زندوں سے متعلق ہے سے فارغ ہونے کے بعد مُردوں سے متعلق نماز کے احکام ذکر کرتے ہیں۔ قولہ "من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ" کا جواب حدیث میں مذکور ہے یعنی جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا"۔ ابوداؤد میں ہے "مَنْ کَانَ آخِرُ کَلَامِہٖ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ"، علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا "لا الہ الا اللہ" سے مراد شہادتین ہیں یعنی مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ دَخَلَ الْجَنَّۃَ"، باب کے عنوان سے بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ جو مشرک لا الہ الا اللہ کہے اور اسی پر مرجائے اور کسی کو اللہ کا شریک نہ بنائے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اس تقدیر پر حدیث کا محمل مشرکین ہیں، کیونکہ جب وہ لا الہ الا اللہ "کہیں تو ان کو مسلمان کہا جائے گا اور اسی پر مریں تو جنت میں داخل ہوں گے اور جو لوگ لا الہ الا اللہ" تو پڑھتے ہیں مگر نبوت کے منکر ہیں یا صرف عربوں کے لئے ہی بعثت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل ہیں ان کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا ضروری ہے اور دین اسلام کے سوا ہر دین سے بیزاری کا اظہار لازم ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد یہ ہو کہ جو کوئی موت کے وقت اخلاص سے لا الہ الا اللہ کہے اس کے پہلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور وہ جنت میں داخل ہوگا، کیونکہ اخلاص توبہ اور ندامت کو مستلزم ہے بشرطیکہ موت تک اس پر قائم رہے، اگرچہ موت کے وقت لا الہ الا اللہ نہ کہا ہو، کیونکہ اسلام نطقی اور حکمی میں کوئی فرق نہیں"، علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ظاہر یہ ہے کہ حدیث میں مفتاح کے ساتھ اسنان کی قید مدرج ہے اور مفتاح سے اشارہ اس طرف ہے کہ جو کوئی یہ قول کرے وہ جنت میں داخل ہونے پر قادر ہو جاتا ہے"، اس سے حقیقی مفتاح مراد نہیں جس کے دندانے ہوتے ہیں اور اگر اسنان سے مراد عمل ہوں تو لازم آئے گا کہ جو کوئی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اخلاص سے پڑھے اور اسی پر مرجائے اور کوئی نیک عمل نہ کیا ہو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا جیسے رافضی اور اکثر خارجی کہتے ہیں کہ جو مسلمان کبائر کے مرتکب ہوں وہ اپنے گناہوں کے سبب ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہیں گے، حالانکہ قرآن کریم صراحۃ اس عقیدہ والوں کی تردید کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ"، اور باب میں مذکور حدیث بھی ان کی تردید کرتی ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جو شخص مرجائے اور وہ یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ جنت میں داخل ہوگا"، اس حدیث ۱۱۶۸ میں اہل سنت وجماعت کے مذہب کی دلیل ہے کہ بڑے بڑے گنہگار ہمیشہ دوزخ میں نہ رہیں گے اور اگر دوزخ میں داخل ہوں تو پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے باہر آجائیں گے" ظاہر حدیث سے بعض جاہل یہ سمجھتے ہیں کہ چوری زنا کرنے میں کوئی حرج نہیں سب جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ مفہوم درست نہیں، کیونکہ صرف ایمان پر مرنے سے حقوق العباد ساقط نہیں ہوتے اور ان کے عدم سقوط کو یہ بھی لازم نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کو جنت میں داخل کرنا چاہے اس کو بخش نہیں سکتا۔ اسی لئے سرورِ کائنات صلی اللہ

۱۱۶۹ حدثنا عمر بن حفص قال حدثنا ابی قال حدثنا الاعمش قال حدثنا شقیق عن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات یشرک باللہ دخل النار وقلت انا من مات لا یشرک باللہ شیئا دخل الجنۃ باب الامر باتباع الجنائز ۱۱۷۰ حدثنا ابو الولید قال حدثنا شعبۃ عن الاشعث قال سمعت معاویۃ بن سوید بن مقرن عن البراء بن عازب قال امرنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بسبع ونہانا عن سبع امرنا باتباع الجنائز وعیادۃ المریض واجابۃ الداعی ونصر المظلوم وابرار القسم ورد السلام وتشمیت العاطس ونہانا عن آنیۃ الفضۃ وخاتم الذہب والحریر والدیباج والقسی والاستبرق

علیہ وسلم نے ابو ذر رضی اللہ عنہ کے استبعاد کی علی رغم انف ابی ذر کے الفاظ سے تردید فرمائی" اور "دخل الجنۃ" سے یہ بھی مراد لینا ممکن ہے کہ اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ پڑھنے والا اولاً جنّت میں داخل ہوگا یا اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں داخل ہوگا وہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں نہ رہے گا" واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم!

۱۱۶۹ — حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مرجائے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بناتا ہے وہ دوزخ میں داخل ہوگا اور میں کہتا ہوں کہ جو کوئی مرجائے اور وہ اللہ کا کسی کو شریک نہیں بناتا وہ جنّت میں داخل ہوگا"۔

۱۱۶۹ — شرح : اس حدیث کی مناسبت عنوان کے ساتھ ظاہر ہے، کیونکہ جو مشرک مرے وہ دوزخ میں داخل ہوگا اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ جو کوئی مرے اور اللہ کا شریک نہ بناتا ہو وہ جنت میں داخل ہوگا"۔

کیونکہ شرک کے انتفاء سے دخولِ نار کا انتفاء ہوتا ہے اور جب دخولِ نار کا انتفاء ہوا تو دخولِ جنت ضروری ہے جبکہ یہاں تیسری کوئی شئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرك به و یغفر ما دون ذالك لمن یشاء" واللہ اعلم!

باب — جنازوں کے پیچھے پیچھے چلنے کا حکم

۱۱۷۰ ترجمہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سات چیزوں کا حکم دیا اور سات سے منع کیا۔ آپ نے ہم کو جنازوں کے پیچھے چلنے، بیمار کی عیادت، دعوت قبول کرنے مظلوم کی مدد کرنے، قسم کو پورا کرنے، سلام کا جواب دینے اور چھینک لینے والے کی چھینک کا جواب دینے کا حکم فرمایا اور چاندی کے برتنوں، سونے کی انگوٹھی، حریر، دیباج، قسّی اور استبرق پہننے سے ہم کو منع فرمایا"۔

۱۱۷۰ — **شرح:** اتباع الجنائز کا معنی یہ ہے کہ جنازے کے پیچھے چلنا اور اس پر نماز پڑھنے کے بعد دفن تک اس کے ساتھ چلنا "جمہور علماء کے نزدیک نمازِ جنازہ فرض کفایہ ہے اور جنازے کے ساتھ چلنے اور نماز پڑھنے سے صرف ایک قیراط ثواب حاصل ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے دفن کرنے میں شرکت کرنے میں دو قیراط ثواب حاصل ہوتا ہے اور ہمارے نزدیک دفن کرنے کے بعد قبر پر میت کو تلقین کرنے میں تین قیراط ثواب حاصل ہوتا ہے" احناف کے مذہب میں جنازے کے پیچھے چلنا افضل ہے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے نزدیک جنازے کے قریب قریب اس کے آگے چلنا افضل ہے اور مالکیہ کا مشہور مذہب وہی ہے جو احناف کا مذہب ہے۔ شافعیہ کے نزدیک جنازے کے آگے چلنا افضل ہے" ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ اُنھوں نے کہا میں نے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو جنازے کے آگے آگے چلتے دیکھا" امام ترمذی نے زہری سے بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مذکور روایت ذکر کی کہ عبداللہ بن عمر نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ جنازے کے آگے آگے چلتے تھے اور نسائی اور ابن ماجہ نے بھی اس طرح کی روایت کی ہے" امام ابوحنیفہ، ابو یوسف اور محمد رضی اللہ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ جنازے کے پیچھے چلنا افضل ہے ابوداؤد نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنازہ کے ساتھ نوحہ کی آواز اور آگ نہ لے جاؤ ہارون بن عبداللہ نے اس میں یہ اضافہ ذکر کیا کہ جنازے کے آگے نہ چلو"، ابن عدی کامل نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کے پیچھے چلا کرتے تھے" شیخ عبدالرزاق نے مصنف میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جنازے کے پیچھے چلنے کی اس کے آگے چلنے پر وہ فضیلت ہے جو فرض نماز کو نفل نماز پر فضیلت حاصل ہے۔ اُنھوں نے اسے مرفوع کیا" نیز شیخ عبدالرزاق نے طاؤس سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کے پیچھے چلتے تھے حتیٰ کہ وفات فرما گئے، دارقطنی نے عبیداللہ بن کعب بن مالک کی حدیث ذکر کی کہ ثابت بن قیس نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میری والدہ فوت ہوگئی ہے اور وہ نصرانیہ تھی اس کو یہ پسند تھا کہ میں اس کے جنازے کے ساتھ ہوں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سواری پر سوار ہو کہ اس کے آگے آگے چلو اس وقت تم اس کے ساتھ شمار نہ ہوگے"

ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کی کہ عمرو بن عاص نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جنازے کے پیچھے چلا کرو، کیونکہ اس کے آگے فرشتے ہوتے ہیں۔

(۱۱۷۱) مریض کی بیمار پرسی سنت ہے بعض علماء اسے واجب کہتے ہیں وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں ان میں مریض کی عیادت کو ذکر فرمایا"، دعوت قبول کرنا ہمارے مذہب میں مستحب ہے بعض علماء اس کو واجب کہتے ہیں؛ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"، جو کوئی دعوت قبول نہ کرے وہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ہے" افضل یہ ہے کہ جب ولیمہ میں غنی اور فقیر سب کو بلایا جائے تو دعوت قبول کرے وہ اگر روزہ سے ہو تو افطار کر دے اور پھر اس کی قضا کرے جبکہ عدمِ افطار سے صاحب دعوت کو صدمہ پہنچتا ہو" مظلوم کی مدد کرنا فرض ہے

حدثنا محمد قال ۱۱۷۱

حدثنا عمرو بن ابی سلمة عن الاوزاعی قال اخبرنا ابن شهاب قال اخبرنی سعید بن المسیب ان ابا هریرة قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول حق المسلم علی المسلم خمس رد السلام وعیادة المریض واتباع الجنائز واجابة الدعوة وتشمیت العاطس تابعه عبد الرزاق قال اخبرنا معمر ورواه سلامة عن عقیل

جبکہ اس کی قدرت ہو اور اس کی بات مانی جاتی ہو " بخاری اور ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی ظالم اور مظلوم کی مدد کرو "، ظالم کو ظلم سے روکنا اس کی امداد ہے " قسم کا پورا کرنا مکارمِ اخلاق سے ہے جبکہ قسم جائز امر میں ہو "، سلام کا جواب دینا فرض کفایہ ہے ہر سننے والے پر سلام کا جواب فرض ہے۔ اگر بعض نے جواب دے دیا تو دوسروں سے جواب ساقط ہو جاتا ہے۔ سلام کرنا سنّت ہے اور اس کا جواب فرض ہے " اگر بچّے نے سلام کا جواب دیا تو صحیح نہیں جبکہ وہ عاقل نہ ہو اگر عاقل ہو تو اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ عورت کو مرد کے سلام کا جواب دینا واجب ہے وہ آواز بلند نہ کرے اگر عورت سلام کرے تو اگر وہ بوڑھی ہو تو جواب دیا جائے۔ اگر نوجوان ہو تو آہستہ جواب دے جسے وہ نہ سُنے " چھینک کے جواب میں بھی یہی تفصیل ہے " سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال مرد و زن کے لئے حرام ہے اس میں سب کا اتفاق ہے " سونے کی انگوٹھی مردوں کے لئے حرام ہے اور چاندی کی جائز ہے اور وہ مثقال کے وزن کے برابر یا اس سے کم وزنی ہو۔ بادشاہ، قاضی اور مفتی حضرات کو اس کی ضرورت عام ہوتی ہے۔ جن کو اس کی ضرورت نہ ہو ان کو انگوٹھی نہ پہننا بہتر ہے۔ ریشم مردوں کے لئے حرام اور عورتوں کے لئے جائز ہے۔ "حریر" ریشم ہے دیباج، قسی اور استبرق کو شامل ہے۔ حریر کے بعد ان کا ذکر " ذکر الخاص بعد العام " کے قبیلہ سے ہے اور ان کے نام مختلف ہونے سے وہ حریر سے خارج نہیں ہوتے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۱۱۷۱ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازے کے پیچھے چلنا، دعوت کا قبول کرنا، چھینک لینے والے کا جواب دینا " عمر بن ابی سلمہ کی عبدالرزاق نے متابعت کی اور کہا ہمیں معمر نے خبر دی اور اس حدیث کی سلامہ بن خالد بن عُقیل نے عقیل سے روائت کی۔"

۱۱۷۱ — شرح : علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ تمام اسلام کے حقوق ہیں، ان میں تمام مسلمان مساوی ہیں۔ اگرچہ وہ نیک و بد ہوں البتہ نیک مسلمانوں سے خوشی کا اظہار کرنا چاہیے اور ان سے مصافحہ وغیرہ مستحسن ہے اور فاسق و فاجر سے ایسا نہیں کرنا چاہیے "، حق سے مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کا احترام ہو اور ان سے میل جول اچھا ہو۔ حق کا معنی واجب نہیں اس کی نظیر " حق علی المسلم

بَابُ الدُّخُولِ عَلَى الْمَيِّتِ بَعْدَ الْمَوْتِ إِذَا أُدْرِجَ فِي أَكْفَانِهِ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا

۱۱۷۲ مَعْمَرٌ وَيُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ أَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى فَرَسِهِ مِنْ مَسْكَنِهِ بِالسُّنْحِ حَتَّى نَزَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمْ يُكَلِّمِ النَّاسَ حَتَّى دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَتَيَمَّمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسَجًّى بِبُرْدِ حِبَرَةٍ فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ أَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهُ ثُمَّ بَكَى فَقَالَ بِأَبِي أَنْتَ يَا نَبِيَّ اللهِ لَا يَجْمَعُ اللهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا قَالَ أَبُو سَلَمَةَ فَأَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ خَرَجَ وَعُمَرُ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَقَالَ اجْلِسْ فَأَبَى فَقَالَ اجْلِسْ فَأَبَى فَتَشَهَّدَ أَبُو بَكْرٍ فَمَالَ إِلَيْهِ النَّاسُ وَتَرَكُوا عُمَرَ فَقَالَ أَمَّا بَعْدُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ فَإِنَّ اللهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ إِلَى الشَّاكِرِينَ وَاللهِ لَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُونُوا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللهَ أَنْزَلَ حَتَّى تَلَاهَا أَبُو بَكْرٍ فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ فَمَا يُسْمَعُ بَشَرٌ إِلَّا يَتْلُوهَا

ان یغتسل کل جمعۃ" ہے یعنی مسلمان کے لئے مستحسن امر یہ ہے کہ وہ ہر جمعہ کو غسل کرے"
امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سلامہ کا عُقیل سے سماع ثابت ہے۔ ابوزرعہ سے سلامہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو اُنھوں نے کہا وہ ضعیف اور منکر الحدیث ہے"

باب — میت کے پاس اس کی موت کے بعد جانا جبکہ اس کو کفن میں رکھ دیا گیا ہو"

۱۱۷۲ — ترجمہ : ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبیٔ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار اپنے گھر سے جو سنح میں تھا تشریف لائے اور سواری سے اُتر کر مسجد میں داخل ہوئے اور لوگوں سے کوئی بات نہ کی حتیٰ کہ اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کیا آپ کو یمنی لکیر دار چادر سے ڈھانپا گیا تھا اُنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور سے کپڑا اُٹھایا پھر آپ پر جُھکے اور آپ کے چہرۂ انور کو بوسہ دیا پھر رو پڑے" اور کہا یا نبی اللہ میرا باپ آپ پر قربان ہو اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا،، بہر حال ایک دفعہ موت جو آپ کے مقدر تھی وہ تو ہو چکی۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے خبر دی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ باہر نکلے جبکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے اور کہا (اے عمر) بیٹھ جاؤ حضرت عمر فاروق نے بیٹھنے سے انکار کر دیا پھر کہا بیٹھ جاؤ اُنھوں نے بیٹھنے سے انکار کیا" ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دینا شروع کیا تو سارے

حدثنا يحيى بن بكير قال حدثنا الليث عن عقيل عن ابن شهاب قال اخبرني خارجة بن زيد بن ثابت ان ام العلاء امرأة
١١٧٣ من الانصار بايعت النبي صلى الله عليه وسلم اخبرته انه اقتسم المهاجرون قرعة فطار لنا عثمان بن مظعون
فانزلناه في ابياتنا فوجع وجعه الذي توفي فيه فلما توفي وغسل وكفن في اثوابه دخل رسول الله صلى الله
عليه وسلم فقلت رحمة الله عليك ابا السائب فشهادتي عليك لقد اكرمك الله فقال النبي صلى الله عليه
وسلم وما يدريك ان الله اكرمه فقلت بابي انت يا رسول الله فمن يكرمه الله فقال اما هو فقد جاءه
اليقين والله اني لارجو له الخير والله ما ادري وانا رسول الله ما يفعل بي قالت فوالله لا ازكي احدا بعده
ابدا

لوگ ان کی طرف متوجہ ہوگئے اور عمر فاروق کو چھوڑ دیا" ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا " أَمَّا بَعْدُ "، تم میں سے جو کوئی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا بے شک اللہ تعالیٰ زندہ ہے اس کو موت نہیں" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " محمد نہیں مگر اللہ کا رسول ہے شاکرین تک پڑھا" اللہ کی قسم گویا کہ لوگ پہلے جانتے ہی نہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے حتیٰ کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کو پڑھا ان سے لوگوں نے یہ آیت سیکھی اور کسی شخص کو نہ سنا گیا مگر وہ یہ آیت پڑھتا تھا"۔

١١٧٢ —— شرح : حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سنح میں رہتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے ایک میل دور تھا"، انھوں نے آتے ہی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا"، نسائی نے اس کی تصریح کی ہے" ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ابوبکر رضی اللہ نے (لا يجمع الله عليك موتتين) اس لئے کہا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ عنقریب اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھائے گا اور آپ لوگوں کے ہاتھ پاؤں قطع کریں گے"، تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ کہا یعنی دنیا میں آپ کو صرف ایک موت آنی تھی جو آگئی ہے"۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کو بوسہ دینا جائز ہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ عمر فاروق سے زیادہ عالم تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک وہ بڑے معظم و معزز تھے اسی لئے وہ تمام ان کی طرف متوجہ ہوگئے" میت کو کپڑے سے ڈھانپنا مستحب ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کی تقلید ترک کر دینی چاہئیے۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

١١٧٣ —— ترجمہ : خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ قبیلہ انصار کی ایک عورت اُمّ العلاء جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی نے خبر دی کہ مہاجروں کو قرعہ اندازی کے ساتھ تقسیم کیا گیا تو ہمارے حصہ میں عثمان بن مظعون آئے۔ ہم نے ان کو اپنے گھروں میں اُتارا اور وہ بیماری میں مبتلاء ہوگئے جس میں وہ فوت ہوگئے وہ جب فوت ہوئے اور اُن

کو غسل دیا گیا اور کفن پہنایا گیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میں نے کہا اے ابا سائب تجھ پر اللہ کی رحمت ہو تیرے لئے میری شہادت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے عزت بخشی ہے (یہ سن کر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے کس نے بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عزت بخشی ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میرا باپ آپ پر فدا ہو پھر اللہ تعالیٰ کس کو عزت دے گا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہر حال عثمان بن مظعون پر موت آئی ہے اللہ کی قسم میں اس کے لئے خیر کی اُمید رکھتا ہوں اللہ کی قسم میں نہیں جانتا ہوں حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ ام العلاء رضی اللہ عنہا نے کہا اللہ کی قسم اس کے بعد میں کبھی کسی کا تزکیہ نہ کروں گی۔

۱۱۷۳ — **شرح** : حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ تیرہ [۱۳] صحابہ کرام کے بعد مسلمان ہوئے اُنھوں نے دو ہجرتیں کیں اور جنگِ بدر میں حاضر ہوئے مہاجرین میں سے سب سے پہلے وہ فوت ہوئے ان کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی وہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے" مدینہ منورہ میں جب مہاجرین کو انصار میں قرعہ اندازی کے ساتھ تقسیم کیا گیا تو وہ ام العلاء انصاریہ کے حصہ میں آئے جب وہ فوت ہوئے تو ان کے اچھے اخلاق پاکدامنی نیک سیرت اور زہد و تقویٰ کے پیش نظر اُس نے اپنے اندازے اور قیاس و عقل کے ساتھ کہا کہ عثمان جنتی ہے حالانکہ قیاس و عقل اور دیگر امور کی وجہ سے کسی کو قطعی طور پر جنتی کہنا صحیح نہیں کیونکہ اس کا فیصلہ صرف بطریقِ وحی ہو سکتا ہے اسی لئے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام العلاء کے قیاس کی تردید کی اور فرمایا میں اللہ کا رسول ہونے کے باوجود محض عقل اور قیاس سے یہ حکم نہیں کر سکتا جبکہ اس کا طریقہ صرف وحی ہے" اسی لئے فرمایا کہ بحسابِ عقل و قیاس میں بھی اپنے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا ہوں" حالانکہ یہ مسلم الثبوت ہے کہ ساری کائنات آپ کے نور سے پیدا ہوئی اور تخلیقِ آدم سے پہلے آپ نبی تھے۔ خداوند قدوس آپ کی رضا چاہتا ہے" عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا" آپ کی شان میں نازل ہوئی وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی" آپ کی شان ہے اس کلام سے پہلے آپ نے آسمانوں کی سیر بھی فرمائی تھی اور مولیٰ کریم سے غیر متناہی انعامات بھی حاصل کر لئے تھے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ" کے مقدس خطاب سے سرفراز ہو چکے تھے" ان حالات کے باوجود آپ کا یہ ارشاد فرمانا صرف عقلی قیاسات کی نفی کے لئے ہے اور لا ادری اس کی واضح دلیل ہے" اس کے علاوہ انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے حضور بے خوف ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے" یاموسیٰ لا تخف انی لا یخاف لدی المرسلون" آخر یہ بھی تو ایک معاملہ ہے جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں معلوم ہوا کہ لا ادری سے صرف حسابِ عقل کی نفی مطلوب ہے۔ اسی طرح حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ مہاجر اور بدری ہیں۔ مہاجرین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ ان سے راضی ہے اور اہلِ بدر کے حق میں فرمایا: اے بدر والو جو چاہو کرو اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا ہے یہ ایسے امور ہیں جو بطریقِ وحی ہی معلوم ہو سکتے ہیں عقل و قیاس کو ان میں کوئی دخل نہیں" الحاصل سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس ذات ستودہ صفات کی خبر ہے جو وحی کے بغیر اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے اور ام العلاء کا کلام ایسا نہیں لہٰذا ان دونوں میں عظیم تر فرق ہے

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ مِثْلَهُ وَقَالَ نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ عُقَيْلٍ مَا يُفْعَلُ بِهِ وَتَابَعَهُ ۱۱۷۴
شُعَيْبٌ وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ وَمَعْمَرٌ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ ۱۱۷۵
مُحَمَّدَ بْنَ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَمَّا قُتِلَ أَبِي جَعَلْتُ أَكْشِفُ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهِ أَبْكِي
وَيَنْهَوْنِي وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْهَانِي فَجَعَلَتْ عَمَّتِي فَاطِمَةُ تَبْكِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبْكِينَ
أَوْ لَا تَبْكِينَ مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتَّى رَفَعْتُمُوهُ تَابَعَهُ ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ
سَمِعَ جَابِرًا بَابُ الرَّجُلِ يَنْعَى إِلَى أَهْلِ الْمَيِّتِ بِنَفْسِهِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ ۱۱۷۶

۱۱۷۴ ترجمہ: سعید بن عُفیر نے کہا مجھ سے لیث نے اس جیسی روائت کی اور نافع بن زید نے عُقیل سے "مَا يُفْعَلُ بِهِ" روائت کی (عثمان کے ساتھ کیا کیا جائے گا) شعیب، عمر بن دینار اور معمر نے اس کی متابعت کی۔

۱۱۷۵ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب میرا باپ شہید ہو گیا تو میں روتے ہُوئے اس کے چہرے سے کپڑا ہٹانے لگا اور لوگ مجھ کو اس سے منع کرنے لگے اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم مجھے منع نہ کرتے تھے میری پھوپھی فاطمہ رونے لگی تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا (اے فاطمہ) تو روئے یا نہ روئے فرشتے اپنے پروں سے اس پر سایہ کئے رہے — حتیٰ کہ تم نے اسے اُٹھالیا، عبدالملک بن عبدالعزیز بن جُریج نے شعبہ کی متابعت کی، اُنھوں نے کہا مجھے محمد بن منکدر نے خبر دی کہ اُنھوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سُنا ہے!

۱۱۷۴، ۱۱۷۵ شرح: قولہ قال نافع الخ اس تعلیق سے اس طرف اشارہ کیا کہ لیث کی روائت میں "مایفعل بہ" محفوظ ہے اور یہی درست ہے مایفعل بی درست نہیں واللہ تعالیٰ اعلم! حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے والد عبد اللہ جنگِ اُحُد میں شہید ہو گئے تھے اور مشرکوں نے ان کی ناک، کان وغیرہ سب کاٹ کر مثلہ بنا دیا تھا جنگ احد تین ہجری کو شوال کے مہینہ میں ہُوئی تھی۔ قولہ تبکین اولا تبکین" راوی کا شک نہیں بلکہ یہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا کلام شریف ہے" جس میں رونے اور نہ رونے کو برابر فرمایا ہے یعنی تو روئے یا نہ روئے فرشتے تو اس پر سایہ کئے رہے ہیں" اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے محض رونا جس میں نوحہ نہ ہو ممنوع نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

باب — خود مرد میت کے گھر والوں کو اس کی موت کی خبر دے"

۱۱۷۶ ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے نجاشی کے مرنے کی خبر اسی روز دی جس روز

ابن شہاب عن سعید بن المسیب عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعی النجاشی فی الیوم الذی مات فیہ خرج الی المصلی فصف بہم وکبر اربعا

وہ فوت ہوا آپ عیدگاہ کی طرف تشریف لے گئے اور لوگوں کی صف بندی کی اور چار تکبیریں کہیں۔

۱۱۷۶ شرح: نجاشی حبشہ کے بادشاہ کو کہا جاتا ہے اس نجاشی کا نام اصحمہ بن ابجری تھا "طبقات ابن سعد میں ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم چھٹے ہجری میں حدیبیہ سے واپسی کے بعد سات ہجری کو ماہِ محرم میں عمرو بن امیہ ضمری کو خط دے کر نجاشی کے پاس بھیجا نجاشی نے خط پکڑ کر اپنی آنکھوں پہ لگایا اور تختِ شاہی سے اُتر کر زمین پر بیٹھ گیا پھر حضرت جعفر بن ابی طالب کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا جب سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نو ہجری کو تبوک سے واپس ہوئے تو نجاشی کا انتقال ہوگیا اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو اس کی وفات کی خبر دی اور بقیع میں اس کی نمازِ جنازہ پڑھی اور چار تکبیریں کہیں" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کی وفات کا اعلان کرنا جائز ہے اور متاخرین نے اس کو مستحسن کہا ہے تاکہ نمازی زیادہ ہوجائیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں" سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ، عبد اللہ بن رواحہ اور جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کی وفات کا اعلان فرمایا جبکہ وہ موتہ میں شہید ہوگئے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ جب سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "وا ابتاہ من ربہ ما ادناہ وا ابتاہ الی جبرائیل ننعاہ" اور مرثیہ پڑھا جو مشہور ہے۔ نیز صحیح بخاری میں ہے کہ رات کو ایک شخص فوت ہوگیا اور صحابہ کرام نے اس کو جنازہ پڑھ کر رات ہی دفن کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم نے مجھے خبردار کیوں نہیں کیا" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کی موت کا اعلان کرنا جائز ہے اور جس حدیث میں اس کی نہی مذکور ہے۔ وہ جاہلیت کے طریقہ پر اعلان پر محمول ہے" وہ قبائل میں آہ و پکار سے اعلان کیا کرتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے محاسن ذکر کرتے تھے۔ میت کے اہل واقارب اور احباب کو صرف اطلاع کرنے میں کوئی حرج نہیں" اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے، کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نجاشی کی موت کا اعلان کرکے باہر جا کر نمازِ جنازہ پڑھی تھی،، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بھی یہی کہتے ہیں کہ مسجد میں نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے،، امام مالک رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مذہب ہے البتہ امام شافعی اور احمد رضی اللہ عنہما کے مذہب میں مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ مسجد کے خراب ہونے کا خطرہ نہ ہو، کیونکہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا جنازہ مسجد میں داخل کرنے کا حکم دیا اور تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے ان کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے اس پر تعجب کا اظہار کیا تو ام المؤمنین نے فرمایا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن بیضا کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی تھی،، مگر ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے

۱۱۷۷ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَهَا جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَهَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ وَإِنَّ عَيْنَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَذْرِفَانِ ثُمَّ أَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ مِنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ فَفُتِحَ لَهُ

روائت ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلمؐ نے فرمایا جو کوئی مسجد میں نماز جنازہ پڑھے اس کو کچھ ثواب حاصل نہیں ہوتا،، خطیب نے کہا محفوظ روائت یہ ہے " من صلی علیٰ میت فی المسجد فلا شئ لہ ،، ابن عبدالبر نے کہا یہ صحیح ہے،، ابن ابی شیبہ نے کہا " فلا صلوٰۃ لہ ،، ابوداؤد نے اس حدیث پر سکوت کیا ہے - یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابوداؤد کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے - اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے منسوخ ہے ، کیونکہ ام المؤمنین کی حدیث اباحت پر دلالت کرتی ہے جو نہی سے مقدم ہے " اور محرم مبیح کا ناسخ ہوتا ہے،، اگر یہ کہا جائے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو مسلم نے ذکر کیا ہے اور ابوہریرہ کی حدیث مسلم نے ذکر نہیں کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسلم کا ابوہریرہ کی حدیث کا ذکر نہ کرنا اس کے عدمِ صحت کی دلیل نہیں جبکہ مسلم نے خود کہا ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ اس نے تمام صحیح احادیث ذکر کر دی ہیں،، مسلم نے صرف وہ صحیح احادیث ذکر کی ہیں جو اس کی شرط پر ہیں،،

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی نماز جنازہ مدینہ منورہ میں پڑھی ؛ حالانکہ وہ حبشہ میں تھا ، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نجاشی کی میت کو دیکھ رہے تھے،، چنانچہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ " نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا بھائی نجاشی فوت ہو گیا ہے اس کی نماز جنازہ پڑھو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے پیچھے صف بندی کی اور آپ نے چار تکبیریں کہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے تھے کہ اس کی میت آپ کے سامنے تھی،، یہ بھی جواب دیا جا سکتا ہے کہ نجاشی نے ایمان چھپا رکھا تھا جبکہ وہ کفار کی مملکت کا سربراہ تھا اور کوئی بھی اس کی نماز جنازہ پڑھنے والا نہ تھا اس لئے ضرورت کے تحت آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اس کی دلیل یہ ہے کہ نجاشی کے سوا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی نماز جنازہ غائبانہ نہیں پڑھی حالانکہ کثیر صحابہ کرام جو آپ سے غائب تھے فوت ہوئے اور آپ نے صرف معاویہ بن معاویہ مزنی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں تھے اور وہ مدینہ منورہ میں فوت ہو گئے تھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پَر مار کر اس کی میت آپ کے سامنے کر دی تو آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی - طبرانی نے معجم اوسط میں اس کی روائت کی ہے،، حدیث میں چار تکبیریں مذکور ہیں اسی پر سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر تک عمل رہا - مزید تفصیل حدیث ۱۲۵۱ کی تفہیم میں دیکھیں - واللہ تعالیٰ اعلم!

۱۱۷۷ — ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زید بن حارثہ نے جھنڈا پکڑا اور وہ شہید ہو گئے پھر اس کو

بَابُ الْإِذْنِ بِالْجَنَازَةِ

۱۱۷۸ وَقَالَ أَبُو رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا آذَنْتُمُونِي حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَاتَ إِنْسَانٌ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ فَمَاتَ بِاللَّيْلِ

جعفر بن ابی طالب نے پکڑا اور وہ بھی شہید ہو گئے پھر اسے عبد اللہ بن رواحہ نے پکڑا وہ بھی شہید ہو گئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے پھر خالد بن ولید نے امیر بنائے بغیر جھنڈا پکڑ لیا اور ان کے ہاتھوں فتح ہوئی"۔

شرح ۱۱۷۷ : اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کی وفات کا اعلان فرمایا اور جس حدیث میں اس کی نہی مذکور ہے وہ جاہلیت کے اعلان پر محمول ہے۔ حدیث ۱۱۷۶ میں اس کی تفصیل مذکور ہے" یہ حدیث نبوت کی دلیل ہے، کیونکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وفات کی خبر دی جبکہ آپ مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے" خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ یہ حضرات شہید ہو گئے ہیں اور وہ سرحد پر دشمن کا سخت مقابلہ کر رہے تھے تو انھوں نے خیال کیا کہ اگر مسلمان اسی حال میں رہے تو ہلاک ہو جائیں گے اور اسلام کی قوت کو زبردست دھچکا لگے گا تو انھوں نے خود بخود جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور زبردست حملہ کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح دی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اس فعل سے راضی ہو گئے حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو امیر نہ بنایا تھا اور نہ ہی لشکر میں سے کسی نے ان کی بیعت کی تھی اور نہ ان کو امیر بنایا تھا لہٰذا اس فعل نے ایک قانونی حیثیت اختیار کر لی کہ ضرورت کے وقت شریعت مطہرہ کے احکام کی شرائط میں رعایت نہ کرنے کی اجازت ہے۔ اسی طرح حقوق العباد میں ہے کہ اگر کوئی شخص جنگل میں فوت ہو جائے اور ترکہ چھوڑ جائے تو موجود شخص اس کے ترکہ کی حفاظت کرے اور اسے وارثوں کو پہنچا دے۔ اگرچہ مرنے والے نے اس کو وصیت نہ کی ہو کیونکہ مسلمانوں کے حقوق کی رعایت کرنا ضروری ہے۔ (کرمانی)

باب —— جنازہ کی اطلاع کرنا

اور ابو رافع نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے مجھے کیوں نہ خبر دی

ترجمہ ۱۱۷۸ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ایک شخص جس کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار پرسی کیا کرتے تھے رات کو فوت ہو گیا لوگوں نے رات ہی کو اسے دفن کر دیا جب صبح ہوئی تو انھوں نے آپ کو خبر دی۔ آپ نے فرمایا مجھ کو رات کو خبر دینے سے تم کو کس نے روکا انھوں نے کہا رات

قَدْ دَفَنُوْهُ لَيْلًا فَلَمَّا أَصْبَحَ أَخْبَرُوْهُ فَقَالَ مَا مَنَعَكُمْ أَنْ تُعْلِمُوْنِيْ قَالُوْا كَانَ اللَّيْلُ فَكَرِهْنَا وَكَانَتْ ظُلْمَةٌ أَنْ نَشُقَّ عَلَيْكَ فَأَتٰى قَبْرَهُ فَصَلّٰى عَلَيْهِ بَابُ فَضْلِ مَنْ مَاتَ لَهُ وَلَدٌ فَاحْتَسَبَ وَقَوْلُ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ ۱۱۷۹ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنَ النَّاسِ مِنْ مُسْلِمٍ يُتَوَفّٰى لَهُ ثَلَاثَةٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ

کا وقت تھا ہم نے آپ کو خبر دینا اچھا نہ سمجھا جبکہ رات اندھیری تھی کہ آپ کو تکلیف دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلّم اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور اس پر نماز پڑھی!

۱۱۷۸ — شرح : اس باب کے عنوان اور اس سے پہلے باب کے عنوان میں فرق یہ ہے کہ پہلے باب میں میت کے فوت ہونے کا اعلان تھا اور اس باب میں جنازہ تیار ہونے کی لوگوں کو اطلاع ہے یہ مریض طلحہ بن براء بن عمیر انصاری تھے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں فوت ہونے والی عورت ام محجن تھی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا جب میت کو نماز جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا جائے تو اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے جب تک وہ پھٹی نہ ہو اور جب اس کے پھٹنے میں شک ہو تو اس پر نماز نہ پڑھی جائے۔ امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہما یہی کہتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ اس کو غسل کر کے دفن کیا ہو"، اور اگر غیر ولی نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا تو اس کے پھٹنے سے پہلے اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے اور اس میں ظنِ غالب کا اعتبار ہے امام ابویوسف نے کہا تین روز تک اس پر نماز پڑھی جا سکتی ہے! سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے شہداءِ احد پر آٹھ برس کے بعد نماز جنازہ پڑھی تھی کیونکہ ان کے جسم بوسیدہ نہ ہوئے تھے! چونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ پاک میں آپ کا نماز پڑھنے کے بغیر فرضِ جنازہ ساقط نہ ہوتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ یہ قبریں ظلمت سے بھری ہوتی ہیں میرے نماز جنازہ پڑھنے سے اللہ تعالیٰ ان کو اصحابِ قبور کے لئے روشن کر دیتا ہے۔ اس لئے آپ نے خادمِ مسجد کی قبر پر نماز پڑھی تھی۔ یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

باب — اس شخص کی فضیلت جس کا بچہ فوت ہو جائے اور وہ صبر کرے "۔ اور اللہ عزّ وجل نے فرمایا "صبر کرنے والوں کو خوش خبری سنائیں"

۱۱۷۹ — ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا لوگوں میں سے کوئی مسلمان نہیں جس کے تین بچے نابالغ فوت ہو جائیں مگر اللہ تعالیٰ ان پر اپنے فضل اور رحمت سے اس کو جنت میں داخل کرے گا"۔

۱۱۷۹ — **شرح** : احتساب کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کا امیدوار ہو کر اس کی قضاء سے راضی ہو کر صبر کرنا ،، یعنی جس شخص کے نابالغ تین بچے فوت ہو جائیں اور وہ اللہ کی رحمت اور مغفرت کی امید کرتا ہوا اور اس کی قضاء سے راضی ہو کر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا ،، "قولہ رحمتہ" ضمیر کا مرجع اللہ ہے ، کیونکہ اس حدیث کے دوسرے طریق میں اس کی صراحت موجود ہے چنانچہ ابن ماجہ کی روایت میں "بِفَضْلِ رَحْمَةِ اللّٰہِ اِیَّاھُمْ" ہے اور "ایاھم" میں ضمیر کا مرجع اولاد ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس کی اولاد پر اپنی رحمت وفضل کے باعث اس کو جنت میں داخل کریگا اور نسائی کی روایت "اِلَّا غَفَرَ اللّٰہُ لَہُمَا" اس کی تائید کرتی ہے لہٰذا "بِفَضْلِ رَحْمَتِہٖ" میں ضمیر کا مرجع باپ اور "ایاھم" ضمیر سے مسلمان مراد لینا غیر ظاہر ہے جبکہ حدیثیں ایک دوسری کی تفسیر کیا کرتی ہیں" نابالغ اولاد کو اس لئے خاص کیا ہے کہ ماں باپ کی شفقت ان پر زیادہ ہوتی ہے ، اور وہ بڑی اولاد کی نسبت ان سے محبت زیادہ کرتے ہیں۔ اس لئے ان کے فوت ہو جانے سے ان کو صدمہ زیادہ ہوتا ہے اور اس پر ثواب بھی زیادہ ہوتا ہے اگرچہ مطلقاً ولاد کے فوت ہونے پر ماں باپ کو ثواب ملتا ہے اور اولاد کی اولاد اس حکم میں داخل نہیں کیونکہ نسائی کی روایت میں صلبی اولاد کی صراحت ہے اور کفر کی حالت میں کسی کا نابالغ بچہ فوت ہو جائے پھر وہ مسلمان ہو جائے تو وہ اس حکم میں داخل نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے بچے جنتی ہیں اور کفار ومشرکین کے بچوں میں اختلاف ہے علماء کی ایک جماعت اس بارے میں توقف کرتی ہے کہ وہ جنتی ہیں یا دوزخی ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اُنھوں نے بڑے ہو کر کیا عمل کرنے تھے" اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ ہے کہ اُس نے بڑے ہو کر ایمان قبول کر لینا ہے تو جنتی ہے ورنہ دوزخی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اطفالِ مشرکین کے بارے میں فرمایا" اگر چاہتی ہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتا ہوں کہ دوزخ میں ان کی آوازیں تمہیں سُنا دے اس روایت کو طبرانی نے معجم اوسط میں ذکر کیا ہے اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکین کی اولاد جنتیوں کی خادم ہوگی۔ ان روایات سے صحیح ترشح یہی ہوتا ہے کہ کفار ومشرکین کی اولاد میں توقف کیا جاتا ہے" دراصل اولادِ مشرکین کے بارے میں مذکور احادیث کے تین احوال ہیں۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اولادِ مشرکین کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا وہ اپنے آباء کے ساتھ دوزخ میں ہیں۔ اس کے بعد پھر پوچھا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اُنھوں نے کیا عمل کرنے تھے جب اسلام مستحکم ہُوا تو پھر استفسار کیا تو آپ نے فرمایا "کوئی بھی دُوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا وہ فطرت پر ہیں یعنی وہ مسلمان جنتی ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب تعالیٰ سے مشرکین کی اولاد کے بارے میں سوال کیا کہ ان کو عذاب نہ دے تو اللہ تعالیٰ نے میری دعاء کو قبول کر لیا اسی لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ مشرکین کی اولاد جنتیوں کی خادم ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

۱۱۸۰ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَصْبَهَانِيِّ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّ النِّسَآءَ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْ لَنَا يَوْمًا فَوَعَظَهُنَّ فَقَالَ اَيُّمَا امْرَاَةٍ مَاتَ لَهَا ثَلٰثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ كُنَّ لَهَا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ وَاثْنَانِ قَالَ وَاثْنَانِ وَقَالَ شَرِيْكٌ عَنِ ابْنِ الْاَصْبَهَانِيِّ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ ۱۱۸۱ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمُوْتُ لِمُسْلِمٍ ثَلٰثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ فَيَلِجُ النَّارَ اِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ **بَابُ** قَوْلِ الرَّجُلِ لِلْمَرْاَةِ عِنْدَ الْقَبْرِ اصْبِرِيْ ۱۱۸۲ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۱۸۰ ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ عورتوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ہمارے لئے کوئی دن مقرر فرما دیں آپ نے ان کو وعظ کیا اور فرمایا کہ جس کسی عورت کے تین بچے مر جائیں وہ دوزخ کی آگ سے اس کے لئے حجاب ہوں گے ایک عورت نے کہا اور دو آپ نے فرمایا اور دو شریک نے اصبہانی سے روائت کرتے ہوئے کہا کہ ابو صالح نے ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر دی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ بلوغ کو نہ پہنچے ہوں"۔

۱۱۸۱ ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی کہ آپ نے فرمایا، کسی مسلمان کے تین بچے فوت نہیں ہوتے مگر وہ قسم حلال کرنے دوزخ میں داخل ہوتا ہے۔ امام بخاری نے کہا" اور تم میں سے کوئی نہیں مگر اس میں وارد ہونے والا ہے"۔

۱۱۸۰، ۱۱۸۱ شرح: سوال کرنے والی عورت حضرت انس بن مالک کی والدہ ام سلیم انصاریہ ہیں۔ دو اور ایک بچے کے فوت ہونے پر والدین کے حال کو آپ جانتے تھے مگر بیان اس لئے نہ فرمایا کہ لوگ توکل نہ کریں جبکہ ایک دو کا مرنا کثیر الوقوع ہے اور جب آپ سے دو سے متعلق سوال کیا گیا تو جواب دینا ضروری تھا اس لئے فرمایا جس کے دو بچے فوت ہو جائیں وہ بھی دوزخ کی آگ سے حجاب بن جاتے ہیں"، حدیث ۱۱۸۱ میں مسلمان کی قید کا یہ فائدہ ہے کہ کافر کو اس کے بچے مرنے سے نجات نہ ہوگی"، جمہور علماء نے کہا کہ "اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا" سے مراد یہ ہے کہ تم دوزخ کو عبور کرو گے گزرو گے"، اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ تم دوزخ میں عذاب کے لئے داخل ہوگے"، بلکہ صرف قسم پوری کرنے کے لئے تم دوزخ سے گزرو گے"، آیت میں قسم مضمر ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا" وَاِنْ مِّنْكُمْ وَاللّٰهِ اِلَّا وَارِدُهَا"۔

باب— "قبر کے پاس عورت کو مرد کا کہنا کہ صبر کر"۔

۱۱۸۲ ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو قبر کے پاس رو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا اللہ سے ڈر اور صبر کر"۔

بامرأة عند قبر وهي تبكي فقال اتقي الله واصبري **باب غسل الميت ووضوئه بالماء والسدر** وحنط ابن عمر ابنا لسعيد ابن زيد وحمله وصلى ولم يتوضأ وقال ابن عباس المسلم لا ينجس حيا ولا ميتا وقال سعد لو كان نجسا ما مسسته وقال النبي صلى الله عليه وسلم المؤمن لا ينجس

١١٨٣ حدثنا اسمعيل بن عبد الله قال حدثني مالك عن ايوب السختياني عن محمد بن سيرين عن ام عطية الانصارية قالت دخل علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم حين توفيت ابنته فقال اغسلنها ثلاثا او خمسا او اكثر من ذلك ان رأيتن ذلك بماء وسدر واجعلن في الآخرة كافورا او شيئا من كافور فاذا فرغتن فآذنني فلما فرغنا آذناه فاعطانا حقوه فقال اشعرنها اياه تعني ازاره

١١٨٢ — شرح: یعنی بے صبری کا اظہار نہ کر اس سے ثواب جاتا رہتا ہے اور صبر کر صبر سے اجر ملتا ہے۔" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب" صبر کرنے والوں کو بے حساب ثواب پورا کیا جائے گا (کرمانی)
ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ اس پر دو مصیبتیں جمع نہ ہوں ایک اس کا بچہ فوت ہوگیا اور دوسری مصیبت یہ کہ بے صبری کرنے سے اس کا ثواب جاتا ہے جو صبر کرنے کی صورت میں حاصل ہوتا ہے" اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کی زیارت کرنا جائز ہے اور بری باتوں سے منع کرنا چاہیے اور نیک امور کی ترغیب دلانا چاہیے۔ اور اموات کے پاس رونے والوں کو صبر کی تلقین کرنی چاہیے۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم!

باب — میت کو پانی اور بیری کے پتّوں سے غسل دینا اور وضوء کرنا"

١١٨٣ — ترجمہ: اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سعید بن زید کے بیٹے کو خوشبو لگائی اور اس کو اٹھایا اور نماز پڑھائی اور وضوء نہ کیا اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا مسلمان نہ تو زندگی میں ناپاک ہوتا ہے اور نہ ہی مرنے کے بعد ناپاک ہوتا ہے اور سعید نے کہا اگر میت نجس ہوتی تو میں اس کو مس نہ کرتا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن ناپاک نہیں ہوتا"

١١٨٣ — شرح: اُمّ عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ آپ کی صاحبزادی نے انتقال کیا اور فرمایا تم ان کو تین بار یا پانچ بار اور اگر ضرورت سمجھو تو اس سے زیادہ بار پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور آخر میں کافور یا کچھ کافور ملا دو جب فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دو ہم جب

بَابُ مَا یُسْتَحَبُّ اَنْ یُّغْسَلَ وِتْرًا

غسل دے کر فارغ ہوئیں تو آپ کو اطلاع دی آپ نے ہمیں اپنا تہبند دیا اور فرمایا کہ ان کو یہ پہنا دو۔
حقو سے تہبند مراد ہے "۔
احناف کے نزدیک میت کو غسل دینا واجب ہے اور یہ سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان پر مسلمان کے چھ حقوق ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب وہ مرجائے تو اس کو غسل دے" جمہور کا مذہب یہی ہے کہ میت کو غسل دینا واجب ہے۔ سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فوت ہوئے تو ان کو فرشتوں نے غسل دیا پھر کفن پہنایا اور خوشبو لگائی اور ان کے لئے قبر کھودی اور اس میں لحد بنائی پھر ان کی نمازِ جنازہ پڑھی اور ان کو قبر میں رکھ کر کچی اینٹیں لگائیں پھر قبر سے باہر آگئے اس کو مٹی سے بھر دیا اور لوگوں سے کہا دفن کرنے کا یہ طریقہ ہے"۔
میت کو غسل دینے کا سبب یہ ہے کہ موت سے اعضاء ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور وہ حدث کا موجب ہیں عراق کے بعض مشائخ نے کہا کہ موت سے آدمی ناپاک ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں دم مسفوح ہوتا ہے۔ اسی لئے اگر وہ کنوئیں میں گر کر مرجائے تو کنواں ناپاک ہو جاتا ہے۔ میت کو وضوء کرانا مسنون ہے مگر اس کے منہ اور ناک میں پانی نہ کیا جائے" اور غسل دینے والے پر غسل واجب نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے کہا میت کے غاسل پر غسل واجب نہیں"۔ یہ فوت ہونے والی صاحبزادی سیدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ابوالعاص کی بیوی اور اُمامہ کی والدہ ہیں رضی اللہ عنہا مسلم نے اس کی تصریح کی ہے" ان کا انتقال آٹھ ہجری میں ہوا۔ ابوداؤد نے کہا کہ وہ سیدہ ام کلثوم تھیں جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہا کی بیوی تھیں مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا جب فوت ہوئیں اس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے باہر بدر کے میدان میں تھے"۔ تین بار یا پانچ بار کے ذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ غسل طاق ہو" اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل میت میں مبالغہ مطلوب ہو تو سات بار سے زیادہ بار بھی غسل دینا جائز ہے۔ بیری کے پتے پہلی بار استعمال کئے جائیں ہر بار کوئی ضروری نہیں۔ آخری بار میں کافور ملنے میں حکمت یہ ہے کہ اس سے جسم سخت ہو جاتا ہے اور اس کی خوشبو سے حشرات دُور ہو جاتے ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ میت کے غسل میں بیری کے پتے اور کافور کا استعمال مستحب ہے" اور اسے خوشبو لگانا مستحسن ہے۔ اور عورت کو غسل دینے کے لئے شوہر کی نسبت عورتیں زیادہ مناسب ہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب ہے"۔

باب — طاق غسل دینا مستحب ہے

1184 حدثنا محمد قال اخبرنا عبد الوهاب الثقفي عن ايوب
عن محمد عن ام عطية قالت دخل علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ونحن نغسل ابنته فقال اغسلنها ثلاثا او خمسا
او اكثر من ذلك بماء وسدر واجعلن في الآخرة كافورا فاذا فرغتن فآذنني فلما فرغنا آذناه فالقى الينا حقوه فقال
اشعرنها اياه فقال ايوب وحدثتني حفصة بمثل حديث محمد وكان في حديث حفصة اغسلنها وترا وكان فيه
ثلاثا او خمسا او سبعا وكان فيه انه قال ابدؤا بميامنها ومواضع الوضوء منها وكان فيه ان ام عطية قالت
ومشطناها ثلاثة قرون **باب** يبدأ بميامن الميت 1185 حدثنا علي بن عبد الله قال حدثنا اسمعيل بن ابراهيم قال
حدثنا خالد عن حفصة بنت سيرين عن ام عطية قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في غسل ابنته
ابدأن بميامنها ومواضع الوضوء منها **باب** مواضع الوضوء من الميت 1186 حدثنا يحيى بن موسى قال حدثنا
وكيع عن سفين عن خالد الحذاء عن حفصة بنت سيرين عن ام عطية قالت لما غسلنا بنت النبي
صلى الله عليه وسلم قال لنا ونحن نغسلها ابدؤا بميامنها ومواضع الوضوء منها

1184 — ترجمہ: ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم آپ کی صاحبزادی کو غسل دے رہی تھیں فرمایا ان کو تین بار یا پانچ بار یا اس سے زیادہ بار پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور آخر بار میں کافور ملاؤ۔ جب فارغ ہو جاؤ تو مجھے خبر کرو ہم جب فارغ ہو گئیں تو آپ کو اطلاع دی آپ نے ہمیں تہبند دیا اور فرمایا اسے اس میں لپیٹ دو ایوب نے کہا اور مجھے حفصہ نے محمد کی حدیث جیسی خبر دی حفصہ کی حدیث میں ہے کہ اسے طاق غسل دو" اور اس میں یہ بھی ہے کہ تین بار یا پانچ بار یا سات بار غسل دو اور یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" کہ ان کے داہنے اعضاء اور وضوء کے مواضع سے غسل دینا شروع کرو اور اس میں یہ بھی تھا کہ ام عطیہ نے کہا ہم نے اُن کو کنگھی کر کے تین چوٹیاں کر دیں۔"

باب — میت کی داہنی طرفوں سے غسل دینا شروع کیا جائے

1185 — ترجمہ: ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کے غسل کے بارے میں فرمایا کہ ان کی داہنی جانبوں اور وضوء کے مقامات سے غسل شروع کرو"

باب — میت کے وضوء کے اعضاء

1186 — ترجمہ: ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا جب ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو غسل دیا تو آپ نے ہمیں فرمایا جبکہ ہم غسل دے رہی تھیں ان کی دائیں جانبوں اور وضوء کے اعضاء سے غسل دینا شروع کرو"

بَابُ هَلْ تُكَفَّنُ الْمَرْأَةُ فِي إِزَارِ الرَّجُلِ

۱۱۸۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حَمَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ تُوُفِّيَتْ ابْنَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَنَا اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ فَنَزَعَ مِنْ حِقْوِهِ إِزَارَهُ وَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ

بَابُ يُجْعَلُ الْكَافُورُ فِي الْآخِرَةِ

۱۱۸۸ حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ تُوُفِّيَتْ إِحْدَى بَنَاتِ

۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶ — **شرح:** غسل سے مراد صفائی ہے وہ اگر ایک بار غسل سے اچھی ہو جائے تو واجب پورا ہو جاتا ہے جیسے استنجاء اگر ایک ڈھیلے سے ہو جائے تو کافی ہے ورنہ زیادہ استعمال کرے،، احناف کے مذہب میں عورت کے بالوں کے دو حصے کر کے قمیص کے اوپر سینے پر کئے جائیں اور ان کو پیچھے نہ رکھا جائے جیسے امام شافعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ؎ اور ام عطیہ کا تین چوٹیاں بنانا مستحکم دلیل نہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کرنے کا حکم نہیں فرمایا اور یہ کہنا کہ ام عطیہ نے آپ کے حکم سے کیا ہوگا محض احتمال ہے اس سے حکم ثابت نہیں ہو سکتا نیز تین گیسو بنا کر ان کو پیچھے کرنے میں زینت ہے اور میت اس سے مستغنی ہے اور ابن حبان کی حدیث کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے تین گیسو بناؤ احناف کے خلاف نہیں کیونکہ وہ گیسو بنانے کے خلاف نہیں وہ تو یہ کہتے ہیں کہ ان کو پیچھے نہ کیا جائے، کیونکہ ایسا کرنے میں زینت ہے اسی لئے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تم میت کی ناصیہ کے بال کیوں بڑھاتے ہو یعنی میت بال کنگھی کرنے کی محتاج نہیں وہ تو قبر میں مٹی کے حوالہ ہوں گے،، لہٰذا عورت کے بالوں کے دو حصے کر کے ان کو اس کے سینے پر رکھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب — کیا عورت کو مرد کے تہبند میں کفن دیا جائے؟

۱۱۸۷ **ترجمہ:** ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فوت ہو گئیں تو آپ نے ہمیں فرمایا اسے تین بار یا پانچ بار اور اگر مناسب سمجھو تو زیادہ بار غسل دو اور جب فارغ ہو جاؤ تو مجھے خبر دو ہم جب فارغ ہو گئیں تو آپ کو اطلاع دی آپ نے کمر سے تہبند کھولا اور فرمایا اس میں اسے لپیٹ دو۔"

باب — آخری بار پانی میں کافور ملایا جائے

۱۱۸۸ **ترجمہ:** ام عطیہ رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے ایک صاحبزادی فوت ہو گئیں، تو آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا انھیں تین بار یا پانچ بار اور اگر ضروری سمجھو تو اس سے زیادہ بار پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور آخری بار پانی میں کافور ملا دو یا

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُورًا أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُورٍ فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي قَالَتْ فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ فَأَلْقَى إِلَيْنَا حِقْوَهُ وَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ وَعَنْ أَيُّوبَ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ بِنَحْوِهِ وَقَالَتْ إِنَّهُ قَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ قَالَتْ حَفْصَةُ قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ وَجَعَلْنَا رَأْسَهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ بَابُ نَقْضِ شَعْرِ الْمَرْأَةِ وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ لَا بَأْسَ أَنْ يُنْقَضَ شَعْرُ الْمَيِّتِ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَيُّوبُ وَسَمِعْتُ حَفْصَةَ بِنْتَ سِيرِينَ قَالَتْ حَدَّثَتْنَا أُمُّ عَطِيَّةَ أَنَّهُنَّ جَعَلْنَ رَأْسَ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ قُرُونٍ نَقَضْنَهُ ثُمَّ غَسَلْنَهُ ثُمَّ جَعَلْنَهُ ثَلَاثَةَ قُرُونٍ

کچھ کافور مل دو اور جب فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دو ام عطیہ نے کہا ہم جب فارغ ہوگئیں اور آپ کو اطلاع کی تو آپ نے ہماری طرف اپنا تہ بند پھینکا اور فرمایا اسے اس میں لپیٹ دو ایوب نے حفصہ سے انھوں نے ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے اس جیسی رواثت کی اور کہا کہ آپ نے فرمایا اسے تین بار یا پانچ بار یا سات بار یا اگر مناسب سمجھو تو اس سے زیادہ بار غسل دو حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ام عطیہ نے کہا ہم نے اس کے سر کی تین چوٹیاں کیں "۔

۱۱۸۸، ۱۱۸۷ — **شرح** : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو مرد کے تہ بند میں کفن دینا جائز ہے اور صالحین کے آثار سے تبرک حاصل کرنا مستحب ہے "۔ اگر کوئی سوال کرے کہ حدیث ۱۱۸۳ میں گزرا ہے کہ "حقو" ازار یعنی تہبند ہے جبکہ کہا " فَأَعْطَانَا حِقْوَهُ " ، اور کتاب العلم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حقو سے آزار اُتارا اس سے معلوم ہوتا ہے حقو ازار (تہبند) نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ جوہری نے ذکر کیا ہے کہ حقو کا اطلاق ازار باندھنے کی جگہ پر بھی ہوتا ہے" یہاں حقو سے مراد ازار ہے اور کتاب العلم میں اس سے کمر مراد ہے ۔ واللہ اعلم !

باب — عورت کے بال کھولنا

اور ابن سیرین نے کہا میت کے بال کھولنے میں کوئی حرج نہیں ہے"

۱۱۸۹ — **ترجمہ** : ایوب نے کہا اور میں نے حفصہ بنت سیرین سے سُنا اُس نے کہا ہمیں ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ عورتوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی (زینب) کے سر کے بالوں کے تین حصے کیے ، اُنھوں نے بال کھولے پھر ان کو دھویا پھر ان کی تین چوٹیاں بنائیں "۔

بَابٌ كَيْفَ الْإِشْعَارُ لِلْمَيِّتِ وَقَالَ الْحَسَنُ الْخِرْقَةُ الْخَامِسَةُ
تَشُدُّ بِهَا الْفَخِذَيْنِ وَالْوَرِكَيْنِ تَحْتَ الدِّرْعِ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ۱۱۹۰
ابْنُ جُرَيْجٍ أَنَّ أَيُّوبَ أَخْبَرَهُ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ سِيرِينَ يَقُولُ جَاءَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ اللَّاتِي
بَايَعْنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَتِ الْبَصْرَةَ تُبَادِرُ ابْنًا لَهَا فَلَمْ تُدْرِكْهُ فَحَدَّثَتْنَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نُغَسِّلُ ابْنَتَهُ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذٰلِكَ
بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُورًا فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي قَالَتْ فَلَمَّا فَرَغْنَا أَلْقَى إِلَيْنَا حِقْوَهُ فَقَالَ
أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ وَلَمْ يَزِدْ عَلَى ذٰلِكَ وَلَا أَدْرِي أَيُّ بَنَاتِهِ وَزَعَمَ أَنَّ الْإِشْعَارَ الْفُفْنَهَا فِيهِ وَكَذٰلِكَ
كَانَ ابْنُ سِيرِينَ يَأْمُرُ بِالْمَرْأَةِ أَنْ تُشْعَرَ وَلَا تُؤْزَرَ

شرح

۱۱۸۹ — قولہ "وَسَمِعْتُ" میں واؤ عاطفہ ہے اس کا معطوف علیہ مقدّر ہے دراصل عبارت یوں ہے۔ "قال ایوب سَمِعْتُ عَنْ كَذَا وَكَذَا وَسَمِعْتُ حَفْصَةَ كَذَا" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایوب نے کچھ اور بھی سُنا ہے" قولہ "نَقَضْنَہ" سوال کا جواب ہے کہ عورتوں نے کس طرح کیا جواب دیا کہ اُنھوں نے سر کے بال کھولے پھر ان کو دھویا پھر ان کے تین حصّے کئے" بال کھولنے کا فائدہ یہ ہے کہ پانی جمڑے تک پہنچ جائے"

ام عطیہ رضی اللہ عنہا غاسلہ تھیں جو عورتوں کو غسل دیا کرتی تھیں اور جس صاحبزادی کو اُنھوں نے غسل دیا وہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا تھیں ام کلثوم نہ تھیں کیونکہ ام کلثوم کو بھی اگرچہ ام عطیہ نے غسل دیا تھا مگر اس وقت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود نہ تھے جبکہ اس وقت آپ بدر میں تھے کما مرّ"

باب — میّت کو کپڑے میں کس طرح لپیٹا جائے"

اور حسن بصری نے کہا پانچویں کپڑے کے ساتھ قمیص کے نیچے دونوں ران اور دونوں سُرین باندھے جائیں۔

۱۱۹۰ — ترجمہ : ایوب نے بیان کیا کہ میں نے ابن سیرین کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ ام عطیہ جو انصار کی عورتوں میں سے ایک عورت ہے جنھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی" بصرہ آئیں کہ اپنے بیٹے کو دیکھے اور اسے نہ پایا اس نے ہم سے بیان کیا کہ ہمارے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ ہم آپ کی صاحبزادی (زینب) کو غسل دے رہی تھیں

بَابٌ هَلْ يُجْعَلُ شَعْرُ الْمَرْأَةِ ثَلَاثَةَ قُرُونٍ

۱۱۹۱ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أُمِّ الْهُذَيْلِ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ ضَفَرْنَا شَعْرَ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِي ثَلَاثَةَ قُرُونٍ وَقَالَ وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ نَاصِيَتَهَا وَقَرْنَيْهَا

بَابٌ يُلْقَى شَعْرُ الْمَرْأَةِ خَلْفَهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ

۱۱۹۲ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ قَالَ حَدَّثَتْنَا حَفْصَةُ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ تُوُفِّيَتْ إِحْدَى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا بِالسِّدْرِ وِتْرًا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ

آپ نے فرمایا ان کو تین بار یا پانچ بار یا اگر ضرورت سمجھو تو اس سے زیادہ بار پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور آخری بار میں کافور ملاؤ اور جب فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع کرو ام عطیہ نے کہا ہم جب فارغ ہوگئیں تو آپ نے ہماری طرف اپنا تہبند پھینکا اور فرمایا انھیں اس میں لپیٹ دو اور اس سے زیادہ نہ کہا" مجھے معلوم نہیں کہ یہ آپ کی کونسی صاحبزادی تھیں۔ ایوب نے کہا اشعار یہ ہے کہ اسے اندر لپیٹ دو اسی طرح ابن سیرین عورت کو حکم دیتے تھے کہ کپڑے میں لپیٹ دی جائے اور تہبند نہ باندھا جائے"۔

شرح ۱۱۹۰ — اس حدیث میں اشعار کی کیفیت کا بیان ہے کہ میت کپڑے میں لپیٹ دی جائے تہبند نہ باندھا جائے،، ایوب نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ یہ کونسی صاحبزادی تھیں جن کو غسل دیا گیا تھا۔ یہ اس روائت کے خلاف نہیں جس میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی تصریح کی گئی ہے کیونکہ ان کو اس کا علم نہ ہونا یہ دوسروں کے علم کے منافی نہیں،، مسلم کی روائت میں ہے کہ ام عطیہ نے کہا جب زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئیں تو ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو طاق غسل دو،، یاد رہے کہ ابن سیرین رضی اللہ عنہ تابعین میں سے اموات کے غسل کو سب سے زیادہ جانتے تھے ان کے بعد ایوب کا درجہ ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نیک لوگوں کے کپڑوں سے تبرک حاصل کرنا مستحب ہے (کرمانی) — واللہ تعالیٰ اعلم!

باب — کیا عورت کے بالوں کے تین حصے کئے جائیں؟

ترجمہ ۱۱۹۱ — ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے سر کے بالوں کو گوندھا یعنی تین چوٹیاں بنائیں اور وکیع نے کہا کہ سفیان نے کہا ایک پیشانی کے بال اور دو کناروں کے بال،،

باب — عورت کے بال اس کی پیٹھ پر ڈالے جائیں

ترجمہ ۱۱۹۲ — ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے ایک صاحبزادی کا انتقال ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف

مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ ذٰلِكَ وَاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا اَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُوْرٍ فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَاَلْقٰى اِلَيْنَا حَقْوَهٗ فَضَفَرْنَا شَعْرَهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ وَاَلْقَيْنَاهَا خَلْفَهَا

لائے اور فرمایا اسے بیری کے پتوں سے تین بار یا پانچ بار اور اگر ضرورت سمجھو تو اس سے زیادہ بار غسل دو اور آخری بار میں کافور ملاؤ یا کچھ کافور مل دو اور جب فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع کرو ہم جب فارغ ہوئیں تو آپ کو اطلاع دی آپ نے ہماری طرف اپنا تہبند پھینکا ہم نے ان کے بال گوندھ کر تین چوٹیاں بنائیں اور ان کو پیٹھ پر ڈال دیا۔

۱۱۹۱ ، ۱۱۹۲ — شرح "ناصیتها و قرنیها" کا معنی یہ ہے کہ پیشانی اور سر کے دو کناروں کی علیحدہ علیحدہ چوٹیاں بنائیں۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عورت کے بالوں کو کنگھی کر کے ان کو تین چوٹیاں بنا کر اس کی پیٹھ پر ڈال دی جائیں۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا مسلک بھی یہی ہے۔ علامہ قسطلانی نے کہا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے بالوں کے تین حصے کرنے کی تصریح نہیں فرمائی اور نہ ہی آپ نے اس طرف اشارہ فرمایا۔ حدیث میں صرف یہ مذکور ہے کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے تین چوٹیاں بنائیں یہ ان کا اپنا فعل ہے اسے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر حاصل نہیں اور یہ کہنا کہ ام عطیہ نے آپ کے حکم سے کیا ہو گا محض ایک احتمال ہے جس سے حکم ثابت نہیں ہو سکتا نیز بالوں کو کنگھی کر کے پیٹھ پر ڈالنے میں زینت ہے اور میت اس سے مستغنی ہے اور جس حدیث میں یہ ہے کہ سر کے بالوں کے تین حصے کرو" اس میں تین حصے کرنے کا حکم ہے پیٹھ پر ڈالنے کا حکم نہیں لہٰذا مذکور حدیث احناف کے مذہب کے خلاف نہیں ..... اس حدیث سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ میت کے غاسل پر غسل کرنا واجب نہیں کیونکہ یہ مقامِ تعلیم ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم نہیں فرمایا اگر غسل کرنا واجب ہوتا تو آپ ضرور فرماتے کہ غاسلِ میت غسل کرے مگر یہ استدلال تام نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس واقعہ کے بعد حکم فرمایا ہو"

بہر حال اس مسئلہ میں اختلاف ہے حضرت علی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے کہا "جو کوئی میت کو غسل دے وہ غسل کرے" امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ تعالیٰ نے کہا غاسلِ میت وضوء کرے" امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا غسل کرنا اچھا ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا مستحب ہے" اکثر علماء کہتے ہیں غاسلِ میت پر غسل واجب نہیں اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میت کو غسل دے وہ غسل کرے اور جو اسے اٹھائے وہ وضوء کرے" سے وجوب غسل پر استدلال کرنا درست نہیں کیونکہ ابو داؤد نے کہا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے" محدثین کی ایک جماعت نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے دارقطنی نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح حدیث روایت کی کہ ہم سے بعض لوگ غسل کرتے اور بعض نہ کرتے تھے حاکم نے محمد بن یحیی ذہلی سے روایت کی کہ مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ" ثابت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

۱۱۹۳ بَابُ الثِّيَابِ الْبِيْضِ لِلْكَفَنِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِيْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ يَمَانِيَةٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيْهِنَّ قَمِيْصٌ وَلَا عِمَامَةٌ

۱۱۹۴ بَابُ الْكَفَنِ فِيْ ثَوْبَيْنِ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ اِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَوَقَصَتْهُ اَوْ قَالَ فَاَوْقَصَتْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَّكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْنِ وَلَا تُحَنِّطُوْهُ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَاْسَهُ فَاِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُلَبِّيًا

باب — کفن کے لئے سفید کپڑے

۱۱۹۳ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین یمنی سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا جو سحول کے بنے ہوئے سوتی کپڑے تھے، ان میں نہ تو قمیص تھی اور نہ ہی عمامہ تھا۔"

۱۱۹۳ — شرح سحول یمن میں ایک گاؤں ہے جس میں سوتی کپڑے بُنے جاتے ہیں" اس کی طرف منسوب کپڑوں کو سحولیہ کہا جاتا ہے کرسف روئی کو کہتے ہیں اور "بیض" میں باب کے عنوان سے مناسبت ہے ،، مسلم میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یمنی چادر اوڑھی گئی جو عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی تھی پھر اسے آپ سے اُتار لیا گیا اور تین یمنی سحولی کپڑوں میں آپ کو کفن دیا گیا جن میں قمیص اور عمامہ نہ تھا۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن شریف میں مختلف روایات ہیں اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سب سے اصح اور اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر عمل تھا" اس حدیث سے احناف استدلال کرتے ہیں کہ مسنون کفن مرد کے لئے تین کپڑے ہیں اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس کی تکمیل ہوتی ہے اُنھوں نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا اور وہ قمیص، ازار اور لفافہ ہیں۔ اس حدیث کو ابن عدی نے کامل میں روایت کیا ہے اس میں صرف عمامہ کو ترک کیا ہے" امام شافعی رضی اللہ عنہ نے ظاہر حدیث سے استدلال کیا کہ میت کو تین لفافوں میں کفن دیا جائے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ بھی یہی کہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

باب — دو کپڑوں میں کفن دینا

۱۱۹۴ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایک شخص عرفہ میں ٹھہرا ہُوا تھا اچانک وہ اپنی سواری سے گر گیا اور اُس نے اس کی گردن

باب الحنوط للميت حدثنا قتيبة قال حدثنا حماد عن ايوب عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال بينما رجل واقف مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بعرفة اذ وقع من راحلته فاقصعته او قال 1195

توڑ دی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور دو کپڑوں میں غسل دو اس کو خوشبو نہ لگاؤ اور نہ ہی اس کا سر ڈھانپو کیونکہ یہ شخص قیامت کے دن تلبیہ کہتا ہوا اُٹھے گا"۔

۱۱۹۴ — شرح : اس حدیث سے امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہما نے استدلال کیا کہ محرم کا احرام اس کی موت کے بعد باقی رہتا ہے اسی لئے اس کا سر نہ ڈھانپا گیا اور نہ ہی اس کو خوشبو لگائی گئی۔ امام ابو حنیفہ اور امام مالک رضی اللہ عنہما نے کہا کہ موت سے احرام ختم ہو جاتا ہے کیونکہ یہ نماز اور روزے کی طرح عبادت ہے جو موت سے باطل ہو جاتی ہے"۔ حدیث شریف میں ہے" جب آدمی مرجائے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے اس کے صرف تین عمل باقی رہتے ہیں لہٰذا احرام بھی باطل ہو جاتا ہے کیونکہ یہ بھی عمل ہے" اور مذکور حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس کے لفظ عام نہیں کیونکہ یہ ایک معین شخص کا واقعہ ہے اگر یہ حکم ہر محرم کا ہوتا تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح فرماتے کہ محرم قیامت کے دن تلبیہ کہتا ہوا اُٹھے گا" قاعدہ ہے کہ جب مشتق پہ حکم کیا جائے گا تو اس کا ماخذ حکم کی علت ہُوا کرتا ہے مگر حدیث شریف میں اس طرح نہیں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" فَاِنَّهٗ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا" "فَاِنَّهٗ" میں ضمیر غائب اسی محرم کی تخصیص کرتی ہے"۔ لہٰذا دلیل کے بغیر دوسرے محرم اس حکم میں داخل نہیں۔ نیز سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے بیری کے پتوں سے غسل دو حالانکہ محرم کے لئے بیری کے پتوں سے غسل کرنا جائز نہیں" مؤطا میں ہے کہ جب حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا صاحبزادہ واقد فوت ہُوئے جبکہ وہ محرم تھے تو ان کو کفن دیا اور سر اور چہرہ کو ڈھانپ دیا"۔ اور کہا اگر ہم محرم نہ ہوتے تو اے واقد تجھے خوشبو لگاتے حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا جب محرم فوت ہو جائے تو وہ حلال ہو جاتا ہے"۔

.... اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد کے لئے کفنِ کفایت دو کپڑے ہیں اور کفنِ ضرورت ایک کپڑا ہے"۔ واللہ اعلم!

باب — میت کو خوشبو لگانا

۱۱۹۵ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ایک وقت ایک شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفہ میں ٹھہرا ہُوا تھا اچانک

فَاَقْعَصَتْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا تُحَنِّطُوهُ وَلَا تُخَمِّرُوا رَاْسَهُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُلَبِّيًا

بَابٌ كَيْفَ يُكَفَّنُ الْمُحْرِمُ **حَدَّثَنَا** اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو عَوَانَةَ عَنْ اَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ **1196**

ابْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا وَقَصَهُ بَعِيرُهُ وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا تُمِسُّوهُ طِيبًا وَلَا تُخَمِّرُوا رَاْسَهُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُلَبِّدًا

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو وَاَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ فَوَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ قَالَ اَيُّوبُ فَوَقَصَتْهُ وَقَالَ عَمْرٌو فَاَقْعَصَتْهُ فَمَاتَ فَقَالَ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا تُحَنِّطُوهُ وَلَا تُخَمِّرُوا رَاْسَهُ فَاِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ اَيُّوبُ يُلَبِّي وَقَالَ عَمْرٌو مُلَبِّيًا

وہ اپنی سواری سے گر گیا اُس نے اس کی گردن توڑ دی تو جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور دو کپڑوں میں کفن دو اور اسے خوشبو نہ لگاؤ اور نہ ہی اس کا سر ڈھانپو کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تلبیہ پکارتا ہوا اُٹھائے گا۔

باب ــــ محرم کو کس طرح کفن دیا جائے

1196 ــــ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص کے اونٹ نے اس کی گردن توڑ دی جبکہ ہم سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور وہ شخص محرم تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور دو کپڑوں میں اس کو کفن دو اور اس کو خوشبو نہ لگاؤ اور نہ ہی اس کا سر ڈھانپو، کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُٹھائے گا حالانکہ یہ تلبیہ کہتا ہوگا،،

1197 ــــ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفہ میں ٹھہرا ہوا تھا وہ اپنی سواری سے گر گیا ایوب نے کہا "فَوَقَصَتْهُ" اور عمرو نے کہا "فَاَقْعَصَتْهُ" یعنی سواری نے اس کی گردن توڑ دی اور وہ مر گیا آپ نے فرمایا اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور دو کپڑوں میں کفن دو اور اسے خوشبو نہ لگاؤ اور نہ ہی اس کا سر ڈھانپو کیونکہ یہ قیامت کے دن اُٹھے گا ایوب نے "یُلَبِّیْ" اور عمرو نے کہا "مُلَبِّیًا" یعنی تلبیہ پکارتا ہوگا۔"

...... یُلَبِّیْ اور مُلَبِّیًا" میں فرق یہ ہے کہ یُلَبِّیْ تلبیہ کے استمرار پر اور ملبیا اس کے ثبوت پر دلالت کرتا ہے" ان احادیث سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے استدلال کیا کہ جب میت

بَابُ الْكَفَنِ فِي الْقَمِيصِ الَّذِي يُكَفُّ أَوْلَا يُكَفُّ وَمَنْ كُفِّنَ بِغَيْرِ قَمِيصٍ

۱۱۹۸ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَيٍّ لَمَّا تُوُفِّيَ جَاءَ ابْنُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَعْطِنِي قَمِيصَكَ أُكَفِّنْهُ فِيهِ وَصَلِّ عَلَيْهِ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ فَأَعْطَاهُ قَمِيصَهُ فَقَالَ آذِنِّي أُصَلِّ عَلَيْهِ فَآذَنَهُ فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ جَذَبَهُ عُمَرُ فَقَالَ أَلَيْسَ اللّٰهُ نَهَاكَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى الْمُنَافِقِينَ فَقَالَ أَنَا بَيْنَ خِيَرَتَيْنِ قَالَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ فَصَلَّى عَلَيْهِ فَنَزَلَتْ وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ ۱۱۹۹ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا قَالَ أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَيٍّ بَعْدَ مَا دُفِنَ فَأَخْرَجَهُ فَنَفَثَ فِيهِ مِنْ رِيقِهِ وَأَلْبَسَهُ قَمِيصَهُ

محرم نہ ہو اس کو خوشبو لگائی جائے،، امام ابو حنیفہ اور امام مالک رضی اللہ عنہما نے کہا محرم کا معاملہ ملال کا ہے لہٰذا اس کا سر ڈھانپا جائے اور خوشبو لگائی جائے اور مذکور حدیث اسی اعرابی کے ساتھ خاص ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب کُرتے میں کفن دینا جو سلا ہُوا ہو یا بے سِلا ہو اور جس کو قمیص کے بغیر کفن دیا گیا ''

۱۱۹۸ — ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روائت ہے کہ عبد اللہ بن اُبیّ (منافق) جب مرگیا تو اس کا بیٹا نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسُول اللہ! مجھے اپنا کرتہ دیں اسکو اس میں کفن دوں،، اور آپ اس پر نماز پڑھیں اور اس کے لئے مغفرت کی دُعا کریں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کرتہ اسے دیا اور فرمایا مجھے اطلاع کرنا میں اس پر نماز پڑھوں گا۔ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس پر نماز پڑھنے کا ارادہ فرمایا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو کھینچا اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقوں پر نماز پڑھنے سے منع نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا مجھے دو باتوں کا اختیار دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کے لئے مغفرت کی دُعا کریں یا نہ کریں اگر ان کے لئے ستر بار مغفرت کی دعا کریں اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا اور آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ان میں (منافقوں) سے جو مر جائے اس کی ہرگز نمازہ جنازہ نہ پڑھیں''

۱۱۹۹ — ترجمہ : سفیان بن عیینہ نے عمرو سے روائت کی انھوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ نبیٔ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ

بن اُبَیّ کے دفن ہونے کے بعد اس کی قبر کے پاس آئے اور اسے باہر نکالا اور اس کے منہ میں لعاب مبارک ڈالی اور اس کو اپنا کرتہ پہنایا،،

ترجمہ: عبداللہ بن ابی بن سلول رئیس المنافقین تھا سلول عبداللہ کی ماں ہے اس کے بیٹے کا پہلا نام حباب تھا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

۱۱۹۸، ۱۱۹۹ ———

نے ان کا نام عبداللہ رکھا وہ جلیل القدر صحابی ہیں کئی جنگوں میں شریک ہوئے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یمامہ کی جنگ میں شہید ہو گئے" وہ اپنے والد کے بارے میں سخت خیال رکھتے تھے۔ اگر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیتے تو وہ اپنے باپ کی گردن اڑا دیتے یہ منافق بیس (۲۰) روز بیمار رہنے کے بعد نو ہجری میں مر گیا جس روز وہ مرنے والا تھا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے تو وہ کہنے لگا یا رسول اللہ میں جب مر جاؤں تو مجھے اپنی قمیص میں کفن دینا اور میری تکفین و تدفین میں شرکت فرمانا اور میری نماز جنازہ پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرما لیا جبکہ اس وقت تک آپ کو منع نہ کیا گیا تھا بخاری کی روایت میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر تشریف لے گئے جبکہ اسے اس میں رکھا گیا تھا تو آپ نے حسب وعدہ اس کو باہر نکلوایا اور اس کے منہ میں لعاب شریف ڈالا اور اپنی قمیص اس کو پہنائی۔ ایک روایت میں ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اِنَّ قَمِيصِي لَنْ يُّغْنِيَ عَنْهُ شَيْئًا (عینی) یعنی ارشاد فرمایا میری قمیص اس کو کوئی فائدہ نہ دے گی اور مجھے اُمید ہے کہ اس وجہ سے اس کا قبیلہ مسلمان ہو جائے گا چنانچہ آپ کے اس خلق کریم کے باعث اس کے قبیلہ خزرج سے ایک ہزار اشخاص مشرف باسلام ہو گئے،، بعض حضرات کا کہنا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جب اساریٰ بدر میں اسیر ہو کر آئے تو ان کے گلے میں قمیص نہ تھی اور وہ طویل القامت تھے تو عبداللہ بن ابی نے انکو اپنی قمیص پہنائی جبکہ وہ بھی طویل القامت تھا" صرف اس کی قمیص حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو پوری آسکتی تھی اس کی مکافات کے لئے آپ نے اس کو اپنی قمیص پہنائی تھی،، بعض حضرات ایک یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بیٹے کے اکرام کے لئے اس کو قمیص پہنائی تھی"

سیاقِ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ" سے استدلال کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقوں کی نمازِ جنازہ سے منع فرمایا ہے اس لئے اُنھوں نے کہا" کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقوں پر نمازِ جنازہ پڑھنے سے منع نہیں کیا؟" "لَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا" اس کے بعد نازل ہوئی تھی" اس سے وہ اشکال مندفع ہو جاتا ہے جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کلام سے پیدا ہوتا ہے،، کیونکہ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ" میں صراحتاً ممانعت نہیں بلکہ نماز جنازہ پڑھنے اور نہ پڑھنے میں اختیار ہے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" مجھے دو باتوں کا اختیار دیا گیا ہے"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قمیص میں کفن دینا جائز ہے وہ سلی ہوئی ہو یا سلی ہوئی نہ ہو باب کے

بَابُ الْكَفَنِ بِغَيْرِ قَمِيصٍ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُفِّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ سَحُولٍ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ۔ ۱۲۰۰

عنوان سے امام بخاری رضی اللہ عنہ کا یہی مقصد ہے نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کافر مرجائے تو اس پر نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں البتہ اس کو غسل دینا اور اس کی تکفین و تدفین میں علماء کا اختلاف ہے۔ صاحب ہدایہ نے کہا "اگر کافر مرجائے اور اس کا بیٹا مسلمان ہو تو وہ اُس کو غسل دے اور تکفین و تدفین کرے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا جبکہ ان کے والد ابو طالب فوت ہوگئے کہ ان کو غسل دو اور کفن دے کر قبر میں دفن کرو جیسا کہ طبقات ابن سعد میں ہے" صاحب ہدایہ نے تصریح کی ہے کہ کافر کو ایسے غسل دیا جائے جیسے ناپاک کپڑا دھویا جاتا ہے اور سُنتِ تکفین کا لحاظ کئے بغیر اس کو کپڑے میں لپیٹا جائے امام شافعی رضی اللہ عنہ بھی یہی کہتے ہیں" مگر امام مالک اور امام احمد رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ کافر میت کا ولی اس کو غسل و کفن نہ دے لیکن امام مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کو زمین میں چھپا دے" مذکور بالا تقریر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بزرگوں کے آثار سے مسلمان ہی مستفید ہوسکتے ہیں۔ ایمان نہ ہو تو تبرکات سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا ہے"۔

حدیث ۱۱۹۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی کے بیٹے کو قمیص دی اور حدیث ۱۱۹۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے عبد اللہ بن ابی کو قبر سے باہر نکلوا کر قمیص پہنائی مگر ان دونوں روایات میں مخالفت نہیں کیونکہ حدیث ۱۱۹۸ کا مطلب یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی کے بیٹے سے وعدہ فرمایا تھا کہ آپ اس کو قمیص دیں گے اور وعدہ پر اعطاء کا مجازاً اطلاق فرمایا کیونکہ آپ کا اسے قمیص عطاء کرنا حتمی امر تھا جس میں تخلف کی گنجائش نہیں اور تحقق وقوع کے اعتبار سے "أَعْطَاهُ" فرمایا" حدیث ۱۱۹۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت اور مصلحت کی وجہ سے میت کو قبر سے نکالا جاسکتا ہے" مگر یہ اس حد تک جائز ہے کہ قبر کو بند نہ کیا گیا ہو اگر اسے بند کر دیا گیا ہو اور مٹی سے بھر دیا گیا ہو تو اس کے بعد اخراجِ میت جائز نہیں۔ واللہ و رسولہ اعلم!

باب بغیر قمیص کے کفن دینا

۱۲۰۰ — ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا جو سحول کے بُنے ہوئے سوتی کپڑے تھے" ان میں نہ تو قمیص تھی اور نہ ہی عمامہ تھا"۔

۱۲۰۱ حدثنا مسدد قال حدثنا يحيى عن هشام قال حدثني ابي عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كفن في ثلاثة اثواب ليس فيها قميص ولا عمامة قال ابو عبدالله ابو نعيم لا يقول ثلاثة وعبدالله بن الوليد عن سفين يقول ثلاثة

باب الكفن بلا عمامة

۱۲۰۲ حدثنا اسمعيل قال حدثني مالك عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كفن في ثلاثة اثواب بيض سحولية ليس فيها قميص ولا عمامة

باب الكفن من جميع المال وبه قال عطاء والزهري وعمرو بن دينار وقتادة وقال عمرو بن دينار الحنوط من جميع المال وقال ابراهيم يبدأ بالكفن ثم بالدين ثم بالوصية وقال سفين اجر القبر والغسل هو من الكفن

۱۲۰۳ حدثنا احمد بن محمد المكي قال حدثنا ابراهيم بن سعد عن سعد عن ابيه قال اتي عبدالرحمن بن عوف يوما بطعام فقال قتل مصعب بن عمير وكان خيرا مني فلم يوجد له ما يكفن فيه الا بردة وقتل

۱۲۰۱ — ترجمہ: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا ان میں نہ تو قمیص تھی اور نہ ہی عمامہ تھا۔"

باب — بغیر عمامہ کے کفن دینا

۱۲۰۲ — ترجمہ: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا جو سحول کے بنے ہوئے تھے،، ان میں نہ تو قمیص تھی اور نہ ہی عمامہ تھا۔

۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲ — تشریح: ان تینوں احادیث سے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے استدلال کیا کہ میت کو تین لفافوں میں کفن دیا جائے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ بھی یہی کہتے ہیں۔ احناف نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا اور وہ قمیص، ازار اور لفافہ تھے،، اس روایت کو ابن عدی نے کامل میں ذکر کیا ہے،، حدیث ۱۱۹۳ کی تفہیم میں دیکھیں،،

باب — میت کے سارے مال سے کفن دینا

عطاء، زہری، عمرو بن دینار اور قتادہ رضی اللہ عنہم نے یہی کہا ہے،، عمرو بن دینار نے کہا خوشبو سارے مال سے لی جائے۔ ابراہیم نخعی نے کہا کفن سے ابتدا کی جائے پھر قرض ادا کیا جائے پھر وصیت پوری کی جائے سفیان ثوری نے کہا قبر کی اور غسل کی اجرت کفن میں شامل ہے،،

حَمزَۃُ اَوْرَجُلٌ اٰخَرُ خَیْرٌ مِّنِّی فَلَمْ یُوْجَدْ لَہٗ مَا یُکَفَّنُ فِیْہِ اِلَّا بُرْدَۃٌ لَقَدْ خَشِیْتُ اَنْ یَّکُوْنَ قَدْ عُجِّلَتْ لَنَا طَیِّبَاتُنَا فِیْ حَیَاتِنَا الدُّنْیَا ثُمَّ جَعَلَ یَبْکِیْ

۱۲۰۳ - ترجمہ : ابراہیم بن سعد نے اپنے باپ سعد سے اُنھوں نے اپنے والد بن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم سے روائت کی کہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دن کھانا رکھا گیا تو اُنھوں نے کہا مُصعب بن عمیر شہید کر دیئے گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے ان کے لئے ایک چادر کے سوا کفن نہ مل سکا اور حمزہ یا کوئی شخص شہید کر دیئے گئے ان کے لئے ایک چادر کے سوا کفن میسّر نہ آسکا مجھے ڈر ہے کہ کہیں ہماری نیکیوں کا بدلہ ہماری دنیاوی زندگی میں نہ دے دیا گیا ہو پھر اُنھوں نے رونا شروع کر دیا "۔

۱۲۰۳ - شرح : یعنی کفن، خوشبو اور غسل وغیرہ تجہیز و تکفین میں شامل ہیں اور یہ سارے مال میں سے پُورے ہوں گے۔ تجہیز و تکفین کے بعد میّت کا قرض اُتارا جائے گا اور باقی مال سے اس کی وصیّت پُوری کی جائے گی " اور وہ باقی ترکہ کے تہائی حصہ میں نافذ العمل ہوگی "۔ ضرورت کے وقت جبکہ کفن میسّر نہ آسکے تو ایک کپڑے میں کفن دینا جائز ہے مقصد تو سترِ عورت ہے "۔ حضرت مصعب بن عمیر اور امیر حمزہ رضی اللہ عنہما دونوں شہید کر دیئے گئے تھے اس لئے ان کو انہی کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عالمِ دین صالحین کی سیرت یاد کرے اور ان کی دنیاوی سادہ زندگی اور قلتِ مال پیشِ نظر رکھے تاکہ اس کی رغبت دنیا میں کم ہو اور نیک لوگوں سے پیچھے رہ جانے پر روئے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرکے ان کے شکر ادا کرنے میں تقصیر کا اعتراف کرے اور دُنیاوی نعمتوں کے عوض اخروی مفاصات سے ڈرے "۔

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں جناب رسُول اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلّم نے ان کو مدینہ منورہ بھیجا تھا تاکہ اہلِ مدینہ کو قرآن کی تعلیم دیں اور ان کو دینی مسائل بتائیں اُنھوں نے ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ میں جمعہ پڑھایا تھا وہ جاہلیت میں بڑے مالدار تھے اور بہترین قیمتی لباس پہنا کرتے تھے جبکہ وہ نہایت ہی خوبصورت تھے مسلمان ہونے کے بعد دنیا کی رغبت ترک کر دی اور اُحد کی جنگ میں شہید کر دیئے گئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ "۔

امیر حمزہ بن عباس رضی اللہ عنہما جناب رسُول اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلّم کے حقیقی چچا اور رضاعی بھائی ہیں ان کو اللہ کا شیر کہا جاتا ہے۔ ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام کو بہت غلبہ حاصل ہُوا اور وہ اُحد کی جنگ میں شہید کر دیئے گئے ان کو سیّد الشہداء کہا جاتا ہے "۔

عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے دو ہجرتیں کیں اکثر جنگوں میں شرکت کی اُحد کی جنگ میں ثابت قدم رہے اور ان کے جسم پر بیس سے زیادہ زخم آئے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے تبوک کے روز ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ وہ ۳۲ھ ہجری میں فوت ہوئے اور جنت البقیع میں دفن ہوئے رضی اللہ عنہ۔

بَابٌ اِذَا لَمْ يُوْجَدْ اِلَّا ثَوْبٌ وَّاحِدٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْهِ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ عَوْفٍ اُتِيَ بِطَعَامٍ وَّكَانَ صَائِمًا فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَّهُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ كُفِّنَ فِيْ بُرْدَةٍ اِنْ غُطِّيَ رَاْسُهٗ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَاِنْ غُطِّيَ رِجْلَاهُ بَدَا رَاْسُهٗ وَاُرَاهُ قَالَ وَقُتِلَ حَمْزَةُ وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ اَوْ قَالَ اُعْطِيْنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا اُعْطِيْنَا وَقَدْ خَشِيْنَا اَنْ تَكُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِيْ حَتّٰى تَرَكَ الطَّعَامَ

۱۲۰۴

باب — جب نہ پایا جائے مگر صرف ایک کپڑا

۱۲۰۴ — ترجمہ : حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا لایا گیا حالانکہ وہ روزے سے تھے، تو اُنھوں نے کہا مصعب بن عمیر شہید کئے گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے ان کو صرف ایک کپڑے میں کفن دیا گیا۔ اگر ان کا سر ڈھانپا جاتا تو دونوں پاؤں کھل جاتے اور اگر ان کے پاؤں چھپائے جاتے تو سر کھل جاتا۔ ابراہیم نے کہا میرا گمان ہے کہ اُنھوں نے کہا حمزہ رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے حالانکہ وہ مجھ سے بہتر تھے پھر ہمارے لئے دُنیا فراخ کر دی گئی یا کہا ہمیں دنیا دی گئی اور ہمیں ڈر ہوا کہ ہماری نیکیاں جلد دے دی گئی ہیں پھر عبدالرحمٰن بن عوف نے رونا شروع کیا حتیٰ کہ (افطار کے وقت) کھانا چھوڑ دیا"۔

۱۲۰۴ — تشریح : اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں تو مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ان سے بہتر کیسے ہو سکتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے تواضع اور انکساری کے طور پر یہ کہا تھا جیسے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے یونس بن متّٰی پر فضیلت نہ دو"۔ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑے میں کفن دینا اچھا جانا کیونکہ وہ اسی کپڑے میں شہید ہوئے تھے اور اسی میں قبر سے اُٹھیں گے"۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ جب کوئی فوت ہو جائے تو اس کی میّت تمام کی تمام عورت ہو جاتی ہے اور اس کا چھپانا ضروری ہے۔ احناف کا مذہب یہ ہے کہ آدمی حیات و ممات میں محترم ہے۔ وفات کے بعد مرد عورتوں کو اور عورتیں اجنبی مردوں کو غسل نہیں دے سکتیں۔ حسن بن زیاد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میّت پر لمبی چادر ڈالی جائے جیسے وہ اپنی زندگی میں غسل کے وقت چادر باندھ کر نہاتا تھا مگر ظاہر روایت یہ ہے کہ چادر کے تحت غسل دینے میں مشقت ہوتی ہے اس لئے چھوٹے سے کپڑے سے عورتِ غلیظہ (قبل و دبر) کو ڈھانپ کر غسل دیا جائے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کا مذہب بھی یہی ہے"۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم!

بَابٌ اِذَا لَمْ یَجِدْ کَفَنًا اِلَّا مَا یُوَارِیْ رَاْسَهٗ اَوْ قَدَمَیْهِ غُطِّیَ بِهٖ رَاْسُهٗ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِیَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا شَقِیْقٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَبَّابٌ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللّٰهِ فَوَقَعَ اَجْرُنَا عَلَی اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَاْکُلْ مِنْ اَجْرِهٖ شَیْئًا مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَیْرٍ وَمِنَّا مَنْ اَیْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ فَهُوَ یَهْدِبُهَا قُتِلَ یَوْمَ اُحُدٍ فَلَمْ نَجِدْ مَا نُکَفِّنُهٗ بِهٖ اِلَّا بُرْدَةً اِذَا غَطَّیْنَا بِهَا رَاْسَهٗ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَاِذَا غَطَّیْنَا رِجْلَیْهِ خَرَجَ رَاْسُهٗ فَاَمَرَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُغَطِّیَ رَاْسَهٗ وَاَنْ نَجْعَلَ عَلٰی رِجْلَیْهِ مِنَ الْاِذْخِرِ

۵۰۹

باب — جب کفن نہ پائے مگر جس سے میّت کا سر اور دونوں قدم چھپا سکے تو اس کا سر ڈھانپا جائے

۱۲۰۵ — ترجمہ : حضرت خباب بن ارتؓ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہم نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ ہجرت کی درانحالیکہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب تھے تو ہمارا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمّہ ہو گیا۔ ہم میں بعض لوگ فوت ہوئے جبکہ وہ اجر کا کوئی حصّہ نہ کھا سکے۔ ان میں سے مصعب بن عُمیر ہیں اور ہم سے بعض لوگ وہ ہیں جن کا پھل پک گیا اور وہ چُن چُن کر کھا رہے ہیں۔ مصعب بن عمیر جنگ اُحُد میں شہید ہوئے تو ہمیں ان کے کفن کے لئے ایک چھوٹی سی چادر کے سوا کچھ نہ ملا جب ہم ان کا سر چھپاتے تھے تو پاؤں کُھل جاتے تھے اور جب ہم ان کے پاؤں چھپاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیں حکم دیا کہ اِن کا سر ڈھانپیں اور ان کے پاؤں پر گھاس کر دیں۔

۱۲۰۵ — شرح : ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ کپڑا جب تنگ ہو جائے تو میّت کا سر ڈھانپ دینا چاہیئے کیونکہ سر پاؤں سے افضل ہے،، اسس حدیث شریف میں صدرِ اوّل کے مسلمانوں کا حال بیان کیا ہے کہ وہ دُنیا میں کن حالات میں زندگی بسر کرتے تھے،، ان میں سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دنیا میں سے کوئی شئی حاصل نہ کی اور نہ ہی کسی سے کوئی شئ طلب کی تا کہ ان کو آخرت میں پُورا اجر ملے اور ہم میں سے بعض نے مال حاصل کیا اور دنیا میں جاہ و شوکت حاصل کی،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فقر کی صعوبتیں برداشت کرنا اعزاز کے منازل ہیں،،

اگر یہ کہا جائے کہ ہجرت جب اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو تو اس کا اجر آخرت کا ثواب ہے۔ دُنیا اس کا اُجر کیسے ہو سکتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اجر دنیا و آخرت کی حسنات کو شامل ہے یا اجر سے مراد ثمرہ ہے۔ اس میں دنیا و آخرت دونوں داخل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

بَابُ مَنِ اسْتَعَدَّ الْكَفَنَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنْكَرْ عَلَيْهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلٍ أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبُرْدَةٍ مَنْسُوجَةٍ فِيهَا حَاشِيَتُهَا تَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ قَالُوا الشَّمْلَةُ قَالَ نَعَمْ قَالَتْ نَسَجْتُهَا بِيَدِي فَجِئْتُ لِأَكْسُوَكَهَا فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِزَارُهُ فَحَسَّنَهَا فُلَانٌ فَقَالَ اكْسُنِيهَا مَا أَحْسَنَهَا فَقَالَ الْقَوْمُ مَا أَحْسَنْتَ لَبِسَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا ثُمَّ سَأَلْتَهُ وَعَلِمْتَ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ قَالَ إِنِّي وَاللهِ مَا سَأَلْتُهُ لِأَلْبَسَهُ وَإِنَّمَا سَأَلْتُهُ لِتَكُونَ كَفَنِي قَالَ سَهْلٌ فَكَانَتْ كَفَنَهُ

باب — جس نے نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کفن تیار کیا تو اس کو بُرا نہ کہا گیا“

۱۲۰۶ — ترجمہ: حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت بُنا ہُوا بردہ لے کر نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی جس میں حاشیہ بھی تھا کیا تم جانتے ہو کہ بُردہ کیا چیز ہے؟ لوگوں نے کہا چادر ہے فرمایا ہاں (درست ہے) اس عورت نے کہا میں نے اسے اپنے ہاتھ سے بُنا ہے“ میں یہ آپ کو پہنانے لائی ہوں۔ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی ضرورت تھی آپ نے اسے لے لیا پھر آپ ہمارے پاس تشریف لائے اور وہ چادر آپ کا تہبند تھی فلاں شخص نے اس کی تحسین کی اور کہا چادر بہت اچھی ہے۔ اس شخص نے کہا یہ چادر کیا اچھی ہے۔ آپ یہ مجھے عنایت فرمائیں لوگوں نے اسے کہا تو نے اچھا نہیں کیا نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ضرورت محسوس کرتے ہُوئے اسے پہنا اور تُو نے آپ سے چادر کا سوال کیا حالانکہ تو جانتا ہے کہ آپ سوال رد نہیں فرماتے“ اس نے کہا اللہ کی قسم! میں نے پہننے کے لئے چادر آپ سے نہیں مانگی میں نے تو صرف اس لئے مانگی ہے کہ میرا وہ کفن ہو جائے سہل نے کہا وہ چادر اس کا کفن بنی“

۱۲۰۶ شرح: یعنی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کسی سائل کو محروم واپس نہ فرماتے تھے اور نہ ہی آپ نے مسئول شئ کا کبھی انکار فرمایا تھا اس لئے مذکور سائل کو احساس کرایا گیا کہ اسے چادر کا سوال نہیں کرنا چاہیئے تھا، ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حاجت سے پہلے شئ تیار کرنی جائز ہے۔ بعض صالحین نے اپنی موجودگی میں اپنی قبریں بنوائیں تا کہ موت یاد رہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ فقیر کا ہدیہ قبول کرسکتا ہے اور صالحین سے تبرکات کا سوال کرنا جائز ہے اور ان کے آثار سے تبرک حاصل کرنا باعث برکت اور موجب رحمت ہوتا ہے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے چادر کا سوال کرنے والا شخص حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے“

بَابُ اِتِّبَاعِ النِّسَاءِ الْجَنَازَةَ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ اُمِّ الْهُذَيْلِ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ اَنَّهَا قَالَتْ نُهِيْنَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا بَابُ اِحْدَادِ الْمَرْاَةِ عَلٰى غَيْرِ زَوْجِهَا حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ تُوُفِّيَ ابْنٌ لِاُمِّ عَطِيَّةَ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الثَّالِثُ دَعَتْ بِصُفْرَةٍ فَتَمَسَّحَتْ بِهٖ وَقَالَتْ نُهِيْنَا اَنْ نُحِدَّ اَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثٍ اِلَّا لِزَوْجٍ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ

۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹

باب — عورتوں کا جنازوں کے پیچھے جانا

۱۲۰۷ — ترجمہ: ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہمیں جنازوں کے پیچھے جانے سے روکا گیا اور ہم پر ضروری نہیں کیا گیا"۔

باب — عورت کا شوہر کے علاوہ کسی اور پر سوگ کرنا

۱۲۰۸ — ترجمہ: محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا لڑکا فوت ہوگیا جب تیسرا دن تھا تو اُس نے زردی منگوائی اور اس کو بدن پر ملا"۔ اور کہا ہمیں شوہر کے سوا کسی اور پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

۱۲۰۷ — شرح: سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو جنازوں کے پیچھے جانا منع فرمایا اور یہ نہی ہم پر واجب نہ فرمائی۔ یعنی یہ نہی تحریم کے لئے نہ تھی"۔ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ بدعت ہے۔ معلوم ہوا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا منع کرنا کبھی تحریم کے لئے اور کبھی تنزیہہ کے لئے ہوتا ہے۔ اُم عطیہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ ہم پر نہی واجب نہیں کی اس لئے تھا کہ اس نے اس سے یہی سمجھا تھا کہ جنازوں کے پیچھے جانا حرام نہیں"۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے کہا بظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نہی تنزیہہ کے لئے ہے"۔ جمہور علماء کا مسلک یہی ہے"۔ سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عورتوں کا جنازوں کے پیچھے جانا بدعت ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا عورتوں کے لئے یہ مناسب نہیں امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا نوجوان عورتوں کے لئے یہ مکروہ ہے اور دوسری عورتوں کے لئے جائز ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک مکروہ ہے حرام نہیں"۔

۱۲۰۸ — شرح: یعنی عورت کے لئے جائز نہیں کہ اپنے شوہر کی وفات کے بعد زیب و زینت کرے بلکہ اس پر واجب ہے کہ چار ماہ دس روز سوگ میں گزارے، البتہ شوہر کے علاوہ کسی اور پر سوگ صرف تین دن جائز ہے۔ حدیث ۱۲۰۹ اور ۱۲۱۰ کی تفہیم میں اس کی تفصیل مذکور ہے"۔

۱۲۰۹ — ترجمہ: زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جب شام سے ابو سفیان کی وفات کی خبر آئی تو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے تیسرے روز زردی

ابنُ موسیٰ قال اخبرنی حُمیدُ بن نافعٍ عن زینب بنتِ ابی سلمۃ قالت لمّا جاءَ نعیُ ابی سفیانَ من الشامِ دعت امُّ حبیبۃ بصُفرۃٍ فی الیومِ الثالثِ فمسحت عارضیھا وذراعیھا وقالت اِن کنتُ عن ھٰذا لغنیۃ لولا انّی سمعتُ رسولَ اللّٰہِ صلّی اللّٰہُ علیہِ وسلّم یقولُ لا یحِلُّ لامرأۃٍ تؤمنُ باللّٰہِ والیومِ الاٰخرِ اَن تحدَّ علی میّتٍ فوقَ ثلاثٍ اِلّا علی زوجٍ فانّھا تحدُّ علیہ اربعۃَ اشھرٍ وعشرًا **حدثنا** اسمٰعیلُ قال حدّثنی مالکٌ عن عبدِ اللّٰہِ بنِ ابی بکرِ بنِ محمّدِ بنِ عمرِو بنِ حزمٍ عن حُمیدِ بنِ نافعٍ عن زینبَ بنتِ ابی سلمۃ انّھا اخبرتہ قالت دخلتُ علی امِّ حبیبۃ زوجِ النبیِّ صلّی اللّٰہُ علیہِ وسلّم فقالت سمعتُ رسولَ اللّٰہِ صلّی اللّٰہُ علیہِ وسلّم یقولُ لا یحِلُّ لامرأۃٍ تؤمنُ باللّٰہِ والیومِ الاٰخرِ اَن تحدَّ علی میّتٍ فوقَ ثلاثٍ اِلّا علی زوجٍ اربعۃَ اشھرٍ وعشرًا ثمّ دخلتُ علی زینبَ بنتِ جحشٍ حینَ توفّی اخوھا فدعت بطیبٍ فمسّت بہ ثمّ قالت مالی بالطّیبِ من حاجۃٍ غیرَ انّی سمعتُ رسولَ اللّٰہِ صلّی اللّٰہُ علیہِ وسلّم یقولُ لا یحِلُّ لامرأۃٍ تؤمنُ باللّٰہِ والیومِ الاٰخرِ تحدُّ علی میّتٍ فوقَ ثلاثٍ اِلّا علی زوجٍ اربعۃَ اشھرٍ وعشرًا

۱۲۱۰

منگوائی اور اسے اپنے رخساروں اور ہاتھوں پر ملا اور کہا میں اس سے مستغنی ہوں اگر میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا نہ ہوتا کہ کسی عورت کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہے جائز نہیں کہ وہ شوہر کے سوا کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ اور وہ شوہر کے مرنے پر چار ماہ دس دن سوگ کرے"۔

۱۲۱۰— ترجمہ : حمید بن نافع رضی اللہ عنہ نے زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ اُنھوں نے اسے خبر دی اور کہا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ ام حبیبہ "رملہ" کے پاس گئی تو اُنھوں نے کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اللہ تعالیٰ اور یوم آخر پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ وہ صرف زوج پر چار ماہ دس دن سوگ کرے پھر میں ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس گئی جبکہ ان کا بھائی فوت ہو گیا اُنھوں نے خوشبو منگوائی اور اسے مس کیا پھر کہا مجھے خوشبو کی ضرورت نہ تھی مگر میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر شریف پر یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ کسی عورت کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہے جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے مگر وہ اپنے شوہر پر چار ماہ دس دن سوگ کرے"۔

۱۲۰۹، ۱۲۱۰— شرح : زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے تین بھائی عبد اللہ، عبید اللہ اور ابو احمد تھے۔

عبد اللہ اُحد کی لڑائی میں قتل ہو گئے تھے جبکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح نہ فرمایا تھا عبید اللہ نصرانی تھا اور پانچ یا چھ ہجری کو حبشہ میں فوت ہو گیا تھا اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تھا، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے عبید اللہ

بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ

۱۲۱۱ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ اتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِي قَالَتْ إِلَيْكَ عَنِّي فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيبَتِي وَلَمْ تَعْرِفْهُ فَقِيلَ لَهَا إِنَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِينَ فَقَالَتْ لَمْ أَعْرِفْكَ فَقَالَ إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى

کے مرنے کے بعد چھ یا سات ہجری میں نکاح فرمایا تھا۔ اس وقت زینب بنت ابی سلمہ بہت چھوٹی تھیں اور ابو احمد کی زندگی میں ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا وفات پا چکی تھیں اب اشکال پیدا ہوتا ہے کہ ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا نے کس بھائی پر سوگ کیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا ایک بھائی اخیافی یا رضاعی تھا اس کی وفات پر اُنھوں نے سوگ کیا تھا میرے نزدیک یہی جواب صحیح ہے بعض علماء نے کہا کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے عبید اللہ کی موت پر سوگ کیا تھا اور یہ سوگ طبعی طور پر تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شوہر کی وفات پر سوگ کرنا واجب ہے احناف کا یہی مسلک ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے،، اور جس روایت میں ہے کہ جب حضرت جعفر بن ابی طالب شہید ہوئے تو ان کی بیوی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے بعد سوگ کرنے سے منع فرما دیا تھا" وہ روایت سوگ میں صحیح روایات اور اجماع کے خلاف ہے،، اس حدیث سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے استدلال کیا کہ ذمیہ زوجہ پر سوگ واجب نہیں کیونکہ حدیث میں اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھنا شرط ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نابالغہ پر سوگ واجب نہیں کیونکہ عورت کا اطلاق بالغہ پر ہوتا ہے نابالغہ کو بچی" کہا جاتا ہے،،

ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیس ہجری میں فوت ہوئیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے ازواج مطہرات میں سے سب سے پہلے ان کا انتقال ہوا۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کوئی عورت ان سے بہتر نہ تھی۔ اُنھوں نے ہمیشہ سچی بات کی اور بہت زیادہ صلۂ رحمی کیا کرتی تھیں،، اور صدقات و خیرات بکثرت کرتی تھیں۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا وہ فخر سے کہا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نکاح سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرش پر کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے —— "زَوَّجْنٰكَهَا"، واللہ و رسولہ اعلم!

باب —— قبروں کی زیارت کرنا

۱۲۱۱ ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جبکہ وہ ایک قبر کے پاس رو

رہی تھی۔ آپ نے اسے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈر اور صبر کر" اس عورت نے کہا چلتے جاؤ تم میری مصیبت جیسی مصیبت کو نہیں پہنچے ہو حالانکہ اس عورت نے آپ کو پہچانا نہ تھا اس عورت سے کہا گیا کہ وہ تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ (یہ سن کر) وہ عورت (فوراً) نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر حاضر ہوئی اور وہاں دربان نہ پائے اس عورت نے کہا حضور میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" صبر صرف صدمہ کی ابتداء میں ہوتا ہے"

۱۲۱۱ — شرح: "اِلَيْكَ عَنِّي" اسماءِ افعال میں سے ہے اس کا معنیٰ یہ ہے "مجھ سے دُور چلا جا اور علیحدہ ہو جا" اس حدیث کی باب کے عنوان سے مناسبت اس طرح ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو میّت کی قبر کی زیارت سے منع نہیں فرمایا اس کو صرف صبر کی تلقین فرمائی" وہ عورت اگر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتی تو اس طرح آپ سے مخاطب نہ ہوتی"

علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا حدیث میں" بوابین" کا ذکر اس لئے کیا کہ اس عورت سے جب یہ کہا گیا کہ وہ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو وہ گھبرائی اور خیال کیا کہ بادشاہوں کی طرح آپ کے دربان ہوں گے جو مجھے آپ تک پہنچنے نہیں دیں گے۔ وہ جب وہاں گئی تو اپنے خیال کا برعکس پایا اور کہا وہاں دربان نہ پائے"۔ حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ جب کوئی مصیبت آجائے تو اس کی آمد پر صبر کرنا ہی حقیقۃً صبر ہے کیونکہ اچانک مصیبت واقع ہونے سے دل گھبراتا ہے اس وقت سکون صبر ہوتا ہے۔ مصیبت گزر جانے کے بعد سکون کرنا صبر نہیں ہوتا" ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو صبر کی تلقین اس لئے فرمائی کہ اس پر دو مصیبتیں جمع نہ ہوں ایک بچہ فوت ہو جانے کی مصیبت اور دوسری بے صبری کی صورت میں ثواب و اجر کا ضائع ہو جانا اور ثواب کا ضیاع بھی مصیبت ہے"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بہت متواضع تھے اور جاہل لوگوں سے نرمی فرمایا کرتے تھے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زیارتِ قبور مرد و عورت کے لئے جائز ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جمہور علماء نے زیارتِ قبور کے جواز کا فیصلہ دیا ہے" تحقیق مقام یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں کے لئے زیارت قبور جائز ہے۔ امام مسلم نے بُریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها" میں تمہیں زیارتِ قبور سے منع کرتا تھا اب ان کی زیارت کیا کرو" اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی ذکر کیا ہے" حدیث کے الفاظ عام ہیں جو عورتوں کو بھی شامل ہیں" ابن ماجہ نے بھی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور اس میں "فَاِنَّهَا تُذَكِّرُ فِي الدُّنْيَا وَ تُذَكِّرُ فِي الآخِرَةِ" کا اضافہ کیا" ابن ابی شیبہ نے" وَلَا تَقُولُوا هُجْرًا" کا اضافہ کیا"۔ حاکم نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انھوں نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" قبروں کی زیارت کیا کرو اس کی وجہ سے تم آخرت کو یاد رکھو گے" ابن عبد البر نے صحیح سند سے حدیث ذکر کی" جو کوئی اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور اس کو سلام کہے تو وہ اس کو پہچان کر سلام کا جواب

دیتا ہے،، امام ترمذی نے کہا حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر اہلِ علم کا عمل ہے وہ زیارتِ قبور میں کوئی حرج نہیں جانتے۔ امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہما بھی یہی کہتے ہیں۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ایک حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبور کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے،، تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت بریدہ کی حدیث سے یہ حدیث منسوخ ہے،، بعض علماء کہتے ہیں کہ عورتوں کے لئے قبروں کی زیارت کرنا اس لئے مکروہ ہے کہ اِن میں صبر کی قلت ہوتی ہے اور یہ قبر پر جزع فزع کرتی ہیں،، بعض علماء نے کہا مردوں کے لئے زیارتِ قبور مباح ہے عورتوں کے لئے نہیں کیونکہ ابوداؤد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبور کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ ابن عبد البرّ نے کہا ابن عباس کی حدیث اباحت سے قبل پر محمول ہے،، مگر نوجوان عورتوں کا قبور پر نہ جانا بہتر ہے اور ان کے باہر نکلنے میں سخت فتنہ ہے۔ ان کے لئے گھر کے اندر بیٹھے رہنا مستحسن ہے۔ اکثر علماء نماز کے لئے ان کا نکلنا مکروہ جانتے ہیں تو ان کا مقابر میں جانا کیسے بہتر ہو سکتا ہے،، بعض علماء کہتے ہیں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔ کَانَ یَنْھٰی عَنْ زِیَارَتِھَا ثُمَّ اَمَرَ بِزِیَارَتِھَا ،، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبروں کی زیارت سے منع فرمایا کرتے تھے پھر ان کی زیارت کا حکم فرمایا،، لہٰذا ان کے لئے قبور کی زیارت مباح ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں بوڑھی عورتوں کے لئے مباح ہے اور نوجوان عورتوں کے لئے جائز نہیں۔ علامہ قرطبی نے یہی کہا ہے اُنھوں نے کہا اگر عورتیں تنہا ہوں اور مَردوں سے اختلاط نہ ہو تو سب عورتوں کے لئے زیارتِ قبور مباح ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں،، ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث ذکر کی "لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلم زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ،، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث جو ابوداؤد نے ذکر کی ہے اس کا مصداق وہ عورتیں ہیں جو بکثرت قبروں کی زیارت کرتی ہیں کیونکہ " زَوَّارَات ،، مبالغہ کا صیغہ ہے،، یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ عورتوں کا بکثرت زیارتِ قبور سے شوہروں کے حقوق ضائع ہوتے ہیں اور اس میں تبرّج اور شہرہ بھی پایا جاتا ہے یعنی عورتوں کا مظاہرہ ہوتا ہے اور اس کے علاوہ اور بھی جنسی مفاسد لاحق ہونے کا امکان ہے،، اس تقریر سے معلوم ہُوا کہ زائرات اور زوّارات میں فرق واضح ہے،،

توضیح میں ہے کہ حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس حدیث کی ناسخ ہے جس میں زیارتِ قبور سے منع کیا گیا ہے اور ساری اُمت جناب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی قبور کی زیارت پر متفق ہے،، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب سفر سے واپس آتے تو روضۂ اطہر کی زیارت کرتے اور کہتے " السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا ابوبکر، السلام علیک یا ابتاہ ،، قبور کی زیارت سے ممانعت شروع اسلام میں تھی جبکہ عبادتِ اوثان کا زمانہ قریب تھا اور لوگ قبروں کو سجدے کیا کرتے تھے جب اسلام مضبوط ہوگیا اور لوگوں کے دل قوی ہوگئے اور قبور کی عبادت اور ان کو سجدے کرنے کا خطرہ جاتا رہا تو ان کی زیارت کی ممانعت منسوخ ہوگئی کیونکہ ان کی زیارت آخرت یاد دلاتی ہے اور دنیا میں زہادت پر آمادہ کرتی ہے،،

"الحاصل مردوں کے

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَذَّبُ الْمَيِّتُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ إِذَا كَانَ النَّوْحُ مِنْ سُنَّتِهِ لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَإِذَا لَمْ يَكُنْ مِنْ سُنَّتِهِ فَهُوَ كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى وَهُوَ كَقَوْلِهِ وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَمَا يُرَخَّصُ مِنَ الْبُكَاءِ فِي غَيْرِ نَوْحٍ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا وَذَلِكَ لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ

لئے قبور کی زیارت کرنا مباح ہے اور اس زمانہ میں عورتوں کے لئے حرام ہے خصوصاً جبکہ وہ خوشنما ہیئت اور خوبصورت لباس میں حسن وجمال کا مظاہرہ کرتے ہوئے قبروں کو جائیں کیونکہ ان حالات میں فتنہ وفساد سے مامون رہنا مشکل امر ہے اور رخصت توصرف امرآخرت کی تذکیر اور دنیا میں زہادت کے لئے ہے۔

(منتخب از عمدۃ القاری)

باب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ میت کو اس کے بعض اہل کے رونے کی وجہ سے عذاب کیا جاتا ہے جبکہ نوحہ کرنا اس کی عادت میں سے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا اور جب نوحہ کرنا اس کا طریقہ اور عادت نہ ہو تو وہ جیسے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا"، اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس کلام کی مثل ہے "اگر کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی دوسرے کو بلائے (اس کا بوجھ اٹھانے کے لئے) تو اس سے کوئی شئی نہ اٹھائی جائے گی"، اور جو نوحہ کے بغیر رونے میں رخصت دی گئی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کوئی نفس ناحق قتل نہیں ہوتا مگر حضرت آدم کے پہلے بیٹے (قابیل) پر اس کے خون کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ یہ اس لئے کہ اس نے قتل کا طریقہ جاری کیا تھا"

آیت کریمہ سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ جب کسی شخص کی عادت نوحہ کرنا ہو تو اس کے گھر والے اس میں اس کی اقتداء کریں گے تو اس کے اہل کا نوحہ کرنے کا سبب وہ ہوا اور اس نے ان کو آگ سے نہ بچایا اس لئے اس کو عذاب دیا جاتا ہے اور اس حدیث سے استدلال اس طرح ہے کہ جب اس نے نوحہ کیا تو اپنے نفس کی نگہبانی نہ کی اور نہ ہی اپنے اہل کی نگہبانی کی کیونکہ انھوں نے نوحہ کرنا اس سے سیکھا اور اس کی اقتدار کی تو ان کے نوحہ کرنے کا سبب وہی ہوا اور یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ سنت سے مراد وصیت ہو یعنی مرتے وقت وہ نوحہ کرنے کی وصیت کر جائے"، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے آیت سے یہ استدلال کیا کہ کسی کے گناہ کا عذاب دوسرے کو نہ ہوگا یعنی ہر نفس کا مواخذہ اس کے گناہ کے بغیر نہ ہوگا۔ مذکور باب کے عنوان کا حاصل یہ ہے کہ جس رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے اس رونے سے مراد نوحہ سے رونا ہے"، اور اس سے میت کو عذاب اس وقت ہوتا ہے جبکہ وہ اپنی زندگی میں نوحہ کرتا رہا ہو کیونکہ اس کا فعل اس کے اہل کے لئے طریقہ ہو جاتا ہے اور وہ اس

۱۲۶۲ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ وَمُحَمَّدٌ قَالَا أَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ أَرْسَلَتْ بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ أَنَّ ابْنًا لِي قُبِضَ فَأْتِنَا فَأَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلَامَ وَيَقُولُ إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى وَكُلٌّ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَأْتِيَنَّهَا فَقَامَ وَمَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَرِجَالٌ فَرُفِعَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِيُّ وَنَفْسُهُ تَتَقَعْقَعُ قَالَ حَسِبْتُهُ أَنَّهُ قَالَ كَأَنَّهَا شَنٌّ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُولَ اللهِ مَا هٰذَا قَالَ هٰذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللهُ فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ

طریقہ کا سبب ہوتا ہے کیونکہ اسی نے ان کو نوحہ کرنا سکھایا ہے اور اگر وہ اپنی زندگی میں ایسا نہ کرتا ہو تو وہ ان کے طریقہ کا سبب نہ ہوگا لہٰذا ان کے نوحہ کرنے سے میت کو عذاب نہ ہوگا،،

ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس حدیث کے معنیٰ میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ میت نوحہ کی وصیت کر جائے تو اس وقت اس کو اپنے فعل پر عذاب ہوگا دوسرے کے فعل پر عذاب نہ ہوگا۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مسلک بھی یہی ہے جبکہ انھوں نے کہا " اذا کان النوح من سننہ" بعض علماء نے اس کا معنیٰ یہ ذکر کیا ہے کہ رونے میں میت کی مدح کی جائے جیسے جاہل لوگ ان افعال سے مدح کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک گناہ ہیں جیسے وہ رو رو کر کہتے تھے اس نے فلاں کو قتل کیا فلاں کا نقصان کیا وغیرہ وغیرہ لہٰذا اس کو اس کے سبب عذاب ہوتا ہے۔ بعض علماء نے اس کا معنیٰ یہ بیان کیا،، کہ میت اپنے گھر والوں کے رونے سے غمناک ہوتی ہے اور اس کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے " تمہارے اعمال تمہارے مرے ہوئے اقرباء پر پیش کئے جاتے ہیں اگر وہ انھیں اچھا دیکھیں تو خوش ہوتے ہیں ورنہ ان کو تکلیف ہوتی ہے،، اس توجیہہ پر تعذیب اللہ کی طرف سے نہ ہوگی بلکہ اس کے زندہ اقرباء کی طرف سے ہوگی۔ ابن بطال نے کہا ہر وہ حدیث جس میں رونے سے منع کیا گیا ہے اس کا معنیٰ نوحہ ہے" واللہ ورسولہ اعلم!

۱۲۱۲ — ترجمہ : اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی نے آپ کو پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا فوت ہو رہا ہے۔ آپ ہمارے پاس تشریف لائیں آپ نے اس کا جواب کہلا بھیجا کہ آپ سلام کہتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ ہی کے لئے ہے جو اس نے لے لیا اور اسی کے لئے ہے جو اس نے عطا کیا،، اس کے نزدیک ہر شئی کا وقت مقرر ہے پس وہ صبر کرے اور ثواب کی طلبگار رہے،، صاحبزادی رضی اللہ عنہا نے پھر پیغام بھیجا جبکہ آپ کو قسم دی کہ ضرور تشریف لائیں آپ کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت اور چند لوگ تھے بچے کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا،، جبکہ اس کا سانس بیقرار تھا۔ راوی نے کہا میرا ان پر گمان ہے کہ کہا گویا وہ

۱۲۱۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِلَالِ اَبْنِ عَلِيٍّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ شَهِدْنَا بِنْتًا لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ قَالَ فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ قَالَ فَقَالَ هَلْ مِنْكُمْ رَجُلٌ لَّمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَنَا قَالَ

مشکیزہ تھی جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی دونوں آنکھیں بہنے لگیں۔ حضرت سعد نے کہا یارسُول اللہ یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ رحمت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ رحم کرنے والے بندوں پر ہی رحم کرتا ہے،،

۱۲۱۲ — شرح : یہ صاحبزادی سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا تھیں،، علامہ دمیاطی رحمہ اللہ نے کہا اس بچے کا نام علی بن ابی العاص تھا زبیر بن بکار وغیرہ کا یہ ذکر کرنا کہ علی مذکور بالغ ہونے تک زندہ رہے اور جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فتح مکہ میں ان کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا تھا، ان پر بچہ کا اطلاق کے منافی نہیں کیونکہ عرف میں سن بلوغ تک بچہ کا اطلاق ہوسکتا ہے،، ابوداؤد نے اپنے اسناد سے اسامہ بن زید سے روائت کی کہ فوت ہونے والی سیّدہ زینب کی بیٹی امامہ بنت ابی العاص تھی۔ اسی طرح شعبہ کی روائت میں ہے مگر اس میں کلام ہے کیونکہ یہ بات مسلّم الثبوت ہے کہ امامہ بنت ابی العاص سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد زندہ رہیں اور سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس سے نکاح کیا تھا اور یہ بات بھی مسلّم ہے کہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے صرف دو بچے تھے، ایک علی بن ابی العاص اور دوسری امامہ بنت ابی العاص جو سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں لہٰذا درست بات یہی ہے کہ وفات پانے والا بچہ علی بن ابی العاص تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہ،، پہلی مرتبہ بلانے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلّم اس لئے تشریف نہ لے گئے کہ آپ اس وقت کسی کام میں مشغول تھے یا اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو تسلیم کے اظہار میں مبالغہ فرمایا تھا یا اس لئے کہ اس کی اجابت ضروری نہ تھی جب سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اصرار کیا تو آپ تشریف لے گئے تاکہ جاہل یہ گمان نہ کریں کہ سیّدہ زینب کی آپ کو پرواہ نہ تھی یا اس لئے کہ جب اُنھوں نے اصرار کیا تو آپ پر رقت طاری ہوگئی،، اس حدیث میں بچے پر "قبض" کا اطلاق مجازی ہے کیونکہ وہ فوت ہونے کے قریب تھا ایسا حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات کے وقت اہلِ فضل کو بلانا چاہیئے تاکہ اس کی برکت اور دعاء سے اس کو فائدہ ہو اور موت سے پہلے صاحبِ مصیبت کو تسلّی دینا چاہیئے۔ بیمار اگرچہ بچہ یا مفضول ہو اہلِ فضل کو اس کی عیادت کرنی چاہیئے،، اور بے ساختہ رونا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ یہ شریعت میں جائز ہے البتہ جس رونے میں نوحہ ہو وہ ممنوع ہے واللہ و رسولہ اعلم!

۱۲۱۳ — ترجمہ : انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہم جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی صاحبزادی کے جنازہ کو حاضر ہوئے جبکہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم قبر کے

فَاَنزِلُ قَالَ فَنَزَلَ فِیْ قَبْرِھَا

کنارے بیٹھے ہوئے تھے میں نے آپ کی آنکھیں دیکھیں وہ آنسو بہا رہی تھیں آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی شخص ہے جس نے آج کی رات جماع نہ کیا ہو؟ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں ہوں، فرمایا تم "قبر میں" اترو ابوطلحہ ان کی قبر میں اُترے"۔

۱۲۱۳ — شرح : یہ صاحبزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں"، جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں"، نو ہجری میں ان کی وفات ہوئی تھی"، یہ صاحبزادی سیدہ رقیہ نہیں تھیں کیونکہ جب ان کا وصال ہوا تھا اس وقت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بدر میں تشریف فرما تھے"، اگر کوئی سوال کرے کہ آپ کے اس ارشاد میں کیا حکمت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قبر میں اُتر کر سیدہ کو لحد میں رکھنا تھا اس لئے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ قبر میں ایسا شخص اُترے جس نے عورتوں سے مخالطت نہ کی ہو تاکہ اِس کا نفس ساکن اور مطمئن ہو اور شہوت کو بھولنے والا ہو"، بعض یہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس رات اپنی لونڈی سے مجامعت کی تھی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پسند نہ تھا کہ وہ مریضہ بیوی جو وصال کے قریب تھی ان کا خیال نہ کرتے ہوئے لونڈی کے ساتھ مشغول ہوں چنانچہ عتاب کے طور پر ان کو قبر میں اُترنے سے کنایۃً منع کر دیا (کرمانی)

علامہ قسطانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا لمبا عرصہ بیمار رہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ گمان نہ تھا کہ وہ اسی رات فوت ہو جائیں گی۔ اس لئے اُنھوں نے اس رات اپنی لونڈی سے جماع کر لیا تھا کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ اُنھوں نے سیدہ کے انتقال کے بعد یا بوقت وفات جماع کیا تھا"، یا ان کو صاحبزادی کے انتقال کا علم تھا۔ ابوطلحہ "زید بن سہل" انصاری خزرجی ہیں اُنھوں نے غزوہ حنین میں بیس "۲۰" کافر قتل کر کے ان کے سامان پر قبضہ کیا تھا۔ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے رہتے تھے تاکہ آپ کو کسی کا تیر نہ لگے اور یہ کہتے تھے یا رسول اللہ میری جان آپ کی جان پر قربان ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب اِدھر اُدھر جھانکتے تو وہ فوراً حضور کے آگے ہو جاتے تھے — آپ نے فرمایا ابوطلحہ کی آواز ایک سو مردوں سے بہتر ہے — علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ صاحب استیعاب نے سیدہ ام کلثوم کی سوانح میں ذکر کیا ہے کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کر کے اجازت حاصل کی تھی کہ وہ ام کلثوم کی قبر میں اُتریں تو آپ نے انھیں اجازت عطا فرما دی"۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نوحہ کے بغیر رونا جائز ہے"، اور عورتوں کو قبر میں مرد اُتاریں کیونکہ وہ عورتوں کی نسبت قوی ہوتے ہیں اور اگر عورتیں اتاریں تو مستحسن ہے اور قبر کی ایک جانب بیٹھنا جائز ہے —
واللہ و رسولہ اعلم!

۱۲۱۴

حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ
ابْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ قَالَ تُوُفِّيَتْ بِنْتٌ لِعُثْمَانَ بِمَكَّةَ وَجِئْنَا لِنَشْهَدَهَا وَحَضَرَهَا ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَاِنِّیْ
لَجَالِسٌ بَيْنَهُمَا اَوْ قَالَ جَلَسْتُ اِلٰی اَحَدِهِمَا ثُمَّ جَاءَ الْاٰخَرُ فَجَلَسَ اِلٰی جَنْبِیْ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لِعَمْرِو بْنِ
عُثْمَانَ اَلَا تَنْهٰی عَنِ الْبُكَاءِ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهِ عَلَيْهِ فَقَالَ
ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْ كَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ بَعْضَ ذٰلِكَ ثُمَّ حَدَّثَ قَالَ صَدَرْتُ مَعَ عُمَرَ مِنْ مَكَّةَ حَتّٰی اِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ اِذَا
هُوَ بِرَكْبٍ تَحْتَ ظِلِّ سَمُرَةٍ فَقَالَ اذْهَبْ فَانْظُرْ مَنْ هٰؤُلَاءِ الرَّكْبُ قَالَ فَنَظَرْتُ فَاِذَا صُهَيْبٌ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ادْعُهُ
لِیْ فَرَجَعْتُ اِلٰی صُهَيْبٍ فَقُلْتُ ارْتَحِلْ فَالْحَقْ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَلَمَّا اُصِيْبَ عُمَرُ دَخَلَ صُهَيْبٌ يَبْكِیْ يَقُوْلُ وَا اَخَاهُ
وَا صَاحِبَاهُ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ يَا صُهَيْبُ اَتَبْكِیْ عَلَیَّ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ
بِبَعْضِ بُكَاءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَلَمَّا مَاتَ عُمَرُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ عُمَرَ وَاللّٰهِ مَا حَدَّثَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَيُعَذِّبُ الْمُؤْمِنَ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ وَلٰكِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَيَزِيْدُ الْكَافِرَ عَذَابًا بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ وَقَالَتْ حَسْبُكُمُ الْقُرْاٰنُ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ
عِنْدَ ذٰلِكَ وَاللّٰهُ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰی قَالَ ابْنُ اَبِیْ مُلَيْكَةَ وَاللّٰهِ مَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ شَيْئًا

۱۲۱۴ — **ترجمہ:** عبداللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی مکہ مکرمہ میں فوت ہوگئی۔ ہم ان کے جنازہ کو حاضر ہوئے اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم بھی وہاں موجود تھے اور میں ان کے درمیان بیٹھا ہوا تھا یا کہا میں ان میں سے ایک کے پاس بیٹھا تھا۔ پھر دوسرے صاحب تشریف لے آئے اور وہ میرے پہلو میں بیٹھ گئے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عمرو بن عثمان سے کہا کیا عورتوں کو رونے سے منع نہیں کرتے ہو کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میت کو اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب دیا جاتا ہے" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کچھ کہتے تھے"، پھر انھوں نے خبر دی کہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ مکرمہ سے آیا حتیٰ کہ ہم جب بیداء پہنچے تو اچانک ایک قافلہ کیکر کے درخت کے سایہ تلے تھا انھوں نے کہا جاؤ دیکھو یہ لوگ کون ہیں میں نے دیکھا تو وہ حضرت صہیب تھے میں نے ان کو خبر دی تو انھوں نے کہا ان کو میرے پاس بلا لاؤ میں صہیب کے پاس گیا اور ان سے کہا چلئے اور امیر المؤمنین سے ملیں جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا تو صہیب آئے اور روتے ہوئے یہ کہنے لگے افسوس ہائے میرے بھائی، افسوس ہائے میرے ساتھی! عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا اے صہیب کیا مجھ پر رو رہے ہو حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت کو اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے"، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا

جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وصال ہوگیا تو میں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ ذکر کیا تو اُنھوں نے کہا اللہ تعالیٰ عمر پر رحم کرے بخدا جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ مومن کو اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے لیکن رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کافر کو اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب اور زیادہ کرتا ہے،، اور کہا قرآن کریم کی یہ آئت کریمہ تمہارے لئے کافی ہے" کوئی گناہوں کا بوجھ اُٹھانے والی جان کسی کے گناہوں کا بوجھ نہ اُٹھائے گی،، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس وقت کہا اللہ ہی ہے جو ہنساتا اور رولاتا ہے ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ نے کہا بخدا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کچھ نہ کہا،،

۱۲۱۴ — **شرح** : اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جنازہ کے انتظار کے لئے جمع ہو کر بیٹھنا جائز ہے۔ ابن ابی ملیکہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس کے درمیان بیٹھے تھے حالانکہ وہ دونوں ان سے افضل ہیں اور ادب کا مقتضیٰ یہ ہے کہ مفضول افاضل کے درمیان نہ بیٹھے مگر ممکن ہے کہ وہ کسی عذر کی وجہ سے درمیان بیٹھے ہونگے اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کیسے یقین کیا کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر نہیں دی کہ مومن کو اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے الخ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شائد اُنھوں نے صراحتہً آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہوگا کہ عذاب کافر کے ساتھ مختص ہے یا قرائن سے یہ اختصاص سمجھا ہوگا،، اگر یہ سوال ہو کہ آئت کریمہ مومن اور کافر دونوں کو شامل ہے اور عذاب کا زیادہ ہونا بھی عذاب ہے تو جب اصل عذاب دوسرے کے فعل سے نہیں ہوتا تو اس کا زیادہ ہونا دوسرے کے فعل سے کیسے ہوسکتا ہے لہٰذا مذکورہ آئت سے استدلال نامکمل ہے اس کا جواب یہ ہے کہ عادۃً کافر اور مومن میں فرق ہے،، کیونکہ کافر مرتے وقت نوحہ کرنے کی وصیت کر جاتے ہیں اور مومن ایسا نہیں کرتے اور آئت کریمہ اگرچہ مطلق ہے مگر وہ نوحہ پر خوش ہونے والے موصی کے ساتھ مختص ہے جو عرفاً اور عادتاً کافر ہی ہوسکتا ہے۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا" ھُوَ اَضۡحَکَ وَ اَبۡکٰی،، سے غرض یہ ہے کہ ہر شئی اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور اس کی تخلیق سے معرض وجود میں آتی ہے،، علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس کی غرض ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے کلام کی تائید کرنا ہے یعنی انسان کا رونا اور ہنسنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے وہی اس میں ان کو ظاہر کرتا ہے۔ رونا عذاب میں مؤثر نہیں ہوتا چونکہ کافر معصیت سے خوش ہوتا ہے اگرچہ وہ کسی دوسرے سے صادر ہو جبکہ مومن اس کو کسی طرح بھی پسند نہیں کرتا اس لئے رونا کافر کے عذاب میں مؤثر ہے مومن کے لئے مؤثر نہیں،، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر فاروق اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روائت کا انکار کیا اور کہا کہ وہ بھول گئے ہیں یا ان کو اشتباہ ہُوا ہے اور مذکور حدیث کی تاویل یہ کی کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میت کو اس کے گناہوں پر عذاب ہو رہا ہے اور یہ لوگ خواہ مخواہ رو رہے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے رونے کے سبب میّت کو عذاب ہو رہا ہے اس کی دلیل یہودیہ عورت کا واقعہ ہے جبکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے گزرے اور اس کے گھر والے رُو رہے تھے۔ آپ نے

حدثنا اسمٰعيل بن خليل ثنا علي بن مسهر قال اخبرنا ابو اسحاق وهو الشيباني عن ابي بردة عن ابيه قال لما اصيب عمر جعل صهيب يقول وا اخاه فقال عمر اما علمت ان النبي صلى الله عليه وسلم قال ان الميت ليعذب ببكاء الحي

۱۲۱۵

حدثنا عبد الله بن يوسف قال اخبرنا مالك عن عبد الله بن ابي بكر عن ابيه عن عمرة بنت عبد الرحمن انها اخبرته انها سمعت عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم قالت انما مر رسول الله صلى الله عليه وسلم على يهودية يبكي عليها اهلها فقال انهم ليبكون عليها وانها لتعذب في قبرها

۱۲۱۶

فرمایا یہ لوگ اس پہ رو رہے ہیں حالانکہ اس کو قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے'' یہ عذاب یہودیہ عورت کے کفر اور بد اعمالیوں کے سبب تھا۔ لوگوں کا رونا اس کے عذاب کا سبب نہ تھا۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۱۲۱۵ — ترجمہ : ابوبردہ ''عامر'' اپنے باپ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ زخمی کئے گئے تو حضرت صہیب رونے لگے جبکہ وہ یہ کہہ رہے تھے اے میرے بھائی افسوس! تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تم جانتے نہیں ہو کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت کو زندوں کے رونے سے عذاب دیا جاتا ہے؟''

۱۲۱۶ — ترجمہ : عمرہ بنت عبدالرحمن نے خبر دی کہ اُنھوں نے ام المؤمنین عائشہ زوجۂ محترمہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودیہ عورت کے پاس سے گزرے جبکہ اس کے گھر والے اس پہ رو رہے تھے۔ آپ نے فرمایا یہ لوگ اس پہ رو رہے ہیں اور اس کو قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔''

۱۲۱۵، ۱۲۱۶ — شرح : سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صہیب کو رونے سے اس لئے منع کیا کہ وہ ''وا اخاہ'' کہہ کر آواز بلند کر رہے تھے، اس سے اُنھوں نے یہ سمجھا کہ جب وہ موت سے پہلے اس طرح کر رہے ہیں تو وفات کے بعد بھی اس طرح روئیں گے یا اس پر اور اضافہ کریں گے اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صہیب کو رونے سے منع کر دیا حالانکہ خالد کی وفات کے وقت بنی مغیرہ کی عورتوں کو رونے سے منع نہ کیا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ خطرہ لاحق ہُوا کہ ان کی وفات کے بعد صہیب ایسا روئیں گے جو شریعت مطہرہ میں ممنوع ہے''، اسی لئے خالد کے واقعہ میں کہا جب تک عورتیں نوحہ نہ کریں اور نہ ہی سروں پہ غبار ڈالیں ان کو رونے دیا جائے اس تقریر سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد کہ گھر والوں کو رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے کا معنیٰ واضح ہو جاتا ہے کہ میت کو لوگوں کے اس رونے پہ عذاب ہوتا ہے جس میں نوحہ وغیرہ ہو مطلقاً آنسو بہانے میں کوئی حرج نہیں جبکہ یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے''، حدیث ۱۲۱۴ کی تفہیم کا مطالعہ کریں۔ واللہ اعلم!

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النِّيَاحَةِ عَلَى الْمَيِّتِ وَقَالَ عُمَرُ دَعْهُنَّ يَبْكِيْنَ عَلَى أَبِي سُلَيْمَانَ مَالَمْ يَكُنْ نَقْعٌ أَوْ لَقْلَقَةٌ وَالنَّقْعُ التُّرَابُ عَلَى الرَّأْسِ وَاللَّقْلَقَةُ الصَّوْتُ

۱۲۱۷ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ رَبِيعَةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلَى أَحَدٍ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ نِيحَ عَلَيْهِ يُعَذَّبُ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ

۱۲۱۸ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ تَابَعَهُ عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ ح وَقَالَ آدَمُ عَنْ شُعْبَةَ الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ عَلَيْهِ

باب ــــ میّت پر نوحہ کرنے کی کراہت

اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا ان عورتوں کو چھوڑ دو وہ ابو سلیمان پر روئیں جب تک نقع اور لقلقہ نہ ہو نقع سر پر مٹی ڈالنا اور لقلقہ آواز نکالنا ہے"۔

۱۲۱۷ ــــ ترجمہ : حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مجھ پر جھوٹ باندھنا کسی ایک پر جھوٹ باندھنے جیسا نہیں جس شخص نے مجھ پر عمداً جھوٹ بولا وہ اپنی جگہ دوزخ میں بنا لے میں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس پر نوحہ کیا جائے اس کو نوحہ کے سبب عذاب ہوتا ہے"۔

۱۲۱۸ ــــ ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنے والد عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میّت کو اس کی قبر پر نوحہ کے سبب عذاب ہوتا ہے"، عبدان کی عبد الاعلیٰ نے متابعت کی کہ ہمیں یزید بن زریع نے خبر دی اُنھوں نے کہا ہمیں سعید نے خبر دی اُنھوں نے کہا ہمیں قتادہ نے خبر دی اور آدم نے شعبہ سے روایت کرتے ہوئے کہا میّت کو زندوں کا اس پر رونے سے عذاب ہوتا ہے"۔

۱۲۱۷، ۱۲۱۸ ــــ شرح : ابو سلیمان خالد بن ولید بن مغیرہ مخزومی ہیں ان کو سیف اللہ کہا جاتا ہے۔ ۲۱ ہجری کو حمص میں فوت ہوئے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو وصیت کی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی کہ عورتیں خالد بن ولید کے گھر جمع ہو رہی ہیں اور وہ ان پر رونا چاہتی ہیں۔ عمر فاروق نے کہا چھوڑ و عورتوں کو ان پر رونے دو اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رونے سے اس لئے منع کر دیا تھا کہ وہ رونے میں کچھ تجاوز کر رہے تھے محمد بن سلام نے کہا بنی مغیرہ کی تمام عورتوں نے خالد بن ولید کی قبر پر اپنے سروں کے بال منڈا دیئے تھے"۔

باب حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا سفیان قال حدثنا ابن المنکدر ۱۲۱۹
قال سمعت جابر بن عبد اللہ قال جیئ بابی یوم احد قد مثل بہ حتی وضع بین یدی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وقد سجی ثوبا فذھبت ارید ان اکشف عنہ فنھانی قومی ثم ذھبت اکشف
عنہ فنھانی قومی فامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرفع فسمع صوت صائحۃ فقال من ھذہ فقالوا
بنت عمرو او اخت عمرو قال فلم تبکی او لا تبکی فما زالت الملائکۃ تظلہ باجنحتہا حتی رفع باب لیس منا من
شق الجیوب حدثنا ابو نعیم قال حدثنا سفین قال حدثنا زبید الیامی عن ابراھیم عن مسروق ۱۲۲۰

"لقلقہ" اس آواز کو کہتے ہیں جس میں حرکت و اضطراب ہو اور "نقع" سر پر غبار ڈالنا ہے"، اگر یہ کہا جائے
کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر پر بھی جھوٹ باندھنا معصیت ہے"، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "من یعص اللہ
ورسولہ فان لہ نار جہنم خالدا"، لہٰذا نتیجہ یہ ہوا کہ کسی پر بھی جھوٹ باندھنا دوزخ میں جانے
کا سبب ہے اس کا جواب یہ ہے"، کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا کبیرہ گناہ ہے کیونکہ کبیرہ گناہ
وہ ہوتا ہے جس پر شارع علیہ السلام نے زجر فرمائی ہو اور غیر نبی پر جھوٹ باندھنا صغیرہ گناہ ہے کیونکہ اس پر شارع
علیہ السلام نے وعید نہیں فرمائی نیز فی الجملہ دوزخ میں داخل ہونے اور دوزخ کو مسکن بنانے میں واضح فرق
ہے"، نبی علیہ السلام پر جھوٹ باندھنے والا دوزخ میں ہمیشہ رہے گا اور دوزخ کو اپنا مسکن بنائے گا اور غیر نبی
پر جھوٹ باندھنے والا گناہ گار ہے جس کے باعث دوزخ میں جا سکتا ہے مگر دوزخ اس کا مسکن نہیں ہے —

باب —

ترجمہ : ابن منکدر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما
۱۲۱۹ — کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرے والد کو احد کے دن اس حال میں لایا گیا
کہ ان کے ساتھ مثلہ کیا گیا تھا حتیٰ کہ اسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا گیا اور کپڑے
سے ڈھانپ دیا گیا میں اس ارادے سے ان کے قریب گیا کہ ان سے کپڑا اٹھاؤں تو میری قوم نے مجھے منع کر دیا
میں پھر ان کے پاس گیا کہ کپڑا اٹھاؤں تو میری قوم نے پھر مجھے منع کر دیا پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے حکم فرمایا اور کپڑا اٹھایا گیا آپ نے نوحہ کرنے والی عورت کی آواز سنی اور فرمایا یہ کون ہے؟ لوگوں
نے کہا یہ عمرو کی بیٹی یا عمرو کی بہن ہے فرمایا کیوں روتی ہے یہ روئے یا نہ روئے فرشتے اپنے پروں سے ان پر
سایہ کئے ہوئے تھے حتیٰ کہ ان کو اٹھا لیا گیا"۔

باب — "جو گریبان پھاڑے وہ ہم سے نہیں"

ترجمہ : حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ
۱۲۲۰ — علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رخساروں پر تھپڑ مارے اور

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ بَابُ رِثَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدَ بْنَ خَوْلَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ

۱۲۲۱ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِي عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَجَعٍ اشْتَدَّ بِي فَقُلْتُ إِنِّي قَدْ بَلَغَ بِي مِنَ الْوَجَعِ وَأَنَا ذُوْ مَالٍ وَلَا يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَةٌ لِي أَفَأَتَصَدَّقُ

گریباں چاک کئے اور جاہلیت کی باتیں کیں وہ ہم میں سے نہیں ،،

۱۲۱۹ ، ۱۲۲۰ — شرح : حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام " جابر کے والد"، اُحُد کی جنگ میں شہید ہو گئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر کے ان سے کلام کیا اور فرمایا اے عبداللہ کیا چاہتے ہو عرض کی مجھے دنیا میں بھیج میں بار بار شہید کیا جاؤں ،،

قولہ " او اخت عمرو" یہ راوی کا شک ہے اگر نوحہ کرنے والی عورت عمرو کی بیٹی ہے تو وہ مقتول کی بہن اور جابر کی پھوپھی ہے اور اگر وہ عمرو کی بہن ہے تو مقتول "عبداللہ" کی پھوپھی ہے "، حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ مذکورہ عورت روئے یا نہ روئے فرشتوں نے اس پر سایہ کئے رکھا ہے اس لئے اس پر رونا نہیں چاہیئے بلکہ خوش ہونا چاہیئے کہ ان کو یہ عظیم مرتبہ حاصل ہوا ہے ۔ واللہ و رسولہ اعلم !

حدیث ۱۲۲۰ء میں "لَيْسَ مِنَّا" سے مراد یہ نہیں کہ ان معاصی کا مرتکب دینِ اسلام سے خارج ہے کیونکہ اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک معاصی کا ارتکاب کرنے والا کافر نہیں ہوتا جب تک وہ ان کا مستحل نہ ہو ،، لہٰذا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ شخص ہمارے طریقہ سے نہیں علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ عبارت تغلیظ اور زجر کے لئے ہے ہاں اگر جاہلیت کے دعویٰ ،، کی تفسیر تحلیل حرام وغیرہ سے کی جائے جو موجب کفر ہے تو اس وقت عبارت کا حقیقی معنیٰ مراد ہوگا ۔ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ نے کہا یعنی وہ ہماری کامل سیرت اور ہدایت پر نہیں ،، ان تینوں امور میں واؤ اَؤ کے معنیٰ میں ہے یعنی ان تینوں میں سے ایک کا بھی مرتکب اس تغلیظ کا مستوجب ہے واؤ جمع کے لئے نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ تینوں کے ارتکاب سے ہی تغلیظ کا مستوجب ہو حالانکہ ایسا نہیں ۔ واللہ اعلم !

باب — نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن خولہ کے لئے افسوس کیا

۱۲۲۱ — ترجمہ : حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما نے اپنے باپ سعد بن ابی وقاص سے روایت کی کہ انھوں نے کہا جناب رسول

بثلثی مالی قال لا فقلت فالشطر فقال لا ثم قال الثلث والثلث كبير او كثير انك ان تذر ورثتك اغنياء خير من
ان تذرهم عالة يتكففون الناس وانك لن تنفق نفقة تبتغي بها وجه الله الا اجرت بها حتى ما تجعل في
في امرأتك قلت يا رسول الله اخلف بعد اصحابي قال انك لن تخلف فتعمل عملا صالحا الا ازددت به درجة
ورفعة ثم لعلك ان تخلف حتى ينتفع بك اقوام ويضر بك آخرون اللهم امض لاصحابي هجرتهم ولا تردهم
على اعقابهم لكن البائس سعد بن خولة يرثي له رسول الله صلى الله عليه وسلم ان مات بمكة

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے سال میری بیمار پرسی کے لئے تشریف لایا کرتے تھے جو اس سال مجھے
بیماری زیادہ ہوگئی تھی"۔ میں نے عرض کیا میری بیماری انتہا کو پہنچ گئی ہے اور میں مال دار ہوں میری وارث صرف
ایک بیٹی ہے کیا میں اپنا دو تہائی مال صدقہ کردوں؟ آپ نے فرمایا نہیں میں نے عرض کیا آدھا مال صدقہ کردوں؟
پھر آپ نے فرمایا تہائی مال صدقہ کرنا کافی ہے
فرمایا نہیں۔
اور تہائی بھی صدقہ بڑا یا زیادہ ہے اگر تو اپنے وارثوں کو مال دار چھوڑ جائے وہ اس سے بہتر ہے کہ ان کو بھوکے
چھوڑ جائے کہ وہ ہاتھ پھیلا کر لوگوں سے مانگتے پھریں بے شک تو ہرگز مال خرچ نہ کرے گا جس سے تو اللہ کی
رضاء چاہتا ہو مگر اس پر تجھے اجر دیا جائے گا حتی کہ تو جو اپنی بیوی کے منہ میں ڈالے گا"۔ میں نے عرض کیا یا رسول
اللہ! میں اپنے ساتھیوں کے بعد مکہ میں پیچھے چھوڑ دیا جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا تو ہرگز پیچھے نہیں رہے گا پس جو کوئی
اچھا کام کرے گا مگر اس کی وجہ سے تیرا درجہ اور مرتبہ زیادہ ہوگا۔ پھر تو شائد مکہ میں زندہ رہے گا حتی کہ
تیرے سبب ایک قوم نفع اٹھائے گی اور دوسرے لوگ ضرر پائیں گے اے اللہ! میرے صحابہ کی ہجرت پوری کر اور
ان کو ایڑیوں کے بل نہ لوٹا مگر شدید محتاج تنگ حال سعد بن خولی پر افسوس کیا کرتے تھے کہ وہ مکہ میں فوت ہوگئے۔

۱۲۲۱ —— **شرح: یرثی لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ** یہ
زہری کا کلام ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن خولہ
کے لئے افسوس کیا کہ وہ مکہ میں فوت ہوگئے حالانکہ انکی خواہش یہ تھی کہ مکہ کے باہر کسی اور علاقہ میں فوت ہوں"،
کیونکہ صحابہ کرام نے اپنے اوطان کو صرف اللہ کی رضاء کے لئے ترک کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر
ہجرت کی وہ نہیں چاہتے تھے کہ جس علاقہ کو اللہ کی رضاء کے لئے چھوڑا ہے پھر وہاں لوٹ جائیں یا وہاں رہیں لیکن
سعد بن خولہ مکہ میں بیمار ہوگئے اور وہیں فوت ہوگئے حالانکہ ان کی خواہش تھی کہ وہ غیر مکہ میں فوت ہوں مگر ایسا
نہ ہوا اس لئے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں اس کی موت پر افسوس کیا"۔ علماء نے اس حدیث کی صحت پر
اتفاق کیا ہے اور وصیت کے بارے میں جمہور فقہاء نے اس حدیث کو اساس قرار دیا ہے کہ ایک تہائی سے زیادہ
وصیت نہ کی جائے اور مستحب یہ ہے کہ ایک تہائی سے کم وصیت کرے اور تمام علماء کا اتفاق ہے کہ ایک تہائی
مال سے زیادہ وصیت جائز نہیں"۔ اور اگر کسی کا کوئی بھی وارث نہ ہو جو نسب یا نکاح کے اعتبار سے ہو
تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کا سارا مال وصیت میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ امام ابو حنیفہ

بَابُ مَا يُنْهٰى مِنَ الْحَلْقِ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ

وَقَالَ الْحَكَمُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ حَمْزَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جَابِرٍ اَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُخَيْمِرَةَ حَدَّثَهُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ وَجِعَ اَبُوْ مُوْسٰى وَجَعًا فَغُشِيَ عَلَيْهِ وَرَاْسُهُ فِيْ حَجْرِ امْرَاَةٍ مِنْ اَهْلِهِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يَرُدَّ عَلَيْهَا شَيْئًا فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ اَنَا بَرِيْءٌ مِمَّنْ بَرِئَ مِنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِيْءٌ مِنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَّةِ

اور ان کے تلامذہ، امام احمد اور امام مالک رضی اللہ عنہم بھی یہی کہتے ہیں "، بیوی سے ملاعبت اور مسرّت کے وقت اس کے منہ میں لقمہ ڈالنا دنیاوی لذت و سرور اور نفسانی خواہش ہے اور یہ اللہ کی طاعت سے بعید ہے جو اس کی رضا کے لئے ہو جب اس پر بھی مسلمان کو ثواب حاصل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کو معمول بنا لینے سے بطریق اولیٰ ثواب حاصل ہوگا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اموات کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں نقل کرنا مکروہ ہے ورنہ سعد بن خولی رضی اللہ عنہ کو ضرور نقل کیا جاتا "، اور مدینہ منورہ پہنچا دیا جاتا اگر یہ سوال ہو کہ ابن ماجہ نے عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے روائت کی کہ جناب رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلّم نے مراثی (مرثیہ خوانی) سے منع فرمایا۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے تو سرورِ کائنات صلیٰ اللہ علیہ وسلّم نے کیسے سعد بن خولی کی مرثیہ خوانی کی اس کا جواب یہ ہے کہ مرثیہ کا ایک معنیٰ افسوس ہے۔ اس اعتبار سے بخاری نے اسے ذکر کیا اور دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ میّت کے محاسن بیان کر کے لوگوں کو رونے اور چلانے پر برانگیختہ کرنا یہ حرام ہے ابن ماجہ کی روائت اسی پر محمول ہے۔ واللہ و رسولہ اعلم!

"**فائدہ**" اس حدیث میں نبوّت کی دلیل ہے کہ آپ نے خبر دی کہ سعد بن ابی وقاص اس مرض میں فوت نہ ہوں گے ان کی زندگی سے مسلمانوں کو نفع ہوگا اور مشرکین نقصان اُٹھائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہُوا وہ اس کے بعد چالیس برس سے زیادہ مدّت زندہ رہے اور عراق وغیرہ کے بلاد فتح کئے اور مسلمانوں کو بہت مالِ غنیمت حاصل ہُوا "، مجمع البحار میں ہے کہ اللہ اور رسُول کے کلام میں لفظ "لَعَلّ" تحقیق کے لئے ہوتا ہے۔ علّامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا لعل کا معنیٰ ترجی ہے مگر جب یہ اللہ۔ اس کا رسول اور اس کے اولیاء کے کلام میں آئے تو اس کا معنیٰ تحقیق ہوتا ہے "، واللہ اعلم!

باب —— مصیبت کے وقت بال منڈوانے سے ممانعت"

ابو بردہ بن ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابو موسیٰ سخت بیمار ہو گئے اور ان کو غشی آگئی جبکہ ان کا سر اس کے گھر والوں میں سے ایک عورت کی گود میں تھا ابو موسیٰ اس عورت کو روک نہ سکے جب ہوش میں آئے تو کہا میں اِن لوگوں سے بے زار ہوں جن سے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے زار ہیں رسُول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلّم نوحہ کرنے والی، بال منڈ وانے والی اور گریبان چاک کرنے والی عورتوں سے بے زار ہیں۔

١٢٢٢ بَابٌ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ بَابُ مَا يُنْهٰى

١٢٢٣ مِنَ الْوَيْلِ وَدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ

باب — جو کوئی گالوں کو پیٹے وہ ہم میں سے نہیں

۱۲۲۲ — ترجمہ : حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی کہ آپ نے فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں جو اپنی گالوں کو پیٹے، کپڑے پھاڑے اور جاہلیت کی سی آوازیں دے۔

۱۲۲۲ — شرح : امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بَابُ مَا يُنْهٰى مِنَ الْحَلْقِ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ کے باب میں "حَدَّثَنَا" نہیں کہا کیونکہ اُنھوں نے یہ بطور مذاکرہ سُنا تھا بطورِ نقل روائت نہیں سُنا تھا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس روائت کے اسناد میں ابن مخیمرہ ہیں اور امام بخاری ان سے منقول روائت کی تحدیث نہیں کرتے، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ان افعال کے مرتکب لوگوں سے بے زاری کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ اس شخص کے اس فعل سے بیزار ہیں اور اس سے راضی اور خوش نہیں" امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا مصیبت کے وقت چلّانا، نوحہ کرنا، رخساروں کا پیٹنا، گریبان چاک کرنا، منہ چھیلنا، بال پھیلانا، واویلا کرنا اور ہلاک ہو جائے مرجائے کہنا بالاتفاق حرام ہے بعض نے انھیں مکروہ تحریمی کہا ہے۔ واللہ و رسولہ اعلم!

باب — مصیبت کے وقت واویلا کرنا، جاہلیّت کی پکار کرنے کی ممانعت "

ترجمہ : حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جو کوئی رخساروں کو پیٹے، گریبان چاک کرے اور جاہلیّت کی باتیں کرے وہ ہم میں سے نہیں"

۱۲۲۴ حَدَّثَنَا بَابُ مَنْ جَلَسَ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا جَاءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرٍ وَابْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ وَأَنَا أَنْظُرُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ شَقِّ الْبَابِ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ فَأَمَرَهُ أَنْ يَنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ لَمْ يُطِعْنَهُ فَقَالَ انْهَهُنَّ فَأَتَاهُ الثَّالِثَةَ قَالَ وَاللهِ غَلَبْنَنَا يَا رَسُولَ اللهِ فَزَعَمَتْ أَنَّهُ قَالَ فَاحْثُ فِي أَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ فَقُلْتُ أَرْغَمَ اللهُ أَنْفَكَ لَمْ تَفْعَلْ مَا أَمَرَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ تَتْرُكْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ

باب — جو مصیبت کے وقت بیٹھا جبکہ اس میں غم کا اثر ظاہر ہو

۱۲۲۴ — ترجمہ : عمرہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اُنھوں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ جب نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زید بن حارثہ جعفر طیار اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کے شہید ہو جانے کی خبر پہنچی تو آپ اس طرح بیٹھے کہ آپ سے غم کے اثرات پہچانے جاتے تھے اور میں دروازے کے سوراخ سے دیکھ رہی تھی،، آپ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا جعفر کی عورتیں اور ان کے رونے کا ذکر کیا آپ نے اسے حکم دیا کہ اُن کو رونے سے روکے وہ گیا اور پھر آپ کے پاس دوسری بار آیا جبکہ عورتوں نے اس کی بات نہیں مانی تھی۔ آپ نے فرمایا ان کو منع کرو وہ آپ کے پاس تیسری بار آیا اور کہا بخدا یا رسول اللہ! وہ ہم پہ غالب آ گئی ہیں ام المؤمنین نے کہا کہ آپ نے فرمایا ان کے موہنوں میں مٹی ڈالو (ام المؤمنین) میں نے کہا اللہ تیری ناک خاک آلود کرے جس کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے حکم دیا ہے تو نے وہ نہ کیا اور نہ ہی آپ کو پریشان کرنے سے رک رہا ہے،،

۱۲۲۴ — تشریح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار کا لشکر شام کی طرف بھیجا اور ان پر زید بن حارثہ، جعفر طیار اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کو امیر بنایا اور ان کو الوداع کے وقت زید کے ہاتھ جھنڈا دے کر فرمایا اگر زید شہید ہو جائے تو جھنڈا جعفر طیار پکڑے اور اگر جعفر طیار شہید ہو جائے تو عبد اللہ بن رواحہ جھنڈا پکڑے جب صحابہ کرام کا لشکر وہاں پہنچا تو ہرقل ایک لاکھ رومی لشکر لے کر مقابلہ میں آیا اور ان کے ساتھ لخم، جزام، قین اور بہراء کے قبائل کے لوگ ایک لاکھ کی تعداد میں مل گئے جب لڑائی شروع ہوئی تو حضرت زید نے جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا ہاتھ میں لے کر خوب لڑائی کی حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے اور جعفر طیار نے جھنڈا ہاتھ میں لے لیا اور لڑائی کرتے کرتے وہ بھی شہید ہو گئے پھر عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ

۱۲۲۵ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَنَتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا حِيْنَ قُتِلَ الْقُرَّاءُ فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَزِنَ حُزْنًا قَطُّ أَشَدَّ مِنْهُ

عنہ نے جھنڈا پکڑا اور وہ بھی شہید ہو گئے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا مدینہ منورہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو تینوں سپہ سالاروں کے شہید ہو جانے کی خبر دی اور آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، " پھر فرمایا اب اللہ کی تلواروں میں سے تلوار نے جھنڈا پکڑ لیا حتیٰ کہ ان کے ہاتھ پر مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی "، یہ جنگ موتہ ہے اس میں لڑائی کے تمام کوائف سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں دیکھ رہے تھے " اور آپ کی برکت اور فیضان سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نہاوند میں مسلمانوں کے لشکر کو دیکھ کر ان کی مدد کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے نبیوں اور ولیوں کو وسعتِ بصارت عطاء فرمانا اس کی قدرت سے بعید نہیں جبکہ سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی کو تین ۳ میل سے اور سلیمان علیہ السلام کے ہدہد کو زمین کے نیچے پانی دیکھنے کی طاقت عطاء فرمائی "، ۔۔ اس لڑائی میں بارہ ۱۲ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے تعجب ہے کہ اس لڑائی میں تین ہزار ۳ مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے راہ میں دو لاکھ رومیوں کا مقابلہ کیا جن میں ایک لاکھ رومی اور ایک لاکھ عرب کے نصاریٰ تھے اور دو لاکھ کا لشکر تین ہزار مسلمانوں کے سامنے قدم نہ جما سکا "،

نساءِ جعفر سے مراد ان کی بیوی اسماء بنت عمیس اور اس کے اقارب اور حضرت جعفر طیار کی اقارب عورتیں ہیں۔ علامہ قرطبی نے کہا کہ عورتوں کا رونے سے خاموش نہ ہونا اس لئے تھا کہ اس شخص نے صراحتہ نہ کہا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو رونے سے منع فرماتے ہیں اُنھوں نے یہی خیال کیا تھا کہ یہ شخص اپنی طرف سے کہہ رہا ہے یا ان کو معلوم تو ہو گیا تھا مگر شدتِ مصیبت کے باعث ان پر رنج و غم کا غلبہ تھا علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے مستحسن کہا ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ عورتیں صرف روتی تھیں نوحہ نہ کرتی تھیں کیونکہ صحابیات سے یہ بات بعید ہے کہ بار بار منع کرنے کے باوجود حرام پر مصر رہیں چونکہ ان کا رونا نوحہ سے خالی تھا اور اس سے نہی محض تنزیہہ کے لئے ہے تحریم کے لئے نہیں اس لئے شدتِ حزن کے باعث وہ روتی رہیں علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس شخص نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے منع نہ کیا ہو اور خود اپنی طرف سے کہا ہو اس لئے اُنھوں نے اس کی بات نہ مانی۔ واللہ ورسولہ اعلم!

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ افسوس کے لئے نہایت سکون و وقار سے بیٹھنا چاہیئے "، اور ہر شخص کا صبر اس کے حال کے اعتبار سے ہے اور پردہ دار عورتیں اجنبی لوگوں کو دیکھ سکتی ہیں اور تاکید کے لئے قسم کھانی جائز ہے۔ واللہ اعلم!

ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ

بَاب مَنْ لَمْ يُظْهِرْ حُزْنَهُ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ الْقُرَظِيُّ الْجَزَعُ الْقَوْلُ السَّيِّئُ وَالظَّنُّ السَّيِّئُ وَقَالَ يَعْقُوبُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ

۱۲۲۶ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ اشْتَكَى ابْنٌ لِأَبِي طَلْحَةَ قَالَ فَمَاتَ وَأَبُو طَلْحَةَ خَارِجٌ فَلَمَّا رَأَتِ امْرَأَتُهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ هَيَّأَتْ شَيْئًا وَنَحَّتْهُ فِي جَانِبِ الْبَيْتِ فَلَمَّا جَاءَ أَبُو طَلْحَةَ قَالَ كَيْفَ الْغُلَامُ قَالَتْ قَدْ هَدَأَتْ نَفْسُهُ وَأَرْجُو أَنْ يَكُونَ قَدِ اسْتَرَاحَ وَظَنَّ أَبُو طَلْحَةَ أَنَّهَا صَادِقَةٌ قَالَ فَبَاتَ فَلَمَّا أَصْبَحَ اغْتَسَلَ فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ أَعْلَمَتْهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ فَصَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا كَانَ مِنْهُمَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُبَارِكَ لَهُمَا فِي لَيْلَتِهِمَا قَالَ سُفْيَانُ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَرَأَيْتُ تِسْعَةَ أَوْلَادٍ كُلُّهُمْ قَدْ قَرَأَ الْقُرْآنَ

دعاء قنوت پڑھی جبکہ قاری شہید ہوگئے میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی اس سے زیادہ غمناک نہیں دیکھا ،،

باب — جس نے مصیبت کے وقت غم کا اظہار نہ کیا

اور محمد بن کعب قرظی نے کہا "جزع" بری بات اور برا گمان ہے ،، سیدنا یعقوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ۔ میں اپنے رنج وغم کا شکوی صرف اللہ تعالیٰ سے کرتا ہوں "۔

۱۲۲۶ — ترجمہ : اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے انس بن مالک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابوطلحہ کا بیٹا بیمار ہوگیا اور فوت ہوگیا جبکہ ابوطلحہ باہر گئے ہوئے تھے جب ان کی بیوی "ام سلیم" نے دیکھا کہ بچہ فوت ہوگیا ہے تو اس نے اپنی زینت وغیرہ کی اور بچہ گھر کے ایک کونے میں علیحدہ رکھ دیا ،، جب ابوطلحہ آئے تو کہا بچہ کا کیا حال ہے ام سلیم نے کہا اس کی طبیعت کو سکون ہے ۔ مجھے امید ہے کہ وہ آرام کر چکا ہے ابوطلحہ نے یہ گمان کیا کہ وہ اپنے بیان میں سچی ہے ۔ انھوں نے جماع کر لیا جب صبح ہوئی تو ابوطلحہ نے غسل کیا اور جب باہر جانے کا ارادہ کیا تو ام سلیم نے ان کو بتایا کہ بچہ فوت ہوگیا ہوا ہے ۔ ابوطلحہ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی پھر آپ کو اس واقعہ کی خبر دی جو ان دونوں سے ہو چکا تھا ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شائد اللہ تعالیٰ تم دونوں کے لئے تمہاری رات میں برکت فرمائے گا ۔ سفیان نے کہا ایک انصاری شخص نے کہا میں نے ان دونوں کے نو بچے دیکھے وہ سب کے سب قرآن پاک کے قاری تھے ،،

۱۲۲۵ تا ۱۲۲۶

شرح: سرورِ کائنات صلیّ اللہ علیہ وسلّم کے پاس عامر بن مالک آیا جبکہ وہ مسلمان نہ تھا اور کہا اگر آپ اہلِ نجد کی طرف کچھ لوگ بھیجیں جو لوگوں کو تبلیغ کریں تو بہتر رہے گا جناب رسُول اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا مجھے ڈر ہے کہ وہ لوگ انہیں قتل کر دیں گے عامر نے کہا میں ان کی حفاظت کروں گا آپ ان کو بھیج دیں جناب رسُول اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلّم نے ستّر قاری بھیج دیئے جو بہت بڑے بہادر اور افاضل تھے اور منذر بن حکیم کو ان کا امیر بنایا جب وہ بیرِ معونہ پہنچے تو اُنھوں نے عامر بن طفیل کی طرف جناب رسُول اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلّم کا خط بھیجا اس نے خط کی طرف توجہ نہ کی اور قاصد کو قتل کر دیا اور عصیّہ، رعل اور ذکوان "قبائل" سے ایک لشکر تیار کیا اور ان پر حملہ کر کے اکثر کو قتل کر دیا،، چونکہ تبلیغ کا فریضہ اہم تھا اس لئے قرآء کا بھیجنا اہم تھا تاکہ کفار قیامت میں یہ نہ کہیں کہ "ہمارے پاس کوئی مبلّغ ڈرانے والا نہیں آیا،، اس لئے ان کی شہادت کا علم ہونے کے باوجود حضرات قرّاء کو نجد کی طرف برائے تبلیغ بھیجا تھا۔ بعض کا یہ کہنا کہ اگر سیّد عالم صلیّ اللہ علیہ وسلّم کو علم ہوتا کہ وہ لوگ ان کو قتل کر دیں گے تو ان کو ہرگز نہ بھیجتے صحیح نہیں کیونکہ یہودیوں نے ایک دن میں ستّر انبیاء کو قتل کر دیا تھا کیا اللہ تعالیٰ کو ان کے قتل کا علم نہ تھا؟ دراصل تبلیغ کا فریضہ اہم ہے اس لئے اس کی تکمیل کے لئے انبیاء علیہم السّلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جان کی بازی لگانی پڑی۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو علم تھا کہ ان میں سے ستّر صحابہ اُحُد کی جنگ میں قتل ہو جائیں گے (ترمذی) اس کے باوجود وہ جنگ میں حاضر ہوئے اور جامِ شہادت نوش کرنے والے یہ صحابہ کرام بھی ستّر ہی تھے،، معلوم ہُوا کہ کسی اہم امر کو سرانجام دینے کے لئے جس میں ہلاکت یقینی ہو، اقدام علم کے منافی نہیں،،

حدیث ۱۲۲۶ میں ابو طلحہ "زید بن سہل" انصاری ہیں ان کی بیوی ام سلیم "انس بن مالک کی والدہ" ہے،، ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ام سلیم رضی اللہ عنہا کی، سکونِ نفس سے مراد موت تھی اس میں وہ یقیناً سچی تھی۔ ابو طلحہ نے نفسِ سکون سمجھا تھا کہ بچہ بیماری سے نجات پاکر آرام کر رہا ہے،، سیّد عالم صلیّ اللہ علیہ وسلّم نے ان کے لئے برکت کی دعاء فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو نو ۹ بچے عطا فرمائے جو سب کے سب نیک، فاضل اور قاری تھے،، یہ اللہ کا انعام تھا جو ان کو صبر کرنے کی بدولت نصیب ہُوا،، علاّمہ قابسی نے کہا بچہ فوت ہونے کے بعد جب اُنھوں نے رات جماع کیا تو ام سلیم اسی رات حاملہ ہوگئیں اور عبد اللہ بن ابی طلحہ پیدا ہُوا اور نَو افراد عبد اللہ کی اولاد ہیں،،

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مصیبت کے وقت رنج و غم کا اظہار نہیں کرنا چاہیے اور عورت کو اپنے شوہر کے لئے زینت کرنا چاہیے،، واللہ ورسولہ اعلم!

بَابُ الصَّبْرِ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى وَقَالَ عُمَرُ نِعْمَ الْعِدْلَانِ وَنِعْمَ الْعِلَاوَةُ الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيْبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ أُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ وَقَوْلُهُ تَعَالٰى وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ

۱۲۲۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولٰى

باب — صبر ابتداء صدمہ کے وقت

اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دو عدل کس قدر اچھے ہیں اور علاوہ کس قدر اچھا ہے ،، کہ جن لوگوں کو جب کوئی مصیبت آئے تو وہ کہتے ہیں " ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں ،، ان لوگوں پہ ان کے رب کی مہربانیاں اور رحمتیں ہیں اور وہی لوگ ہدائت پانے والے ہیں ،، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ،، اور صبر اور نماز سے مدد چاہو اور بے شک نماز بھاری ہے مگر ان لوگوں پر جو اللہ سے ڈرتے ہیں " ان پر نماز بھاری نہیں ،،

۱۲۲۷ — ترجمہ : ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے انس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے روائت کرتے ہُوئے سُنا کہ آپ نے فرمایا کہ صبر وہی ہے جو ابتداء صدمہ میں ہو۔

۱۲۲۷ — تشریح : اللہ تعالیٰ نے صابر لوگوں سے خبر دی کہ وہ مصیبت آنے پر اِنّا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ بھی خبر دی کہ ان لوگوں پر اللہ کی رحمتیں ہیں اور وہ ان انعامات کے مستحق صبر کی وجہ سے ہوئے ہیں جو وہ اچانک مصیبت پہنچنے کے وقت صبر کرتے تھے کیونکہ صبر وہی محمود و معتبر ہوتا ہے جو اچانک مصیبت پہنچنے کے وقت کیا جائے وقت گذرنے پر آہستہ آہستہ اطمینان ہو جایا کرتا ہے اور یہ انسان کی فطرت ہے — لہٰذا یہ صبر محمود نہیں - اس طرح اثر کی باب کے عنوان سے مناسبت ہے — ،، نعم العِدلان اور نعم العِلاوہ دونوں مکسور العین ہیں۔ یہ صبر پر جزاء کی مثال بیان کی گئی ہے کیونکہ عِدل اونٹ کا آدھا بوجھ ہے اور پورا بوجھ عِدلان ہوتے ہیں اور عِدلان کے درمیان رکھا ہُوا بوجھ علاوہ ہوتا ہے اس طرح اونٹ پر کوئی جگہ باقی نہیں رہتی جہاں کوئی شئ رکھی جائے اسی طرح اچانک مصیبت پہنچنے والے کو وافر ثواب دیا جاتا ہے ،، اور آئت کریمہ میں عِدلان سے مراد

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا بک لمحزونون وقال ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم تدمع العین ویحزن القلب

۱۲۲۸ حدثنا الحسن بن عبد العزیز قال حدثنا یحیی بن حسان قال حدثنا قریش ھو ابن حیان عن ثابت عن انس بن مالک قال دخلنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ابی سیف القین وکان ظئرا لابراھیم فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابراھیم فقبلہ وشمہ ثم دخلنا علیہ بعد ذلک وابراھیم یجود بنفسہ فجعلت عینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تذرفان فقال لہ عبد الرحمن بن عوف وانت یا رسول اللہ فقال یا ابن عوف انھا رحمۃ ثم اتبعھا باخری فقال ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون رواہ موسی عن سلیمان بن المغیرۃ عن ثابت عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

صلوات اور رحمت ہے اور علاوہ سے مراد "اولئک ھم المھتدون" ہے،، مہلب نے کہا یہاں "عدلان" انا للہ و انا الیہ راجعون ہیں اور ان پر ثواب علاوہ ہے بعض علماء کہتے ہیں "عدلان" صلوات اور رحمت ہے اور "علاوہ" اہتداء ہے،، بعض حکماء کہتے ہیں انسان کو نفس مصیبت پہنچنے پر ثواب نہیں ملتا کیونکہ مصیبت کا آنا انسان کے بس کی بات نہیں مسلمانوں کی طرح کافروں کو بھی مصائب پہنچتے ہیں ثواب تو صرف حسن نیت اور ثواب سمجھتے ہوتے ہوئے صبر جمیل پر مرتب ہوتا ہے۔ واللہ اعلم!

باب — نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "اے ابراہیم ہم تیری جدائی کے باعث غمزدہ ہیں اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمزدہ ہے"

۱۲۲۸ — ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ابو سیف لوہار کے پاس گئے اور وہ ابراہیم رضی اللہ عنہ کی رضاعی ماں کے شوہر تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم علیہ السلام کو پکڑا اور بوسہ دے کر ان کو سونگھا پھر اس کے بعد ہم ابو سیف لوہار کے پاس گئے اور ابراہیم علیہ السلام اپنی جان دے رہے تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تو عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا اور آپ یا رسول اللہ،، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عوف کے بیٹے یہ رحمت ہے۔ پھر اس کے بعد روئے اور فرمایا بے شک آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل رنجیدہ ہے اور ہم نہیں

باب البكاء عند المريض حدثنا اصبغ عن ابن وهب قال اخبرني عمرو عن سعيد بن الحرث الانصاري عن عبد الله بن عمر قال اشتكى سعد بن عبادة شكوى له فاتاه النبي صلى الله عليه وسلم يعوده مع عبد الرحمن بن عوف وسعد بن ابي وقاص وعبد الله بن مسعود فلما دخل عليه فوجده في غاشية اهله فقال قد قضى فقالوا لا يا رسول الله فبكى النبي صلى الله عليه وسلم فلما راى القوم بكاء النبي صلى الله عليه وسلم بكوا فقال الا تسمعون ان الله لا يعذب بدمع العين ولا بحزن القلب ولكن يعذب بهذا واشار الى لسانه او يرحم وان الميت يعذب ببكاء اهله عليه وكان عمر يضرب فيه بالعصا ويرمي بالحجارة ويحثي بالتراب ۱۲۲۹

کہتے مگر جس سے ہمارا رب خوش ہو اور ہم اے ابراہیم تیرے فراق کے باعث رنجیدہ اور غمزدہ ہیں اس کی موسیٰ بن سلیمان بن مغیرہ نے ثابت سے انھوں نے انس سے انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔"

۱۲۲۸ — شرح : ابو سیف کا نام براء بن اوس ہے وہ انصاری ہیں،، ان کی بیوی ام بُردہ "خولہ بنت منذر" انصاریہ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو دودھ پلایا تھا۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا آب دیدہ ہونا شفقت اور رحمت کی وجہ سے تھا جزع فزع پر مبنی نہ تھا،، قولہ،، **ثم اتبعھا** ،، سے مراد یہ ہے کہ آپ دوبارہ روئے یا آپ نے دوبارہ فرمایا کہ یہ رحمت ہے،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بچوں پر شفقت کرنی اور ان کا بوسہ لینا مستحب ہے اور محض رونے میں کوئی حرج نہیں جبکہ اس کے ساتھ واویلا نہ ہو" اور دل کے غم کا اظہار جائز ہے،، واللہ ورسولہ اعلم!

باب — مریض کے پاس رونا

۱۲۲۹ — ترجمہ : عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ سعد بن عبادہ سخت بیمار ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عبد الرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے،، جب ان کے پاس پہنچے تو ان کو گھر والوں میں بیہوش پایا آپ نے فرمایا کیا انتقال ہو گیا ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں یا رسول اللہ! تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور جب لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رونا دیکھا تو وہ بھی رو پڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم سنتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ آنکھ کے رونے سے عذاب نہیں دیتا اور نہ دل کے غمزدہ ہونے سے عذاب دیتا ہے لیکن اس کی وجہ سے عذاب دیتا ہے اور اپنی زبان شریف

۱۲۳۰ **باب** مَا يُنْهَى عَنِ النَّوْحِ وَالْبُكَاءِ وَالزَّجْرِ عَنْ ذٰلِكَ **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُوْلُ لَمَّا جَاءَ قَتْلُ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَفُ فِيْهِ الْحُزْنُ وَأَنَا أَطَّلِعُ مِنْ شَقِّ الْبَابِ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ أَيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ فَأَمَرَهُ أَنْ يَنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ الرَّجُلُ ثُمَّ أَتَى فَقَالَ قَدْ نَهَيْتُهُنَّ وَذَكَرَ أَنَّهُ لَمْ يُطِعْنَهُ فَأَمَرَهُ الثَّانِيَةَ أَنْ يَنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ ثُمَّ أَتَاهُ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ غَلَبْنَنِي أَوْ غَلَبْنَنَا الشَّكُّ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَوْشَبٍ فَزَعَمَتْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاحْثُ فِي أَفْوَاهِهِنَّ مِنَ التُّرَابِ فَقُلْتُ أَرْغَمَ اللّٰهُ أَنْفَكَ فَوَاللّٰهِ مَا أَنْتَ بِفَاعِلٍ وَمَا تَرَكْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ

کی طرف اشارہ فرمایا یا رحم کرتا ہے،، بے شک میت کو اس کے گھر والوں کا اس پہ رونے سے عذاب ہوتا ہے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس بارے میں ”نوحہ کرنے والوں کو،، لاٹھی اور پتھروں سے مارتے اور ان کے منہ میں خاک ڈالتے تھے،،

۱۲۲۹ — **شرح** : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ افضل او اعلیٰ کا مفضول کی عیادت کرنا مستحب ہے اور بری شئی سے منع کرنا چاہیئے اور مریض کے پاس نوحہ کے بغیر رونا جائز ہے۔ اگر ایک شخص روئے تو دوسرے اس کی پیروی کرتے ہوئے رو سکتے ہیں اگر یہ کہا جائے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیوں روئے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اُن کا رونا میت پر نہ تھا بلکہ زندہ پر تھا اور جس رونے سے منع کیا گیا ہے وہ میت پر نوحہ کے ساتھ رونا ہے جو شریعت میں جائز نہیں۔

باب — نوحہ کرنے اور رونے سے منع کرنا اور اس میں زجر کرنا“

۱۲۳۰ — **ترجمہ** : عمرہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ جب زید بن حارثہ جعفر طیار اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کے قتل ہونے کی خبر پہنچی تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے اور آپ کی ذات کریمہ سے حزن و رنج ظاہر ہو رہا تھا میں دروازے کے سوراخ سے دیکھ رہی تھی۔ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اور جعفر کی عورتیں اور اُن کا رونا ذکر کیا آپ نے اسے فرمایا کہ ان کو ”رونے سے“ منع کرے وہ شخص گیا اور پھر آیا اور کہا میں نے ان کو منع کیا ہے اور ذکر کیا کہ وہ اس کی بات تسلیم نہیں کرتیں آپ نے اس کو دوبارہ فرمایا کہ ان کو منع کرے وہ شخص گیا اور پھر آیا اور کہا بخدا وہ مجھ پہ غالب آگئی ہیں یا وہ ہم پر غالب آگئیں۔ محمد بن حوشب نے شک کیا ہے،، ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے مونھوں میں خاک ڈالو میں نے کہا اللہ تیری ناک خاک آلود کرے بخدا نہ تو وہ کرنے والا ہے (جس کا حکم تجھے دیا گیا ہے) اور نہ ہی تو نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مشقت چھوڑی“

حدثنا عبد الله بن عبد الوهاب قال حدثنا حماد قال حدثنا ایوب عن محمد عن ام عطیة قالت اخذ علینا النبی صلی
۱۲۳۱ اللہ علیہ وسلم عند البیعة ان لا ننوح فما وفت منا امرأة غیر خمس نسوة ام سلیم وام العلاء وابنة
ابی سبرة امرأة معاذ وامرأتان او ابنة ابی سبرة وامرأة معاذ وامرأة اخری **باب** القیام للجنازة
۱۲۳۲ **حدثنا** علی بن عبد اللہ قال حدثنا سفین قال حدثنا الزهری عن سالم عن ابیه عن عامر بن ربیعة
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا رایتم الجنازة فقوموا حتی تخلفکم قال سفین قال الزهری اخبرنی سالم عن ابیه
قال اخبرنا عامر بن ربیعة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم زاد الحمیدی حتی تخلفکم او توضع

۱۲۳۱ ـــ **ترجمہ** : ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کرتے وقت ہم سے یہ عہد لیا کہ ہم نوحہ نہ کریں۔ ہم میں سے پانچ عورتوں ام سلیم، ام علا، حضرت معاذ کی بیوی بنت ابی سبرہ، دو عورتیں یا بنت ابی سبرہ اور حضرت معاذ کی بیوی اور ایک اور عورت کے سوا کسی عورت نے عہد کی ایفاء نہ کی ''

۱۲۳۱ ـــ **تشریح** : ان پانچ صحابیات رضی اللہ عنہن کے سوا باقی نساء جنہوں نے بیعت کرنے کے وقت ترک نوحہ کا اقرار کیا تھا ان سے ترک نوحہ کی ایفاء نہ ہوسکی اور اُن سے مجبوراً نوحہ ہوگیا، اُنھوں نے عمداً نوحہ نہ کیا تھا کیونکہ یہ صحابیہ کی شان سے بعید ہے اس کا معنیٰ یہ نہیں کہ پانچ عورتوں کے سوا مسلمان عورتوں نے نوحہ ترک نہ کیا ''

باب ـــ جنازہ کے لئے کھڑا ہونا ''

۱۲۳۲ ـــ **ترجمہ** : عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہوجاؤ حتیٰ کہ وہ تمہیں پیچھے چھوڑ جائے۔ سفیان نے کہا کہ زہری نے کہا مجھے سالم نے اپنے باپ سے خبر دی اُنھوں نے کہا ہم کو عامر بن ربیعہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر دی ''، حمیدی نے یہ اضافہ کیا حتیٰ کہ وہ تم کو پیچھے چھوڑ جائے یا اس کو زمین پر رکھا جائے ''

۱۲۳۲ ـــ **تشریح** : اس حدیث سے بعض علماء نے استدلال کیا کہ جنازہ کے لئے کھڑا ہونا واجب ہے اور جب تک لوگوں کے کندھوں سے اُتار کر زمین پر نہ رکھا جائے بیٹھنا ممنوع ہے۔ امام احمد اور امام اوزاعی رحمہما اللہ کا مسلک بھی یہی ہے۔ امام ابوحنیفہ امام مالک، امام شافعی اور امام ابویوسف رضی اللہ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ جنازے کے لئے کھڑا ہونا واجب نہیں اور زمین پر رکھنے سے پہلے بیٹھنا جائز ہے اور جنازے کے لئے کھڑا ہونا منسوخ ہے کیونکہ امام مسلم نے اپنے اسناد سے

بَابٌ مَتٰی یَقْعُدُ اِذَا قَامَ لِلْجَنَازَةِ

۱۲۳۳ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاٰى اَحَدُكُمْ جَنَازَةً فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ مَّاشِيًا مَعَهَا فَلْيَقُمْ حَتّٰى يُخَلِّفَهَا اَوْ تُخَلِّفَهُ اَوْ تُوْضَعَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُخَلِّفَهُ

۱۲۳۴ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا فَمَنْ تَبِعَهَا فَلَا يَقْعُدْ حَتّٰى تُوْضَعَ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے جنازہ کے لئے کھڑے ہوتے تھے پھر کھڑے نہ ہوتے تھے، ابن حبان نے صحیح میں کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو جنائز کے لئے کھڑا ہونے کا حکم فرماتے تھے پھر اس کے بعد بیٹھے رہنے کا حکم دیا،، ابو معمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارے پاس سے ایک جنازہ گزرا میں کھڑا ہو گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا تمہیں یہ فتویٰ کس نے دیا ہے۔ میں نے کہا ابو موسیٰ اشعری نے یہ کہا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک بار کھڑے ہوئے ہیں۔ جب یہ منسوخ ہو گیا تو آپ نے کھڑا ہونے سے منع فرما دیا۔ واللہ و رسولہ اعلم!

باب — جب جنازہ کے لئے کھڑا ہو تو کب بیٹھے

۱۲۳۳ — ترجمے: عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا تم میں سے جب کوئی جنازہ دیکھے اگر وہ اس کے ہمراہ نہ جا رہا ہو تو کھڑا ہو جائے حتیٰ کہ وہ جنازہ کو پیچھے چھوڑے یا جنازہ اس کے آگے بڑھ جائے یا اس کے آگے بڑھنے سے پہلے اس کو زمین پر رکھ دیا جائے،،

۱۲۳۴ — ترجمہ: سعید مقبری رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انھوں نے کہا کہ ہم ایک جنازہ میں تھے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مروان کا ہاتھ پکڑا اور وہ دونوں جنازہ رکھے جانے سے پہلے بیٹھ گئے،، ابو سعید رضی اللہ عنہ آئے اور مروان کا ہاتھ پکڑا اور کہا کھڑا ہو جا اللہ کی قسم! اس شخص کو معلوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس سے منع فرمایا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا سعید نے سچ کہا ہے،،

۱۲۳۳ - ۱۲۳۴ — تشریح: حضرت ابو ہریرہ اور مروان کا جنازہ زمین پر رکھنے سے پہلے بیٹھنا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ جانتے تھے کہ کھڑے ہونا واجب نہیں اور یہ متروک غیر معمول بہ ہے کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ قیام پر عمل ہو

بَابُ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَا يَقْعُدُ حَتّٰى تُوْضَعَ عَنْ مَنَاكِبِ الرِّجَالِ فَاِنْ قَعَدَ اُمِرَ بِالْقِيَامِ حَدَّثَنَا ۱۲۲۵ اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنَّا فِىْ جَنَازَةٍ فَاَخَذَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ بِيَدِ مَرْوَانَ فَجَلَسَا قَبْلَ اَنْ تُوْضَعَ فَجَاءَ اَبُوْ سَعِيْدٍ قَالَ فَاَخَذَ بِيَدِ مَرْوَانَ فَقَالَ قُمْ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمَ هٰذَا اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ صَدَقَ

باب — جو کوئی جنازہ کے ساتھ جائے تو نہ بیٹھے حتیٰ کہ جنازہ لوگوں کے کندھوں سے اُتارا جائے اگر بیٹھ جائے تو کھڑا ہونے کا حکم دیا جائے “

اور وہ بیٹھ جائیں اور اگر قیام معمول بہ ہوتا تو مروان پر کیسے مخفی رہتا جبکہ جنائز میں بکثرت شرکت ہوتی ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا سعید مقبری کی تصدیق کرنا اس لئے تھا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے جنازہ رکھنے سے قبل بیٹھنے سے منع فرمایا تھا اور ابوہریرہ اور مروان کا بیٹھنا آخر امر کے اعتبار سے تھا جبکہ جنازہ رکھنے سے پہلے قعود کی ممانعت منسوخ ہو گئی — واللہ تعالیٰ اعلم!

۱۲۲۵ — ترجمہ : ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی کہ آپ نے فرمایا جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اور جو شخص اس کے ہمراہ جا رہا ہو وہ نہ بیٹھے حتیٰ کہ اس کو زمین پہ رکھا جائے “

۱۲۲۵ — تشریح : قولہ ” حَتّٰى تُوْضَعَ “ وضع سے مراد زمین پر رکھنا ہے یا لحد میں رکھنا ہے اس میں روایات مختلفہ ہیں۔ ابوداؤد نے سنن میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ” جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اور جو کوئی اس کے ہمراہ ہو وہ نہ بیٹھے حتیٰ کہ اسے رکھا جائے “، سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ذکر کی اور کہا ” حَتّٰى تُوْضَعَ بِالْاَرْضِ “ یعنی حتیٰ کہ زمین پر رکھا جائے اور ابومعاویہ نے سہل سے روائت کی ” حَتّٰى تُوْضَعَ فِى اللَّحْدِ “ ابوداؤد نے کہا سفیان ابومعاویہ سے اَحْفَظْ ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ” حَتّٰى تُوْضَعَ بِالْاَرْضِ “ کی روائت کو اختیار کیا ہے

بَابُ مَنْ قَامَ لِجَنَازَةِ يَهُودِيٍّ حَدَّثَنَا

١٢٣٦ مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِقْسَمٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ مَرَّ بِنَا جَنَازَةٌ فَقَامَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْنَا بِهِ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُودِيٍّ قَالَ فَإِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا

١٢٣٧ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى قَالَ كَانَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ وَقَيْسُ بْنُ سَعْدٍ قَاعِدَيْنِ بِالْقَادِسِيَّةِ فَمَرُّوا عَلَيْهِمَا بِجَنَازَةٍ فَقَامَا فَقِيلَ لَهُمَا إِنَّهَا مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ أَيْ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ فَقَالَا إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتْ بِهِ جَنَازَةٌ فَقَامَ فَقِيلَ لَهُ إِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُودِيٍّ فَقَالَ أَلَيْسَتْ نَفْسًا وَقَالَ أَبُو حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ كُنْتُ مَعَ سَهْلٍ وَقَيْسٍ فَقَالَا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ زَكَرِيَّاءُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ كَانَ أَبُو مَسْعُودٍ وَقَيْسٌ يَقُومَانِ لِلْجَنَازَةِ

قولہ "اُمِر" ماضی مجہول ہے اس کا معنی یہ ہے کہ جس کے پاس سے جنازہ گزرے اگر وہ کھڑا ہو اور پھر بیٹھ جائے تو جنازہ زمین پر رکھنے تک اس کو کھڑا رہنے کا حکم دیا جائے"، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جنازہ میں کھڑا ہونے کا ذکر کیا گیا تو اُنھوں نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے پھر بیٹھ گئے۔ علامہ خطابی نے کہا اس حدیث میں دو معنوں کا احتمال ہے۔ ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کے لئے کھڑا ہوا کرتے تھے جب وہ گزر جاتا تو بیٹھ جاتے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ آپ کچھ عرصہ کھڑے ہوا کرتے تھے پھر اس کے بعد کھڑا نہ ہوتے تھے اس تقدیر پر آپ کا آخری فعل اس بات کی دلیل ہے کہ حدیث میں امر استحباب کے لئے ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ بظاہر امر سے جو وجوب معلوم ہوتا ہے وہ منسوخ ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم۔

باب — جو شخص یہودی کے جنازہ کے لئے کھڑا ہوا"

۱۲۳۶ — ترجمہ : حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا ہمارے پاس سے یہودی کا جنازہ گزرا تو اس کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! وہ تو یہودی کا جنازہ ہے آپ نے فرمایا جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو"۔

۱۲۳۷ — ترجمہ : عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا سہل بن حنیف اور قیس بن سعد دونوں قادسیہ میں بیٹھے ہوئے تھے ان کے پاس سے لوگ جنازہ لے کر گزرے اور وہ دونوں کھڑے ہو گئے ان سے کہا گیا یہ جنازہ تو اہل ارض یعنی اہل ذمہ (یہودی ذمی) کا ہے۔ اُنھوں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے جنازہ گزرا تو آپ کھڑے ہو گئے آپ

بَابُ حَمْلِ الرِّجَالِ الْجِنَازَةَ دُوْنَ النِّسَاءِ

۱۲۳۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وُضِعَتِ الْجِنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى اَعْنَاقِهِمْ فَاِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُوْنِيْ وَاِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ يَا وَيْلَهَا اَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَ لَصَعِقَ

سے عرض کیا گیا کہ یہ یہودی کا جنازہ ہے۔ آپ نے فرمایا کیا یہ نفس نہیں،، ابوحمزہ نے اعمش سے اُنھوں نے عمرو سے اُنھوں نے ابن ابی لیلیٰ سے روائت کرتے ہوئے کہا کہ ابن ابی لیلیٰ نے کہا میں قیس اور سہل کے پاس تھا۔ ان دونوں نے کہا ہم نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور زکریا نے شعبی سے اُنھوں نے ابن ابی لیلیٰ سے روائت کرتے ہوئے کہا کہ ابن ابی لیلیٰ نے کہا ابومسعود اور قیس دونوں جنازہ کے لئے کھڑا ہوا کرتے تھے۔

۱۲۳۶ ، ۱۲۳۷ — تشریح: اہلِ ذمہ سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں، ابنِ بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کیا ذمّی جو مرگیا ہے کا جنازہ نفس نہیں ہے۔ اس کے لئے کھڑا ہونا موت کی صعوبت اور اس کی یاد کے لئے ہے گویا کہ جب اس کے لئے کوئی کھڑا ہو تو اس کی یاد زیادہ ہوتی ہے۔ ایک روائت میں ہے تم اس کے لئے کھڑے نہیں ہوتے تم تو اس کے ہمراہ عذاب کے فرشتوں کے لئے کھڑے ہوتے ہو جنازہ کے لئے کھڑا ہونا موت کی عظمت اور اللہ تعالیٰ کے اجلالِ حکم کے لئے ہے نیز موت میں گھبراہٹ ہوتی ہے۔ قیام سے اس کا استقبال کرنا چاہیئے۔ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا جنازہ کے لئے قیام کا باعث میّت کی تعظیم یا موت کی ہولناکی ہے اور جو شخص میّت کو دیکھے اسے اس سے مرعوب ہو کر مضطرب ہونا چاہیئے۔ بہرحال جنازہ کے لئے قیام ابتداء میں تھا پھر منسوخ ہوگیا یا ان وجوہ کی بناء پر مستحب ہے،، علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا دوسرا اسناد ذکر کرنے سے حدیث کی تقویت کا فائدہ ہے کیونکہ اس میں یہ ہے کہ ہم کھڑے ہوتے تھے۔ پہلے طریق و اسناد میں یہ بات نہیں کیونکہ اس میں ارسال کا احتمال ہے اور تیسرے اسناد سے غرض اس بات کا بیان ہے کہ قیس کی طرح ابومسعود بھی جنازہ کے لئے کھڑے ہوتے تھے۔ واللہ و رسولہ اعلم!

باب — مردوں کا جنازہ اُٹھانا سوا عورتوں کے،،

۱۲۳۸ — ترجمہ: سعید مقبری نے اپنے باپ سے روائت کی کہ اُنھوں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سُنا کہ جنابِ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جنازہ کو رکھ دیا جائے اور اسے لوگ اپنے کندھوں پہ اُٹھا لیتے ہیں تو اگر وہ

باب السرعة بالجنازة

وَقَالَ أَنَسٌ أَنْتُمْ مُشَيِّعُونَ فَامْشُوا بَيْنَ يَدَيْهَا وَخَلْفَهَا وَعَنْ يَمِينِهَا وَعَنْ شِمَالِهَا وَقَالَ غَيْرُهُ قَرِيبًا مِنْهَا

۱۲۳۹ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَسْرِعُوا بِالْجِنَازَةِ فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا وَإِنْ تَكُ سِوَى ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ

نیک ہو تو کہتا ہے مجھے آگے لے چلو اور اگر نیک نہ ہو تو کہتا ہے افسوس مجھے کہاں لئے جا رہے ہیں انسانوں کے سوا اس کی آواز کو ہر شئی سنتی ہے اگر انسان سُن لے تو بے ہوش ہو جائے ،،

۱۲۳۸ — تشریح : یعنی اگر انسان میّت کی آواز کو سُن لیں تو اس کی ہیبت سے بے ہوش ہو جائیں اور یہ بعید نہیں کہ مر جائیں ،، علماء نے کہا اگرچہ عورت کا جنازہ ہو اسے بہرحال مرد ہی اُٹھائیں کیونکہ عورتیں کمزور ہوتی ہیں ،، علامہ کرمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ” قَدِّمُونِي ،، کا مطلب یہ ہے کہ میرے نیک اعمال کے ثواب کے لئے مجھے آگے لے چلو“ اور اور ” يَسْمَعُ “ کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ میّت کا بولنا حقیقت پر مبنی ہے مجاز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جب چاہے میّت میں نطق پیدا کر سکتا ہے ،، اور کافر یہ جانتا ہے کہ اس نے کوئی نیک کام نہیں کیا اور اس کا آگے جانا مصائب و بلیّات میں داخل ہونا ہے اس لئے وہ آگے جانے کو بُرا جانتا ہے اور واویلا کرتا ہے اس کا یہ واویلا اگر انسان سُن لیں تو اس کی دہشت سے بے ہوش ہو جائیں ،، واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم !

باب — جنازہ میں جلدی کرنا

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا تم جنازہ کو پہنچانے والے ہو اس کے آگے چلو یا پیچھے یا دائیں یا بائیں چلو ، انس کے سوا دوسروں نے کہا یا اس کے قریب چلو ،،

۱۲۳۹ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا جنازہ کو جلد لے کر چلو اگر وہ صالح اور نیک ہے تو تم اس کو بہتری کی طرف آگے کرو گے اور اگر وہ صالح نہیں ہے تو شر یہ کو اپنی گردنوں سے اتارو گے“

۱۲۳۹ — تشریح : حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اثر کی مناسبت باب کے عنوان سے اس طرح ہے کہ جنازہ کو جلدی لے کر چلنے میں کوئی جہت

بَابُ قَوْلِ الْمَيِّتِ وَهُوَ عَلَى الْجَنَازَةِ قَدِّمُوْنِي حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ ۱۲۴۰
قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُوْلُ اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى اَعْنَاقِهِمْ فَاِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُوْنِي وَاِنْ كَانَتْ
غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ لِاَهْلِهَا يَا وَيْلَهَا اَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَ الْاِنْسَانُ
لَصَعِقَ

معین نہیں کیونکہ چلنے چلنے میں لوگ متفاوت ہوتے ہیں بعض تیز بعض آہستہ چلتے ہیں اور بعض کو چلنے میں مشقت ہوتی ہے اس حال میں کہ میّت کے چاروں طرف لوگ جلدی چلنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ چلنے میں جہت کی تعیین کر سکیں۔ حضرت انس کے علاوہ دوسرے لوگوں نے کہا کہ جنازہ کے قریب قریب چلو تاکہ جنازہ اُٹھانے والوں کی مدد میں آسانی رہے اگر اس سے دُور ہو کر چلے گا تو تشییع نہ ہوگی،، جلدی سے مراد درمیانہ رفتار ہے دوڑنا مراد نہیں اور نہ ہی عام حالات میں چلنا مراد ہے،، ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ان کے والد نے انھیں وصیّت کی کہ جب میرا جنازہ لے کر چلو تو درمیانہ رفتار میں چلنا اور جنازہ کے پیچھے چلنا کیونکہ اس کے آگے فرشتے ہوتے ہیں ....

بعض علماء نے کہا کہ جلدی سے مراد یہ ہے کہ میّت کے فوت ہونے کے بعد اس کی تجہیز و تکفین میں جلدی کی جائے۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا مسلمان کی میّت کو لوگوں کے انتظار میں روکنا نہیں چاہیئے (ابوداؤد) طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ذکر کی کہ اُنھوں نے کہا میں نے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ" جب تم میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اس کو مت روکو اور جلد قبر میں پہنچا دو،، علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے کہا پہلا معنی زیادہ واضح ہے کیونکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اگر وہ نیک ہے الخ .....

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنازہ جلد لے کر چلنا مستحب ہے اور اس میں تمام علماء کا اتفاق ہے صاحب ہدایہ نے کہا جنازہ کو جلد لے کر چلیں اور بہت تیز نہ چلیں درمیانہ رفتار چلیں۔ نیز بے دینوں اور بدوں کی صحبت سے اجتناب کیا جائے۔ واللہ اعلم!

باب — میّت کا کہنا جبکہ وہ جنازے پر ہو "مجھے آگے لے چلو"

۱۲۴۰ — ترجمہ : ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبیّ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جب جنازہ رکھ دیا جاتا ہے اور لوگ اس کو اپنے کندھوں پر اُٹھاتے ہیں تو وہ اگر نیک ہو تو کہتا ہے مجھے جلدی آگے لے چلو اور اگر نیک نہ ہو تو وہ اپنے

۱۲۴۱ **بَابُ** مَنْ صَفَّ صَفَّيْنِ اَوْثَلَاثَةً عَلَى الْجَنَازَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ **حَدَّثَنَا** مُسَدَّدٌ عَنْ اَبِیْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلَى النَّجَاشِيِّ فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِيْ اَوِالثَّالِثِ

گھر والوں سے کہتا ہے افسوس مجھے کہاں لے جا رہے ہیں۔ انسان کے سوا اس کی یہ آواز ہر شئی سنتی ہے اگر انسان اسے سُن لیں تو بے ہوش ہو جائیں ،،

۱۲۴۰ — **تشریح** : قولہ ,, اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ ،، اس عبارت میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ جنازہ سے مراد نفس میّت اور وضع سے مراد اس کو چارپائی پر رکھنا ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ جنازہ سے مراد چارپائی پر میّت اور وضع سے مراد اس کا گردنوں پر رکھنا ہے مگر پہلا احتمال زیادہ واضح ہے۔ ابوداؤد طیالسی نے اپنے اسناد سے ابوہریرہؓ کے مولیٰ کے بیٹے عبدالرحمٰن سے روایت ذکر کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ,, کہ مومن کو جب چارپائی پہ رکھا جائے تو وہ کہتا ہے مجھے جلد لے چلو مجھے جلد لے چلو اور کافر کو جب چارپائی پر رکھا جائے تو کہتا ہے افسوس اس کو کہاں لے جا رہے ہو ،،

ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ کلام روح کا ہے یعنی روح میّت کے قریب ہوتی ہے اور یہ کلام کرتی ہے ،، اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ میّت میں روح واپس کی جاتی ہے تاکہ مومن زیادہ خوش ہو اور کافر تنگ دل ہو ،، کیونکہ دفن سے پہلے روح کا جسم میں اعادہ کی کوئی شرعی دلیل نہیں جبکہ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ جب چاہے میّت میں نطق پیدا کر دے اور وہ قال کی زبان سے نطق کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

باب — جس نے امام کے پیچھے جنازہ پر دو یا تین صفیں بنائیں ،،

۱۲۴۱ — **ترجمہ** : حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی نمازِ جنازہ پڑھی اور میں دُوسری یا تیسری صف میں تھا ،،

۱۲۴۱ — **تشریح** : امام مسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ذکر کی کہ اُنھوں نے کہا ہم کھڑے ہوئے اور دو صفیں بنائیں ،، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تیسری صف میں شک ہے کہ وہ تھی یا نہیں اسی لئے بخاری کی روایت میں اَو ذکر کیا گیا ہے اور بخاری نے ہجرت حبشہ میں اسی اسناد کے ساتھ قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ,, کہ

۱۲۴۲ بَابُ الصُّفُوفِ عَلَى الْجَنَازَةِ **حَدَّثَنَا** مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَصْحَابِهِ النَّجَاشِيَّ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَصَفُّوا خَلْفَهُ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا

۱۲۴۳ **حَدَّثَنَا** مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ شَهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى عَلَى قَبْرٍ مَنْبُوذٍ فَصَفَّهُمْ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا قُلْتُ مَنْ حَدَّثَكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ

ہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنائیں،، اور صفوف علی الجنازہ کے باب میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ لوگوں نے آپ کے پیچھے صفیں بنائیں ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صفیں دو تھیں اور تیسری میں شک ہے،، بخاری کی اس حدیث میں اگرچہ خلف الامام کا ذکر نہیں مگر یہ ہجرتِ حبشہ کی حدیث میں اور اسی طرح ابوہریرہ کی حدیث میں خلف الامام کا ذکر ہے اور احادیث ایک دوسری کی تفسیر کرتی رہتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب —— جنازہ کے لئے صفوف"

۱۲۴۲ —— **ترجمہ:** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نجاشی کی موت کی خبر دی پھر آپ آگے بڑھے اور صحابہ نے آپ کے پیچھے صفیں باندھیں اور آپ نے چار تکبیریں کہیں،،

۱۲۴۲ —— **تشریح:** جنازہ سے مراد میت ہے وہ مدفون ہو یا غیر مدفون ہو اور جب غائب کے جنازہ پر صفیں باندھی جاتی ہیں تو حاضر میں بطریق اولیٰ ہوں گی،، اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ حدیث میں جنازہ کا ذکر نہیں اور نہ ہی صفوں کا ذکر ہے،،

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازہ جنازہ کی چار تکبیریں ہیں حضرات ائمہ کرام "ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے اور جن احادیث میں نماز جنازہ پر پانچ تکبیروں کا ذکر ہے وہ منسوخ ہیں" ابوبکر بن سلیمان ابی حثمہ نے اپنے باپ سے روایت کی کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنائز پر چار، پانچ چھ، سات اور آٹھ تکبیریں کہا کرتے تھے یہاں تک کہ نجاشی فوت ہوا تو آپ باہر تشریف لے گئے لوگوں نے آپ کے پیچھے صفیں باندھیں اور آپ نے چار تکبیریں فرمائیں،، پھر وصال فرمانے تک چار تکبیریں فرماتے رہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عظیم معجزہ ہے کہ آپ نے مدینہ منورہ میں حبشہ میں فوت ہونے والے نجاشی کی خبر دی۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں میت کی نمازِ جنازہ مکروہ ہے،، اس کی تفصیل حدیث <u>۱۲۵۱</u> کی تفہیم میں دیکھیں۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۱۲۴۳ —— **ترجمہ:** شعبیؒ نے کہا مجھے اس شخص نے خبر دی جو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا جبکہ آپ قبروں سے الگ تھلگ ایک قبر

حَدَّثَنَا ابراهیم بن موسیٰ ١٢٤٤ قال اخبرنا ھشام بن یوسف ان ابن جریج اخبرہ قال اخبرنی عطاء انہ سمع جابر بن عبد اللہ یقول قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد توفی الیوم رجل صالح من الحبش فھلموا فصلوا علیہ قال فصففنا فصلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن صفوف قال ابو الزبیر عن جابر کنت فی الصف الثانی باب صفوف الصبیان مع الرجال علی الجنائز حدثنا ١٢٤٥ موسی بن اسمٰعیل قال حدثنا عبد الواحد قال حدثنا الشیبانی عن عامر عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بقبر دفن لیلا فقال متی دفن ھذا فقالوا البارحۃ قال افلا اذنتمونی قالوا دفناہ فی ظلمۃ اللیل فکرھنا ان نوقظک فقام فصففنا خلفہ قال ابن عباس وانا فیھم فصلی علیہ

پر تشریف لائے اور لوگوں سے صفیں بندھوائیں اور چار تکبیریں فرمائیں میں نے کہا تم سے کس نے بیان کیا اُنھوں نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث بیان کی۔،،

۱۲۴۴ — ترجمہ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " آج حبشہ کا ایک نیک شخص فوت ہوگیا ہے۔ اس کی نمازِ جنازہ پڑھو،، جابر نے کہا پس ہم نے صفیں بنائیں اور نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جبکہ ہم صفیں باندھے ہوئے تھے،، ابوزبیر نے جابر سے روایت کی کہ اُنھوں نے کہا میں دُوسری صف میں تھا۔

باب — جنازوں میں مردوں کے ساتھ بچّوں کا صف باندھنا

۱۲۴۵ — ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گزرے جس میں رات میت کو دفن کیا گیا تھا آپ نے فرمایا یہ میت کب دفن کی گئی تھی ؟ لوگوں نے کہا گزشتہ رات آپ نے فرمایا تم نے مجھے کیوں اطلاع نہیں دی۔ لوگوں نے کہا ہم نے اسے اندھیری رات میں دفن کیا اور آپ کو بیدار کرنا اچھا نہ جانا پس آپ کھڑے ہوئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صف بندی کی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں بھی لوگوں میں تھا اور آپ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔

۱۲۴۵ — شرح : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں بالغ نہ ہوئے تھے اور اُنھوں نے اس زمانہ میں صحابہ کے ساتھ جنازہ کی نماز پڑھی اس اعتبار سے یہ حدیث عنوان کے مناسب ہے،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رات دفن کرنا جائز ہے۔ ابو داؤد نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ

بَابُ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى عَلَى الْجَنَازَةِ وَقَالَ صَلُّوا عَلٰى صَاحِبِكُمْ وَقَالَ صَلُّوا عَلَى النَّجَاشِيِّ سَمَّاهَا صَلٰوةً لَيْسَ فِيْهَا رُكُوْعٌ وَّلَا سُجُوْدٌ وَّلَا يُتَكَلَّمُ فِيْهَا وَفِيْهَا تَكْبِيْرٌ وَّتَسْلِيْمٌ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُصَلِّيْ اِلَّا طَاهِرًا وَّلَا يُصَلِّيْ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوْبِهَا وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ وَقَالَ الْحَسَنُ اَدْرَكْتُ النَّاسَ وَاَحَقُّهُمْ عَلٰى جَنَائِزِهِمْ مَنْ رَضُوْهُ لِفَرَائِضِهِمْ وَاِذَا اَحْدَثَ يَوْمَ الْعِيْدِ اَوْ عِنْدَ الْجَنَازَةِ يَطْلُبُ الْمَاءَ وَلَا يَتَيَمَّمُ وَاِذَا انْتَهٰى اِلَى الْجَنَازَةِ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ يَدْخُلُ مَعَهُمْ بِتَكْبِيْرَةٍ وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ يُكَبِّرُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالسَّفَرِ وَالْحَضَرِ اَرْبَعًا وَقَالَ اَنَسٌ التَّكْبِيْرَةُ الْوَاحِدَةُ اسْتِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّفِيْهِ صُفُوْفٌ وَّاِمَامٌ **حَدَّثَنَا** سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ ۱۲۴۶ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَنْ مَّرَّ مَعَ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَبْرٍ مَّنْبُوْذٍ فَاَمَّنَا فَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ فَصَلَّيْنَا فَقُلْنَا يَا اَبَا عَمْرٍو مَّنْ حَدَّثَكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ

لوگوں نے قبرستان میں آگ دیکھی اُنھوں نے وہاں آکر دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں کھڑے فرماتے ہیں اپنا صاحب (میت) مجھے پکڑاؤ، ہم نے دیکھا کہ میت وہی شخص تھا جو ذکر بکثرت کیا کرتا تھا۔ حاکم نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے لہٰذا جن روایات میں رات کو دفن سے منع فرمایا ہے وہ منسوخ ہیں۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم صبح طلوع ہونے سے پہلے دفن کئے گئے" نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ بچوں کو نماز کی عادت ڈالنے کے لئے نماز باجماعت میں شرکت کی رغبت دلانی چاہیے تاکہ وہ نماز سے مانوس ہوں اور نمازِ جنازہ میں لوگوں کی تکثیر کے لئے لوگوں کو خبردار کرنا چاہیے" اگر نمازِ جنازہ کے بغیر کوئی مسلمان دفن کیا جائے تو تین دن تک اس کی قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنی جائز ہے۔ اس کے بعد جائز نہیں کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم تین دن تک سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ پڑھتے رہے" اور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداءِ اُحد کی آٹھ سال بعد نمازِ جنازہ پڑھی کیونکہ ان کے جسم خراب نہیں ہوئے تھے اور نہ ہی ان کو زمین نے کھایا تھا۔

باب — جنائز پر نماز کا طریقہ "

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی جنازہ کی نماز پڑھے اور فرمایا اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ پڑھو اور فرمایا نجاشی پر نمازِ جنازہ پڑھو اور اسے صلوٰۃ کہا حالانکہ اس میں رکوع و سجود نہیں اور نہ ہی اس میں کلام کیا جاتا ہے" اس میں صرف تکبیر اور سلام ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما وضوء کے بغیر نمازِ جنازہ نہ پڑھتے تھے اور نہ ہی طلوعِ شمس اور غروبِ شمس کے وقت نمازِ جنازہ پڑھتے تھے وہ اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاتے تھے حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا میں نے لوگوں کو پایا ہے کہ وہ نمازِ جنازہ کا زیادہ حقدار اس کو جانتے تھے جس کو وہ فرض کی نماز میں امام بنانا پسند

پسند کرتے تھے،، اور جب کوئی عید کی نماز یا جنازہ کی نماز میں بے وضوء ہو جائے وہ پانی تلاش کرے اور تیمم نہ کرے اور جب جنازہ کے پاس جائے حالانکہ لوگ نمازِ جنازہ پڑھ رہے ہوں تو تکبیر کہہ کر اُن کے ساتھ شامل ہو جائے" اور ابن مسیّب نے کہا رات ہو یا دن، سفر ہو یا حضر نمازِ جنازہ میں چار تکبیریں کہے" انس رضی اللہ عنہ نے کہا پہلی تکبیر نماز شروع کرنے کی ہے،، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا" منافقین میں سے جو کوئی مر جائے اس پر نمازِ جنازہ کبھی نہ پڑھیں،، اس نماز میں صفیں اور امام ہوتا ہے۔

اس باب میں مذکور تراجم سے امام بخاری رضی اللہ عنہ کی غرض اس بات کا بیان ہے کہ نماز کا اطلاق نمازِ جنازہ پر جائز ہے اور یہ نماز مشروعہ ہے اگرچہ اس میں رکوع و سجود نہیں۔ اس کی ایک دلیل یہ بیان کی کہ اس کو نماز کا نام دیا جاتا ہے اور بامر الصلوٰۃ یہ مامور بہ ہے، دوسری دلیل یہ کہ جس طرح نماز میں کلام کرنا ممنوع ہے اور وہ تکبیر سے شروع ہوتی ہے اور سلام سے ختم ہوتی ہے اور وضوء کے بغیر صحیح نہیں ہوتی مکروہ وقت میں ادا نہیں ہوتی۔ پہلی تکبیر کے وقت دونوں ہاتھ اُٹھائے جاتے ہیں اور امامت کا زیادہ حقدار کون ہوتا ہے اور نماز کا وقت آجائے تو طہارت کے لئے پانی کا طلب کرنا واجب ہوتا ہے۔ یہ تمام امور بعینہا نمازِ جنازہ کے لئے بھی ضروری ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا" منافقین سے جو کوئی مر جائے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھئیے،، اس آیت میں نماز جنازہ پر نماز کا اطلاق کیا ہے،، اس کے علاوہ نماز کی طرح نمازِ جنازہ میں صف بندھی ہوتی ہے اور امام ہوتا ہے۔ مذکورہ امور اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ جنازہ پر نماز کا اطلاق درست ہے اور یہ اطلاق حقیقتِ شرعیہ ہے۔

۱۲۴۶ — **ترجمہ** : شعبی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے اس شخص نے خبر دی جو تمہارے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک منبوذ کی قبر کے پاس سے گزرا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری امامت کی اور ہم نے آپ کے پیچھے صف بندی کی،، ہم نے کہا اے ابا عمرو تم سے کس نے بیان کیا اُس نے کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے،،

۱۲۴۶ — **شرح** : ابو عمرو شعبی کی کُنیت ہے، ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا، نمازِ جنازہ کی صحت کی شرط طہارت، ستر اور استقبالِ قبلہ ہے۔ کافر پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جاتی، کیونکہ نماز میں مغفرت مطلوب ہوتی ہے اور کافر کی مغفرت ناممکن ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازِ جنازہ باجماعت مسنون ہے اور قبر پہ نمازِ جنازہ جائز ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا نمازِ جنازہ وہ پڑھائے جس کے دین سے لوگ راضی ہوں،، احناف کے نزدیک اگر میت کو نمازِ جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا جائے تو تین روز تک اس کی قبر پہ نمازِ جنازہ پڑھ سکتے ہیں (ہدایہ)

بَابُ فَضْلِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ إِذَا صَلَّيْتَ فَقَدْ قَضَيْتَ الَّذِي عَلَيْكَ وَقَالَ حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ مَا عَلِمْنَا عَلَى الْجَنَازَةِ إِذْنًا وَلَكِنْ مَنْ صَلَّى ثُمَّ رَجَعَ فَلَهُ قِيرَاطٌ ۱۲۴۷ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا يَقُولُ حُدِّثَ ابْنُ عُمَرَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَهُ قِيرَاطٌ فَقَالَ أَكْثَرَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَلَيْنَا فَصَدَّقَتْ يَعْنِي عَائِشَةَ أَبَا هُرَيْرَةَ وَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُهُ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَقَدْ فَرَّطْنَا فِي قَرَارِيطَ كَثِيرَةٍ فَرَّطْتُ ضَيَّعْتُ مِنْ أَمْرِ اللهِ

باب — جنازوں کے پیچھے چلنے کی فضیلت

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا، جب تو نمازِ جنازہ پڑھے تو جو تیرے اوپر میت کا حق تھا وہ تو نے ادا کر دیا اور حمید بن ہلال رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نمازِ جنازہ پڑھنے کے بعد (واپس ہونے کے لئے) اجازت نہیں جانتے، لیکن جو کوئی نمازِ جنازہ پڑھ لے پھر لوٹ جائے تو اس کے لئے ایک قیراط ثواب ہے۔

۱۲۴۷ — **ترجمہ** : جریر بن حازم رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نافع کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ خبر دی گئی کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جو کوئی جنازے کے ساتھ رہے اس کے لئے ایک قیراط ثواب ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ابوہریرہ بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتے ہیں۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابوہریرہ کی تصدیق کی اور فرمایا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی فرماتے ہوئے سنا ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا بے شک ہم نے بہت زیادہ قیراطوں کا نقصان اٹھایا ہے " فَرَّطْتُ " یعنی میں نے اللہ کا حکم ضائع کیا۔

۱۲۴۷ — **شرح** : یعنی حمید بن ہلال رضی اللہ عنہ نے کہا ہمارے نزدیک یہ بات ثابت نہیں کہ جنازہ پڑھنے کے بعد واپسی کے لئے اجازت ضروری ہے لیکن یہ بات ثابت ہے کہ جو کوئی نماز جنازہ پڑھ کر واپس چلا جائے اس کے لئے ایک قیراط ثواب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مقصد یہ تھا کہ ابوہریرہ بکثرت روایات بیان کرتے ہیں ممکن ہے کہ انہیں اشتباہ ہو گیا ہو ان کی یہ مراد نہیں کہ وہ بے سنی بہت روایات بیان کرتے ہیں کیونکہ ان کا مقام و مرتبہ اس سے بالاتر ہے کہ وہ ایسا کریں یا کہیں، " فَرَّطْنَا " کا معنی یہ ہے کہ ہم نے اتباع جنازہ میں تقصیر کر کے بہت زیادہ قیراط ضائع کر دیئے، امام بخاری رضی اللہ عنہ نے " فَرَّطْتُ " سے قرآن کریم کی آیت کی طرف اشارہ کیا " يٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُ فِىْ جَنْۢبِ اللّٰهِ " یعنی میں نے اللہ کا حکم ضائع کر دیا، اس حدیث میں اس بات کی دلیل

باب من انتظر حتی یدفن حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ قال قرأت علی ابن ابی ذئب عن سعید بن ابی سعید المقبری عن ابیہ انہ سأل ابا ہریرۃ فقال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ح وحدثنی عبد اللہ بن محمد قال حدثنا ہشام قال انا معمر عن الزہری عن ابن المسیب عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ح وحدثنی احمد بن شبیب بن سعید حدثنا ابی قال حدثنا یونس قال ابن شہاب وحدثنی عبد الرحمن الاعرج ان ابا ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من شہد الجنازۃ حتی یصلی علیہ فلہ قیراط ومن شہد حتی یدفن کان لہ قیراطان قیل وما القیراطان قال مثل الجبلین العظیمین

۱۲۴۸

ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے کیونکہ حقیقی اتباع اسی میں ہے کیونکہ عرف میں اتباع کا معنی پیچھے چلنا ہے احناف کا یہی مسلک ہے،، اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما علم میں بہت حرص کرتے تھے اور نیک عمل نہ ہونے پر افسوس کیا کرتے تھے،،

باب — جس نے دفن کئے جانے تک انتظار کی،،

۱۲۴۸ — ترجمہ : سعید بن ابی سعید مقبری نے اپنے باپ سے روایت کی کہ اُنھوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو اُنھوں نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا،، ہمیں احمد بن شبیب بن سعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی اُنھوں نے کہا ہمیں یونس نے خبر دی ابن شہاب نے کہا اور مجھے عبد الرحمن اعرج نے خبر دی کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی جنازے میں حاضر رہے حتیٰ کہ نماز جنازہ پڑھی جائے اس کو ایک قیراط ثواب حاصل ہوتا ہے اور جو کوئی جنازے میں اس کے دفن تک موجود رہے اس کو دو قیراط ثواب ملتا ہے کہا قیراطان کیا شئی ہیں ؟ تو کہا دو عظیم پہاڑوں کی مثل،،

۱۲۴۸ — شرح : قولہ "وحدثنی" واو عاطفہ ہے اور معطوف علیہ مقدر ہے۔ یعنی ابن شہاب نے کہا حدثنی فلان بہ وحدثنی عبد الرحمن الضابہ،، عینی ذکر مانی،، اس مسئلہ میں روایات مختلفہ ہیں،، کہ دو قیراط کا ثواب صرف میت کو قبر میں رکھنے سے حاصل ہوتا ہے یا مٹی گرانے سے پہلے پہلے دفن کی انتہا تک یا کلیتہً دفن سے فارغ ہونے تک ساتھ رہنے سے دو قیراط ثواب حاصل ہوتا ہے مسلم نے کہا کہ معمر کی ایک روائت میں دفن سے فارغ ہونے تک اور دوسری روائت میں لحد میں اُتارنے تک دو قیراط ثواب ملتا ہے اور ابو حازم کی روائت میں قبر میں رکھنے تک مذکور ہے امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابو مزاحم کی روائت میں اس سے پورا فارغ ہونا ذکر کیا

باب صلوة الصبيان مع الناس على الجنائز حدثنا ۱۲۴۹ يعقوب بن ابراهيم قال حدثنا يحيى بن ابي بكير قال حدثنا زائدة قال حدثنا ابو اسحاق الشيباني عن عامر عن ابن عباس قال اتى رسول الله صلى الله عليه وسلم قبرا فقالوا هذا دفن او دفنت البارحة قال ابن عباس فصففنا خلفه ثم صلى عليها **باب الصلوة على الجنائز بالمصلى والمسجد** حدثنا ۱۲۵۰ يحيى بن بكير قال حدثنا الليث عن عقيل عن ابن شهاب عن سعيد بن المسيب وابي سلمة انهما حدثاه عن ابي هريرة قال نعى لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم النجاشي صاحب الحبشة اليوم الذي مات فيه فقال استغفروا لاخيكم وعن ابن شهاب قال حدثني سعيد بن المسيب ان ابا هريرة قال ان النبي صلى الله عليه وسلم صف بهم بالمصلى فكبر عليه اربعا

ہے اور ترمذی میں بروائت ابوسلمہ ہے کہ حتیٰ کہ اس کے دفن سے فارغ ہو جائے ابوعوانہ نے ابن عیاض سے روائت کی کہ حتیٰ کہ اس پر مٹی برابر کر دی جائے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ شیخ زین الدین نے کہا اصحاب شافعی کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ یہ کمال دفن پر موقوف ہے۔ صرف میت کو لحد میں رکھ دینے پر یہ ثواب موقوف نہیں اور بعض علماء شافعیہ کہتے ہیں کہ صرف لحد میں رکھ دینے سے یہ ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کے جنازہ میں شریک ہونے اور اس کا انتظام کرنے میں بہت ثواب ہے اور جو کوئی مسلمان کی موت کے بعد اس کی تجہیز و تکفین اور تدفین خوش اسلوبی سے کرے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کی تکثیر ثواب سے تکریم کرتا ہے،، واللہ اعلم!

باب — بچوں کا لوگوں کے ساتھ جنازوں پر نماز پڑھنا

۱۲۴۹ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس تشریف لائے تو لوگوں نے کہا یہ گزشتہ رات کو دفن کیا گیا یا دفن کی گئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہم نے آپ کے پیچھے صف بندی کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی،،

۱۲۴۹ — شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر پر نماز جنازہ جائز ہے۔ (مگر تین دن تک) اور رات کو دفن کرنا صحیح ہے،،

باب — عیدگاہ اور مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا

۱۲۵۰ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نجاشی (حبشہ کا بادشاہ) کے فوت ہونے کی اسی دن خبر

۱۲۵۱ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ الْيَهُوْدَ جَاءُوْا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ مِنْهُمْ وَامْرَاَةٍ زَنَيَا فَاَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا قَرِيْبًا مِنْ مَوْضِعِ الْجَنَائِزِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ

سُنائی جس روز وہ فوت ہُوا اور فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو ابن شہاب سے روائت ہے اُنھوں نے کہا مجھے سعید بن مسیب نے خبر دی کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید گاہ میں لوگوں کی صف بندی کی اور اس پہ چار تکبیریں کہیں،،

۱۲۵۱ — **ترجمہ** : عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روائت ہے کہ یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد اور ایک عورت کو جنہوں نے زنا کیا تھا لے کر حاضر ہُوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رجم کرنے کے حکم دیا اور مسجد کے پاس جنائز کی جگہ کے قریب ان کو سنگسار کیا گیا،،

۱۲۵۰، ۱۲۵۱ — **شرح** : ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حدیث ۱۲۵۱ سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا ثابت نہیں ہوتا ہاں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن بیضاء کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی مگر اس حدیث کا اسناد بخاری کی شرط کے مطابق نہیں ۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ کی غرض یہ ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھی جائے کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے قریب جنازوں کی نماز پڑھنے کے لئے جگہ معین کر رکھی تھی اگر مسجد میں نمازِ جنازہ جائز ہوتی تو مسجد سے باہر اس کے لئے جگہ معین نہ فرماتے،، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض جنازوں پر مسجد میں نماز پڑھنا کسی عارضہ اور عذر کی وجہ سے تھا" ابو داؤد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" مَنْ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا شَيْءَ لَهٗ" کہ جس نے نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھی اسے کچھ حاصل نہیں،، ابو داؤد کا اس ایک روائت میں ہے " فَلَا اَجْرَ لَهٗ، ابن ماجہ اور ابن شیبہ نے بھی اس کو ذکر کیا ہے اگر یہ کہا جائے کہ ابو ہریرہ پر سکوت کرنا اس کی صحت کی دلیل ہے ۔ ابن حبان نے "کتاب الضعفاء" میں کی حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کے اسناد میں صالح مولی التوءمہ ہے،، ابن حبان نے "کتاب الضعفاء" میں ذکر کیا کہ آخر عمر میں صالح کو اختلاط ہو گیا تھا اور وہ نئی حدیث کا قدیم حدیث سے امتیاز نہ کر سکتے تھے،، ابن عدی نے کہا یہ حدیث صالح کی منکر احادیث میں سے ہے اسی لئے ائمہ کرام نے اس کی حدیث میں طعن کی اور کہا صالح ضعیف ہے،، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ان کی حدیث قابلِ حجت ہے اس میں کسی کا نزاع نہیں،، عجلی نے صالح کو ثقہ کہا ہے یحییٰ ابن معین نے کہا صالح ثقہ ہے اور اس کی حدیث قابلِ حجت ہے اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے سماعِ حدیث اس وقت ترک کیا جب وہ بوڑھا ہو گیا اور اسے اختلاط ہو گیا تھا اور اختلاط سے پہلے جس نے اس سے حدیث سُنی وہ قابلِ حجت ہے ابن عدی نے کہا اختلاط سے پہلے ان سے مسموع احادیث حجت ہیں اور ابن ابی ذئب نے یہ حدیث اختلاط سے پہلے صالح سے سُنی تھی لہٰذا یہ حدیث قابلِ

حجت ہے اور جب ابو داؤد نے اس حدیث پر سکوت کیا تو ابن حبان کا اس کو باطل کہنا صحیح نہیں اور علامہ قسطلانی کا اس حدیث کو ضعیف کہنا بھی ضعیف ہے،، الحاصل صالح کو آخر عمر میں اختلاط لاحق ہوا اور یہ حدیث صالح کے اختلاط سے پہلے ان سے مروی ہے لہٰذا یہ حدیث قابلِ حجت ہے اور مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے سے کچھ ثواب نہیں ملتا،، اور اس حدیث سے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سہل بن بیضاء کا جنازہ مسجد میں پڑھا تھا،، منسوخ ہے کیونکہ ام المؤمنین کی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی خبر ہے جو آپ نے حالِ اباحت میں کیا تھا اور ابو ہریرہ کی حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہی کا بیان ہے جس سے پہلے اباحت تھی لہٰذا ابو ہریرہ کی حدیث ام المؤمنین کی حدیث کی ناسخ ہے اور جب ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھنے کا ارادہ کیا تو صحابہ کرام نے اس کا انکار کر دیا اس سے مذکور نسخ کی تائید ہوتی ہے اس کے علاوہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی نمازِ جنازہ مسجد میں نہیں پڑھائی بلکہ عید گاہ میں پڑھائی تھی ۔ اگر نمازِ جنازہ مسجد میں جائز ہوتی تو آپ صحابہ کرام کو عید گاہ نہ لے جاتے معلوم ہوا کہ مسجد میں نمازِ جنازہ ممنوع ہے ۔ اگرچہ میت مسجد میں نہ ہو کیونکہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی نمازِ جنازہ مسجد میں نہیں پڑھائی حالانکہ اس کی میت غائب تھی احناف اور مالکیہ کا یہی مذہب ہے ۔ امام ابو حنیفہ ، مالک ،، شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہم کے مذہب میں جنازہ کی چار تکبیریں ہیں اور جن احادیث میں چار سے زائد تکبیریں مذکور ہیں وہ منسوخ ہیں کیونکہ چار تکبیرات پر صحابہ کرام کا اجماع ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر امر پر منعقد ہوا تھا اور جب خبر مشہور سے نسخ ہو سکتا ہے تو اجماعِ صحابہ جو علمِ یقین کا موجب ہے سے بطریقِ اولیٰ نسخ ہو سکتا ہے ،،

رہا یہ کہ غائبانہ نمازِ جنازہ جائز ہے یا نہیں اس میں احناف کا مذہب یہ ہے کہ اگر میت غائب ہو تو اس کی نمازِ جنازہ جائز نہیں اور نجاشی کی میت اگرچہ بظاہر غائب تھی مگر سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھی اور آپ اس کو دیکھ رہے تھے ابن حبان نے صحیح میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے حدیث ذکر کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا تمہارا بھائی نجاشی فوت ہو گیا ہے اٹھو اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے پیچھے صفیں باندھیں آپ نے چار تکبیریں کہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خیال کرتے تھے کہ نجاشی کا جنازہ آپ کے سامنے ہے ۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے سوا کسی صحابی کی غائبانہ نمازِ جنازہ نہیں پڑھی حالانکہ کثیر صحابہ کرام کے دور دراز علاقوں میں فوت ہونے کی خبر آپ کو پہنچتی تھی اگر یہ کہا جائے کہ معاویہ بن معاویہ مزنی مدینہ منورہ میں فوت ہو گئے جبکہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں تشریف فرما تھے اور آپ نے تبوک میں ان کی نمازِ جنازہ پڑھی تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی میت سامنے کر دی تھی لہٰذا یہ بات واضح ہو گئی کہ میت غائب ہو تو اس کی نمازِ جنازہ نہ مسجد میں جائز ہے اور نہ ہی مسجد سے باہر جائز ہے واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم !

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنِ اتِّخَاذِ الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُورِ وَلَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِيٍّ ضَرَبَتِ امْرَأَتُهُ الْقُبَّةَ عَلَى قَبْرِهِ سَنَةً ثُمَّ رُفِعَتْ فَسَمِعُوا صَائِحًا يَقُولُ أَلَا هَلْ وَجَدُوا مَا فَقَدُوا فَأَجَابَهُ آخَرُ بَلْ يَئِسُوا فَانْقَلَبُوا

۱۲۵۲ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ هِلَالٍ هُوَ الْوَزَّانُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ لَعَنَ اللهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ قَالَتْ وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَأُبْرِزَ قَبْرُهُ غَيْرَ أَنِّي أَخْشَى أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا

بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى النُّفَسَاءِ إِذَا مَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا

باب — قبور پر مساجد بنانا مکروہ ہے

۱۲۵۲ — اور جب حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم کا انتقال ہوا تو ان کی بیوی نے ان کی قبر پر ایک سال تک خیمہ بنائے رکھا پھر خیمہ اُٹھا لیا گیا لوگوں نے کسی آواز دینے والے کو یہ کہتے ہوئے سُنا کیا اُنھوں نے جس کو گم کیا تھا ان کو پا لیا؟ کسی دُوسرے نے جواب دیا بلکہ نا اُمید ہو کر واپس چلے گئے،،

۱۲۵۲ — ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے اس مرض جس میں آپ نے انتقال فرمایا کی حالت میں فرمایا اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے اُنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کہا اگر یہ ڈر نہ ہوتا تو آپ کی قبر شریف ظاہر کر دیتے مگر مجھے ڈر ہے کہ اس کو مسجد نہ بنا لیا جائے۔

شرح: حسن بن حسن کا نام اپنے والد کے نام سا ہے، ۹۷ ہجری میں ان کی وفات ہوئی وہ ثقہ تابعی ہیں ان کے صاحبزادے کا نام بھی حسن ہے ان کی بیوی جس نے قبر پر خیمہ نصب کیا تھا فاطمہ بنت امام حسین رضی اللہ عنہما حسن کے چچا کی بیٹی ہے،، اُنھوں نے قبر پر خیمہ اس لئے نصب کیا تھا کہ لوگ ذکر اور قرأت قرآن کے لئے جمع ہوں۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرقات کے باب البکاء میں ذکر کیا کہ حَمْلُ فِعْلِهَا عَلَى الْعَبَثِ الْمَكْرُوهِ فَغَيْرُ لَائِقٍ لِصَنِيعِ أَهْلِ الْبَيْتِ ،،کہ سیدہ کا فعل عبث اور بے فائدہ قرار دینا اہل بیت کرام کی شان کے لائق نہیں،، اس اثر کی حدیث سے مناسبت اس طرح ہے کہ خیمہ میں مقیم شخص وہاں نماز تو پڑھے گا لہٰذا قبر پر مسجد بنانا لازم آئے گا اور اگر قبر قبلہ کی جانب ہو تو کراہت اور بھی زیادہ ہو گی اور غائبانہ ندا کرنے والے فرشتے یا نیک جن تھے،،

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اگر قبر کو مسجد بنانے کا ڈر نہ ہوتا تو آپ کی قبر شریف ظاہر کر دی جاتی لیکن اس خوف کے باعث آپ کی قبر شریف کو ظاہر نہیں کیا،،

باب — نفاس والی عورت کی نمازِ جنازہ جب وہ نفاس کی حالت میں مر جائے،،

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ ۱۲۵۳ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ مَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا فَقَامَ عَلَيْهَا وَسَطَهَا بَابٌ أَيْنَ يَقُومُ مِنَ الْمَرْأَةِ وَالرَّجُلِ ۱۲۵۴ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدَبٍ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ مَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا فَقَامَ عَلَيْهَا وَسَطَهَا

۱۲۵۳ — ترجمہ: سمرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک عورت کی نمازِ جنازہ پڑھی جو اپنے نفاس میں فوت ہو گئی تھی آپ اس کے وسط میں کھڑے ہوئے۔

باب — عورت اور مرد کی نمازِ جنازہ پڑھاتے وقت کہاں کھڑا ہو"

۱۲۵۴ — ترجمہ: سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک عورت کی نمازِ جنازہ پڑھی جو نفاس کی حالت میں فوت ہو گئی تھی آپ اس کے وسط میں کھڑے ہوئے"

۱۲۵۳، ۱۲۵۴ — شرح: امام ابو یوسف، امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہم کے نزدیک امام مرد کے سر کے سامنے اور عورت کے سرین کے برابر کھڑا ہو۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا مرد کے وسط میں اور عورت کے کندھوں کے برابر کھڑا ہو۔ احناف کے نزدیک امام مرد و عورت کے سینہ کے سامنے کھڑا ہو حسن بصری کی روایت میں ہے کہ وسط میں کھڑا ہو مگر یہ مشہور کے خلاف نہیں کیونکہ سینہ وسط میں آتا ہے"، حدیث میں نفساء کی قید اتفاقی ہے اور واقعہ میں درپیش سانحہ کی حکایت ہے"، مخنث کا حال عورت سا ہے"، اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ میت کے ساتھ مل کر کھڑا نہ ہو نمازی اور میت کے درمیان کچھ فاصلہ ہونا ضروری ہے"۔

الحاصل عورت و مرد کے جنازہ میں فرق نہیں کہ امام میت کے سینے کے سامنے کھڑا ہو اور ابو داؤد اور ترمذی کی انس بن مالک سے روایت کہ انھوں نے مرد کی نماز جنازہ پڑھی اور اس کے سر کے سامنے کھڑے ہوئے اور عورت کی نماز جنازہ پڑھی اور اس کے سر کے سامنے کھڑے ہوئے" علاء بن زیاد نے ان سے دریافت کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کرتے تھے انس نے کہا جی ہاں"، ضعیف ہے"، واللہ اعلم!

بَابُ التَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَازَةِ أَرْبَعًا وَقَالَ حُمَيْدٌ صَلَّى بِنَا أَنَسٌ فَكَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ سَلَّمَ فَقِيلَ لَهُ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ ثُمَّ كَبَّرَ الرَّابِعَةَ ثُمَّ سَلَّمَ

١٢٥٥ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ وَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلَّى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ

١٢٥٦ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى أَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا وَقَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ وعبد الصمد عن سليم أصحمة

باب — نمازِ جنازہ میں چار تکبیریں کہنا

اور حُمید بن انس نے کہا کہ انس رضی اللہ عنہ نے ہم کو نمازِ جنازہ پڑھائی تو تین تکبیریں کہیں اور سلام پھیر دیا ان سے کہا گیا تو وہ قبلہ رُو ہوئے اور چوتھی تکبیر کہی پھر سلام پھیر دیا"۔

۱۲۵۵ — ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی روز نجاشی کے فوت ہونے کی خبر سُنائی جس دن وہ فوت ہُوا اور لوگوں کے ساتھ عیدگاہ تشریف لے گئے اور ان کی صفیں بندھوائیں اور اس پر چار تکبیریں کہیں"۔

۱۲۵۶ — ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اصحمہ نجاشی پر نمازِ جنازہ پڑھی اور چار تکبیریں کہیں یزید بن ہارون اور عبدالصمد نے سَلیم سے "اصحمہ" روائت کیا اور عبدالصمد نے اس کی متابعت کی۔

۱۲۵۵، ۱۲۵۶ — شرح: جنازہ کی نماز میں چار تکبیروں کی تفصیل حدیث ۱۲۴۲ کی تفہیم میں گزر چکی ہے اگر کوئی سوال کرے کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں عمران بن حُدیر سے روائت ہے اُنھوں نے کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک جنازہ پر نماز پڑھی تو اُنھوں نے صرف تین تکبیریں کہیں ایک اور روائت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جنازہ پر تکبیریں صرف تین ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ پہلے صرف تین تکبیروں پر اکتفا کیا کرتے تھے جب اُنھوں نے جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل دیکھا کہ وہ جنازہ پر چار تکبیریں کہتے ہیں تو وہ اس کے بعد چار تکبیریں کہا کرتے تھے احناف کے نزدیک جنازہ کی نماز کی ہر تکبیر رکعت کے قائم مقام ہے حتیٰ کہ اگر ان میں سے ایک تکبیر چھوڑ دی جائے تو نماز باطل ہو جاتی ہے جیسے ایک رکعت ترک کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے"، اگر ایک یا دو تکبیریں رہ جائیں تو جب تک جنازہ اُٹھایا نہ جائے ان کو قضاء کر لیا جائے جیسے مسبوق ایک یا دو رکعتیں قضاء کرتا ہے"، ظاہر روائت میں جب تک کندھوں پر میت کو نہ اُٹھا لیا جائے مسبوق تکبیریں قضاء کی جا سکتی ہیں"، حبشہ کے بادشاہ کو نجاشی کہا جاتا ہے جیسے روم کے بادشاہ کو قیصر اور فارس کے بادشاہ کو کسریٰ کہا جاتا

بَابُ قِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلَى الْجَنَازَةِ وَقَالَ الْحَسَنُ يَقْرَأُ عَلَى الطِّفْلِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَيَقُولُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَسَلَفًا وَاَجْرًا

۱۲۵۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ طَلْحَةَ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيٰنُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلٰى جَنَازَةٍ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَقَالَ لِيَعْلَمُوْا اَنَّهَا سُنَّةٌ

تھا۔ نجاشی کا نام اصحمہ ہے۔ یزید ہارون "اصحمہ" کہتے ہیں: یزید بن ہارون بغداد میں رہتے تھے اور ان کی مجلس میں ستر ہزار لوگ بیٹھا کرتے تھے نماز میں وہ اس قدر خشوع کرتے کہ دیکھنے والے کو یہ گمان ہوتا کہ کوئی درخت کھڑا ہے"، واللہ ورسولہ اعلم!

باب — جنازہ پر سورۂ فاتحہ پڑھنا"

اور حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ بچے پر سورۂ فاتحہ پڑھے اور یہ دُعاء پڑھے اللّٰھم اجعلہ لنا فرطا وسلفا واجراً"۔

۱۲۵۷ — **ترجمہ**: حضرت طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی، طلحہ بن عبد اللہ بن عوف نے کہا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے جنازہ پر نماز پڑھی تو اُنھوں نے سورۂ فاتحہ پڑھی اور کہا تاکہ تم جان لو کہ یہ سنّت ہے

۱۲۵۷ا — **تشرح**: حضرت طلحہ بن عبد اللہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کا بھتیجہ ہیں وہ بہت بڑے فقیہہ اور سخی تھے وہ ۹۹ ہجری میں فوت ہوئے اور سعد بن ابراہیم حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کا پوتا ہیں۔ وہ ہر روز قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے وہ ۱۲۵ ہجری میں فوت ہوئے امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہما کا مسلک یہ ہے کہ نمازِ جنازہ کی پہلی تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ پڑھی جائے اور رات کو نمازِ جنازہ پڑھی جائے تو فاتحہ جہر سے پڑھے اور دن کو آہستہ پڑھے۔

ابن ماجہ نے ام شریک سے روائت کی کہ اُنھوں نے کہا ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے حکم دیا کہ ہم جنازہ پر سورۂ فاتحہ پڑھیں"، حافظ ابو نعیم نے ام عفیف نہدیہ سے روائت کی کہ ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہم اپنی اموات پر سورۂ فاتحہ پڑھیں"، امام نسائی نے ابو امامہ بن سہل سے روائت کی کہ نمازِ جنازہ میں سنت یہ ہے کہ پہلی تکبیر میں آہستہ سورہ فاتحہ پڑھی جائے پھر تین تکبیریں کہی جائیں اور آخری تکبیر کے بعد سلام پھیرا جائے"، ابن ابی شیبہ نے ہمدانی سے روائت کی کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جنازہ پر سورہ فاتحہ پڑھی"۔

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ جنازہ پر سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم ہے نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم سے ثابت نہیں علماءِ احناف نے کہا کہ جنازہ کی نماز میں سورۂ فاتحہ ثناء کی نیت سے پڑھی

۱۲۵۸ **بَابُ** الصَّلٰوةِ عَلَى الْقَبْرِ بَعْدَ مَا يُدْفَنُ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ قَالَ اَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَبْرٍ مَنْبُوْذٍ فَاَمَّهُمْ وَصَلَّوْا خَلْفَهٗ قُلْتُ مَنْ حَدَّثَكَ هٰذَا يَا اَبَا عَمْرٍو قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ۱۲۵۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ

جائے تلاوت کی نیّت سے نہ پڑھی جائے مؤطا میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جنازہ کی نماز میں قرأت نہ کرتے تھے اور دوسری تکبیر کے بعد درود پڑھتے تھے جیسے تشہد میں درود پڑھتے تھے۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک رضی اللہ عنہما کا مذہب یہی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل اس میں مختلف رہا ہے جو صحابہ کرام نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے غالباً وہ تلاوت کی نیّت سے نہ پڑھتے تھے۔ ثناء اور دُعاء کی نیّت سے پڑھتے تھے۔ فتح الباری میں ہے " نمازِ جنازہ میں فاتحہ کا پڑھنا مشروع ہے اور یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے۔ ابن منذر نے ابن مسعودؓ حسن بن علی، ابن زبیر اور مسور بن مخرمہ سے اس کا مشروع ہونا نقل کیا ہے۔ امام شافعیؒ امام احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا مذہب یہی ہے"۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنی واجب نہیں مشروع ہے"۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کلام میں سنّت سے مراد دین میں طریقہ مسلوکہ ہے۔ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا حضرت عمر فاروق، علی بن ابی طالب، ابن عمر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم نمازِ جنازہ میں قرأت نہ کرتے تھے اور اس کو اچھا نہ جانتے تھے"۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا مدینہ منورہ میں نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی جاتی ہے اور نہ ہی اس پر مدینہ منورہ والوں نے عمل کیا ہے"۔ الحاصل نمازِ جنازہ میں قرأت نہیں اور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازِ میں سورۂ فاتحہ پڑھنی ثابت نہیں اور جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھی ہے وہ ثناء اور دُعا کی نیّت سے پڑھی ہے تلاوت اور قرأت کی نیّت سے نہیں پڑھی"۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب — دفن کئے جانے کے بعد قبر پر دُعاء کرنا

ترجمہ ۱۲۵۸ — : شعبہ نے کہا مجھے سلیمان شیبانی نے خبر دی اُنھوں نے کہا میں نے شعبی کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبروں سے علیحدہ ایک قبر کے پاس گزرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی امامت کی اور اُنھوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی میں نے کہا اے اباعمرو تمہیں کس نے یہ خبر دی شعبی نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے"۔

ترجمہ ۱۲۵۹ — : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اسود مرد یا عورت جو مسجد کی صفائی کیا کرتا تھا فوت ہوگیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی موت خبر نہ ہوئی، ایک دن آپ نے اس کا ذکر کیا اور فرمایا وہ شخص کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا یارسول اللہ وہ فوت ہوگیا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا اُنھوں نے کہا اس کا ایسا ایسا واقعہ ہے (اور واقعہ ذکر کیا) اور اس کا حال حقیر بیان کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی قبر مجھے بتلاؤ آپ اس کی قبر پر تشریف لائے اور نماز جنازہ پڑھی۔

قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ أَسْوَدَ رَجُلًا أَوِ امْرَأَةً كَانَ يَكُونُ فِي الْمَسْجِدِ يَقُمُّ الْمَسْجِدَ فَمَاتَ وَلَمْ يَعْلَمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَوْتِهِ فَذَكَرَهُ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ مَا فَعَلَ ذٰلِكَ الْإِنْسَانُ قَالُوا مَاتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ أَفَلَا آذَنْتُمُونِي فَقَالُوا إِنَّهُ كَانَ كَذَا وَكَذَا قِصَّتُهُ قَالَ فَحَقَرُوا شَأْنَهُ قَالَ فَدُلُّونِي عَلَى قَبْرِهِ قَالَ فَأَتَى قَبْرَهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ

بَابُ الْمَيِّتِ يَسْمَعُ خَفْقَ النِّعَالِ ۱۲۶۰ **حَدَّثَنَا** عَيَّاشٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ح قَالَ وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتُوُلِّيَ وَذَهَبَ أَصْحَابُهُ حَتَّى إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ فَأَقْعَدَاهُ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ فَيَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ فَيُقَالُ انْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ أَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا وَأَمَّا الْكَافِرُ أَوِ الْمُنَافِقُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ فَيُقَالُ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ

۱۲۵۸، ۱۲۵۹ — شرح "ذَاتَ یَوْمٍ" میں لفظ ذات زائد ہے یا مسمّٰی کی اضافت اسم طرف ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے اسود شخص کو حقیر سمجھا تھا اس لئے آپ نے اس پر نماز پڑھی حالانکہ ابن حبان کی روائت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ قبریں اندھیری ہوتی ہیں۔ میرے نماز پڑھنے سے ان کو اللہ تعالیٰ منوّر کر دیتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے کا سبب یہ تھا مگر ان میں تضاد نہیں کیونکہ معلول واحد کی علل کثیرہ اور ایک شی کے کئی اسباب ہوتے رہتے ہیں یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ واقعہ متعدد ہے"۔ مزید تفصیل حدیث ۱۲۴۴، ۱۲۴۵ اور حدیث ۱۲۴۶ کی تفہیمات میں دیکھیں"۔

باب — مردہ جوتوں کی آواز سنتا ہے"

۱۲۶۰ — ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی کہ آپ نے فرمایا کہ جب آدمی اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور (اس کے دفن کے بعد) پیٹھ پھیر لی جاتی ہے اور اس کے ساتھی چلے جاتے ہیں حتی کہ وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھا کر اسے کہتے ہیں کہ اس شخص یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تو کیا کہتا تھا وہ کہتا ہے میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے عبد اور رسول ہیں پھر اس سے کہا جاتا ہے دوزخ میں جو تیری جگہ تھی اس کو دیکھ لے اللہ تعالیٰ نے تیری اس جگہ کو جنت میں بدل کر دیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ آدمی دونوں جگہوں کو دیکھتا ہے اور فرشتوں کے جواب میں کافر یا منافق کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا ہوں جو کچھ لوگ کہتے تھے میں وہی کہتا تھا پھر اسے کہا جاتا ہے تو نے نہ جانا اور نہ ہی تجھے اس کی طاقت تھی پھر اس کے دونوں کانوں کے درمیان لوہے کے ہتھوڑے سے مارا جاتا ہے تو وہ ایک چیخ مارتا ہے

جس کو انسانوں اور جنوں کے سوا قریب والی ساری مخلوق سنتی ہے "

۱۲۶۰ — شرح : اللہ تعالیٰ قبر میں آدمی کا امتحان لیتا ہے پھر مومنوں کو امتحان میں ثابت قدم رکھتا ہے ۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عذاب قبر حق ہے اہل سنت وجماعت کا مذہب یہی ہے ،، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا ،، یہ آیت عذاب قبر میں نازل ہوئی اس سے موت کے بعد تعذیب کی صراحت ہے ۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " رَبَّنَا اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَ اَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ " اللہ تعالیٰ نے موت کو دوبارہ ذکر کیا یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ قبر میں حیات اور موت ہوتا کہ ایک موت وہ ہو جو دنیا میں حیات کے بعد ہوئی اور دوسری وہ جو قبر میں حیات کے بعد واقع ہوئی ۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اَدْخِلُوْا آلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ،، اس آیت کریمہ میں قیامت کے عذاب کا عطف صبح وشام پیش کئے جانے والے عذاب پر کیا چونکہ معطوف علیہ معطوف کے مغائر ہوتا ہے لہٰذا یہ عذاب علیحدہ علیحدہ ہیں ایک قیامت کا عذاب اور دوسرا قبر کا عذاب ،، ابو ہذیل بن علاف اور بشر بن معتمر نے کہا کافر کو دونوں نفخوں کے درمیان عذاب دیا جائے گا ،، اور تعذیب احیا اور سوال کے بعد ہی ہو سکتی ہے کیونکہ جو کوئی عذاب قبر کا قائل ہے وہ تعذیب اور سوال کا بھی قائل ہے ،،

احادیث نبویہ صلی اللہ علی صاحبہا بکثرت عذاب قبر میں وارد ہیں اور ان سے کتب حدیث مشحون ہیں ،،

عذاب قبر کے منکر یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْھَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَۃَ الْاُوْلٰی ،، یعنی وہ لوگ جنت میں پہلی موت کے سوا اور کوئی موت نہ پائیں گے اگر وہ قبروں میں زندہ ہوں تو وہ دو موتیں پائیں گے ایک نہیں پائیں گے ،، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کی وصف بیان فرمائی ہے کہ جنتی لوگ جنت میں نہیں مریں گے مگر وہی موت جو پہلے دنیا میں گذر چکی ہے لہٰذا ان کے لئے نعمتیں بھی منقطع نہ ہوں گی بخلاف اہل دنیا کے کیونکہ ان کی موت سے نعمتیں منقطع ہو جاتی ہیں ،، لہٰذا اس آیت کریمہ میں جنت میں داخل ہونے سے پہلے اور سوال کے بعد دوسری موت کا انتفاء ثابت نہیں ہوتا ،، منکرین عذاب قبر نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ،، اس آیت کریمہ کا سیاق کافروں کو عدم انتفاع میں اہل قبور سے تشبیہ دیتا ہے کہ جس طرح اہل قبور نہیں سنتے کفار بھی نہیں سنتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو عدم انتفاع میں اہل قبور سے تشبیہ دی ہے کہ جس طرح اہل قبور وعظ ونصیحت سے نفع حاصل نہیں کر سکتے اسی طرح کافر نبی کی تبلیغ سے منتفع نہیں ہو سکتے ہیں کیونکہ ان کے قلوب پر اقفال کفر پڑے ہوئے ہیں ،، منکرین عذاب قبر کہتے ہیں " ہم دیکھتے ہیں کہ کسی شخص کو صلیب دی جاتی ہے وہ مصلوب ہی باقی رہتا ہے حتی کہ اس کے سارے اجزاء بے کار ہو جاتے ہیں ۔ ہم اس شخص میں حیات اور سوال نہیں دیکھتے ہیں تو مشاہدہ کے باوجود عذاب قبر اور قبر میں سوال وجواب کے قائلین کی بات تسلیم کرنا بے کار ہے نیز جس کو کتے اور درندے کھا جائیں اور ان کے پیٹوں میں اس کے اجزاء منتفرق ہو جائیں تو ان کا جمع ہو کر سوال وجواب کے لئے پیش ہونا کیسے ممکن ہے نیز کسی شخص کو جلا دیا جاتا ہے اور اس کی راکھ سخت تیز ہوا میں شرقاً غرباً اور شمال وجنوب میں اڑا دی جائے تو اس حال میں ظاہر ہے کہ اس کے اجزاء کا اجتماع پھر سوال وجواب وغیرہ ناممکن ہے !

اس کا جواب یہ ہے کہ مصلوب میں احیاء وسوال ہو اور ہم اس کا مشاہدہ نہ کر سکیں یہ بعید نہیں جیسے صاحب

۱۲۶۱ بَابُ مَنْ اَحَبَّ الدَّفْنَ فِی الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ اَوْ نَحْوِهَا حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاؤُسٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اُرْسِلَ مَلَکُ الْمَوْتِ اِلٰی مُوْسٰی فَلَمَّا جَاءَ صَکَّهٗ فَفَقَأَ عَیْنَهٗ فَرَجَعَ اِلٰی رَبِّهٖ فَقَالَ اَرْسَلْتَنِیْ اِلٰی عَبْدٍ لَّا یُرِیْدُ الْمَوْتَ فَرَدَّ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَیْنَهٗ وَقَالَ ارْجِعْ فَقُلْ لَّهٗ یَضَعُ یَدَهٗ عَلٰی مَتْنِ ثَوْرٍ فَلَهٗ بِکُلِّ مَا غَطَّتْ بِهٖ یَدُهٗ بِکُلِّ شَعْرَةٍ

سکر کی حیات کا ہم مشاہدہ نہیں کرتے حالانکہ وہ زندہ ہوتا ہے اور جیسے سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم سیدنا جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو دیکھتے تھے جبکہ وہ صحابہ میں موجود ہوتے مگر صحابہ کرام اس کو نہ دیکھتے تھے،،

اور اللہ تعالیٰ قادر کریم ہے جو مختلف بطون و حواصل میں مهضوم اجزاء اور مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں منتشر اجزاء کو جمع کر کے صاحبِ اجزاء کو زندہ کر کے سوال و جواب اور تعذیب وغیرہ کرے جیسے صاحبِ کفن (کفن چور) کو زندہ کیا تھا جس نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ اس کی لاش جلا کر اس کی راکھ کچھ ہوا میں اُڑا دی جائے اور کچھ پانی میں بہا دی جائے۔ اگر یہ سوال ہو کہ فرشتے سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف اشارہ کر کے" ہٰذا الرجل" کہتے ہیں اس میں تعظیم و توقیر نہیں،، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ امتحان کا مقام ہے تاکہ قائل کے تعظیمی الفاظ سے صاحبِ قبر کو جواب کا اشارہ نہ مل جائے،، حدیث میں" کَمَا یَقُوْلُ النَّاسُ،، سے مراد منافق ہیں کیونکہ کافر تو محمد رسول اللہ کہتا ہی نہیں،، "لَا دَرَیْتَ" کا معنیٰ یہ ہے کہ تو سمجھا نہیں اور" لَا تَلَیْتَ،، صحیح روایت میں یہ لفظ اِیْتَلَیْتَ بروزن اِفْتَعَلْتَ ہے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ تو قاصر رہا،، بعض علماء کہتے ہیں کہ معنیٰ یہ ہے کہ تو نہ سمجھا اور نہ ہی قرآن پڑھا یعنی تو نے اپنی عقل اور قرآن کی تلاوت سے نفع حاصل نہ کیا اس کا یہ معنیٰ بھی ہو سکتا ہے کہ تو نے حق کی پیروی نہ کی،،

ظاہر یہ ہے کہ مقبور کو مارنے والا فرشتہ منکر و نکیر کے علاوہ ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ بہرہ اور گونگا فرشتہ اس پر مسلط کیا جاتا ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ منکر و نکیر پہلی ضرب واقع کریں پھر اعمیٰ اور ابکم فرشتہ مارتا ہے،، جن اور انسان معذب کی چیخ و پکار کو اس لئے نہیں سُنتے کہ وہ خوفزدہ ہو کر یقیناً ایمان لے آئیں گے جب ان کا ایمان یقینی اور ضروری ہو گیا تو ابتلاء نہ رہے گا نیز لوگ سب تدابیر چھوڑ دیں گے اور کاروبار ختم کر دیں گے،، اس طرح دنیا کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے،، اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قبر میں سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نظر آتے ہیں اس کا معنیٰ یہ ہے کہ مقبور اور روضۂ اطہر کے درمیان والے حجابات اُٹھ جاتے ہیں اور صاحبِ قبر صاحب لولاک کو عیاناً دیکھتا ہے اور یہ کہنا کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم ذہن میں حاضر ہوتے ہیں غلط ہے کیونکہ کافر سے کبھی بھی ایسا تصور کرنا ممکن نہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم!

باب — جس نے مقدّس زمین یا اس جیسی زمین میں مدفون ہونا پسند کیا،،

۱۲۶۱ — ترجمہ : ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ملک الموت کو جناب موسیٰ علیہ السّلام کے پاس بھیجا گیا (ان کی روح قبض کرنے کے لئے) تو آپ نے انھیں ایک طمانچہ مارا ملک الموت اپنے رب کے پاس لوٹ گیا اور کہا تو نے مجھے ایسے بندے کی طرف

سَنَةً قَالَ اَیْ رَبِّ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ الْمَوْتُ قَالَ فَالْاٰنَ فَسَأَلَ اللّٰهَ تَعَالٰی اَنْ یُّدْنِیَهٗ مِنَ الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْیَةً بِحَجَرٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَوْ کُنْتُ ثَمَّ لَاَرَیْتُکُمْ قَبْرَهٗ اِلٰی جَانِبِ الطَّرِیْقِ عِنْدَ الْکَثِیْبِ الْاَحْمَرِ بَابُ الدَّفْنِ بِاللَّیْلِ وَدُفِنَ اَبُوْبَکْرٍ لَیْلًا۔

بھیجا ہے جو مرنے کا ارادہ نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کی آنکھ ان کو واپس کردی اور فرمایا اب جاؤ اور موسیٰ سے کہو کہ وہ اپنا ہاتھ بیل کی پیٹھ پر رکھیں تو جتنے بال ان کا ہاتھ ڈھانپ لے گا ہر بال کے عوض ایک سال ان کو عمر دے دی جائے گی،، موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے پروردگار پھر کیا ہوگا؟ فرمایا پھر موت ہوگی" موسیٰ علیہ السلام نے کہا تو پھر موت ابھی آجائے،، اور انھوں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ ان کو ایک پتھر پھینکنے کے مقدار ارض مقدس (بیت المقدس) کے قریب کردے،، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں وہاں ہوتا تو تم کو ان کی قبر راستہ کے کنارے سرخ ٹیلے کے پاس دکھاتا،،

۱۲۶۱ — شرح: علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اگر یہ کہا جائے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرشتہ کے ساتھ ایسا سلوک کریں ان کا ہاتھ ملک الموت تک کیسے پہنچا پھر وہ ان کی روح کیسے قبض نہ کرسکے اور کیسے ان میں اللہ کا حکم پورا نہ ہوا،، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی زندگی میں اکرام میں منفرد اور یکتا کیا تھا،، اور جب ان کی موت قریب آئی تو ان پر مزید مہربانی فرمائی کہ فرشتہ کو ان کی روح جبراً قبض کرنے کا حکم نہ دیا اور امتحان کے طور پر اس کو بشر کی صورت میں بھیجا۔ سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو اچھا نہ جانا اور اس کو اپنے سے ہٹانا چاہا تو چونکہ وہ بشری صورت میں تھا اس کی آنکھ طمانچہ سے باہر نکل آئی کیونکہ سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبع شریف میں حدت تھی۔ ایک روائت کے مطابق جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام غصہ میں آتے تو ان کی ٹوپی سے آگ نکلتی تھی عادۃً انسان اپنی حفاظت کرتا ہے اور تکلیف دہ شئی کا ازالہ کرتا ہے۔ ہماری شریعت مطہرہ میں اگر کوئی کسی کے گھر جھانکے تو اہل خانہ اس کو زجر کرسکتا ہے۔ اگرچہ زجر کرنے میں اس کی آنکھ نکال دی جائے پھر اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کی آنکھ ان کو واپس کی تاکہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم ہوجائے کہ ملک الموت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں اسی لئے آپ نے اللہ کی قضاء تسلیم کی اور اس کے لئے راضی ہوگئے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ کہنا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اجازت دی ہو کہ وہ ملک الموت کو طمانچہ ماریں اور اس میں مظلوم کا امتحان ہو اللہ تعالیٰ جو چاہے کرے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نورانی فرشتہ بشری صورت اور اس کے عوارض اختیار کرسکتا ہے اور اس کی نورانیت اور ملکیت باقی رہتی ہے اور بشر و نور دونوں جمع ہوسکتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے" فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا،، یعنی سیدنا جبرائیل علیہ السلام مریم علیہا السلام کے لئے کامل بشر ظاہر ہوئے،، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگان دین کے مدافن کے قریب دفن اختیار کرنا چاہیئے اس میں برکت ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم!

باب — رات کو دفن کرنا

۱۲۶۲ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنِ الشَّیْبَانِیِّ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَجُلٍ بَعْدَ مَا دُفِنَ بِلَیْلَةٍ قَامَ هُوَ وَاَصْحَابُهُ وَكَانَ سَاَلَ عَنْهُ فَقَالَ مَنْ هٰذَا قَالُوْا فُلَانٌ دُفِنَ الْبَارِحَةَ فَصَلَّوْا عَلَیْهِ بَابُ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ عَلَى الْقَبْرِ

۱۲۶۳ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا اشْتَكَى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ بَعْضُ نِسَائِهٖ كَنِیْسَةً رَاَتْهَا بِاَرْضِ الْحَبَشَةِ یُقَالُ لَهَا مَارِیَةُ وَكَانَتْ اُمُّ سَلَمَةَ وَاُمُّ حَبِیْبَةَ اَتَتَا اَرْضَ الْحَبَشَةِ فَذَكَرَتَا مِنْ حُسْنِهَا وَتَصَاوِیْرَ فِیْهَا فَرَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ اُولٰٓئِكِ اِذَا مَاتَ مِنْهُمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا ثُمَّ صَوَّرُوْا فِیْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ وَاُولٰٓئِكِ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ

اور ابو بکر رضی اللہ عنہ رات کو دفن کئے گئے ،،

۱۲۶۲ — ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی نمازِ جنازہ پڑھی جو رات کو دفن کیا گیا تھا آپ اور آپ کے اصحاب اُٹھے اور اس شخص کے متعلق پوچھا اور فرمایا یہ کون ہے ؟ تو لوگوں نے کہا یہ فلاں شخص ہے جو گزشتہ رات کو دفن کیا گیا تھا تو آپ نے اور آپ کے اصحاب نے اس پر نمازِ جنازہ پڑھی ،،

باب — قبر پر مسجد بنانا

۱۲۶۳ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپ کی بعض بیویوں نے ایک گرجا کا تذکرہ کیا جسے اُنھوں نے حبشہ کی زمین میں دیکھا تھا اس کو ماریہ کہا جاتا تھا اور ام سلمہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہما حبشہ گئی تھیں تو اُنھوں نے گرجا کی خوبصورتی اور اس میں تصاویر کا آپ سے ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرِ مبارک اُٹھایا اور فرمایا یہ لوگ جب ان میں سے کوئی نیک شخص مرجاتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے پھر اس میں یہ صورتیں بنا کر رکھتے اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ لوگ ساری مخلوق سے بُرے ہیں ۔

۱۲۶۲، ۱۲۶۳ — شرح : حدیث ۱۲۶۲ کے باب میں رات کو میت دفن کرنے کی مشروعیت کا بیان ہے ۔ امام ابوحنیفہ ، امام مالک ، امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہم کا مذہب ہے کہ رات میت کو دفن کرنا جائز ہے اور بخاری کی یہ حدیث اسکی دلیل ہے ابوداؤد میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو رات دفن کیا جو بلند آواز سے ذکر کیا کرتا تھا ۔

اگر یہ کہا جائے کہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ بنی عذرہ کا ایک شخص رات کو دفن کیا گیا جبکہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نمازِ جنازہ نہ پڑھی تھی تو آپ نے رات کو دفن کرنے سے منع فرما دیا ،، امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ذکر کی کہ آپ نے فرمایا اموات کو رات دفن نہ کرو ،،

بَابٌ مَنْ يَدْخُلُ قَبْرَ الْمَرْأَةِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ شَهِدْنَا بِنْتَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ فَقَالَ هَلْ فِيكُمْ مِنْ أَحَدٍ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ أَنَا قَالَ فَانْزِلْ فِي قَبْرِهَا قَالَ فَنَزَلَ فِي قَبْرِهَا قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ فُلَيْحٌ أُرَاهُ يَعْنِي الذَّنْبَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ لِيَقْتَرِفُوا لِيَكْتَسِبُوا ۱۲۶۴

اس کا جواب یہ ہے کہ رات دفن کرنے کی ممانعت اس لئے فرمائی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ یہ تھا کہ آپ تمام لوگوں کی نمازِ جنازہ پڑھیں کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ میرا نمازِ جنازہ پڑھنا لوگوں کے لئے رحمت ہے اور آپ کے نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ لوگوں کی قبریں منور فرماتا ہے"۔ ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ بعض لوگ اموات کا کفن اچھا نہ بناتے اور رات ہی دفن کر دیتے تھے تاکہ لوگوں سے مخفی رکھیں اس لئے آپ نے رات دفن کرنے سے روک دیا تھا۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم رات دفن کئے گئے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رات دفن کیا تھا"، اسی طرح ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی رات دفن کئے گئے تھے"، اور حدیث ۱۲۶۳ کی تفصیل حدیث ع کی تفہیم میں ذکر ہو چکی ہے !

باب — عورت کی قبر میں کون اُترے

۱۲۶۴ — ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی "سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا"، کے جنازہ میں حاضر ہوئے"، اور سرورِ کونین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس تشریف فرما تھے"، میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے"، آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی شخص ہے جس نے آج رات اپنی بیوی سے جماع نہ کیا ہو؟ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں ہوں، فرمایا تم قبر میں اُترو وہ صاحبزادی رضی اللہ عنہا کی قبر میں اُترے اور ان کو قبر میں اُتارا ابن مبارک نے کہا کہ فُلیح نے کہا میں خیال کرتا ہوں کہ "لم یقارف" کا معنی گناہ نہ کیا ہو"، امام بخاری کہتے ہیں "لِیَقْتَرِفُوْا"، کا معنی ہے "تاکہ کسب کریں"،

۱۲۶۴ شرح سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صاحبزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس لئے فرمایا تھا کہ عثمان کو خبردار کریں کہ انھوں نے آج رات اپنی لونڈی سے جمع کیا ہے۔ جب سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تھا اس وقت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بدر میں تشریف فرما تھے"، استیعاب میں ہے کہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی قبر میں اُترنے کے لئے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی اور آپ نے ان کو اجازت دے دی حدیث ۱۲۱۳ کی تفہیم میں اس کی تفصیل مذکور ہے"،

بَابُ الصَّلوٰةِ عَلَى الشَّهِيدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ ۱۲۶۵
حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُولُ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ فِي دِمَائِهِمْ وَلَمْ يُغَسَّلُوا وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ

باب — شہید پر نمازِ جنازہ پڑھنا

۱۲۶۵ — ترجمہ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُحُد کے شہداء میں سے دو دو کو ایک قبر میں جمع کرتے تھے پھر فرماتے تھے ان میں سے کون ہے جو قرآن کو زیادہ یاد کرنے والا ہے جب ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپ اس کو لحد میں آگے رکھتے اور فرماتے قیامت کے دن ان لوگ کے لئے میں گواہی دوں گا اور ان کو ان کے خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا اور ان کو غسل نہ دیا اور (اس وقت) ان پر نمازِ جنازہ نہ پڑھی!

۱۲۶۵ — شرح : مصابیح کی شرح میں علامہ مظہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ "ثوب واحد" کا معنی قبر واحد ہے، کپڑا مراد نہیں کیونکہ ان کو ننگا کرنا جائز نہیں اور نہ ہی ایک کپڑے میں دو ننگوں کو جمع کرنا جائز ہے جبکہ ان کے درمیان کوئی شئی حائل نہ ہو" "شہید علیہم"، کا معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں ان کے لئے گواہی دیں گے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی جانیں قربان کی تھیں،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دو یا تین کو ایک قبر میں دفن کرنا جائز ہے اور ایک قبر میں مرد اور عورت کو دفن کرنا جائز ہے آئمہ اربعہ کا اس میں اتفاق ہے،، البتہ امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہما اس کو ضرورت پر محمول کرتے ہیں۔ بدائع میں ہے افضل کو لحد میں پہلے رکھا جائے بعد میں دوسرے کو رکھا جائے اور دونوں کے درمیان مٹی سے چھوٹی سی آڑ بنادی جائے اس طرح دو قبروں جیسی حالت ہو جاتی ہے اور مرد کو لحد میں مقدم کیا جائے اور جنازہ کی نماز میں عورت کو قبلہ کی طرف مرد سے مقدم کیا جائے مرد کی لاش مرد کے قریب ہو اور عورت سے بعید ہو،،

شہید کو غسل نہیں دیا جاتا اس میں تمام علماء کا اتفاق ہے،، علامہ سہیلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ شہید کو غسل نہ دینے کا سبب یہ ہے کہ وہ زندہ ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو جائیں ان کو مُردے مت کہو"، نیز شہید ہونا عبادت ہے اور خون اس کا اثر ہے وہ باقی رہنا چاہیئے جیسے روزے دار کے بارے میں بعض علماء کہتے ہیں کہ مسواک نہ کرے،، علماء احناف کے نزدیک شہید کو غسل نہ دیا جائے اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے،،

۱ : کیونکہ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ایک دن مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے گئے اور اُحد کے شہداء کے لئے اس طرح نماز پڑھی جیسے میّت کے لئے کیا کرتے ہیں ،، معلوم ہُوا کہ یہ نماز صرف دُعا نہ تھی اور اس کو دُعا پر محمول کرنا انصاف نہیں۔

۲ : ابن ماجہ نے یزید بن ابی زیاد کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہداء اُحد کے پاس تشریف لائے اور دس دس پر نماز جنازہ پڑھی اور ان میں امیر حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔ دس پہ نماز جنازہ پڑھ کر ان کو اُٹھا لیا جاتا اور امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو نہ اُٹھایا جاتا تھا اور ہر دس پر نماز میں ان کو شامل کیا جاتا تھا ،،

۳ : امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یزید بن ابن ابی زیاد کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ اُحد کے دن نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے دس شہداء رکھے جاتے آپ اُن پر اور امیر حمزہ رضی اللہ عنہم پر نماز جنازہ پڑھتے پھر اور دس لائے جاتے اور امیر حمزہ کا جنازہ وہیں رہنے دیا جاتا اور آپ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی۔

۴ : بزار نے مسند میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُحد کے شہداء حاضر کیے گئے آپ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی۔

۵ : حاکم نے مستدرک میں، طبرانی نے معجم میں اور بیہقی نے سنن میں اس روایت کو ذکر کیا ہے ،،

۶ : امام طحاوی نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے دن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو ڈھانپنے کا حکم دیا پھر آپ نے ان پر نمازِ جنازہ پڑھی پھر دُوسرے شہداء کو لایا گیا اور ان پر اور ان کے ساتھ امیر حمزہ رضی اللہ عنہم پر نماز پڑھی ،،

۷ : دار قطنی نے ابو مالک سے روایت کی کہ اُحد کے شہداء نو نو لائے جاتے اور ان میں دسویں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم ہوتے تھے۔ آپ ان کی نمازِ جنازہ پڑھتے پھر حمزہ کے سوا نو کو اُٹھا لیا جاتا اور دُوسرے لائے جاتے اور ان میں دسویں امیر حمزہ رضی اللہ عنہم ہوتے اور ان کی نماز پڑھتے ،،

۸ : بیہقی نے کہا کہ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے روز دس دس شہداء پہ نماز پڑھی ہر دس میں دسویں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہوتے تھے ،،

اگر یہ کہا جائے کہ ذہبی نے کہا یزید بن ابی زیاد کی حدیث حجت نہیں اور جابر کی حدیث کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء اُحد پہ نمازِ جنازہ نہیں پڑھی صحیح تر ہے۔ ابن جوزی نے کہا یزید بن زیاد منکرِ حدیث ہے۔ نسائیؒ نے کہا اس کی حدیث متروک ہے ،،

اس کا جواب یہ ہے کہ صاحب تنقیح نے کہا ان علماء نے جس یزید میں کلام کیا ہے وہ یزید بن زیاد ہے اور اس حدیث کا راوی یزید بن ابی زیاد ہے اور وہ کوفی ہے اس کو ابن زیاد نہیں بلکہ ابن ابی زیاد کہا جاتا ہے اور اس کی حدیث معتبر ہے۔ مسلم نے اس کے ساتھ اور کو ملا کر اس کی حدیث ذکر کی ہے۔ اصحاب سنن نے بھی اس کی حدیث ذکر کی ہے ،، ابو داؤد نے کہا میں نہیں جانتا کہ کسی نے اس کی حدیث ترک کی ہو۔ ابن جوزی نے کتاب الضعفاء میں ابن زیاد کو ایک ہی راوی ذکر کیا ہے مگر یہ موہوم ہے غلط ہے ،،

۱۲۶۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَزِيْدُ بْنُ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلّٰى عَلٰى اَهْلِ اُحُدٍ صَلٰوتَهٗ عَلَى الْمَيِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنِّيْ فَرَطٌ لَّكُمْ وَاَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ لَاَنْظُرُ اِلٰى حَوْضِي الْاٰنَ وَاِنِّيْ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِيْحَ الْاَرْضِ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ وَلٰكِنْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ ان کی حدیث نافی ہے اور عقبہ بن عامر کی حدیث مثبت ہے اور مثبت کو نافی پر ترجیح ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ حضرت جابر اپنے والد اور چچا کے قتل کے باعث مصروف تھے اور ان کو اُحد سے لے جانے کی تدبیر میں مدینہ منورہ گئے ہوئے تھے اور جب یہ سُنا کہ شہداء کو اُحد میں ہی دفن کیا جائے گا جہاں وہ شہید ہوئے ہیں تو ان کے دفن کے لئے واپس آگئے اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ شہداء اُحد پر نماز جنازہ کے وقت حاضر نہ تھے لہٰذا جابر کی حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے،،

اگر یہ کہا جائے کہ شہداء زندہ ہوتے ہیں اور نمازِ جنازہ مردوں پر پڑھی جاتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ آخرت کے احکام میں زندہ ہیں۔ دُنیاوی احکام میں نہیں اور نمازِ جنازہ احکامِ دنیا سے ہے ورنہ ان کی میراث بھی تقسیم نہیں ہونی چاہیئے اور نہ ہی اُن کی بیویوں سے نکاح کرنا چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم!

۱۲۶۶ — ترجمہ : عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر نکلے اور شہداء اُحد پر نماز پڑھی جس طرح اموات پر نماز پڑھی جاتی ہے پھر منبر کی طرف لوٹے اور فرمایا میں تمہارا فرط "مقدمہ،، ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں،، اور میں اللہ کی قسم اپنے حوض کو اب دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں یا زمین کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں اور اللہ کی قسم میں اپنے بعد تم پر یہ خوف نہیں کرتا کہ تم شرک کرنے لگو گے لیکن مجھے یہ ڈر ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرنے لگو گے،،

۱۲۶۶ — شرح : علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد والوں پر کچھ دیر بعد نماز جنازہ پڑھی تھی اور جو پہلی حدیث میں ہے کہ آپ نے نمازِ جنازہ نہیں پڑھی تھی اس کی وجہ یہ ہے کہ یوم اُحد مسلمانوں کے لئے سخت ترین دن تھا اور اس روز سخت افراتفری تھی اس لئے نماز جنازہ نہ پڑھی اور کچھ وقت گزر جانے کے بعد پڑھی،، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ آپ نے ان کے لئے دعاء کی تھی جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اموات کے لئے دعا کرنے کی عادت تھی۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ لفظ کے معنی سے عدول کرنا ہے تاکہ اپنا مسلک ثابت کریں یہ انصاف نہیں امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ کا معنی تین معانی سے باہر نہیں اوّل یہ کہ پہلی حدیث میں گزرا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد والوں پر صلوٰۃ ترک کی اور یہ حدیث اس کی ناسخ ہے یا ان کا خیال یہ تھا کہ کچھ مدت بعد نمازِ جنازہ پڑھیں یا ان پر نماز جنازہ جائز تھی اور

بَابُ دَفْنِ الرَّجُلَيْنِ اَوِ الثَّلَاثَةِ فِي قَبْرٍ وَّاحِدٍ

۱۲۶۷ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبٍ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى اُحُدٍ

بَابُ مَنْ لَّمْ يَرَ غُسْلَ الشُّهَدَاءِ

۱۲۶۸ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِدْفِنُوْهُمْ فِي دِمَائِهِمْ يَعْنِي يَوْمَ اُحُدٍ وَّلَمْ يُغَسِّلْهُمْ

دوسروں پر واجب ہے۔ بہر حال جو معنی بھی لیں شہداءِ اُحُد پر نمازِ جنازہ ثابت ہے،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حوض کوثر اب موجود ہے اور یہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپ نے ساری دنیا اور اس میں ہر شئ کی خبر دی اور دوسرا معجزہ یہ ہے کہ ساری دنیا کی کنجیاں آپ کے دستِ اقتدار میں ہیں، اور اس اُمت کو شرک کا ڈر نہیں اس کو صرف دنیا میں رغبت کا ڈر ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی شئ کی تاکید کے لئے قسم کھانی جائز ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب — دو یا تین آدمیوں کو ایک قبر میں دفن کرنا

۱۲۶۷ — ترجمہ : حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُحُد کے شہداء میں سے دو آدمیوں کو جمع کرتے تھے۔''

باب — جس نے شہداء کو غسل دینا جائز نہ جانا

۱۲۶۸ — ترجمہ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہداء کو ان کے خون سمیت دفن کر دو یعنی یہ اُحد کے روز آپ نے فرمایا اور اُن کو غسل نہ دیا،،

۱۲۶۷، ۱۲۶۸ — مشرح : دو آدمیوں کو جمع کرنا قبر میں ہے یا کفن میں اگر کفن میں جمع کرنا ہے تو اس کو یہ لازم ہے کہ قبر میں جمع ہوں بہر حال حدیث عنوان کے مطابق ہے،، ابو داؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ (اُحد میں) دو یا تین آدمیوں کو ایک کپڑے میں کفن دیتے تھے،، قُتیبہ نے اس پر اضافہ کرتے ہوئے کہا" پھر ایک قبر میں دفن کرتے تھے اور حدیث ۱۲۶۸ کی تقریر حدیث ۱۲۶۵ کی تفہیم میں گزری۔،،

بَابُ مَنْ يُقَدَّمُ فِي اللَّحْدِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ سُمِّيَ اللَّحْدُ لِأَنَّهُ فِي نَاحِيَةٍ مُلْتَحَدًا مَعْدِلًا وَلَوْ كَانَ مُسْتَقِيمًا كَانَ ضَرِيحًا

۱۲۶۹ **حَدَّثَنَا** ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُولُ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هٰؤُلَاءِ وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ قَالَ وَأَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِقَتْلَى أُحُدٍ أَيُّ هٰؤُلَاءِ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى رَجُلٍ قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ قَبْلَ صَاحِبِهِ قَالَ جَابِرٌ فَكُفِّنَ أَبِي وَعَمِّي فِي نَمِرَةٍ وَاحِدَةٍ وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ جَابِرًا

باب — لحد میں پہلے کون رکھا جائے

لحد کو لحد اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ ایک کنارے میں ہوتی ہے، ہر ظالم ملحد ہے "ملتحداً،، ایک طرف ہونے کی جگہ،، اور اگر قبر سیدھی ہو تو ضریح کہتے ہیں،،

۱۲۶۹ — ترجمہ : حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روائت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحُد کے شہداء میں سے دو آدمیوں کو ایک کپڑے میں جمع کرتے تھے پھر فرماتے تھے ان میں سے کس کو قرآن زیادہ یاد ہے جب ان دونوں میں سے ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو اس کو لحد میں آگے کرتے اور فرماتے میں ان لوگوں کا گواہ ہوں اور ان کو خون سمیت دفن کرنے کا حکم فرمایا اور ان پر نمازِ جنازہ نہ پڑھی اور نہ ہی ان کو غسل دیا،، ہم کو اوزاعی نے زہری سے اُنھوں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحُد کے شہداء کے بارے میں فرماتے تھے ان میں کس کو قرآن زیادہ یاد ہے جب کسی آدمی کی طرف اشارہ کیا جاتا تو اس کو لحد میں اس کے ساتھی سے پہلے رکھتے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے باپ اور چچا کو ایک کمبل میں کفن دیا گیا اور سلیمان بن کثیر نے کہا مجھے زہری نے خبر دی اُنھوں نے کہا مجھے اُس نے خبر دی جس نے جابر رضی اللہ عنہ سے سُنا۔

۱۲۶۹ — شرح : قبر کے کنارے میں شق کو لحد کہا جاتا ہے الحاد کا معنی میلان ہے،، اور قرآن کریم میں " وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُونِهٖ مُلْتَحَدًا " سے مراد جائے پناہ ہے،، یعنی اللہ کے سوا تو کسی کو جائے پناہ نہ پائے گا کیونکہ اللہ کی قدرت اس کی ساری مخلوق کو محیط ہے،، اور اگر شق ایک کنارے میں نہ ہو بلکہ سیدھی ہو تو اس کو ضریح کہتے ہیں، اگر زمین نرم نہ ہو اور لحد بن سکتی ہو

بَابُ الْإِذْخِرِ وَالْحَشِيْشِ فِي الْقَبْرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَرَّمَ اللهُ مَكَّةَ فَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدِي أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ فَقَالَ الْعَبَّاسُ إِلَّا الْإِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَقُبُورِنَا فَقَالَ إِلَّا الْإِذْخِرَ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقُبُورِنَا وَبُيُوتِنَا وَقَالَ أَبَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لِقَيْنِهِمْ وَبُيُوتِهِمْ

توشق میں دفن کرنا مکروہ ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کا مذہب یہی ہے اور شق میں مسلمان کو دفن کرنا خلاف سنت ہے اور جس زمین میں لحد نہ بن سکتی ہو وہاں شق مکروہ نہیں،، فخرالاسلام نے جامع صغیر میں ذکر کیا کہ اگر لحد بنانا مشکل ہو تو میت کے لئے صندوق بنانے میں حرج نہیں اور اس میں مٹی بچھا لینا مسنون ہے،،

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے لئے لحد ہے اور ہمارے غیر (اہل کتاب) کے لئے شق ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ آپ کے لئے لحد بنائی جائے علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے باپ کے ساتھ مدفون عمرو بن جموح بن زید بن حرام تھا جبکہ جابر کا والد عبداللہ بن عمرو بن عمرو بن حرام ہے لہذا مذکور مدفون جابر کے چچا کا بیٹا تھا اور اس کی ہمشیرہ ہند بنت عمرو کا شوہر تھا جابر نے اس کو تعظیم وتکریم کے طور پر چچا کہا ہے،، **قولہ وقال سلیمان الخ** ان طرق میں فرق یہ ہے کہ لیث نے عبدالرحمٰن کو زہری اور جابر کے درمیان واسطہ ذکر کیا ہے جبکہ اوزاعی نے ان درمیان واسطہ ذکر نہیں کیا اور سلیمان نے مجہول واسطہ ذکر کیا ہے۔

باب — قبر میں اذخر اور خشک گھاس بچھانا

۱۲۷۰ — ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرام قرار دیا ہے۔ میرے پہلے کسی کے لئے حلال نہ ہوا اور نہ ہی میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا میرے لئے دن کے کچھ حصہ میں حلال کیا گیا اس کی تر گھاس نہ اکھاڑی جائے گی اور اس کا درخت نہ کاٹا جائے گا اور اس کا شکار نہ بھگایا جائے گا اور نہ ہی اس میں گمی ہوئی کوئی شئ اُٹھائی جائے گی مگر تعریف اور اعلان کرنے والا اُٹھا سکے گا،، حضرت عباس رضی اللہ عنہ

نے کہا مگر خشک گھاس ہمارے سناروں اور ہماری قبروں کے لئے آپ نے فرمایا لیکن خشک گھاس،، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے کہا ہماری قبروں اور گھروں کے لئے ابان بن صالح نے حسن بن مسلم سے اُنھوں نے صفیہ بنت شیبہ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح سُنا اور مجاہد نے طاؤس سے اُنھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ ان کے لوہاروں اور گھروں کے لئے!

۱۲۷۰ —— شرح : یعنی اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو کسی کے لئے حلال نہیں کیا اور نہ ہی قیامت تک کسی کے لئے حلال ہوگا صرف فتح مکہ میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دن کا تھوڑا سا حصہ حلال کیا گیا لہٰذا اس میں قتل وغارت وغیرہ وغیرہ ہرگز جائز نہیں اس کا تر گھاس درخت وغیرہ نہ اُکھاڑے (اور نہ) کاٹے جائیں گے اور نہ ہی اعلان کرنے والے کے سوا کوئی شخص اس میں پڑی ہوئی شئے اُٹھائے گا۔ سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خشک گھاس استعمال میں لانے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اس کی اجازت دے دی۔

صحیح حدیث میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام کیا یعنی اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر تحریم ظاہر فرمائی اور اُنھوں نے اس کی اشاعت کی۔ اس حدیث سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے استدلال کیا کہ مکہ مکرمہ جنگ سے فتح ہوا صلح سے فتح نہیں ہوا جو گھاس خود بخود اُگا ہو اس کا قطع کرنا بالاتفاق ممنوع ہے اور جس کو لوگ اُگائیں جیسے سبزیاں اور چارہ وغیرہ ان کا قطع کرنا جائز ہے اور خود بخود اُگنے والا حرم کا درخت کاٹنے میں امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک کوئی تاوان نہیں اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہما کے نزدیک جزاء لازم ہے اور درخت کی قیمت سے ہدی خرید کر کے حرم میں بھیجی جائے گی اور اگر ہدی کی خرید تک قیمت نہ پہنچے تو صدقہ کر دیا جائے گا اور ہر مسکین کو نصف صاع گندم دی جائے، یہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بڑے درخت میں گائے اور چھوٹے میں بکری واجب ہے۔ امام احمد کے نزدیک اگر حرم میں کسی کی شئے گم ہو جائے تو اس کا اُٹھانے والا اس کا اعلان کرتا رہے حتیٰ کہ اس کا مالک پالے وہ خود استعمال نہیں کر سکتا اور نہ ہی صدقہ کر سکتا ہے۔ امام شافعی کا ظاہر قول یہی ہے۔ احناف کے نزدیک حل اور حرم کا لقطہ ایک حکم رکھتا ہے اور اذخر خشک گھاس کا مستثنیٰ کر دینا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کی دلیل ہے۔ واللہ اعلم!

باب — کیا کسی علّت کے سبب میّت کو قبر سے اور لحد سے نکالا جائے گا؟

۱۲۷۱ حدثنا علي بن عبد الله قال حدثنا سفيان قال عمرو سمعت جابر بن عبد الله قال أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم عبد الله بن أبي بعد ما أدخل حفرته فأمر به فأخرج فوضعه على ركبتيه ونفث فيه من ريقه وألبسه قميصه فالله أعلم وكان كسا عباسا قميصا وقال سفيان وقال أبو هارون وكان على رسول الله صلى الله عليه وسلم قميصان فقال له ابن عبد الله يا رسول الله ألبس أبي قميصك الذي يلي جلدك قال سفيان فيرون أن النبي صلى الله عليه وسلم ألبس عبد الله قميصه مكافأة لما صنع

۱۲۷۱ — ترجمہ : حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی کے پاس آئے جبکہ اس کو قبر میں داخل کیا گیا آپ نے اس کو نکالنے کا حکم دیا تو اسے نکالا گیا آپ نے اس کو اپنے گھٹنوں پر رکھا اور اپنا لعاب مبارک اس پر ڈالا اور اس کو اپنی قمیص پہنائی۔ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اُس نے حضرت عباس کو قمیص پہنائی تھی۔ سفیان نے کہا اور ابوہریرہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دو قمیصیں تھیں، اور عبداللہ بن عبداللہ بن ابی نے کہا یا رسُول اللہ! میرے باپ کو اپنی قمیص پہنائیں جو آپ کے جسم شریف سے ملی ہوئی ہے۔ سفیان نے کہا لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ کو قمیص اس کا بدلہ چکانے کے لئے پہنائی تھی جو اس نے عباس کو پہنائی تھی،،

۱۲۷۱ — شرح : عبداللہ بن ابی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بدر کے دن اپنی قمیص پہنائی تھی جبکہ وہ مدینہ منورہ آئے تھے اور ان کے جسم پر کپڑا نہ تھا چونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ طویل القامت تھے اور کسی صحابی کی قمیص ان کو برابر نہ آتی تھی اور عبداللہ بن ابی بھی لمبا تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس کے جنازہ میں موجود تھا اس کا لمبا قد ہونے کے باعث اس کے دونوں پاؤں چارپائی سے باہر نکلے ہوئے تھے،، عبداللہ کے بیٹے کا نام ”حباب،، تھا اور حباب شیطان ہے اس لئے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ رکھا وہ مخلص مسلمان تھے اور بدر کی لڑائی میں حاضر ہوئے اور ان کا والد عبداللہ بن ابی کا منافقین کے ساتھ میل جول کرنا ان کو پسند نہ تھا اور اس سے وہ بے زار تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت کی وجہ سے میّت کو قبر سے نکالنا جائز ہے منجملہ ضرورات یہ ہے کہ میّت کو غسل دینے کے بغیر دفن کر دیا ہو یا جہاں دفن کیا گیا ہو وہ زمین سیلابی ہو یا اس میں سیلاب آجائے“ امام مالک اور شافعی رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جس میّت کو غسل کے بغیر دفن کیا گیا ہو اس کو قبر سے نکال کر غسل دینا جائز ہے مگر امام مالک کہتے ہیں کہ یہ اس وقت جائز ہے جبکہ میّت خراب نہ ہوئی ہو۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے کہا کہ جب میّت کو لحد میں رکھ دیا جائے اور اس کو غسل نہ دیا ہو تو اس کو قبر سے نہ نکالا جائے،، یہی اختلاف اس میّت میں ہے جس کو نمازِ جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا جائے،، ابن منذر نے کہا ہمارے مذہب میں اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے اور اس کو قبر سے نہ نکالا جائے۔ ہاں اگر قبر میں مٹی نہ ڈالی ہو تو اس کو نکال کر اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کو قبر سے نکالنا جائز نہیں اور نہ

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا حَضَرَ أُحُدٌ دَعَانِي ١٢٧٢ أَبِي مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ مَا أُرَانِي إِلَّا مَقْتُولًا فِي أَوَّلِ مَنْ يُقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنِّي لَا أَتْرُكُ بَعْدِي أَعَزَّ عَلَيَّ مِنْكَ غَيْرَ نَفْسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّ عَلَيَّ دَيْنًا فَاقْضِ وَاسْتَوْصِ بِأَخَوَاتِكَ خَيْرًا فَأَصْبَحْنَا فَكَانَ أَوَّلَ قَتِيلٍ وَدُفِنَ مَعَهُ آخَرُ فِي قَبْرٍ ثُمَّ لَمْ تَطِبْ نَفْسِي أَنْ أَتْرُكَهُ مَعَ الْآخَرِ فَاسْتَخْرَجْتُهُ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ فَإِذَا هُوَ كَيَوْمِ وَضَعْتُهُ هُنَيَّةً غَيْرَ أُذُنِهِ ١٢٧٣ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ دُفِنَ مَعَ أَبِي رَجُلٌ فَلَمْ تَطِبْ نَفْسِي حَتَّى أَخْرَجْتُهُ فَجَعَلْتُهُ فِي قَبْرٍ عَلَى حِدَةٍ

ہی اس کی قبر پر نماز پڑھیں لیکن اس کے لئے دعا کریں،، علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کی شرح میں ذکر کیا انبیاء کرام علیہم السلام، علماء کرام، شہداء اور مؤذنین کے اجسام کو مٹی نہیں کھاتی اور نہ ہی اس پر حشرات ارض کیڑے مکوڑے اثر انداز ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم!

۱۲۷۲ — ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب اُحد کا وقت قریب ہُوا تو مجھے میرے والد نے رات بُلایا اور کہا کہ میں اپنے آپ کو خیال نہیں کرتا ہوں مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید ہونے والے صحابہ میں سے سب سے پہلے مقتول ہونے والا،، اور میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کریمہ کے سوا اپنے بعد کسی کو تجھ سے زیادہ عزیز نہیں چھوڑے جا رہا ہوں،، مجھ پر قرضہ ہے وہ ادا کر دینا اور اپنی بہنوں سے اچھا سلوک کرنا۔ صبح ہوئی تو تو سب سے پہلے شہید ہونے والے وہی تھے اور ان کے ساتھ قبر میں ایک اور شخص دفن کیا گیا میں نے پسند نہ کیا کہ میں ان کو کسی دوسرے کے ساتھ چھوڑوں اس لئے میں نے ان کو چھ ماہ بعد نکال لیا،، قبر سے،، تو وہ اسی طرح تھے جس وقت میں نے ان کو دفن کیا تھا سوا ان کے کان کے (وہ متاثر ہُوا تھا)

۱۲۷۳ — ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے والد کے ساتھ ایک اور شخص دفن کیا گیا اور میری طبیعت کو یہ پسند نہ تھا میں نے ان کو نکالا اور علیحدہ قبر میں دفن کیا۔

۱۲۷۲، ۱۲۷۳ — شرح: یعنی میں نے اپنے والد کو قبر سے نکالا اور جس وقت میں نے ان کو دفن کیا تھا وہ اسی طرح تھے،، اور صرف تھوڑا سا کان متاثر ہُوا تھا۔ ابن سعد نے ابو ہلال کے طریق سے ابو سلمہ سے روایت کی کہ ان کے کان کی لو متاثر ہوئی تھی اور ابو داؤد نے ابن حماد بن زید کے طریق سے ابو سلمہ سے روایت کی کہ زمین کے ساتھ ملنے والے داڑھی کے کچھ بال متاثر ہوئے تھے،، ان تمام روایات کا معنیٰ یہ ہے کہ ان کے کان کی لو سے ملنے والے بال متاثر ہوئے تھے۔

اگر یہ کہا جائے کہ مؤطا میں عبد الرحمٰن بن صعصعہ سے روایت ہے کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ عمرو بن جموح اور

بَابُ اللَّحدِ وَالشَّقِّ فِی القَبرِ

۱۲۷۴ حَدَّثَنَا عَبدَانُ قَالَ اَخبَرَنَا عَبدُ اللّٰهِ قَالَ اَخبَرَنَا اللَّیثُ بنُ سَعدٍ قَالَ حَدَّثَنِی ابنُ شِهَابٍ عَن عَبدِ الرَّحمٰنِ بنِ کَعبِ بنِ مَالِکٍ عَن جَابِرِ بنِ عَبدِ اللّٰهِ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ یَجمَعُ بَینَ الرَّجُلَینِ مِن قَتلٰی اُحُدٍ ثُمَّ یَقُولُ اَیُّهُم اَکثَرُ اَخذًا لِّلقُراٰنِ فَاِذَا اُشِیرَ لَهٗ اِلٰی اَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِی اللَّحدِ فَقَالَ اَنَا شَهِیدٌ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ یَومَ القِیٰمَةِ فَاَمَرَ بِدَفنِهِم بِدِمَآئِهِم وَلَم یُغَسِّلهُم

عبد اللہ بن عمرو انصاری (والد جابر) کی قبر کو سیلاب نے کرید دیا تھا جبکہ وہ دونوں ایک ہی قبر میں تھے ان کو دوسری جگہ منتقل کرنے کے لئے ان کی قبر کھولی گئی تو وہ ذرہ بھر متاثر نہ تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کل فوت ہوئے ہیں حالانکہ اُحُد کے واقعہ اور ان کی قبر کھولنے کے وقت کے درمیان ۴۶ سال کی مدت تھی۔ حضرت جابر کی روائت کے خلاف جس میں صرف چھ ماہ کے بعد نکالنا مذکور ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عبد الرحمٰن بن صعصعہ کی روائت حضرت جابر کی روائت کا مقابلہ نہیں کر سکتی، کیونکہ ابن صعصعہ کی روائت بلاغ پر مبنی ہے اور جابر کی روائت کی اساس ان کا مشاہدہ ہے۔ طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ محمد بن منکدر کے طریق سے جابر سے روائت کی کہ ان کے والد کا مثلہ کیا گیا اور ان کے کان اور ناک کاٹ دیئے گئے تھے۔ اس روائت کا محمل یہ ہے کہ اُنھوں نے سارے کان نہ کاٹے تھے بعض کاٹے تھے اور ان میں سے بچا ہُوا کان متاثر ہُوا تھا لہٰذا طبرانی کی روائت صحیح کی روائت کے مخالف نہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہُوا ہے کہ شہداء کے اجسام کو زمین نہیں کھاتی۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث ۱۲۷۱ کی شرح میں ذکر کیا، اِنَّ الشُّهَدَآءَ لَا تَاْکُلُ الاَرضُ لُحُومَهُم وَقِیلَ اَربَعَةٌ لَا تَعدُو عَلَیهِمُ الاَرضُ وَلَا هُوَامُّهَا الاَنبِیَاءُ عَلَیهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالعُلَمَآءُ وَالشُّهَدَآءُ وَالمُؤَذِّنُونَ، واللہ اعلم۔ یعنی شہداء کے گوشت کو زمین نہیں کھاتی اور کہا جاتا ہے کہ زمین اور اس کے کیڑے مکوڑے جن پر تجاوز نہیں کرتے وہ چار ہیں۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ، علماء، شہداء اور مؤذن رحمہم اللہ تعالیٰ،،

باب — قبر میں لحد اور شق بنانا

۱۲۷۴ — ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُحُد کے شہداء سے دو دو آدمیوں کو (ایک قبر میں) جمع کرتے پھر فرماتے ان میں کس کو زیادہ قرآن یاد ہے جب ان میں سے کسی ایک طرف اشارہ کیا جاتا تو اس کو لحد میں آگے رکھتے اور فرمایا قیامت کے دن میں ان لوگوں کی گواہی دوں گا اور ان کو ان کے خون سمیت دفن کرنے کا حکم فرمایا اور ان کو غسل نہ دیا۔

بَابٌ اِذَا اَسْلَمَ الصَّبِیُّ فَمَاتَ هَلْ یُصَلّٰی عَلَیْهِ

وَهَلْ یُعْرَضُ عَلَی الصَّبِیِّ الْاِسْلَامُ وَقَالَ الْحَسَنُ وَشُرَیْحٌ وَاِبْرَاهِیْمُ وَقَتَادَةُ اِذَا اَسْلَمَ اَحَدُهُمَا فَالْوَلَدُ مَعَ الْمُسْلِمِ وَکَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَعَ اُمِّهٖ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ وَلَمْ یَکُنْ مَعَ اَبِیْهِ عَلٰی دِیْنِ قَوْمِهٖ وَقَالَ الْاِسْلَامُ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی

۱۲۷۴ — حدیث ۱۲۶۵ کی تفہیم میں اس حدیث کی تفصیل گزرچکی ہے ،،

باب — جب بچہ مسلمان ہوجائے اور مرجائے کیا اس پر نماز پڑھی جائے ؟ اور کیا اس پر اسلام پیش کیا جائے ؟ ،،

حسن بصری ، شریح ، ابراہیم اور قتادہ رضی اللہ عنہم نے کہا جب (ماں باپ) دونوں میں سے ایک مسلمان ہو تو بچہ مسلمان کے ساتھ ہوگا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی والدہ کے ساتھ کمزور مسلمانوں میں تھے اور وہ اپنے والد کے ساتھ ان کی قوم کے دین پہ نہ تھے اور سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا ،،

باب اس باب کے دو عنوان ہیں : ایک یہ کہ جب بچہ مسلمان ہو کر مرجائے تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے ؟ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے اس لئے اس کی خبر ذکر نہیں کی ،، اور دُوسرا عنوان یہ ہے کہ بچہ پر اسلام پیش کیا جائے ؟ ،،

صاحب ہدایہ نے ذکر کیا کہ جب بچہ اپنی ماں یا باپ کے ساتھ قید ہو کر آئے اور مرجائے تو اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے حتیٰ کہ وہ اسلام کا اقرار کرے جبکہ وہ اسلام کو سمجھتا ہو یا اس کے والدین سے کوئی ایک مسلمان ہوجائے ،، اور بچہ ان دونوں میں سے بہتر کے تابع ہوگا ،، اگر تنہا بچہ قیدی بن کر آئے اور دارالاسلام میں آکر مرجائے تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی جبکہ اس نے عقلمند ہو کر کفر اختیار نہ کیا ہو ،، اگر بچہ کا باپ دارالاسلام میں آکر مسلمان ہوگیا اور بچہ دارالحرب میں ہی مرگیا تو اس کا حکم مسلمان بچوں سا ہے ،، باب کا دوسرا عنوان اگرچہ

١٢٧٥ **حدثنا عبدان قال اخبرنا**

عبد الله عن يونس عن الزهري قال اخبرني سالم بن عبد الله ان ابن عمر اخبره ان عمر انطلق مع النبي صلى الله عليه وسلم في رهط قبل ابن صياد حتى وجدوه يلعب مع الصبيان عند اطم بني مغالة وقد قارب ابن صياد الحلم فلم يشعر حتى ضرب النبي صلى الله عليه وسلم بيده ثم قال لابن صياد اتشهد اني رسول الله فنظر اليه ابن صياد فقال اشهد انك رسول الاميين فقال ابن صياد للنبي صلى الله عليه وسلم اتشهد اني رسول الله فرفضه وقال آمنت بالله وبرسله فقال له ماذا ترى قال ابن صياد ياتيني صادق وكاذب فقال النبي صلى الله عليه وسلم خلط عليك الامر ثم قال له النبي صلى الله عليه وسلم اني قد خبأت لك خبيئا فقال ابن صياد هو الدخ فقال اخسأ فلن تعدو قدرك فقال عمر دعني يا رسول الله اضرب عنقه فقال النبي صلى الله عليه وسلم ان يكن هو فلن تسلط عليه وان لم يكن هو فلا خير لك في قتله وقال سالم سمعت ابن عمر يقول ثم انطلق بعد ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم وابي بن كعب الى النخل التي فيها ابن صياد وهو يختل ان يسمع من ابن صياد شيئا قبل ان يراه ابن صياد فراه النبي صلى الله عليه وسلم وهو مضطجع في قطيفة له فيها رمزة او زمرة فرأت ام ابن صياد رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يتقي بجذوع النخل فقالت لابن صياد يا صاف وهو اسم ابن صياد هذا محمد فثار ابن صياد فقال النبي صلى الله عليه وسلم لو تركته بين وقال شعيب زمزمة فرفصه وقال اسحاق الكلبي وعقيل رمرمة وقال معمر رمزة

بصورت استفہام مذکور ہے مگر کتاب الجہاد میں مذکور عنوان کہ بچہ پر اسلام کس طرح پیش کیا جائے اور اس میں ابن صیاد کا واقعہ ذکر کیا جس میں بچہ پر اسلام پیش کرنا مذکور ہے اس کے جزم پر دلالت کرتا ہے اس سے علماء نے استدلال کیا کہ مراہق بچہ کا اسلام صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی مقصد ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک رضی اللہ عنہما کا مسلک بھی یہی ہے البتہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مسلک اس کے خلاف ہے،، حسن بصری، شریح، ابراہیم اور قتادہ کا اثر اس کی تائید کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنی والدہ لبابہ بنت حارث ہلالیہ کے ساتھ کمزور مسلمانوں میں سے تھے جو مکہ میں مسلمان ہو گئے تھے اور مشرکوں نے ان کو ہجرت کرنے سے روک دیا تھا اور وہ ان میں ان کی اذیتیں برداشت کرتے رہے،، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بچہ خیر الابوین کے تابع ہوتا ہے کیونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بدر کے بعد مسلمان ہوئے تھے چونکہ اسلام بلند رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا اسی لئے جب غیر مکلف بچہ مسلمان ہو جائے اور مر جائے تو اسلام کی برکت سے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

ترجمہ : زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا مجھ سے سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے

١٢٧٥ ———

بیان کیا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چند صحابہ میں ابن صیاد کی طرف گئے حتیٰ کہ اس کو بنی مغالہ کے ٹیلوں کے پاس بچوں کے ساتھ کھیلتا ہُوا پایا۔ اس وقت ابن صیاد قریب البلوغ تھا اس کو معلوم نہ ہُوا حتیٰ کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ شریف اس پر مارا اور ابن صیاد سے فرمایا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسُول ہوں؟ ابن صیاد نے آپ کی طرف دیکھا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بے پڑھوں کے رسُول ہیں۔ ابن صیاد نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسُول ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا اور فرمایا میں اللہ اور اُس کے رسُول پر ایمان لایا،، آپ نے اسے فرمایا تو کیا دیکھتا ہے؟ ابن صیاد نے کہا میرے پاس سچا اور جھوٹا دونوں آتے ہیں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھ پر امر خلط ملط ہو کر رہ گیا ہے۔ پھر اس کو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے کوئی بات (دل میں) چھپائی ہے (بتاؤ وہ کیا ہے) ابن صیاد نے کہا وہ دُخ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذلیل رہ تو اپنی قدر سے آگے ہرگز نہیں بڑھ سکتا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا یارسُول اللہ! مجھے اجازت دیجئے میں اس کی گردن اُڑا دوں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ وہ (دجال) ہے تو تم اس پر مسلط ہرگز نہیں ہو سکتے (اس پر غلبہ نہیں کر سکتے) اور اگر یہ وہ (دجال) نہیں تو اس کے قتل کرنے میں بہتری نہیں۔ حضرت سالم نے کہا میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہُوئے سُنا کہ اس کے کچھ عرصہ بعد جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابی بن کعب کھجوروں کی طرف چلے گئے جن میں ابن صیاد رہتا تھا اور آپ ابن صیاد سے کچھ سننے کے لئے حیلہ کر رہے تھے پہلے اس کے کہ وہ آپ کو دیکھ لے،، نبیٔ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا جبکہ وہ اپنی چادر میں لپٹ کر لیٹا ہُوا تھا اور اس سے گنگناہٹ کی آواز آرہی تھی ابن صیاد کی ماں نے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا جبکہ آپ کھجوروں کے تنوں کی آڑ میں چھپتے چھپاتے تشریف لے جا رہے تھے،، اُس نے ابن صیاد سے کہا اے صاف! یہ ابن صیاد کا نام ہے۔ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ابن صیاد جلدی سے اُٹھا تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ اس کو چھوڑے دیتی تو وہ کچھ بیان کرتا شعیب نے اپنی حدیث میں فرفضہ رمرمتہ یا زمزمتہ کی روائت کی ہے اور عقیل نے رمرمہ کہا ہے اور معمر نے رمزہ کہا ہے۔

۱۲۷۵ **شرح**: سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد پر اسلام پیش کیا اور وہ بچہ تھا اگر بچہ کا اسلام صحیح نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر اسلام پیش نہ کرتے معلوم ہُوا کہ بچہ پر اسلام پیش کرنا جائز ہے اور بچّہ کا اسلام قبول کرنا صحیح ہے اس طرح حدیث ترجمۃ الباب کے مطابق ہے یہی بخاری کا مقصد ہے،،

"ابن صیّاد،، کا نام صافی ہے۔ بعض علماء نے اس کا نام عبداللہ ذکر کیا ہے وہ یہودی تھا اور اس کی قوم بنو نجار کی حلیف تھی۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ ایک یہودیہ عورت کے گھر بچّہ پیدا ہُوا جس کی ایک آنکھ ممسوح ہے اور دوسری اُبھری ہُوئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دجّال خیال کیا اور اس کے پاس تشریف لے گئے اور اطم بنی مغالہ میں اس کو بچوں میں کھیلتا ہُوا پایا،، ابن صیاد ان یہودیوں سے تھا جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے معترف تھے لیکن ان کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ صرف عربوں کے نبی ہیں،، تعجب ہے کہ یہودیوں نے جب آپ کی رسالت کا اقرار کیا تو آپ سے کذب کے صدور کے استحالہ کا بھی اقرار کیا جو نبوت

کو لازم ہے لہٰذا ان پر واجب تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کی تصدیق کرتے کہ آپ ساری مخلوق کے رسول ہیں ،، ابن صیاد نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ یہ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں ؟ آپ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتا ہوں یعنی اگر تو سچا رسول ہے تجھ پر امر خلط ملط نہیں تو میں ایمان لاتا ہوں اور اگر تو رسول نہیں اور تجھ پر امر خلط ملط ہے تو میں تجھ پر ایمان نہیں لاتا ہوں لیکن تجھ پر امر خلط ملط ہے لہٰذا تو ذلت و رسوائی میں خاموش رہ تو اپنی قدر سے آگے نہیں بڑھ سکتا ہے تو رسالت کا دعویٰ کیسے کرتا ہے ،،

چونکہ ابن صیاد نے رسالت کا دعویٰ کیا تھا اور رسول صدور رجال پر مطلع ہوتے ہیں اس لئے آپ نے سورۂ دخان کی یہ آیت کریمہ "یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ" کو سینہ میں چھپایا اور اس کا امتحان لیا تاکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اس کا جھوٹ واضح ہو جائے۔ شیطان نے آپ کا نفسی کلام سن کر ابن صیاد کو القاء کر دیا مگر اس کو دخان کہنے کی استطاعت نہ ہوئی اور کاہنوں کے طریقہ پر دُخ کہنے تک محدود رہا اور ان دو حرفوں کے سوا آیت پوری کرنے پر قادر نہ ہوا ،، جیسے کاہن اپنے اصحاب سے بعض کلمات کا اختطاف کرتے ہیں اور پورا کلام نہیں کر سکتے ،، اس لئے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ " یعنی تیری قدر اس حد تک نہیں پہنچی کہ تو غیب پر مطلع ہو جو بذریعہ وحی انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ مختص ہے اور نہ تو بذریعہ الہام اس کی طاقت رکھتا ہے جو صالحین کی شان ہے ،، اگر یہ سوال ہو کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد کو قتل کرنے کی اجازت کیوں نہ دی حالانکہ اس نے آپ کی موجودگی میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن صیاد اس وقت بچہ تھا یا ان کے ساتھ مسلمانوں کا عہد تھا یا یہ وجہ تھی کہ اس نے صراحتاً نبوت کا دعویٰ نہ کیا تھا اس نے تو صرف یہ وہم کیا تھا کہ وہ رسالت کا مدعی ہے اور رسالت کے دعویٰ کو نبوت کا دعویٰ لازم نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " اِنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ الآیۃ " ،، رہی یہ بات کہ ابن صیاد ہی دجال ہے یا نہیں اس کی تفصیل اپنے مقام میں مذکور ہوگی انشاء اللہ العزیز ،، ایک روایت میں یہ بات ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دجال کے سر پر تلوار ماری تاکہ اس کو قتل کریں مگر اس کے سر پر تلوار نے کچھ اثر نہ کیا اور اُبھر کر عمر فاروق کے سر پر لگی جس سے وہ زخمی ہو گئے اور زمین پر گر پڑے دجال ان کے پاس آیا اور ان سے ہنسی مذاق کرنا شروع کیا جب اس واقعہ کی خبر سید عالم صلی اللہ علیہ کو پہنچی تو آپ جلدی سے تشریف لائے اور اپنا ہاتھ مبارک زخم پر رکھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی زخم فوراً مندمل ہو گیا پھر آپ نے عمر فاروق سے فرمایا تمہیں دجال کو قتل کرنے کی استطاعت نہیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو غائب کر دے آپ نے ان کی خواہش پر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا فرمائی تو سیدنا جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور ابن صیاد کو سر سے پکڑا اور زمین سے اُٹھا لیا جبکہ وہ اپنی ماں باپ اور قوم میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ سب اس کو دیکھ کر رو رہے تھے سیدنا جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو اٹھا کر ایک جزیرہ میں رکھ دیا اب وہ سمندر کے جزیرہ میں ہے حضرت تمیم داری نے جزیرہ میں اس کا واقعہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا جس کی تفصیل مسلم شریف میں مذکور ہے ،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ ١٢٧٦
أَنَسٍ قَالَ كَانَ غُلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَعُودُهُ فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَقَالَ لَهُ أَسْلِمْ فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ وَهُوَ عِنْدَهُ فَقَالَ لَهُ أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ فَأَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا ١٢٧٧
سُفْيَانُ قَالَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ كُنْتُ أَنَا وَأُمِّي مِنَ الْمُسْتَضْعَفِينَ أَنَا مِنَ الْوِلْدَانِ
وَأُمِّي مِنَ النِّسَاءِ

اپنے دین میں خوب متصلب تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تحقیق یقین کے بغیر سفک دماء مباح نہیں۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم!

۱۲۷۶ — **ترجمہ** : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ایک یہودی لڑکا نبی کریم صلی اللہ علیہ کی خدمت کیا کرتا تھا وہ بیمار پڑا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس اس کی بیمار پرسی کرنے تشریف لائے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ گئے اور اسے فرمایا مسلمان ہو جا اس نے اپنے والد کی طرف دیکھا جبکہ وہ اس کے پاس تھا اس نے کہا ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کر وہ مسلمان ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے حالانکہ آپ فرما رہے تھے اللہ کی حمد ہے جس نے اس کو دوزخ سے نجات دی!

۱۲۷۷ — **ترجمہ** : عُبید اللہ بن ابی یزید رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ میں اور میری ماں کمزور لوگوں میں سے تھے میں بچوں میں سے اور میری ماں عورتوں میں سے کمزور تھیں "

۱۲۷۶ — **شرح** : سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی لڑکے پر اسلام پیش کیا جو آپ کا خادم تھا اور اس نے اسلام قبول کر لیا لہٰذا حدیث ترجمۃ الباب کے مناسب ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس لڑکے کے باپ کی موجودگی میں اس کو اسلام کی دعوت دینے میں حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر لوگوں کو تبلیغ کرنا فرض کیا ہے کہ آپ اس فریضہ کی ادائیگی میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کریں "، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص عاقل ہو اور اسلام نہ لائے اس کو دوزخ میں عذاب دیا جائے گا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اہلِ ذمہ کی تیمارداری کرنا جائز ہے۔ خصوصاً جب وہ ہمسایہ ہو کیونکہ اس سے اسلام کے محاسن کا اظہار ہوتا ہے اور تالیفِ قلب ہوتی ہے تاکہ وہ اسلام میں رغبت کریں "، اور کافر سے خدمت کرانا جائز ہے اور والد کی اجازت سے بچہ سے خدمت کرانا درست ہے اور اس پر اسلام پیش کرنا جائز ہے "، حدیث ۱۲۷۷ کی تفصیل شروع باب میں مذکور ہے۔
مُستضعفین سے مراد وہ لوگ ہیں جو مکہ مشرفہا اللہ میں مسلمان ہوئے اور ان کو مشرکوں نے ہجرت کرنے سے روک دیا وہ مشرکوں میں کمزور ہو کر رہ گئے اور ان سے تکالیف برداشت کرتے رہے "، سبحانہ ما اعظم شانہ!

۱۲۷۸ حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب قال ابن شہاب یصلی علی کل مولود متوفی وان کان لغیۃ من اجل انہ ولد علی فطرۃ الاسلام یدعی ابواہ الاسلام او ابوہ خاصۃ وان کانت امہ علی غیر الاسلام اذا استہل صارخا صلی علیہ ولا یصلی علی من لا یستہل من اجل انہ سقط فان ابا ہریرۃ کان یحدث قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما من مولود الا یولد علی الفطرۃ فابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ کما تنتج البہیمۃ بہیمۃ جمعاء ہل تحسون فیہا من جدعاء ثم یقول ابو ہریرۃ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا الایۃ

۱۲۷۹ حدثنا عبدان قال اخبرنا عبد اللہ قال اخبرنا یونس عن الزہری قال اخبرنی ابو سلمۃ بن عبد الرحمن ان ابا ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مولود الا یولد علی الفطرۃ فابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ کما تنتج البہیمۃ بہیمۃ جمعاء ہل تحسون فیہا من جدعاء ثم یقول ابو ہریرۃ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم

۱۲۷۸ — **ترجمہ** : شعیب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابن شہاب نے کہا ہر فوت ہونے والے بچہ پر نماز جنازہ پڑھی جائے۔ اگرچہ وہ کافرہ کا بچہ ہو کیونکہ وہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے ماں باپ یا خصوصًا اس کا باپ اسلام لانے کا دعوی کرے اور اگر اس کی ماں مسلمان نہ ہو جبکہ وہ پیدا ہوتے وقت چیخ مارے اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی اور جو بچہ پیدائش کے وقت چیخ نہ مارے اس پر نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے کیونکہ وہ بچہ ناتمام ہے،، کیونکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں جس طرح کہ جانور صحیح وسالم عضو والا بچہ جنتا ہے۔ کیا تم اس میں کوئی کان کٹا ہوا دیکھتے ہو پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس آیت کی تلاوت کرتے "اللہ کی فطرت ہے جس پر اُس نے لوگوں کو پیدا کیا،،

۱۲۷۹ — **ترجمہ** : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کوئی بچہ مگر وہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور اس کے ماں باپ اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں جس طرح جانور بچے دیتا ہے کیا تم ان میں کوئی کان کٹا ہوا پاتے ہو۔ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ آیت کریمہ پڑھتے "اللہ کی فطرت ہے جس پر لوگوں کو پیدا کیا اللہ کے پیدا کرنے میں کوئی تبدیلی نہیں۔ یہ دین سیدھا ہے۔

۱۲۷۸، ۱۲۷۹ — **شرح** : ان دونوں حدیثوں کی مناسبت ترجمۃ الباب سے اس طرح ہے کہ جو بچہ پیدا ہوتے ہی مر جائے اور اس کے ماں باپ یا ان میں سے ایک مسلمان ہو اور وہ پیدائش کے وقت چلایا تھا تو اس پر نماز پڑھی جائے گی، اس پر نماز پڑھنا ہی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ عرض اسلام کا محل ہے اور اس کے عاقل

بَابٌ اِذَا قَالَ الْمُشْرِكُ عِنْدَ الْمَوْتِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

١٢٨٠ حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ اَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ ابْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِىْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ لَمَّا حَضَرَتْ اَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ جَاءَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ عِنْدَهُ اَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِىْ اُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِىْ طَالِبٍ اَىْ عَمِّ قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً اَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَقَالَ اَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِىْ اُمَيَّةَ يَا اَبَا طَالِبٍ اَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ وَيَعُودَانِ بِتِلْكَ الْمَقَالَةِ حَتّٰى قَالَ اَبُو طَالِبٍ اٰخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ هُوَ عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَاَبٰى اَنْ يَّقُولَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا وَاللّٰهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ اُنْهَ عَنْكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ مَا كَانَ لِلنَّبِىِّ الْاٰيَةَ

ہونے کے وقت اس پر اسلام پیش کیا جائے گا۔ قولہ لِغَيَّةٍ " یہ غوایہ سے مشتق ہے اس کا معنی کفر وغیرہ کی گمراہی ہے۔ ولدِ زنا کو ولد غیہ اور حلال بچہ کو ولد راشدہ کہا جاتا ہے۔ حدیث میں کافرہ کا بچہ یا زانیہ کا بچہ مراد ہے "۔ قَوْلُہ فِطْرَةَ اللّٰهِ " فعل مقدر کا مفعول بہ ہے اور وہ " اِلْزَمُوْا " ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو توحید اور دینِ اسلام کے قابل پیدا کیا ہے۔ کیونکہ یہ عقل اور نظرِ صحیح کا مقتضیٰ ہے حتیٰ کہ ان کو اگر اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور کسی دین کی تلقین نہ کی جائے تو وہ دینِ اسلام پر کسی اور دین کو اختیار نہ کریں گے۔ قولہ کما تنتج الخ " یعنی بچہ فطرت پر پیدا ہونے کے بعد چار پایہ کے مشابہ ہے جس کے اعضاء پیدا ہونے کے وقت صحیح و سالم ہوتے ہیں اور بعد میں ان کے کان کاٹے جاتے ہیں اسی طرح جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ مسلمان ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو اپنے دین میں تبدیل کر لیتے ہیں :: اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " اللہ کے پیدا کرنے میں کوئی تبدیلی نہیں حالانکہ ماں باپ بچہ میں تبدیلی کر دیتے ہیں اور اس کو نصرانی مجوسی وغیرہ بنا لیتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نفی نہی کے معنی میں ہے یعنی اللہ کی تخلیق میں تبدیلی نہ کرو یا معنیٰ یہ ہے کہ فطرت میں تبدیلی نہیں کرنی چاہیئے "۔ اگر یہ کہا جائے کہ " اَبَوَاهُ " میں ضمیر کا مرجع كُلُّ مَوْلُوْدٍ " ہے تو معنیٰ یہ ہوگا۔ ہر مولود کے ماں باپ اس کو یہودی وغیرہ بنا لیتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ بعض فطرتِ اسلام پر باقی رہتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اس ترکیب کا مقصد یہ ہے کہ مولود کی ذات میں ضلالت نہیں اور نہ ہی یہ اس کی طبیعت کا مقتضیٰ ہے بلکہ جب بھی ضلالت حاصل ہوگی تو کسی خارجی سبب سے حاصل ہوگی۔ واللہ و رسولہ اعلم!

باب — جب مشرک موت کے وقت لا الٰہ الا اللہ کہے "

١٢٨٠ — ترجمہ : سعید بن مسیب نے اپنے باپ سے روایت کی اُنھوں نے بیان کیا کہ جب ابو طالب کی وفات کا

وقت قریب آیا تو ان کے پاس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور وہاں ابوجہل بن ہشام اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ کو بیٹھے ہوئے پایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب سے فرمایا اے چچا ‟ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ “ کہہ دیں میں اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کے لئے اس کی گواہی دوں گا۔ ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ نے کہا اے ابا طالب کیا آپ عبدالمطلب کی ملت سے اعراض کر رہے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر بار بار یہ کلمہ پیش کرتے رہے اور وہ دونوں اسی بات کا اعادہ کرتے رہے حتیٰ کہ ابو طالب نے ان سے آخری کلام یہ کیا کہ وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہیں اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم جب تک مجھے منع نہ کیا گیا میں آپ کے لئے مغفرت طلب کرتا رہوں گا تو اللہ تعالیٰ نے ابو طالب کے بارے میں یہ آئت نازل کی،،

شرح : یعنی ابو طالب پر نزع سے پہلے جب موت کے علامات ظاہر ہوئے تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر بار بار

۱۲۸۰ —

کلمۂ شہادت پیش کیا جس کا انھوں نے انکار کیا مسلم کی روائت میں ہے ‟ کہ ابو طالب نے کہا اگر قریش مجھے عار نہ دلاتے کہ وہ کہتے کہ ابو طالب نے موت کے ڈر سے کلمہ کہہ دیا ہے تو میں آپ کو کلمہ کہہ کر خوش کرتا،، اس وقت یہ آئت کریمہ نازل ہوئی جبکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر مجھے منع نہ کیا گیا تو میں آپ کے لئے مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ‟ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ ،، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کو لائق نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا کریں“ علامہ واحدی نے کہا ابو اسحاق زجاج اس آئت کے بارے میں کہتے تھے کہ تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آئت کریمہ ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی۔ ایک روائت میں ہے کہ جب ابو طالب بیمار ہوئے جس بیماری میں ان کا انتقال ہو گیا تھا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ان کے کان میں فرمایا اے میرے چچا اگر اپنی زبان پر کلمۂ شہادت جاری کر دیں تو میں اپنے رب کے حضور آپ کی شفاعت کروں گا اور آپ دوزخ میں نہ جائیں گے تو ابو طالب نے جواب دیا یقیناً آپ نبی ہیں اور آپ کا دین حق ہے لیکن میں کلمہ شہادت اس لئے نہیں کہتا ہوں کہ لوگ میرا مذاق اڑائیں گے کہ ابو طالب موت سے ڈر کر ایمان لے آیا یہ جواب سن کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم غمزدہ ہو گئے اور یہ آئت کریمہ نازل ہوئی۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ ،، یعنی جس کے لئے آپ پسند کریں اس کے دل میں ہدایت پیدا نہیں کر سکتے خلق ہدایت اللہ کے قبضہ میں ہے جس کے لئے چاہے اس کے دل میں ہدایت پیدا کر دے،، مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آئت کریمہ ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی،، تفسیر کبیر میں ہے کہ زجاج نے کہا ‟ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي أَبِي طَالِبٍ ،، یعنی تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آئت ابو طالب کے حق میں نازل ہوئی،، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح مسلم میں ذکر کیا کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آئت ابو طالب کے

بارے میں نازل ہوئی اور ابو اسحاق زجاج نے اس پر اجماع ذکر کیا ہے،، ملا علی قاری نے بھی مرقات شرح مشکوٰۃ میں اس اجماع کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں لِقَولِہٖ تَعَالیٰ فِی حَقِّہٖ بِاتِّفَاقِ الْمُفَسِّرِیْنَ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ یعنی مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آئت ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ امام ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سے فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کہہ دیجئے میں قیامت کے دن اس کی شہادت دوں گا ابوطالب نے کہا اگر ایسا نہ ہوتا کہ مجھے قریش شرمندگی دلائیں گے اور وہ کہیں گے کہ ابو طالب نے موت کی سختی سے ڈر کر کلمہ کہہ دیا ہے تو میں آپ کو خوش کر دیتا اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آئت کریمہ نازل فرمائی ,, اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ،، علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ یہ آئت کریمہ مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِیْنَ ،، ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی اور زمخشری کا ان کے حق میں عدم نزول کی یہ وجہ بیان کرنا کہ ابوطالب کی موت ہجرت سے پہلے تھی اور آئت کریمہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی صحیح نہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب کے لئے اس کے نزول تک دعا فرماتے رہے حتیٰ کہ کفار کے بارے میں تشدید اس سورت میں نازل ہوئی۔ علامہ قسطلانی نے کہا کہ فتوح الغیب میں مذکور ہے کہ یہی حق بات ہے امام بغوی اپنی تفسیر میں اس آئت کریمہ ,, وَهُمْ یَنْهَوْنَ عَنْهُ وَیَنْاَوْنَ عَنْهُ ،، کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ابن عباس اور مقاتل رضی اللہ عنہم نے کہا کہ یہ آئت کریمہ ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی کافروں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روکتے تھے اور خود ایمان سے دور رہے تھے" امام بیہقی نے دلائل نبوت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آئت کی تفسیر میں ذکر کیا کہ یہ آئت کریمہ ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے کافروں کو منع کرتے تھے اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے دور رہتے تھے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپ نے اپنے چچا ابوطالب کو کیا نفع دیا اللہ کی قسم وہ آپ کی حمائت کرتا اور آپ کے لئے لوگوں سے لڑتا جھگڑتا تھا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ پاؤں تک آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتا،، علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ابوطالب کے پاؤں تک آگ رہنے میں حکمت یہ ہے کہ ابوطالب کا سارا بدن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حمائت میں صرف رہا مگر اپنی قوم کے دین پر ثابت قدم رہے اس لئے ملتِ کفر پر ثابت قدمی نے پاؤں پر عذاب مسلط کیا صحیحین میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روائت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخیوں میں سب سے کم عذاب ابوطالب کو ہے وہ آگ کے دو جوتے پہنے ہوئے ہیں جس سے ان کا دماغ کھولتا ہے،، ابوداؤد اور نسائی میں ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ! حضور کا بوڑھا چچا گمراہ فوت ہو گیا ہے آپ نے فرمایا جاؤ اور اپنے باپ

کو دبا آؤ ،، صحیحین میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے کہا میں نے عرض کی یا رسُول اللہ!
آپ کل مکہ معظمہ میں اپنے محلہ کے کس مکان میں تشریف فرما ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کیا ہمارے لئے عقیل نے
کوئی مکان چھوڑ دیا ہے؟ عقیل اور طالب ابوطالب کے وارث ہُوئے اور جعفر اور علی رضی اللہ عنہما کسی شئی
کے وارث نہ ہُوئے تھے کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے اور عقیل اور طالب کافر تھے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہا
کرتے تھے کہ مومن کافر کا وارث نہیں بنتا ،، یاد رہے کہ ابوطالب کی وفات کے وقت عقیل کافر تھے بعد میں وہ
مسلمان ہو گئے تھے اور طالب کفر میں فوت ہُوا تھا ،، علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ واحدی نے موسیٰ
بن علبیدہ کی حدیث ذکر کی اُنھوں نے کہا کہ محمد بن کعب قرظی نے ہم سے بیان کیا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جب
ابوطالب مرضِ موت میں تھے تو قریش نے ان کو کہا کہ اپنے بھتیجے کو پیغام بھیجو کہ وہ جنت جس کا نام سے ذکر کیا
کرتے ہیں سے تمہارے لئے کچھ بھیج دیں کہ تم شفا پاؤ ابوطالب نے سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیغام بھیجا تو جناب
رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جنت کا کھانا اور پانی کافروں پر حرام کیا ہے پھر آپ ابوطالب
کے پاس تشریف لائے اور ان پر اسلام پیش فرمایا تو اُنھوں نے کہا کہ لوگ حضور پر طعن کریں گے کہ آپ کا چچا
موت سے گھبرا گیا اگر یہ ڈر نہ ہوتا تو میں آپ کو خوش کر دیتا۔ جب ابوطالب فوت ہو گئے تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
نے ان کے لئے مغفرت کی دُعا فرمائی تو مسلمانوں نے کہا ہمیں اپنے آباؤ اقارب کے لئے مغفرت کی دُعا کرنے سے
کون منع کرتا ہے حالانکہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے چچا کے لئے دُعاء کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا
کے لئے دعاءِ مغفرت کر رہے ہیں اُنھوں نے مشرکین اقارب کے لئے دعاءِ مغفرت کی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی
مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الآیۃ ،، یعنی نبی کے لئے اور مومنوں کے لئے مناسب نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے
دُعا کریں۔ ابونعیم نے حلیہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے چچا عباس کا مسلمان ہونا چاہا اور میں نے اپنے چچا ابوطالب کا مسلمان ہونا چاہا اللہ تعالیٰ
کا ارادہ میری خواہش پر غالب آیا کہ ابوطالب کافر رہا ،، ان صحیح روایات سے ابوطالب کا ایمان نہ لانا واضح ہوتا
ہے اور اس پر مفسرین کا اجماع اس کی دلیل واضح ہے لہذا یہ مناسب نہیں کہ صحیح روایات اور مفسرین کا اجماع بالائے
طاق رکھتے ہُوئے اس کو نظر انداز کر کے ضعیف روایات کا سہارا لے کر ایمان ابی طالب ثابت کیا جائے جبکہ
اس سے متعلق ہم سے قبر و حشر میں ہرگز نہ پوچھا جائے گا اور نہ ہی اس کا اثبات ضروریاتِ ایمان سے ہے علامہ
عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا باب کے عنوان سے اس حدیث کی مناسبت ظاہر ہے کہ عنوان یہ ہے کہ جب مشرک موت
کے وقت لا الہ الا اللہ کہہ دے تو اس کو مسلمان کہا جائے گا اور نزع کی حالت شروع ہو جائے تو اس وقت ایمان
لانا بے سود ہے ،،

علامہ عینی رحمہ اللہ نے کہا بعض علماء نے کہا کہ ابوطالب امرِ آخرت کو دیکھ لیتے ان کو موت کا یقین ہو جاتا
اور ایسی حالت میں ہوتے کہ اس وقت ایمان لانا بے سود ہوتا ہے اور اس وقت ایمان لانا نافع نہیں ہوتا وہ سید عالم

صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے ایمان لے آتے اور آپ کی نبوّت کا تہہ دل سے اقرار کر لیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ان کی شفاعت فرماتے اور اللہ تعالیٰ سے اُن سے درگزر کی درخواست کرتے کہ اس حال میں ان کا ایمان قبول ہو جائے تو یہ ابوطالب کی خصوصیّت ہوتی کیونکہ وہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حمائت اور آپ سے مشرکوں کی ایذاء کی مدافعت کرتے رہے تھے،، محمد بن اسحاق نے کہا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اے میرے بھتیجے آپ نے جو کلمہ اپنے چچا پر پیش کیا تھا آپ نے ان کو یہ کہتے ہوئے سُنا ؟ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ابوطالب سے یہ کلمہ نہیں سُنا ۔ محمد بن اسحاق کی اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب سے کلمہ نہیں سُنا اور حضرت عباس نے یہ ابوطالب کے فوت ہونے کے بعد آپ سے دریافت کیا تھا ۔ لہٰذا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوطالب کے منہ کے پاس کان لگایا اور ان کو کلمہ پڑھتے سُنا قابلِ غور ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ کے سامنے تو ابوطالب کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیں اور عباس کے سامنے کلمہ پڑھیں حالانکہ انہی لوگوں کی باتوں کے پیشِ نظر تو اُنہوں نے کلمہ پڑھنے سے انکار کیا تھا کہ وہ کہیں گے کہ ابوطالب نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا ہے جبکہ ابوطالب کی وفات کے وقت حضرت عباس بھی کافر تھے اور جنگِ بدر میں کافروں میں اسیر ہو کر آئے تھے ۔ علامہ سہیلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ عباس نے یہ بات کفر کی حالت میں کہی تھی اور اگر وہ اسلام کے بعد ادا کرتے تو قابلِ قبول ہوتی اب اس سے یہ واضح ہو گیا کہ ابن عباس کی یہ روائت مخدوش ہے کیونکہ ابوطالب کی وفات ہجرت سے بہت پہلے ہوئی تھی ۔ اس وقت غالباً ابن عباس پیدا نہیں ہوئے تھے کیونکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر دس برس ایک دوسری روائت کے مطابق تیرہ برس تھی ،، جبکہ دس ہجری میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا تھا ! لہٰذا یہ کہنا صحیح نہیں کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس کی خبر سُن کر خاموش رہے اور آپ کی خاموشی تقریری حدیث پر محمول ہے ،، کیونکہ کافر کے قول و فعل پر نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی اس کے قول و فعل کی تقریر نہیں ہوتی اگر یہ سوال ہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ،، وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ،، یہ آیت مبارکہ سب کافروں کو شامل ہے کوئی کافر اس سے خاص نہیں ۔ اگر ابوطالب کافر تھے تو ان کے عذاب میں تخفیف کیوں ہوئی حالانکہ مسلم کی عبد اللہ بن حارث سے روائت ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کروا دی ہے ۔ مسلم کی دوسری روائت میں ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ،، لَوْلَا اَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ،،
اس کا جواب یہ ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام کی وجہ سے ابوطالب کے عذاب میں تخفیف ہوئی مسلم کی حدیث اگرچہ خبرِ واحد ہے مگر مخصوص حالات کے پیش نظر اس سے تخصیص ثابت ہے جیسے اس کریمہ ،، وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ،، کہ اپنے مردوں سے دو گواہ بناؤ ،، حالانکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ،، خزیمہ تنہا کی گواہی دو مردوں کی گواہی کے مساوی ہے ،، اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ الآیۃ ،، اس آیت کریمہ میں کفارہ ظہار غلام آزاد کرنا یا دو ماہ کے روزے رکھنا یا ساٹھ مساکین کو

کھانا کھلاتا ہے حالانکہ سیّد عالم صلیّ اللہ علیہ وسلم نے ایک غریب منظاہر کو کھجوروں کا ٹوکرا دیا اور اس شخص کی درخواست پر کہ وہ غریب ہے فرمایا تم خود ہی کھالو اس کے پیش نظر ابو طالب کو بھی آیت کریمہ " وَلَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ ،، سے سرورِ کائنات صلیّ اللہ علیہ وسلم کے اکرام کے پیشِ نظر آپ کے چچا ابو طالب کو خاص کیا گیا ہے ،، کیونکہ وہ آپ صلیّ اللہ علیہ وسلم کے بہت معاون اور غمخوار تھے ،، مگر ان کی معاونت محض خاندانی اہمیت کے طور پر تھی یہ نہیں کہ وہ آپ پر ایمان لانے کی حیثیت سے آپ کی نصرت و حفاظت کرتے تھے ۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس بات پر علماء کا اجماع اور اتفاق ہے کہ کافروں کو ان کے اچھے اعمال نفع نہیں دیتے اور نہ ہی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے لیکن ان کے جرائم کے اعتبار سے بعض کو سخت عذاب ہوگا اور بعض کو خفیف عذاب ہوگا ،، سیّد عالم صلیّ اللہ علیہ وسلم کی معاونت اور حفاظت کی وجہ سے ابو طالب کا کفر کے سوا اتنا سنگین جرم نہ تھا جس کی وجہ سے وہ سخت سے سخت عذاب کے مستوجب ہوتے اس لئے ان کے عذاب میں تخفیف ہوئی اسی لئے سیّد عالم صلیّ اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے نچلے طبقہ میں ہوتے ،، اس تقریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیّد عالم صلیّ اللہ علیہ وسلم کے مقدس وجود اور آپ کی برکت سے ابو طالب صرف اسی عذاب کے مستحق ہوئے جو آپ صلیّ اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ،، علامہ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس حدیث " اِنَّ رَحْمَتَہٗ سَبَقَتْ غَضَبَہٗ ،، کی یہ تاویل صحیح ہے کہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والوں سے بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت منقطع نہیں کیونکہ وہ اس پر قادر ہے کہ وہ ان کے لئے ایسا عذاب پیدا کر دے کہ اس میں دوزخ کے عذاب کی نسبت رحمت اور تخفیف ہو ،، لہٰذا اس تخفیف کو یہ لازم نہیں کہ وہ لوگ مومن ہیں وہ لوگ کافر بھی ہیں اور ان کے عذاب میں تخفیف بھی ہے ۔ سیّد عالم صلیّ اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ابو طالب کے عذاب میں تخفیف ہوئی اور وہ غمراتِ عذاب سے نچلی آگ کی طرف منتقل ہوئے ،، معلوم ہوا کہ حسب ارشاد نبوت ابو طالب کے عذاب میں تخفیف ان کے کفر سے متصادم نہیں ۔ اگر یہ سوال ہو کہ ابو طالب کے بعض اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مومن تھے چنانچہ وہ کہتے ہیں " وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِیْنَ مُحَمَّدٍ مِّنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّۃِ دِیْنًا ،، یعنی میں نے جانا ہے کہ محمد صلیّ اللہ علیہ وسلم کا دین تمام دینوں سے بہتر دین ہے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اہل کتاب کافر ہیں وہ نبی کریم صلیّ اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو جانتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَھُمْ ،، یعنی وہ نبوتِ مصطفیٰ صلیّ اللہ علیہ وسلم کو ایسا جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں مگر یہ معرفت ان کا ایمان نہ تھی ۔ ایمان یہ ہے کہ نبی کی نبوت کی تصدیق اور اس کا اذعان کرے نبراس میں ہے " کَاَکْثَرِ کُفَّارِ قُرَیْشٍ کَانُوْا یَقُوْلُوْنَ فِیْمَا بَیْنَھُمْ اِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْحَقِّ وَیَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ اِتِّبَاعِہٖ ،، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جَحَدُوْا بِھَا اَیْ بِمُعْجِزَاتِ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَقَدِ اسْتَیْقَنَتْھَا اَنْفُسُھُمْ ،، ای والحال انھم علموا بالیقین انھا حق ،، معلوم ہوا کہ کافر کا نبی کی نبوت کو جان لینا کہ وہ حق ہے ایمان نہیں ،، پھر صاحبِ نبراس نے کہا

ابوطالب نبوت کو جانتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ یہ حق ہے اور انکار نہ کرتے تھے مگر یہ ان کا ایمان نہ تھا، کیونکہ اُنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اذعان نہ کیا تھا، چنانچہ اُنھوں نے موت سے چند لمحات پہلے یہ شعر پڑھے جبکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی موت کے وقت فرمایا اے چچا کہو " لا الٰہ الا اللہ"، میں تمہارے لئے شفاعت کروں گا اُنھوں نے کہا کہ اگر مجھے قریش کے عار دینے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ضرور ایمان لاکر تمہاری آنکھ ٹھنڈی کرتا ۔ وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِیْنَ مُحَمَّدٍ ؛ مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّۃِ دِیْنًا
لَوْلَا الْمَلَامَۃُ اَوْحِذَارُ مُسَبَّۃٍ ؛ لَوَجَدْتَنِیْ سَمْحًا بِذَاکَ مُبِیْنًا

یعنی میں یقین سے جانتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین تمام جہانوں کے دینوں سے بہتر ہے مگر ملامت اور بدگوئی کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں نہایت صفائی کے ساتھ اس دین کو قبول کرلیتا"، اس کے بعد ابوطالب کا انتقال ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آئت کریمہ نازل فرمائی " اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ . الایۃ
اگر یہ سوال ہو کہ ابوطالب کے بعض خطابات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مومن تھے چنانچہ اُنھوں نے کہا میں نور فراست سے دیکھ رہا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم غالب ہیں اور عرب و عجم ان کا مطیع ہے"، اس کا جواب یہ ہے کہ ابوطالب کا یہ کہنا ان کے ایمان کی دلیل نہیں اس طرح کا کلام تو ہرقل نے بھی کہا تھا کہ وہ میرے ان قدموں کی جگہ کے مالک ہوجائیں گے اور سب پر غالب آئیں گے مگر علماء کا اتفاق ہے کہ اس قول سے ہرقل کو مومن نہیں کہہ سکتے ہیں اور فیصلہ یہی ہے کہ وہ کافر تھا"، اس نے اپنے وفاء کی صیانت کے لئے نبوت کا اذعان نہ کیا تھا"، اگر یہ سوال ہو کہ عذاب شر ہے خیر نہیں حالانکہ حدیث میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ابوطالب کے متعلق آپ کو کیا اُمید ہے۔ آپ نے فرمایا ابوطالب کے متعلق میں اپنے رب سے پوری خیر کی اُمید رکھتا ہوں"، (طبقات ابن سعد) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوطالب مومن تھے اس کا جواب یہ ہے " اِنَّ رَحْمَتَہٗ سَبَقَتْ غَضَبَہٗ "، کی یہ تاویل صحیح ہے کہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والوں سے بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت منقطع نہیں کیونکہ وہ اس پر قادر ہے کہ وہ ان کے لئے ایسا عذاب پیدا کردے کہ اس میں دوزخ کے عذاب کی نسبت رحمت اور تخفیف ہو لہٰذا وہ عذاب بھی ہے اور رحمت اور خیر بھی ہے"، جیسا کہ ابن بطال رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اور یہ ممکن ہے ۔ اگر یہ سوال ہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " لَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَۃُ الشَّافِعِیْنَ "، یعنی کفار کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت نفع نہ دے گی اگر ابوطالب کافر تھے تو ان کی شفاعت کیسے ہوئی؟ اور وہ پتلی آگ میں کیسے ہوں گے؟ اور ان کے عذاب میں تخفیف کیسے ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خصائص میں ذکر کیا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز متعدد بار شفاعت فرمائیں گے آپ کی شفاعت سے بعض لوگ بغیر حساب جنت میں داخل کئے جائیں گے اور عذاب نار کے مستحق بعض مسلمان آگ میں داخل نہ کئے جائیں گے اور جنت میں بعض کے درجات بلند کئے جائیں گے اور بعض لوگ دوزخ سے نکالے جائیں گے اور نیک مومنوں کی طاعات میں تقصیر سے درگزر

بَابُ الْجَرِیْدَ عَلَی الْقَبْرِ وَاَوْصٰی بُرَیْدَۃُ الْاَسْلَمِیُّ اَنْ یُّجْعَلَ فِیْ قَبْرِہٖ جَرِیْدَانِ وَرَاٰی ابْنُ عُمَرَ فُسْطَاطًا عَلٰی قَبْرِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ انْزِعْہُ یَا غُلَامُ فَاِنَّمَا یُظِلُّہٗ عَمَلُہٗ وَقَالَ خَارِجَۃُ بْنُ زَیْدٍ رَاَیْتُنِیْ وَنَحْنُ شُبَّانٌ فِیْ زَمَنِ عُثْمٰنَ وَاِنَّ اَشَدَّنَا وَثْبَۃً الَّذِیْ یَثِبُ قَبْرَ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ حَتّٰی یُجَاوِزَہٗ وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ حَکِیْمٍ اَخَذَ بِیَدِیْ خَارِجَۃُ فَاَجْلَسَنِیْ عَلٰی قَبْرٍ وَاَخْبَرَنِیْ عَنْ عَمِّہٖ یَزِیْدَ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ اِنَّمَا کُرِہَ ذٰلِکَ لِمَنْ اَحْدَثَ عَلَیْہِ وَقَالَ نَافِعٌ کَانَ ابْنُ عُمَرَ یَجْلِسُ عَلَی الْقُبُوْرِ

کرنے کی آپ شفاعت فرمائیں گے اور موقف میں تخفیف کی شفاعت ہوگی اور بعض کافروں کی شفاعت ہوگی کہ ان کے عذاب میں تخفیف کی جائے اور اہلِ بیت کرام کی شفاعت ہوگی کہ ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہو،، اور کافروں کی شفاعت نہ ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ دوزخ سے نکالنے کے لئے ان کی شفاعت نہ ہوگی اسی لئے وہ کہیں گے ،، وَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِیْنَ ،، جبکہ مومن شفاعت کے سبب دوزخ سے نکالے جائیں گے تو اس وقت کافر کہیں گے ۔ ہماری شفاعت کرنے والا کوئی نہیں ہے ! بہرحال ابوطالب کو دوزخ میں خفیف ترین عذاب ہوگا اور وہ دوزخ کے عذاب کی نسبت رحمت اور خیر ہے اور اس کو یہ لازم نہیں کہ وہ مومن ہیں لہٰذا کفر اور تخفیفِ عذاب میں اجتماع ممکن ہے الغرض ایمان ابی طالب کا مسئلہ ضروریاتِ دین سے نہیں ہے ۔ واللہ ورسولہ اعلم !

باب ـــ قبر پر کھجور کی شاخ رکھنا

حضرت بُریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے وصیّت کی کہ ان کی قبر میں کھجور کی دو شاخیں رکھی جائیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عبدالرحمٰن کی قبر پر خیمہ دیکھا تو کہا اے غلام اس کو اُتار دو اس کا عمل اس پر سایہ کر رہا ہے حضرت خارجہ بن زید نے کہا میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا جبکہ ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نوجوان تھے کہ ہم میں سے سب سے بڑی چھلانگ لگانے والا وہ ہوتا تھا جو عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر کو چھلانگ لگا کر عبور کر جاتا تھا عثمان بن حکیم نے کہا خارجہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ایک قبر پر بٹھا دیا اور انھوں نے مجھے اپنے چچا یزید بن ثابت سے خبر دیتے ہوئے کہا کہ قبر پر بیٹھنا اس شخص کے لئے مکروہ ہے جو اس پر بول و براز کرے ۔ نافع رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قبور پر بیٹھ جایا کرتے تھے ،،

قبر میں کھجور کی شاخ رکھنے میں حکمت یہ ہے کہ یہ درخت شجرہ طیبہ ہے اس کی برکت سے نیک فال ظاہر ہوتی ہے مستملی کی روائت میں ،، علی القبر ،، ہے یعنی قبر کے اوپر رکھیں اس میں حکمت یہ ہے کہ ہر سبز شئے اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور اس سے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے اس سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ قبر پہ پھولوں کی چادریں

۱۲۸۱ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ ثُمَّ أَخَذَ جَرِيدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَ صَنَعْتَ هَذَا فَقَالَ لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا

بچھانا مستحب ہیں اور شیخ نے شرح مشکوٰۃ میں ذکر کیا کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قبر کے پاس قرآن خوانی مستحب ہے کیونکہ جب شاخ کا تسبیح کہنا تخفیفِ عذاب کا سبب ہوسکتا ہے تو قرأتِ قرآن بطریق اولیٰ تخفیف کا سبب ہوسکتی ہے ،،

خارجہ بن زید کا اثر ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر قبر پر صحیح غرض کے لئے خیمہ لگایا جائے اور وہ یہ کہ لوگ خیمہ سے سایہ حاصل کریں تو جائز ہے ۔ میت کو سایہ کرنے کے لئے جائز نہیں ایسے ہی فخر و مباہات کی غرض سے جائز نہیں ،، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی قبر پر خیمہ نصب کیا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قبر پر قبہ بنانا جائز ہے تاکہ لوگ اس کے سایہ میں بیٹھ کر سکون کے ساتھ فاتحہ پڑھ سکیں ۔ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ،، ضَرْبُ الْفُسْطَاطِ إِنْ كَانَ لِغَرَضٍ صَحِيحٍ كَالتَّسَتُّرِ مِنَ الشَّمْسِ لِلْحَيِّ لَا لِإِظْلَالِ الْمَيِّتِ فَقَدْ جَازَ ،، یعنی قبر پر خیمہ لگانا اگر صحیح غرض کے لئے ہو جیسے لوگوں کے لئے دھوپ میں سایہ کرنا اور میت کو سایہ کرنے کے لئے نہ ہو تو جائز ہے ،، اسی طرح عمدۃ القاری میں ہے ،، عثمان بن حکیم کے اثر کا مقصد یہ ہے کہ بول و براز کے لئے قبر پر بیٹھنا جائز نہیں ،، امام طحاوی نے سلیمان بن شعیب کے اسناد سے ابوامامہ سے روائت کی کہ زید بن ثابت نے کہا اے میرے بھتیجے آؤ میں تمہیں خبر دوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر بول و براز کے لئے بیٹھنے سے منع فرمایا ہے اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں ۔ امام مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روائت ذکر کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ،، تم میں سے کسی کا کوئلہ پر بیٹھنا جو اس کے کپڑے جلا کر اس کے چمڑے تک پہنچ جائے قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے اور امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے محمد بن کعب کے اسناد سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی قبر پر بیٹھے تاکہ اس پر بول و براز کرے گویا کہ وہ آگ کے دہکتے کوئلہ پر بیٹھا مسلم میں مذکور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روائت کا محمل بھی یہی ہے تاکہ دونوں روایات متفق ہوں اسی طرح دیگر روایات جن میں قبور پر بیٹھنے کی ممانعت ہے ان کا محمل بھی یہی ہے اس طرح روایات میں تعارض نہ ہوگا اور بول و براز کے لئے قبر پر بیٹھنے کی ممانعت سے یہ لازم نہیں کہ اس کے سوا بھی قبر پر بیٹھنا ممنوع ہے ۔ حضرات ائمہ کرام ابوحنیفہ ، مالک ابویوسف اور محمد رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قبر پر بیٹھ جایا کرتے تھے ،،

۱۲۸۱ — ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی کہ آپ دو قبروں کے پاس سے گزرے جن

بَابُ مَوْعِظَةِ الْمُحَدِّثِ عِنْدَ الْقَبْرِ وَقُعُوْدِ اَصْحَابِهٖ حَوْلَهٗ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ

الْقُبُوْرِ بُعْثِرَتْ اُثِيْرَتْ بَعْثَرْتُ حَوْضِيْ جَعَلْتُ اَسْفَلَهٗ اَعْلَاهُ الْاِيْفَاضُ الْاِسْرَاعُ وَقَرَأَ الْاَعْمَشُ اِلٰى نَصْبٍ يُوْفِضُوْنَ

اِلٰى شَيْءٍ مَنْصُوْبٍ يَسْتَبِقُوْنَ اِلَيْهِ وَالنُّصُبُ وَاحِدٌ وَالنَّصْبُ مَصْدَرٌ يَوْمُ الْخُرُوْجِ مِنَ الْقُبُوْرِ يَنْسِلُوْنَ يَخْرُجُوْنَ

کو عذاب دیا جا رہا تھا آپ نے فرمایا ان دونوں کو عذاب دیا جاتا ہے اور کسی مشکل امر میں عذاب نہیں دیا جا رہا ہے ان میں سے ایک پیشاب سے نہ بچا کرتا تھا اور دوسرا چغلی کھاتا پھرتا تھا پھر آپ نے کھجور کی تر شاخ لی اور اس کے دو نصف کر دیئے پھر ہر ایک قبر پہ ایک ایک گاڑ دیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ آپ نے یہ کس لئے کیا ہے؟ فرمایا جب تک یہ دونوں ٹکڑے خشک نہ ہوں گے۔ ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی"۔

۱۲۸۱ — شرح: ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ کھجور کی شاخ کی خصوصیت یہ ہے کہ کھجور کے درخت کا پھل زیادہ عرصہ باقی رہتا ہے اس لئے تخفیفِ عذاب کی مدت بھی دراز ہوگی۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت کو مومن سے تشبیہ دی ہے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابوالبشر سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بچی ہوئی مٹی سے کھجور کا درخت پیدا کیا گیا اس طرح کھجور بنی آدم کی پھوپھی ہوئی"، حدیث ۲۱۵ کی تفہیم میں اس حدیث کی تفصیل مذکور رہے "۔

باب — محدّث کا قبر کے پاس وعظ کرنا اور اس کے ساتھیوں کا اس کے اردگرد بیٹھنا

"یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ"، میں اجداث کا معنی قبور ہے یعنی وہ اپنی قبروں سے نکلیں گے" "بُعْثِرَتْ"، کا معنی اٹھائی جائیں گی۔ "بَعْثَرْتُ حَوْضِیْ"، کا معنی ہے کہ میں نے اس کا نچلا حصہ اوپر کر دیا"، "اِیْفَاض"، کا معنی تیز دوڑنا ہے اور اعمش نے پڑھا ہے "اِلٰی نُصُبٍ" یعنی وہ بلند شئی کی طرف تیز دوڑیں گے سبقت کریں گے۔ "نُصُب" واحد ہے اور "نَصْب" مصدر ہے اور "یَوْمُ الْخُرُوْج"، سے مراد قبروں سے نکلنے کا دن ہے "یَنْسِلُوْنَ" کا معنی نکلیں گے،

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ وہ "تکثیر فوائد کے لئے قرآن کریم کے الفاظ کی تفسیر ذکر کر دیتے ہیں جو ترجمۃ الباب یا اس میں مذکور حدیث کے مناسب ہو اگرچہ ان میں بعید مناسبت ہو"، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مذکور تفاسیر کا ذکر کیا کیونکہ ان کا قبر کے ذکر سے تعلق ہے اور وعظ سے بھی تعلق ہے۔ زین بن منیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس ترجمہ میں ان آیات کا لانا اس لئے ہے کہ قبر کے پاس بیٹھنے والے کے لئے مناسب

حدثنا ۱۲۸۲ ۔ عثمان قال حدثنا جرير عن منصور عن سعد بن عبيدة عن ابي عبد الرحمن عن علي قال كنا في جنازة في بقيع الغرقد فاتانا النبي صلى الله عليه وسلم فقعد وقعدنا حوله ومعه مخصرة فنكس فجعل ينكت بمخصرته ثم قال ما منكم من احد وما من نفس منفوسة الا كتب مكانها من الجنة والنار والا قد كتبت شقية او سعيدة فقال رجل يا رسول الله افلا نتكل على كتابنا وندع العمل فمن كان منا من اهل السعادة فسيصير الى عمل اهل السعادة واما من كان منا من اهل الشقاوة فسيصير الى عمل اهل الشقاوة قال اما اهل السعادة فييسرون لعمل السعادة واما اهل الشقاوة فييسرون لعمل الشقاوة ثم قرأ فاما من اعطى واتقى الآية

یہ ہے کہ وہ اپنا کلام اس حد تک بیان کرے جس میں وہ لوگوں کو ڈرائے کہ انھوں نے عنقریب قبروں میں جانا ہے پھر ان سے نکل کر اعمال کا محاسبہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا ہے،،

اس حدیث سے یہ سند ملتی ہے کہ قبر کے پاس وعظ کی محفل قائم کرنا جائز ہے اور حدیث ۱۲۸۱ سے یہ سند ملتی ہے کہ قبر کے پاس قرآن خوانی جائز ہے ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ بزرگانِ دین کے مزارات پر عرس کرنے جائز ہیں،، جبکہ کتاب و سُنّت میں ان کی کراہت کا اشارہ تک موجود نہیں،، مگر غیر شرعی امور سے تخلیہ ضروری ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ تین مساجد کے سوا کسی طرف قصد کر کے نہ جاؤ ۔ لہٰذا مزارات بھی اس نہی میں آجاتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ ان مساجد کے سوا تمام مساجد ثواب میں مساوی ہیں صرف یہ تین مساجد ثواب میں متفاوت ہیں اس لئے ان کے سوا کسی اور مسجد کی طرف بغرض ثواب سفر کا قصد نہ کیا جائے،، اگر اس حدیث کو عموم پر محمول کیا جائے تو مزارات کی کیا تخصیص ان تین مساجد کے سوا کسی طرف بھی سفر کا قصد کرنا جائز نہ ہوگا وھُو کما ترٰی ۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۱۲۸۲ ــــ ترجمہ

: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہم "بقیع غرقد" میں ایک جنازہ میں شریک تھے ہمارے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے،، اور بیٹھ گئے ہم بھی آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے ۔ آپ کے پاس ایک چھڑی تھی آپ نے سر مبارک جھکا لیا اور چھڑی کے ساتھ زمین کو کریدنے لگے پھر فرمایا تم میں سے کوئی شخص یا کوئی جان مخلوق نہیں مگر اس کی جگہ جنت اور دوزخ میں لکھ دی گئی ہے اور اس کو بدبخت یا نیک بخت ہونا بھی لکھا جا چکا ہے ۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم اپنے لکھے ہوئے پر بھروسہ نہ کرلیں ؟ اور عمل کرنے چھوڑ دیں،، جو کوئی ہم سے سعادتمندوں سے ہوگا وہ نیک بختوں جیسے عمل کرنے لگے گا اور جو کوئی ہم سے بدبختوں سے ہوگا وہ بدبختوں جیسے عمل کرے گا ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ نیک بخت ہیں ان کے لئے نیک عمل آسان کر دیئے گئے ہیں اور جو بدبخت ہیں ان کے لئے بُرے عمل آسان کر دیئے گئے ہیں پھر آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی " فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی الخ "

۱۲۸۲ ــــ شرح

: بقیع قبرستان ہے غرقد جھاؤ کا درخت ہے بقیع کی غرقد کی طرف نسبت کی گئی ہے ۔ اصمعی نے کہا جب اس جگہ حضرت عثمان بن مظعون

بَابُ مَا جَاءَ فِي قَاتِلِ النَّفْسِ

۱۲۸۳ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ عُذِّبَ بِهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ قَالَ وَقَالَ حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ حَدَّثَنَا جُنْدُبٌ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ فَمَا نَسِينَاهُ وَمَا نَخَافُ أَنْ يَكْذِبَ جُنْدُبٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ بِرَجُلٍ جِرَاحٌ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ اللهُ بَدَرَنِي عَبْدِي بِنَفْسِهِ حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ

رضی اللہ عنہ دفن ہوئے تو یہ درخت کاٹ دیئے گئے تھے،، علامہ طیبی نے کہا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے پیارے انداز میں ان کو بھروسہ کر لینے اور ترکِ عمل سے منع کیا اور ان کو عبودیت کے التزام کا حکم دیا جو ان پر واجب ہے اور فرمایا امورِ الٰہیہ میں تصرف نہ کرو اور عبادت اور اس کا ترک دخولِ جنت و دوزخ کا مستقل سبب نہ بنالو بلکہ اعمال تو صرف علامات ہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس حدیث میں قدر کا اثبات ہے کہ تمام واقعات اللہ کی قضا اور قدر سے ہیں جو وہ کرے اس سے پوچھا نہیں جا سکتا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ قدر کا راز جنت میں داخل ہونے کے بعد منکشف ہوگا اس سے پہلے ظاہر نہ ہوگا۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا جب سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو خبر دی کہ ہر شئی لکھی گئی تو انھوں نے اس کو ترکِ عمل کی دلیل بنانا چاہا تو آپ نے خبردار کیا کہ یہاں دو چیزیں ہیں ان میں ایک دوسری کو باطل نہیں کر سکتی،، ایک باطن ہے وہ اللہ کے حکم کی علتِ موجبہ ہے دوسری ظاہر ہے وہ حقِ عبودیت کی لازمی علامت ہے اور بیان فرمایا کہ ان میں سے ہر ایک کو جس کے لئے انسان پیدا ہوا ہے۔ آسان کیا گیا ہے اور دنیا میں اس کا عمل کرنا آخرت میں ٹھکانے کی دلیل ہے۔ اس کی نظیر رزق ہے جو تقسیم کیا گیا ہے اور اس کو حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اسی طرح دوائیوں سے علاج کہ نا ہم اس کے مامور ہیں مگر شفا کا وقت طے ہو چکا ہے۔ ان دونوں میں ظاہر کو باطن کے باعث ترک نہیں کیا جاتا،، اسی طرح سعادت و شقاوت کا فیصلہ ہو چکا ہے اور جس جس کے لئے کوئی پیدا ہوا اس کا حصول اس کے لئے آسان کر دیا گیا جس کی علامت اعمال ہیں۔ اس حتمی فیصلہ کے باعث اعمال کا ترک کرنا جائز نہیں ہے اگر کوئی سوال پوچھے کہ جب ازلی فیصلہ ہو چکا ہے تو مدح و ذم اور ثواب و عقاب کس لئے ہے اس کا جواب یہ ہے کہ فاعلیت یعنی عمل کرنے کے اعتبار سے مدح اور مذمت نہیں بلکہ محلیت کے اعتبار سے ہے جیسے کسی شئی کی مدح اور مذمت اس کے حسن و قبح کے لحاظ سے کی جاتی ہے اور ثواب و عقاب عادی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے اچھے اور بُرے اعمال پر ثواب و عقاب مرتب فرماتا ہے جیسے آگ کو مس کرنے سے جلن ہوتی ہے جس طرح یہ کہنا صحیح نہیں کہ آگ کو مس کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے جلن کو کیوں پیدا کیا ہے اس کے بغیر ابتداءً ہی جلن کیوں حاصل نہیں اسی طرح ثواب و عقاب میں سوال کرنا صحیح نہیں۔ واللہ و رسولہ اعلم!

باب — اپنے آپ کو قتل کرنے والے کے بارے میں

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي يَخْنُقُ نَفْسَهُ يَخْنُقُهَا فِي النَّارِ وَالَّذِي يَطْعُنُهَا يَطْعُنُهَا فِي النَّارِ ۱۲۸۴

۱۲۸۳

ترجمہ : ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی کہ آپ نے فرمایا جس نے اسلام کے بغیر کسی ملت و مذہب کی جھوٹی قسم کھائی تو وہ ایسا ہی ہے جیسا اُس نے کہا اور جس نے اپنے آپ کو تیز ہتھیار کے ساتھ قتل کیا اس کو دوزخ میں اسی ہتھیار کے ساتھ عذاب دیا جائے گا۔ حجاج بن منہال نے کہا ہم کو جریر بن حازم نے حسن سے خبر دی کہ اُنھوں نے کہا ہم سے جندب رضی اللہ عنہ نے اس مسجد میں بیان کیا ہم بھولے نہیں اور نہ ہی ہم کو یہ ڈر ہے کہ جندب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی جھوٹی بات بیان کریں گے اُنھوں نے کہا ایک آدمی زخمی تھا اس نے اپنے آپ کو قتل کر ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے اپنی جان کے ساتھ مجھ سے جلدی کی میں نے اس پر جنت حرام کر دی ،،

۱۲۸۴

ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی اپنے آپ کو گلا گھونٹ کر مارتا ہے وہ دوزخ میں گلا گھونٹ کر اپنے آپ کو مارتا رہے گا اور جو اپنے آپ کو نیزہ مارتا ہے وہ دوزخ میں اپنے آپ کو نیزہ مارتا رہے گا

۱۲۸۳ ، ۱۲۸۴

شرح : ترجمۃ الباب میں قاتل نفس عام ہے اپنے آپ کو قتل کرے یا غیر کو قتل کرے یہ لفظ دونوں قسموں کو شامل ہے اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ باب کا عنوان قاتل نفس کا حکم بیان کرنا ہے اور یہ عام ہے اپنے آپ کو قتل کرے یا غیر کو قتل کرے اپنے آپ کو قتل کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے اور یہ عنوان سے خاص ہے۔ مذکور حدیث سے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے استدلال کیا کہ مذکور قسم کھانے والے کی قسم منعقد ہو جاتی ہے اور اس پر کفارہ واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مظاہر پر کفارہ واجب کیا ہے اور ظہار بُرا قول ہے اور مذکور اشیاء کی قسم کھانا بُرا قول ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ان اشیاء سے قسم منعقد نہیں ہوتی اور اس شخص کے لئے استغفار لازم ہے وہ یہ اشیاء کرے یا نہ کرے اس پر کفارہ واجب نہیں۔ امام شافعی ، امام مالک اور جمہور علماء کا یہی مذہب ہے کیونکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قسم کھائی اور قسم میں لات و عزّیٰ کا ذکر کر دیا تو وہ فوراً لا الٰہ الا اللہ کہے اور اس حدیث میں کفارہ کا ذکر نہیں اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ کفارہ کا ذکر نہ کرنے کو یہ لازم نہیں کہ کفارہ واجب ہی نہ ہو ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خودکشی کرنے والا ایمان سے خارج نہیں ہوتا ہے اور اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی اور وہ خودکشی کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رضی اللہ عنہما کے نزدیک بھی اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

قولہ حرمت علیہ الجنۃ ،، اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر وہ خودکشی کو جائز اور حلال سمجھتا ہو تو اس کی عقوبت دائمی ہے یا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ دوزخ میں داخل ہونے سے پہلے اس پر جنت حرام ہے یا یہ معنیٰ ہے کہ اس کے لئے خاص جنت حرام ہے کیونکہ جنتیں کئی ہیں یا یہ تغلیظ اور تہدید پر محمول ہے کیونکہ جنت کافر پر حرام ہے اور خودکشی کرنے والا مسلمان ہے اور حدیث میں اس کے کفر پر ہرگز دلالت نہیں واللہ تعالیٰ اعلم !

بَابُ مَا یُکْرَہُ مِنَ الصَّلٰوۃِ عَلَی الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْاِسْتِغْفَارِ
الْمُشْرِکِیْنَ رَوَاہُ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ عُقَیْلٍ عَنِ ابْنِ شِہَابٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

۱۲۸۵

باب — منافقین پر نمازِ جنازہ اور مشرکین کے لئے دعاءِ مغفرت مکروہ ہے ''

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکی روائت کی''

۱۲۸۵ — ترجمہ : حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا جب عبد اللہ بن اُبی بن سلول مرا تو جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا گیا تاکہ اس پر نمازِ جنازہ پڑھیں جب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز کے لئے) کھڑے ہوئے تو میں آپ کی طرف اُچھل پڑا اور میں نے عرض کی یا رسُول اللہ! آپ عبد اللہ بن ابی پر نماز پڑھتے ہیں حالانکہ اُس نے فلاں روز ایسا ایسا کہا تھا میں اس کی باتیں شمار کرنے لگا جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا اے عمر! مجھ سے ایک طرف ہو جاؤ جب میں زیادہ عرض کرنے لگا تو فرمایا مجھے اختیار دیا گیا ہے اور میں نے یہ استغفار اختیار کی ہے ،، اگر میں یہ جانتا کہ اگر میں اس کے لئے ستر بار سے زیادہ استغفار کروں تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا تو میں اس پر زیادہ کرتا ، راوی نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نمازِ جنازہ پڑھی پھر واپس آگئے ابھی تھوڑا ہی ٹھہرنے پائے تھے کہ سورۂ براءت کی یہ دو آئتیں نازل ہوئیں '' اے حبیب جو کوئی ان میں سے مرجائے اس پر کبھی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں الخ ۔
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس روز اس قدر جرأت اور دلیری پر تعجب کیا ۔ واللہ ورسُولہ اعلم!

۱۲۸۵ — شرح : عبد اللہ کا ابی باپ اور سلول اس کی ماں ہے اس لئے ابن کا مرفوع پڑھنا واجب ہے کیونکہ یہ عبد اللہ کی صفت ہے ۔ ساری اُمت پر یہ فرض ہے کہ وہ مشرکوں کے لئے دُعاءِ مغفرت نہ کریں جبکہ وہ شرک کی حالت میں مرجائیں ،، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا کے لئے دُعاء جب وعدہ کی تھی جب انھیں پتہ چلا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بے زاری کا اظہار کیا ،، اس حدیث کی تفصیل حدیث ۱۱۹۸ ، ۱۱۹۹ کی تفہیم میں مذکور ہے ،،

أنه قال لما مات عبد الله بن أبي ابن سلول دعي له رسول الله صلى الله عليه وسلم ليصلي عليه فلما قام رسول الله صلى الله عليه وسلم وثبت إليه فقلت يا رسول الله أتصلي على ابن أبي وقد قال يوم كذا وكذا كذا وكذا أعدد عليه قوله فتبسم رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال أخر عني يا عمر فلما أكثرت عليه قال إني خيرت فاخترت لو أعلم أني إن زدت على السبعين يغفر له لزدت عليها قال فصلى عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم انصرف فلم يمكث إلا يسيرا حتى نزلت الآيتان من براءة ولا تصل على أحد منهم مات أبدا إلى قوله وهم فاسقون ولا تقم على قبره إنهم كفروا بالله ورسوله وماتوا وهم فاسقون قال فعجبت بعد من جرأتي على رسول الله صلى الله عليه وسلم يومئذ والله ورسوله أعلم باب ثناء الناس على الميت حدثنا

۱۲۸۶ آدم قال حدثنا شعبة قال حدثنا عبد العزيز بن صهيب قال سمعت أنس بن مالك يقول مروا بجنازة فأثنوا عليها خيرا فقال النبي صلى الله عليه وسلم وجبت ثم مروا بأخرى فأثنوا عليها شرا فقال النبي صلى الله عليه وسلم وجبت فقال عمر بن الخطاب ما وجبت قال هذا أثنيتم عليه خيرا فوجبت له الجنة وهذا أثنيتم عليه شرا فوجبت له النار أنتم شهداء الله في الأرض حدثنا

۱۲۸۷ عفان بن مسلم هو الصفار قال حدثنا داود بن أبي الفرات عن عبد الله

باب — لوگوں کا میّت کی تعریف کرنا"

۱۲۸۶ — ترجمہ : عبدالعزیز بن صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ صحابہ جنازہ کے پاس سے گزرے تو اُنھوں نے اس کی اچھی تعریف کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہوگئی پھر دُوسرے جنازہ کے پاس سے گزرے تو اُنھوں نے اس کی برائی بیان کی آپ نے فرمایا واجب ہوگئی۔ یہ سُن کر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کیا واجب ہوگئی ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی تم نے تعریف کی تو اس کے لئے جنت واجب ہوگئی اور اس کی تم نے بُرائی بیان کی تو اس کے لئے آگ واجب ہوگئی تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو"

۱۲۸۷ — ترجمہ : ابوالاسود رضی اللہ عنہ نے کہا میں مدینہ منورہ آیا حالانکہ وہاں بیماری پڑی ہوئی تھی۔ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گیا ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو اس جنازے والے کی اچھی تعریف کی گئی عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا واجب ہوگئی۔ پھر دُوسرا جنازہ گزرا اس جنازے والے کی تعریف کی گئی تو اُنھوں نے کہا واجب ہوگئی پھر تیسرا جنازہ گزرا تو اس جنازے والے کی بُرائی بیان کی گئی اور اُنھوں نے کہا واجب ہوگئی۔ ابوالاسود نے کہا میں نے کہا یا امیر المؤمنین کیا واجب ہوگئی اُنھوں نے کہا میں نے وہی کہا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس مسلمان کے لئے چار آدمی اچھی گواہی دیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرتا ہے۔ ہم نے کہا اگر تین آدمی گواہی دیں تو اُنھوں نے کہا اور تین ہم نے کہا اور دو تو عمر فاروق نے کہا اور دو پھر ہم نے ایک کے متعلق ان سے نہ پوچھا"

۱۲۸۶، ۱۲۸۷ — شرح : اہلِ لغت کے نزدیک ثناء کا استعمال خیر میں ہوتا ہے

ابن بریدۃ عن ابی الاسود قال قدمت المدینۃ وقد وقع بہا مرض فجلست الی عمر بن الخطاب فمرت بہم جنازۃ فاثنی علی صاحبہا خیرا فقال عمر وجبت ثم مر باخری فاثنی علی صاحبہا خیرا فقال وجبت ثم مر بالثالثۃ فاثنی علی صاحبہا شرا فقال وجبت فقال ابو الاسود فقلت وما وجبت یا امیر المومنین قال قلت کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایما مسلم شہد لہ اربعۃ بخیر ادخلہ اللہ الجنۃ فقلنا وثلاثۃ قال وثلاثۃ فقلنا واثنان قال واثنان ثم لم نسالہ عن الواحد باب ماجاء فی عذاب القبر وقول اللہ ولو تری اذ الظالمون فی غمرات الموت والملائکۃ

شر میں نہیں ہوتا ،، حدیث میں ثنا کا شر میں استعمال بطور مشاکلت ہے جیسے جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا ،، اور جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ مردوں کو برا نہ کہو اور ان کا اچھا ذکر کرو وہ مسلمانوں کے لئے فرمایا ہے کافروں کی برائی کا ذکر کرنا جائز ہے تاکہ ان کے طریقہ سے لوگ اجتناب کریں ،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مسلمان فوت ہو جائے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں اس کی تعریف ڈال دے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ شخص جنتی ہے اس کے اعمال جیسے بھی ہوں کیونکہ عقوبت اور عذاب اللہ تعالیٰ کی مشیئت سے ہے جب اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں اس کی تعریف ڈال دی تو اس کا نتیجہ یہی برآمد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت چاہی ہے اس طرح ثناء کا فائدہ بھی ظاہر ہوگا ورنہ کوئی فائدہ نہ ہوگا ، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ثناء کا فائدہ ثابت کیا ہے اگر کوئی سوال پوچھے کہ اہل سنت وجماعت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی شئ واجب نہیں اور نہ اللہ کی طرف سے واجب ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں وجوب سے مراد ثبوت ہے یا یہ وجوب شارع کے وعدہ کے اعتبار سے ہے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی کی اچھائی اور برائی بیان کرنا ضرورت کے تحت جائز ہے ، اور یہ غیبت اور چغلی نہیں "

باب —— جو کچھ عذاب قبر کے بارے میں منقول ہے "

اللہ تعالیٰ کا ارشاد اور اگر آپ دیکھیں جبکہ ظالم موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوں گے کہ نکالو اپنی جانیں تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔ امام بخاری نے کہا " ہُون ہوان " ذلت کے معنیٰ میں ہے اور " ہَون " رفق اور نرمی کے معنیٰ میں ہے ، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ، ہم انھیں دو بار عذاب دیں گے پھر بڑے عذاب کی طرف ان کو پھیرا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد " آلِ فرعون کو برے عذاب نے گھیر لیا وہ صبح ، شام آگ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی تو کہا جائے گا آلِ فرعون کو سخت عذاب میں لے جاؤ ،، " ھُون " بضم الہاء ذلت کے معنیٰ میں ہے اور " الھَون " بفتح الہاء نرمی کے معنیٰ میں ہے ۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس عنوان میں عذاب قبر کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ نہ بتایا کہ عذاب قبر صرف روح

باسطوا ايديهم اخرجوا انفسكم اليوم تجزون عذاب الهون قال ابو عبد الله الهون هو الهوان والهون الرفق وقوله سنعذبهم مرتين ثم يردون الى عذاب عظيم وقوله وحاق بآل فرعون سوء العذاب النار يعرضون عليها غدوا وعشيا ويوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب حدثنا حفص بن عمر قال حدثنا شعبة ۱۲۸۸ عن علقمة بن مرثد عن سعد بن عبيدة عن البراء بن عازب عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اذا اقعد المؤمن في قبره اتي ثم شهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله فذلك قوله يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحيوة الدنيا وفي الآخرة حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبة بهذا وزاد يثبت الله الذين آمنوا ۱۲۸۹ نزلت في عذاب القبر

کو ہے یا اس کو بدن سمیت ہے اس مسئلہ میں اہل سنت اور معتزلہ میں شدید اختلاف ہے۔ حدیث ۱۲۶۰ کی تفہیم میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔ باب کا عنوان عذاب قبر ہے اور آیت میں مذکور عذاب دفن سے پہلے ہے مگر اس میں حرج نہیں کیونکہ یہ منجملہ عذاب ہے جو قیامت سے پہلے واقع ہے اور قبر کی طرف عذاب کی نسبت اس لئے ہے کہ اکثر عذاب مردوں کو قبور میں ہوتا ہے ورنہ کافر کو اس کی موت کے بعد ہی عذاب ہونے لگتا ہے اگرچہ اس کو دفن نہ کیا جائے مگر وہ مخلوق سے محجوب ہوتا ہے یہی حال نافرمانوں کا ہے جن کو اللہ تعالیٰ عذاب دینا چاہے" کافروں کو جب فرشتے اللہ کے عذاب کی دعوت دیتے ہیں تو ان کی روحیں جسم میں پھیل جاتی ہیں اور باہر نکلنے سے انکار کرتی ہے اس لئے فرشتے ان کو مارتے ہیں اور کہتے ہیں" اَخْرِجُوْا اَنْفُسَکُمْ"، قاضی ابوبکر رحمہ اللہ نے کہا کہ روح اور نفس ایک ہی چیز ہے۔ ابن حبیب نے کہا روح سانس ہے جو اندر باہر آتا جاتا ہے اس کے سوا زندگی محال ہے نفس لذت و سرور حاصل کرتا ہے روح کو نہ الم ہوتا ہے اور نہ سرور"، عبدالرحمن بن خلف سے روایت ہے کہ روح کا جسم، دو ہاتھ، دو پاؤں، سر اور آنکھیں ہیں"، حدیث میں مذکور تینوں آیات عذاب قبر پر دلالت کرتی ہیں"

۱۲۸۸ — ترجمہ : حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا جب مومن کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے تو اس کے پاس "منکر نکیر" آتے ہیں پھر وہ گواہی دیتا ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"، یہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" کہ اللہ ایمان والوں کو ثابت قول پہ رکھتا ہے"

۱۲۸۹ — ترجمہ : محمد بن بشار نے کہا ہمیں غندر نے خبر دی کہ شعبہ نے یہی بیان کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ کیا کہ "یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" عذاب قبر میں نازل ہوئی"

۱۲۹۰ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا یَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِیمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِی عَنْ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنِی نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ قَالَ اطَّلَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی أَهْلِ الْقَلِیبِ فَقَالَ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا فَقِیلَ لَهُ تَدْعُو أَمْوَاتًا قَالَ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لَا یُجِیبُونَ

۱۲۹۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِیهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُمْ لَیَعْلَمُونَ الْآنَ أَنَّ مَا كُنْتُ أَقُولُ لَهُمْ حَقٌّ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی

۱۲۸۸ ، ۱۲۸۹ — شرح : اگر یہ کہا جائے کہ آیت کریمہ میں مومن کے عذاب کا کوئی ذکر نہیں تو اس کے عذاب قبر میں نازل ہونے کا کیا معنیٰ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ قبر میں مومن کے احوال کو عذاب کہا گیا ہے اور تخویف و انذار کے لئے کافر کے فتنہ کو مومن کے فتنہ پر غلبہ دیا ہے یا اس لئے کہ قبر ہول و وحشت کا مقام ہے یا اس لئے کہ قبر میں فرشتوں کا آنا مومن کو ہیبت میں ڈالتا ہے مومن کے لئے یہی عذاب قبر ہے۔ قولہ فذالك قولہ آہ یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ، کہنا قول ثابت ہے کیونکہ یہ مومن کے قلب میں راسخ ہے۔

ابن کثیر نے تفسیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ ، یہ ہے کہ جب صاحبِ قبر سے کہا جائے گا۔ تیرا رب کون ہے تیرا دین کیا ہے تیرا نبی کون ہے ؟ تو وہ کہے گا میرا رب اللہ ہے میرا دین اسلام ہے میرے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے پاس بینات لے کر تشریف لائے میں آپ پر ایمان لایا اور آپ کی تصدیق کی پھر فرشتے کہتے ہیں تو نے سچ کہا ہے تو اسی پر زندہ رہا اسی پر مرا اور اسی پر اٹھایا جائے گا ، مسلم نے اپنے اسناد سے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : یُثَبِّتُ اللّٰهُ آیت کریمہ عذابِ قبر میں نازل ہوئی "۔

۱۲۹۰ — ترجمہ : نافع نے بیان کیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے کنوئیں میں پڑے ہوئے مقتول مشرکین پر جھانکا اور فرمایا کیا تم نے اس شئی کو ٹھیک ٹھیک پا لیا جس کا تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا ، آپ سے عرض کیا گیا آپ مردوں کو پکارتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔

۱۲۹۱ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قلیب بدر والوں سے یہ کہا تھا کہ وہ اب جانتے ہیں کہ جو میں نے کہا تھا حق ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے ہیں "۔

۱۲۹۰ ، ۱۲۹۱ — شرح : سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قلیب بدر میں پڑے ہوئے مُردوں کو دیکھا کہ ان کو عذاب دیا جا رہا ہے اسی لئے فرمایا کہ تمہارے رب نے جو تم سے وعدہ کیا تھا اسے ٹھیک ٹھیک پا لیا ؟ اور یہ قیامت سے پہلے عذاب

قبر ہے۔ اس طرح یہ حدیث ترجمۃ الباب کے مناسب ہے ،، یہ لوگ ابو جہل بن ہشام، امیہ بن خلف، عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ وغیرہ وغیرہ تھے ان کو مخاطب کرکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے اپنے رب کا وعدہ ٹھیک ٹھیک پالیا؟ کیونکہ میں نے تو اپنے رب کا وعدہ ٹھیک پالیا ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ سے یہ سُن کر عرض کیا یارسول اللہ! یہ لوگ کیسے سنیں گے اور کس طرح جواب دیں گے؟ حالانکہ یہ تو مردار ہوچکے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے جو میں اُن سے کہتا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ نہیں سُنتے ہو لیکن وہ جواب دینے کی قدرت نہیں رکھتے (مسلم) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بخاری کی اس روایت میں آپ سے عرض کرنے والے سیدنا عمر فاروق تھے اور یہ بھی معلوم ہُوا کہ قبر میں حیات ہے لہٰذا صاحبِ قبر اس میں عذاب کے لائق ہوسکتا ہے ،، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ جواب سُن کر خاموش ہوجانا اس بات کی دلیل ہے کہ اُنھوں نے سماعِ موتیٰ کا یقین کرلیا تھا۔ حدیث ۱۲۹۱ میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا معنی یہ ہے کہ اہلِ قبور نے موت سے پہلے جو کچھ سُنا تھا وہ جانتے ہیں۔ یہ معنی نہیں کہ وہ موت کے بعد سُنتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی ،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا مذہب یہ ہے کہ مردے نہیں سنتے لیکن جمہور علماء اس مسئلے میں ام المومنین کے مسلک کے خلاف ہیں اور ان کے نزدیک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث مقبول ہے اور ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ وہاں ام المؤمنین موجود نہ تھیں اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ موجود تھے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ اچھی طرح محفوظ کرسکتے ہیں جبکہ ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "تم ان سے زیادہ نہیں سُنتے ہو،، اور اس حال میں جب وہ جانتے ہیں تو اس حال میں ان کا سُننا بھی جائز ہے اور آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ کفار آپ کی تبلیغ کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور نہ ہی وہ تبلیغ سے فائدہ اُٹھاتے ہیں جیسے اصحابِ قبور کو تبلیغ فائدہ نہیں دیتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ،، اس آیت کریمہ میں عدم انتفاع میں کفار کو اصحابِ قبور سے تشبیہ دی گئی ہے۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قتل ابی جہل کے باب میں ذکر کیا اِنَّ الْمُفَسِّرِیْنَ قَالُوْا فَالْمُرَادُ مِنَ الْمَوْتٰی الْکُفَّارُ بِاعْتِبَارِ مَوْتِ قُلُوْبِہِمْ وَاِنْ کَانُوْا اَحْیَاءً صُوْرَۃً وَکَذَا الْمُرَادُ مِنَ الْاٰیَۃِ الْاُخْرٰی۔ قَالَ صَاحِبُ الْکَشَّافِ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی، شَبَّہُوْا بِالْمَوْتٰی وَفِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی "وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ اَیِ الَّذِیْنَ ھُمْ کَالْمَقْبُوْرِیْنَ ،، یعنی مفسرین نے کہا مَوْتٰی سے مراد کافر اس اعتبار سے ہیں کہ ان کے دل مرے ہُوئے ہیں اگرچہ وہ صورت کے اعتبار سے زندہ ہیں ایسے ہی دوسری آیت " وما انت بمسمع من فی القبور ،، میں ہے صاحب کشاف نے اللہ تعالیٰ کے اس قول " اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی ،، کی تفسیر میں کہا کہ کافروں کو مُردوں سے تشبیہ دی گئی حالانکہ وہ زندہ ہیں کیونکہ ان کا حال مُردوں کے حال جیسا ہے (یعنی وہ نفع نہیں اُٹھاتے) اور صاحب کشاف نے اللہ تعالیٰ کے قول " وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ،، کی تفسیر میں کہا یعنی وہ لوگ جو قبروں میں مُردوں کی طرح ہیں ،، یعنی اس آیت سے مراد حقیقتہً مُردے نہیں ہیں بلکہ مُراد یہ ہے کہ جس طرح قبروں میں پڑے ہُوئے لوگوں کو وعظ و نصیحت کوئی فائدہ نہیں دے سکتی ایسے ہی کافر عدمِ انتفاع میں مُردوں جیسے ہیں اور اس آیت کا مفہوم یہ ہرگز نہیں کہ مُردے سُنتے نہیں ہیں ،، اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبر والوں کو سلام کہو اگر وہ سُنتے نہیں تو سلام کہنا

۱۲۹۲ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْاَشْعَثَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ یَهُوْدِیَّةً دَخَلَتْ عَلَیْهَا فَذَکَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ لَهَا اَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَاَلَتْ عَائِشَةُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَقَالَ نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ صَلّٰی صَلٰوةً اِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ زَادَ غُنْدَرٌ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ ۱۲۹۳ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سُلَیْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَسْمَاءَ بِنْتَ اَبِیْ بَکْرٍ تَقُوْلُ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَطِیْبًا فَذَکَرَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ الَّتِیْ یَفْتَتِنُ فِیْهَا الْمَرْءُ فَلَمَّا ذَکَرَ ذٰلِكَ ضَجَّ الْمُسْلِمُوْنَ ضَجَّةً

بے مقصد ہوگا،، اسی طرح قبر پر تلقین کرنا مسنون ہے اگر صاحبِ قبر سنتا ہی نہیں تو تلقین بے معنی ہوگی نیز جب لوگ دفن کرکے واپس جاتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے واللہ ورسولہ اعلم!

۱۲۹۲ — ترجمہ : حضرت مسروق نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ ایک یہودی عورت اُن کے پاس آئی اور عذابِ قبر کا ذکر کیا اور ام المؤمنین سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو عذابِ قبر سے بچائے مائی صاحبہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذابِ قبر کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا ہاں (عذابِ قبر حق ہے) ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کہا اس کے بعد میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے نہ دیکھا مگر آپ عذابِ قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے،،

۱۲۹۳ — ترجمہ : ابن شہاب نے روایت کی کہ مجھے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ اُنھوں نے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور قبر کے فتنہ کا ذکر کیا جس میں آدمی مبتلا ہوتا ہے جب یہ ذکر کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چیخنے لگے۔ غُندَر نے عذابِ قبر کے لفظ کا اضافہ کیا،،

۱۲۹۲ — شرح : مسروق رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ احتمال ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہودی عورت کا عذابِ قبر ذکر کرنے سے پہلے اس سے آہستہ پناہ مانگتے تھے اور جب ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے یہودیہ سے یہ سُنا اور اس کو عجیب خیال کیا تو آپ نے یہ دیکھ کر علانیہ عذابِ قبر سے پناہ مانگنا شروع کیا تاکہ یہ اُمت کے عقائد میں راسخ ہو جائے اور وہ اس سے خائف ہوں۔ یہ کہنا بعید نہیں کہ اس وقت تک عذابِ قبر کے بارے میں وحی نازل نہ ہُوا اور یہودیہ کے ذکر کے بعد وحی نازل ہُوا تو آپ نے اس سے تعوّذ فرمایا کیونکہ آپ وحی کے بغیر نطق نہیں فرماتے تھے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیہ سے عذابِ قبر سُنا پھر اس کے بعد عذابِ قبر کے بارے میں وحی نازل ہُوا،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عذابِ قبر حق ہے اور اس اُمت کے ساتھ خاص نہیں اور یہ بھی معلوم ہُوا کہ اہلِ کتاب کی

۱۲۹۴ حدثنا عیاش بن الولید قال حدثنا عبد الاعلی قال حدثنا سعید عن قتادۃ عن انس بن مالک انہ حدثہم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی عنہ اصحابہ انہ لیسمع قرع نعالہم اتاہ ملکان فیقعدانہ فیقولان ما کنت تقول فی ھذا الرجل لمحمد فاما المؤمن فیقول اشہد انہ عبد اللہ ورسولہ فیقال لہ انظر الی مقعدک من النار قد ابدلک اللہ بہ مقعدا من الجنۃ فیراہما جمیعا قال قتادۃ وذکر لنا انہ یفسح لہ فی قبرہ ثم رجع الی حدیث انس قال واما المنافق او الکافر فیقال لہ ما کنت تقول فی ھذا الرجل فیقول لا ادری کنت اقول ما یقول الناس فیقال لا دریت ولا تلیت ویضرب بمطارق من حدید ضربۃ فیصیح صیحۃ یسمعہا من یلیہ غیر الثقلین

خبر جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے موافق ہو تو اس کی روایت کرنا جائز ہے اور جب تک اس کا صدق و کذب معلوم نہ ہو اس میں توقف کرنا چاہیئے اور نماز کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگنا مستحب ہے کیونکہ یہ قبولیت کا وقت ہے اور یہودی عورتیں مسلمان عورتوں کے پاس آسکتی ہیں اور ان سے خدمت لینا جائز ہے۔

۱۲۹۳ شرح : کفار کے حق میں قبر میں حساب لینا عذاب ہے اور قبر کا فتنہ سوال و جواب اور عذاب دونوں کو شامل ہے اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

۱۲۹۴ ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام سے بیان کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی کو اس کی قبر میں رکھا جائے اور اس کے ساتھی اس سے پھر جاتے ہیں اور وہ ان کی جوتوں کی آواز سنتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں وہ اس کو بٹھاتے ہیں اور سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرکے کہتے ہیں۔ اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا تھا مومن تو یہ کہتا ہے کہ میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں تو اسے کہا جاتا ہے دوزخ میں اپنی جگہ دیکھ اللہ تعالیٰ نے اس کے عوض تیرے لئے جنت میں جگہ بدل دی ہے اور وہ جنت و دوزخ دونوں کو دیکھتا ہے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہم سے ذکر کیا گیا کہ اس کی قبر میں وسعت کی جاتی ہے پھر وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرف لوٹے اور کہا اور منافق اور کافر سے کہا جاتا ہے تو اس شخص کے متعلق کیا کہتا تھا وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا جو لوگ کہتے تھے میں بھی وہی کہتا تھا تو اس سے کہا جاتا ہے تو نے نہ جانا اور نہ پڑھا اور اس کو لوہے کے ہتھوڑوں سے مارا جاتا ہے وہ چیختا ہے جسے انسان و جن کے سوا اس کے قریب والے تمام سنتے ہیں۔

۱۲۹۴ شرح : اس حدیث سے عذاب قبر ثابت ہوتا ہے جو کافروں کو دیا جاتا ہے اور اگر اللہ چاہے تو نافرمان مومنوں کو بھی قبر کا عذاب دیا جاتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مومنوں اور کافروں دونوں سے قبر میں سوال ہوتا ہے، حدیث نمبر ۱۲۶۰ کی تفہیم میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔

باب التعوذ من عذاب القبر

۱۲۹۵ حدثنا محمد بن المثنی قال حدثنا یحیی قال حدثنا شعبة قال حدثنی عون بن ابی جحیفة عن ابیه عن البراء ابن عازب عن ابی ایوب قال خرج النبی صلی اللہ علیه وسلم وقد وجبت الشمس فسمع صوتا فقال یهود تعذب فی قبورها وقال النضر اخبرنا شعبة قال حدثنا عون قال سمعت ابی قال سمعت البراء عن ابی ایوب عن النبی صلی اللہ علیه وسلم ۱۲۹۶ حدثنا معلی قال حدثنا وهیب عن موسی بن عقبة قال حدثتنی بنت خالد بن سعید بن العاص انها سمعت النبی صلی اللہ علیه وسلم وهو یتعوذ من عذاب القبر ۱۲۹۷ حدثنا مسلم بن ابراهیم قال حدثنا هشام قال حدثنا

باب — عذاب قبر سے پناہ مانگنا

ترجمہ ۱۲۹۵ — : براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اُنھوں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے جبکہ سُورج غروب ہو چکا تھا آپ نے آواز سُنی تو فرمایا یہودیوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے،، اور نضر نے ہمیں شعبہ سے خبر دی اُنھوں نے کہا ہم سے عون نے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ سے سُنا اُنھوں نے کہا میں نے براء بن عازب کو ابو ایوب رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہُوئے سُنا۔ اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ۔،

شرح ۱۲۹۵ — : میت کے عذاب کی آواز کا سُن لینا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کیونکہ یہ آواز جن اور انسان نہیں سُن سکتے ہیں" اس حدیث کی باب سے مطابقت اس طرح ہے کہ جو کوئی ایسی آواز سُنے وہ اس طرح کی آواز سے پناہ مانگتا ہے" جس آواز کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا تھا وہ عذاب کے فرشتوں کی آواز تھی یا جن یہودیوں کو عذاب دیا جا رہا تھا ان کی آواز تھی یا عذاب کی ضرب ہونے کی آواز تھی"

ترجمہ ۱۲۹۶ — : موسیٰ بن عقبہ نے کہا مجھ سے خالد بن سعید بن عاص کی لڑکی نے بیان کیا کہ اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ عذابِ قبر سے پناہ مانگتے تھے،،

شرح ۱۲۹۶ — : سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عذابِ قبر سے پناہ مانگی حالانکہ آپ معصوم، طاہر، مطہر اور مغفور ہیں تو جن میں عصمت و طہارت نہیں ان کو اس سے بطریق اولیٰ پناہ مانگنی چاہیئے۔ دراصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عذاب قبر سے پناہ مانگنا اُمّت کی تعلیم کے لئے تھا۔

ترجمہ ۱۲۹۷ — : ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعاء فرماتے تھے اے اللہ میں تجھ سے عذابِ قبر، آگ کا عذاب، موت و حیات کا فتنہ اور مسیح دجال کے فتنے سے پناہ مانگتا ہوں۔

يحيى عن ابى سلمة عن ابى هريرة قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يدعو اللهم انى اعوذ بك من عذاب القبر ومن عذاب النار ومن فتنة المحيا والممات ومن فتنة المسيح الدجال باب عذاب القبر من الغيبة والبول حدثنا قتيبة ١٢٩٨ قال حدثنا جرير عن الاعمش عن مجاهد عن طاوس عن ابن عباس قال مر النبى صلى الله عليه وسلم على قبرين فقال انهما ليعذبان وما يعذبان من كبير ثم قال بلى اما احدهما فكان يسعى بالنميمة واما احدهما فكان لا يستتر من بوله قال ثم اخذ عودا رطبا فكسره باثنتين ثم غرز كل واحد منهما على قبر ثم قال لعله يخفف عنهما ما لم ييبسا باب الميت يعرض ١٢٩٩ عليه مقعده بالغداة والعشى حدثنا اسمعيل قال حدثنى مالك عن نافع عن عبد الله بن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان احدكم اذا مات عرض عليه مقعده بالغداة والعشى ان كان من اهل الجنة فمن اهل الجنة وان كان من اهل النار فمن اهل النار فيقال هذا مقعدك حتى يبعثك الله يوم القيمة

۱۲۹۷ — شرح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا کرنا تعلیم امت کے لئے تھا ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دجال کے فتنہ سے مامون ہیں ،،

حدیث ۱۲۹۶ کے اسناد میں " ابنت خالد " کا نام اَمَۃُ ہے ان کی مشہور کنیت " ام خالد " ہے وہ قرشیہ ، امویہ ہیں ۔ حبشہ میں پیدا ہوئیں اور بچپن ہی میں مدینہ منورہ آگئیں ۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کیا اور ان سے خالد اور عمر پیدا ہوئے وہ صحابیہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا "

۱۲۹۸ باب — غیبت اور پیشاب سے پرہیز نہ کرنے کے باعث قبر کا عذاب ہونا

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے اور فرمایا ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی بڑی بات میں ان کو عذاب نہیں ہو رہا پھر فرمایا ان میں سے ایک چغلی کھاتا پھرتا تھا اور دوسرا اپنے پیشاب سے نہ بچتا تھا ۔ ابن عباس نے کہا پھر آپ نے تر لکڑی پکڑی اور اس کے دو ٹکڑے کئے پھر ان دونوں میں سے ہر ایک کو قبر پر گاڑ دیا پھر فرمایا جب تک یہ خشک نہ ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی ۔ اس حدیث کی تفہیم حدیث ۲۱۵ کے تحت مذکور ہے ،،

باب — میت پر صبح و شام اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے "

۱۲۹۹ — ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اس پر صبح و شام اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے ،، اگر وہ جنتیوں میں سے ہو تو جنتیوں کا ٹھکانا

بَابُ كَلَامِ الْمَيِّتِ عَلَى الْجَنَازَةِ

۱۳۰۰ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُونِي قَدِّمُونِي وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ يَا وَيْلَهَا أَيْنَ تَذْهَبُونَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَهَا الْإِنْسَانُ لَصَعِقَ بَابُ مَا قِيلَ فِي أَوْلَادِ الْمُسْلِمِينَ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ لَهُ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ كَانَ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ

اور اگر دوزخیوں میں سے ہو تو دوزخیوں کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے، اور کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن تجھے اللہ تعالیٰ اٹھائے گا۔"

۱۲۹۹ — شرح : علامہ توریشتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اصل میں حدیث کی عبارت یہ ہے "اِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَمَقْعَدٌ مِنْ مَقَاعِدِ اَهْلِ الْجَنَّةِ يُعْرَضُ عَلَيْهِ"، علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا حدیث کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر وہ اہل جنت سے ہے تو اس کو ایسی خوشخبری دی جاتی ہے جس کی حقیقت معلوم نہیں کی جا سکتی کیونکہ یہ مقام سعادتِ کبریٰ کی خوشخبریوں کا مقدمہ ہے کیونکہ شرط و جزاء جب متحد ہوں تو اس کی فخامت و عظمت پر دلالت ہوتی ہے اور "حتی یبعثک" کا معنی یہ ہے کہ وہ موت کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور کرامت و منزلت دیکھے گا اور یہ ٹھکانا اس وقت بھول جائے گا، جیسے صاحب کشاف نے "اِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ" کی تفسیر میں ذکر کیا کہ تجھ پر قیامت تک مذمت اور لعنت ہوتی رہے گی اور جب وہ دن آئے گا تو تجھے ایسا عذاب دیا جائے گا کہ تو یہ لعنت بھول جائے گا۔ (کرمانی)

باب میت کا چارپائی پر کلام کرنا

۱۳۰۰ — ترجمہ : سعید بن ابی سعید نے اپنے والد ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انھوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جنازہ رکھا جائے اور اس کو لوگ اپنے کندھوں پر اٹھائیں تو اگر وہ نیک ہو تو کہتا ہے مجھے آگے لے چلو اور اگر وہ نیک نہ ہو تو کہتا ہے افسوس تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو اس کی آواز انسان کے سوا ہر شے سنتی ہے اگر اس کو انسان سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔"

۱۳۰۰ — شرح : اس حدیث کی تفہیم حدیث ۱۲۳۸ کے تحت گزری ہے۔" ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ آواز روح نکالتی ہے جبکہ ایسے آثار موجود ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ میت اس کے اٹھانے والوں کو پہچانتی ہے اور وہ ان کو بھی پہچانتی ہے جو اس کو قبر میں اتارتے ہیں۔" حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ

۱۳۰۱ حدثنا یعقوب
ابن ابراھیم قال حدثنا ابن علیۃ عن عبد العزیز بن صھیب عن انس بن مالک قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من الناس مسلم یموت لہ ثلاثۃ لم یبلغوا الحنث الا
ادخلہ اللہ الجنۃ بفضل رحمتہ ایاھم ۱۳۰۲ حدثنا ابو الولید قال حدثنا شعبۃ عن عدی بن ثابت
انہ سمع البراء بن عازب قال لما توفی ابراھیم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لہ مرضعا فی الجنۃ

میت اس کے اُٹھانے والوں، غسل دینے والوں اور اس کو قبر میں اُتارنے والوں کو پہچانتی ہے۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آدمی مرجائے تو اس کو غسل دیتے وقت اور اس کو اُٹھاتے وقت تمام لوگوں کو وہ دیکھتا ہے حتیٰ کہ وہ قبر میں پہنچ جائے (عینی)

باب ——— مسلمانوں کی اولاد کے متعلق جو کہا گیا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم سے روایت کی جس شخص کے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں وہ اس کے لئے دوزخ کی آگ سے حجاب بن جاتے ہیں یا (فرمایا) وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے "

۱۳۰۱ ——— ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں سے کوئی مسلمان نہیں جس کے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں مگر اللہ تعالیٰ ان پر اپنی مہربانی کی وجہ سے اس کو جنت میں داخل کرے گا "

۱۳۰۲ ——— ترجمہ : عدی بن ثابت سے روایت ہے کہ اُنھوں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے وفات پائی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے لئے جنت میں ایک خاتون دودھ پلانے والی ہے

۱۳۰۱ ——— شرح : اگر یہ کہا جائے کہ اس حدیث سے مسلمانوں کی اولاد کا حکم معلوم نہیں ہوا کہ وہ کہاں ہوں گے تو اس کی دلالت باب کے عنوان پر کیسے ہوئی اس کا جواب یہ ہے کہ جب بچے کی وجہ سے اس کا والد جنت میں داخل ہوگا تو وہ بطریق اولیٰ جنت میں داخل ہوگا "سیاق خطاب سے بچہ کا حکم معلوم ہوگیا" علامہ مازری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا تحقیق اور اجماع سے ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اولاد جنتی ہے اور جمہور کا یہ قطعی فیصلہ ہے کہ دوسرے مومنوں کی اولاد جنتی ہے اور اس میں علماء کا اجماع ہے "بعض متکلمین یہ کہتے ہیں کہ ان کے متعلق حتمی فیصلہ نہیں کہ وہ کہاں ہوں گے جیسے مکلفین کے بارے میں حتمی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا ہے" اس کی تفصیل حدیث ۱۱۷۹ کی تفہیم میں مذکور ہے "

۱۳۰۲ — **شرح** : اس حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب سے اس طرح ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کے صاحبزادہ سیّدی ابراہیم علیہ السلام کے لئے جنّت میں دودھ پلانے والی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے نابالغ بچّے جنّت میں ہوں گے ،، یہ بات مسلم الثبوت ہے جس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ساری اولاد سیّدی ابراہیم علیہ السلام کے سوا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن شریف سے ہے ،، جبکہ سیّدی ابراہیم علیہ السلام سیدہ ماریہ قبطیۃ کے بطن شریف سے ہیں وہ ۸ھ ہجری ذوالحجہ میں پیدا ہوئے۔ واقدی نے کہا ابراہیم علیہ السلام نے دس ہجری میں دس ربیع الاوّل شریف منگل کے روز انتقال فرمایا اور ان کی عمر شریف اٹھارہ ماہ ہے وہ بقیع میں جلوہ افروز ہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم تم الجزاء الخامس بعون اللہ العالمین وبرحمۃ سید الانبیاء والمرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم۔ فالحمد للہ رب العالمین ا

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجُزْءُ السَّادِسُ

بَابُ مَا قِيْلَ فِيْ اَوْلَادِ الْمُشْرِكِيْنَ

۱۳۰۳ حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِىْ بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَوْلَادِ الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ اللهُ اِذْ خَلَقَهُمْ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ ۱۳۰۴ حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَرَارِيِّ الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ اللهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۶) چھٹا پارہ

باب — مشرکین کی نابالغ اولاد کے بارے میں جو ذکر کیا گیا

۱۳۰۳ — ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی نابالغ اولاد کے بارے میں پوچھا گیا "کہ وہ جنتی ہیں یا دوزخی"، تو آپ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا تو وہ زیادہ جانتا ہے کہ وہ کیا عمل کریں گے"۔

۱۳۰۴ — ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکوں کی نابالغ اولاد کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ جنتی ہیں یا دوزخی"، تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے کہ وہ کیا عمل کریں گے"۔

حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِی ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ اَبِی سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

۱۳۰۵ كُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ اَوْ یُنَصِّرَانِهٖ اَوْ یُمَجِّسَانِهٖ كَمَثَلِ الْبَهِیْمَةِ تُنْتَجُ الْبَهِیْمَةَ هَلْ تَرٰی فِیْهَا جَدْعَاءَ

۱۳۰۶ **بَابٌ حَدَّثَنَا** مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ هُوَ ابْنُ حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی صَلٰوةً اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ مَنْ رَاٰی مِنْكُمُ اللَّیْلَةَ رُؤْیَا قَالَ فَاِنْ رَاٰی اَحَدٌ قَصَّهَا فَیَقُوْلُ مَا شَاءَ اللّٰهُ فَسَاَلَنَا یَوْمًا فَقَالَ هَلْ رَاٰی مِنْكُمْ اَحَدٌ رُؤْیَا قُلْنَا لَا قَالَ لٰكِنِّیْ رَاَیْتُ اللَّیْلَةَ رَجُلَیْنِ اَتَیَانِیْ فَاَخَذَا بِیَدِیْ فَاَخْرَجَانِیْ اِلٰی اَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ فَاِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ وَرَجُلٌ قَائِمٌ بِیَدِهٖ قَالَ بَعْضُ اَصْحَابِنَا عَنْ مُوْسٰی كَلُّوْبٌ مِنْ حَدِیْدٍ یُدْخِلُهٗ فِیْ شِدْقِهٖ حَتّٰی یَبْلُغَ قَفَاهُ ثُمَّ یَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْاٰخَرِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَیَلْتَئِمُ شِدْقُهٗ هٰذَا فَیَعُوْدُ فَیَصْنَعُ مِثْلَهٗ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰی اَتَیْنَا عَلٰی رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ عَلٰی قَفَاهُ وَرَجُلٌ قَائِمٌ عَلٰی رَاْسِهٖ بِفِهْرٍ اَوْ صَخْرَةٍ فَیَشْدَخُ بِهَا رَاْسَهٗ فَاِذَا ضَرَبَهٗ تَدَهْدَهَ

۱۳۰۲ ، ۱۳۰۴ —— شرح : ان احادیث سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ جن کے مقدر میں نیک عمل ہیں وہ جنتی ہیں اور جن کے مقدر میں بُرے عمل ہیں وہ دوزخی ہیں یہ بھی کہنا ممکن ہے کہ وہ سب جنت میں ہوں یا سارے جہنم میں ہوں یہ بھی احتمال ہے کہ بعض جنت میں ہوں اور بعض دوزخ میں ہوں"۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا مشرکوں کی نابالغ اولاد میں تین مذہب ہیں۔ اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ وہ اپنے آباء واجداد کی تبعیت میں دوزخی ہیں علماء کی دوسری جماعت نے توقف کیا ہے بعض علماء کہتے ہیں وہ جنتی ہیں اور صحیح بھی یہی ہے کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جنت میں دیکھا جبکہ ان کے اردگرد لوگوں کے نابالغ بچے تھے اور بخاری کی اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں ان کے دوزخی ہونے کی صراحت نہیں"

قاضی بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ثواب وعقاب اعمال کے باعث نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ نابالغ بچے نہ دوزخ میں ہوں اور نہ ہی جنت میں ہوں بلکہ اس کا موجب لطف ربانی اور خذلان الٰہی ہے جو ازل میں ان کا مقدر بن چکا ہے اس لئے واجب یہ ہے کہ ان کے بارے میں توقف کیا جائے اور جس کی تقدیر میں یہ ہے کہ وہ نیک بخت ہے حتیٰ کہ زندہ رہنے کی صورت میں وہ جنتیوں والے عمل کرتا تو سعید ہے ورنہ بدبخت"، (کرمانی) بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ وہ جنت و دوزخ کے درمیان برزخ میں ہیں کیونکہ انہوں نے نیک وبد اعمال نہیں کئے بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ اہل جنت کے خدام ہوں گے اور بعض علماء کا کہنا ہے کہ ان کا آخرت میں امتحان ہوگا اور ان کے سامنے آگ کردی جائے گی اگر وہ اس میں واقع ہوجائیں گے تو آگ ان پر ٹھنڈی ہوجائے گی اور وہ جنتی ہوں گے ورنہ دوزخی اقول برزخ اور امتحان کا قول منظور فیہ ہے واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم!

۱۳۰۵ —— ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے اس کے والدین اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنالیتے ہیں جس طرح جانور بچہ دیتا ہے کیا تم اس میں کوئی کان کٹا پاتے ہو۔

۱۳۰۵ —— شرح : حدیث ۱۲۷۹ کی تفہیم میں اس کی وضاحت مذکور ہے"۔

الحَجَرُ فَانطَلَقَ إِلَيْهِ لِيَأْخُذَهُ فَلَا يَرْجِعُ إِلَى هٰذَا حَتَّى يَلْتَئِمَ رَأْسُهُ وَعَادَ رَأْسُهُ كَمَا هُوَ فَعَادَ إِلَيْهِ فَضَرَبَهُ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَا انْطَلِقْ

فَانْطَلَقْنَا إِلَى نَقْبٍ مِثْلِ التَّنُّورِ أَعْلَاهُ ضَيِّقٌ وَأَسْفَلُهُ وَاسِعٌ تَتَوَقَّدُ تَحْتَهُ نَارٌ فَإِذَا اقْتَرَبَ ارْتَفَعُوا حَتَّى كَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا

فَإِذَا خَمَدَتْ رَجَعُوا فِيهَا وَفِيهَا رِجَالٌ وَنِسَاءٌ عُرَاةٌ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى نَهَرٍ مِنْ دَمٍ فِيهِ

رَجُلٌ قَائِمٌ وَعَلَى وَسَطِ النَّهَرِ قَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ وَوَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ وَعَلَى شَطِّ النَّهَرِ رَجُلٌ

بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهَرِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ رَمَاهُ الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِي فِيهِ فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ فَجَعَلَ

كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمَى فِي فِيهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا إِلَى رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ فِيهَا

شَجَرَةٌ عَظِيمَةٌ وَفِي أَصْلِهَا شَيْخٌ وَصِبْيَانٌ وَإِذَا رَجُلٌ قَرِيبٌ مِنَ الشَّجَرَةِ بَيْنَ يَدَيْهِ نَارٌ يُوقِدُهَا فَصَعِدَا بِي فِي الشَّجَرَةِ

فَأَدْخَلَانِي دَارًا لَمْ أَرَ قَطُّ أَحْسَنَ وَأَفْضَلَ مِنْهَا فِيهَا رِجَالٌ شُيُوخٌ وَشَبَابٌ وَنِسَاءٌ وَصِبْيَانٌ ثُمَّ أَخْرَجَانِي مِنْهَا فَصَعِدَا بِي

الشَّجَرَةَ فَأَدْخَلَانِي دَارًا هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ فِيهَا شُيُوخٌ وَشَبَابٌ قُلْتُ طَوَّفْتُمَانِي اللَّيْلَةَ فَأَخْبِرَانِي عَمَّا رَأَيْتُ

قَالَا نَعَمْ أَمَّا الَّذِي رَأَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ يُحَدِّثُ بِالْكَذْبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتَّى تَبْلُغَ الْآفَاقَ فَيُصْنَعُ بِهِ

إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَالَّذِي رَأَيْتَهُ يُشْدَخُ رَأْسُهُ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ وَلَمْ يَعْمَلْ

فِيهِ بِالنَّهَارِ يُفْعَلُ بِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَالَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّقْبِ فَهُمُ الزُّنَاةُ وَالَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّهَرِ

آكِلُوا الرِّبَا وَالشَّيْخُ الَّذِي فِي أَصْلِ الشَّجَرَةِ إِبْرَاهِيمُ وَالصِّبْيَانُ حَوْلَهُ فَأَوْلَادُ النَّاسِ وَالَّذِي يُوقِدُ

النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ وَالدَّارُ الْأُولَى الَّتِي دَخَلْتَ دَارُ عَامَّةِ الْمُؤْمِنِينَ وَأَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ

الشُّهَدَاءِ وَأَنَا جِبْرَئِيلُ وَهٰذَا مِيكَائِيلُ فَارْفَعْ رَأْسَكَ فَرَفَعْتُ رَأْسِي

فَإِذَا فَوْقِي مِثْلُ السَّحَابِ قَالَا ذَاكَ مَنْزِلُكَ فَقُلْتُ دَعَانِي أَدْخُلْ مَنْزِلِي قَالَا إِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمُرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَ

أَتَيْتَ مَنْزِلَكَ

۱۳۰۶ — **ترجمہ :** سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ لیتے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرماتے تم میں سے کسی نے آج رات خواب دیکھا ہے ؟ اگر کوئی خواب دیکھتا تو بیان کرتا اور جو اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوتی آپ اس کی تعبیر فرماتے ۔ ایک دن آپ نے ہم سے پوچھا اور فرمایا کیا تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے ؟ ہم نے کہا نہیں ! آپ نے فرمایا لیکن میں نے آج رات دو شخص دیکھے ہیں کہ وہ میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ارض مقدسہ کی طرف لے گئے وہاں میں نے دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور ایک کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں لوہے کی کنڈی ہے ۔ ہمارے بعض اصحاب نے موسیٰ سے ذکر کیا کہ وہ اس کنڈی کو اس کی باچھ میں ڈالتا ہے حتیٰ کہ وہ اس کی گدی تک پہنچ جاتا ہے پھر دوسری باچھ میں اسی طرح کرتا ہے اور پہلا باچھ جڑ جاتا ہے اور وہ شخص لوٹ کر آتا ہے اور اسی طرح کرتا ہے ۔ میں نے کہا یہ کیا ماجرا ہے ؟ انھوں نے کہا آگے چلیں ہم چل پڑے حتیٰ کہ ایک شخص

کے پاس آئے جو چت لیٹا ہُوا تھا اور ایک شخص اس کے سر کے پاس پتھر لے کر کھڑا ہے جس کے ساتھ وہ اس کا سر کوٹتا ہے
جب وہ اس کو مارتا تھا تو پتھر لڑھک جاتا تھا وہ اس کی طرف جاتا ہے تاکہ اس کو پکڑے تو وہ اس کی طرف ابھی
لوٹتا نہیں حتیٰ کہ اس کا سر جُڑ جاتا ہے اور جیسا تھا ویسا ہو جاتا ہے پھر اس کی طرف لوٹتا ہے اور اس کو مارتا ہے
میں نے کہا یہ کون شخص ہے اُنھوں نے کہا آگے چلیں ہم چلتے ہُوئے ایک سوراخ تک پہنچے جو تنور کی شکل تھا اس کا اُوپر
کا حصہ تنگ تھا اور نچلا حصہ فراخ تھا اس کے نیچے آگ روشن تھی ،، جب آگ کی لپٹ بلند ہوتی تو وہ اُوپر آجاتے
حتیٰ کہ نکلنے کے قریب ہو جاتے تھے جب آگ بجھ جاتی تو وہ اس میں لوٹ جاتے اس سوراخ میں ننگے مرد اور ننگی
عورتیں تھیں میں نے کہا یہ کیا ہے اُنھوں نے کہا آگے چلیں ہم آگے بڑھے حتیٰ کہ خون کی نہر پر آئے جس میں ایک شخص کھڑا
تھا اور نہر کے بیچ اور یزید اور وہب بن جریر بن حازم نے کہا اور نہر کے کنارے پر ایک شخص کھڑا تھا اس کے آگے
پتھر پڑے تھے جو شخص نہر میں تھا وہ آتا اور جب نہر سے نکلنے کا ارادہ کرتا تو وہ شخص (نہر کے کنارے پر) اس
کے منہ پر پتھر مارتا اور اس کو واپس کر دیتا جہاں ہوتا تھا اور جب بھی وہ آتا تھا کہ باہر نکلے تو وہ اس کے منہ پر پتھر
مارتا وہ دوبارہ لوٹ جاتا جہاں ہوتا تھا ،، میں نے کہا یہ کیا ہے اُنھوں نے کہا آگے چلیں ہم آگے چل پڑے حتیٰ کہ
ایک سرسبز باغ کے پاس پہنچے جس میں ایک بہت بڑا درخت تھا اور اس جڑ کے پاس ایک بوڑھا بزرگ اور بچے
تھے اور ایک شخص اس درخت کے قریب تھا اس کے آگے آگ تھی جس کو وہ روشن کر رہا تھا وہ دونوں شخص میرے
ساتھ درخت پر چڑھ گئے اور مجھے ایک مکان میں داخل کر دیا میں نے اس سے خوبصورت کوئی مکان نہیں دیکھا
اس میں بوڑھے مرد، نوجوان آدمی، عورتیں اور بچے تھے پھر اُنھوں نے مجھے اس سے نکالا اور ایک درخت پر مجھے
چڑھایا اور ایک گھر میں مجھے لے گئے جو بہت ہی خوبصورت اور عمدہ تھا ،، اس میں بوڑھے مرد اور نوجوان آدمی تھے
میں نے کہا تم نے مجھے آج رات بھر گھمایا ہے جو کچھ میں نے دیکھا ہے مجھے اس کے متعلق خبر دو اُنھوں نے کہا جی ہاں
جس شخص کو آپ نے دیکھا کہ اس کی باچھ پھاڑی جاتی تھی وہ شخص کذّاب تھا جھوٹی باتیں بنایا کرتا تھا وہ جھوٹ اس
سے سن کر نقل کیا جاتا حتیٰ کہ آفاق واکناف میں پہنچ جاتا اس کے ساتھ قیامت تک اسی طرح کیا جائے گا اور جو شخص
آپ نے دیکھا تھا کہ اس کا سر کوٹا جاتا تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا تھا وہ اس سے غافل ہو کر رات بھر
سویا رہتا اور دن میں اس پر عمل نہ کرتا تھا اس کے ساتھ قیامت تک اسی طرح کیا جائے گا اور جن کو آپ نے سوراخ میں
دیکھا (جو تنور کی طرح تھا) وہ زانی مرد و زن تھے اور جس کو آپ نے نہر میں دیکھا وہ سود خور تھا اور جنہیں درخت کی
جڑ میں دیکھا وہ ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کے اردگرد بچے لوگوں کی نابالغ اولاد تھی جوان کے سامنے آگ روشن
کر رہا تھا وہ مالک دوزخ کا داروغہ تھا پہلا گھر جس میں آپ داخل ہُوئے وہ عام مومنوں کا گھر تھا اور یہ گھر شہداء کا ہے
میں جبرائیل ہوں اور یہ میکائیل ہے آپ سر مبارک اُٹھائیں میں نے سر اُٹھایا تو میرے اُوپر بادل کی طرح کچھ تھا اُنھوں
نے کہا یہ آپ کا مکان ہے میں نے کہا مجھے چھوڑو میں اپنے گھر جاؤں اُنھوں نے کہا ابھی آپ کی عمر شریف باقی ہے اس
کو آپ نے پُورا نہیں کیا اگر پُورا کر لیتے تو اپنے گھر تشریف لے جاتے ،،

شرح : امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ لوگ مشرک ہوں

۱۳۰۶ —

یا مومن ان کی نابالغ اولاد جنت میں ہے کیونکہ فرشتوں نے

١٣٠٧

بَابُ مَوْتِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ فِيْ كَمْ كَفَّنْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فِيْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ وَقَالَ لَهَا فِيْ اَيِّ يَوْمٍ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ قَالَ فَاَيُّ يَوْمٍ هٰذَا قَالَتْ يَوْمُ الْاِثْنَيْنِ قَالَ اَرْجُوْ فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ اللَّيْلِ فَنَظَرَ اِلٰى ثَوْبٍ عَلَيْهِ كَانَ يُمَرَّضُ فِيْهِ بِهٖ رَدْعٌ مِّنْ زَعْفَرَانٍ فَقَالَ اغْسِلُوْا ثَوْبِيْ هٰذَا وَزِيْدُوْا عَلَيْهِ ثَوْبَيْنِ فَكَفِّنُوْنِيْ فِيْهِمَا قُلْتُ اِنَّ هٰذَا خَلَقٌ قَالَ اِنَّ الْحَيَّ اَحَقُّ بِالْجَدِيْدِ مِنَ الْمَيِّتِ اِنَّمَا هُوَ لِلْمُهْلَةِ فَلَمْ يُتَوَفَّ حَتّٰى اَمْسٰى مِنْ لَيْلَةِ الثُّلَثَاءِ وَدُفِنَ قَبْلَ اَنْ يُّصْبِحَ

ذکر کیا تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کے ارد گرد لوگوں کی نابالغ اولاد ہے۔ یہ عام ہے اور مشرکوں کی اولاد کو بھی شامل ہے۔ اس میں کسی کی تخصیص نہیں ہے،، دار الشہداء میں عورتوں اور بچوں کا ذکر نہیں کیا صرف بوڑھوں اور نوجوان آدمیوں کا ذکر کیا ہے کیونکہ غالباً شہید بوڑھے مرد اور نوجوان آدمی ہوتے ہیں اور عورتیں اور بچے شہید نہیں ہوتے،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خواب کا اہتمام کرنا چاہیئے اور نماز کے بعد اس کے متعلق دریافت کرنا مستحب ہے جھوٹ سے احتیاط ضروری ہے اسی طرح جھوٹی روائت سے اجتناب لازم ہے،، قرآن کی تلاوت اور اس پر عمل کا ترک بُرا ہے اور زانی کے بارے میں سخت وعید ہے،، خواب کی تعبیر مخلص محب اور عالم سے کرانی چاہیئے اور جو کچھ انسان دنیا میں کرتا ہے اس کا ثمرہ آخرت میں پائے گا امام کے لئے مستحب ہے کہ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد نمازیوں کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے اور خواب کی تعبیر صبح صبح کرنی چاہیئے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم!

باب — دوشنبہ کے روز وفات

ترجمہ ١٣٠٧ : ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میرے پاس ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا تھا۔ ام المومنین رضی اللہ عنہ نے کہا تین سحولی کپڑوں میں جن میں نہ تو قمیص تھا اور نہ ہی عمامہ تھا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُن سے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس روز وفات پائی تھی؟ ام المؤمنین نے کہا دوشنبہ کے روز، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا آج کون سا دن ہے؟ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کہا دوشنبہ،، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس وقت سے لے کر رات تک اُمید کرتا ہوں" کہ وفات پا جاؤں گا،، پھر اُنھوں نے اپنے کپڑے کی طرف دیکھا جس میں وہ بیمار ہوئے تھے اس میں زعفران کا ایک نشان تھا فرمایا میرا یہ کپڑا دھوڈالو اور اس پر دو کپڑوں کا اضافہ کر دو اور ان میں مجھے کفن دو، میں نے کہا یہ پرانا کپڑا ہے فرمایا زندہ نئے کپڑوں کا مُردے سے زیادہ مستحق ہے، کیونکہ کفن تو صرف پیپ کے لئے ہے پھر اسی روز وفات نہ پائی حتی کہ منگل کی رات آ گئی اور صبح سے پہلے مدفون ہو گئے۔

۱۳۰۸ بَابُ مَوْتِ الْفُجَاءَةِ بَغْتَةً حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّیْ افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَاَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ

شرح : ۱۳۰۷ — سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کفن اور آپ کی وفات کا دن پوچھنا اور ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا جواب یہ دونوں اُن کی مرضِ موت میں تھے اور اس سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا مقصد سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تکفین میں موافقت تھا اور وہ زندگی میں شدتِ اتباع کے ساتھ ساتھ یہ بھی چاہتے تھے کہ موت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کروں ان کا ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے پوچھنے کا یہی مقصد تھا۔ حالانکہ وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت قریب تھے اور آپ کے حال کو زیادہ جانتے تھے اور یہ کہنا بعید ہے کہ سیدی ابوبکر رضی اللہ عنہ حقیقتہً کفن کی مقدار کی تحقیق کر رہے تھے اور وہ بیعت کے معاملہ میں مصروفیت کے باعث تجہیز و تکفین میں حاضر نہ ہو سکے تھے کیونکہ تجہیز و تکفین کے وقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ موجود تھے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے روز سقیفہ بنی ساعدہ میں مشورہ اور گفتگو کے بعد بدھ کے روز عام بیعت کا معاملہ مکمل ہو گیا تھا اور تجہیز و تکفین بدھ کی رات ہوئی تھی اس وقت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے۔ الحاصل مذکور سوال و جواب صرف سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مرضِ موت میں تھے اور ان کا مقصد حیات و ممات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت و اتباع تھا،، اگر یہ کہا جائے کہ مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو اچھا کفن بنائے اور امام ترمذی نے بھی اس کی روایت کی ہے حالانکہ یہ بخاری کی روایت کے متعارض ہے،، اس کا جواب یہ ہے کہ جس کپڑے کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پسند کیا تھا وہ ان کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا تھا اس لئے بطورِ تبرک اس کپڑے کو پسند کیا اور حق بھی یہی تھا۔ اسی لئے کہا کہ اس کے ساتھ دو کپڑوں کا اضافہ کر لو،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کفن میں تین سفید کپڑے مستحب ہیں اور دھلے ہوئے کپڑوں میں بھی کفن دینا جائز ہے جبکہ وہ پھٹے ہوئے نہ ہوں اور رات کو دفن کرنا صحیح ہے اور بطورِ تبرک بزرگوں کی موافقت مستحب ہے،، اور افضل مفضول سے علم حاصل کر سکتا ہے۔ واللہ و رسولہ اعلم!

باب — اچانک موت

ترجمہ : ۱۳۰۸ — ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میری والدہ کا اچانک انتقال ہو گیا ہے۔ میرا گمان ہے کہ وہ اگر کلام کرتی تو صدقہ کرتی کیا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اسے ثواب ہو گا۔ آپ نے فرمایا ہاں!“

۱۳۰۸ — **شرح** : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اچانک موت مکروہ نہیں کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اس شخص نے اپنی والدہ کے اچانک مرجانے کی خبر دی تو آپ نے اس پر کراہت کا اظہار نہیں فرمایا اگر یہ کہا جائے کہ ابو داؤد نے عبید بن خالد سلمی صحابی سے روایت ذکر کی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچانک موت اللہ کا غضب ہے "، اور امام احمد رضی اللہ عنہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک دیوار کے پاس سے تیزی سے گزرے جو زمین کی طرف مائل تھی اور فرمایا میں اچانک موت کو بُرا جانتا ہوں۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت ذکر کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں گدھے کی موت جیسی موت کو بُرا جانتا ہوں آپ سے عرض کیا گیا گدھے کی موت کیسی ہوتی ہے ؟ آپ نے فرمایا اچانک موت "، اور بخاری کی یہ روایت ان روایات کے متعارض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بخاری کی روایت کا محمل وہ شخص ہے جس نے موت کی تیاری کی ہو اور اچانک مرجائے اور دوسری روایات کا محمل وہ شخص ہے جو تیاری سے غافل ہو کیونکہ اس میں نہ تو وصیت کر سکتا ہے اور نہ ہی اس کو توبہ نصیب ہوتی ہے "، مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت اس طرح ذکر کی کہ کسی شخص نے کہا یا رسول اللہ میرا باپ فوت ہو گیا ہے اور کچھ مال چھوڑ گیا ہے اور اس نے وصیت نہیں کی اگر میں صدقہ کروں تو اس کو اجر ملے گا ؟ آپ نے فرمایا ہاں ! یہ کوئی اور واقعہ ہے شیخین کی ان روایات سے واضح ہوتا ہے کہ صدقہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے "، ابو داؤد نے باب ماجاء في وصية الحربي يسلم وليه "، کے باب میں عمرو بن شعیب سے روایت کی کہ عاص بن وائل نے مرتے وقت وصیت کی کہ اس کی طرف سے ایک سو غلام آزاد کیا جائے اس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کر دیئے اور دوسرے بیٹے عمرو نے باقی پچاس غلام آزاد کرنے کا ارادہ کر لیا اور خیال کیا کہ پہلے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لوں اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کیا یا رسول اللہ ! میرے باپ نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی اور ہشام نے اس کی طرف سے پچاس غلام آزاد کر دیئے ہیں کیا باقی پچاس غلام آزاد کر دوں ؟

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ مسلمان ہوتا اور تم اس کی طرف سے غلام آزاد کرتے یا اس کی طرف سے صدقہ یا حج کرتے تو اس کو ثواب پہنچتا "، ——— یعنی مسلمانوں کو ثواب پہنچتا ہے کافروں کی طرف سے صدقات و خیرات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ ان کو ثواب نہیں پہنچتا "، ابو داؤد نے " ذکر بصرہ "، کے باب میں ابراہیم بن صالح کے طریق سے روایت ذکر کی کہ ایک شخص نے کہا تم میں سے کون اس کی ضمانت دیتا ہے کہ وہ مسجد عشار میں دو یا چار رکعتیں پڑھے اور کہے یہ ابوہریرہ کے لئے ہیں۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے کا ثواب کسی کو ایصال کیا جائے تو وہ اس کو پہنچ جاتا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ! میری والدہ فوت ہو گئی ہے اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو یہ اس کو نفع دے گا ؟ آپ نے فرمایا ہاں "، ابو داؤد نے " الصدقة عن الميت "، کے باب میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " جب کوئی شخص فوت ہو جائے تو صرف تین عملوں کے سوا اس کے تمام عمل منقطع ہو جاتے ہیں۔ ایک صدقہ جاریہ دوسرا علم جس سے لوگ نفع اٹھائیں۔ تیسرا نیک اولاد "،

بَابُ مَاجَاءَ فِی قَبْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِی بَکْرٍ وَّعُمَرَ

فَاَقْبَرَہٗ اَقْبَرْتُ الرَّجُلَ اُقْبِرُہٗ اِذَا جَعَلْتَ لَہٗ قَبْرًا وَقَبَرْتُہٗ دَفَنْتُہٗ کِفَاتًا یَکُوْنُوْنَ فِیْھَا اَحْیَاءً وَّیُدْفَنُوْنَ فِیْھَا اَمْوَاتًا

۱۳۰۹ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ قَالَ حَدَّثَنِیْ سُلَیْمَانُ عَنْ ھِشَامٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَرْوَانَ یَحْیَی بْنُ اَبِیْ زَکَرِیَّاءَ عَنْ ھِشَامٍ عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ اِنْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیَتَعَذَّرُ فِیْ مَرَضِہٖ اَیْنَ اَنَا الْیَوْمَ اَیْنَ اَنَا غَدًا اِسْتِبْطَاءً لِیَوْمِ عَائِشَۃَ فَلَمَّا کَانَ یَوْمِیْ قَبَضَہُ اللّٰہُ بَیْنَ سَحْرِیْ وَنَحْرِیْ وَدُفِنَ فِیْ بَیْتِیْ

ان روایات میں اس بات کی صراحت ہے کہ اموات کو احیاء کی طرف سے نیک اعمال کا ثواب پہنچتا ہے حضرت ابو بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ ان کی قبر پہ کھجور کی دو شاخیں گاڑی جائیں ،، چونکہ ہر شئی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے ۔ ان شاخوں کے تسبیح کرنے سے ان کو نفع حاصل ہوگا ۔ مزید تفصیل ردّ محتار کے زیارت القبور کے باب میں دیکھیں“

باب —— نبئ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم ، ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی قبور میں منقول روایات

”اَقْبَرْتُ الرَّجُلَ“ اقبرہ کا معنیٰ ہے ،، میں نے اس کے لئے قبر بنائی قَبَرْتُہٗ کا معنیٰ ہے ، میں نے اس کو قبر میں دفن کیا ——— ”کفاتًا“ کا معنیٰ یہ ہے کہ اسی پہ زندگی بسر کریں گے اور مرنے کے بعد اسی میں دفن کئے جائیں گے ،،

۱۳۰۹ —— ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اپنی مرض میں معذرت کرتے ہوئے فرماتے میں آج کہاں ہوں اور کل کہاں ہوں گا ،، ام المؤمنین عائشہ کی باری کا دن دُور جانتے تھے جب میری باری کا دن آیا تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے قبض فرما لیا جبکہ آپ میرے پہلو اور سینے کے مابین تھے ،،

۱۳۰۹ —— شرح : اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس امر کا بیان کرنا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی قبر شریف مسنم یا غیر مسنم تھی اس کے ساتھ ساتھ وہ ظاہر تھی یا غیر ظاہر تھی“ اور ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما آپ کے ساتھ ہیں اس میں ان کی بہت بڑی فضیلت ہے کہ وہ اپنی زندگی میں سید عالم صلی

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اسْمٰعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ هِلَالٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ لَوْلَا ذٰلِكَ اُبْرِزَ قَبْرُهٗ غَيْرَ اَنَّهٗ خَشِيَ اَوْ خُشِيَ اَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا وَعَنْ هِلَالٍ قَالَ كَنَّانِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَلَمْ يُوْلَدْ لِيْ ۱۳۱۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ سُفْيَانَ التَّمَّارِ اَنَّهٗ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ رَاٰى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَنَّمًا ۱۳۱۱

اللہ علیہ وسلم کے وزیر رہے اور وفات پانے کے بعد آپ کے پہلو میں آپ کے ساتھی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما‘‘۔ ’’فَاَقْبَرَہٗ‘‘ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول ’’ثُمَّ اَمَاتَہٗ فَاَقْبَرَہٗ‘‘ کی طرف اشارہ ہے‘‘۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کی روح قبض کی پھر اس کے لئے قبر بنائی جس میں اس کو دفن کیا جاتا ہے‘‘ قَوْلُہٗ اَقْبَرْتُ الرَّجُلَ الخ اس عبارت کی غرض یہ ہے کہ اَقْبَرْتُ ثلاثی مزید اور قَبَرْتُ‘‘ ثلاثی مجرد میں فرق ہے یعنی اَقْبَرْتُ‘‘ کا معنیٰ یہ ہے میں نے اس کے لئے قبر بنائی اور ’’قَبَرْتُ‘‘ کا معنیٰ یہ ہے میں نے اس کو دفن کیا‘‘۔ اور ’’کِفَاتًا‘‘ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول ’’اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا‘‘ کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے اور ’’یَکُوْنُ فِیْھَا‘‘ اس کی تفسیر ہے یعنی جب تک زندہ ہیں اس میں رہیں گے پھر فوت ہونے کے بعد اس میں ہی دفن ہوں گے‘‘۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باری کے دن کے مشتاق تھے اس لئے اس کو دور سمجھتے تھے اور فرماتے آج کس کی باری ہے کل کس باری ہے اور ام المؤمنین کی باری کے دن اُن کے پہلو اور سینے کے مابین وصال فرمایا‘‘ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کو بڑی محبت تھی اور آپ یہ جانتے تھے کہ ان کی باری کے دن آپ کا وصال ہوگا! واللہ اعلم!

۱۳۱۰ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض جس سے آپ صحت یاب نہ ہوئے میں فرمایا‘‘ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائے اُنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد بنا لیا اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتو میں آپ کی قبر شریف کو ظاہر کر دیتی مگر خوف ہے یا خوف کیا گیا کہ آپ کی قبر کو مسجد نہ بنا لیا جائے۔ ھلال سے روایت ہے اُنھوں نے کہا عروہ بن زبیر نے میری کنیت ذکر کی حالانکہ میری کوئی اولاد نہیں‘‘۔

۱۳۱۱ — ترجمہ : ابوبکر بن عیاش نے سفیان تمار سے روایت کی اُنھوں نے خبر دی کہ اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف مُسَنَّم دیکھی (اونٹ کی کوہان جیسی)۔

۱۳۱۰، ۱۳۱۱ — شرح : یعنی ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوف ہوا اور لوگوں پر خوف کیا گیا، پہلی صورت میں خاشی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور دوسری صورت (مجہول کا صیغہ) میں صحابہ کرام

۱۳۱۲ حَدَّثَنَا فَرْوَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ لَمَّا سَقَطَ عَلَيْهِمُ الْحَائِطُ فِي زَمَانِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ أَخَذُوا فِي بِنَائِهِ فَبَدَتْ لَهُمْ قَدَمٌ فَفَزِعُوا وَظَنُّوا أَنَّهَا قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا وَجَدُوا أَحَدًا يَعْلَمُ ذَلِكَ حَتَّى قَالَ لَهُمْ عُرْوَةُ لَا وَاللَّهِ مَا هِيَ قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هِيَ إِلَّا قَدَمُ عُمَرَ وَعَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا أَوْصَتْ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ لَا تَدْفِنِّي مَعَهُمْ وَادْفِنِّي مَعَ صَوَاحِبِي بِالْبَقِيعِ لَا أُزَكَّى بِهِ أَبَدًا

رضی اللہ عنہم یا ام المومنین رضی اللہ عنہا خاشی ہیں۔ قولہ وعن ھلالٍ آھ ،، اس سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ ہلال کی عروہ کے ساتھ ملاقات ثابت ہے۔ ہلال کی کنیت ابوالجہم یا ابو عمرو ہے۔ بعض علماء ابو امیہ بھی ذکر کرتے ہیں ،، اونٹ کی کوہان کی طرح جو زمین بلند ہو اس کو مسنم کہتے ہیں علماء شافعیہ کہتے ہیں تسنیم سے تسطیح بہتر ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادہ ابراہیم علیہ السلام کی قبر مسطح بنائی تھی۔ قاضی حسین رحمہ اللہ نے تسنیم قبر پر اتفاق ذکر کیا ہے ،،

ابوبکر وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کی قبریں روضۂ اطہر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہونے میں ان کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ محمد بن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اگر میں قسم کھاؤں تو کسی شک وشبہ کے بغیر سچی قسم کھاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہم کو ایک مٹی سے پیدا فرمایا پھر ان کو اس مٹی میں لوٹا دیا سبحانہ ما اعظم شانہ تمہید میں عطاء خراسانی سے روائت کی کہ جس جگہ کسی شخص نے دفن ہونا ہو فرشتہ وہاں سے مٹی لے کر عورت کے رحم میں نطفہ پر ڈالتا ہے پھر مٹی اور نطفہ سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر اسی مٹی میں تم کو لوٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ نکالیں گے ،، واللہ ورسولہ اعلم!

۱۳۱۲ — ترجمہ : ہشام بن عروہ نے اپنے باپ عروہ سے روائت کی کہ جب ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں حجرہ کی دیوار گر گئی اور لوگ اس کو بنانے میں مصروف ہوئے تو انھیں ایک پاؤں دکھائی دیا اور وہ گھبرائے اور گمان کرنے لگے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم شریف ہوگا اُنھوں نے کسی کو نہ پایا جو یہ جانتا ہو حتی کہ عروہ بن زبیر نے ان سے کہا خدا کی قسم یہ قدم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں۔ یہ صرف عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قدم ہے۔ ہشام نے اپنے والد سے اُنھوں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روائت کی کہ اُنھوں نے عبداللہ بن زبیر کو وصیت کی کہ مجھے ان کے ساتھ دفن نہ کرنا مجھے میری سوکنوں کے ساتھ بقیع میں دفن کرنا آپ کے ساتھ دفن ہونے سے میرا تزکیہ نہ کیا جائے ،،

۱۳۱۲ — شرح : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روائت ہے کہ اُنھوں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کی وفات کے بعد

۱۳۱۳ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ الْأَوْدِيِّ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اذْهَبْ إِلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ فَقُلْ يَقْرَأُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَيْكِ السَّلَامَ ثُمَّ سَلْهَا أَنْ أُدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيَّ قَالَتْ كُنْتُ أُرِيدُهُ لِنَفْسِي فَلَأُوثِرَنَّهُ الْيَوْمَ عَلَى نَفْسِي فَلَمَّا أَقْبَلَ قَالَ لَهُ مَا لَدَيْكَ قَالَ أَذِنَتْ لَكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ مَا كَانَ شَيْءٌ أَهَمَّ إِلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ الْمَضْجَعِ فَإِذَا قُبِضْتُ فَاحْمِلُونِي ثُمَّ سَلِّمُوا ثُمَّ قُلْ يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَإِنْ أَذِنَتْ لِي فَادْفِنُونِي وَإِلَّا فَرُدُّونِي إِلَى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ إِنِّي لَا أَعْلَمُ أَحَدًا أَحَقَّ بِهٰذَا الْأَمْرِ

آپ کے پاس رہنا چاہتی ہوں آپ مجھے اجازت فرمائیں کہ میں آپ کے قریب مدفون ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ حالانکہ وہاں صرف میری قبر ابوبکر، عمر کی قبروں اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی قبر کی جگہ ہے اسی لئے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کہا جبکہ ان سے اس جگہ عمر فاروق کو دفن کرنے کی اجازت طلب کی گئی تو فرمایا میرا ارادہ اپنے لئے تھا مگر میں عمر کو وہاں دفن کرنے کی اجازت دیتی ہوں،، اور ان کو اپنی ذات پر ترجیح دیتی ہوں۔ قولہ لا ازکی،، ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے تواضع کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہا اور انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن ہونے پر بقیع میں دفن ہونے کو ترجیح دی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدفون ہونے میں ان کی تعظیم ہے اور یہ تزکیہ ہے،، جسے انھوں نے پسند نہ کیا تھا،،

۱۳۱۳

ترجمہ : عمرو بن میمون اودی نے کہا میں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے عبداللہ بن عمر تم ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور کہو کہ عمر بن خطاب آپ کو سلام کہتے ہیں پھر ان سے دریافت کرو کہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدفون ہو جاؤں؟ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کہا میں اپنی ذات کے لئے اس جگہ کا ارادہ رکھتی تھی۔ آج میں اپنی ذات پر ان کو ترجیح دیتی ہوں،، جب عبداللہ بن عمر آئے تو ان سے کہا کیا جواب لائے ہو عبداللہ بن عمر نے کہا اے امیر المؤمنین آپ کے لئے ام المؤمنین نے اجازت دے دی ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا میرے نزدیک اس خواب گاہ سے زیادہ اہمیت والی کوئی شئے نہیں جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے اٹھا کر لے جاؤ پھر ان سے سلام کہو اور پھر کہو کہ عمر بن خطاب اجازت طلب کرتے ہیں وہ اگر اجازت دے دیں تو مجھے وہاں دفن کر دو ورنہ مسلمانوں کے قبرستان میں واپس لے جاؤ،، میں خلافت کا مستحق ان لوگوں سے زیادہ کسی کو نہیں جانتا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی حالانکہ آپ ان لوگوں سے خوش تھے،، یہ لوگ میرے بعد جس کسی کو خلیفہ بنائیں وہی خلیفہ ہوگا اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو آپ نے عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کے نام ذکر کئے۔ قبیلہ انصار کا ایک نوجوان آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا یا امیر المؤمنین! آپ اللہ تعالیٰ کی بشارت سے خوش ہوں آپ کا اسلام میں اچھا اثر ہے جس کو آپ جانتے ہیں پھر آپ خلیفہ منتخب ہوئے اور عدل کیا پھر ان سب کے بعد آپ نے شہادت پائی۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے کاش یہ میرے لئے مساوی ہوتا نہ مجھ پر عذاب ہوتا اور نہ مجھے ثواب ہوتا میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو

مِنْ هٰؤُلَاءِ النَّفَرِ الَّذِيْنَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ فَمَنِ اسْتَخْلَفُوْا بَعْدِيْ فَهُوَ الْخَلِيْفَةُ فَاسْمَعُوْا لَهُ وَاَطِيْعُوْا فَسَمّٰى عُثْمَانَ وَعَلِيًّا وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَسَعْدَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَوَلَجَ عَلَيْهِ شَابٌّ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ اَبْشِرْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِبُشْرَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ كَانَ لَكَ مِنَ الْقِدَمِ فِي الْاِسْلَامِ مَا قَدْ عَلِمْتَ ثُمَّ اسْتُخْلِفْتَ فَعَدَلْتَ ثُمَّ الشَّهَادَةُ بَعْدَ هٰذَا كُلِّهِ فَقَالَ لَيْتَنِيْ يَا ابْنَ اَخِيْ وَذٰلِكَ كَفَافًا لَا عَلَيَّ وَلَا لِيْ اُوْصِي الْخَلِيْفَةَ مِنْ بَعْدِيْ بِالْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ خَيْرًا اَنْ يَعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ وَاَنْ يَحْفَظَ لَهُمْ حُرْمَتَهُمْ وَاُوْصِيْهِ بِالْاَنْصَارِ خَيْرًا الَّذِيْنَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ اَنْ يُقْبَلَ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَيُعْفٰى عَنْ مُسِيْئِهِمْ وَاُوْصِيْهِ بِذِمَّةِ اللّٰهِ وَذِمَّةِ رَسُوْلِهِ اَنْ يُوْفٰى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَاَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَرَائِهِمْ وَاَنْ لَا يُكَلَّفُوْا فَوْقَ طَاقَتِهِمْ

مہاجرین اولین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں کہ ان کا حق پہچانے اور اُن کی عزت کی حفاظت کرے اور انصار جنھوں نے دار اور ایمان کو جگہ دی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں کہ ان میں سے محسن کا احسان قبول کیا جائے اور ان میں اساءت کرنے والے سے درگزر کیا جائے میں خلیفہ کو اللہ کے ذمہ اور اللہ کے رسُول کے ذمہ کی وصیت کرتا ہوں کہ ان لوگوں کا ذمہ پُورا کیا جائے اور ان کے آگے دشمن سے لڑا جائے اور ان کو مافوق طاقت تکلیف نہ دی جائے ''۔

۱۳۱۳ — شرح

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے اجازت اس لئے طلب کی کہ یہ حجرہ شریفہ ان کا تھا ،، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فیروز ابولؤلؤ نے قتل کیا ، یا جو مغیرہ بن شعبہ کا غلام تھا اور وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا تھا اُس نے امیر المؤمنین کو اس لئے قتل کیا تھا کہ اُس نے آپ سے کہا تھا کہ میرے مالک سے کہیں کہ وہ مجھ سے یومیہ خراج کم کر دے جو وہ ہر روز ادا کرتا تھا امیر المؤمنین نے کہا تمہارا خراج کیا ہے ؟ اُس نے کہا ایک دینار امیر المؤمنین نے کہا یہ زیادہ نہیں اس پر وہ چڑ گیا اور آپ کے قتل کا منصوبہ بنا لیا ۔ آپ صبح کی نماز پڑھانے مسجد میں تشریف لائے جبکہ وہ پہلے ہی زہر آلود خنجر لے کر محراب میں بیٹھا ہوا تھا ، جب آپ نے نماز پڑھانی شروع کی تو اُس نے خنجر سے آپ کو قتل کر دیا ۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قتل اگرچہ اسلام کے مدعی کے ہاتھوں تھا مگر آپ کو شہید اس لئے کہا جاتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے : مَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِيْنِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ ۔ یا آپ ظلماً قتل کئے گئے تھے قولہ کفافاً ،، یعنی خلافت کے بارے میں جو کچھ میں نے کیا ہے میری خواہش ہے اس میں میرا معاملہ مساوی ہو جائے نہ مجھ پر عذاب ہو اور نہ ہی مجھے ثواب ہو ،، مہاجرین اولین وہ صحابہ کرام ہیں جنھوں نے بیعت رضوان سے پہلے ہجرت کی تھی یا جنھوں نے دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے یا جو بدر کی جنگ میں حاضر ہوئے تھے ،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نیک لوگوں کی قبروں کے قریب دفن ہونا نزول رحمت کا سبب ہے ۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کا انتخاب مشورہ پر مبنی تھا ،، اور جو شخص فوت ہونے کے قریب ہو اس کے نیک اعمال بیان کر کے تعزیہ کرنا مستحب ہے ۔ واللہ اعلم !

باب ما ينهى من سب الاموات

حدثنا آدم قال حدثنا شعبة عن الاعمش عن مجاهد عن عائشة قالت قال النبي صلى الله عليه وسلم لا تسبوا الاموات فانهم قد افضوا الى ما قدموا تابعه علي بن الجعد ومحمد بن عرعرة وابن ابي عدي عن شعبة ورواه عبد الله بن عبد القدوس عن الاعمش ومحمد بن انس عن الاعمش باب ذكر شرار الموتى حدثنا عمر بن حفص قال حدثنا ابي عن الاعمش قال حدثني عمرو بن مرة عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال ابو لهب للنبي صلى الله عليه وسلم تبا لك سائر اليوم فنزلت تبت يدا ابي لهب وتب

باب — اموات کو گالی دینا ممنوع ہے"

۱۳۱۴ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اموات (مُردوں) کو گالی نہ دو "کیونکہ وہ لوگ اس کو پہنچ چکے ہیں جو اُنھوں نے آگے کیا تھا" اس کی عبداللہ بن عبدالقدوس نے اعمش سے اور محمد بن انس نے اعمش سے روایت کی اور علی بن جعد، ابن عرعرہ اور ابن عدی نے شعبہ سے روایت کرنے میں آدم کی متابعت کی"

۱۳۱۴ — شرح : میت کی بُرائی بیان کرنا گالی نہیں لہذا یہ حدیث ۱۲۸۶ کے منافی نہیں ہے" ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا مشرکوں کے مردوں کی شرارتیں ذکر کرنی جائز ہیں کیونکہ وہ یقیناً دوزخی ہیں" قولہ فَاِنَّھُمْ قَدْ اَفْضَوْا آہ یعنی وہ اپنے اعمال کی جزاء کو پہنچ گئے ہیں" امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اپنے مُردوں کی خوبیاں ذکر کرو اور ان کی برائیاں بیان کرنے سے رکو" کافروں کی برائیاں ذکر کرنے میں حرج نہیں اگر اُنھوں نے کوئی اچھا کام کیا ہو تو اس کے باعث ان کی خوبیاں بیان نہ کی جائیں" ہاں اگر ان کی برائیاں ذکر کرنے سے ان کی مسلمان اولاد کو تکلیف ہو تو ان کی برائیاں ذکر کرنے سے اجتناب کیا جائے" سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے "بدر میں قتل ہونے والے مشرکوں کو بُرا بھلا کہنے سے منع فرمایا اور فرمایا ان کو بُرا بھلا نہ کہو کیونکہ تمہارا یہ کہنا ان تک تو پہنچتا نہیں البتہ اس سے تم زندوں کو اذیت پہنچاتے ہو واللہ ورسولہ اعلم!

باب — مُردوں کی بُرائی ذکر کرنا

۱۳۱۵ — ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ابو لہب لعنۃ اللہ علیہ نے نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تیرے لئے باقی ایام ہلاکت ہو تو یہ آیت کریمہ" تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ" نازل ہوئی"

۱۳۱۵ — شرح : جب یہ آیت کریمہ" وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ" نازل ہوئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پہاڑی پر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کِتَابُ الزَّکٰوۃِ بَابُ وُجُوْبِ الزَّکٰوۃِ

وَقَوْلُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنِیْ اَبُوْسُفْیٰنَ فَذَکَرَ حَدِیْثَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

فَقَالَ یَاْمُرُنَا بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ وَالصِّلَۃِ وَالْعَفَافِ

جلوہ افروز ہوکر فرمایا "یا صباہ" توسب لوگ ہر طرف سے جمع ہوگئے آپ نے فرمایا اے بنی عبد المطلب اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ اس پہاڑ کی آڑ میں دشمن ہے جو تم پر حملہ آور ہے تو میری بات مانو گے اُنھوں نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا قیامت سے پہلے میں تم کو اللہ کے عذاب سے ڈراتا ہوں" یہ سُن کر ابولہب لعنۃ اللہ علیہ بولا تیری ہلاکت ہو اس لئے ہم کو بلایا تھا۔ اموات کو بُرا بھلا کہنا گالی گلوچ کرنا منع ہے اور ان کی شرارت ذکر کرنا جائز ہے کیونکہ سب اور ذکر میں فرق ہے اور اگر یہ تسلیم کرلیں کہ ان میں مغایرت نہیں تو جائز سبِ اشرار ہے اور ممنوع سبِ اخیار ہے" لہٰذا ان آخری دونوں حدیثوں میں مخالفت نہیں ہے" واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم! صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

کِتَابُ الزَّکَاۃِ

باب — "زکوٰۃ کی فرضیّت"

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد "اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا مجھ سے ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ذکر کی اور کہا وہ ہمیں نماز، زکوٰۃ، صلۂ رحمی اور پاکدامنی کا حکم کرتے ہیں"۔

...... لغت میں زکوٰۃ کا معنی نماء اور تطہیر ہے زکوٰۃ ادا کرنے سے مال بہت بڑھتا ہے اور زکوٰۃ ادا کرنے والے کو یہ گناہوں سے پاک کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے پاس اس کا ثواب بڑھتا رہتا ہے، مستحق نصاب سے جو مال نکالا جائے اس پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس کو صدقہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ زکوٰۃ ادا کرنے والے کی تصدیق پر دلالت کرتی ہے اور اس کے ظاہری اور باطنی ایمان کی صحت کی دلیل ہے۔ زکوٰۃ کے ایجاب میں فقراء کی موافقت ہوتی

۱۳۱۶ حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مُخْلَدٍ عَنْ زَكَرِيَّاءَ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ اَبِيْ مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ اُدْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوٰاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِيْ اَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ فِيْ فُقَرَائِهِمْ

ہے جو معتد بہ مال سے ہو سکتی ہے۔ زکوٰۃ ایمان کا تیسرا رکن ہے اور اس کی فرضیت پر اجماع قائم ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ"، اور اس میں تیسری بنیاد زکوٰۃ کا ادا کرنا مذکور ہے ابن بطال رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا جس نے ان پانچوں میں سے کسی ایک کا انکار کر دیا وہ مسلمان نہیں اسی لئے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کے مانعین کے خلاف جنگ کی جمہور ائمہ کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شخص زکوٰۃ ادا نہ کرے اس سے جبراً زکوٰۃ لی جائے اگرچہ اس کے خلاف جنگ کرنی پڑے جیسے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعینِ زکوٰۃ سے کیا اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس میں ان کی موافقت کی"، ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث طویل ہے جو بخاری کی ابتداء بدء الوحی میں مذکور ہے یہاں اس جزء سے فرضیت زکوٰۃ کی طرف اشارہ کیا ہے"،

۱۳۱۶ — ترجمہ

: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا اور فرمایا ان کو یہ دعوت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اگر وہ اس کی اطاعت کریں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں اگر وہ اس کی اطاعت کریں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے مالوں میں صدقہ فرض کیا ہے جو ان میں سے مال داروں سے لیا جائے گا اور غریبوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

۱۳۱۶ — شرح

: صدقہ کو مؤخر اس لئے ذکر کیا کہ یہ بعض لوگوں پر واجب ہوتا ہے اور سال گزرنے کے بعد لیا جاتا ہے، بعض علماء اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ زکوٰۃ کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں نقل نہ کیا جائے اور اسی شہر کے فقراء پر تقسیم کی جائے مگر یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ "فُقَرَائِهِمْ"، کی ضمیر کا مرجع مسلمانوں کے فقراء ہیں وہ اس شہر کے ہوں یا کسی دوسرے شہر کے ہوں۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ جب زکوٰۃ دوسرے شہر میں نقل کی جائے تو فرض ادا ہو جاتا ہے"، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر ایمان میں مخاطب ہیں احکام میں مخاطب نہیں وہ جب ایمان لے آئیں تو اس کے بعد عبادات ان پر واجب ہوتی ہیں کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکور امور ترتیب وار ان پر واجب کئے اور سب پر شہادت کو مقدم رکھا اس کے بعد نماز اور پھر زکوٰۃ کا ذکر کیا۔ اس حدیث سے بعض علماء نے استدلال کیا کہ وتر واجب نہیں کیونکہ اس میں وتروں کا ذکر نہیں کیا گیا حالانکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تھوڑا سا پہلے یمن بھیجا گیا تھا مگر یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ حدیث میں وتر کے عدم ذکر سے یہ لازم نہیں کہ وتر واجب نہ ہوں ورنہ لازم آئے گا کہ روزے اور حج وغیرہ بھی واجب نہ ہوں کیونکہ حدیث میں ان کا بھی ذکر نہیں ہے،

۱۳۱۷ حَدَّثَنَا حفص بن عمر قال حَدَّثَنَا شعبة عن محمد بن عثمان بن عبد اللہ بن موہب عن موسی بن طلحة عن ابی ایوب أن رجلا قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبرنی بعمل یدخلنی الجنة قال ما لہ ما لہ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ارب ما لہ تعبد اللہ ولا تشرک بہ شیئا وتقیم الصلوة وتؤتی الزکوة وتصل الرحم وقال بہز حدثنا شعبة قال حدثنا محمد بن عثمان وابوہ عثمان بن عبد اللہ انہما سمعا موسی بن طلحة عن ابی ایوب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بہذا قال ابو عبد اللہ اخشی ان یکون محمد غیر محفوظ انما ہو عمرو

۱۳۱۸ حَدَّثَنَا محمد بن عبد الرحیم قال حدثنا عفان بن مسلم قال حدثنا وہیب عن یحیی بن سعید بن حیان عن ابی زرعة عن ابی ہریرة

۱۳۱۷ — ترجمہ: ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کرے۔ آپ نے فرمایا اسے کیا ہوگیا ہے اسے کیا ہوگیا ہے،، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صاحبِ حاجت ہے،، تو اللہ کی عبادت کر اور کسی کو اس کا شریک نہ بنا، نماز قائم کر، زکوٰۃ ادا کر اور صلۂ رحمی کر،، بہز نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا اُنھوں نے کہا ہم کو محمد بن عثمان اور ان کے والد عثمان بن عبد اللہ نے خبر دی کہ اُنھوں نے موسیٰ بن طلحہ سے سُنا اُنھوں نے ابو ایوب سے یہ بیان کیا، ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا مجھے ڈر ہے کہ محمد بن عثمان غیر محفوظ ہو اور وہ عمرو ہو،،

۱۳۱۷ — شرح: قولہ مَالَہٗ مَالَہٗ،، کلمہ ما استفہامیہ ہے تاکید کے لیے مکرر آیا ہے۔ قَوْلُہٗ اَرِبٌ مَالَہٗ،، اَرِبٌ،، میں ہمزہ مفتوح اور راء مکسور حَذِرٌ کے وزن پر ہے اس کا معنیٰ ہے صاحبِ حاجات،، یہ مبتداء محذوف ھُوَ کی خبر ہے یعنی ھُوَ اَرِبٌ،، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کو دیکھا کہ وہ یہ سوال کرنے میں بڑا حریص ہے تو اس کی حرص پر تعجب کرتے ہوئے بطورِ استفہام یہ فرمایا،، اس کلمہ کو مفتوح العین اَرَبٌ بھی پڑھا گیا ہے اس وقت معنیٰ یہ ہے کہ اس کو حاجت ہے۔ یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر محذوف ہے یعنی لَہٗ اَرَبٌ،، بعض علماء اَرِبَ ضَرَبَ کے وزن پر اور بعض سَمِعَ کے وزن پر ماضی کا صیغہ کہتے ہیں اس تقدیر پر معنی یہ ہے کہ یہ شخص محتاج ہے اپنی حاجت کا سوال کرتا ہے،، اِحْتَاجَ فَسَئَلَ عَنْ حَاجَتِہٖ،، قولہ اخشی الخ یعنی شعبہ کو وہم ہوا اور اُنھوں نے محمد بن عثمان ذکر کیا حالانکہ وہ عمرو بن عثمان ہے۔ اس طرح مسلم میں ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نوافل کا ذکر نہ فرمایا تاکہ یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ واجب ہیں واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم!

۱۳۱۸ — ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا آپ مجھے ایسا عمل بتائیں کہ جب میں وہ کروں تو جنت میں داخل ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی عبادت کر اس کا کسی کو شریک نہ بنا فرض نماز قائم کر، فرض زکوٰۃ ادا کر اور رمضان کے روزے رکھ۔ اس اعرابی نے کہا اس ذات

اَنَّ اَعْرَابِيًّا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دُلَّنِيْ عَلٰى عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَّتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ الْمَكْتُوْبَةَ وَتُؤَدِّي الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا اَزِيْدُ عَلٰى هٰذَا فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى هٰذَا **حَدَّثَنَا** مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْ حَيَّانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ زُرْعَةَ عَنِ النَّبِيِّ ۱۳۱۹ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا **حَدَّثَنَا** حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ ۱۳۲۰ يَقُوْلُ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هٰذَا الْحَيَّ مِنْ رَّبِيْعَةَ قَدْ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ وَلَسْنَا نَخْلُصُ اِلَيْكَ اِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِشَيْءٍ نَّاْخُذُهٗ عَنْكَ وَنَدْعُوْ اِلَيْهِ مَنْ وَّرَاءَنَا قَالَ

کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے میں اس پر زیادہ نہیں کروں گا جب وہ چلا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ وہ جنتی کو دیکھے تو وہ اس کو دیکھ لے۔

۱۳۱۹ — **ترجمہ** : ابو حیان نے کہا مجھے ابو زرعہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی خبر دی۔

۱۳۱۸ ، ۱۳۱۹ — **شرح** : اس اعرابی کا نام سعد بن احزم ہے اس حدیث میں حج کا ذکر نہیں کیا اور صوم کا اضافہ کر دیا ہے کیونکہ اس وقت روزہ فرض ہو چکا تھا اور حج کی فرضیت ابھی نازل نہ ہوئی تھی ،، اور جہاد کو اس لئے ذکر نہ کیا کہ وہ اعراب پر فرض نہیں ،، یا راویوں نے موقع محل اور زمانے کے اختلاف کے باعث جو مناسب دیکھا ذکر کر دیا ہے۔ اس میں راویوں کی تقصیر نہیں ہے ،، قولہ لا ازید الخ یعنی میں فرائض پر اضافہ نہیں کروں گا یا جو کچھ میں نے سنا ہے اپنی قوم کے پاس جاکر اس پر اضافہ نہ کروں گا اور بعینہ ان کو یہ پہنچادوں گا کیونکہ وہ اپنی قوم کا وفد تھا ،، اس شخص کے حق میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ،، کہ یہ جنتی ہے کیونکہ آپ کو یہ علم تھا کہ یہ شخص ان فرائض کا ہمیشہ پابند رہے گا اور جنت میں داخل ہوگا اور یہ عشرہ مبشرہ کی خبر کے منافی نہیں کیونکہ ایک عدد کو ذکر کیا جائے تو دوسرے مقام میں اس پر اضافہ اس کے منافی نہیں ہوتا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی حضرات کے بارے میں ان کا جنتی ہونا ذکر فرمایا ہے جو عشرہ مبشرہ میں داخل نہیں چنانچہ فرمایا حسن و حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو جنتی فرمایا ،، یا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ عشرہ مبشرہ کو ایک مجلس میں یہ خوشخبری دی تھی دوسرے مواقع میں اوروں کو جنتی کہنے کے یہ منافی نہیں۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم!

۱۳۲۰ — **ترجمہ** : ابو جمرہ نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ قبیلہ عبد القیس کا وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور انھوں نے کہا یا رسول اللہ! یہ قبیلہ ربیعہ ہے ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر حائل ہیں ہم حرام کے مہینہ کے سوا آپ کے پاس نہیں آسکتے آپ ہم کو کسی بات کا حکم فرمائیں کہ ہم اس کو مضبوط پکڑیں (اس پر عمل کریں)

أمركم بأربع وأنهاكم عن أربع الإيمان بالله وشهادة أن لا إله إلا الله وعقد بيده هكذا وإقام الصلوة وإيتاء الزكوة ولن تؤدوا خمس ما غنمتم وأنهاكم عن الدباء والحنتم والنقير والمزفت وقال سليمان وأبو النعمان عن حماد الإيمان

۱۳۲۱ بالله شهادة أن لا إله إلا الله حدثنا أبو اليمان الحكم بن نافع قال أخبرنا شعيب بن أبي حمزة عن الزهري قال حدثنا عبيد الله بن عبد الله بن عتبة بن مسعود أن أبا هريرة قال لما توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان أبو بكر وكفر من كفر من العرب فقال عمر كيف تقاتل الناس وقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله فمن قالها فقد عصم مني ماله ونفسه إلا بحقه وحسابه على الله فقال والله لأقاتلن من فرق بين الصلوة والزكوة فإن الزكوة حق المال والله لو منعوني عناقا كانوا يؤدونها إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم لقاتلتهم على منعها قال عمر فوالله ما هو إلا أن قد شرح الله صدر أبي بكر فعرفت أنه الحق

اور اپنے پچھلوں کو اس کی دعوت دیں (کہ وہ بھی عمل کریں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو چار باتوں کا حکم کرتا ہوں اور چار سے منع کرتا ہوں اللہ پر ایمان لانا اور یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور جو غنیمت کا مال حاصل کرو اس سے پانچواں حصہ ادا کرو اور میں تم کو کدو، حنتم، نقیر اور مزفت سے منع کرتا ہوں اور سلیمان اور ابو نعمان نے حماد سے روایت کی کہ اللہ پر ایمان لانا اور یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی حق معبود نہیں"۔

۱۳۲۰ — شرح : عبد القیس قبیلہ ہے اور ربیعہ اس کی ایک شاخ ہے، بعض روایات میں "انا ھذا الحی" ہے اور یہ اختصاص منصوب ہے اس روایت میں "صیام" کا ذکر راوی کی غفلت سے رہ گیا ہے جبکہ دوسری روایات میں صیام کا ذکر کیا گیا ہے "دباء"، خشک کدو کا برتن ہے "حنتم" سبز مٹکا ہے "نقیر"، لکڑی کو درمیان سے کرید کر برتن بنایا جاتا ہے "مزفت"، تارکول والا برتن ہے۔ حدیث ۵۰ کی تفہیم میں اس کی پوری تفصیل مذکور ہے"۔

۱۳۲۱ — ترجمہ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے اور عرب کے بعض لوگ کافر ہو گئے (زکوٰۃ کے منکرین) تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا آپ لوگوں سے جنگ کیسے کریں گے حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں حتیٰ کہ وہ "لا الہ الا اللہ" پڑھنے لگیں جس نے یہ پڑھا اس نے مجھ سے اپنا مال اور اپنی جان کو بچا لیا مگر حق اسلام کے عوض"، اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے اور کہا بخدا! میں ان لوگوں سے جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق جانتے ہیں کیونکہ زکاۃ مال کا حق ہے خدا کی قسم اگر وہ مجھ سے ایک رسی روکیں گے جسے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور بطور زکاۃ ادا کرتے تھے تو میں اس کے روکنے پر ان سے جنگ کروں گا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم یہ نہ تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا تھا میں نے پہچان لیا کہ یہی حق ہے"۔

۱۳۲۱ — **شرح** : یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا جس نے نماز میں اطاعت کی اور زکوٰۃ کا انکار کیا اور اس کو ادا نہ کیا میں اس سے جنگ کروں گا ،، علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ حدیث مشکل ہے اشکال یہ ہے کہ اس واقعہ کا ابتدائی جملہ (کفر من کفر) مانعین زکوٰۃ کے کفر پر دلالت کرتا ہے اور نماز اور کفر کے درمیان تفریق سے واضح ہوتا ہے کہ وہ دین اسلام پر ثابت تھے کیونکہ وہ نمازیں پڑھتے تھے اور زکوٰۃ کے انکار میں یہ تاویل کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ،، خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ،، یعنی تطہیر وغیرہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور سے ناممکن ہے، اسی طرح کسی دوسرے کی ،، صلوٰۃ ،، بھی ،، سکن ،، نہیں ہوسکتی ہے اس قسم کے شبہ سے ان لوگوں سے جنگ کا جواز ختم ہوجاتا ہے ،، اس کا جواب یہ ہے کہ مخالفین دو قسم کے لوگ تھے ایک وہ تھے جو مرتد ہوگئے تھے وہ مسیلمہ کذاب کو ماننے والے تھے اور ،، کفر من کفر ،، سے مراد یہ لوگ ہیں اور دوسرے وہ لوگ تھے جو نماز کا اقرار کرتے تھے اور زکوٰۃ کا انکار کرتے تھے ،، دراصل یہ لوگ باغی تھے کافر نہ تھے اور ان کو خصوصاً باغی نہیں کہا گیا بلکہ ان کی ارتداد کی طرف نسبت کی گئی ہے کیونکہ بغاوت بہت بڑا جرم ہے - سیدنا علی المرتضیٰ کے عہد خلافت میں باغیوں سے جنگ کی ابتداء ہوئی جبکہ ان کے عہد میں وہ لوگ تنہا رہ گئے تھے اور مشرکوں سے ان کا اختلاط نہ رہا تھا - اگر یہ کہا جائے کہ اگر زکوٰۃ کا منکر باغی ہے کافر نہیں تو ہمارے زمانہ میں بھی ان کو کافر نہیں کہنا چاہیئے حالانکہ وہ بالاتفاق کافر ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اس زمانہ اور اِس زمانہ میں فرق ہے کیونکہ شریعت کا زمانہ جس میں تبدیل احکام کا وقوع ہوتا تھا وہ لوگ اس زمانے کے قریب ہونے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے خلاء واقع ہوجانے کے باعث اس اقدام میں معذور تھے کیونکہ وہ لوگ احکام دین سے جاہل تھے اور مذکور شبہ نے ان کو گمراہ کردیا تھا اور اس زمانہ میں جبکہ دینِ اسلام معروف ہوچکا ہے اور وجوبِ زکوٰۃ کا علم ہر ایک کو حاصل ہے اور سب عام وخاص اس کو جانتے ہیں تو مذکور تاویل کے ساتھ کسی کو معذور خیال نہیں کرسکتے اور زکوٰۃ کا حال پانچ نمازوں کی مثل ہوگیا ہے - لہٰذا جس طرح نماز کا منکر کافر ہے زکوٰۃ کا منکر بھی کافر ہے ،، اور دوسری قسم کے بارے میں ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے مابین مناظرہ ہوا تھا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ظاہر حال کا خیال کیا اور اس کی انتہا کی طرف التفات نہ کی اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا زکوٰۃ مال کا حق ہے اور اِلَّا بِحَقِّهٖ میں داخل ہے اور جان و مال کی عصمت دو شرطوں سے معلق ہے اور وہ نماز کا حق اور مال کا حق ہیں - جب ان میں سے ایک پائی جائے اور دوسری نہ پائی جائے تو عصمت حاصل نہیں ہوگی لہٰذا جو شخص نماز کا حق ادا نہ کرے تو اس کی جان اور مال معصوم نہیں رہتا اسی طرح جو مال کا حق ادا نہیں کرتا اس کی جان اور مال بھی معصوم نہیں رہ سکتے ،، لہٰذا یہ لوگ ،، اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ ،، کے عموم میں داخل ہوگئے اور ان کے ساتھ جنگ کرنا ضروری ہوگیا ،، **قَوْلُهٗ كَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ** ،، اس فرقہ میں دو گروہ تھے - ایک وہ گروہ تھا جو مسیلمہ کذاب کی نبوت کا قائل تھا یہ لوگ بنی حنیفہ وغیرہ سے تعلق رکھتے تھے ،، اور اسود عنسی کے ساتھی تھے جو یمن وغیرہ کے رہنے والے تھے یہ تمام لوگ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے منکر تھے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کی اور مسیلمہ کذاب یمامہ میں اور اسود عنسی صنعا میں

قتل ہوگئے اور ان کی جمعیت تتر بتر ہوگئی اور بیشتر لوگ ہلاک ہوگئے۔ دوسرا گروہ وہ تھا جو اسلام سے منحرف ہوکر مرتد ہوگئے تھے اُنھوں نے اسلام کے احکام کا انکار کردیا تھا اور نماز اور زکوٰۃ اور دیگر احکام ترک کردیئے اور ان کا وہی حال ہوگیا جو زمانۂ جاہلیت میں تھا، تیسرا ایک اور گروہ تھا اُنھوں نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا نماز کا اقرار اور زکوٰۃ کا انکار کیا یہ لوگ دراصل باغی تھے مگر اُس زمانہ میں خصوصاً ان کو اس نام سے پکارا نہیں جاتا تھا کیونکہ وہ مرتدوں کے ہجوم میں داخل تھے اِس لئے ان کی نسبت ارتداد کی طرف کی گئی اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یہ لوگ تنہا رہ گئے تھے مشرکوں سے ان کا اختلاط نہ تھا اس لئے ان کو باغیوں کا نام دیا گیا اور ان سے جنگ کی گئی ،،

زکوٰۃ کے منع کرنے والوں کے ضمن میں وہ لوگ بھی آتے ہیں جو زکوٰۃ ادا کرنے کے معتقد تھے اور اس سے منع نہ کرتے تھے مگر ان کے سردار ان کو منع کرتے تھے اور ان سے زکوٰۃ لے کر اپنے قبضہ میں کرلیتے تھے چنانچہ بنی یربوع نے اپنے صدقات جمع کرکے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھیجنے کا ارادہ کیا تو مالک بن نویرہ نے ان کو روک دیا اور صدقات انہی لوگوں میں تقسیم کردیئے ۔۔ واقدی نے کتاب الردۃ میں ذکر کیا ہے کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کا انتقال ہوا تو بہت سے عرب مرتد ہوگئے قبیلہ اسد اور غطفان سے اکثر لوگ اسلام سے منحرف ہوگئے۔ قبیلہ فزارہ کے تمام لوگ مرتد ہوگئے ۔ یمامہ میں بنوحنیفہ، اہلِ بحرین، بکر بن وائل، اہلِ دبا، ۹ زدعمان، نمر بن قاسط، کلب اور قضاعہ کے کچھ لوگ، بنوتمیم اور بنو سالم سے عصیہ عمیرہ، خفاف، بنوعوف بن امری القیس، ذکوان اور حارثہ مرتد ہوگئے۔ بنوعبس مرتد نہیں ہوئے تھے بنوعامر اپنے سرداروں کے رجحان کے منتظر رہے اور اسلم، غفار، جہینہ، مزینہ، اشجع، کعب بن عمرو بن خزاعہ، ثقیف، ہذیل، دئل، کنانہ، بجیلہ، خثعم، طی اور تہامہ کے قریب ہوازن جشم، سعد بن بکر، عبدالقیس، تجیب، مدحج بنوزبید کے سوا، ہمدان اور اہلِ صنعاء اسلام پر ثابت قدم رہے،، واقدی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ دوس اور اہلِ سراۃ میں سے کوئی شخص اسلام سے منحرف نہیں ہوا تھا،،

مرتدین سے جنگ کے بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مباحثہ کیا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کو نماز پر قیاس کیا جس کا انکار بالاتفاق کفر ہے اور بالاتفاق ان سے جنگ کرنا ضروری ہے اور اُنھوں نے زکوٰۃ مختلف فیہ کو متفق علیہ پر قیاس کیا اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عموم حدیث سے استدلال کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عام کو قیاس کے ساتھ خاص کیا جاتا ہے،، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا امرت ان اقاتل الناس حتی یشھدوا ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا رسول اللہ و یقیموا الصلوٰۃ و یوتوا الزکاۃ ،، اگر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پیش نظر یہ حدیث ہوتی تو وہ صدیق اکبر پر اعتراض نہ کرتے اور اسی طرح اگر یہ حدیثِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علم میں ہوتی تو وہ عمر فاروق سے یہ ذکر کرتے اور ان کو جواب میں قیاس کی ضرورت نہ پڑتی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بعض احادیث یاد تھیں جو اَخصّ الخواص صحابہ کو یاد نہ تھیں۔ واللہ ورسولہ اعلم!

بَابُ الْبَيْعَةِ عَلٰى اِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ

۱۳۲۲ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِىْ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ عَنْ قَيْسٍ قَالَ قَالَ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بَايَعْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ بَابُ اِثْمِ مَانِعِ الزَّكٰوةِ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ

باب — زکوٰۃ دینے پر بیعت کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد "اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔"

۱۳۲۲ — **ترجمہ** : حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان سے اخلاص کرنے پر بیعت کی۔

۱۳۲۲ — **شرح** : آیت کریمہ کا معنی یہ ہے کہ جو شخص کفر سے توبہ کرے، نماز قائم کرے، زکوٰۃ دے وہی مومنوں کی اخوت حاصل کر سکتا ہے اور زکوٰۃ کی ادا کا التزام کرنے سے ہی بیعت اسلام مکمل ہوتی ہے اور جو اس کا مانع ہو وہ بیعت کو باطل کر دیتا ہے اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کے ضمن میں جو شئی آ جائے وہ واجب ہوتی ہے۔ یہی ترجمۃ الباب کا معنیٰ ہے"۔ اور حدیث ۱۳۲۲ کی تفصیل حدیث ۵۴ کی تفہیم میں دیکھیں"۔

باب — زکوٰۃ منع کرنے والے کا گناہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد" جو لوگ سونا اور چاندی کا خزانہ بناتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خبر دیں"۔ جس روز اس کو دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا اور اس کے ساتھ ان کے چہرے پہلو اور پشتیں داغدار کی جائیں گی۔ ان سے کہا جائے گا یہ وہ ہے جس کو تم اپنی جانوں کے لئے خزانہ بناتے تھے اس چیز کا مزہ چکھو جو تم خزانہ بنا کر رکھتے تھے"۔

مال کا خزانہ کرنے پر وعید اس تقدیر پر ہے جبکہ اس کی زکوٰۃ نہ دی جائے"۔

۱۳۲۳ حدثنا ابو الیمان الحکم بن نافع قال اخبرنا شعیب قال حدثنا ابو الزناد ان عبد الرحمن بن ھرمز الاعرج حدثه انه سمع اباھریرة یقول قال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم تاتی الابل علی صاحبھا علی خیر ما کانت اذا ھو لم یعط فیھا حقھا تطأه باخفافھا وتاتی الغنم علی صاحبھا علی خیر ما کانت اذا لم یعط فیھا حقھا تطأه باظلافھا وتنطحه بقرونھا قال ومن حقھا ان تحلب علی الماء قال ولا یاتی احدکم یوم القیمة بشاة یحملھا علی رقبته لھا یعار فیقول یا محمد فاقول لا املک لک شیئا قد بلغت ولا یاتی ببعیر یحمله علی رقبته له رغاء فیقول یا محمد فاقول لا املک لک شیئا قد بلغت

اور جس مال کی زکوٰۃ دی جائے اس کو خزانہ نہیں کہا جاتا اگرچہ ادب ما روپیہ ہو اور جس مال کی زکوٰۃ نہ دی اگرچہ دو سو درھم ہو وہ خزانہ ہے اور اس پر وعید آئی ہے،، شروع اسلام میں مال کا جمع کرنا حرام تھا اور جب زکوٰۃ فرض ہوئی تو مذکور تحریم منسوخ ہوگئی اور مال کا جمع کرنا جائز ہوگیا اس آئت کی تفسیر میں حضرت ابوذر غفاری اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما میں نزاع ہوگیا تھا جبکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ آئت کریمہ صرف اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی اور ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ آئت کریمہ مسلمانوں اور اہل کتاب سب کے لئے نازل ہوئی ہے نزاع ختم کرنے کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو شام سے واپس بلا کر ربذہ میں قیام کے لئے کہا اور اُنھوں نے ربذہ میں ہی انتقال کیا۔ حدیث ۱۳۲۶ میں یہ مذکور ہے۔ اس آئت کریمہ سے ابوبکر رازی نے ہر قسم کے سونے اور چاندی میں وجوب زکاۃ پر استدلال کیا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۱۳۲۳ — ترجمہ : عبد الرحمن بن ہرمز اعرج نے بیان کیا کہ اُنھوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹ اپنے مالک کے پاس پہلے سے زیادہ موٹے ہو کر آئیں گے جبکہ اُس نے ان میں سے ان کا حق ادا نہ کیا ہو وہ اس کو اپنے پاؤں سے روندیں گے اور بکریاں اپنے مالک کے پاس پہلے سے موٹی آئیں گی جبکہ اُس نے ان میں سے ان کا حق ادا نہ کیا ہو وہ اس کو اپنے کھروں سے روندیں گی اور سینگوں سے ماریں گی اور فرمایا ان کا حق یہ ہے کہ پانی پر ان کو دوہا جائے۔ فرمایا تم میں سے کوئی شخص قیامت کے دن اس حال میں نہ آئے کہ وہ بکری اپنی گردن پر اُٹھائے ہوئے ہو اور وہ آواز نکال رہی ہو اور وہ شخص کہے یا محمّد! تو میں کہوں میں تیرے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں نے تم کو تبلیغ کر دی تھی اور کوئی شخص اونٹ لے کر نہ آئے جس کو اپنی گردن پر اُٹھائے ہوئے ہو وہ آواز نکال رہا ہو اور وہ کہے یا محمّد! تو میں کہوں میں تیرے لئے کسی شئی کا مالک نہیں ہوں میں نے اللہ کا حکم پہنچا دیا تھا۔

۱۳۲۳ — شرح : یعنی جن جانوروں کی زکوٰۃ نہ دی جائے وہ قیامت کے روز پہلے سے قوی اور موٹے تازے ہو کر آئیں گے تاکہ اس کو روندنے کے وقت بھارے ہوں اور ان سے اس کو تکلیف زیادہ ہو اونٹ کے پاؤں کو ”خُف“، بکری کے کھر کو ”ظلف“ آدمی کے پاؤں کو ”قدم“، اور گھوڑے اور گدھے کے پاؤں کو ”حافر“ کہا جاتا ہے، بکریوں کا حق یہ ہے کہ ان کو

۱۳۲۴ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهُ مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيْبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِيْ بِشِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ الْآيَةَ بِمَا أٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

پانی پر دوہا جائے تاکہ مسافر، مساکین جو پانی کے پاس رہتے ہیں ان کا دودھ پئیں یہ حق بکریوں کے حقوق میں سے ہے اور سب سے بڑا حق زکوٰۃ ہے،، ابن بطال رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا مال میں دو فرض ہیں ایک فرض عین اور دوسرا اس کا غیر اور بکریوں کا دوہنا ان حقوق میں سے ہے جن کا تعلق مکارم اخلاق سے ہے یہ فرض عین نہیں،، بکری کی آواز کو "یُعار" اور اُونٹ کی آواز کو "رُغا" کہا جاتا ہے،، قزاز نے کہا بکری کی آواز "ثغاء" ہے اور یعور اس بکری کو کہا جاتا ہے جو دودھتے وقت برتن میں پیشاب کر کے دودھ خراب کر دے،،

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اونٹ، گائے اور بکریاں جن کی زکوٰۃ نہ دی جائے ان کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بعینہٖ موٹی تازی اُٹھائے گا تاکہ ان کے ساتھ زکوٰۃ نہ دینے والے کو عذاب دے،، اور جو مال حیوان نہ ہو جب اس کی زکوٰۃ نہ دی جائے تو وہ قیامت کے روز خبیث سانپ بنا دیا جائے گا جس کے ساتھ زکوٰۃ نہ دینے والے کو عذاب دیا جائے گا،،

۱۳۲۴ —— ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن وہ مال گنجے سانپ کی شکل میں لایا جائے گا اس کی دونوں آنکھوں پر دو کالے نقطے ہوں گے اور وہ اس کی گردن میں طوق بنایا جائے گا۔ پھر وہ منہ کے دونوں کناروں سے اس کو پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا خزانہ ہوں پھر آپ صلی اللہ علیہ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی "لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ الْآيَة"

۱۳۲۴ —— شرح : "قوله مُثِّلَ لَهٗ،، یعنی جس مال کی زکوٰۃ نہ دی جائے اس کو گنجے سانپ کی شکل بنا دیا جائے گا،، شُجاع سانپ کی قسم ہے اس کی جمع شجعان ہے۔ یہ باریک لطیف سانپ ہے یہ تمام سانپوں سے زیادہ دلیر ہوتا ہے،، بعض کا کہنا ہے کہ یہ سانپ سوار اور پیادے پر چھلانگ لگا کر گزر جاتا ہے اور اپنی دُم پر کھڑا ہو جاتا ہے اور کبھی سوار کے منہ تک پہنچ جاتا ہے عموماً یہ جنگلات میں پایا جاتا ہے،، قوله اَقْرَع،، جس کے سر میں سفیدی ہو "جامع القزاز" میں ہے کہ سانپوں کے سروں پر بال نہیں ہوتے شاید اس سانپ کے سر کا چمڑا اُڑا ہوگا اس لئے اسے گنجا کہا جاتا ہے ابن خالویہ نے کہا عرب کے کلام میں سانپوں کے نام اور ان کی صفات وہی ہیں جو میں نے اس باب میں ذکر کئے ہیں اور ان کے ۸۴ نام ذکر کئے،،

بَابٌ مَا أُدِّيَ زَكَوتُهُ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ شَبِيبِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ أَخْبِرْنِي عَنْ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ مَنْ كَنَزَهَا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَوتَهَا فَوَيْلٌ لَهُ إِنَّمَا كَانَ هٰذَا قَبْلَ أَنْ تُنْزَلَ الزَّكَوةُ فَلَمَّا أُنْزِلَتْ جَعَلَهَا اللهُ طُهْرًا لِلْأَمْوَالِ

اس حدیث سے زکوٰۃ کی فرضیت واضح ہوتی ہے کیونکہ اس قدر شدید وعید کا مدلول یہی ہوتا ہے اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خارجی اشیاء میں انقلاب ہوسکتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید نہیں تمام اموال زکویہ پر مال کا اطلاق ہوتا ہے جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ جب سونا بیس ۲۰ مثقال ہو اور اس کی قیمت دو سو درہم ہو تو اس کی زکوٰۃ نصف دینار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

باب — جس مال کی زکوٰۃ ادا کردی جائے وہ کنز نہیں

کیونکہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ اوقیہ سے کم میں زکوٰۃ نہیں۔ احمد بن شبیب بن سعید نے کہا مجھے میرے باپ نے یونس سے خبر دی اُنھوں نے ابن شہاب سے روایت کی کہ ان سے خالد بن اسلم نے بیان کیا کہ ہم عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ باہر نکلے اور ایک اعرابی نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے خبردار کریں" وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ "، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا جس نے مال جمع کئے اور ان کی زکوٰۃ نہ دی اس کے لئے ہلاکت ہے۔ یہ حکم زکوٰۃ کے نازل ہونے سے پہلے تھا جب زکوٰۃ کی آیت نازل ہوئی تو زکوٰۃ کو اللہ تعالیٰ نے اموال کی پاکیزگی کا سبب بنایا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ آیت کنز کا حکم منسوخ ہے ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ" اِنَّمَا كَانَ هٰذَا قَبْلَ اَنْ تُنْزَلَ الزَّكٰوةُ "سے مراد اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے " يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ "، یعنی جو کفائت سے زیادہ مال ہو، مسلمانوں پر فرض تھا کہ گھر کی کفائت سے زیادہ مال صدقہ کر دیا جائے جب زکوٰۃ فرض ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہوگیا، "اَوَاقٍ"، "اُوْقِيَة" کی جمع ہے حدیث شریف میں اوقیہ کا اطلاق چالیس ۴۰ دراہم پر کیا گیا ہے اور پانچ اوقیہ دو سو درہم ہوتے ہیں یہ زکوٰۃ کا نصاب ہے۔

اکثر علماء کہتے ہیں کہ زکوٰۃ ہجرت کے بعد دوسرے سال رمضان مبارک کے فرض ہونے سے پہلے فرض ہوئی اگر یہ سوال ہو کہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت ہجرت سے پہلے تھی اُنھوں نے ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے استدلال کیا جو حبشہ کی طرف ہجرت کے قصہ کے متعلق ہے اس میں ہے کہ حضرت

۱۳۲۵ حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ یَزِیْدَ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَیْبُ بْنُ اِسْحَاقَ قَالَ نَا الْاَوْزَاعِیُّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یَحْیَی بْنُ اَبِیْ کَثِیْرٍ اَنَّ عَمْرَو بْنَ یَحْیَی بْنِ عُمَارَةَ اَخْبَرَهٗ عَنْ اَبِیْهِ یَحْیَی بْنِ عُمَارَةَ بْنِ اَبِی الْحَسَنِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِیْدٍ یَقُوْلُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ فِیْمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ صَدَقَةٌ وَلَا فِیْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ وَلَیْسَ فِیْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ صَدَقَةٌ

جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نجاشی سے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز، زکوٰۃ اور صیام کا حکم فرماتے ہیں بعض علماء نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس حدیث کے اسناد میں کلام ہے کیونکہ اس وقت پانچ نمازیں فرض نہیں ہوئی تھیں اور نہ ہی رمضان مبارک کے روزے فرض ہوئے تھے اگر اس سوال کا یہ جواب دیا جائے کہ نماز سے مراد پانچ نمازیں مراد نہیں اور نہ زکوٰۃ سے فرض زکوٰۃ اور نہ ہی صیام سے رمضان کے روزے مراد ہیں بلکہ نماز سے مراد وہ نماز ہے جو پانچ نمازیں فرض ہونے سے پہلے دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور صیام سے مراد مطلقاً روزے ہیں کیونکہ لوگ اس وقت پہلی شریعت کے مطابق روزے رکھا کرتے تھے اور زکوٰۃ سے مراد صدقات و خیرات ہیں تو اس میں مضائقہ نہیں مگر یہ جواب اس تقدیر پر دیا جا سکتا ہے جبکہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی صحت ثابت ہو جائے۔

(عینی)، اس حدیث شریف میں زکوٰۃ کو اموال کی پاکیزگی کا سبب بنایا ہے کیونکہ یہ لوگوں کی میل کچیل ہے اسی لئے بنو ہاشم کے لئے یہ جائز نہیں مسلم شریف میں ہے "اِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَنْبَغِیْ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ اِنَّمَا هِیَ اَوْسَاخُ النَّاسِ" اور جب مال کی زکوٰۃ نکال دی جائے تو مال پاک ہو جاتے ہیں پھر اس سے صاحبِ مال بھی رذیل اخلاق اور بخل سے پاک ہو جاتا ہے واللہ ورسولہ اعلم!

۱۳۲۵ — **ترجمہ** : حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ اوقیہ سے کم میں زکوٰۃ نہیں اور نہ پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ ہے اور نہ ہی پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ ہے،،

۱۳۲۵ — **شرح** : اس حدیث میں اُوَاقٍ یاء کے بغیر ہے اور مسلم کی روائت میں اُوَاقی بالیاء مروی ہے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا دونوں صحیح ہیں یہ اُوْقیہ کی جمع ہے تمام محدثین اور فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اوقیہ چالیس (۴۰) درہم کی ہوتی ہے پانچ اوقیہ کے دو سو درہم ہوتے ہیں اور یہ زکوٰۃ کا نصاب ہے تین سے دس اونٹوں تک ذَود کا اطلاق ہوتا ہے اس کی جمع اَذْوَاد ہے،، اَوْسُق،، وَسْق کی جمع ہے اس میں ساٹھ صاع ہوتے ہیں ابوداؤد میں ہے — "اَلْوَسْقُ سِتُّوْنَ صَاعًا"، قولہ لَیْسَ فِیْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوَاقٍ صَدَقَةٌ" یعنی دو سو درہم سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ یہ چاندی کے نصاب کا بیان ہے اور سونے کا نصاب بیس مثقال ہیں اس پر علماء کا اجماع ہے امام مالک، شافعی، ابو یوسف اور محمد رضی اللہ عنہم کے نزدیک نصاب سے جس قدر مال زیادہ ہو اس میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے زائد مال تھوڑا ہو یا زیادہ ہو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا دو سو درہم سے زائد

۱۳۲۶ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي هَاشِمٍ سَمِعَ هُشَيْمًا قَالَ أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ مَرَرْتُ بِالرَّبَذَةِ فَإِذَا أَنَا بِأَبِي ذَرٍّ فَقُلْتُ لَهُ مَا أَنْزَلَكَ مَنْزِلَكَ هَذَا قَالَ كُنْتُ بِالشَّامِ فَاخْتَلَفْتُ أَنَا وَمُعَاوِيَةُ فِي الَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ مُعَاوِيَةُ نَزَلَتْ فِي أَهْلِ الْكِتَابِ فَقُلْتُ نَزَلَتْ فِينَا وَفِيهِمْ فَكَانَ

میں زکوٰۃ نہیں حتی کہ چالیس درہم زیادہ ہوجائیں تو اس میں ایک درہم زکوٰۃ ہے اسی طرح بیس مثقال سے سونا زیادہ ہوجائے تو اس میں زکوٰۃ نہیں حتیٰ کہ چار دینار زیادہ ہوجائیں تو ان میں ایک درہم زکوٰۃ ہے،، بیہقی کے باب سنۃ من الصدقہ،، میں ہے چاندی کے پانچ اوقیہ میں زکوٰۃ پانچ درہم ہے اگر اس سے مال زیادہ ہوجائے تو ہر چالیس دراہم میں ایک درہم زکوٰۃ ہے" ابن ابی شیبہ نے صحیح اسناد کے ساتھ محمد باقر سے مرفوع حدیث روائت کی کہ جب پانچ اواقی ہوجائے تو اس میں پانچ درہم ہیں اور ہر چالیس دراہم میں ایک درہم زکوٰۃ ہے اسی طرح ابن حبان اور حاکم نے روائت کی ہے ان احادیث سے امام حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کی تائید ہوتی ہے کہ عَفو میں زکوٰۃ نہیں ہے،، پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں اور پانچ اونٹوں میں زکوٰۃ ہے جبکہ وہ چراگاہ میں سال بھر چارہ کھاتے ہیں اس میں سب کا اتفاق ہے،، پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں اس سے امام شافعی، ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ تعالیٰ نے استدلال کیا کہ زمین کی پیداوار جب پانچ وسق ہو تو اس میں زکوٰۃ ہے یعنی عُشر ہے،، اس سے کم میں عُشر نہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا زمین کی ہر پیداوار میں عُشر ہے اگرچہ پیداوار کتنی تھوڑی ہو البتہ کانوں لکڑیوں اور گھاس وغیرہ میں زکوٰۃ نہیں ہے،، حضرت عمر بن عبدالعزیز، مجاہد، ابراہیم نخعی اور امام زفر کا بھی یہی مذہب ہے شیخ عبدالرزاق نے مصنف میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ "مَا اَنْبَتَتِ الْاَرْضُ قَلِیْلٌ اَوْ کَثِیْرٌ اَلْعُشْرُ،، اسی طرح ابن ابی شیبہ نے یہ روائت کی ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے استدلال کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جس پیداوار کو آسمان یا چشمے پانی پلائیں یا زمین سیلابی ہو تو اس میں عُشر ہے اور اگر کنوئیں وغیرہ سے پانی پلایا جائے تو اس میں نصف عُشر ہے۔ یہ بخاری کی روائت ہے اسی طرح مسلم نے جابر سے اور ابن ماجہ نے مسروق سے روائت کی ہے" یہ احادیث مطلقہ ہیں ان میں پیداوار کا تعیّن نہیں لہٰذا زمین کی تھوڑی بہتی پیداوار میں زکوٰۃ ہے اور امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس کو باطل مذہب کہنا حد سے تجاوز اور بہت بڑی جسارت ہے اور اگر اسے تعصّب کہا جائے تو بجا ہوگا،، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کی یہ آئت کریمہ بھی تائید کرتی ہے،،

"یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ"

اے مومنو اپنے پاکیزہ کسب سے اللہ کی راہ میں دو اور اس سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے"

واللہ ورسولہ اعلم!

۱۳۲۶ — ترجمہ : زید بن وہب سے روائت ہے اُنھوں نے کہا میں ربذہ سے گزرا تو وہاں ابوذر رضی اللہ عنہ تھے میں نے ان سے کہا

بَيْنِي وَبَيْنَهُ فِي ذٰلِكَ فَكَتَبَ إِلَى عُثْمَانَ يَشْكُونِي فَكَتَبَ إِلَيَّ عُثْمَانُ أَنِ اقْدَمِ الْمَدِينَةَ فَقَدِمْتُهَا فَكَثُرَ عَلَيَّ النَّاسُ حَتَّى كَأَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْنِي قَبْلَ ذٰلِكَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعُثْمَانَ فَقَالَ لِي إِنْ شِئْتَ تَنَحَّيْتَ فَكُنْتَ قَرِيبًا فَذَاكَ الَّذِي أَنْزَلَنِي هٰذَا الْمَنْزِلَ وَلَوْ أَمَّرُوا عَلَيَّ حَبَشِيًّا لَسَمِعْتُ وَأَطَعْتُ

یہاں آپ کو کسی شئ نے اُتارا اُنھوں نے کہا میں شام میں تھا میرا اور امیر معاویہ کا اس آئت " اَلَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ،، میں اختلاف ہوگیا ، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ آئت اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی ہے اور میں نے کہا ہمارے اور ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس میں میرا اور ان کا مباحثہ ہوگیا اور اُنھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو میری شکائت کا خط لکھا تو مجھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ مدینہ منورہ آؤ میں مدینہ منورہ آیا تو بہت سے لوگ میرے پاس جمع ہوگئے حتی کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ اُنھوں نے اس سے پہلے مجھے دیکھا ہی نہ تھا میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے واقعہ ذکر کیا تو اُنھوں نے مجھے کہا اگر چاہتے ہو تو یہاں ایک طرف ہمارے قریب اقامت کرلو پس اس چیز نے مجھے یہاں اُتارا ہے اور اگر وہ مجھ پر حبشی کو امیر بنادیں تو اس کی بات سنوں گا اور اطاعت کروں گا ۔

۱۳۲۶ — شرح

ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آئت کریمہ کے سیاق وسباق کو دیکھا اور کہا یہ آئت احبار و رہبان کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو زکوٰۃ کے منکر ہیں اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے آئت کے عموم کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہا کہ یہ سب کے بارے میں ہے اور جو شخص وجوبِ زکوٰۃ کو تسلیم کرے اور زکوٰۃ ادا نہ کرے وہ بھی اس شدید وعید کا مستوجب ہے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ اس طرح لوگوں میں اختلاف پیدا ہوجائے گا تو اُنھوں نے شام سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شکائت کا خط لکھا اور امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر کو شام میں خط لکھا کہ مدینہ منورہ چلے آؤ جب وہ مدینہ منورہ پہنچے تو لوگ بکثرت جمع ہوگئے وہ شام کے واقعہ کی تفصیل دریافت کرتے تھے کہ امیر معاویہ سے کیسے تکرار ہوا جب حضرت ابوذر نے لوگوں کا یہ حال دیکھا تو ان کو خوف لاحق ہوا کہ ان کو امیر المؤمنین عتاب کریں گے جبکہ لوگوں کے ساتھ اسی قسم کی گفتگو میں خطرات مضمر ہوسکتے تھے تو اُنھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے لوگوں کا ہجوم اور ان کے تعجب کا ذکر کیا کہ لوگ میرے پاس ایسے بکثرت آتے جاتے ہیں کہ اُنھوں نے اس سے پہلے کبھی مجھے دیکھا ہی نہ تھا اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا اگر تمہیں فتنہ کا خطرہ ہے تو مدینہ منورہ کے قریب رہائش اختیار کرلو اس لئے وہ ربذہ چلے گئے ۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اُنھوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت سے سر نہ پھیرا تھا کیونکہ امراء کی اطاعت واجب ہے حتی کہ اگر خلیفہ کسی حبشی کو امیر بنا دے تو رعیت پہ اس کی اطاعت واجب ہے ! حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے شام میں سکونت کا سبب یہ بتایا کہ " مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جب مدینہ منورہ کی آبادی سلع تک پہنچ جائے تو شام میں چلے جانا چنانچہ جب آبادی سلع تک پہنچ گئی تو میں شام میں چلا گیا اور وہیں رہا حتی کہ یہ واقعہ پیش آیا ،، ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

۱۳۲۷ حدثنا عیاش قال حدثنا عبد الاعلی قال حدثنا الجریری عن ابی العلاء عن الاحنف بن قیس قال جلست ح وحدثنی اسحاق بن منصور قال حدثنا عبد الصمد قال حدثنی ابی قال قال حدثنا الجریری قال حدثنا ابو العلاء ابن الشخیر ان الاحنف بن قیس حدثھم قال جلست الی ملاء من قریش فجاء رجل خشن الشعر والثیاب والھیئۃ حتی قام علیھم فسلم ثم قال بشر الکانزین برضف یحمی علیہ فی نار جھنم ثم یوضع علی حلمۃ ثدی احدھم حتی یخرج من نغض کتفہ ویوضع علی نغض کتفہ حتی یخرج من حلمۃ ثدیہ یتزلزل ثم ولی فجلس الی ساریۃ وتبعتہ وجلست الیہ وانا لا ادری من ھو فقلت لہ لا اری القوم الا قد کرھوا الذی قلت قال انھم لا یعقلون شیئا قال لی خلیلی قال قلت من خلیلک قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا اباذر اتبصر احدا قال فنظرت الی الشمس ما بقی من النھار وانا اری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرسلنی فی حاجۃ لہ قلت نعم قال ما احب ان لی مثل احد ذھبا انفقہ کلہ الا ثلاثۃ دنانیر وان ھؤلاء لا یعقلون انما یجمعون الدنیا ولا واللہ لا اسالھم دنیا ولا استفتیھم عن دین حتی القی اللہ

نے ابوذر کی شکایت اس لئے کی کہ وہ ان پر اعتراض بکثرت کیا کرتے تھے اور ان سے جھگڑ بھی پڑتے تھے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کا میلان ابوذر کی طرف تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فتنہ کے ڈر سے ان کو مدینہ منورہ بلا لیا، امام احمد اور ابو یعلی نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جبکہ تجھے مسجد نبوی سے نکال دیا جائے گا۔ اُنھوں نے کہا میں شام چلا جاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شام سے بھی نکال دیا جائے گا تو پھر کیا کرو گے۔ ابوذر نے کہا میں مسجد نبوی میں آجاؤں گا آپ نے فرمایا اگر مسجد نبوی سے بھی نکال دیا جائے گا تو پھر کیا کرو گے۔ ابوذر نے کہا تلوار کے ساتھ مقابلہ کروں گا فرمایا ایسا مت کرو بلکہ امیر کی اطاعت کرو،، اس لئے ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر مجھ پر حبشی امیر بنا دیا جائے تو میں اس کی بات سنوں گا اور اس کی اطاعت کروں گا۔"

۱۳۲۷ — ترجمہ: ابو العلاء بن شخیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ احنف بن قیس نے ان کو خبر دی اُنھوں نے کہا میں قریش کی ایک جماعت میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص سخت بالوں، سخت کپڑوں اور پراگندہ شکل والا آیا حتی کہ ان کے پاس کھڑا ہوگیا اور سلام کہا پھر کہنے لگا کہ مال جمع کرنے والوں کو گرم پتھر کی خوشخبری دو جو دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا پھر وہ ان کی چھاتی پر رکھا جائے گا جو مونڈھے کی ہڈی سے باہر نکل جائے گا اور اس کے مونڈھے کی ہڈی پر رکھا جائے گا حتی کہ چھاتی سے نکل جائے گا اور وہ حرکت کرتا رہے گا پھر وہ شخص پھرا اور ستون کے پاس بیٹھ گیا میں اس کے پیچھے گیا اور اس کے پاس بیٹھ گیا حالانکہ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کون ہے میں نے اسے کہا میں لوگوں کو نہیں دیکھتا ہوں مگر اُنھوں نے تیری بات کو پسند نہیں کیا۔ اُس نے کہا وہ لوگ کچھ نہیں جانتے ہیں۔ میرے خلیل نے مجھے فرمایا میں نے کہا تیرا خلیل کون ہے اُس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (میرے خلیل ہیں)، اے اباذر کیا اُحد کو دیکھتے ہو؟ ابوذر نے کہا میں نے سورج کی طرف نظر کی کہ کتنا دن باقی رہ گیا ہے جب کہ میرا گمان یہ تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے کسی کام بھیجیں گے میں

باب انفاق المال فی حقه حدثنا ۱۳۲۸

محمد بن المثنی قال حدثنا یحیی عن اسماعیل قال حدثنی قیس عن ابن مسعود قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا حسد الا فی اثنین رجل آتاہ اللہ مالا فسلطہ علی ھلکتہ فی الحق ورجل آتاہ اللہ حکمۃ فھو یقضی بھا ویعلمھا

نے کہا جی ہاں (اُحد کو دیکھ رہا ہوں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ محبوب نہیں کہ میرے لئے احد پہاڑ سونے کا ہو جسے میں سارے کا سارا خرچ کر دوں مگر صرف تین دینار یہ لوگ سمجھتے نہیں ہیں اور دُنیا جمع کرتے ہیں اللہ کی قسم! میں ان سے دنیا نہیں مانگوں گا اور نہ ہی ان سے دین کے بارے میں پوچھوں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملوں،،

۱۳۲۷ — شرح : " رضف،، گرم پتھر ہے" حلمۃ،، پستان کا سر ہے جو ابھرا ہوتا ہے" نغض،، مونڈھے کی ہڈی ہے،، یتزلزل،، پتھر حرکت کرتا رہے گا،" ساریۃ" ستون،، ہے یعنی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا میں ان کی دنیا میں طمع نہیں کرتا ہوں اور نہ ہی ان سے دین کے احکام پوچھتا ہوں،، بلکہ بقدر کفائت پر گزارہ کرتا ہوں اور جو علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہے اس پر اکتفاء کرتا ہوں۔ حدیث شریف میں تین دنانیر کو مستثنیٰ کرنے کی حکمت اللہ اور اس کا رسول ہی جانتے ہیں،" ہو سکتا ہے کہ اس مقدار کا آپ پر قرض ہوگا یا اس رات کے مصارف واخراجات کی مقدار یہ ہو حدیث شریف میں اُحد پہاڑ کی مقدار سونا خرچ کرنے کو پسند نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنی ذات کے لئے اسے خرچ کرنا پسند نہیں کرتا ہوں،، یا مراد یہ ہے کہ میں اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دوں اور عدمِ محبت صرف استثناء کے لئے ہے یعنی میں پسند نہیں کرتا مگر سارا مال خرچ کر دینے کو،، قولہ" ھولاء لا یعقلون" یہ ابو ذر کا کلام ہے تاکید کے لئے دوبارہ ذکر کیا ہے یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا تتمہ نہیں ہے،، حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ تھا کہ حاجت اصلیہ کے سوا کسی بھی شئی کا ذخیرہ کرنا حرام ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عقلاء سے مجازاً عقل کی نفی کرنی جائز ہے واللہ ورسولہ اعلم!

باب — مال کو اس کے حق میں خرچ کرنا،،

۱۳۲۸ — ترجمہ : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روائت ہے اُنھوں نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ حسد صرف دو خصلتوں میں ہے ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی قدرت دی۔ دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا اور وہ اس کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے،،

۱۳۲۸ — شرح : حسد کا معنی غبطہ ہے۔ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا غبطہ کا محل صرف یہ دو خصلتیں ہیں کیونکہ یہ رغبت کا مقام ہیں۔ حدیث ۷۲ کی تفہیم میں اس سے متعلق ذکر ہو چکا ہے،،

بَابُ الرِّيَاءِ فِي الصَّدَقَةِ

لِقَوْلِهِ تَعَالَىٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ إِلَىٰ قَوْلِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ صَلْدًا لَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَقَالَ عِكْرِمَةُ وَابِلٌ مَطَرٌ شَدِيدٌ وَالطَّلُّ النَّدَىٰ

بَابٌ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَدَقَةً مِنْ غُلُولٍ وَلَا يَقْبَلُ إِلَّا مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ لِقَوْلِهِ تَعَالَىٰ قَوْلٌ مَعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِنْ صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذًى وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ ﴿ بَابُ الصَّدَقَةِ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ لِقَوْلِهِ تَعَالَىٰ يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

باب — صدقہ میں ریا کرنا "

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے " اے مومنو اپنے صدقات احسان جتلا کر اور اذیت پہنچا کر باطل نہ کرو الی قولہ الکافرین "، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا " صلدًا "، کا معنیٰ ہے وہ شئی جس پر کچھ نہ ہو اور عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا " وابل "، کا معنیٰ شدید بارش اور " طل "، کا معنی تری ہے "

باب صدقہ میں ریا کی تعلیل اللہ تعالیٰ کے قول سے بیان کی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صدقہ کو احسان جتلا کر اور اذیت پہنچا کر باطل کرنے کو ریاکاری کے لئے خرچ کرنے والے کے ساتھ تشبیہ دی اس میں شک نہیں کہ صدقہ میں ریاء کرنے والا احسان جتلانے والے سے زیادہ بُرا ہے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ مشبہ بہ مشبّہ سے اقویٰ ہوتا ہے اس لئے ریاکار کے حق میں فرمایا ولا یومن باللہ والیوم الآخر پھر ریاکار کی مثال بیان کی اور فرمایا " فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ الآیۃ - اس آئت کریمہ میں مومنوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا " لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ "، یعنی اپنے صدقات اور ان کا ثواب باطل نہ کرو صحیح مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین شخصوں سے کلام نہ کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا (یعنی شفقت اور مہربانی سے نہیں دیکھے گا) اور نہ ہی ان کو پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے - ایک احسان جتلانے والا- دوسرا تہبند لمبا کر کے لٹکا کر چلنے والا تیسرا جھوٹی قسم کھا کر سودا بیچنے والا "، جب مومنوں کو یہ خطاب کیا اور ان کو اس طریقہ سے ابطال صدقات سے منع فرمایا تو ان کے ابطال کو منافق کے ابطال سے تشبیہ دی جو ریاکاری کے لئے خرچ کرتا ہے اور اس میں اللہ کی رضا اور آخرت کے ثواب کی اُمید نہیں کرتا پھر اس کی صفوان مثال بیان کی یعنی وہ قیامت کے دن اپنے اعمال کا ثواب قطعاً نہ پائیں گے جیسے پتھر پہ مٹی میں سے نباتات حاصل نہیں ہوتیں پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کافروں میں ہدائت پیدا نہیں کرتا - کافر کو صفوان سے اور اس کے عمل کو مٹی سے تشبیہ دی (عینی)

باب: اللہ تعالیٰ خیانت کے مال سے صدقہ قبول نہیں کرتا اور قبول نہیں کرتا مگر پاک کمائی سے "، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اچھی بات اور معاف کر دینا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد اذیت پہنچائے اور اللہ غنی ہے بردبار ہے "

۱۳۲۹

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ ابْنُ مُنِيرٍ سَمِعَ اَبَا النَّضْرِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّيِّبَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِينِهِ ثُمَّ يُرَبِّيهَا لِصَاحِبِهِ كَمَا يُرَبِّي اَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ حَتّٰى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ عَنِ ابْنِ دِينَارٍ وَقَالَ وَرْقَاءُ عَنِ ابْنِ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ مُسْلِمُ بْنُ اَبِي مَرْيَمَ وَزَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ وَسُهَيْلٌ عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب — پاک کمائی سے صدقہ کرنا

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ ناشکر گنہگار سے محبت نہیں کرتا بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل نیک کئے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی ان کے لئے ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمناک ہوں گے ،،

۱۳۲۹ — ترجمہ : ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے پاک کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کیا اور حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف پاک کو قبول کرتا ہے بے شک اللہ اس کو اپنے دائیں ہاتھ (جو اس کی شان کے لائق ہے) میں لیتا ہے پھر صدقہ کرنے والے کے لئے اسے بڑھاتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کا بچہ پالتا ہے حتیٰ کہ صدقہ پہاڑ جیسا ہو جاتا ہے ،، عبد الرحمٰن کی سلیمان نے عبد اللہ بن دینار سے روائت میں متابعت کی اور ورقاء نے عبد اللہ بن دینار سے اُنھوں نے سعید بن یسار سے اُنھوں نے ابو ہریرہ سے اُنھوں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی روائت کی ،،

باب ۱ باب کے عنوان کی مطابقت آئت کریمہ سے اس طرح ہے کہ صدقہ کے بعد اذیت صدقہ کو باطل کر دیتی ہے تو جو اذیت صدقہ سے ملی ہو وہ کیونکہ اس کو باطل نہ کرے گی کیونکہ خائنِ مالِ مغصوب کا صدقہ کرتا ہے اور غاصب صاحبِ مال کو اذیت پہنچاتا ہے اس کے مال میں تصرف کرنے میں عاصی ہے لہٰذا یہ بطریق اولیٰ صدقہ کو باطل کرے گا ۔۔

باب ۲ اگر یہ سوال ہو کہ صدقات عام ہیں حلال و حرام مال دونوں کو شامل ہیں تو آئت کریمہ کی دلالت باب کے عنوان پر کس طرح ہوگی جبکہ عنوان میں پاک مال سے صدقہ کرنا ہے ،، اس کا جواب یہ ہے کہ آئت کریمہ میں صدقات سے مراد حلال مال کا صدقہ کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خبیث مال کا صدقہ نہ کرو ،،

۱۳۲۹ — شرح : اس حدیث کی مناسبت باب کے عنوان سے کسب طیب کے الفاظ میں ہے ،، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کے بڑھنے کی مثال بیان فرمائی کہ گھوڑی کا بچہ بہت جلد بڑھتا ہے ۔ اسی طرح صدقہ عمل کا نتیجہ ہے جب حلال مال سے صدقہ کیا جائے تو

۱۳۳۰ بَابُ الصَّدَقَةِ قَبْلَ الرَّدِّ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تَصَدَّقُوا فَإِنَّهُ يَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهِ فَلَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا يَقُولُ الرَّجُلُ لَوْ جِئْتَ بِهَا بِالْأَمْسِ لَقَبِلْتُهَا فَأَمَّا الْيَوْمَ فَلَا حَاجَةَ لِي فِيهَا

۱۳۳۱ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَكْثُرَ فِيكُمُ الْمَالُ فَيَفِيضَ حَتَّى يُهِمَّ رَبَّ الْمَالِ مَنْ يَقْبَلُ صَدَقَتَهُ وَحَتَّى يَعْرِضَهُ فَيَقُولَ الَّذِي يَعْرِضُهُ عَلَيْهِ لَا أَرَبَ لِي

وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نگاہِ کرم میں رہتا ہے اور دوگنا سے دوگنا ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ ایک کھجور اُحد پہاڑ کی مثل ہوجاتی ہے اور حدیث میں "حتی تکون مثل الجبل" کا یہی معنیٰ ہے، گھوڑی کے بچے کو "مہر" کہا جاتا ہے اور مؤنث کو مہرہ کہتے ہیں جب وہ سات یا آٹھ ماہ کا ہوجائے تو اسے خروف کہتے ہیں اور جب ایک سال کا ہوجائے تو اسے "فلو" اور مؤنث کو فلوۃ کہتے ہیں" ترمذی کی روائت میں لقمہ کا صدقہ مذکور ہے کہ وہ بڑھتا بڑھتا اُحد کی مثل ہوجاتا ہے۔

باب — ردّ سے پہلے صدقہ کرنا"

۱۳۳۰ — ترجمہ : حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ صدقہ کرو کیونکہ تم پر ایک زمانہ آئے گا کہ آدمی صدقہ لے کر چلے گا اور اس کا قبول کرنے والا کسی کو نہ پائے گا اور آدمی کہے گا اگر تو صدقہ لے کر کل آتا تو میں اس کو قبول کر لیتا آج کے روز مجھے اس کی احتیاج نہیں ہے۔

۱۳۳۱ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ تم میں دولت زیادہ ہوجائے گی اور بہتی پھرے گی حتیٰ کہ صاحبِ مال کو یہ غم لاحق ہوگا کہ اس کا صدقہ کون قبول کرتا ہے حتیٰ کہ وہ اپنا صدقہ کسی کے سامنے پیش کرے گا اور جس کے سامنے پیش کرے گا وہ کہے گا مجھے اس کی حاجت نہیں"

۱۳۳۰، ۱۳۳۱ — شرح : حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں یہ حال پایا گیا تھا ان کے سامنے صدقہ پیش کیا جاتا تو وہ اس کو قبول نہ کرتے تھے چنانچہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے سامنے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مال پیش کرتے مگر وہ قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے۔ یہ ان کے زہد و تقویٰ کے باعث تھا اور دنیا سے بے رغبتی کا نتیجہ تھا اگرچہ مال اتنا وافر نہ تھا وہ مال کی حاجت ہونے کے باوجود مال سے اعراض کرتے تھے جبکہ ان کا مقصدِ حیات حصولِ آخرت تھا اور اللہ کی رضا ان کا مقدر بن چکی تھی اور جس کے پاس اتفاقاً مال جمع ہوگیا تھا وہ اس پر افسوس کیا کرتا تھا۔ واللہ ولی النعمہ وہو علیٰ ما یشاء قدیر"

حدثنا عبد اللہ بن محمد قال حدثنا ابو عاصم النبیل قال اخبرنا سعدان بن بشر قال حدثنا ابو مجاهد قال حدثنا محل بن خلیفة الطائی قال سمعت عدی بن حاتم یقول کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجاءہ رجلان احدهما یشکو ۱۳۳۲ العیلة والاخر یشکو قطع السبیل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما قطع السبیل فانه لا یاتی علیک الا قلیل حتی تخرج العیر الی مکة بغیر خفیر واما العیلة فان الساعة لا تقوم حتی یطوف احدکم بصدقته فلا یجد من یقبلها منه ثم لیقفن احدکم بین یدی اللہ لیس بینه وبینه حجاب ولا ترجمان یترجم له ثم لیقولن له الم اوتک مالا فلیقولن بلی ثم لیقولن الم ارسل الیک رسولا فلیقولن بلی فینظر عن یمینه فلا یری الا النار ثم ینظر عن شماله فلا یری الا النار فلیتقین احدکم النار ولو بشق تمرة فان لم یجد فبکلمة طیبة۔ حدثنا محمد بن العلاء قال حدثنا ابو اسامة عن برید عن ابی بردة عن ابی موسی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۳۳۳

۱۳۳۲ ترجمہ : عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا تو آپ کے پاس دو شخص آئے ان میں سے ایک فاقہ کی شکائت کرتا تھا اور دوسرا رہزنوں کے فساد کی ،، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں تک راہزنوں کے فساد کا معاملہ ہے۔ تھوڑے ہی دنوں بعد ایک وقت آئے گا کہ مکہ مکرمہ کی طرف قافلہ کسی راہنما کے بغیر نکلے گا اور جہاں تک فقر کا تعلق ہے قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ تم میں سے کوئی صدقہ لئے پھرے گا اور اس کے قبول کرنے والے کو نہ پائے گا پھر تم میں سے کوئی اللہ کے سامنے کھڑا ہوگا جبکہ اللہ اور اس کے درمیان کوئی حجاب نہ ہوگا اور نہ ہی کوئی ترجمان ہوگا جو اس کی ترجمانی کرے پھر اللہ تعالیٰ اس سے کہے گا کیا میں نے تجھے مال نہ دیا تھا؟ وہ کہے گا کیوں نہیں پھر اللہ تعالیٰ کہے گا کیا میں نے تیری طرف رسول نہیں بھیجا؟ وہ کہے گا کیوں نہیں ،، پھر وہ اپنی دائیں دیکھے گا تو سوا آگ کے اسے کچھ نظر نہ آئے گا پھر وہ بائیں طرف دیکھے گا اور آگ کے سوا اسے کچھ نظر نہ آئے گا اس لئے تم میں سے ہر شخص آگ سے بچے اگرچہ کھجور کے ٹکڑے کے سبب ہی سہی اور اگر یہ نہ پائے تو اچھی بات کرے ،،

۱۳۳۲ شرح : حدیث میں حجاب کا ذکر بطور تمثیل ہے اللہ تعالیٰ کا کوئی شئی احاطہ نہیں کر سکتی ” لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ،، لہٰذا اس کا کسی حجاب میں محجوب ہونا محال ہے وہ تو صرف ہماری نظروں سے مستور ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر حجاب کر دیا ہے تاکہ وہ دنیا میں اس کے ادراک سے عاجز رہیں قیامت کے دن ہماری نظروں سے یہ حجاب اٹھا دیا جائے گا اور ہم اللہ کو ایسا دیکھیں گے جیسے بدر کی رات میں چاند کو دیکھتے ہیں ،، حدیث میں صدقہ کی اہمیت کا بیان ہے کہ محتاج کو دینے کے لئے اگر کوئی شئی نہ ہو تو اس سے اچھی بات کرے یہ بھی صدقہ ہے اور اس سے وہ دوزخ کی آگ سے بچے جیسے بری بات سے عذاب کا مستوجب ہوتا ہے۔

۱۳۳۳ ترجمہ : ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی کہ آپ نے فرمایا لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں کوئی شخص صدقہ کا سونا لے کر پھرے گا اور وہ کسی شخص کو نہ پائے گا جو اس کو قبول کرے اور یہ دیکھا جائے گا کہ ایک مرد کے پیچھے چالیس عورتیں ہوں گی ،، جو مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت کے باعث اس مرد کی پناہ لیں گی ،،

قَالَ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَطُوفُ الرَّجُلُ فِيهِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ ثُمَّ لَا يَجِدُ اَحَدًا يَأْخُذُهَا مِنْهُ وَيُرَى الرَّجُلُ الْوَاحِدُ يَتْبَعُهُ اَرْبَعُونَ امْرَاَةً يَلُذْنَ بِهٖ مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ **بَابٌ** اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ وَالْقَلِيلِ مِنَ الصَّدَقَةِ وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيتًا مِنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اِلَى قَوْلِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ

۱۳۳۴ **حَدَّثَنَا** اَبُو قُدَامَةَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ هُوَ الْحَكَمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِي وَائِلٍ عَنْ اَبِي مَسْعُودٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ اٰيَةُ الصَّدَقَةِ كُنَّا نُحَامِلُ فَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَيْءٍ كَثِيرٍ فَقَالُوا مُرَائِي وَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ فَقَالُوا اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَاعِ هٰذَا فَنَزَلَتِ الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ اِلَّا جُهْدَهُمُ الْاٰيَةَ۔

۱۳۳۳ شرح : اس حدیث میں چالیس عورتوں کا ذکر ہے اور حدیث نمبر ۸۰ میں پچاس عورتوں کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ چالیس کے عدد کی تخصیص زائد کی نفی پر دلالت نہیں کرتی۔ مذکور زمانہ میں فتنوں کی کثرت سے مرد قتل ہو جائیں گے اور عورتیں زیادہ ہو جائیں گی۔ پھر اس پر جو نتائج مرتب ہوں گے ان کی حقیقت کسی پر مخفی نہیں ،، اور یہ عورتیں مذکور شخص کی محارم اور اس کے اقارب سے ہوں گی یہ قیامت کی علامت ہے غالباً یہ زمانہ وہ ہوگا جبکہ سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام دجال کو قتل کریں گے اور کفر کا خاتمہ فرمائیں گے حتیٰ کہ زمین میں کوئی کافر باقی نہ رہے گا اور اس وقت آسمان سے برکات نازل ہوں گی اور لوگوں کی کمی کے باعث وہ کسی شیٔ کا ذخیرہ نہیں کریں گے جبکہ قرب قیامت کے باعث وہ مال کے ذخیرہ سے بے نیاز ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

باب — آگ سے بچو اگرچہ کھجور کا ٹکڑا اور تھوڑا سا صدقہ کرکے ،،

ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ کی رضاء طلب کرنے کے لئے اور اپنے دلوں کو ثابت رکھ کر خرچ کرتے ہیں اس باغ کی مثل ہے جو اونچے مقام پہ ہے الخ

۱۳۳۴ ترجمہ : ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب صدقہ کی آئت نازل ہوئی تو ہم مزدوری کرتے (بوجھ اٹھا کر اجرت لیتے) ایک شخص آیا اور اس نے بہت صدقہ کیا تو لوگوں نے کہا یہ ریاء کار ہے ایک اور شخص آیا اس نے ایک صاع کا صدقہ کیا تو انھوں نے کہا اللہ اس صاع کے صدقہ سے بے نیاز ہے ،، تو یہ آئت کریمہ نازل ہوئی ،، جو لوگ زیادہ صدقہ کرنے والے مومنوں کو اور ان لوگوں کو عیب لگاتے ہیں جو مشکل سے مال حاصل کرتے ہیں الخ۔

۱۳۳۵ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى
قَالَ حَدَّثَنَا اَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ اَبِي مَسْعُودٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ
اِنْطَلَقَ اَحَدُنَا اِلَى السُّوقِ فَيُحَامِلُ فَيُصِيبُ الْمُدَّ وَاِنَّ لِبَعْضِهِمُ الْيَوْمَ لَمِائَةَ اَلْفٍ ۱۳۳۶ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا
شُعْبَةُ عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَعْقِلٍ قَالَ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ ۱۳۳۷ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي بَكْرِ بْنِ

۱۳۳۴ —— شرح : باب کے عنوان کا مدلول صدقہ کی ترغیب دلانا ہے اگرچہ کھجور کا ٹکڑا صدقہ ہو ،، اس کی مطابقت حدیث شریف سے اس طرح ہے کہ جب یہ آیت کریمہ " خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً ،، نازل ہوئی تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو صدقہ کی ترغیب دلائی بعض صحابہ نے بہت زیادہ صدقہ کیا اور بعض نے تھوڑا صدقہ کیا حتیٰ کہ بعض صحابہ مزدوری کر کے صدقہ کرتے تھے ،، حدیث شریف میں ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کی ترغیب دلائی تو حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ چالیس اوقیہ سونا لے کر آئے تو لوگوں نے کہا یہ ریا کاری ہے اور حضرت ابو عقیل انصاری رضی اللہ عنہ ایک صاع کھجوریں لائے اور کہا میں نے مزدوری کر کے دو صاع حاصل کئے ہیں تو لوگوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول اس کے صاع سے مستغنی ہیں ۔ یہ شخص اپنے آپ کو صدقہ کرنے والا مشہور کرنا چاہتا ہے ،، اس کے بعد حدیث میں مذکور آیت کریمہ نازل ہوئی ۔ واللہ ورسولہ اعلم !

۱۳۳۵ —— ترجمہ : ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم کو صدقہ کا حکم فرماتے تو ہم میں سے بعض بازار جاتے اور مزدوری کر کے ایک مد حاصل کرتے اور آج ان میں سے بعض کے پاس ایک لاکھ درہم ہیں ،،

۱۳۳۶ —— ترجمہ : عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آگ سے بچو اگرچہ کھجور کا ٹکڑا صدقہ کر کے "

۱۳۳۵ ، ۱۳۳۶ —— شرح : یعنی بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بوجھ وغیرہ اٹھا کر یا پانی پلانے کے کنوئیں کی رسی وغیرہ کھینچ کر مزدوری حاصل کر کے صدقہ کیا کرتے تھے اس کا مقصد یہ ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں حال بڑا سخت تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں فتوحات بکثرت ہونے کی وجہ سے مال کی فراوانی تھی ،، صدقہ اگرچہ قلیل ہو دوزخ کی آگ سے بچاتا ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع روائت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اگرچہ کھجور کا ٹکڑا صدقہ کر کے اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ ،،

۱۳۳۷ —— ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ایک عورت آئی اس کے ساتھ اس کی دو لڑکیاں تھیں وہ مانگتی پھرتی تھی ،، اس نے

حزم عن عروۃ عن عائشۃ قالت دخلت امرأۃ معہا ابنتان لہا تسأل فلم تجد عندی شیئا غیر تمرۃ فاعطیتہا ایاہا فقسمتہا بین ابنتیہا ولم تاکل منہا ثم قامت فخرجت ودخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علینا فاخبرتہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ابتلی من ھذہ البنات بشیء کن لہ سترا من النار باب فضل صدقۃ الشحیح الصحیح لقولہ تعالیٰ وانفقوا مما رزقنکم من قبل ان یاتی احدکم الموت الی اٰخرھا وقولہ تعالیٰ یایھا الذین اٰمنوا انفقوا مما رزقنکم من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیہ ولا خلۃ ولا شفاعۃ الاٰیۃ

۱۳۳۸ حدثنا موسی بن اسماعیل قال حدثنا عبد الواحد قال

میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ پایا میں نے اس کو وہی کھجور دے دی اُس نے اسے دونوں بیٹیوں میں تقسیم کر دیا اس سے خود کچھ نہ کھایا،، پھر اُٹھی اور چلی گئی اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے آپ سے یہ بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی ان لڑکیوں میں سے کسی ایک لڑکی کے سبب امتحان میں ڈالا جائے وہ اس کے لئے دوزخ کی آگ سے حجاب بن جاتی ہے،،

۱۳۳۷ —— شرح : "مِنْ ھٰذِہِ الْبَنَاتِ،، سے مراد اہلِ فاقہ ہیں یا مطلق بنات کی جنس مراد ہے،، اور "سِتْرًا،، سے مراد جنسِ حجاب ہے جو قلیل وکثیر کو شامل ہے اسی لئے "کُنَّ لَہٗ اَسْتَارًا،، نہیں فرمایا اور "بِشَیْءٍ،، سے بنات کے احوال یا نفس بنات مراد ہیں یعنی جو کوئی لڑکیوں کے احوال سے کسی حال یا لڑکیوں میں سے کسی لڑکی کے سبب آزمائش میں ڈالا جائے،، اس حدیث میں قلیل صدقہ کرنے کی ترغیب دلائی ہے،، اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لڑکیوں پر صدقہ کرنا مستحب ہے اور ان کی پرورش نجات دینے والے اعمال میں سے افضل عمل ہے،، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بہت بڑی سخی تھیں اُنھوں نے ایک قسم کے کفارہ میں چالیس غلام آزاد کئے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہا

باب —— کونسا صدقہ افضل ہے اور تندرست بخیل کا صدقہ،،

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے خرچ کرو اس مال سے جو ہم نے تم کو دیا ہے پہلے اس کے کہ تم میں سے کسی کے پاس موت آئے ۔ الاٰیۃ،،

۱۳۳۸ —— ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی یا رسول اللہ کس صدقہ کا زیادہ ثواب ہے۔ آپ نے فرمایا تو صدقہ کرے حالانکہ تو تندرست بخیل ہے فقر سے ڈرتا ہے۔ مال دار ہونے

حدثنا عمارة بن القعقاع قال حدثنا ابو زرعة قال حدثنا ابو هريرة قال جاء رجل الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال
يا رسول الله اى الصدقة اعظم اجرا قال ان تصدق وانت صحيح شحيح تخشى الفقر وتامل الغنى ولا تمهل حتى اذا بلغت
الحلقوم قلت لفلان كذا ولفلان كذا وقد كان لفلان

باب حدثنا موسى بن اسمعيل قال حدثنا **۱۳۳۹**
ابو عوانة عن فراس عن الشعبي عن مسروق عن عائشة ان بعض ازواج النبي صلى الله عليه وسلم قلن للنبي
صلى الله عليه وسلم اينا اسرع بك لحوقا قال اطولكن يدا فاخذوا قصبة يذرعونها فكانت سودة اطولهن
يدا فعلمنا بعد انما كانت طول يدها الصدقة وكانت اسرعنا لحوقا به صلى الله عليه وسلم وكانت تحب
الصدقة

کی اُمید رکھتا ہے اور اتنا نہ ٹھہر کہ جب جان حلق تک پہنچ جانے کے قریب ہو تو کہے فلاں کے لئے اتنا مال ہے اور
فلاں کے لئے اتنا حالانکہ مال فلاں کا ہوچکا ہے،،

۱۳۳۸ — **شرح** : یعنی وہی صدقہ افضل ہے جبکہ انسان مال کا محتاج ہو، ضروریات زندگی پیش نظر ہوں اور اس کے باوجود وہ
صدقہ کرے اور اس حال تک نوبت نہ پہنچے کہ جان حلقوم کے قریب آجائے تو پھر لوگوں میں مال تقسیم کرنے کی
وصیت کرے کیونکہ یہ ایسا حال ہے کہ اس وقت اس مال سے وارثوں کا حق متعلق ہوجاتا ہے،، ابوسعید رضی اللہ
عنہ کی حدیث ہے کہ آدمی اپنی زندگی میں ایک درہم کا صدقہ کرے تو موت کے وقت ایک سو درہم صدقہ کرنے سے بہتر
ہے علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ بیماری سے مالک کا ہاتھ اس کی بعض ملک
سے قاصر ہوجاتا ہے اور مرض کی حالت میں سخاوت کرنے سے بخل نہیں مٹتا اسی لئے صدقہ کرنے کے لئے تندرست
ہونا اور مالی ضروریات کا پیش نظر ہونا شرط ہے کیونکہ اس وقت لمبی عمر ہونے کے باعث دل میں اقتصادیات
کا خیال ہوتا ہے اور حادثِ فقر کا خوف ہوتا ہے۔ ابوداؤد میں ہے کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی
موت کے وقت غلام آزاد کرتا ہے اس کی مثال اس شخص کی ہے جو سیر ہونے کے بعد ہدیہ وغیرہ دیتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۳۳۹ — **ترجمہ** : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی بعض بیویوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم سے کونسی
بیوی آپ سے جلد ملے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس کا ہاتھ لمبا ہے اُنھوں نے چھڑی کے ساتھ ہاتھ
ناپنے شروع کئے۔ ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ سب سے لمبا تھا۔ ہمیں بعد میں پتہ چلا کہ ہاتھ کی لمبائی سے
مراد صدقہ ہے وہ ہم سب سے پہلے آپ سے ملیں وہ صدقہ سے بہت محبت کرتی تھیں،،

۱۳۳۹ — **شرح** : سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ
عنہا کی وفات کے بعد ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح
کیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا کا
انتقال ہوا حالانکہ واقعہ میں اس طرح نہیں کیونکہ ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا ۵۴ ہجری کو شوال کے مہینہ میں امیر معاویہ

بَابُ صَدَقَةِ الْعَلَانِيَةِ وَقَوْلِهِ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً الْآيَةَ فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ **بَابُ** صَدَقَةِ السِّرِّ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ وَقَوْلِهِ إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ الْآيَةَ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

رضی اللہ عنہ کے عہدِ امارت میں فوت ہوئیں اور سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا بیس ہجری کو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہوئیں،، ابن سعد نے کہا کہ واقدی نے کہا سودہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ حدیث وہم ہے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے سب سے پہلے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا فوت ہوئی تھیں امام مسلم رحمہ اللہ نے عائشہ بنت طلحہ سے روایت کی کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا زینب کا ہاتھ لمبا تھا کیونکہ آپ دستکاری کیا کرتی تھیں اور صدقات وخیرات بکثرت کرتی تھیں۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں،، اس کی تائید حاکم کی مستدرک میں عمرہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ہوتی ہے وہ کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے فرمایا تم میں سے لمبے ہاتھ والی سب سے پہلے مجھے ملے گی ام المؤمنین نے کہا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی ایک بیوی کے گھر میں ہاتھ ناپا کرتی تھیں حتیٰ کہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا وہ ہم سے لمبی نہیں تھیں اس وقت ہم نے جانا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ جو صدقہ زیادہ کرتی ہے وہ سب سے پہلے ملے گی۔ زینب دستکاری کیا کرتی تھیں اور اللہ کے راہ میں بہت خرچ کرتی تھیں حاکم نے کہا یہ حدیث مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے واقعہ مختصر ذکر کیا ہے اور جس حدیث میں ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا تذکرہ ہے اس کا کچھ حصہ ذکر کیا ہے اور اس حدیث میں تمام ضمائر زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی طرف راجع ہیں،، علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ اختلاف اس طرح ختم کرنا بعید معلوم ہوتا ہے اور ترکیبِ عبارت کے مقتضیٰ کے خلاف ہے، علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے کہا کہ ہمیں زینب بنت جحش کی وفات کے بعد معلوم ہوا کہ طولِ ید سے مراد عضو مخصوص نہ تھا بلکہ کثرتِ انفاق مراد تھا اور ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا صدقہ بکثرت کیا کرتی تھیں ممکن ہے کہ بخاری کی روایت میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب زینب کے سوا باقی نساء سے ہو جو اس وقت حاضر تھیں اور ان میں سے سب سے پہلے سودہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئی تھیں اس طرح بخاری اور مسلم کی روایات میں اتفاق ممکن ہے مگر ابن حبان نے روایت کی ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویاں آپ کے پاس جمع ہوئیں اور ان سے کوئی بھی غیر حاضر نہ تھی البتہ بخاری نے اپنی تاریخ میں صحیح اسناد سے روایت کی ہے کہ ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہوئیں اور ذہبی نے تاریخ کبیر میں بھی ذکر کیا ہے کہ وہ سیدنا عمر فاروق کے آخر عہدِ خلافت میں فوت ہوئیں،، اس قول کے مطابق شیخین کی روایات میں اتفاق ممکن ہے واللہ ورسولہ اعلم۔ اس حدیث سے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کی وسعت واضح ہوتی ہے اور یہ

بھی معلوم ہوتا ہے کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا یہ عقیدہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی وفات کی ترتیب جانتے تھے۔ واللہ اعلم!

باب — علانیہ صدقہ کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ "جو رات دن اپنے مال چھپ چھپا کر یا علانیہ خرچ کرتے ہیں ان کے لئے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان کو نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے"۔

باب — پوشیدہ صدقہ کرنا

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے کہا اور کسی مرد نے صدقہ کیا اور اُس کو چھپایا حتیٰ کہ اس کا بایاں ہاتھ نہیں جانتا کہ دائیں ہاتھ نے کیا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اور اگر تم صدقات پوشیدہ کرو اور وہ فقراء کو دو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ قولہ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ الآیۃ تفسیر کشاف میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی جبکہ انھوں نے چالیس ہزار دینار فی سبیل اللہ خرچ کئے ان میں سے دس ہزار پوشیدہ، دس ہزار علانیہ، دس ہزار رات کو اور دس ہزار دن کو خرچ کئے۔ پوشیدہ صدقہ کرنے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکور روایت "باب الصدقۃ بالیمین" میں مذکور حدیث کا کچھ حصہ ہے اس لئے "ورجل الخ" عطف کے ساتھ بطور تعلیق ذکر کیا ہے"، نافلہ صدقہ پوشیدہ کیا جائے تو اس کا ثواب علانیہ صدقہ کرنے کے ثواب سے ستر گنا زیادہ ہوتا ہے اور فرض صدقہ علانیہ کرنا پوشیدہ کرنے سے افضل ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں اس کا پچیس گنا زیادہ ثواب ملتا ہے"، یہی حال تمام اشیاء میں فرائض و نوافل کا ہے"، طبری وغیرہ نے فرض صدقہ میں اعلان کو اخفاء سے افضل کہا اور اس پر اجماع نقل کیا ہے اور نافلہ صدقہ اس کے برعکس ہے قولہ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ" میں اس بات کی دلیل ہے کہ پوشیدہ صدقہ کرنا اس کے اظہار سے افضل ہے کیونکہ اس میں ریاء کا وہم نہیں ہوتا؛ البتہ اگر صدقہ کے اظہار میں مصلحت ہو کہ لوگ اس کی اقتداء کریں گے تو یہ اس حیثیت سے افضل ہے اور آیت کریمہ کی رُو سے اِخفاء افضل ہے"، صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے روز سات اشخاص کو اللہ تعالیٰ کی حمایت حاصل ہوگی اور وہ اس کے عرش کے سایہ تلے ہوں گے ان میں سے ایک پوشیدہ صدقہ کرنے والا ہے"، اس حدیث سے بھی اِخفاء کی افضلیت واضح ہوتی ہے"، واللہ ورسولہ اعلم!

باب اذا تصدق علی غنی وھو لا یعلم

۱۳۴۰ حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب قال حدثنا ابو الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال قال رجل لا تصدقن بصدقۃ فخرج بصدقتہ فوضعھا فی ید سارق فاصبحوا یتحدثون تصدق علی سارق فقال اللھم لک الحمد لاتصدقن بصدقۃ فخرج بصدقتہ فوضعھا فی ید زانیۃ فاصبحوا یتحدثون تصدق اللیلۃ علی زانیۃ فقال اللھم لک الحمد علی زانیۃ لاتصدقن بصدقۃ فخرج بصدقتہ فوضعھا فی ید غنی فاصبحوا یتحدثون تصدق علی غنی فقال اللھم لک الحمد علی سارق وعلی زانیۃ وعلی غنی فاتی فقیل لہ اما صدقتک علی سارق فلعلہ ان یستعف عن سرقتہ واما الزانیۃ فلعلھا ان تستعف عن زناھا واما الغنی فلعلہ یعتبر فینفق مما اعطاہ اللہ عز وجل

باب — جب مال دار پر صدقہ کیا حالانکہ وہ اس کو نہیں جانتا "

۱۳۴۰ — ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص نے کہا میں صدقہ کروں گا وہ صدقہ لے کر نکلا اور اس کو چور کے ہاتھ میں دے دیا صبح کو لوگ باتیں کرنے لگے کہ چور پر صدقہ کیا گیا ۔ اس شخص نے کہا اے اللہ تیری ہی حمد ہے ؛ البتہ میں صدقہ کروں گا اور صدقہ لے کر نکلا تو اسے زانیہ کے ہاتھ میں دے دیا صبح کو لوگ باتیں کرنے لگے کہ آج رات زانیہ پہ صدقہ کیا گیا اس شخص نے کہا اے اللہ تیری ہی حمد ہے البتہ میں صدقہ کروں گا اور صدقہ لے کر نکلا تو غنی کے ہاتھ میں دے دیا صبح کو لوگ باتیں کرنے لگے کہ غنی پر صدقہ کیا گیا" اُس شخص نے کہا اے اللہ چور اور زانیہ اور غنی پہ صدقہ کرنے میں تیری ہی حمد ہے (وہ اس پر غمناک ہُوا) تو خواب میں اُس نے دیکھا کہ اسے کہا گیا چور پہ تیرا صدقہ ہُوا شائد وہ چوری سے باز آجائے اور زانیہ پر صدقہ ہُوا کہ شاید وہ بدکاری سے بچ جائے اور غنی پر صدقہ ہُوا شائد وہ عبرت حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ نے جو اس کو مال دیا ہے اس سے وہ خرچ کرے (بہر حال تیرا صدقہ مقبول ہے)

۱۳۴۰ — شرح : اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی نیک نیت پر اچھی جزا دیتا ہے کہ صدقہ کرنے والے شخص نے جب صدقہ سے اللہ کی رضا کا قصد کیا تو وہ مقبول ہُوا اور غیر مستحق کے ہاتھ میں صدقہ دینا اس کے لئے مضر نہ تھا ،، یہ نفلی صدقہ کا حال ہے اور زکوٰۃ غنی کو دینا جائز نہیں، اس میں متصدق علیہ کے لئے عبرت ہے کہ وہ مذموم حال چھوڑ کر محمود حال اختیار کرے اور چور چوری سے زانی بدکاری سے اور غنی بخل سے باز آئے ۔ اُسس

بَابٌ اِذَا تَصَدَّقَ عَلٰى ابْنِهٖ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ

۱۳۴۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْجُوَيْرِيَةِ اَنَّ مَعْنَ بْنَ يَزِيْدَ حَدَّثَهٗ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاَبِيْ وَجَدِّيْ وَخَطَبَ عَلَيَّ فَاَنْكَحَنِيْ وَخَاصَمْتُ اِلَيْهِ وَكَانَ اَبِيْ يَزِيْدُ اَخْرَجَ دَنَانِيْرَ يَتَصَدَّقُ بِهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَجُلٍ فِي الْمَسْجِدِ فَجِئْتُ فَاَخَذْتُهَا فَاَتَيْتُهٗ بِهَا فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا اِيَّاكَ اَرَدْتُ فَخَاصَمْتُهٗ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَكَ مَا نَوَيْتَ يَا يَزِيْدُ وَلَكَ مَا اَخَذْتَ يَا مَعْنُ

حدیث میں اخلاص اور پوشیدہ صدقہ کرنے کی فضیلت واضح ہوتی ہے،، اگر یہ سوال ہو کہ حمد تو اچھی چیز پر ہوتی ہے اس صدقہ میں حمد کا کیا مقصد ہے اور "لک" کی تقدیم کا کیا فائدہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تقدیم اختصاص کی مفید ہے یعنی بہر حال تیری ہی حمد ہے زانیہ پر صدقہ کرنے میں میری کوئی تعریف نہیں کیونکہ اس پر صدقہ کرنا تیرے ارادہ سے تھا۔ میرا یہ مقصد نہ تھا اور اللہ سبحانہ تعالیٰ کا ہر ارادہ جمیل ہے حتیٰ کہ کفار پر اس کا انعام بھی جمیل ہے"
واللہ ورسولہ اعلم!

باب — جب اپنے بیٹے پر صدقہ کیا حالانکہ وہ اسے جانتا نہیں"

۱۳۴۱ — ترجمہ : ابو الجویریہ نے خبر دی کہ معن بن یزید رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ میں نے اور میرے باپ اور دادا نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اور آپ نے میری منگنی کرائی اور نکاح پڑھایا میں آپ کے پاس جھگڑا لے گیا کہ میرے باپ یزید نے چند دینار نکالے کہ ان کا صدقہ کریں اور وہ مسجد میں کسی شخص کے پاس رکھ دیئے میں آیا اور وہ دینار لئے اور ان کو اپنے والد کے پاس لے آیا میرے والد نے کہا اللہ کی قسم میں نے تجھے دینے کا ارادہ نہ کیا تھا میں یہ جھگڑا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا تو آپ نے فرمایا اے یزید تیرے لئے وہ ہے جس کی تو نے نیت کی اے معن تیرے لئے وہ ہے جو تو نے لے لیا،،

۱۳۴۱ — شرح : یعنی اے یزید تو نے محتاج پر صدقہ کرنے کی نیت کی تھی اور تیرا بیٹا اس کا محتاج ہے اس لئے تیرا صدقہ ادا ہو گیا اور اے معن تو نے یہ صدقہ احتیاجی کی حالت میں لیا ہے اس لئے یہ تیرے لئے جائز ہے،، اس حدیث کی عبارت

۱۳۴۲ بَابُ الصَّدَقَةِ بِالْيَمِينِ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ

قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ إِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ مُعَلَّقٌ قَلْبُهُ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ

میں کچھ حذف ہے دراصل عبارت یہ ہے کہ یزید نے صدقہ کے دینار کسی شخص کے پاس رکھے اور اسے اجازت دی کہ یہ کسی محتاج پر صدقہ کر دے اور کسی کی تعیین کے بغیر اس کو مطلقاً اجازت دے دی میں آیا اور وہ دینار اس شخص سے لئے جس کو صدقہ کرنے کی اجازت دی تھی مگر میں نے یہ اس کے اختیار سے لئے تھے اس سے غصب نہ کئے تھے، کیونکہ وہ شخص ان لوگوں کو صدقہ دیا کرتا تھا جن کو وہ پہچانا کرتا تھا اس نے میرے متعلق یہ گمان کیا کہ وہ مجھے پہچانتا ہے،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلق امور پر عمل بطور اطلاق جائز ہے کیونکہ یزید نے دینار اس شخص کے حوالہ مطلق لفظ سے کئے تھے اور اس کا فعل نافذ العمل ہوا،، اور باپ اور بیٹے کے مابین تحاکم اور بیٹے کی باپ سے خصومت جائز ہے اور یہ عقوق نہیں جبکہ خصومت کسی حق میں ہو،، اس حدیث سے اس بات کی وضاحت ملتی ہے کہ اگر باپ کا صدقہ یا ہبہ وغیرہ بیٹے کو مل جائے تو باپ اس میں رجوع نہیں کر سکتا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مسلک یہی ہے علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صدقہ نافلہ کے سوا جب والد کا صدقہ واجبہ اس کے لڑکے کو دیا جائے تو والد سے وہ ساقط نہ ہوگا اور اس پر اس کا ادا کرنا واجب ہے،، ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ معن کی حدیث کا محمل یہی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بیٹا اپنے باپ کا صدقہ اس شرط پر لے سکتا ہے کہ وہ مقروض ہو یا غازی ہو اور معن کی حدیث کا محمل یہ ہے کہ ان کا لڑکا مقروض یا غازی تھا،، ابن تین رحمہ اللہ نے کہا کہ والد اپنے لڑکے کو صدقہ واجبہ اس شرط پر دے سکتا ہے کہ والد کے سوا کوئی شخص اس کو دے یا وہ اس کے عیال میں نہ رہتا ہو اور اگر وہ اس کے عیال میں رہتا ہو اور وہ اس کو صدقہ دینا چاہے تو امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کے لئے ایسا کرنا مناسب نہیں ورنہ گنہگار ہوگا،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقات میں خصوصاً صدقہ نافلہ میں استخلاف جائز ہے کیونکہ اس میں اخفاء ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب — دائیں ہاتھ سے صدقہ کرنا

۱۳۴۲ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات اشخاص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ تلے رکھے گا جس روز اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا امام عادل، نوجوان جس کی نشو ونما اللہ کی عبادت

حدثنا علی بن الجعد قال اخبرنا شعبة قال اخبرنی معبد بن خالد قال سمعت حارثة بن وهب الخزاعی یقول سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول تصدقوا فسیاتی علیکم زمان یمشی الرجل بصدقتہ فیقول الرجل لو جئت بھا بالامس لقبلتھا منک فاما الیوم فلا حاجة لی فیھا باب من امر خادمہ بالصدقة ولم یناول بنفسہ وقال ابو موسی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھو احد المتصدقین

۱۳۴۳

میں ہوئی، وہ مرد جس کا دل مساجد سے معلق ہو دو مرد جو ایک دوسرے کے ساتھ اللہ کے لئے محبت کرتے ہیں وہ اسی پر اکٹھے ہوتے ہیں اور اسی پر جدا ہوتے ہیں، وہ مرد جس کو منصب والی اور خوبصورت عورت نے (برائی کے لئے) بلایا تو اس نے کہا میں اللہ سے ڈرتا ہوں، وہ مرد جو صدقہ کرے اور اس کو پوشیدہ رکھے حتی کہ اس کا بایاں ہاتھ نہ جانے کہ دایاں ہاتھ کیا خرچ کرتا ہے اور وہ مرد جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھیں آنسو بہائیں"۔

۱۳۴۳ —— ترجمہ: حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ صدقہ کرو عنقریب تم پر ایک زمانہ آنے والا ہے کہ کوئی شخص اپنا صدقہ لئے پھرے گا اور مرد کہے گا اگر تو کل صدقہ لے کر آتا تو میں تجھ سے قبول کر لیتا آج مجھے صدقہ لینے کی حاجت نہیں"۔

۱۳۴۲، ۱۳۴۳ —— شرح: حدیث ۱۳۴۲ کی تقریر و تفہیم حدیث ۔ کی تفہیم میں دیکھیں۔ قولہ "فَسَیَاتِیْ عَلَیْکُمْ زَمَانٌ" یعنی جب قیامت کے اشراط کے ظہور کا وقت ہوگا یا زمین کے خزانوں کے ظہور کا وقت ہوگا لوگوں کی قلت ہوگی اور ان کی امیدیں نہ ہونے کے برابر ہوں گی اور صدقات کی کثرت ہوگی اور ان میں برکت بہت ہوگی اس ارشاد کی مخاطب ساری امت ہے اور مراد بعض لوگ ہیں حدیث ۱۳۳۱ کی تفہیم میں باقی تقریر دیکھیں"۔

باب —— جس نے اپنے خادم کو صدقہ کرنے کو کہا اور خود نہ دیا"

اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ صدقہ دینے والوں میں سے وہ بھی ایک ہے"۔

۱۳۴۴ حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ قال حدثنا جریر عن منصور عن شقیق عن مسروق عن عائشۃ قالت قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا انفقت المرأۃ من طعام بیتہا غیر مفسدۃ کان لہا اجرہا بما انفقت ولزوجہا اجرہ بما کسب وللخازن مثل ذلک لاینقص بعضہم اجر بعض شیئا باب لاصدقۃ الا عن ظہر غنی ومن تصدق وہو محتاج او اہلہ محتاج او علیہ دین فالدین احق ان یقضی من الصدقۃ والعتق والہبۃ وہو رد علیہ لیس لہ ان یتلف اموال الناس وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اخذ اموال الناس یرید اتلافہا اتلفہ اللہ الا ان یکون معروفا بالصبر فیؤثر علی نفسہ ولو کان بہ خصاصۃ کفعل ابی بکر حین تصدق بمالہ وکذلک اثر الانصار المہاجرین ونہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن اضاعۃ المال فلیس لہ ان یضیع اموال الناس بعلۃ الصدقۃ وقال کعب ابن مالک قلت یارسول اللہ ان من توبتی ان انخلع من مالی صدقۃ الی اللہ والی رسولہ قال امسک علیک بعض مالک فہو خیر لک قلت فانی امسک سہمی الذی بخیبر

۱۳۴۴ — ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی عورت اپنے گھر کے طعام سے خیرات کرے۔ اس حال میں کہ فساد کا ارادہ نہ کرے تو اس کو خیرات کرنے کا ثواب حاصل ہوگا اس کے شوہر کو کمائی کرنے کا اجر اور خازن کو اسی قدر اجر ملے گا ان میں سے بعض دوسرے بعض کے اجر کو ذرہ کم نہ کریگا۔

۱۳۴۴ — شرح: خازن امین ہوتا ہے وہ عادتاً مالک کی اجازت کے بغیر مال میں تصرف نہیں کرتا۔ اس لئے وہ مال میں تصرف کرنے میں مامور ہوتا ہے اسی طرح عورت کے لئے بھی جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر مال میں تصرف کرے کیونکہ وہ بھی امینہ ہوتی ہے ،، عادت یہی ہے کہ وہ گھر کی اشیاء میں تصرف شوہر کی اجازت سے کرتی ہے جس سے اس کا شوہر خوش ہوتا ہے ،، اسی لئے "غیر مفسدہ ،، کی قید ذکر فرمائی ہے۔ اشیاء کا فساد تب ہوگا جب کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر تصرف کرے یا اشیاء میں تصرف سے شوہر خوش نہ ہو ،، زوجہ اور خادم میں فرق یہ ہے کہ زوجہ کا شوہر کے مال میں حق ہے وہ گھر کے مال و متاع کی محافظہ ہوتی ہے اس کے لئے جائز ہے کہ وہ بحسب عادت اسراف کے بغیر صدقہ وغیرہ کرے ،، اور خادم اپنے مالک کے مال میں تصرف نہیں کرسکتا اس لئے خادم کے صدقہ کرنے میں اجازت حاصل کرنا شرط ہے ،، واللہ ورسولہ اعلم!

باب — مال داری قائم رکھتے ہوئے ہی صدقہ کرنا جائز ہے ،،

اور جس نے صدقہ کیا حالانکہ وہ خود محتاج ہے یا اس کے گھر والے محتاج ہیں یا اس پر قرضہ ہے تو صدقہ کرنا، غلام آزاد کرنا اور ہبہ کرنے سے قرضہ ادا کرنا زیادہ ضروری ہے اور وہ (صدقہ وغیرہ) اس پر رد کیا جائے گا۔ اس کے یہ لائق نہیں کہ لوگوں کے مال ضائع کرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے لوگوں کے مال لئے اس حال میں کہ ان کو ضائع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو برباد کردے گا مگر جب وہ صبر میں مشہور ہو اور دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتا ہو اگرچہ اس کو احتیاجی ہو جیسے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فعل جبکہ انھوں نے اپنا سارا مال صدقہ کردیا اسی طرح انصار نے مہاجرین کو ترجیح دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ صدقہ کے بہانے لوگوں کے مال ضائع کرے اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری توبہ کا اتمام یہ ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کرکے دست بردار ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا کچھ مال روک رکھو یہ تیرے لئے اچھا رہے گا میں نے عرض کیا میں اپنا وہ حصہ روک رکھتا ہوں جو خیبر میں ہے "

باب تحسین کلام کے لئے لفظ "ظھر" کو زائد ذکر کیا گیا ہے اور "لا صدقۃ" میں نفی کمال کی ہے یعنی صدقہ کاملہ مال داری قائم رکھتے ہوئے ہی جائز ہے "، علامہ خطابی رحمہ اللہ نے کہا یعنی افضل صدقہ وہ ہے جسے انسان بال بچوں کی کفائت کے بعد نکالے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " وابدء بمن تعول

قولہٗ من تصدق الخ " یہ "لا صدقۃ الا عن ظھر غنی " کی تفسیر ہے یعنی صدقہ کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ خود محتاج نہ ہو اور نہ ہی اس کے گھر والے محتاج ہوں اور اس پر قرض وغیرہ نہ ہو کیونکہ جب اس پر قرضہ ہوگا تو اس کا ادا کرنا واجب ہے اور صدقات وخیرات، غلام آزاد کرنے اور ہبہ وغیرہ کرنے سے زیادہ ضروری ہے جبکہ فرائض کی ادائیگی نوافل سے مقدم ہے اگر قرضہ ادا کئے بغیر صدقات وغیرہ کرے تو مقبول نہ ہوں گے اور اس طرح اس کے لئے لوگوں کے مال ضائع کرنے جائز نہیں "، اور جس نے قرض لے کر صدقہ کردیا اور قرض ادا کرنے کے لئے اس کے پاس مال نہیں تو وہ بھی مذکورہ وعید میں شامل ہے اور " رد علیہ " کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اس پر قاضی نے حجر نہ کیا ہو کیونکہ علماء کہتے ہیں کہ یہ منع حجر کے بعد ہے اور امام بخاری کے اطلاق کا محمل بھی یہی مناسب ہے۔ قولہٗ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ " یہ بھی باب کا عنوان ہے اس میں چار حدیثیں معلقہ ذکر کی ہیں۔ قولہٗ الا ان یکون الخ یہ من تصدق الخ سے مستثنیٰ ہے یعنی جس نے اپنا سارا مال صدقہ کردیا اور وہ خود تندرست ہے اس کی عقل قائم ہے اس پر قرض نہیں اور فاقہ وغیرہ برداشت کرسکتا ہے اس کے بال بچے اور عیال داری نہیں یا اس کا عیال ہے مگر وہ بھی اس جیسے صابر ہیں تو اس کے لئے یہ جائز ہے ورنہ مکروہ ہے بلکہ مردود ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سارا مال صدقہ کردینا اسی پر مبنی ہے کہ وہ صابر تھے اور ان کا عیال بھی سب صابر تھے! اگر یہ سوال ہو کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں صرف کردیا اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا مال خرچ کرنے سے منع فرمادیا اس میں کیا حکمت تھی اس کا جواب یہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بہت صابر اور متوکل تھے اس لئے

۱۳۴۵ — **حدثنا** عبدان قال اخبرنا عبد الله عن یونس عن الزهری قال اخبرنی سعید بن المسیب انه سمع ابا هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال خیر الصدقة ما کان عن ظهر غنی وابدأ بمن تعول

۱۳۴۶ — **حدثنا** موسی بن اسماعیل قال حدثنا وهیب قال حدثنا هشام عن ابیه عن حکیم بن حزام عن النبی صلی الله علیه وسلم قال الید العلیا خیر من الید السفلی وابدأ بمن تعول وخیر الصدقة ما کان عن ظهر غنی ومن یستعفف یعفه الله ومن یستغن یغنه الله وعن وهیب قال حدثنا هشام عن ابیه عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم بهذا

ان کو سارا مال خرچ کرنے سے منع نہ فرمایا اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ میں یہ قوت نہ تھی اس لئے ان کو روک دیا۔ واللہ و رسولہ اعلم!

۱۳۴۵ — ترجمہ : زُہری نے کہا مجھے سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ اُنھوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سُنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہتر صدقہ وہ ہے جو صدقہ کرنے کے بعد مال داری قائم رہے اور ان لوگوں سے صدقہ کی ابتداء کر جن کی تو عیالداری کرتا ہے۔

۱۳۴۶ — ترجمہ : حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور صدقہ کی ابتداء ان لوگوں سے کر جن کی تو عیال داری کرتا ہے اور بہتر صدقہ وہ ہے جس کے بعد مال داری قائم رہے اور جو کوئی لوگوں سے سوال کرنے سے بچنا چاہے اس کو اللہ تعالیٰ بچاتا ہے اور حضرت وُہیب سے روایت ہے اُنھوں نے کہا مجھ سے ہشام نے اپنے باپ سے بیان کیا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کی روایت کی ہے "۔

۱۳۴۵، ۱۳۴۶ — شرح : اوپر والا ہاتھ صدقہ کرنے والا اور نیچے والا ہاتھ سوال کرنے والا ہے "۔ احادیث میں اس کی تصریح مذکور ہے۔ **قولہٗ من یستعف** الخ استعفاف کا معنی عفت کا طلب کرنا ہے اور یہ حرام سے رکنا اور لوگوں سے سوال کرنے سے بچنا ہے "، یعنی جو کوئی اللہ سے غنیٰ طلب کرے۔ اللہ اس کو غنی کر دیتا ہے، اور جو کوئی سوال سے بچنا چاہے اللہ اس کو عفاف عطا فرماتا ہے بعض علماء نے اس کا معنیٰ یہ بتایا ہے کہ جو کوئی اپنے نفس کو سوال کرنے سے بچائے اور استغناء کا اظہار نہ کرے اللہ تعالیٰ اس کو عفیف کر دیتا ہے اور جو کوئی اس مرتبہ سے اعلیٰ مرتبہ کی طرف ترقی کرے اور مخلوق سے استغناء کا اظہار کرے اللہ تعالیٰ اس کا قلب غنیٰ سے بھر دیتا ہے۔

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ اسدی مکی ہیں وہ جوفِ کعبہ میں پیدا ہوئے ساٹھ برس کفر میں رہے اور ساٹھ سال اسلام کی نعمت میں متنعم رہے اُنھوں نے ایک سو غلام آزاد کئے اور جاہلیت کے زمانہ میں ایک سو اونٹ غریبوں کو دیئے اور اس کی برکت سے مشرف باسلام ہوئے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد حج کیا

حدثنا ابو النعمان قال حدثنا حماد بن زيد عن ايوب عن نافع عن ابن عمر قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم ح وحدثنا عبد الله بن مسلمة عن مالك عن نافع عن عبد الله بن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال وهو على المنبر وذكر الصدقة والتعفف والمسئلة اليد العليا خير من اليد السفلى فاليد العليا هي المنفقة والسفلى هي السائلة۔ **باب** المنان بما اعطى لقوله عز وجل الذين ينفقون اموالهم في سبيل الله ثم لا يتبعون ما انفقوا منا ولا اذى الآية

جبکہ ان کے ساتھ ایک سَو اونٹ تھا اور عرفہ میں ان کے ساتھ ایک سَو غلام تھا جن کی گردنوں میں چاندی کے پٹے تھے اور ان میں یہ نقش کیا گیا تھا کہ یہ حکیم بن حزام کی طرف سے اللہ کے لئے آزاد ہیں اُنھوں نے ایک سَو بکری حرم میں ذبح کی اُنھوں نے مدینہ منورہ (شرّفہا اللہ تعالیٰ) میں ۵۶ ہجری کو وفات پائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ!

۱۳۴۷ — ترجمہ

: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جبکہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے اور صدقہ، تعفُّف اور سوال کرنے کا ذکر فرمایا کہ اُوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے اور نیچے والا ہاتھ سوال کرنے والا ہے،،

۱۳۴۷ — شرح

: یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلّم منبر شریف پر اغنیاء کو صدقہ کرنے اور فقیر کو سوال کرنے سے بچنے کی ترغیب دلاتے تھے اور سوال کی مذمّت بیان فرماتے تھے،، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت کے بغیر سوال کرنا مکروہ ہے اور جس کے پاس ایک دن کا کھانا ہو اس کے لئے سوال کرنا حرام ہے۔

حدیث شریف میں اوپر والے ہاتھ سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ پکڑنے والا ہو اور نیچے والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہو کیونکہ سخی لوگوں کی عادت ہے کہ وہ ہاتھ لمبا کرتے ہیں تاکہ فقیر اس سے صدقہ لے تو صدقہ لینے والے کا ہاتھ اُوپر ہُوا۔ اس وقت معنی یہ ہوگا کہ مالک فقیر کو دنیاوی فائدہ دیتا ہے جو جلدی فنا ہو جاتا ہے اور فقیر مالک کو آخروی فائدہ دیتا ہے جو ہمیشہ باقی رہتا ہے اور یہ بہتر ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب — اس شئ پر احسان جتلانے والا جو اُس نے دی —،،

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،، جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر اپنے خرچ کئے پر احسان نہیں جتلاتے اور نہ تکلیف دیتے ہیں۔

۱۳۴۸ بَابُ مَنْ اَحَبَّ تَعْجِيلَ الصَّدَقَةِ مِنْ يَوْمِهَا حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اَنَّ عُقْبَةَ بْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَهٗ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَاَسْرَعَ ثُمَّ دَخَلَ الْبَيْتَ فَلَمْ يَلْبَثْ اَنْ خَرَجَ فَقُلْتُ اَوْ قِيْلَ لَهٗ فَقَالَ كُنْتُ خَلَّفْتُ فِي الْبَيْتِ تِبْرًا مِّنَ الصَّدَقَةِ فَكَرِهْتُ اَنْ اُبَيِّتَهٗ فَقَسَمْتُهٗ

۱۳۴۹ بَابُ التَّحْرِيْضِ عَلَى الصَّدَقَةِ وَالشَّفَاعَةِ فِيْهَا حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَدِيٌّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عِيْدٍ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلُ وَلَا بَعْدُ ثُمَّ مَالَ عَلَى النِّسَاءِ وَبِلَالٌ مَّعَهٗ فَوَعَظَهُنَّ وَاَمَرَهُنَّ اَنْ يَّتَصَدَّقْنَ فَجَعَلَتِ الْمَرْاَةُ تُلْقِي الْقُلْبَ وَالْخُرْصَ

باب ــــ جس نے صدقہ کے دن صدقہ جلدی دینا پسند کیا،،

۱۳۴۸ ــــ ترجمہ: عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی اور بہت جلدی فرمائی پھر گھر تشریف لے گئے اور زیادہ نہ ٹھہرے اور باہر تشریف لے آئے میں نے عرض کیا یا آپ سے عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا میں گھر میں صدقہ کے مال سے! خالص سونا چھوڑ آیا تھا مجھے یہ پسند نہیں کہ میں اسے رات گھر رکھوں۔ میں نے اس کو تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے۔

۱۳۴۸ ــــ شرح: تبر،، وہ سونا ہے جو مٹی سے جُدا نہ کیا گیا ہو اور وہ غیر مضروب ہو حدیث ۱۱۵۱ کی تفہیم میں اس کی تفصیل مذکور ہے،،

باب ــــ صدقہ کرنے کی رغبت دلانا اور اس میں شفاعت کرنا،،

۱۳۴۹ ــــ ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید کے روز باہر نکلے اور دو رکعت نماز پڑھائی جبکہ اس سے پہلے اور اس کے بعد نماز نہ پڑھی پھر آپ نے عورتوں کی طرف توجہ فرمائی اور حضرت بلال آپ کے ساتھ تھے اور عورتوں کو حکم فرمایا کہ وہ صدقہ کریں تو عورتوں نے اپنی اپنی بالیاں اور کنگن پھینکنے شروع کئے،، یہ حدیث باب الخطبۃ بعد الصلوٰۃ میں گزری ہے اس کی تقریر حدیث ـــ کی تفہیم میں دیکھیں،،

حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِیْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بُرْدَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ اَبِیْ مُوْسٰی عَنْ اَبِیْهِ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَاءَهُ السَّائِلُ اَوْ طُلِبَتْ اِلَیْهِ حَاجَةٌ قَالَ اشْفَعُوْا تُؤْجَرُوْا وَیَقْضِی اللّٰهُ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّهٖ مَا شَاءَ **حَدَّثَنَا** صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ اَسْمَاءَ قَالَتْ قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُوْکِیْ فَیُوْکٰی عَلَیْکِ **حَدَّثَنِیْ** عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ عَنْ عَبْدَةَ وَقَالَ لَا تُحْصِیْ فَیُحْصِیَ اللّٰهُ عَلَیْکِ

۱۳۵۰ — ترجمہ : ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی سائل آتا یا آپ سے کوئی حاجت طلب کی جاتی تو فرماتے شفاعت کرو تمہیں اجر دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان شریف پر جو چاہے فیصلہ کرتا ہے۔

۱۳۵۱ — ترجمہ : اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقات وخیرات نہ روکو ورنہ تم سے روک لیا جائے گا ۔"

۱۳۵۲ — ترجمہ : اور عبدہ سے روائت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نے فرمایا مال باقی رکھنے کے لئے شمار نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر شمار کرے گا "

۱۳۵۰ — شرح : یعنی تم ایک دوسرے کی شفاعت کرو اس میں تمہیں ثواب حاصل ہوتا ہے کیونکہ جب تم طالبِ حاجت کے حق میں مجھ سے شفاعت کروگے اور ہم اس کی حاجت پوری کردیں جبکہ طالب کی حاجت کی تحصیل کا فیصلہ اللہ تعالیٰ میری زبان شریف پر کرتا ہے تو اس سے سائل کا مقصد حاصل ہوجاتا ہے اور تمہیں اجر ملتا ہے" اس حدیث میں یَقْضِی اللّٰهُ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ" کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بے نیازی سے جو بھی فیصلہ فرماتا ہے وہ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان شریف پر جاری کرتا ہے اور جو فیصلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان شریف پر جاری نہ ہو وہ اللہ کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ سیدی محقق بن محقق اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کا ترجمہ اس طرح کیا ؎ جو وہاں ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں"

بہر حال کسی کی حاجت کی تکمیل میں سعی کرنے والے ماجور ہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے جب تک وہ اپنے بھائیوں کے مددگار رہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۱۳۵۱ — شرح : قولہٗ لا توکی آہ یہ اوکی یوکی سے ہے کہا جاتا ہے اس نے مشکیزہ کا منہ تسمہ سے باندھا اس کا معنیٰ بخل ہے یعنی تو بخل نہ کر اور مال جمع کرنے کے لئے خیرات کو نہ روک اور صدقات سے مال ختم ہوجانے کی فکر نہ کر ورنہ اللہ تعالیٰ تجھ سے اپنا رزق روک لے گا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقات وخیرات سے مال بڑھتا ہے اور اس میں برکت ہے"

۱۳۵۳ باب الصدقة فيما استطاع حدثنا ابو عاصم عن ابن جريج ح وحدثني محمد بن عبد الرحيم عن حجاج بن محمد عن ابن جريج قال اخبرني ابن ابي مليكة عن عباد بن عبد الله بن الزبير اخبره عن اسماء بنت ابي بكر انها جاءت النبي صلى الله عليه وسلم فقال لا توعي فيوعي الله عليك ارضخي ما استطعت

۱۳۵۴ باب الصدقة تكفر الخطيئة حدثنا قتيبة قال حدثنا جرير عن الاعمش عن ابي وائل عن حذيفة قال قال عمر بن الخطاب ايكم يحفظ حديث رسول الله

۱۳۵۲ — شرح : .... قولہ لا تحصی آہ یہ احصاء سے ہے اس کا معنی شمار کرنا ہے " یعنی جو شئی تو عطیہ کرے اس کا شمار نہ کر اور اس کو زیادہ نہ سمجھ ورنہ اس سے مال منقطع ہوگا ۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے خیرات کی اور اس کا شمار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شمار کرنے سے منع فرما دیا صلی اللہ علیہ وسلم !

باب — جتنی طاقت ہو اتنا صدقہ کرنا ،،

۱۳۵۳ — ترجمہ : عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم نے اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا سے خبر دی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مال کو محفوظ نہ کرو ورنہ اللہ تم سے محفوظ کرے گا جتنی طاقت ہو خیرات کرو ،،

۱۳۵۳ — شرح : قولہ لا توعی آہ یہ ایعاء سے ہے جب کوئی شئی برتن میں ڈال دی جائے تو کہا جاتا ہے " اَوْعَیْتُ الزَّادَ ،، اللہ تعالیٰ سے ایعاء کا معنی امساک ہے یعنی اگر تم خیرات نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے رزق روک لے گا ، ایعاء اگرچہ حرام نہیں مگر اس کا لازم جو امساک ہے حرام ہے نہی تحریم کے لئے نہیں ۔ لہٰذا یہ سوال نہ ہوگا کہ ایعاء تو حرام نہیں اس سے منع کی وجہ کیا ہے ؟ اور اللہ تعالیٰ کی طرف وعی ،، کا اسناد مجازی ہے — علامہ تیمی رحمہ اللہ نے کہا ۔ نہی سے مراد امساک اور بخل اور مال کو برتنوں میں محفوظ کر لینا اور اس سے اللہ کی راہ میں انفاق کا ترک کرنا ہے ،،

باب — صدقہ گناہوں کا کفارہ کرتا ہے

۱۳۵۴ — ترجمہ : حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا تم میں سے کون ہے جس کو جناب رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْفِتْنَةِ قَالَ قُلْتُ أَنَا أَحْفَظُهُ كَمَا قَالَ قَالَ إِنَّكَ عَلَيْهِ لَجَرِيءٌ فَكَيْفَ قَالَ قُلْتُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْمَعْرُوفُ قَالَ سُلَيْمَانُ قَدْ كَانَ يَقُولُ الصَّلٰوةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ لَيْسَ هٰذِهِ أُرِيدُ وَلٰكِنِّي أُرِيدُ الَّتِي تَمُوجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ قَالَ قُلْتُ لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ بَأْسٌ بَيْنَهَا وَبَيْنَكَ بَابٌ مُغْلَقٌ قَالَ فَيُكْسَرُ الْبَابُ أَمْ يُفْتَحُ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ يُكْسَرُ قَالَ فَإِنَّهُ إِذَا كُسِرَ لَمْ يُغْلَقْ أَبَدًا قَالَ قُلْتُ أَجَلْ فَهِبْنَا أَنْ نَسْأَلَهُ مَنِ الْبَابُ فَقُلْنَا لِمَسْرُوقٍ سَلْهُ قَالَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ عُمَرُ قَالَ فَقُلْنَا أَفَعَلِمَ عُمَرُ مَنْ تَعْنِي قَالَ نَعَمْ كَمَا أَنَّ دُونَ غَدٍ لَيْلَةً وَذٰلِكَ أَنِّي حَدَّثْتُهُ حَدِيثًا لَيْسَ بِالْأَغَالِيطِ **بَابُ** مَنْ تَصَدَّقَ فِي الشِّرْكِ ثُمَّ أَسْلَمَ

صلی اللہ علیہ وسلم کی فتنہ کے بارے میں حدیث یاد ہو،، حذیفہ نے کہا مجھے فتنہ کے بارے میں حدیث یاد ہے جس طرح آپ نے فرمایا تھا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا تم اس پہ جرأت مند ہو بتاؤ وہ حدیث کیسی ہے۔ حذیفہ نے کہا میں نے کہا مرد کی بیوی، اولاد اور اس کے ہمسایہ میں فتنہ ہوتا ہے اور نماز، صدقہ، اچھی بات اس کے لئے کفارہ ہے۔ سلیمان نے کہا کبھی اس طرح کہتے کہ نماز صدقہ اچھی بات اور بُرائی سے منع کرنا اس کے لئے کفارہ ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا میری یہ مراد نہیں میری مراد تو یہ ہے کہ وہ فتنہ جو سمندر کی لہروں کی طرح موجزن ہو۔ حذیفہ نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ کو اس سے کوئی ڈر نہیں آپ کے اور اس کے درمیان بند دروازہ ہے۔ عمر فاروق نے کہا وہ دروازہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا حذیفہ نے کہا میں نے کہا کھولا نہیں جائے گا بلکہ توڑا جائے گا عمر فاروق نے کہا جب وہ دروازہ توڑا گیا تو کبھی بند نہ ہو گا۔ حذیفہ نے کہا میں نے کہا جی ہاں! ابو وائل نے کہا ہم ڈرے کہ حذیفہ سے پوچھیں کہ دروازہ کون ہے؟ اس لئے ہم نے مسروق سے کہا کہ تم پوچھو مسروق نے حذیفہ سے پوچھا تو انھوں نے کہا دروازہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہے۔ ابو وائل نے کہا ہم نے کہا کیا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ آپ کی مراد کیا ہے؟ حذیفہ نے کہا جی ہاں جس طرح کل سے پہلے رات کو جانتے ہیں کیونکہ میں نے عمر فاروق کو ایسی حدیث کی خبر دی ہے جس میں ذرہ بھر شک وشبہ نہیں۔

۱۳۵۴ — شرح : ابو وائل شقیق کی کنیت ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں فتنوں کے بارے میں عموماً سوال کرتے رہتے تھے اس لئے کہا کہ تم اس میں دلیر ہو،، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کسر باب سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قتل کی طرف اشارہ کیا جسے عمر فاروق روز روشن کی طرح جانتے تھے اور انھوں نے "لم یغلق،، سے یہ اشارہ کیا کہ جب وہ قتل ہو جائیں گے تو فتنے کثرت سے شروع ہو جائیں گے اور قیامت تک نہ رکیں گے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب قتل ہو گئے تو فتنوں کا بازار گرم ہو گیا جو قیامت تک ٹھنڈا نہ ہو گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عمر فاروق جانتے تھے کہ وہ شہید ہوں گے اور ان کے بعد قیامت تک فتنے جاری رہیں گے،، اس حدیث کی مزید تفہیم مواقیتِ صلوٰۃ کے اوائل میں حدیث ۵۰۴ کی تفہیم دیکھیں۔

باب — جس نے شرک کے زمانہ میں

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ أَشْيَاءَ كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَدَقَةٍ أَوْ عَتَاقَةٍ وَصِلَةِ رَحِمٍ فَهَلْ فِيهَا مِنْ أَجْرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ مِنْ خَيْرٍ

صدقہ کیا پھر وہ مسلمان ہو گیا ،،

۱۳۵۵ — ترجمہ : حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ! آپ ان اشیاء کے متعلق ارشاد فرمائیں جو میں جاہلیت کے زمانہ میں صدقات وخیرات ، غلام آزاد اور صلۂ رحمی کیا کرتا تھا کیا مجھے ان کا ثواب ہوگا نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھ سے جو پہلے نیک کام ہوئے ہیں ان کی برکت سے تو مسلمان ہوا ہے ،،

۱۳۵۵ — شرح : قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ جو تجھ سے جاہلیت کے زمانہ میں نیک عمل ہوئے ہیں ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تجھے ہدایت دی ہے ،، کیونکہ ابتدائی زمانہ میں نیکی کرنا آخری زمانہ میں سعادت اور حسنِ عاقبت کی دلیل ہے۔ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر محققین نے کہا یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے کہ کافر جب مسلمان ہو جائے اور اسلام پر اس کی موت ہو تو کفر کی حالت میں کئے ہوئے نیک اعمال کا اس کو ثواب ملتا ہے ،، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کافر جب مسلمان ہو جائے اور اس کا اسلام اچھا ہو تو جو اس نے پہلے نیکی کی ہوئی ہو لکھی جاتی ہے اور اس کا پہلا ہر گناہ مٹا دیا جاتا ہے اس کے بعد جو نیک عمل کرے اس کا ثواب سات سو گنا لکھا جاتا ہے اور گناہ صرف وہی لکھا جاتا ہے جو اس نے کیا ہو اور اگر اللہ تعالیٰ مہربانی کرے اور اس سے درگزر کر دے تو علیحدہ بات ہے ،، مہلّب نے کہا اگر حکیم بن حزام کفر کی حالت میں فوت ہو جاتے تو ان کے عذاب میں تخفیف کی جاتی جیسے ابو طالب کے عذاب میں تخفیف کی گئی ہے۔ یہ ان دونوں کی خصوصیت ہے کسی دوسرے کو ان پر قیاس نہیں کر سکتے ہیں ،، علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ایک روایت میں اس طرح ہے کہ کافر کی نیکیاں معتبر ہیں جبکہ اس کا خاتمہ اسلام پر ہو اور اگر کفر پر ہی مر جائے تو بے کار ہیں۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا جب کافر مسلمان ہو جائے اور اس کا اسلام نفاق سے خالی ہو تو اس کے پہلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ علامہ حربی رحمہ اللہ نے کہا حکیم بن حزام کی حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ جو نیک کام تو نے کئے ہیں وہ تیرے لئے مفید ہیں واللہ تعالیٰ اعلم ! امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا دنیاوی احکام میں کافروں کے بعض افعال معتبر ہیں۔ فقہا کہتے ہیں جب کافر پر کفارہ ظہار وغیرہ واجب ہو اور وہ کفر کی حالت میں اس کا کفارہ ادا کر دے پھر جب وہ مسلمان ہو جائے تو اس کفارہ کا اعادہ واجب نہیں۔ احناف کے نزدیک احکام شرع میں کفار مخاطب نہیں اور نہ ہی کافر کی نیت کا اعتبار ہے ،، البتہ وہ ایمان لانے کے بعد احکام میں مخاطب ہیں۔ واللہ اعلم !

باب اجر الخادم اذا تصدق بامر صاحبه غير مفسد

١٣٥٦ حدثنا قتيبة بن سعيد قال حدثنا جرير عن الاعمش عن ابي وائل عن مسروق عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا تصدقت المرأة من طعام زوجها غير مفسدة كان لها اجرها ولزوجها بما كسب وللخازن مثل ذلك

١٣٥٧ حدثني محمد بن العلاء قال حدثنا ابو اسامة عن بريد بن عبد الله عن ابي بردة عن ابي موسى عن النبي صلى الله عليه وسلم قال الخازن المسلم الامين الذي ينفذ وربما قال يعطي ما امر به كاملا موفرا طيب به نفسه فيدفعه الى الذي امر له به احد المتصدقين

باب — خادم جب اپنے مالک کے حکم سے صدقہ کرے تو اس کا ثواب جبکہ مال تباہ نہ کرے"

١٣٥٦ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عورت اپنے شوہر کے طعام سے صدقہ کرے جبکہ گھر خراب کرنے کی نیت نہ ہو اس کو صدقہ کرنے کا ثواب اور اس کے شوہر کو کمائی کرنے کے باعث ثواب ملتا ہے اور خازن کو بھی اس جیسا ثواب ملے گا۔

١٣٥٧ — ترجمہ : ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خازن مسلمان امانت دار جو اپنے مالک کا حکم نافذ کرے اور کبھی یہ بھی فرمایا کہ جس قدر اس کو حکم دیا جائے وہ پورا دے جبکہ اس سے اس کا نفس خوش ہو اور جس کو صدقہ دینے کا حکم کیا گیا ہو وہ اس کو دے دے تو وہ بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے،،

١٣٥٦ — شرح : لفظ خادم عورت کو بھی شامل ہے کیونکہ وہ شوہر کی خدمت کرتی ہے ؛ لہذا حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے اور یہ نہ کہا جائے کہ باب کا ترجمہ " اجر الخادم الخ" ہے اور حدیث میں خادم کا ذکر نہیں ،، حدیث ١٣٤٤ کی تفہیم میں اس حدیث کی تقریر مذکور ہے۔

١٣٥٧ — شرح : اس حدیث میں کئی قیود ہیں اول یہ کہ صدقہ کرنے والا خازن ہو کیونکہ اگر خازن نہ ہو تو اس کے لئے غیر کے مال میں سے صدقہ کرنا جائز نہیں دوسری یہ کہ وہ مسلمان ہو کیونکہ کافر کی نیت کا اعتبار نہیں تیسری یہ کہ امین ہو کیونکہ خائن گنہگار ہے چوتھی یہ کہ منفذ ہو یعنی جس قدر کا حکم دیا جائے اسے پورا کرے پانچویں یہ کہ وہ خوشی سے صدقہ دے تاکہ نیت کے معدوم ہونے سے اجر ضائع نہ ہو جائے۔ چھٹی یہ کہ مالک جس پر صدقہ کرنے کا حکم دے اسی کو صدقہ دے ورنہ امین نہ رہے گا۔ حصول ثواب کے لئے یہ قیود شرط ہیں۔

باب اجر المرأة اذا تصدقت واطعمت من بيت زوجها غير مفسدة حدثنا

۱۳۵۸ ادم قال اخبرنا شعبة قال حدثنا منصور والاعمش عن ابی وائل عن مسروق عن عائشة رضی اللہ عنہا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم تعنی اذا تصدقت المرأة من بیت زوجها ح وحدثنی عمر بن حفص قال حدثنا ابی قال حدثنا الاعمش عن شقیق عن مسروق عن عائشة قالت قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اطعمت المرأة من بیت زوجها غیر مفسدة لها اجرها وله مثله وللخازن مثل ذلك له بما اکتسب ولها بما انفقت حدثنا یحیی بن یحیی قال

۱۳۵۹ حدثنا جریر عن منصور عن شقیق عن مسروق عن عائشة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا انفقت المرأة من طعام بیتها غیر مفسدة فلها اجرها وللزوج بما اکتسب وللخازن مثل ذلك باب قول اللہ عزوجل فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی فسنیسره للیسری واما من بخل واستغنی الآیة اللهم اعط منفق مال خلفا

باب — عورت کو ثواب جبکہ وہ صدقہ کرے یا اپنے شوہر کے گھر سے طعام کھلائے اس حال میں کہ وہ گھر کی تباہی نہ کرے ‘‘

۱۳۵۸ — ترجمہ ...... ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی کہ آپ نے فرمایا جب عورت اپنے شوہر کے گھر سے طعام کھلائے جبکہ وہ گھر کی تباہی نہ کرے تو اس کو اجر ملے گا اور اس شخص کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا اور خازن کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا۔ مرد کو کمائی کرنے کا اور عورت کو خرچ کرنے کا ثواب ملے گا ‘‘

۱۳۵۹ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی کہ آپ نے فرمایا جب عورت اپنے شوہر کے گھر سے خرچ کرے حالانکہ گھر کی تباہی کا ارادہ نہ کرتی ہو تو اس کو اجر ملے گا اور اس کے شوہر کو کمائی کرنے کا اجر ملے گا اور خازن کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا ‘‘ ان دونوں حدیثوں کی تفہیم ذکر ہو چکی ہے ‘‘

باب — تو وہ جس نے دیا اور پرہیزگاری کی اور سب سے اچھی کو سچ مانا تو بہت جلد ہم اسے آسانی مہیا کر دیں گے ‘‘

حدثنا اسماعیل قال حدثنی اخی عن سلیمان عن معاویۃ بن ابی مزرد عن ابی الحباب عن ابی هریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مامن یوم یصبح العباد فیہ الا ملکان ینزلان فیقول احدھما اللھم اعط منفقا خلفا ویقول الاخر اللھم اعط ممسکا تلفا باب مثل المتصدق والبخیل حدثنا موسی قال حدثنا وھیب قال حدثنا ابن طاؤس عن ابیہ عن ابی ھریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل البخیل والمتصدق کمثل رجلین علیھما جبتان من حدید ح وحدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب قال اخبرنا ابو الزناد ان عبد الرحمن حدثہ انہ سمع اباھریرۃ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول مثل البخیل والمنفق کمثل رجلین علیھما جبتان من حدید من ثدیھما الی تراقیھما فاما المنفق فلا ینفق الا سبغت او وفرت علی جلدہ حتی تخفی بنانہ وتعفو اثرہ واما البخیل فلا یرید ان ینفق شیئا الا لزقت کل حلقۃ مکانھا فھو یوسعھا

۱۳۶۰ — ۱۳۶۱

اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہ بنا اور سب سے اچھی کو جھٹلایا

تو بہت جلد ہم اسے دشواری مہیا کر دیں گے۔"

۱۳۶۰ — ...... ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی دن نہیں جس میں لوگ صبح کریں مگر آسمان سے دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! بخیل کو تلف دے"۔

۱۳۶۰ — شرح : اس آیت کریمہ میں اچھے کاموں میں خرچ کرنے کی ترغیب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ خرچ کرنے والے کو دنیا میں اس کا بدل دیتا ہے اور آخرت میں ثواب جزیل عطا فرماتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے "وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَھُوَ یُخْلِفُہٗ" اور جو بخل کرے اور انواع بر میں خرچ نہ کرے اس کے لئے زجر و تہدید بیان فرمائی"۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بخیل اپنے مال کی تباہی کا مستحق ہے جبکہ وہ واجبات کی ادائیگی میں بخل کرے۔ مستحباب کے انفاق سے بخل کرنے میں وہ اس زجر کا مستوجب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

باب — صدقہ دینے والے اور بخیل کی مثال

۱۳۶۱ — ترجمہ : ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخیل اور صدقہ کرنے والے

فَلَا تَتَّسِعُ تَابَعَهُ الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ فِي الْجُبَّتَيْنِ وَقَالَ حَنْظَلَةُ عَنْ طَاوُسٍ جُنَّتَانِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرٌ عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُنَّتَانِ

ح عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال ان دو آدمیوں جیسی ہے جن پہ لوہے کے دو کرتے ہیں ان کی چھاتیوں سے ہنسلیوں تک ہیں۔ بہرحال خرچ کرنے والا خرچ نہیں کرتا مگر اس کا کرتہ کھل جاتا ہے یا اس کے جسم پہ پھیل جاتا ہے حتیٰ کہ اس کی انگلیوں کو چھپا لیتا ہے اور اس کا نشان مٹا دیتا ہے اور بخیل کوئی شی خرچ کرنے کا ارادہ نہیں کرتا مگر اس کا ہر حلقہ اپنی جگہ چمٹ جاتا ہے وہ اسے کشادہ کرتا ہے مگر وہ کشادہ نہیں ہوتی۔ حسن بن مسلم نے جبتین میں طاؤس سے روایت کرنے میں ابن طاؤس کی متابعت کی، لیث نے کہا مجھے جعفر بن ربیعہ نے عبدالرحمن اعرج بن ہرمز سے خبر دی کہ اُنھوں نے کہا میں نے ابوہریرہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے سُنا کہ آپ نے جنتان فرمایا ہے۔"

۱۳۶۱ — شرح

: علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سخی اور بخیل کی مثال بیان فرمائی اور ان کو دو آدمیوں سے تشبیہ دی جن میں سے ہر ایک نے زِرہ پہننے کا ارادہ کیا،، اور سخی کی مثال اس شخص جیسی بیان فرمائی جس نے پُوری زرہ پہنی وہ اس کے جسم پر پھیلتی رہی حتیٰ کہ اس کے سارے بدن کو چھپا لیا اور اس کو زرہ نے محفوظ کر لیا اور بخیل کی مثال اس آدمی جیسی بیان فرمائی جس کے دونوں ہاتھ طوق بنے ہوئے ہیں جو اس کے سینے کے سامنے اُبھرے ہوئے ہیں جب وہ زرہ پہننے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ درمیان میں حائل ہو جاتے ہیں اور اس کو بدن پر پھیلنے نہیں دیتے اور وہ اس کی گردن میں جمع ہو کر اس کی ہنسلیوں پر چمٹ جاتی ہے اور اس کے لئے وبالِ جان اور بوجھ بن جاتی ہے اور اس کے بدن کی حفاظت نہیں کرتی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ سخی جب خرچ کرنے کا ارادہ کرے تو اس سے اس کا سینہ کھل جاتا ہے اور اس کے ہاتھ اس کی مطاوعت کرتے ہیں اور عطیہ کرنے میں لمبے ہو جاتے ہیں اور بخیل کا سینہ سخاوت کے وقت تنگ ہوتا ہے اور اس کے دونوں ہاتھ انفاق میں انقباض کرتے ہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ صدقہ کرنے سے مال بڑھنے کی مثال ہے اور بخل اس کے خلاف ہے،، بعض علماء نے اس مثال کا معنیٰ یہ بیان کیا ہے کہ سخی کو اللہ تعالیٰ پردہ میں رکھتا ہے اور جس طرح یہ کرتہ پہننے والے کو چھپا لیتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سخی پر دنیا و آخرت میں پردہ ڈالتا ہے،، اور بخیل کا کرتہ گلے میں پھنسا رہتا ہے اور اس کا سارا جسم مکشوف رہتا ہے جو اس کی رسوائی کا باعث ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بخیل کو دونوں جہانوں میں ذلیل و خوار اور رسوا کرتا ہے،، ابن بطال رحمہ اللہ نے کہا سخی جب سخاوت کرے تو صدقہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور اس کے سارے گناہ مٹا دیتا ہے جیسے کرتہ جب پھیل جائے تو وہ پہننے والے کو چھپا لیتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے اور بخیل کا نفس خرچ میں اس کی موافقت نہیں کرتا لہٰذا اس کے گناہوں کا کفارہ بھی نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

باب صَدَقَةِ الْكَسْبِ

وَالتِّجَارَةِ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ الاية وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ الى قوله غَنِيٌّ حَمِيْدٌ باب عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوْفِ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ فَقَالُوْا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَقَالَ يَعْمَلُ بِيَدِهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ قَالَ يُعِيْنُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفِ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ قَالَ فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيُمْسِكْ عَنِ الشَّرِّ فَاِنَّهَا لَهُ صَدَقَةٌ

باب ـــــ حلال کمائی اور مالِ تجارت سے صدقہ کرنا

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو اپنی پاک کمائیوں سے خرچ کرو ...... بے شک اللہ غنی اور حمد والا ہے۔"

باب کے عنوان میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کسبِ حلال اور حلال تجارت کے مال سے ہی صدقہ کا ثواب ہوتا ہے۔ آیت کریمہ میں حلال کمائی سے صدقہ کی ترغیب دلائی ہے اس پر اکتفاء کرتے ہوئے حدیث ذکر نہیں کی،،

مسلمان کی کمائی خبیث نہیں ہوتی، لیکن وہ ردّی اشیاء اور دراہم کاسدہ مزلیفہ اور بے فائدہ اشیاء کا صدقہ نہ کرے۔ مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو انفاق کا حکم فرماتا ہے اور یہاں اس سے مراد صدقہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اللہ تعالیٰ نفیس اور عمدہ مال کا صدقہ دینے کا حکم فرماتا ہے،، اور ردّی مال کا صدقہ کرنے سے منع فرماتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکیزگی کو پسند کرتا ہے اسی لئے فرمایا "وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ" یعنی ردی شئ خرچ کرنے کا قصد نہ کرو کیونکہ اگر ردّی مال تمہیں دیا جائے تو تم خوش ہوکر نہیں لیتے اور مجبوراً آنکھیں بند کرکے پکڑتے ہو۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب ـــــ ہر مسلمان پر صدقہ ثابت ہے اور جو شخص نہ پائے وہ نیک عمل کرے،،

۱۳۶۲ ـــــ ترجمہ: ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا ہر مسلمان پر صدقہ ہے صحابہ

بَابُ قَدْرِ كَمْ يُعْطِى مِنَ الزَّكٰوةِ

وَالصَّدَقَةِ وَمَنْ أَعْطٰى شَاةً حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ شِهَابٍ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ أَنَّهَا قَالَتْ بُعِثَ إِلٰى نُسَيْبَةَ الْأَنْصَارِيَّةِ بِشَاةٍ فَأَرْسَلَتْ إِلٰى عَائِشَةَ مِنْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ فَقَالَتْ لَا إِلَّا مَا أَرْسَلَتْ بِهِ نُسَيْبَةُ مِنْ ذٰلِكَ الشَّاةِ فَقَالَ هَاتِ فَقَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا

کرام رضی اللہ عنہم نے کہا یا نبی اللہ! جو شخص مال نہ پائے ؟ آپ نے فرمایا وہ اپنے ہاتھ سے کام کرے خود بھی نفع حاصل کرے اور صدقہ بھی کرے صحابہ نے کہا اگر یہ بھی نہ ہو سکے ؟ (تو کیا کرے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مصیبت زدہ حاجت مند کی مدد کرے اُنھوں نے عرض کیا اگر یہ بھی نہ ہو سکے آپ نے فرمایا اچھی باتوں پر عمل کرے اور بری باتوں سے رُکے اس کے لئے یہی صدقہ ہے ،،

۱۳۶۲ —— **شرح** : قولہٗ سعید عن ابیہ عن جدہٖ الخ جدہٖ میں ضمیر کا مرجع سعید ہے آپ نہیں ہے اور سعید کا دادا حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ "مَلْهُوْفٌ" کا اطلاق غمزدہ ، مجبور اور منظلوم پر ہوتا ہے ،، حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت کرنا ضروری امر ہے جو مال یا غیر مال سے ہوگی اور مال حاصل اور موجود ہوگا یا اس کا حصول متوقع ہوگا اور غیر مال فعل ہوگا جو اعانت ہے یا ترکِ فعل ہوگا جو امساک ہے ،، جمہور علماء کہتے ہیں مال میں زکوٰۃ کے سوا کوئی حق نہیں ہاں استحباباً یا مکارمِ اخلاق کی وجہ سے خرچ کر دیا جائے ،،

قولہ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ ،، یعنی ہر مسلمان پر صدقہ ہے وہ صدقہ واجبہ ہو یا مستحبہ ہو حدیث میں ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں تین سو ساٹھ جوڑ بنائے ہیں اور ہر جوڑ پہ ہر روز صدقہ ہے ،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پہ شفقت ہر طریقہ سے کرنی ضروری امر ہے ان پہ مال خرچ کرے وہ نہ ہو تو مزدوری کر کے مال حاصل کرے اور صدقہ کرے یہ نہ ہو سکے تو محتاج کی مدد کرے یہ بھی نہ ہو سکے تو نیک کام کرے اور کسی کو ہاتھ اور زبان سے اذیت نہ پہنچائے ،، مذکورہ امور میں جب نیت اچھی ہو تو یہ بھی صدقہ کے قائم مقام ہیں ،،

باب —— زکوٰۃ اور صدقہ میں سے کتنا مال دیا جائے اور جس نے بکری صدقہ دی ۔،،

۱۳۶۳ —— **ترجمہ** : ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا نُسَیبہ انصاریہ کو ایک بکری صدقہ بھیجی گئی تو اُس نے اس میں سے کچھ گوشت ام المؤمنین عائشہ

باب زكوة الورق حدثنا عبد الله بن يوسف قال اخبرنا مالك عن عمرو بن يحيى المازنى ۱۳۶۴ عن ابيه قال سمعت ابا سعيد الخدرى قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس فيما دون خمس ذود صدقة من الابل وليس فيما دون خمس اواق صدقة وليس فيما دون خمسة اوسق صدقة حدثنى محمد بن المثنى قال حدثنا عبد الوهاب قال ۱۳۶۵ حدثنا يحيى بن سعيد قال اخبرنى عمرو سمع اباه عن ابى سعيد قال سمعت النبى صلى الله عليه وسلم بهذا

رضی اللہ عنہا کو بھیجا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے پاس (کھانے کی) کوئی شئی ہے میں نے کہا کچھ نہیں مگر وہ جو نسیبہ نے اس بکری میں سے کچھ گوشت بھیجا ہے،، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہی لاؤ صدقہ اپنی جگہ پہنچ چکا ہے،،

۱۳۶۳ — شرح : نسیبہ انصاریہ یہی ام عطیہ ہے۔ بخاری نے اس کی صراحت کی ہے اور مسلم نے ام عطیہ سے روائت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے صدقہ کی بکری بھیجی ہے اس میں سے کچھ گوشت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھیج دیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا کیا تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے تو انھوں نے کہا کچھ نہیں مگر وہ جو نسیبہ نے ہمارے پاس صدقہ کی بکری کا گوشت بھیجا ہے آپ نے فرمایا صدقہ اپنی جگہ پہنچ گیا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب متصدق علیہ کے پاس صدقہ پہنچ جائے تو وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے اور صدقہ کا مقصد پورا ہو جاتا ہے پھر وہ اگر کسی اور کو دے تو ہدیہ ہوگا صدقہ نہ ہوگا چنانچہ بریرۃ کی حدیث میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ھو علیھا صدقۃ وھو لنا ھدیۃ،، یعنی وہ اس پر صدقہ تھا اور ہمارے لئے وہ ہدیہ ہے،، معلوم ہوا کہ آپ پر صدقہ حرام ہے اور ہدیہ اور نذرانہ آپ کے لئے جائز ہے۔ بنو ہاشم علی، جعفر، عقیل، عباس، حارث بن عبد المطلب کی اولاد کا بھی یہی حکم ہے،،

باب — چاندی کی زکوٰۃ

۱۳۶۴ — ترجمہ : ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں اور پانچ اوقیہ چاندی سے کم میں زکوٰۃ نہیں اور پانچ وسق غلہ سے کم میں زکوٰۃ نہیں،،

۱۳۶۵ — ترجمہ : ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روائت ہے اُنھوں نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سُنی،،

۱۳۶۴ — شرح : قولہٗ" ذَوْد،، تین سے دس تک ذود کا اطلاق ہوتا ہے اور" مِنَ الْاِبِلِ ذَوْد کا بیان ہے" اواقی،، اوقیہ کی جمع ہے یہ چالیس درہم،، اَوْسُق،، وسق کی جمع ہے یہ ساٹھ صاع ہیں۔ حدیث ۱۳۲۵ اور اس کے باب کی تفہیم میں اس کی تفصیل مذکور رہے،،

بَابُ العَرْضِ

فِي الزَّكٰوةِ وَقَالَ طَاؤُسٌ قَالَ مُعَاذٌ لِأَهْلِ الْيَمَنِ ائْتُونِي بِعَرْضٍ ثِيَابٍ خَمِيْصٍ أَوْ لَبِيْسٍ فِي الصَّدَقَةِ مَكَانَ الشَّعِيْرِ وَالذُّرَةِ أَهْوَنُ عَلَيْكُمْ وَخَيْرٌ لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَّا خَالِدٌ فَقَدِ احْتَبَسَ أَدْرُعَهُ وَأَعْتُدَهُ فِي سَبِيْلِ اللهِ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ فَلَمْ يَسْتَثْنِ صَدَقَةَ الْعَرْضِ مِنْ غَيْرِهَا فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي خُرْصَهَا وَسِخَابَهَا وَلَمْ يَخُصَّ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ مِنَ الْعُرُوْضِ۔

باب — زکوٰۃ میں مال اسباب لینا

طاؤس نے کہا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اہل یمن سے کہا کہ میرے پاس زکوٰۃ جو اور جوار کے عوض سامان لاؤ جو چادر یا لباس ہے۔ یہ تمہارے لئے آسان ہوگا اور مدینہ منورہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے لئے بھی بہتر ہوگا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خالد بن ولید نے تو اپنی زرہیں اور ہتھیار اللہ کی راہ میں روک رکھے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتو! صدقہ دو اگرچہ اپنے زیورات ہی سہی اور آپ نے سامان کا صدقہ مستثنیٰ نہ فرمایا، چنانچہ عورتیں اپنی اپنی بالیاں اور ہار پھینکتی تھیں اور آپ نے سامان میں سے سونے اور چاندی کی تخصیص نہیں کی "قولہٗ ثیاب" یہ "عرض" کا بیان ہے اسی طرح خمیص ثیاب کا بیان ہے "خمیص کالی مربع چادر ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ میں سامان لینا جائز ہے۔ احناف کا یہی مذہب ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس میں احناف کی موافقت کی ہے۔ حدیث کا معنی یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اہل یمن سے کہا تھا کہ وہ غلہ کی بجائے زکوٰۃ میں کپڑے دے دیں کیونکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت غلہ سے زیادہ کپڑوں کی ضرورت تھی معلوم ہوا کہ زکوٰۃ میں دوسری شئی کا تبادلہ جائز ہے اور ایک علاقہ کی زکوٰۃ دوسرے علاقہ کے مستحقین کی طرف نقل کرنا جائز ہے، صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ دینے کا حکم فرمایا تو آپ سے یہ شکایت کی گئی کہ ابن جمیل، خالد بن ولید اور عباس بن مطلب رضی اللہ عنہم زکوٰۃ دینے سے انکار کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن جمیل اس لئے انکار کرتا ہے کہ وہ فقیر تھا اور اس کو اللہ اور اس کے رسول نے غنی کر دیا ہے۔ خالد پر تو تم زیادتی کرتے ہو اس نے اپنا سارا سامان اللہ کی راہ میں وقف کر دیا ہے اور عباس بن عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں ان کا صدقہ میرے ذمہ ہے اور اتنا ہی اس کے ساتھ اور میرے ذمہ ہے "، اگر حضرت خالد بن ولید اپنا سامان وقف نہ کرتے تو اسے زکوٰۃ میں دیتے۔ اس طرح یہ اثر عنوان کے مطابق ہے "، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو صدقہ دینے کا حکم فرمایا اور سامان وغیرہ میں سے سونے اور چاندی کی تخصیص نہیں کی اور عورتوں نے بالیاں اور ہار وغیرہ کا صدقہ کیا جسے آپ نے مسترد نہ فرمایا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ زکوٰۃ میں سونے چاندی کے علاوہ دیگر اجناس کا دینا درست ہے اور آپ کا عورتوں کو ارشاد فرمانا کہ صدقہ کرو سب کو شامل ہے۔ لہٰذا اگر زکوٰۃ میں دراہم کے عوض سامان دے دیا تو جائز ہے واللہ اعلم

حدثنا محمد بن عبد الله قال حدثنی ابی قال حدثنی ثمامة ان انسا حدثه ان ابا بکر کتب له التی امر الله رسوله ومن بلغت صدقته بنت مخاض ولیست عنده وعنده بنت لبون فانها تقبل منه ویعطیه المصدق عشرین درهما او شاتین فان لم یکن ۱۳۶۶ عنده بنت مخاض علی وجهها وعنده ابن لبون فانه یقبل منه ولیس معه شیء حدثنا مؤمل قال حدثنا ۱۳۶۷ اسمعیل عن ایوب عن عطاء بن ابی رباح قال قال ابن عباس اشهد علی رسول الله صلی الله علیه وسلم لصلی قبل الخطبة فرای انه لم یسمع النساء فاتاهن ومعه بلال ناشر ثوبه فوعظهن وامرهن ان یتصدقن فجعلت المراة تلقی واشار ایوب الی اذنه والی حلقه

۱۳۶۶ — **ترجمہ** : ثمامہ نے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو لکھ بھیجا جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ جس پر زکوٰۃ بنت مخاض واجب ہو اور اس کے پاس وہ نہ ہو اور اس کے بنت لبون ہو تو اس سے وہی قبول کر لی جائے اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اس کو بیس درہم یا دو بکریاں واپس کرے اور اگر اسی صورت مذکورہ میں اس کے پاس بنت مخاض نہ ہو بلکہ اس کے پاس ابن لبون ہو تو اس سے وہی قبول کر لیا جائے اور اس کے ساتھ کوئی شئی واپس نہ کرے ۔،

۱۳۶۷ — **ترجمہ** : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے یقیناً خطبہ سے پہلے عید کی نماز پڑھی اور آپ نے خیال فرمایا کہ آپ عورتوں کو خطبہ نہیں سنا سکے تو آپ ان کے پاس تشریف لے گئے جبکہ بلال رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ اپنا کپڑا پھیلائے ہوئے تھے آپ نے ان کو وعظ فرمایا اور صدقہ کرنے کا حکم دیا تو عورتوں نے پھینکنا شروع کیا ۔ ایوب نے اپنے کان اور حلق کی طرف اشارہ کیا (کانوں کی بالیاں اور گلوں کے ہار اُتار کر بلال کے کپڑے میں پھینکنے شروع کئے)

۱۳۶۶ — **شرح** : بنتِ مخاض کا یہ نام اس لئے ہے کہ اس کی ماں کو مخاض (ولادت کی تکلیف) پہنچی ہوتی ہے ،، یہ پورے سال کی ہوتی ہے اور بنتِ لبون کا یہ نام اس لئے ہے کہ اس کی ماں نے دوسرے بچہ کو جنم دیا ہے اور وہ دودھ والی ہو چکی ہے ۔ یہ پورے دو سال کی ہوتی ہے ،، زکوٰۃ وصول کرنے والے کو " مصدّق ،، کہتے ہیں اس حدیث میں ایک جانور کی بدل دوسرے جانور کا زکوٰۃ میں دینا ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ زکوٰۃ میں جانور کا بدل درہم بھی دیئے جا سکتے ہیں لہذا جب واجب کا بدل بکری لینا جائز ہے تو اس کے بدل میں سامان لینا بھی جائز ہے یہی باب کا عنوان ہے ،،

۱۳۶۷ — **شرح** : قولہ اشھد الخ لَصلّی میں لام جواب قسم میں میں واقع ہے اور لفظ " اشھد ،، قسم کو متضمن ہے ،، کیونکہ

بَابُ لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ وَيُذْكَرُ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

۱۳۶۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَتَبَ لَهُ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ

یہ لفظ بحضرت قسم کے معنی میں استعمال ہوتا رہتا ہے لہٰذا اس کا معنیٰ یہ ہے۔ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز خطبہ سے پہلے پڑھی یعنی عورتیں کانوں کی بالیاں اور سینوں کے ہار اُتار کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جھولی میں پھینک رہی تھیں،، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو زکوٰۃ دینے کا حکم فرمایا تو اُنھوں نے زیورات زکوٰۃ میں دیئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ میں سامان لینا جائز ہے۔ یاد رہے کہ احناف کے نزدیک زکوٰۃ میں قیمت دینا جائز ہے۔ اسی طرح کفارہ، صدقۃ الفطر، عشر و خراج اور نذر وغیرہ میں قیمت ادا کرنا جائز ہے اور مذکور حدیث مذہب احناف کی تائید کرتی ہے اور بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اسی کو پسند کرتے ہیں کہ زکوٰۃ میں قیمت ادا کرنا جائز ہے،، واللہ ورسولہ اعلم!

باب — متفرق مال کو ایک جگہ نہ کیا جائے اور نہ ہی یکجا مال کو علیحدہ علیحدہ کیا جائے

اسی طرح سالم، عبداللہ بن عمر کے ذریعہ نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلّم سے ذکر کیا جاتا ہے،،

۱۳۶۸ — ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ثمامہ سے بیان کیا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو وہ فریضہ لکھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے مقرر کیا ہے کہ زکوٰۃ کے ڈر سے متفرق مال کو ایک جگہ نہ کیا جائے اور نہ ہی یکجا کو متفرق کیا جائے،،

۱۳۶۸ — شرح: جمع کی صورت یہ ہے کہ دو شخصوں کے پاس چالیس بکریاں ہیں۔ جب وہ ان کو جمع کرلیں تو ان میں ایک بکری زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اگر وہ علیحدہ علیحدہ کرلیں تو کسی پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور تفریق کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کی ایک سو بیس بکریاں ہیں جب زکوٰۃ لینے والا ان کو علیحدہ علیحدہ کردے تو اس پر تین بکریاں واجب ہوتی ہیں کیونکہ ہر چالیس بکریوں میں ایک بکری زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اس کی صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ایک شخص کی اسی بکریاں ہیں جب زکوٰۃ

باب مَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ وَقَالَ طَاوُسٌ وَعَطَاءٌ إِذَا عَلِمَ الْخَلِيطَانِ أَمْوَالَهُمَا فَلَا يُجْمَعُ مَالُهُمَا وَقَالَ سُفْيَانُ لَا تَجِبُ حَتَّى يَتِمَّ لِهَذَا أَرْبَعُونَ شَاةً وَلِهَذَا أَرْبَعُونَ شَاةً ١٣٦٩ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَتَبَ لَهُ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ باب زَكَاةِ الْإِبِلِ ذَكَرَهُ أَبُو بَكْرٍ وَأَبُو ذَرٍّ وَأَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لینے والا آئے تو وہ کہتا ہے کہ ہم چار بھائی ان میں شریک ہیں اور ہر ایک کی بیس بیس بکریاں ہیں تو کسی پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی کیونکہ زکوٰۃ کا نصاب چالیس بکریاں ہیں،، یا اس کی چالیس بکریاں ہیں اور اس کے بھائی کی بھی چالیس بکریاں ہیں اور وہ زکوٰۃ لینے والے سے کہے یہ ساری بکریاں میری ہیں تو ان میں صرف ایک بکری زکوٰۃ واجب ہوتی ہے،، الحاصل زکوٰۃ کے خوف سے بکریوں میں جمع اور تفریق نہ کی جائے۔ بکریوں کا مالک زکوٰۃ کے ڈر سے ایسا نہ کرے اور نہ ہی صدقہ لینے والا زیادہ رقم بنانے کے لئے اس طرح کرے۔

اس حدیث کی تقریر یہ ہے کہ زکوٰۃ لینے والا دو شریکوں سے زکوٰۃ واجبہ لے یا ایک کے مال سے کچھ زکوٰۃ لے تو جس سے زکوٰۃ یا اس کا کچھ حصہ لیا ہے وہ اپنے ساتھی سے اس کے حصہ کے مطابق رقم وصول کرے مثلاً اگر ہر ایک کی بیس بیس بکریاں ہوں اور ایک شخص چالیس بکریوں کی زکوٰۃ ایک بکری ادا کر دے تو اپنے ساتھی سے بکری کی قیمت کا نصف وصول کرے اگر ایک کی ایک سو بکریاں ہوں اور دوسرے کی پچاس بکریاں ہوں اور زکوٰۃ لینے والا ایک سو بکریاں والے سے دو بکریاں زکوٰۃ واجبہ لے جائے تو وہ پچاس بکریاں والے سے دو بکریوں کی قیمت کی تہائی وصول کرے۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب —— دو شخص شریک ہوں تو وہ زکوٰۃ دے کر آپس میں برابری کر لیں،،

طاؤس اور عطاء نے کہا جب دو شخص شریک اپنے اپنے اموال جانتے ہوں تو ان کا مال جمع نہ کیا جائے سفیان ثوری نے کہا زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی حتیٰ کہ اس شریک کی چالیس بکریاں ہوں اور اس شریک کی بھی چالیس بکریاں ہوں (اس کے بغیر نہ کٹ ثابت نہیں)

۱۳۶۹ —— ترجمہ: ثمامہ نے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو وہ فریضہ لکھا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا تھا اور وہ یہ کہ دونوں شریک ایک دوسرے سے برابر مجرا لیں

باب —— اونٹوں کی زکوٰۃ

۱۳۷۰ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنِی الْوَلِیْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِیُّ قَالَ حَدَّثَنِی ابْنُ شِہَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَزِیْدَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ اَعْرَابِیًّا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْھِجْرَۃِ فَقَالَ وَیْحَکَ اِنَّ شَاْنَہَا شَدِیْدٌ فَہَلْ لَکَ مِنْ اِبِلٍ تُؤَدِّیْ صَدَقَتَہَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَّرَاءِ الْبِحَارِ فَاِنَّ اللّٰہَ لَنْ یَّتِرَکَ مِنْ عَمَلِکَ شَیْئًا

۱۳۷۰ — ترجمہ : حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا تیرا بُرا ہو (بطور شفقت) ہجرت کا معاملہ بہت مشکل ہے کیا تیرے پاس اونٹ ہیں جن کی تو زکوٰۃ ادا کرتا ہو اُس نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا سمندروں کے اس پار عمل کر اللہ تعالیٰ تیرے عمل سے کچھ کم نہ کرے گا۔

۱۳۷۰ — شرح : یعنی جب تو اپنے مال سے فریضہ ادا کرتا ہے اور عبادت کرتا رہے تو اس کی پرواہ نہیں کہ تو اپنے گھر میں رہے۔ اگرچہ تیرا گھر سمندروں سے پار ہو اور ہجرت نہ کر کیونکہ اس میں بڑی مشکلات ہوتی ہیں۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد شریف یہ ہے کہ تو عمل اگرچہ مدینہ منورہ سے کتنا دُور ہو سمندروں سے پار کا حقیقی معنیٰ مراد نہیں، چونکہ سائل اونٹوں والا تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کی زکوٰۃ کی تخصیص فرمائی۔ حالانکہ اس پر اور حقوق بھی واجب ہیں مگر ان کا زکوٰۃ پر قیاس کرتے ہوئے ذکر نہیں کیا، اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو کوئی ایسی جگہ رہتا ہو جہاں وہ اللہ تعالیٰ کے احکام ادا کرنے پر قادر نہ ہو اگر وہ اس جگہ سے ہجرت کا ارادہ کرے تو اسے ہجرت کا ثواب ملے گا یہی حال ہر طاعت کا ہے مثلاً کوئی بیمار ہو اور وہ کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھ لے اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا ثواب ملے گا،،

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے حالات سے آشنا تھے اسی لئے اس شخص کو ہجرت کرنے سے روک دیا کیونکہ اس پر ہجرت واجب کرنے میں حرج اور ضرر تھی جس کا وہ شخص متحمل نہیں ہو سکتا تھا، اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ اس وقت ہجرت منسوخ ہو چکی تھی جبکہ فتح مکّہ کے بعد ہجرت کا وجوب نہ رہا تھا، کیونکہ صرف مکّہ مکرمہ سے ہجرت منسوخ ہوئی ہے اور دُوسرے مقامات جہاں کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کی حدود کی اقامت پر قدرت نہ رکھے تو اس پر بھی ہجرت واجب ہے،،

الحاصل ہجرت کا معاملہ بڑا مشکل ہے ہر ایک اس پر قائم نہیں رہ سکتا تم جہاں بھی ہو نیک عمل کرو اگرچہ دُور دراز مکان میں ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نیت پر جزا دیتا ہے جب تو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتا رہے گا جو تجھ پر واجب ہے تو اللہ تعالیٰ تیرا عمل ضائع نہیں کرے گا۔ واللہ اعلم!

بَابُ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ بِنْتِ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ

١٣٧١ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَتَبَ لَهُ فَرِيضَةَ الصَّدَقَةِ الَّتِي أَمَرَ اللهُ رَسُولَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ جَذَعَةٌ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ الْحِقَّةُ وَعِنْدَهُ الْجَذَعَةُ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْجَذَعَةُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ إِلَّا بِنْتُ لَبُونٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ لَبُونٍ وَيُعْطِي شَاتَيْنِ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُونٍ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُونٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ مَخَاضٍ وَيُعْطِي مَعَهَا عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ

باب — جس پر زکوٰۃ بنت مخاض واجب ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو۔"

١٣٧١ — ترجمہ : ثمامہ نے بیان کیا کہ ان کو انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو فریضۂ زکوٰۃ لکھ بھیجا جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا ہے کہ جس شخص پر زکوٰۃ میں جذعہ واجب ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو اس کے پاس حقہ ہو تو اس سے حقہ ہی قبول کر لیا جائے اور وہ اس کے ساتھ دو بکریاں کر دے اگر موجود ہوں یا بیس درہم دے اور جس پر زکوٰۃ میں حقہ واجب ہو اور اس کے پاس حقہ نہ ہو اس کے پاس جذعہ ہو تو اس سے جذعہ ہی قبول کر لیا جائے اور مُصدّق اس کو بیس درہم یا دو بکریاں دے اور جس پر زکوٰۃ حقہ واجب ہو اور اس کے پاس حقہ نہ ہو بلکہ اس کے پاس بنت لبون ہو تو اس سے بنت لبون ہی قبول کر لی جائے اور وہ اس کے ساتھ دو بکریاں یا بیس درہم دے اور جس پر زکوٰۃ بنت لبون واجب ہو اور اس کے پاس حقہ ہو تو اس سے حقہ ہی قبول کر لیا جائے اور زکوٰۃ لینے والا اس کو بیس درہم یا دو بکریاں دے اور جس پر زکوٰۃ بنت لبون واجب ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو اس کے پاس بنت مخاض ہو تو اس سے بنتِ مخاض ہی قبول کر لی جائے اور وہ اس کے ساتھ بیس درہم یا دو بکریاں دے۔

١٣٧١ — شرح : جذعہ چار سال کی اونٹنی کو کہا جاتا ہے جو پانچویں سال میں داخل ہو اس کا یہ نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس کے اگلے دانت گر جاتے ہیں کیونکہ جذعہ کا معنی گرنا ہے۔ حقہ تین سال کی اونٹنی ہے جو چوتھے سال میں داخل ہو اس کا یہ

باب زکوٰۃ الغنم

۱۳۷۲ حدثنا محمد بن عبد اللہ بن المثنی الانصاری قال حدثنی ابی قال حدثنی ثمامۃ بن عبد اللہ بن انس ان انسا حدثہ ان ابا بکر کتب لہ ھذا الکتاب لما وجھہ الی البحرین بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھذہ فریضۃ الصدقۃ التی فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المسلمین والتی امر اللہ بہ رسولہ فمن سئلھا من المسلمین علی وجھھا فلیعطھا ومن سئل فوقھا فلا یعط فی اربع وعشرین من الابل فما دونھا من الغنم من کل خمس شاۃ فاذا بلغت خمسا وعشرین الی خمس وثلاثین ففیھا بنت مخاض انثی فاذا بلغت ستۃ وثلثین الی خمس واربعین ففیھا بنت لبون انثی فاذا بلغت ستا واربعین الی ستین ففیھا حقۃ طروقۃ الجمل فاذا بلغت واحدۃ وستین الی خمس وسبعین ففیھا جذعۃ فاذا بلغت یعنی ستۃ وسبعین الی تسعین ففیھا بنتا لبون فاذا بلغت احدی وتسعین الی عشرین ومائۃ ففیھا حقتان طروقتا الجمل فاذا زادت علی عشرین ومائۃ ففی کل اربعین بنت لبون وفی کل خمسین حقۃ ومن لم یکن معہ الا اربع من الابل

نام اس لئے ہے کہ وہ حمل کی مستحق ہوجاتی ہے۔ بنت مخاض اور بنت لبون کی تفسیر حدیث ۱۳۶۶ کے تحت دیکھیں" جب فریضہ واجب ہو اور وہ پایا جائے تو وہی متعین ہے اور اگر وہ نہ پایا جائے تو اس کی قیمت وصول کرے اور اگر چاہے تو اس سے اچھا لے لے اور اس پر زائد قیمت واپس کردے اور اگر چاہے تو اس سے کم درجہ کا لے لے اور اس کے ساتھ بقایا قیمت وصول کرے اور بیس درہم متعین نہیں اور نہ ہی کوئی دوسری شئ متعین ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہی مسلک ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا صاحب مال پر جو فریضہ واجب ہو وہ خرید کر مصدق کو دے اور وہ بنت لبون کی جگہ بنت مخاض لے کر زائد قیمت وصول نہ کرے یا بنت مخاض کی جگہ بنت لبون لے کر زائد قیمت واپس نہ کرے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ میں فریضہ واجب کی قیمت ادا کرنا جائز ہے نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " خذ من اموالھم صدقۃ "، اس آئت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ زکوٰۃ لینے کا محل وہ ہے جسے مال کہا جائے وہ جو بھی ہو زکوٰۃ میں لیا جائے گا اور وہ بکری وغیرہ کا معین کرنا کتاب اللہ پر زیادتی ہے اور یہ جائز نہیں کیونکہ خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی کرنا صحیح نہیں "، اور شاۃ او عشرین "، میں لفظ اَوْ سے ظاہر ہوتا ہے کہ زکوٰۃ میں اصل شئ مال ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب — بکریوں کی زکوٰۃ

۱۳۷۲ — ترجمہ:

ثمامہ بن عبد اللہ بن انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ خط لکھا جبکہ ان کو بحرین کا حاکم مقرر کیا "،

فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا فَاِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا مِّنَ الْاِبِلِ فَفِيْهَا شَاةٌ وَفِيْ صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِيْ سَائِمَتِهَا اِذَا كَانَتْ اَرْبَعِيْنَ اِلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ شَاةٌ فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ اِلٰى مِائَتَيْنِ شَاتَانِ فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى مِائَتَيْنِ اِلٰى ثَلٰثِمِائَةٍ فَفِيْهَا ثَلٰثُ شِيَاهٍ فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى ثَلٰثِمِائَةٍ فَفِيْ كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ فَاِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِّنْ اَرْبَعِيْنَ شَاةً وَّاحِدَةً فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا وَفِي الرِّقَّةِ رُبُعُ الْعُشْرِ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ اِلَّا تِسْعِيْنَ وَمِائَةً فَلَيْسَ فِيْهَا شَيْءٌ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ فرض صدقہ ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر فرض کیا اور جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم فرمایا ہے۔ پس جس مسلمان سے اس کے مطابق طلب کیا جائے وہ اسے ادا کرے اور جس سے اس سے زیادہ طلب کیا جائے وہ نہ دے،،

چوبیس اونٹوں یا اس سے کم اونٹوں میں ہر پانچ اونٹوں پر ایک بکری دے جب پچیس ہو جائیں تو پینتیس تک ایک بنت مخاض مادہ دے اور جب چھتیس سے پینتالیس تک پہنچ جائیں تو ان میں بنت لبون مادہ دے اور جب چھیالیس سے ساٹھ تک پہنچیں تو ان میں حقہ دے جو جفتی کے قابل ہو اور جب اکسٹھ سے پچھتر تک پہنچیں تو ان میں جذعہ دے اور جب چھہتر سے نوے ہو جائیں تو ان میں دو بنت لبون دے اور جب اکیانوے سے ایک سو بیس ہو جائیں تو ان میں دو حقے دے جو جفتی کے قابل ہوں اور جب ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائیں تو ہر چالیس اونٹوں میں بنت لبون اور ہر پچاس میں حقہ ہے اور جس کسی کے پاس صرف چار اونٹ ہوں ان میں زکوٰۃ نہیں مگر ان کا مالک جو چاہے دے اور جب پانچ اونٹ ہوں تو ان میں ایک بکری دے اور جنگل میں چرنے والی بکریاں جب چالیس ہو جائیں تو ایک سو بیس تک ایک بکری زکوٰۃ دے اور جب ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائیں تو دو سو تک دو بکریاں زکوٰۃ دے اور جب دو سو سے زیادہ ہو جائیں تو تین سو تک تین بکریاں زکوٰۃ ہے جب تین سو سے زیادہ ہو جائیں تو ہر سو پر ایک بکری زکوٰۃ ہے جب کسی کے پاس چرنے والی چالیس بکریوں سے ایک کم ہو تو ان میں زکوٰۃ نہیں مگر یہ کہ ان کا مالک جو چاہے دیدے اور چاندی میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے اور اگر صرف ایک سو نوے درہم ہوں تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں مگر یہ ان کا مالک خوشی سے جو چاہے دیدے!

۱۳۷۲ — شرح: اس حدیث میں اونٹوں، بکریوں اور چاندی کی زکوٰۃ کا ذکر ہے

قولہٗ مِنَ الْغَنَمِ ،، یہ مبتداء محذوف کی خبر سے متعلق ہے اور مبتداء محذوف زکاتہا ،، ہے قولہٗ مِنْ كُلِّ خَمْسٍ ،، یہ خبر مقدم ہے اور ”شاۃ“ مبتداء مؤخر ہے“ بعض نسخوں میں ”مِنَ الْغَنَمِ“ پر لفظ مِنْ ،، نہیں مگر معنی دونوں طرح صحیح ہے اگر لفظ ”مِن“ ہو تو معنی یہ ہوگا۔ زکاتہا مِنَ الْغَنَمِ ،، اور مِن بیانیہ ہے اور اگر لفظ ”مِن“ کو ساقط کر دیں تو معنی یہ ہوگا ،، الغنم فی اربع

وَعِشْرِیْنَ مِنَ الْاِبِلِ فَمَا دُوْنَهَا ،، یعنی غنم ،، مبتداء مؤخر اور فی اربع وعشرین خبر مقدم ہے اور اس عبارت میں اجمال وتفسیر ہے تفسیر تو یہ ہے کہ چوبیس اونٹوں میں صرف بکریاں ہیں اور اجمال یہ ہے کہ ان میں واجب کی تعیین نہیں پھر ،، فِیْ کُلِّ خَمْسٍ شَاۃٌ ،، سے اجمال کی تفسیر کردی گویا کہ یہ ابتداء نصاب کا بیان ہے یعنی اونٹوں میں نصاب کی ابتداء پانچ اونٹوں سے ہوتی ہے اور چوبیس اونٹوں تک ہر پانچ میں ایک بکری زکوٰۃ واجب ہے ،، اونٹوں کے نصاب کا ضبط مشکل تھا اور عربوں کا مال عموماً اونٹ تھے ۔ اس لئے ان کا پہلے ذکر کیا ہے ،، بنت مخاض بنت لبون ، حقہ اور جذعہ کی تفسیر حدیث ۱۳۶۶ء اور حدیث ۱۳۷۱ء کی تفہیم میں مذکور ہے ،، قولہٗ اُنْثٰی ،، اس لفظ کا فائدہ تاکید ہے جیسے کہا جاتا ہے رَءَیْتُ بِعَیْنِیْ ۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا حالانکہ لفظ رئیت سے ہی مفہوم واضح ہوجاتا ہے ۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس لفظ سے ”خُنْثٰی“ کو نکالا ہے کہ وہ زکوٰۃ میں جائز نہیں اگر یہ کہا جائے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ لینے والا اگر مالک پر ظلم کرنے کا ارادہ کرے اور زکوٰۃ زیادہ طلب کرے تو وہ انکار کردے حالانکہ حضرت جریر کی حدیث میں ہے کہ زکوٰۃ لینے والے کو راضی کرو اگرچہ وہ ظلم کرے اس کا جواب یہ ہے کہ زکوٰۃ لینے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اور وہ ظالم نہ تھے اور ان کی طرف ظلم کی نسبت زکوٰۃ دینے والے کے گمان کے اعتبار سے کی گئی ہے یعنی اگرچہ تم یہ گمان کرو کہ ہم پر ظلم کرتے ہیں اور یہ عام ہے لہٰذا ان دونوں حدیثوں میں منافات نہیں .. قولہٗ اِذَا زَادَتْ عَلٰی ثَلَاثِمِائَۃٍ الخ یعنی جب تین سو بکریوں پر ایک سو زیادہ ہو جائے اور چار سو بکریاں ہوجائیں اور اسی طرح بڑھتی جائیں تو ہر سو کے بعد ایک ایک بکری زکوٰۃ دی جائے گی ______________ اس کا یہ معنی نہیں کہ اگر تین سو بکریوں پر ایک بکری بھی زیادہ ہو جائے تو اس کی زکوٰۃ چار بکریاں ہیں ۔ امام ابو حنیفہ ، مالک ، شافعی اور ایک روایت میں امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے ۔ الحاصل اونٹوں کا نصاب زکوٰۃ پانچ اونٹ اور بکریوں کا چالیس بکریاں اور چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے اگر چاندی اس سے کم ہو مثلاً ایک سو نوے درہم ہو تو اس میں زکوٰۃ نہیں ،، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگر دو سو درہم پر کچھ درہم زیادہ ہوجائیں تو ان میں زکوٰۃ نہیں حتیٰ کہ چالیس درہم زیادہ ہوجائیں تو ان میں زکوٰۃ چھ درہم ہوگی جیسے چالیس بکریوں پر زیادہ ہوجائیں تو زیادہ میں زکوٰۃ نہیں حتیٰ کہ ایک سو بیس بکریاں ہوجائیں ۔ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو سو دراہم پر جس قدر دراہم زیادہ ہوں ان کے حساب سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ واجب ہے ،، گائے اور بھینس کا نصاب زکوٰۃ تیس گائے ، بھینسیں ہیں ،، وہ علیحدہ علیحدہ تیس ہوں یا دونوں مل کر تیس ہوں ،، اسی طرح بھیڑ بکری اور دنبہ سب کا ایک ہی حکم ہے ۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم !

باب لا یؤخذ فی الصدقۃ ھرمۃ ولا ذات عوار

۱۳۷۳۔ حدثنا محمد بن عبد اللہ قال حدثنی ابی قال حدثنی ثمامۃ ان انسا ولا تیس الا ما شاء المصدق

حدثہ ان ابا بکر کتب لہ التی امر اللہ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا یخرج فی الصدقۃ ھرمۃ ولا ذات

عوار ولا تیس الا ما شاء المصدق باب اخذ العناق فی الصدقۃ ۱۳۷۴۔ حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا

شعیب عن الزھری ح وقال اللیث حدثنی عبد الرحمن بن خالد عن ابن شھاب عن عبید اللہ بن عبد اللہ

ابن عتبۃ بن مسعود ان ابا ھریرۃ قال قال ابو بکر واللہ لو منعونی عناقا کانوا یؤدونھا الی رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم لقاتلتھم علی منعھا قال عمر فما ھو الا ان رایت ان اللہ شرح صدر ابی بکر بالقتال فعرفت

انہ الحق

باب — زکوٰۃ میں بوڑھی یا عیب دار بکری، نر جانور نہ لیا جائے مگر جو زکوٰۃ لینے والا چاہے“

۱۳۷۳ — ترجمہ : حضرت ثمامہ نے بیان کیا کہ انس رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو وہ احکام لکھے جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا تھا (ان میں یہ بھی تھا) زکوٰۃ میں بوڑھا، عیب دار اور نر جانور نہ دیا جائے مگر جو زکوٰۃ وصول کرنے والا لینا چاہے۔

باب — زکوٰۃ میں بکری کا بچہ لینا“

۱۳۷۴ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم اگر وہ لوگ مجھ سے بکری کا بچہ روکیں گے جو وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے تو اس کے روکنے پر میں ان سے جنگ کروں گا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا بات صرف یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ کے لئے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا تھا اور میں نے اس کو حق جانا۔

۱۳۷۳، ۱۳۷۴ — شرح : ھرمۃ بڑی عمر والا جانور جس کے دانت گر گئے ہوں، ذات عوار“ عیب دار جانور عوار کا معنیٰ عیب ہے،، ”تیس“ بکرا،، یعنی جب تمام یا بعض بکریاں ہوں تو ان میں زکوٰۃ بکری لی جائے نر نہ لیا جائے صرف دو جگہ نر لیا جاتا ہے جن کا حدیث میں ذکر ہے ایک یہ کہ تیس گائے سے بچھڑا دوسرا چھبیس ۲۵

بَابٌ لَا تُؤْخَذُ كَرَائِمُ أَمْوَالِ النَّاسِ فِي الصَّدَقَةِ حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ مُعَاذًا عَلَى الْيَمَنِ قَالَ إِنَّكَ تَقْدَمُ عَلَى قَوْمٍ أَهْلِ كِتَابٍ فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ عِبَادَةُ اللّٰهِ فَإِذَا عَرَفُوا اللّٰهَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ فَإِذَا فَعَلُوا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالَى قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكٰوةً تُؤْخَذُ مِنْ أَمْوَالِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ فَإِذَا أَطَاعُوا بِهَا فَخُذْ مِنْهُمْ وَتَوَقَّ كَرَائِمَ أَمْوَالِ النَّاسِ

اونٹوں سے ابن لبون لیا جائے جبکہ بنت مخاض نہ پایا جائے اور اگر وہ تمام بکرے ہوں تو ان میں سے زکوٰۃ بکرا لیا جائے اور تیس ،، مادہ کا نر ،، اس لئے نہیں لیا جاتا کہ اس کا گوشت خراب ہوتا ہے یا اس لئے کہ مالک اس کو بکریوں کے لئے رکھتا ہے اور اس کے نہ ہونے سے اس کا نقصان ہوتا ہے ،،

قولہٗ عناق ،، چار ماہ کا بکری کا بچہ دودھ نہ پیتا ہو اور چارہ کھاتا ہو اگر وہ مذکر ہو تو اسے ”جدی“ کہتے ہیں اگر مؤنث ہو تو اسے عناق کہا جاتا ہے جب وہ سال کا ہو جائے تو مذکر کو ”تیس“ اور مؤنث کو ”عنز“ کہتے ہیں جب دوسرے سال میں داخل ہو جائے تو اسے جذع ،، کہتے ہیں ،، اور بھیڑ کے چھ ماہ کے بچے کو بھی جذع کہا جاتا ہے ،، اس حدیث کی مزید تفصیل حدیث ۱۳۲۱ کی تفہیم میں دیکھیں ،،

باب —— زکوٰۃ میں لوگوں کے عمدہ اور نفیس اموال نہ لئے جائیں ،،

۱۳۷۵ —— ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا تم اہل کتاب کے پاس جا رہے ہو سب سے پہلے تمہارا ان کو جس طرف بلانا ہو وہ اللہ کی معرفت ہے جب وہ اللہ کو پہچان لیں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں جب وہ یہ کریں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے اموال کی زکوٰۃ فرض کی ہے اور وہ ان میں سے غریب لوگوں کو دی جائے جب وہ یہ تسلیم کریں تو ان سے زکوٰۃ لو اور ان کے عمدہ اموال لینے سے بچو ،،

۱۳۷۵ —— شرح : حدیث شریف میں عبادت سے مراد اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے ۔ اسی لئے بعد میں ”فاذا عرفوا اللہ ،، فرمایا ہے ایسے ہی ”وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ،، میں عبادت سے معرفت مراد ہے ،، اس سے معلوم ہوتا

باب لیس فیما دون خمس ذود صدقۃ حدثنا عبد اللہ ۱۳۷۶
ابن یوسف قال اخبرنا مالک عن محمد بن عبد الرحمن بن ابی صعصعۃ المازنی عن ابیہ عن ابی سعید الخدری ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس فیما دون خمسۃ اوسق من التمر صدقۃ ولیس فیما دون خمس اواق
من الورق صدقۃ ولیس فیما دون خمس ذود من الابل صدقۃ باب زکوۃ البقر وقال ابو حمید قال النبی
صلی اللہ علیہ وسلم لاعرفن ما جاء اللہ رجل ببقرۃ لھا خوار ویقال جؤار تجأرون یرفعون
اصواتھم کما تجأر البقرۃ

ہے کہ اہل کتاب اگرچہ اللہ کی عبادت کرتے تھے مگر ان کو اللہ کی معرفت حاصل نہ تھی۔ کیونکہ جو شخص اللہ کا جسم ثابت کرے اس کی طرف اولاد کی نسبت کرے یا اس کی بیوی اور بچے مانے یا اس کا شریک سمجھے یا اس کا حلول و انتقال تسلیم کرے اسے اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہوتی اس کا معبود اس کا اپنا مزعوم ہے وہ اللہ نہیں اگرچہ وہ اسے اللہ سمجھتے ہوں کیونکہ اس کا مزعوم اللہ تعالیٰ کی صفاتِ واجبہ سے موصوف نہیں ہوسکتا۔ قولہ توخذ الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کوئی زکوٰۃ ادا کرنے سے رکے اس سے جبراً زکوٰۃ لی جائے۔ قولہ توق الخ ان الفاظ میں حدیث کی باب سے مناسبت ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امام وقت کو چاہئیے کہ اپنے حکام کو شریعت مطہرہ کی پابندی کی تلقین کرے اور ان کو حکم دے کہ وہ اللہ سے ڈریں اور لوگوں پر ظلم نہ کریں ابن صلاح رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا۔ اس حدیث میں اسلام کے بعض دعائم ذکر نہیں کئے گئے۔ یہ راوی سے تقصیر ہوئی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

باب — پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں

۱۳۷۶ — ترجمہ: ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھجور کے پانچ وسقوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں اور نہ ہی چاندی کے پانچ اوقیہ سے کم میں زکوٰۃ ہے اور پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے!

۱۳۷۶ — شرح: اس حدیث کی تفصیل حدیث ۱۳۲۵ کی تفہیم میں دیکھیں!

باب — گائے کی زکوٰۃ

ابو حمید نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس شخص کو جانتا ہوں جو اللہ کے پاس گائے لے کر آئے گا وہ آواز کر رہی ہوگی اور "جؤار" بھی روائت کیا گیا ہے اور یجأرون کا معنی ہے وہ اپنی آوازیں بلند کریں گے جس طرح گائے آواز بلند کرتی ہے۔

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ۱۳۷۷
عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ انْتَهَيْتُ إِلَيْهِ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي
بِيَدِهِ أَوْ وَالَّذِي لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ أَوْ كَمَا حَلَفَ مَا مِنْ رَجُلٍ تَكُونُ لَهُ إِبِلٌ أَوْ بَقَرٌ أَوْ غَنَمٌ لَا يُؤَدِّي حَقَّهَا إِلَّا أُتِيَ بِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
أَعْظَمَ مَا تَكُونُ وَأَسْمَنَهُ تَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا وَتَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا كُلَّمَا جَازَتْ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا رُدَّتْ عَلَيْهِ أُولَاهَا حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ
النَّاسِ رَوَاهُ بُكَيْرٌ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ : **۱۳۷۷** ـــ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا ۔ آپ نے فرمایا مجھے اس کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے یا اس کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں یا اس جیسی کوئی قسم کھائی کہ نہیں ہے کوئی شخص جس کے پاس اونٹ یا گائے یا بکری ہو جس کا وہ حق ادا نہ کرے مگر یہ کہ قیامت کے دن ان کو زیادہ بڑا اور موٹا تازہ کر کے لایا جائے گا وہ اس کو پاؤں سے روندیں گے اور سینگوں سے ماریں گے جب ان میں سے آخری جانور گزر جائے گا تو پھر پہلا جانور اس پر لوٹایا جائے گا حتیٰ کہ لوگوں کا فیصلہ ہو اس کی بُکیر نے ابو صالح سے اُنھوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ، اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی"

شرح : **۱۳۷۷** ـــ قولہٗ خوار ،، گائے کی آواز ہے اور "جوار" آواز کا بلند کرنا ہے" یَجْأَرُوْن ،، جو سورۂ مومنین میں مذکور ہے اس کا معنی ہے کہ وہ اپنی آوازیں بلند کریں گے ،، اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں اس شخص کے لئے وعید ہے جو گائیں کی زکوٰۃ ادا نہ کرے اس لئے یہ گائیں کی زکوٰۃ کے وجوب پر دلالت کرتی ہے جبکہ وہ نصاب کو پہنچ جائیں ۔ یہ تعلیق ..... ابن لتبیہ کی حدیث کا کچھ حصہ ہے اس تعلیق کو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کئی طرق سے مسند موصول ذکر کیا ہے ،،

اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ جانوروں کی زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو لوگوں کا حساب مکمل ہو جانے تک عذاب دیا جائے گا ۔ قولہٗ رَوَاہُ بُکَیْرٌ الخ یعنی اس حدیث کی بُکیر نے اپنے اسناد سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت کی ہے ،، اور امام مسلم نے بُکیر کے طریق سے یہ حدیث پوری موصول ذکر کی ہے ،، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے گائیوں کی زکوٰۃ کی کیفیت اس لئے ذکر نہیں کہ اُن کے نزدیک اس بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ۔ اُنھوں نے صرف اس قدر کا ذکر کیا جو گائیوں کی زکوٰۃ کے وجوب پر دلالت کرے مگر امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روائت کی ہے کہ اُنھوں نے کہا مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن بھیجا اور حکم فرمایا کہ میں چالیس گایوں سے زکوٰۃ مسنّہ لوں اور ہر تیس گایوں سے تبیعہ لوں ،، اس حدیث کو ترمذی نے حسن کہا اور حاکم نے صحیح کہا ہے ۔ حاکم نے کہا یہ حدیث بخاری ، مسلم کی شرط پر ہے مگر اُنھوں نے اس کو ذکر نہیں کیا ۔ واللہ تعالیٰ و رسولہٗ اعلم !

باب الزکوٰۃ علی الاقارب وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لہ اجران اجر القرابۃ والصدقۃ

۱۳۷۸ حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال حدثنا مالک عن اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحۃ انہ سمع انس بن مالک یقول کان ابو طلحۃ اکثر الانصار بالمدینۃ مالا من نخل وکان احب امو اله الیہ بیرحاء وکانت مستقبلۃ المسجد وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدخلھا ویشرب من ماء فیھا طیب قال انس فلما انزلت ھذہ الایۃ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون قام ابو طلحۃ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ان اللہ تبارک وتعالی یقول لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون وان احب اموالی الی بیرحاء وانھا صدقۃ للہ ارجو برھا وذخرھا عند اللہ فضعھا یا رسول اللہ حیث اراک اللہ قال فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخ ذلک مال رابح ذلک مال رابح وقد سمعت ما قلت وانی اری ان تجعلھا فی الاقربین فقال ابو طلحۃ افعل یا رسول اللہ فقسمھا ابو طلحۃ فی اقاربہ وبنی عمہ تابعہ روح وقال یحیی بن یحیی واسمعیل عن مالک رایح بالیاء

باب ــــ رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو دوہرا ثواب ہوگا ایک قرابت کا (صلۂ رحمی) اور دوسرا صدقہ کا ثواب ملے گا،،

۱۳۷۸ ــــ ترجمہ : حضرت اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ سے روائت ہے کہ اُنھوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ ابو طلحہ مدینہ منورہ میں انصار میں سب سے زیادہ مال دار تھے اُن کے پاس کھجوروں کے باغات تھے اپنے تمام مالوں میں ان کو بیرحاء زیادہ محبوب تھا جو مسجد نبوی کے سامنے تھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تشریف لے جایا کرتے اور اس کا پاکیزہ پانی پیا کرتے تھے۔ حضرت انس نے کہا جب یہ آئت کریمہ" لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون " نازل ہوئی تو ابو طلحہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے، تم ہرگز نیکی نہیں پا سکتے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو،، مجھے اپنے سب مالوں میں بیرحاء زیادہ محبوب ہے اور وہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے میں اللہ کے حضور اس کے ثواب اور ذخیرہ کی اُمید کرتا ہوں یا رسول اللہ! آپ اسے رکھ لیں جہاں مناسب خیال فرمائیں اسے خرچ کریں۔ انس نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واہ واہ شاباش یہ تو مفید مال ہے بڑی آمدنی کا مال ہے جو تو نے کہا ہے میں نے سُنا ہے۔ میں مناسب یہ سمجھتا ہوں کہ اس کو رشتہ داروں میں تقسیم کردو۔ ابو طلحہ نے کہا یا رسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا چنانچہ ابو طلحہ نے اپنے رشتہ داروں اور اپنے چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا،،

۱۳۷۹ حدثنا ابن ابی مریم قال اخبرنا محمد بن جعفر قال اخبرنی زید بن اسلم عن عیاض بن عبد الله عن ابی سعید الخدری قال خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم فی اضحی او فطر الی المصلی ثم انصرف فوعظ الناس وامرهم بالصدقة فقال ایها الناس تصدقوا فمر علی النساء فقال یا معشر النساء تصدقن فانی اریتکن اکثر اهل النار فقلن وبم ذلک یا رسول الله قال تکثرن اللعن وتکفرن العشیر ما رایت من ناقصات عقل ودین اذهب للب الرجل الحازم من احداکن یا معشر النساء ثم انصرف فلما صار الی منزله جاءت زینب امرأة ابن مسعود تستاذن علیه فقیل یا رسول الله هذه زینب فقال ای الزیانب فقیل امرأة ابن مسعود قال نعم ائذنوا لها فاذن لها قالت یا نبی الله انک امرت الیوم بالصدقة وکان عندی حلی لی فاردت ان اتصدق به فزعم ابن مسعود انه وولده احق من تصدقت به علیهم فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم صدق ابن مسعود زوجک وولدک احق من تصدقت به علیهم۔

عبد اللہ بن یوسف کی روح نے متابعت کی اور یحییٰ بن جعفر اور اسماعیل نے مالک سے "رائح" روایت کی ہے۔

۱۳۷۸ — شرح : قولہٗ بیرحاءُ ،، با اور راء مفتوح ہیں بعض نے راء پر فتحہ اور ضمہ پڑھا اور باء پر کسرہ پڑھا "بیرحاء" یہ باغ کا نام ہے کنوئیں کا نام نہیں قولہٗ بخّ ،، کسی شئی سے خوشی کے وقت یہ کلمہ کہا جاتا ہے اور مبالغہ کے لئے مکرر لایا جاتا ہے۔ قولہ رابح ،، اس کا معنی ہے نفع والا ،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ محبوب مال خرچ کرنا مستحب ہے اور صدقات وغیرہ میں اہل فضل سے مشورہ کرنا چاہیئے ،، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وقف کرنا صحیح ہے اگرچہ اس کے مصارف نہ ذکر کئے جائیں ،، اور اپنے اقارب پر صدقہ کرنا افضل ہے۔ اس میں دوہرا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اس باب میں زکوٰۃ سے مراد شرعی معنیٰ نہیں ہے کہ نصاب شرعی جس پر سال گزر جائے سے کچھ حصہ مسلمان فقیر کو دیا جائے جو ہاشمی نہ ہو اور نہ ہی اُن کا آزاد کردہ غلام ہو ، بلکہ مراد یہ ہے کہ اپنے مال سے غریبوں کی حاجت پوری کرنے کی غرض سے خیرات کرے اور اللہ تعالیٰ سے اس کا اجر و ثواب لے اس اعتبار سے باب کی احادیث عنوان کے مطابق ہیں حدیث ۱۳۷۹ کی مطابقت بھی اسی طرح ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

۱۳۷۹ — ترجمہ : ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الضحیٰ یا عید الفطر کے دن عید گاہ تشریف لے گئے پھر (نماز) سے فارغ ہوئے تو لوگوں کو وعظ و نصیحت کی اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا اور فرمایا اے لوگو! صدقہ کرو پھر عورتوں کے پاس گئے اور فرمایا اے عورتوں کی جماعت صدقہ کرو ، میں نے تم کو دوزخ میں بکثرت دیکھا ہے اُنھوں نے کہا یا رسول اللہ! ایسا کیوں ؟ آپ نے فرمایا تم لعن طعن بہت کرتی ہو اور شوہروں کی نافرمانی کرتی

باب لیس علی المسلم فی فرسه صدقة

حدثنا آدم قال حدثنا شعبة قال حدثنا عبد الله بن دینار قال سمعت سلیمان بن یسار عن عراک بن مالک ۱۳۸۰ عن ابی هریرة قال قال النبی صلی الله علیه وسلم لیس علی المسلم فی فرسه وغلامه صدقة باب لیس علی المسلم فی عبده صدقة حدثنا مسدد قال حدثنا یحیی بن سعید عن خثیم بن عراک بن مالک قال ۱۳۸۱

ہو،، اے عورتو! میں نے عقل اور دین میں تم سے زیادہ ناقص کسی کو نہیں دیکھا جو بڑے ہوشیار عاقل مرد کی عقل مضمحل کردے، پھر آپ واپس ہوئے جب گھر تشریف لائے تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب آئی اور اندر آنے کی اجازت طلب کی آپ سے عرض کیا گیا یارسول اللہ! یہ زینب ہے آپ نے فرمایا! کون سی زینب؟ عرض کیا گیا عبداللہ بن مسعود کی بیوی،، آپ نے فرمایا ہاں انھیں اجازت دے دو،، انھیں اجازت دے دی گئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی بیوی نے کہا یارسول اللہ! آج آپ نے صدقہ کرنے کا حکم فرمایا ہے میرے پاس میرا زیور ہے میرا ارادہ ہے کہ میں اسے صدقہ کردوں اور عبداللہ بن مسعود کا خیال ہے کہ وہ اور ان کا بیٹا ان لوگوں سے زیادہ مستحق ہیں جن پر میں صدقہ کرنا چاہتی ہوں،، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن مسعود نے ٹھیک کہا ہے تمہارا شوہر اور تمہارا لڑکا ان لوگوں سے زیادہ مستحق ہے جن پر تو صدقہ کرنا چاہتی ہے "۔

۱۳۷۹ — **شرح** : اس حدیث سے امام شافعی اور امام ابو یوسف اور محمد رضی اللہ عنہم نے استدلال کیا کہ عورت اپنے غریب شوہر کو زکوٰۃ دے سکتی ہے ایک روائت کے مطابق امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ بھی اس طرح کہتے ہیں اور دوسری روائت کے مطابق امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک رضی اللہ عنہما نے کہا عورت اپنے شوہر کو زکوٰۃ نہیں دے سکتی اس طرح سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور زینب کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں مذکور زکوٰۃ نہیں صدقہ نافلہ مراد ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسناد کے ساتھ عُبید اللہ بن عبداللہ سے روائت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی دستکاری سے مال کسب کرتی اور حضرت عبداللہ بن مسعود پر خرچ کیا کرتی تھی،، انھوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یارسول اللہ! میں کاریگر عورت ہوں چیزیں بنا کر فروخت کرتی ہوں۔ میرا شوہر اور میرا لڑکا غریب ہیں ان کے پاس کوئی شئ نہیں اور ان کا خرچہ پورا کرتی ہوں اور کسی دوسرے پر صدقہ نہیں کر سکتی ہوں تو کیا مجھے اس کا ثواب حاصل ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کا خرچہ پورا کرتی رہو تمہیں ان پر خرچہ کا ثواب ملے گا،، معلوم ہوا کہ زینب کا صدقہ نافلہ تھا زکوٰۃ نہ تھی،، واللہ ورسولہ اعلم!

باب — مسلمان کے گھوڑے اور غلام میں زکوٰۃ نہیں

۱۳۸۰ — **ترجمہ** : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کے گھوڑے اور اس کے غلام میں زکوٰۃ نہیں۔

حَدَّثَنِی اَبِی عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَیْبُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا خُثَیْمُ بْنُ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ عَلَی الْمُسْلِمِ صَدَقَةٌ فِی عَبْدِهٖ وَلَا فِی فَرَسِهٖ بَابُ الصَّدَقَةِ عَلَی الْیَتَامٰی

باب ــــ مسلمان پر اس کے غلام میں زکوٰۃ نہیں ،،

۱۳۸۱ ــــ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی کہ آپ نے فرمایا کہ مسلم پر اس کے غلام اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں ،،

۱۳۸۰ ــ ۱۳۸۱ شرح : اس حدیث سے امام مالک، شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم نے استدلال کیا کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ نہیں امام ابو یوسف اور محمد رحمہما اللہ تعالیٰ بھی یہی کہتے ہیں، امام ابو حنیفہ اور زفر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب ہے جبکہ ان کی نسل جاری ہو اُنھوں نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا کہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اپنے باپ کو دیکھا وہ گھوڑوں کی قیمت کر کے ان کی زکوٰۃ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ادا کیا کرتے تھے۔ امام طحاوی اور دارقطنی نے اس کی روائت کی ہے،، ابن رشد مالکی نے قواعد میں ذکر کیا کہ یہ صحیح ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ گھوڑوں کی زکوٰۃ لیتے تھے،، ابن عبد البر نے اپنے اسناد سے روائت کی کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یعلیٰ بن اُمیہ سے کہا کہ چالیس بکریوں سے ایک بکری زکوٰۃ لو اور گھوڑوں میں سے کچھ نہ لو ہر ایک گھوڑے سے ایک دینار لو ــ بظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عبد میں مطلقاً صدقہ نہیں مگر مسلم کی روائت میں ہے" لَیْسَ فِی الْعَبْدِ اِلَّا صَدَقَةُ الْفِطْرِ،، لہٰذا مسلم کی روائت سے بخاری کی روائت مقید ہے یعنی جب غلام تجارت کے لئے نہ ہو تو اس میں صرف صدقہ فطر واجب ہے، بخاری کی روائت کا معنیٰ یہ ہے کہ مسلمان پر اپنے غلام اور گھوڑے کی زکوٰۃ دینا ضروری نہیں جبکہ یہ خدمت کے لئے ہوں اگر تجارت کے لئے ہوں تو سال گزرنے کے بعد ان کی قیمت پہ زکوٰۃ واجب ہے۔ الحاصل اونٹ، گائے اور بکریاں جب نصاب کو پہنچ جائیں تو سال گزر جانے کے بعد ان میں زکوٰۃ واجب ہے جبکہ یہ سائمہ ہوں یعنی اکثر سال چراگاہ سے چارہ کھائیں،، اور غلام اور گھوڑے تجارت کے لئے ہوں تو ان کی زکوٰۃ واجب ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب ــــ یتیموں پر صدقہ کرنا ،،

حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ فَقَالَ إِنَّ مِمَّا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِي مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِينَتِهَا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَوَيَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيلَ لَهُ مَا شَأْنُكَ تُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُكَلِّمُكَ فَرَأَيْنَا أَنَّهُ يُنْزَلُ عَلَيْهِ قَالَ فَمَسَحَ عَنْهُ الرُّحَضَاءَ وَقَالَ أَيْنَ السَّائِلُ وَكَأَنَّهُ حَمِدَهُ فَقَالَ إِنَّهُ لَا يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ وَإِنَّ مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيعُ يَقْتُلُ أَوْ يُلِمُّ إِلَّا آكِلَةَ الْخَضْرَاءِ أَكَلَتْ حَتَّى إِذَا امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتْ عَيْنَ الشَّمْسِ فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ وَرَتَعَتْ وَإِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَنِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ مَا أَعْطَى مِنْهُ الْمِسْكِينَ وَالْيَتِيمَ وَابْنَ السَّبِيلِ أَوْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّهُ مَنْ يَأْخُذُهُ بِغَيْرِ حَقِّهِ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَيَكُونُ شَهِيدًا عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۱۳۸۲

۱۳۸۲ — ترجمہ : ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن منبر پر تشریف لائے اور ہم آپ کے گرد اگرد بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا مجھے اپنے بعد جس چیز کا تم پر خوف ہے وہ یہ ہے کہ تم پر دُنیا کی زیب و زینت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ ایک مرد نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اچھی چیز بُری چیز کو لائے گی؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چُپ رہے اور اس شخص سے کہا گیا تیرا کیا حال ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرتا ہے اور آپ تیرے ساتھ بات نہیں فرماتے ہمارا گمان ہے کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے،، آپ نے چہرۂ انور سے پسینہ پونچھا اور فرمایا سوال کرنے والا کہاں ہے؟ گویا کہ آپنے اس کی تعریف کی،، اور فرمایا اچھی چیز بُرائی نہیں لاتی مگر موسم ربیع گھاس اگاتا ہے جو مار ڈالتا ہے یا مرنے کے قریب کر دیتا ہے مگر وہ جانور جو ہری گھاس چرے حتیٰ کہ جب اس کی دونوں کوکھیں بھر جائیں تو وہ سورج کے سامنے آجائے اور (اس کی گرمی سے) وہ لید اور پیشاب کرے اور چرتا رہے،، بے شک یہ یہ مال سرسبز میٹھا ہے مسلمان کا مال کیا ہی اچھی ہے جو وہ اس میں سے مسکینوں، یتیموں اور مسافروں کو دیتا ہے یا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،، اور جو کوئی اس کو ناحق پکڑتا ہے وہ اس کی مثل ہے جو کھاتا ہے مگر اس کا پیٹ نہیں بھرتا اور وہ مال قیامت کے روز اس پر گواہ ہوگا،،

۱۳۸۲ — شرح : قولہ اَوَیَاتِی الْخَیْرُ بِالشَّرِّ الخ ہمزہ استفہامیہ ہے اور واؤ عاطفہ ہے اور معطوف علیہ ہمزہ کے بعد مقدر ہے یعنی اَتَصِیْرُ النِّعْمَۃُ عُقُوْبَۃً وَیَاتِی الْخَیْرُ بِالشَّرِّ،، یعنی دنیا کی زیب و زینت مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کیا یہ رحمت اُن پر زحمت ہو جائے گی؟ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم وحی کی انتظار میں خاموش رہے لوگوں نے اس سائل کو ملامت کی اور کہا کیا بات ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتا ہے اور آپ تجھ سے بات تک نہیں فرماتے جب ہم نے بغور دیکھا تو ہمارا خیال ہوا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے،،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسینہ پونچھا اور لوگوں نے یہ گمان کیا کہ آپ نے اس کے سوال کو اچھا نہیں جانا جب انھوں نے دیکھا کہ آپ اس کے سوال سے راضی ہیں تو ان کو معلوم ہوا کہ آپ نے اس کی تعریف کی ہے،، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے اچھا ہونے کا فیصلہ کرے وہ اچھا ہے اور جس کے برا ہونے کا فیصلہ کرے وہ برا ہے اور جس چیز کا مجھے تم پر ڈر ہے وہ یہ ہے کہ تم اللہ کی نعمتیں ضائع کردو گے اور ان کو غیر محل میں استعمال کرو گے جس کا نعمت سے کوئی تعلق نہ ہوگا اور نہ ہی اس کی نعمت سے دور کی نسبت ہوگی پھر مثال بیان کرکے اس کی وضاحت فرمائی ۔ اس حدیث میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مثالیں ذکر فرمائیں ۔ ایک مثال اس شخص کی ہے جو دنیا کی تحصیل میں منہمک ہوجائے اور مال کے حقوق ادا کرنے میں بخل کرے ۔ دوسری مثال اس شخص کی ہے جو دنیا کی تحصیل میں اقتصاد اور میانہ روی اختیار کرے ۔

قولہٗ ان مما ینبت الربیع الخ یہ مثال اس شخص کی ہے جو حلال و حرام میں تمیز کئے بغیر مال بکثرت جمع کرکے جو آخرت میں اس کی ہلاکت کا سبب ہوجائے کیونکہ موسم ربیع سرسبز گھاس اگاتی ہے جانور اس کو زیادہ کھاتے ہیں حتیٰ کہ جب حد اعتدال سے زیادہ کھا جائیں اور وہ برداشت نہ ہوسکے تو ان کی انتڑیاں پھول کر پھٹ جاتی ہیں اور وہ ہلاک ہوجاتے ہیں اسی طرح جو شخص دنیا میں حرام مال جمع کرتا ہے اور لوگوں کی حق تلفی کرتا ہے وہ آخرت میں دوزخ میں داخل ہونے کے باعث ہلاک ہوجاتا ہے،، قولہٗ الا اٰکلۃ الخضر الخ یہ مقتصد اور میانہ روی اختیار کرنے والے کی مثال ہے یعنی جو شخص دنیا کی تحصیل اور اس کو جمع کرنے میں میانہ روی اختیار کرے اور ناجائز طریقوں سے دولت جمع کرنے کی کوشش نہ کرے وہ دنیا کے وبال سے نجات پاتا ہے جیسے ہری گھاس چرنے والا جانور ہلاکت سے نجات پاتا ہے ۔ پہلی مثال کافر کی ہے اسی لئے قتل کی حبط سے تاکید کی یعنی یَقتُلُ قَتلاً حَبطًا ،، اور کافر ہی کے اعمال باطل ہوتے ہیں ۔ دوسری مثال گنہگار مؤمن کی ہے جو گناہوں کے باعث اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے اور ہلاکت کے قریب ہوجاتا ہے ۔ تیسری مثال مقتصد کی ہے جو کھانے میں اسراف کرتا ہے حتیٰ کہ اس کی کوکھیں بھر جاتی ہیں لیکن وہ اس کا علاج تلاش کرتا ہے اور ضرر کے ازالہ کے لئے حیلہ کرتا ہے حتیٰ کہ اس کا ہضم درست ہوجاتا ہے یہ تینوں مثالیں حدیث میں مصرح ہیں چوتھی مثال حدیث میں مذکور نہیں وہ یہ ہے کہ کھانے میں اسراف نہ کرے بلکہ اتنا ہی کھائے جس سے بھوک زائل ہوجائے وہ اس میں اسراف نہیں کرتا جس کا اسے علاج کرنا پڑے یہ اس شخص کی مثال ہے جو دنیا میں رغبت نہ کرے اور آخرت پر نگاہ رکھے ۔ یہ مثال اگرچہ حدیث میں صراحۃً مذکور نہیں لیکن لغور سمجھی جاتی ہے،، الحاصل مال جمع کرنا حرام نہیں لیکن حد اعتدال سے نکل کر تجاوز کرنا اور اس کی تحصیل میں منہمک ہوکر حدود شرعیہ کا لحاظ نہ کرنا اور حصول زر کی حرص میں حلال و حرام میں تمیز نہ کرنا معیوب ہے جو ہر لحاظ سے اس کے لئے مضر اور وبال ہے جیسے زیادہ کھانا بیمار کرتا ہے اور محمود یہ ہے کہ اعتدال سے کھائے ۔ واللہ و رسولہ اعلم !

باَبُ الزَّكٰوةِ عَلَى الزَّوْجِ وَالْاَيْتَامِ فِي الْحِجْرِ قَالَهُ اَبُوْسَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ ۱۳۸۳
بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ
فَذَكَرْتُهُ لِاِبْرَاهِيْمَ فَحَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بِمِثْلِهِ سَوَاءً
قَالَتْ كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ وَكَانَتْ زَيْنَبُ تُنْفِقُ عَلٰى
عَبْدِ اللّٰهِ وَاَيْتَامٍ فِيْ حِجْرِهَا فَقَالَتْ لِعَبْدِ اللّٰهِ سَلْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَجْزِيْ عَنِّيْ اَنْ اُنْفِقَ عَلَيْكَ
وَعَلٰى اَيْتَامٍ فِيْ حِجْرِيْ مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ سَلِيْ اَنْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُ امْرَاَةً مِنَ الْاَنْصَارِ عَلَى الْبَابِ حَاجَتُهَا مِثْلُ حَاجَتِيْ فَمَرَّ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا سَلِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَجْزِيْ عَنِّيْ اَنْ اَتَصَدَّقَ عَلٰى زَوْجِيْ وَاَيْتَامٍ لِيْ فِيْ حِجْرِيْ وَقُلْنَا لَا تُخْبِرْ بِنَا فَدَخَلَ فَسَاَلَهُ فَقَالَ مَنْ هُمَا قَالَ
زَيْنَبُ فَقَالَ اَيُّ الزَّيَانِبِ قَالَ امْرَاَةُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ لَهَا اَجْرَانِ اَجْرُ الْقَرَابَةِ وَاَجْرُ الصَّدَقَةِ

باب —— شوہر اور زیرِ تربیت یتیموں کو زکوٰۃ دینا

اس کو ابوسعید نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کیا۔

۱۳۸۳ —— ترجمہ : حضرت عبداللہ بن مسعود کی بیوی زینب بنت عبداللہ بن معاویہ ثقفیہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح روائت ہے اُنھوں نے کہا میں مسجد میں تھی تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے فرمایا عورتو! صدقہ کرو اگرچہ تمہارے زیورات ہی ہوں،، زینب رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ بن مسعود پر اور اُن یتیموں پر خرچ کرتی تھی جو اس کی پرورش میں تھے،، راوی نے کہا زینب نے (اپنے شوہر) عبداللہ بن مسعود سے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو کیا میرے لئے یہ کافی ہے کہ میں تم پر اور اپنے یتیموں پر جو میری پرورش میں ہیں صدقہ خرچ کروں،، حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا تم خود ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرلو زینب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور آپ کے دروازہ پر ایک انصاریہ عورت کو پایا اس کی حاجت بھی میری حاجت سی تھی ہمارے پاس سے حضرت بلال گزرے ہم نے (اس سے) کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو کہ کیا میرے لئے یہ کافی ہے کہ میں اپنے شوہر اور یتیموں پر خرچ کروں جو میری پرورش میں ہیں؟ اور ہم نے یہ کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارا نام ذکر نہ کرنا،، بلال اندر گئے اور آپ سے پُوچھا تو آپ نے فرمایا وہ دو عورتیں کون ہیں؟ بلال نے کہا زینب ہے آپ نے فرمایا کونسی زینب؟ بلال نے کہا عبداللہ بن مسعود کی بیوی" آپ نے فرمایا ہاں اس کے لئے دو ثواب ہیں ایک قرابت کا ثواب اور دوسرا صدقہ کا!

۱۳۸۳ —— شرح : امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابومعاویہ کے طریق سے اعمش سے روائت کی اس میں دوسری عورت ابومسعود عقبہ بن عمرو انصاری

۱۳۸۴ حدثنا عثمان بن ابی شیبة قال حدثنا عبدة عن هشام عن ابیه عن زینب بنت ام سلمة عن ام سلمة قالت قلت یا رسول الله الی اجر ان انفق علی بنی ابی سلمة انما هم بنی فقال انفقی علیهم فلك اجر ما انفقت علیهم باب قول الله تعالی وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله ویذکر عن ابن عباس یعتق من زکوة ماله ویعطی فی الحج وقال الحسن ان اشتری اباه من الزکوة جاز ویعطی فی المجاهدین والذی لم یحج ثم تلا انما الصدقات للفقراء الایة فی ایها اعطیت اجزت وقال النبی صلی الله علیه وسلم ان خالدا احتبس ادراعه فی سبیل الله ویذکر عن ابی لاس حملنا النبی صلی الله علیه وسلم علی ابل الصدقة للحج

کی بیوی زینب ذکر کی ہے علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ظاہر عبارت کا مقتضیٰ تو یہ ہے کہ جمع کا صیغہ عنا و ننفق ،، کہا جاتا مگر اس سے مراد " کل واحد منا ،، ہے یا زینب نے حکائت کرنے میں صرف اپنا حال ذکر کیا ہے۔ اُنھوں نے حضرت بلال سے کہا کہ ہمارا نام ذکر نہ کرنا اور یہ نہ کہنا کہ سائلہ فلاں عورت ہے بلکہ یہ کہنا کہ دو عورتیں سوال کرتی ہیں اگر یہ سوال ہو کہ حضرت بلال نے ان کے کلام کی مخالفت کیوں کی ؟ جبکہ اس میں وعدہ کا خلاف اور بھید کا افشار و اظہار ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بلال سے نام دریافت کرنا اس کے معارض ہے کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب فرض ہے جس کی تاخیر قطعاً درست نہیں اور جب دو مصلحتیں متعارض ہوں تو ان میں سے اہم کو ترجیح ہوتی ہے ،،

ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ عورت اپنے شوہر کو زکوٰۃ دے سکتی ہے یا نہیں امام شافعی رضی اللہ عنہ اس کے جواز کے قائل ہیں اور وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جبکہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک رضی اللہ عنہما عدم جواز کے قائل ہیں اور اس حدیث کو تطوع (نفلی صدقہ) پر محمول کرتے ہیں کیونکہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ عورت اپنے لڑکے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتی اور جب اس کا لڑکے پر انفاق زکوٰۃ نہیں تو شوہر پر انفاق بھی زکوٰۃ نہیں ،، حدیث ۱۳۷۹ کی تفہیم میں اس کی تقریر دیکھیں ،، واللہ ورسولہ اعلم!

۱۳۸۴ —— **ترجمہ** : زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا مجھے اجر ملے گا اگر میں ابوسلمہ کے بیٹوں پر خرچ کروں وہ تو میرے بھی بیٹے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان پہ خرچ کرو گی تمہیں اس کا ثواب ملے گا۔

باب ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ،، گردن چھڑانے اور قرض داروں اور اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے ،،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روائت ذکر کی جاتی ہے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ سے غلام آزاد کرے اور حج کے لئے دے امام حسن بصری نے کہا کہ اگر زکوٰۃ کے مال سے اپنا غلام باپ خریدے تو جائز ہے، مجاہدین کو زکوٰۃ دے اور اس کو دے جس نے حج نہیں کیا پھر یہ آئت تلاوت کی ،، انما الصدقات للفقراء الایة (ان میں سے

جس کو زکوٰۃ کا مال دے کافی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خالد بن ولید نے اپنی زرہیں اللہ کی راہ میں وقف کر دی ہیں اور ابولاس سے منقول ہے کہ ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے کے لئے صدقہ کے اونٹوں پر سوار کیا"

۱۳۸۴ — اس حدیث کی باب سے مناسب یتیم پر خرچ کرنے کے اعتبار سے ہے "

شرح : ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا ابوسلمہ کی بیوی تھیں اور ان سے ان کی اولاد عمر، محمد، زینب اور درہ تھی۔ ابوسلمہ کی وفات کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرما لیا تھا" زینب بنت ام سلمہ کا نام "برہ" تھا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام زینب رکھا تھا اور ابوسلمہ کا نام عبد اللہ بن عبد الاسد مخزومی ہے" اور ام المؤمنین ام سلمہ کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے"

"**باب**" اس آیت کریمہ میں زکوٰۃ کے مصارف بیان کئے ہیں اور وہ آٹھ ہیں ان میں فقراء، مساکین، عاملین، رقاب، غارمین، منقطع، غازی اور مسافر شامل ہیں "رقاب" سے مراد مکاتب ہیں کہ ان کو آزاد کرانے میں ان کی مدد کی جائے" امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہما کا یہی مذہب ہے۔ ایک روایت میں امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے بھی یہ منقول ہے" "فی سبیل اللہ" امام ابوحنیفہ، ابویوسف اور محمد رضی اللہ عنہم نے کہا وہ فقراء غازی ہیں کذا قال ابن المنذر" ابوثور نے کہا کہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک "فی سبیل اللہ غازی ہیں راستہ بھولنے والے حاجی نہیں ہیں۔ ابن بطال رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ امام ابوحنیفہ، مالک، اور شافعی رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا فقیر حاجی زکوٰۃ کا مصرف ہے" اگر کوئی حج کرنا چاہے اور وہ فقیر ہو تو وہ زکوٰۃ کے مال سے حج کر سکتا ہے" "ابن سبیل" اگر کوئی شخص سفر کر رہا ہو اور اس کا خرچ ختم ہو جائے تو وہ اثناءِ سفر میں زکوٰۃ لے سکتا ہے جو اس کا زادِ راہ ہو اگرچہ اس کے گھر میں مال موجود ہو" عاملین" وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ وعشر وصول کریں جو اسلامی حکومت کی طرف سے زکوٰۃ کی وصولی پر مامور ہوں ان کو زکوٰۃ سے کچھ رقم دینا جائز ہے آیت کریمہ میں "مؤلفۃ القلوب" بھی مذکور ہیں اور وہ ایمان میں کمزور لوگ تھے ان کی استقامت کے لئے ان کو زکوٰۃ دی جاتی تھی مگر اب اسلام کا غلبہ ہے اس لئے ایسے لوگ اب زکوٰۃ کا مصرف نہیں اور وہ زکوٰۃ کی آٹھ قسموں سے ساقط ہو چکے ہیں" قولہٗ **یذکر عن ابن عباس** " یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور جمہور علماء کہتے ہیں کہ اس سے مراد مکاتب ہیں یعنی زکوٰۃ کے مال سے ان کی مکاتبت میں مدد کرنی جائز ہے! آیت کریمہ میں مذکور سات قسموں میں سے جسے چاہے زکوٰۃ دے سکتے ہیں اگرچہ ان میں سے ایک ہی قسم میں زکوٰۃ تقسیم کی جائے۔ امام ابوحنیفہ اور جمہور علماء رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ للفقراء میں لام مصرف کے بیان کے لئے ہے تملیک کے لئے نہیں ہے لہٰذا ایک قسم کو زکوٰۃ دینا کافی ہے جیسا کہ حسن بصری کے کلام سے ظاہر ہے۔ البتہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مذہب میں آیت میں مذکور سات مصارف میں زکوٰۃ تقسیم کرنی ضروری ہے!

۱۳۸۵ حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ قَالَ نَا شُعَیْبٌ قَالَ ثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِصَدَقَةٍ فَقِیْلَ مَنَعَ ابْنُ جَمِیْلٍ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ وَعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا یَنْقِمُ ابْنُ جَمِیْلٍ اِلَّا اَنَّهٗ کَانَ فَقِیْرًا فَاَغْنَاهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَاَمَّا خَالِدٌ فَاِنَّکُمْ تَظْلِمُوْنَ خَالِدًا قَدِ احْتَبَسَ اَدْرَاعَهٗ وَاَعْتُدَهٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاَمَّا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَعَمُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَهِیَ عَلَیْهِ صَدَقَةٌ وَّمِثْلُهَا مَعَهَا تَابَعَهُ ابْنُ اَبِی الزِّنَادِ عَنْ اَبِیْهِ وَقَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ هِیَ عَلَیْهِ وَمِثْلُهَا مَعَهَا وَقَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ حُدِّثْتُ عَنِ الْاَعْرَجِ مِثْلَهٗ

ترجمہ ۱۳۸۵ : ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کا حکم فرمایا تو عرض کیا گیا۔ ابن جمیل، خالد بن ولید اور عباس بن عبد المطلب نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن جمیل انکار نہیں کرتا ہے مگر یہ کہ وہ فقیر تھا اللہ اور اس کے رسول نے اس کو غنی کیا ہے، خالد پر تو تم زیادتی کرتے ہو اس نے اپنی زرہیں اور جنگی سامان اللہ کی راہ میں وقف کر دیا ہے اور عباس بن عبد المطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں ان کی زکوٰۃ ان پر صدقہ ہے اور اتنا ہی اور بھی،، ابن ابی زناد عبد الرحمن اعرج نے اپنے باپ سے روایت کرنے میں شعیب کی متابعت کی محمد ابن اسحاق نے ابو زناد سے یہ روایت کی،، کہ " فہی علیہ صدقہ ومثلہا معہا" وہ عباس پر صدقہ اور اس کی مثل اس کے ساتھ،، (اتنا اور بھی) ابن جُریج نے کہا مجھے اعرج سے اس طرح خبر دی گئی!

شرح ۱۳۸۵ : ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ علامہ قرطبی نے کہا جمہور نے یہی اختیار کیا ہے کہ یہ صدقہ واجبہ تھا، لیکن سوال یہ ہوتا ہے کہ حدیث میں مذکور حضرات زکوٰۃ دینے سے انکار کیسے کر سکتے تھے؟ اسی لئے بعض علماء اسے صدقہ نافلہ پر محمول کرتے ہیں،، چنانچہ عبد الرزاق نے اس حدیث کو ذکر کیا اس کے الفاظ یہ ہیں" نَدَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَی الصَّدَقَةِ،، ابن قصار نے کہا مناسب بھی یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ ہم ان حضرات میں سے کسی کے متعلق ایسا گمان نہیں کر سکتے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا صدقہ نہ دینے کی وجہ ذکر فرمائی جو حدیث سے واضح ہوتی ہے،، کہ خالد نے سارا سامان وقف کر دیا ہے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ابن جمیل کو لائق نہیں کہ وہ زکوٰۃ منع کرے حالانکہ وہ فقیر تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو مالدار کر دیا اللہ کی نعمت کی یہ جزاء نہیں ہونی چاہیئے جو ابن جمیل نے کیا ہے۔ ابن مہلب نے کہا ابن جمیل منافق تھا اس لئے اس نے زکوٰۃ منع کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے توبہ کرنے کا حکم فرمایا جس پر اس نے توبہ کر لی اور آخر تک صحیح رہا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو مہلت دے دی کہ وہ ادا کر دیں گے اور یہ ان پر فرض ہے ایک روائت میں " علیّ،، ہے یعنی ان کی زکوٰۃ میرے ذمہ ہے،، شعیب کی روائت کا معنی یہ ہے کہ

۱۳۸۶ بَابُ الْاِسْتِعْفَافِ عَنِ الْمَسْئَلَةِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رضی اَنَّ اُنَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاهُمْ ثُمَّ سَأَلُوْهُ فَاَعْطَاهُمْ حَتّٰى نَفِدَ مَا عِنْدَهٗ فَقَالَ مَا يَكُوْنُ عِنْدِيْ مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَهٗ عَنْكُمْ وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ وَمَنْ يَّتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ وَمَا اُعْطِيَ اَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَّاَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ ۱۳۸۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَاَنْ يَّاْخُذَ اَحَدُكُمْ حَبْلَهٗ فَيَحْتَطِبَ عَلٰى ظَهْرِهٖ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّاْتِيَ رَجُلًا فَيَسْاَلَهٗ اَعْطَاهُ اَوْ مَنَعَهٗ،

زکوٰۃ ان کے ذمہ ہے وہ عنقریب اس کے ساتھ اتنی اور ملا کر ادا کر دیں گے کیونکہ وہ نہ تو زکوٰۃ کے مانع ہیں اور نہ ہی بخیل ہیں یا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ عباس کے اموال ان پر صدقہ جیسے ہیں کیونکہ وہ اپنا اور عقیل کا فدیہ ادا کرنے کے ساتھ مقروض ہو گئے تھے اس لئے ان پر زکوٰۃ لازم نہ رہی تھی،، اگر حدیث کو صدقہ نافلہ پر محمول کیا جائے تو کوئی اشکال باقی نہیں رہتا مگر جمہور اس کے خلاف ہیں جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ واللہ و رسولہ اعلم!

باب ـــــ سوال سے بچنا

۱۳۸۶ ـــــ ترجمہ : ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ انصار کے چند لوگوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا آپ نے ان کو مال دیا۔ انہوں نے پھر سوال کیا آپ نے ان کو مال دیا۔

حتیٰ کہ جو کچھ آپ کے پاس تھا ختم ہو گیا تو فرمایا میرے پاس جو کچھ مال ہوگا اس کو میں تم سے بچا نہیں رکھوں گا اور جو کوئی سوال سے بچنا چاہے اللہ تعالیٰ اس کو بچائے گا اور جو کوئی اس سے بے پرواہی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو بے پرواہ کر دے گا اور جو کوئی صبر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو صبر دے گا کوئی شخص صبر سے بہتر اور وسیع تر عطیہ نہیں دیا گیا۔

۱۳۸۷ ـــــ ترجمہ : ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی شخص رسی پکڑے اور اپنی پیٹھ پر لکڑی کا گٹھا لاد کر لائے اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص کے پاس آئے اور اس سے سوال کرے وہ اسے دے یا نہ دے۔

۱۳۸۶، ۱۳۸۷ ـــــ شرح : "اِسْتِعْفَافٌ" کا معنی طلب عفت صبر، پاکیزگی اور سوال سے بچنا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ استغناء، عفت اور صبر اللہ تعالیٰ کے کرنے سے ہوتے ہیں۔ ضرورت کے لئے سوال جائز ہے۔ اگرچہ سوال نہ کرنا اور صبر کرنا بہتر ہے حتیٰ کہ اس کے سوال کے بغیر اللہ عطاء فرما دے۔

۱۳۸۸ حدثنا موسیٰ
قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ فَيَأْتِيَ بِحُزْمَةِ حَطَبٍ عَلَى ظَهْرِهِ فَيَبِيعَهَا فَيَكُفَّ اللّٰهُ بِهَا وَجْهَهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ أَعْطَوْهُ أَوْ مَنَعُوهُ

۱۳۸۹ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَانِي ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي ثُمَّ قَالَ يَا حَكِيمُ إِنَّ هَذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ أَخَذَهُ

علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا جو شخص سوال سے بچے اور لوگوں سے استغناء کا اظہار نہ کرے لیکن اگر کوئی شئی اسے دی جائے تو اسے واپس نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو بے پرواہ کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا دل غِنیٰ سے بھر دیتا ہے،، اور جو صبر کرے اگر اسے دیا جائے تو وہ قبول نہ کرے یہ بہت اچھا ہے کیونکہ صبر مکارمِ اخلاق کا جامع ہے،، اس کے علاوہ مانگنے میں ذلّت و رُسوائی ہے،، سلف صالحین کا طریقہ یہ تھا کہ اگر ان میں سے کسی کے ہاتھ سے کوڑا گر جاتا تو وہ اس کے پکڑانے میں کسی دوسرے شخص سے سوال نہ کرتے تھے،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے ہاتھ کے کسب سے کھانا چاہیئے اور اکتساب مباح امر ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۱۳۸۸ —— ترجمہ

: حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی رسّی لے اور لکڑی کا گٹھا اپنی پشت پہ لاد کر لائے اور اسے بیچے اور اللہ تعالیٰ اس وجہ سے اس کے چہرے کو سوال سے بچائے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے مانگتا پھرے وہ اس کو دیں یا نہ دیں،،

۱۳۸۸ —— شرح

: ۱۳۸۸،، یعنی لکڑیاں فروخت کرکے اپنی حاجت پوری کرے اور لوگوں سے مانگنے سے بچے تو یہ اس کے لئے بہت بہتر ہے کیونکہ اس طرح نفس ذلیل ہوتا ہے اور مانگنے سے مشقت برداشت کرنا بہتر ہے،، جب کوئی شخص اپنے لئے سوال کا دروازہ کھولتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ،،

۱۳۸۹ —— ترجمہ

: عروہ بن زبیر اور سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا تو آپ نے مجھے دیا میں نے پھر مانگا تو آپ نے مجھے دیا میں نے پھر مانگا تو آپ نے مجھے دیا پھر فرمایا اے حکیم! یہ مال ہرا بھرا میٹھا ہے جو اس کو سخاوتِ نفس کے ساتھ لے اس کے لئے اس میں برکت ہوگی اور جو لالچ کے ساتھ اس کو لے اس کے لئے اس میں برکت نہ ہوگی مثل اس شخص کے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اُوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے حکیم نے کہا میں نے عرض کیا یا رسُول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا میں آپ کے بعد کسی سے کچھ نہ لوں گا حتیٰ کہ دُنیا سے مفارقت کر جاؤں،، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِيهِ وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ وَكَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى قَالَ حَكِيمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرْزَأُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتَّى أُفَارِقَ الدُّنْيَا فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَدْعُو حَكِيمًا إِلَى الْعَطَاءِ فَيَأْبَى أَنْ يَقْبَلَهُ مِنْهُ ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ فَأَبَى أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا فَقَالَ عُمَرُ إِنِّي أُشْهِدُكُمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى حَكِيمٍ أَنِّي أَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ مِنْ هَذَا الْفَيْءِ فَيَأْبَى أَنْ يَأْخُذَهُ فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيمٌ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تُوُفِّيَ **بَابُ** مَنْ أَعْطَاهُ اللَّهُ شَيْئًا مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ وَلَا إِشْرَافِ نَفْسٍ وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ

۱۳۸۹ (ا) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِينِي الْعَطَاءَ فَأَقُولُ أَعْطِهِ مَنْ هُوَ أَفْقَرُ إِلَيْهِ مِنِّي فَقَالَ خُذْهُ إِذَا جَاءَكَ مِنْ هَذَا الْمَالِ شَيْءٌ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ وَمَا لَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ **بَابُ** مَنْ سَأَلَ النَّاسَ تَكَثُّرًا

حکیم کو وظیفہ دینے کے لئے بلاتے تو وہ اسے قبول کرنے سے انکار کردیتے۔ پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کو بلاتے تاکہ ان کو وظیفہ دیں تو وہ اسے قبول کرنے سے انکار کردیتے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا یا معشر المسلمین! میں تم کو حکیم پر گواہ بناتا ہوں کہ میں اس مال سے حکیم کا حق اس کے سامنے پیش کرتا ہوں لیکن وہ لینے سے انکار کردیتے ہیں حکیم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سے کسی سے کچھ نہ لیا حتیٰ کہ فوت ہوگئے!

۱۳۸۹ —— **شرح** : سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے مال کو سرسبز اور میٹھا فرمایا مال میں رغبت کرنے کو خضرہ حلوہ سے تشبیہ دی کیونکہ سبزی نظر کی مرغوب ہے اور شیرینی کا ذائقہ مرغوب ہوتا ہے جب یہ دونوں جمع ہوجائیں تو رغبت اور زیادہ ہوجاتی ہے "سخاوت" کا معنی لالچ کے بغیر لینا" ہے" اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا اور سوال سے بچنے والا ہے اور نیچے والا ہاتھ مانگنے والا ہے "لَا أَرْزَءُ" کا معنی یہ ہے کہ میں کسی سے مال کا سوال کرکے اس کا مال کم نہ کروں گا" قولہٗ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ اس کا موصوف محذوف ہے یعنی فَاكِهَةٌ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ اس میں یہ اشارہ ہے کہ دنیا کا مال جلدی فنا ہونے والا ہے جیسے سرسبز شئے زیادہ عرصہ باقی نہیں رہتی" اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تین بار سوال کرنا جائز ہے اور چوتھی بار سائل کو منع کرنا جائز ہے یعنی تین بار سوال کرنے کے بعد سائل کو رد کرنا مکروہ نہیں اور طلب میں اجمال کرنے میں برکت ہے۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب —— جس کو اللہ تعالیٰ نے سوال اور حرص کے بغیر مال دلوایا"

۱۳۸۹ ا **ترجمہ** : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جناب رسول اللہ

۱۳۹۰ حدثنا يحيى بن بكير قال حدثنا الليث عن عبيد الله بن ابي جعفر قال سمعت حمزة بن عبد الله بن عمر قال سمعت عبد الله بن عمر قال قال النبي صلى الله عليه وسلم ما يزال الرجل يسال الناس حتى ياتي يوم القيمة ليس في وجهه مزعة لحم وقال ان الشمس تدنو يوم القيمة حتى يبلغ العرق نصف الاذن فبينما هم كذلك استغاثوا بادم ثم بموسى ثم بمحمد صلى الله عليه وسلم وزاد عبد الله قال حدثني الليث قال حدثني ابن ابي جعفر فيشفع ليقضي بين الخلق فيمشي حتى ياخذ بحلقة الباب فيومئذ يبعثه الله مقاما محمودا يحمده اهل الجمع كلهم وقال معلى حدثنا وهيب عن النعمان بن راشد عن عبد الله بن مسلم اخي الزهري عن حمزة بن عبد الله انه سمع ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم في المسئلة

صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عطیہ دیتے اور فرماتے یہ اس شخص کو دے دیں جو اس کا زیادہ محتاج ہو اور فرماتے جب تمہارے پاس اس مال سے کچھ آئے جبکہ تم اس کی حرص نہ کرو اور نہ ہی اس کا سوال کرو تو لے لیا کرو اور اگر مال نہ ملے تو اس کا پیچھا مت کرو "

۱۳۸۹ ــــــ شرح : غیر مشرف "کا معنی "طمع نہ کرنے والا اور نہ ہی اس کا طلب کرنے والا" یعنی جو مال تمہیں ملے حالانکہ تم اس کا پیچھا نہیں کرتے ہو اور نہ ہی اس کی خواہش کرتے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے ورنہ اس کے پیچھے پیچھے مت پھرو"۔ اس حدیث سے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بہت بڑی منقبت ہے "۔ ابن بطال رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ طلب کرنے کے بغیر اگر حلال مال ہاتھ لگے تو اس کو لے لینا بہتر ہے اور امام کا عطیہ مسترد کر دینا ادب کے خلاف ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہدایا اور نذرانے قبول کر لیا کرتے تھے "۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے بادشاہوں کے عطایا تو لذیذ گوشت جیسے ہیں۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا امراء کے ہدایا قبول کرو اگر وہ ناجائز ہیں تو ان کو گناہ ہے۔ بعض علماء اسے مکروہ کہتے ہیں "۔ واللہ اعلم!

باب ــــــ جو کوئی مال بڑھانے کے لئے لوگوں سے سوال کرے "

۱۳۹۰ ــــــ ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیشہ آدمی لوگوں سے مانگتا رہتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ٹکڑا نہ ہوگا اور فرمایا کہ

باب قَوْلِ اللهِ تعالی لَا یَسْأَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَکَمِ الْغِنٰی وَقَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وسلم وَلَا یَجِدُ غِنًی یُغْنِیْہِ لِلْفُقَرَاءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللهِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ یَحْسَبُھُمُ الْجَاھِلُ اَغْنِیَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ اِلٰی قَوْلِهٖ فَاِنَّ اللهَ بِهٖ عَلِیْمٌ۔

قیامت کے دن سورج قریب آجائے گا یہاں تک کہ پسینہ نصف کان تک پہنچے گا لوگ اسی حال میں حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام، پھر موسیٰ علیہ السلام، پھر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فریاد لے جائیں گے عبداللہ نے یہ زیادہ بیان کیا کہ مجھے لیث نے خبر دی اُنھوں نے کہا مجھے ابوجعفر کے بیٹے نے خبر دی کہ آپ سفارش کریں گے تاکہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے پس آپ تشریف لے جائیں گے حتیٰ کہ جنت کے دروازے کا حلقہ پکڑلیں گے اور اس روز آپ کو اللہ تعالیٰ مقام محمود میں جلوہ افروز کرے گا جس کی محشر والے تعریف کریں گے۔ مُعلّی نے کہا مجھے وُہیب نے نعمان بن راشد سے اُنھوں نے عبداللہ بن مسلم زہری کے بھائی سے اُنھوں نے حمزہ سے بیان کیا کہ اُنھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کے بارے میں سُنا۔

۱۳۹۰ —— **شرح** : اس حدیث میں اختصاراً دوسرے نبیوں کا ذکر نہیں کیا، دراصل سفارش تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کرنی ہے اور آپ سے پہلے دوسرے نبیوں سے استغاثہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ کی عظمت اور آپ کی رفعتِ منزلت کے اظہار کے لئے ذکر کیا ہے کیونکہ وہ ایسا حال ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا شفاعت کرنے میں سب عاجز ہوں گے، قولہٗ "حلقة الباب" سے مراد جنت کا دروازہ یا قربِ الٰہی ہے، مقام محمود وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا ہے وہ شفاعت عظمیٰ کا مقام ہے جو آپ کے لئے مخصوص ہے اور اس میں آپ کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ یہ وہ مقام ہے جو اہلِ محشر کے لئے راحت کا باعث ہے کیونکہ اسی مقام پر کھڑے ہوکر آپ سفارش فرمائیں گے کہ لوگوں کا فیصلہ جلدی ہوجائے اور ان کو تنگی سے نجات ہو، حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص مال بڑھانے کے لئے لوگوں سے مانگتا پھرے وہ قیامت کے دن ذلیل و خوار ہوگا اور جو مجبور ہوکر سوال کرے جبکہ وہ سخت محتاج ہو تو اس کے لئے سوال کرنا مباح ہے۔ واللہ ورسولہٗ اَعلم!

باب —— اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے اور کتنے مال سے غنی ہوتا ہے"

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ اتنا مال نہ پائے جو اس کو بے پرواہ بنادے"

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ ان فقراء کے لئے جو اللہ کے راستہ میں روک لئے گئے ہیں اور زمین میں چل نہیں سکتے ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے لوگ ان کو مال دار

۱۳۹۱ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي تَرُدُّهُ الْأُكْلَةُ وَالْأُكْلَتَانِ وَلٰكِنِ الْمِسْكِينُ الَّذِي لَيْسَ لَهُ غِنًى وَيَسْتَحْيِي أَوْ لَا يَسْأَلُ النَّاسَ إِلْحَافًا

۱۳۹۲ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنِ ابْنِ أَشْوَعَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي كَاتِبُ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنِ اكْتُبْ إِلَيَّ بِشَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَتَبَ إِلَيْهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللّٰهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قِيلَ وَقَالَ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ

سمجھتے ہیں۔ الآیۃ ''

۱۳۹۱ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا ''مسکین وہ نہیں ہے جسے ایک یا دو لقمے ادھر ادھر پھراتے رہتے ہیں لیکن مسکین وہ ہے جو تونگری نہ پائے وہ سوال کرنے سے حیاء کرے یا لوگوں سے چمٹ کر سوال نہ کرے ''

۱۳۹۲ ترجمہ : شعبی نے کہا مجھے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ کو خط لکھا کہ مجھے کچھ لکھ بھیجو جو تم نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے مغیرہ نے ان کو لکھا کہ میں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین چیزیں پسند نہیں کیں فضول گفتگو، مال کو ضائع کرنا اور بہت مانگنا ''

اس باب کے عنوان میں '' للفقراء کا عطف '' لا یسئلون الناس '' پر ہے اور حرف عطف مقدر ہے یا یہ حال ہے اور لفظ '' قائلاً '' مقدر ہے بعض نسخوں میں '' لقول اللہ عزوجل للفقراء '' ہے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ سوال کرنے کی شرط یہ ہے کہ مالداری نہ پائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فقراء کی وصف یہ ذکر فرمائی ہے کہ وہ زمین میں چل نہیں سکتے کیونکہ جو زمین میں چل پھر سکے وہ کچھ نہ کچھ مال داری حاصل کرلیتا ہے ''

قولہٗ لَا یَسْئَلُ الخ اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مَسْکَنَت جب ہی محمود ہوتی ہے کہ سوال کرنے سے بچے اور قدر حاجت پر ہی اکتفاء کرے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر حال میں حیاء کرنا مستحب ہے۔ '' لا یسئلون الناس الحافاً '' کی تفسیر میں مختلف اقوال ہے ایک قول یہ ہے کہ '' لَا یُلْحِفُوْنَ فِی الْمَسْئَلَۃِ '' یعنی سوال کرنے میں گڑگڑاتے نہیں '' دوسرا قول یہ ہے کہ وہ سوال کرتے ہی نہیں ہیں '' تو گڑگڑانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا '' فقیر اور مسکین میں فرق یہ ہے کہ دونوں میں سے جو زیادہ بدحال ہو وہ مسکین ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں زیادہ بدحال فقیر ہے ''

۱۳۹۲ شرح : اس حدیث کی عنوان سے مناسبت کثرت سوال میں ہے '' قیل و قال ہے مراد فضول گفتگو ہے اگر دینی امور میں تحقیق کے بغیر

١٣٩٣

حدثنا محمد بن غرير الزهري قال حدثنا يعقوب بن ابراهيم عن ابيه عن صالح عن ابن شهاب قال اخبرني عامر بن سعد عن ابيه قال اعطى رسول الله صلى الله عليه وسلم رهطا وانا جالس فيهم قال فترك رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلا فيهم لم يعطه وهو اعجبهم الي فقمت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فساررته فقلت مالك عن فلان والله اني لاراه مؤمنا قال او مسلما قال فسكت قليلا ثم غلبني ما اعلم فيه فقلت يا رسول الله مالك عن فلان والله اني لاراه مؤمنا قال او مسلما قال فسكت قليلا ثم غلبني ما اعلم فيه فقلت يا رسول الله مالك عن فلان والله اني لاراه مؤمنا قال او مسلما ثلاث مرات قال اني لاعطي الرجل وغيره احب الي منه خشية ان يكب في النار على وجهه وعن ابيه عن صالح عن اسمعيل بن محمد انه قال سمعت ابي يحدث بهذا فقال في حديثه فضرب رسول الله صلى الله عليه وسلم بيده فجمع بين عنقي وكتفي ثم قال اقبل (اقتال) اي سعد اني لاعطي الرجل قال ابو عبد الله فكبكبوا قلبوا مكبا اكب الرجل اذا كان فعله غير واقع على احد فاذا وقع الفعل قلت كبه الله لوجهه وكببته انا قال ابو عبد الله صالح بن كيسان هو اكبر من الزهري وهو قد ادرك ابن عمر

گفتگو ہو اور روایات کے نقل میں احتیاط نہ ہو تو وہ گفتگو بھی مکروہ ہے۔ کثرت سوال سے مراد یہ ہے کہ مال بڑھانے کے لئے لوگوں سے مانگتا پھرے یا مراد یہ ہے کہ متشابہات سے متعلق سوال کرنا ممنوع ہے یا بلا ضرورت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اگر تمہارے لئے ظاہر کر دیا جائے تو تمہیں برا معلوم ہوگا"، البتہ شرعی مسائل کی دریافت میں حرج نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اللہ تعالیٰ کا کسی شئی کو مکروہ یا اچھا جاننے کا معنی یہ ہے کہ اللہ اس کا حکم فرماتا ہے یا اس سے منع کرتا ہے یا اس پر ثواب و عقاب کا ارادہ فرماتا ہے۔ واللہ و رسولہ اعلم!

١٣٩٣ — ترجمہ : عامر بن سعد رضی اللہ عنہما نے اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو مال دیا اور میں ان میں بیٹھا ہوا تھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک مرد کو چھوڑ دیا اسے کچھ نہ دیا حالانکہ وہ شخص مجھے سب سے زیادہ پسند تھا میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور گیا اور چپکے سے عرض کی یا رسول اللہ! کیا بات ہے کہ آپ نے فلاں شخص کو چھوڑ دیا ہے بخدا! میں اس کو مومن دیکھتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا مسلمان! سعد نے کہا میں تھوڑی دیر خاموش رہا پھر مجھ پر وہ بات غالب آئی جو میں اس شخص کے بارے میں جانتا تھا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا بات ہے کہ آپ نے فلاں شخص کو چھوڑ دیا ہے بخدا! میں اس کو مومن سمجھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا مسلمان! سعد نے کہا میں کچھ دیر خاموش رہا پھر مجھ پر وہ بات غالب آئی جو میں اس کے بارے میں جانتا تھا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا بات ہے کہ آپ نے فلاں شخص کو چھوڑ دیا ہے بخدا میں اس کو مومن سمجھتا ہوں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کسی شخص کو مال دیتا ہوں حالانکہ

۱۳۹۴ حدثنا اسمٰعیل بن عبداللہ قال حدثنی مالک عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس المسکین الذی یطوف علی الناس تردہ اللقمۃ واللقمتان والتمرۃ والتمرتان ولکن المسکین الذی لا یجد غنی یغنیہ ولا یفطن بہ فیتصدق علیہ ولا یقوم فیسأل الناس

اس کا غیر مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے اِس خوف کے پیشِ نظر کہ اسے مُنہ کے بل دوزخ میں گرا دیا جائے گا" یعقوب بن ابراہیم نے اپنے باپ سے اُنھوں نے صالح بن کیسان سے اُنھوں نے اسماعیل بن محمد سے روائت کی اُنھوں نے کہا میں نے اپنے باپ کو یہ بیان کرتے ہوئے سُنا اُنھوں نے اپنی روائت میں ذکر کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ اقدس حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے شانہ اور گردن کے درمیان رکھ کر فرمایا اے سعد میری طرف متوجہ ہو میں ایک شخص کو مال دیتا ہوں الخ۔ امام بخاری نے کہا "کُبْکِبُوْا" کا معنیٰ ہے "الٹ دیئے گئے" "مُکِبّاً" "اَکَبَّ الرَّجُلُ" سے ماخوذ ہے جبکہ اس کا فعل کسی پر واقع نہیں ہوتا ہے اور جب کسی پر فعل واقع ہے تو تو کہے گا "کَبَّہٗ اللّٰہُ لِوَجْہِہٖ وَکَبَبْتُہٗ اَنَا"، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ صالح بن کیسان زہری سے بڑے ہیں اُنھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی ہے"

۱۳۹۳ —— شرح: اس حدیث کی تفصیل حدیث ۲۶ کی تفہیم میں مذکور ہے

قولہٗ اَقْبِلْ الخ بعض روایات میں "اَقِتَالاً" مذکور ہے یعنی اے سعد جھگڑا کرتے ہو میں تو ایک شخص کو مال دیتا ہوں تاکہ اس کی تالیف اور دل جمعی ہو تاکہ اس کے دل میں ایمان پختہ ہو جائے اور اگر اسے نہ دیا جائے تو وہ ایسی بات کرے گا جس کے باعث وہ دوزخ میں منہ کے بل گرا دیا جائے گا اس پر شفقت اور مہربانی کرتے ہوئے میں اس کو مال دیتا ہوں اور دُوسرے شخص کو مال نہیں دیتا ہوں کیونکہ وہ ایمان میں راسخ ہے اس کو مال نہ دینے سے اس کے دل میں کوئی بدگمانی نہیں آئے گی"، اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ایمان کے منازل کو جانتے تھے اور باذن اللہ صدور رجال کے کوائف پر مطلع تھے"

قولہٗ غَیْرُ وَاقِعٍ"، یعنی جب یہ فعل لازم ہو تو "اَکَبَّ الرَّجُلُ" کہا جاتا ہے اور جب متعدی استعمال ہو تو "کَبَّہٗ اللّٰہُ" کہا جاتا ہے"، یعنی یہ عجیب کلمہ ہے "کہ جب ثلاثی ہو تو متعدی اور جب ثلاثی مزید فیہ ہو تو لازم استعمال ہوتا ہے حالانکہ صرف کا قاعدہ اس کے برعکس ہے"

۱۳۹۴ —— ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کا طواف کرتا پھرے اور ایک دو لقمے اور ایک دو کھجوریں اس کو اِدھر اُدھر گھماتی پھریں لیکن مسکین وہ ہے جو مال داری نہ پائے جو اس کو بے پرواہ کر دے"، اور کسی کو اس کا پتہ بھی نہ ہو تاکہ اس پر صدقہ کیا جائے اور نہ ہی وہ کھڑا ہو کر لوگوں سے مانگتا پھرے!

۱۳۹۵ حدثنا عمر بن حفص بن غياث قال حدثنا ابي قال حدثنا الاعمش قال حدثنا ابو صالح عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لان ياخذ احدكم حبله ثم يغدو واحسبه قال الى الجبل فيحتطب فيبيع فياكل ويتصدق خير له من ان يسال الناس باب خرص التمر ۱۳۹۶ حدثنا سهل بن بكار قال حدثنا وهيب عن عمرو بن يحيى عن عباس الساعدي عن ابي حميد الساعدي قال غزونا مع النبي صلى الله عليه وسلم غزوة تبوك فلما جاء وادي القرى اذا امرأة في حديقة لها فقال النبي صلى الله عليه وسلم لاصحابه اخرصوا وخرص رسول الله صلى الله عليه وسلم عشرة اوسق فقال لها احصي ما يخرج منها فلما اتينا تبوك قال اما انها ستهب الليلة ريح شديدة فلا يقومن احد ومن كان معه بعير فليعقله فعقلناها وهبت ريح شديدة فقام رجل فالقته بجبلي طيئ واهدى ملك ايلة للنبي صلى الله عليه وسلم بغلة بيضاء وكساه بردا وكتب له ببحرهم فلما اتى وادي القرى قال للمرأة كم جاء حديقتك قالت عشرة اوسق خرص رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال النبي صلى الله عليه وسلم اني متعجل الى المدينة فمن اراد منكم ان يتعجل معي فليتعجل فلما قال ابن بكار كلمة معناها اشرف على المدينة قال هذه طابة فلما رأى احدا قال

۱۳۹۵ —— ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی کہ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی رسی پکڑے اور صبح کو چلا جائے میرا گمان ہے کہ آپ نے یہ فرمایا " پہاڑ کی طرف " چلا جائے ،، اور لکڑیاں چنے پھر ان کو بیچے اور کھائے اور کچھ صدقہ کرے یہ اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرتا پھرے ۔

۱۳۹۴ ، ۱۳۹۵ —— شرح : اگر یہ سوال ہو کہ ان احادیث میں مال داری کی مقدار کا ذکر نہیں ہے حالانکہ ترجمۃ الباب یہ ہے ،، اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح کی کوئی حدیث نہ تھی جو امام بخاری کی شرط کے مطابق ہوتی اس لئے ایسی حدیث ذکر نہیں کی جو عنوان کے مطابق ہو اور اس بارے میں جو احادیث ذکر کی جاتی ہیں وہ امام کی شرط کے مطابق نہیں ہیں جیسے بعض روایات میں مال داری کا معیار صبح و شام کا کھانا یا پچاس درہم یا اس کے برابر سامان وغیرہ مذکور ہے ۔ واللہ ورسولہ اعلم !

باب —— کھجور کا تخمینہ لگانا

۱۳۹۶ —— ترجمہ : ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تبوک کی جنگ لڑی جب آپ وادی

هٰذا جبلٌ يحبنا ونحبه ألا أخبركم بخير دور الأنصار قالوا بلى قال دور بني النجار ثم دور بني عبد الأشهل ثم
دور بني ساعدة أو دور بني الحارث بن الخزرج وفي كل دور الأنصار يعني خيرًا قال أبو عبد الله كل بستان
عليه حائط فهو حديقة وما لم يكن عليه حائط لا يقال حديقة وقال سليمان بن بلال حدثني عمرو ثم دار
بني الحارث بن الخزرج ثم بني ساعدة وقال سليمان عن سعد بن سعيد عن عمارة بن غزية عن عباس عن أبيه
عن النبي صلى الله عليه وسلم قال أحد جبل يحبنا ونحبه ۔

القریٰ میں پہنچے تو ایک عورت اپنے باغ میں دیکھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا اس کی کھجوروں کا اندازہ لگاؤ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس وسق اندازہ لگایا اور اس عورت سے فرمایا جو کچھ اس میں سے نکلے اسے یاد رکھنا جب ہم تبوک پہنچے تو آپ نے فرمایا آج رات سخت ہوا چلے گی کوئی شخص کھڑا نہ ہو اور جس کے ساتھ اونٹ ہے وہ اس کو باندھ دے،، ہم نے اونٹ باندھ دیئے اور سخت آندھی چلی ایک شخص کھڑا ہو گیا تو اس کو ہوا نے طیّ کے پہاڑ پر پھینک دیا،، ایلہ کے بادشاہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سفید خچر نذرانہ بھیجا اور آپ نے اس کو چادر بھیجی اور اس کے لئے اس ملک کی حکومت برقرار رکھی جب آپ وادی القریٰ تشریف لائے تو اس عورت سے فرمایا تیرے باغ سے کتنی کھجور اُتری ہیں۔ اس عورت نے کہا دس وسق جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں مدینہ منورہ جلدی جانے والا ہوں جو میرے ساتھ جانا چاہے وہ جلد تیاری کرے۔ ابن بکار نے اس لفظ کا ہم معنیٰ ذکر کیا کہ جب آپ مدینہ منورہ کے قریب ہوئے تو فرمایا یہ طیبہ ہے اور جب اُحد کو دیکھا تو فرمایا یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں کیا میں تم کو انصار کے گھروں میں سے بہتر گھر کی خبر نہ دوں؟ لوگوں نے کہا کیوں نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی نجار کے گھرانے پھر بنی عبدالاشہل کے گھرانے پھر بنی ساعدہ کے گھرانے یا بنی حارث بن خزرج کے گھرانے اور انصار کے تمام گھرانوں میں خیر اور بہتری ہے،، سلیمان بن بلال نے کہا ہم سے عمرو نے بیان کیا کہ پھر بنی حارث کے گھرانے پھر بنی ساعدہ کے گھرانے (بہتر ہیں) اور سلیمان نے سعد بن سعید سے اُنھوں نے عمارہ بن غزّیہ سے اُنھوں نے عباس سے اُنھوں نے اپنے باپ سہل بن سعد سے اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی کہ آپ نے فرمایا اُحد پہاڑ ہے وہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہر باغ جس کی دیوار ہو وہ حدیقہ ہے اور جس کی دیوار نہ ہو وہ حائط ہے اس کو "حدیقہ" نہیں کہا جاتا،، سلیمان بن بلال نے کہا مجھ سے عمرو نے بیان کیا پھر بنی خزرج کے مکان پھر بنی ساعدہ کے مکان بہتر ہیں سلیمان نے سعد بن سعید سے اُنھوں نے عمارہ بن غزیّہ سے اُنھوں نے عباس سے اُنھوں نے اپنے باپ سے اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی کہ آپ نے فرمایا اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

بَابُ الْعُشْرِ فِيمَا يُسْقَى مِنْ مَاءِ السَّمَاءِ وَالْمَاءِ الْجَارِي وَلَمْ يَرَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي الْعَسَلِ شَيْئًا

۱۳۹۶ —— شرح : خرص کی تفسیر یہ ہے کہ جب کھجوریں یا انگور وغیرہ جن میں زکوٰۃ واجب ہے پک جائیں تو بادشاہ کسی اندازہ لگانے والے کو بھیجتا ہے وہ باغات دیکھتا ہے اور کہتا ہے اس باغ سے اتنا خشک پھل اُترے گا اور اپنے اندازے کو محفوظ کر لیتا — اور اس اعتبار سے ان پر عشر ثابت کرتا پھر وہ چلا جاتا — اور باغ ان لوگوں کے حوالے کر دیتا — جب پھل اُترنے کا وقت آئے تو اس اندازے کے مطابق ان سے عشر وصول کرتا ہے۔ امام ابوحنیفہ، ابویوسف اور محمد رضی اللہ عنہم نے کہا خرص منسوخ ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے مرفوع روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خرص سے منع فرمایا ہے اور جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر پھل کی بیع خرص سے منع فرمائی ہے ،، نیز خرص تخمینہ اور اندازہ ہے یہ کبھی غلط بھی ہو سکتا ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جابر سے روایت کی کہ" جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرص سے منع فرمایا اور فرمایا یہ تو بتاؤ اگر پھل تباہ ہو جائے کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرے گا کہ بلاوجہ اپنے بھائی کا مال کھائے ،، چونکہ حظر اباحت کے بعد ہوتی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ خرص منسوخ ہے ،، ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خرص صرف یہود پر ثابت ہے کیونکہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے شریک تھے اور وہ امین نہ تھے اور مسلمانوں پر خرص واجب نہیں فرمایا۔

اس حدیث سے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ظاہر ہوتا ہے جبکہ آپ نے فرمایا رات کو سخت آندھی چلے گی اور قرآن کریم میں" یَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ ،، ذاتی علم اللہ کے ساتھ خاص ہے جیسے فرمایا" قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ،، میں ارض وسماء کے رہنے والوں سے ذاتی علم غیب کی نفی کی ہے کیونکہ عطائی علم غیب مخلوق کے لئے ثابت ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ،، کتاب الایمان میں اس کی تفصیل مذکور ہے ،، اس حدیث سے مدینہ منورہ اور اُحُد کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے نیز انصار کی فضیلت بھی منصوص ہے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کافروں سے ہدیہ قبول کر لینا جائز ہے اور کافروں کو بھی ہدیہ دینا جائز ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے مصائب اور بلایا امنڈ آتے ہیں جیسے مذکور شخص کو جبل طی میں پھینک دیا تھا ،،

علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اُحُد کا محبت کرنا حقیقت پر محمول ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں محبت پیدا کر دے اور یہ ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحُد سے کلام کیا اور فرمایا" اے ٹھہر جا تیرے اُوپر کوئی نہیں ہے مگر نبی یا شہید۔ اسی طرح مسجد میں ستون کا رونا، پتھروں کا آپ کو سلام کہنا، اسی طرح درخت کا آپ سے عرض کرنا کہ نماز میں جنوں نے آپ کی اقتدا کی ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم! تبوک" غیر منصرف ہے مدینہ منورہ سے شام کی جانب چودہ مراحل دُور ہے۔

باب —— آسمان کے پانی اور جاری پانی سے

۱۳۹۷ حدثنا سعید بن ابی مریم قال حدثنا عبداللہ بن وھب قال اخبرنی یونس بن یزید عن ابن شہاب عن سالم بن عبداللہ عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فیما سقت السماء والعیون او کان عثریا العشر وما سقی بالنضح نصف العشر قال ابو عبداللہ ھذا تفسیر الاول لانہ لم یوقت فی الاول یعنی حدیث ابن عمر فیما سقت السماء العشر وبین فی ھذا ووقت والزیادۃ مقبولۃ والمفسر یقضی علی المبھم اذا رواہ اھل الثبت کما روی الفضل بن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یصل فی الکعبۃ وقال بلال قد صلی فاخذ بقول بلال وترک قول الفضل۔

پلائی جانے والی زمین میں عُشر“

حضرت عُمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ شہد میں عشر کے قائل نہ تھے“

۱۳۹۷ ــــــ ترجمہ : سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے اپنے باپ عبداللہ سے اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی کہ آپ نے فرمایا جس زمین کو آسمان اور چشموں نے سراب کیا یا وہ زمین سیلابی ہو اس میں عُشر ہے اور جس زمین کو اُونٹ پر پانی لادکر سیراب کیا جائے اس میں نصف عُشر ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ پہلی حدیث کی تفسیر ہے کیونکہ پہلی حدیث یعنی عبداللہ بن عمر کی حدیث فِیمَا سَقَتِ السَّمَاءُ الْعُشْرُ،، میں نصاب کی تعیین نہیں کی اور اس میں تعیین کو بیان کیا ہے اور ثقہ راوی کی زیادتی مقبول ہوتی ہے اور مفسر مبہم کا فیصلہ کرتا ہے جبکہ اس کی اہل ثبت (حافظہ والے) روائت کریں،، جیسے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے روائت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کعبہ میں) نماز پڑھی ہے تو حضرت بلال کے قول کو لیا گیا اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول چھوڑ دیا گیا،،

۱۳۹۷ ــــــ شرح : حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے قول کی باب کے عنوان سے مناسب اس طرح ہے کہ شہد میں جریان پایا جاتا ہے اس کی طبع میں اُوپر سے گرنا ہے لہذا اس اعتبار سے یہ پانی کے مناسب ہے،، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک قلیل وکثیر شہد میں عشر واجب ہے اور اس میں نصاب کی شرط نہیں ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا جب شہد کی قیمت پانچ وسق کو پہنچے تو عشر واجب ہے،، احناف نے ابن ماجہ کی حدیث سے استدلال کیا جو اُنھوں نے عمرو بن شعیب کے اسناد سے ذکر کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد سے عُشر لیا، قرطبی نے بھی عمرو بن شعیب کے اسناد سے روائت کی کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں شہد کے ہر دس مشکیزوں سے ایک مشکیزہ عُشر لیا جاتا تھا، ابوداؤد میں عمرو بن شعیب سے مروی ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سفیان بن وہب کو لکھا کہ اگر وہ شہد سے عشر ادا کرے جیسے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ادا کرتا تھا تو اس کے

علاقہ کی حفاظت کرو ورنہ وہ بادل کی مکھیاں ہیں جو چاہے اسے کھائے ،، اس حدیث میں کسی نے کلام نہیں کیا لہٰذا کم از کم یہ حدیث حسن ہے اور یہ دلیل بن سکتی ہے اگرچہ صحیح کے درجہ کو نہ پہنچے نیز مکھیاں پھلوں اور پھولوں سے لینے میں جو شہد بنتا ہے لہٰذا اس میں بھی عشر واجب ہے جیسے پھلوں میں عشر واجب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے استدلال کیا کہ زمین کی ہر پیداوار پر تھوڑی ہو یا زیادہ ہو عشر واجب ہے کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں مقدار کی تعیین نہیں فرمائی ،، اگر یہ سوال ہو کہ یہ حدیث مجمل ہے اور ابوسعید کی حدیث "لیس فیما دون خمسۃ اوسق صدقۃ ،، کہ پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں مفسر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر کی حدیث کو مجمل کہنا غیر مسلم ہے کیونکہ مجمل وہ ہے کہ اس کے صیغہ سے تامل وغیرہ کرنے سے مراد کا پتہ نہ چلے لہٰذا یہ حدیث مجمل نہیں اور کلمۂ ما عام ہے اس لئے یہ حدیث عام ہے زمین کی ہر پیداوار کو شامل ہے" اور لکڑی، کانے، گھاس اور چارہ وغیرہ اس حکم سے بلا خلاف مستثنیٰ ہیں ،، اور اگر ان چیزوں کی باقاعدہ کاشت کی جائے تو ان میں بھی عشر واجب ہے عدمِ وجوب تو صرف اس تقدیر پر ہے جب کہ یہ خود بخود پیدا ہو جائیں ،، حضرت ابراہیم نخعی اور مجاہد رضی اللہ عنہما کا بھی یہی مذہب ہے ،،

قولہٗ ھذا تفسیر الاول الخ اس سے ابوسعید کی آگے آنے والی حدیث کی طرف اشارہ کیا اور "اول" سے مراد عبداللہ بن عمر کی حدیث ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بخاری کا یہ کلام ابوسعید کی حدیث کے بعد ہے ،، یعنی عبداللہ بن عمر کی حدیث کہ زمین کی ہر پیداوار سے عشر واجب ہے حدیث مجمل ہے اور ابوسعید کی حدیث پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں حدیث مفسر ہے اور یہ عبداللہ بن عمر کی حدیث کی تفسیر کرتی ہے لہٰذا زمین کی ہر پیداوار میں پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں مگر ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ ہم حدیث کا مجمل ہونا تسلیم نہیں کرتے اور نہ ہی اس کو اس کی تفسیر مانتے ہیں"
الحاصل امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر کی حدیث نصاب اور نصاب سے کم کو شامل ہے یہ عام ہے اور ابوسعید کی حدیث نصاب کی مقدار کے ساتھ خاص ہے اور خاص و عام جب متعارض ہوں تو خاص عام کی تخصیص کرتا ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ عام کا اپنے عموم پر جاری رہنا اس کی تخصیص سے بہتر ہے لہٰذا ابوسعید کی حدیث کو عبداللہ بن عمر کی حدیث کا مخصص جاننا غیر مسلم ہے۔

قولہٗ کما روی الخ یعنی فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ میں کعبہ میں نماز نہیں پڑھی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی لہٰذا نفی اور اثبات دونوں جمع ہوگئے اور حضرت بلال کے قول پر عمل ہے کیونکہ یہ حکم ثابت کرتا ہے اور فضل کا قول ترک کیا گیا کیونکہ یہ حکم کی نفی کرتا ہے دراصل قاعدہ یہ ہے کہ نفی جب دلیل سے معلوم ہو تو مثبت کے معارض ہوتی ہے ورنہ اس کا معارضہ نہیں کر سکتی اور فضل بن عباس کی حدیث میں نفی دلیل سے معلوم نہیں ہوتی لہٰذا یہ مثبت کا مقابلہ نہیں کر سکتی اس لئے حضرت بلال کی حدیث کو جو مثبت ہے ترجیح دی جاتی ہے ،، واللہ ورسولہ اعلم!

بَابٌ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِيْمَا أَقَلُّ مِنْ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ وَلَا فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسٍ مِنَ الْإِبِلِ الذَّوْدِ صَدَقَةٌ وَلَا فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ بَابُ أَخْذِ صَدَقَةِ التَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ وَهَلْ يُتْرَكُ الصَّبِيُّ فَيَمَسُّ تَمْرَ الصَّدَقَةِ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ الْأَسَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب — پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں"

ترجمہ ۱۳۹۸ : ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں اور نہ پانچ اونٹ سے کم میں زکوٰۃ ہے اور نہ ہی پانچ اوقیہ چاندی سے کم میں زکوٰۃ ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا یہ پہلی حدیث کی تفسیر ہے جبکہ فرمایا "لیس فیما دون خمسة اوسق صدقة" کیونکہ اُنھوں نے نصاب بیان نہیں کیا اور ہمیشہ علم میں لے لیا جاتا ہے جو اہل ثبت نے زیادہ کیا ہو یا اُنھوں نے بیان کیا ہو"

شرح ۱۳۹۸ : حدیث ۱۳۲۵ کی تفہیم میں اس کی تفصیل دیکھیں امام بخاری رحمہ اللہ نے اوّل سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مراد لی ہے"، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر کی حدیث سے استدلال کیا کہ زمین سے جو کچھ پیداوار ہو قلیل ہو یا کثیر ہو اس میں عشر ہے نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس زمین کو بارش سیراب کرے اس میں عشر ہے اور جو اونٹ پر لاد کر سیراب کی جائے اس میں نصف عشر ہے اس کی مسلم، نسائی، ابوداؤد اور امام احمد نے بھی روایت کی ہے یہ حدیث اپنے عموم کے اعتبار سے زمین کی ہر پیداوار میں عشر کے وجوب پر دلالت کرتی ہے ابن عربی رحمہ اللہ نے کہا اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب قوی تر ہے!

باب — کھجور کٹنے کے وقت اس کی زکوٰۃ لینا

کیا بچہ کو چھوڑ دیا جائے وہ صدقہ کے کھجور کو ہاتھ سے مس کرتا رہے"

ترجمہ ۱۳۹۹ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زکوٰۃ کی کھجوریں ان کے کٹنے کے وقت لائی جاتیں یہ شخص اپنے کھجور لاتا اور یہ اپنے کھجور سے صدقہ لاتا حتیٰ کہ آپ کے پاس کھجوروں کا ڈھیر لگ جاتا امامان کریمان)

يُؤْتَى بِالتَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ فَيَجِيءُ هٰذَا بِتَمْرِهِ وَهٰذَا مِنْ تَمْرِهِ حَتّٰى يَصِيرَ عِنْدَهُ كَوْمًا مِنْ تَمْرٍ فَجَعَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ يَلْعَبَانِ بِذٰلِكَ التَّمْرِ فَأَخَذَ أَحَدُهُمَا تَمْرَةً فَجَعَلَهُ فِي فِيهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْرَجَهَا مِنْ فِيهِ فَقَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ آلَ مُحَمَّدٍ لَا يَأْكُلُونَ الصَّدَقَةَ بَابُ مَنْ بَاعَ ثِمَارَهُ أَوْ نَخْلَهُ أَوْ أَرْضَهُ أَوْ زَرْعَهُ وَقَدْ وَجَبَ فِيهِ الْعُشْرُ أَوِ الصَّدَقَةُ فَأَدَّى الزَّكٰوةَ مِنْ غَيْرِهِ أَوْ بَاعَ ثِمَارَهُ وَلَمْ تَجِبْ فِيهِ الصَّدَقَةُ وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِيعُوا الثَّمَرَةَ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا فَلَمْ يَحْظُرِ الْبَيْعَ بَعْدَ الصَّلَاحِ عَلٰى أَحَدٍ وَلَمْ

حسن وحسین رضی اللہ عنہما ان کھجوروں سے کھیلنے لگے اُن میں سے ایک نے کھجور پکڑی اور اسے اپنے منہ میں ڈال لیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا اور کھجور ان کے منہ سے نکال دی اور فرمایا کیا جانتے نہیں ہو کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ نہیں کھاتے ،،

۱۳۹۹ شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آلِ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کے لئے صدقہ جائز نہیں ،، علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذخیرہ سے نقل کیا کہ بالاتفاق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صدقہ حرام ہے مغنی میں ذکر کیا کہ ظاہر یہی ہے کہ فرض اور نفل تمام صدقات آپ پر حرام ہیں توضیح میں ذکر کیا کہ حدیث کی اس بات پر واضح دلالت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر صدقہ حرام ہے ۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہما کا یہی مذہب ہے ۔

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا کہ بنو ہاشم پر صدقہ نافلہ حرام ہے لہذا فرض زکوٰۃ ان کے لئے سخت حرام ہے ،، علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے کہا صحیح تر یہ ہے ان پر صرف زکوٰۃ حرام ہے ۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا وہ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب ہیں اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک رضی اللہ عنہما نے کہا وہ صرف بنو ہاشم ہیں اور وہ حضرت علی ، جعفر ، عباس اور حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہم کی اولادیں ہیں ،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسنون یہ ہے کہ پھل پکنے پر اس کا عشر لیا جائے اور صدقات بادشاہ کے حوالہ کئے جائیں اگر زکوٰۃ کا مال علیحدہ کر دیا اور وہ چوری ہو گیا تو امام ابوحنیفہ اور امام مالک رضی اللہ عنہما کے مذہب میں زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے ،، اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کو نماز کے بغیر مسلمانوں کے دوسرے امور میں استعمال کرنا جائز ہے جبکہ وہ شریعت مطہرہ میں مشروع ہوں ،، حدیث شریف میں ہے حبشی مسجد میں جنگی مشق کرتے تھے ،، حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بحرین سے مال لائے اور اس کو مسجد میں رکھ دیا پھر وہ تقسیم کیا گیا ۔ الحاصل مسجد کو مسلمانوں کے اجتماعی مسائل میں استعمال کرنا جائز ہے البتہ شخصی طور پر اس کا استعمال جائز نہیں ،، واللہ ورسولہ اعلم !

باب ـــ جس نے اپنے پھل یا کھجور کا درخت یا زمین یا کھیتی کو بیچا حالانکہ

۱۴۰۰ يُخْرَصُ مَنْ وَجَبَتْ عَلَيْهِ الزَّكٰوةُ لِمَنْ لَمْ تَجِبْ **حَدَّثَنَا** حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا وَكَانَ إِذَا

۱۴۰۱ سُئِلَ عَنْ صَلَاحِهَا قَالَ حَتّٰى تَذْهَبَ عَاهَتُهُ **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ

۱۴۰۲ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا **حَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى تُزْهِيَ قَالَ حَتّٰى تَحْمَارَّ

اس میں عشر واجب تھا اور اُس نے زکوٰۃ دوسرے مال سے ادا کر دی یا وہ پھل بیچے جس میں صدقہ واجب نہ تھا اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ پھل اس وقت تک نہ بیچو حتیٰ کہ اس کی پختگی ظاہر ہو جائے، اور پختگی کے بعد بیچنے سے منع نہیں فرمایا اور نہ کسی کی تخصیص فرمائی کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو گئی ہو یا واجب نہ ہوئی ہو۔''

۱۴۰۰ — ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ اس کی پختگی ظاہر ہو جائے۔ اور اس کی پختگی سے پوچھا جاتا تو فرماتے کہ اس کی آفت جاتی رہے''۔

۱۴۰۱ — ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ اس کی پختگی ظاہر ہو جائے''۔

۱۴۰۲ — ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ رنگ دار ہو جائے یعنی سُرخ ہو جائے۔

عنوان میں نخل سے مراد وہ کھجور ہے جس پر پھل ہو اور ''ارض'' سے مراد وہ زمین ہے جس میں کھیتی ہو کیونکہ بعینہٖ درخت اور زمین میں صدقہ واجب نہیں اس ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک پھل کی پختگی کے بعد بیع جائز ہے اس میں زکاۃ واجب ہو یا واجب نہ ہو''، ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس سے بخاری کا مقصد امام شافعی کے اس قول کا رد ہے کہ پھل کی پختگی کے بعد اس کی بیع جائز نہیں حتیٰ کہ اس کی زکوٰۃ ادا کرے''، کیونکہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل کی پختگی کے بعد بیع حرام نہیں فرمائی اس میں زکوٰۃ واجب ہو یا واجب نہ ہو اور کسی کی تخصیص نہ فرمائی''۔

باب هل يشتري صدقته ولا بأس أن يشتري صدقة غيره لأن النبي صلى الله عليه وسلم انما نهى المتصدق خاصة عن الشرى ولم ينه غيره حدثنا يحيى بن بكير قال حدثنا الليث عن عقيل ۱۴۰۲ عن ابن شهاب عن سالم ان عبد الله بن عمر كان يحدث ان عمر بن الخطاب تصدق بفرس في سبيل الله فوجده يباع فاراد ان يشتريه ثم اتى النبي صلى الله عليه وسلم فاستامره فقال لا تعد في صدقتك فبذلك كان ابن عمر لا يترك ان يبتاع شيئا تصدق به الا جعله صدقة؛

شرح : اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے امام مالک رضی اللہ عنہ نے

۱۴۰۰ ، ۱۴۰۱ ، ۱۴۰۲

کہا جس نے باغ یا زمین فروخت کی حالانکہ اس میں پھل یا کھیتی ہے جس کی پختگی ظاہر ہو چکی ہے۔ یہ بیع جائز ہے اور اس کی زکوٰۃ بائع پر واجب ہے جبکہ خریدار پر اس کی شرط نہ کی ہو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا مشتری کو اختیار ہے کہ وہ بیع کو نافذ کرے یا مسترد کر دے اور عشر پھل سے لیا جائے گا، کیونکہ ساعی کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ جو پھل دیکھے اس سے عشر وصول کرتا ہے،، اس لئے اتنی مقدار بائع سے لی جائے جیسے مبیعہ میں جب عیب ظاہر ہو تو اس کی قیمت بائع سے لی جاتی ہے،، امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بیع فاسد ہے کیونکہ اس شئی کو فروخت کیا ہے جس کا مالک ہے اور مالک نہیں ہے کیونکہ جو مساکین کا حصہ ہے اس کا وہ مالک نہیں ہے لہذا بیع فاسد ہے،، مگر ان تینوں ائمہ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ جب درخت اور پھل کو بیچا اور پھل کی پختگی ظاہر نہ ہوئی ہو اس کی بیع جائز ہے اور اس کی زکوٰۃ مشتری (خریدار) پر واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ"، یعنی کٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو،، اور جس حدیث میں پختگی سے پہلے بیع سے منع کیا گیا ہے وہ درخت کے سوا صرف پھل کی بیع پر محمول ہے کیونکہ اس پر آفت آنے کا خطرہ ہے لہذا مشتری کا مال ضائع ہونے کا ڈر ہے اور جب درخت سمیت پھل خرید لیا جائے اور اس پر پھل کچا ہو تو جائز ہے کیونکہ بیع کا محل صرف درخت ہے اور وہ آفت سے محفوظ ہے! اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس پھل کی زکوٰۃ واجب ہے زکوٰۃ ادا کرنے سے پہلے اس کا فروخت کرنا جائز ہے اور اس کی زکوٰۃ کسی دوسری شئی سے ادا کرے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب — کیا اپنے صدقہ کا مال خرید سکتا ہے اور دوسرے کے صدقہ کو خریدنے میں حرج نہیں

کیونکہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف صدقہ دینے والے کو خریدنے سے منع فرمایا ہے،، اور دوسروں کو منع نہیں فرمایا،،

۱۴۰۳

ترجمہ : حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے تھے کہ

۱۴۰۴ حدثنا عبد الله بن یوسف

قَالَ اَخبرنا مَالِکُ بنُ اَنسٍ عَن زَیدِ بنِ اَسلَمَ عَن اَبِیهِ قَالَ سَمِعتُ عُمَرَ یَقُولُ حَمَلتُ عَلٰی فَرَسٍ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ فَاَضَاعَهُ الَّذِی کَانَ عِندَهٗ فَاَرَدتُّ اَن اَشتَرِیَهٗ وَظَنَنتُ اَنَّهٗ یَبِیعُهٗ بِرُخصٍ فَسَاَلتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَشتَرِهٖ وَلَا تَعُد فِی صَدَقَتِکَ وَاِن اَعطَاکَهٗ بِدِرهَمٍ فَاِنَّ العَائِدَ فِی صَدَقَتِهٖ کَالعَائِدِ فِی قَیئِهٖ

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گھوڑا اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا پھر دیکھا کہ اسے فروخت کیا جا رہا ہے تو اُنھوں نے اس کے خریدنے کا ارادہ کیا پھر وہ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا اپنے صدقہ کو واپس نہ لو اسی لئے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کوئی شئ جس کا اُنھوں نے صدقہ کیا ہوا ہوتا، خریدتے تو اسے صدقہ کر دیتے تھے"۔

۱۴۰۴ — ترجمہ : زید بن اسلم نے اپنے باپ سے روایت کی کہ اُنھوں نے کہا میں نے عمر فاروق کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ میں نے ایک گھوڑا اللہ کی راہ میں خیرات کیا جس کے پاس وہ گھوڑا تھا اُس نے اس کو خراب کر دیا میں نے اسے خریدنے کا ارادہ کیا اور میں نے خیال کیا کہ وہ سستا بیچ دے گا تو میں نے نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پُوچھا تو آپ نے فرمایا اسے نہ خریدو اور اپنے صدقہ کو واپس نہ لو۔ اگرچہ وہ تجھے ایک درہم میں دے کیونکہ خیرات کر کے واپس لینے والا ایسا ہے جیسے قے کر کے اسے کھا جائے"۔

۱۴۰۳، ۱۴۰۴ — شرح : قولہٗ فی سبیل اللہ الخ اس کا بظاہر مفہوم یہ ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گھوڑا وقف کیا تھا لہٰذا اس کا خریدنا صحیح نہیں مگر ایسا نہیں کیونکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس گھوڑے کو غازی کی مِلک کر دیا تھا اور اس کے خراب کر دینے کی صورت میں اس کو خریدنا چاہا تھا"۔ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس حدیث کی روشنی میں اکثر علماء نے خیرات کردہ شئ فرض ہو یا نفل کو خریدنا مکروہ جانا ہے لیکن اگر کوئی صدقہ کی ہُوئی شئ کو خریدے تو بیع فاسد نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ نہ خریدے اور اس میں سب کا اتفاق ہے کہ جس نے صدقہ کیا پھر اس کا وارث ہوگیا تو یہ اس کے لئے حلال ہے حدیث شریف میں ہے کہ ایک عورت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اپنی والدہ پہ ایک لونڈی صدقہ کی تھی اور وہ فوت ہوگئی ہے آپ نے فرمایا تجھے صدقہ کا ثواب مل گیا اور میراث نے تجھے لونڈی واپس کر دی"۔ یہ بلا کراہت جائز ہے اور بیع کی صورت میں اس لئے مکروہ ہے کہ جس پر صدقہ کیا جائے وہ جب اسے فروخت کرے گا تو عادت یہ ہے کہ وہ اس میں مسامحت کرے گا تو گویا وہ بعض صدقہ واپس لینے والا ہوگا"۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیرات کو خریدنا مکروہ نہ جانتے تھے بلکہ وہ خیرات کرنے والے کے ہاتھ سے نکل کر دُوسرے کے ہاتھ میں چلی جائے حسن بصری اور ابن سیرین کا بھی یہی قول ہے۔ واللہ ورسولہٗ اعلم!

بَابُ مَايُذْكَرُ فِي الصَّدَقَةِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَآلِهِ

۱۴۰۵ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ اَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ تَمْرَةً مِّنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِي فِيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِخْ كِخْ لِيَطْرَحَهَا ثُمَّ قَالَ اَمَا شَعَرْتَ اَنَّا لَا نَاكُلُ الصَّدَقَةَ

باب — جو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کے لئے صدقہ کے بارے میں منقول ہے

۱۴۰۵ — ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقہ کی کھجور میں سے ایک کھجور پکڑلی اور اس کو اپنے منہ میں ڈال لیا تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھوتھو تاکہ وہ اسے پھینک دے پھر فرمایا کیا جانتے نہیں ہو کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے ہیں۔

۱۴۰۵ — شرح : قولہ اماشعرت الخ یہ لفظ اس شئی میں استعمال کیا جاتا ہے جس کی تحریم وغیرہ واضح ہو اگرچہ مخاطب اسے نہ جانتا ہو یعنی اس کی حرمت واضح ہونے کے باوجود تم پر یہ کیسے مخفی رہی اگر انہیں یہ کہا جاتا کہ ”لَا تَفْعَلْ،، تو اس سے اتنی زجرنہ ہوتی جس قدر اس کلمہ میں زجر ہے،،

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر صدقہ کی تحریم میں حکمت یہ ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے سے مال پاک ہوجاتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ،، یعنی ان کے مالوں سے صدقہ لے کر ان کو پاک کرو،، معلوم ہوا کہ صدقہ میل کچیل ہے اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی آل لوگوں کی میل کچیل سے پاک وصاف ہے،، یا اس لئے کہ آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ بلند ہیں اور صدقہ لینے والے کا ہاتھ نیچا ہوتا ہے اور صدقہ لینے میں ذلت بھی ہے جو آلِ کرام کے لائق نہیں یہ کہنا بھی درست ہے کہ اگر آل کرام صدقات لیتے تو ان پر دشمنوں کی زبانیں دراز ہوتیں کہ محمد ”صلی اللہ علیہ وسلم“ ہم کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں تاکہ ہمارے مال لے کر اپنی آل کو کھلائیں اس لئے آپ نے فرمایا کہ لوگوں کے اموال کی زکوٰۃ انھیں کے فقراء میں تقسیم کی جائے،،

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں وہ آپ سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ دومرتبہ اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کردیا۔ آپ انتہائی درجہ کے متقی اور پرہیزگار تھے حتیٰ کہ دنیا اور خلافت کو ترک کردیا۔ آپ سات ماہ خلیفۃ المسلمین رہے پھر اسے امیر معاویہ کے حوالے کردیا اس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا اظہار ہے کہ آپ نے فرمایا تھا یہ میرا بیٹا سید ہے ان کے سبب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو عظیم لشکروں

باب الصدقة على موالي ازواج النبي صلى الله عليه وسلم

۱۴۰۶ حدثنا سعيد بن عفير قال حدثنا ابن وهب عن يونس عن ابن شهاب قال حدثني عبيد الله بن عبد الله عن ابن عباس قال وجد النبي صلى الله عليه وسلم شاة ميتة اعطيتها مولاة لميمونة من الصدقة قال النبي صلى الله عليه وسلم هلا انتفعتم بجلدها قالوا انها ميتة قال انما حرم اكلها۔

میں صلح کرا دے گا۔ آپ سنہ ۳ھ میں پیدا ہوئے اور پچاس ہجری میں آپ کا انتقال ہوا ،، ایک روائت کے مطابق ان کا سنہ ۵۸ھ ہجری میں انتقال ہوا اور مدینہ منورہ جنت البقیع میں مدفون ہوئے ،، ان کے فضائل اور مناقب بے شمار ہیں

باب ــــــ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے آزاد کردہ غلاموں پر صدقہ ،،

۱۴۰۶ ــــ ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مری ہوئی بکری پائی جو میمونہ کی لونڈی کو صدقہ دی گئی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے چمڑے سے تم نے نفع کیوں نہیں اٹھایا لوگوں نے کہا حضور یہ تو مردار ہے۔ آپ نے فرمایا مردار کا کھانا حرام ہے ،،

۱۴۰۶ ــــ شرح : ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ لونڈی کو صدقہ دیا گیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پہ کوئی تنقید نہ فرمائی۔ معلوم ہوا کہ آپ کے ازواج کے موالی کے لئے صدقہ حلال ہے باب کے عنوان کا مطلب بھی یہی ہے اس سے بخاری کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا تمام فقہا کا اس پہ اتفاق ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج کے لئے صدقہ حرام نہیں لہٰذا ان کے موالی کے لئے بھی صدقہ حرام نہیں مگر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن ابی ملیکہ کے طریق سے روائت کی کہ خالد بن سعید بن عاص نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو صدقہ بھیجا تو آپ نے اس کو واپس کر دیا اور کہا ہم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ،، ہیں ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں خلال نے بھی ابن ابی ملیکہ کے طریق سے یہ روائت ذکر کی ہے ابن قدامہ نے اس کو ذکر کیا ،، ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں آپ کی آل ہیں ان کے لئے صدقہ لینا حرام ہے ،، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مردار کا چمڑہ دباغت سے پاک ہو جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور ان کے تلامذہ کا یہی مذہب ہے اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ مردار کے چمڑے سے دباغت کے بعد نفع حاصل نہیں کر سکتے اور نہ ہی یہ صحیح ہے کہ مردار کے چمڑے سے دباغت سے پہلے انتفاع کر سکتے ہیں ،، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خنزیر اور آدمی کے چمڑے کے سوا ہر چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے وہ ماکول اللحم کا چمڑا ہو یا غیر ماکول اللحم کا چمڑہ ہو ،، امام

حدثنا آدم قال حدثنا شعبة قال حدثنا الحكم عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة انها ارادت ان تشتري بريرة للعتق واراد مواليها ان يشترطوا ولاءها فذكرت عائشة للنبي صلى الله عليه وسلم فقال لها النبي صلى الله عليه وسلم اشتريها فانما الولاء لمن اعتق قالت واتي النبي صلى الله عليه وسلم بلحم فقلت هذا ما تصدق به على بريرة فقال هو لها صدقة ولنا هدية ۔ ۱۴۰۷

باب اذا تحولت الصدقة حدثنا علی بن عبد الله قال حدثنا یزید ۱۴۰۸

شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خنزیر اور کتے کے چمڑے کے سوا تمام چمڑے دباغت سے پاک ہو جاتے ہیں ماکول اللحم کے چمڑے ہوں یا غیر ماکول اللحم کے ہوں ان کو خشک اور تر استعمال کرنا جائز ہے امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا تمام چمڑے اوپر اوپر سے دباغت سے پاک ہو جاتے ہیں ان کا باطن پاک نہیں ہوتا ان کو خشک استعمال کرنا جائز ہے پانی سے تر کر کے ان کا استعمال صحیح نہیں ان پر نماز پڑھ سکتے ہیں مگر ان کو پہن کر نماز پڑھنا جائز نہیں ،، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ کوئی چمڑہ دباغت سے پاک نہیں ہوتا اس جیسی امام مالک سے بھی ایک روائت ہے داؤد ظاہری نے کہا ہر چمڑہ دباغت سے پاک ہو جاتا ہے کتے اور خنزیر کی کوئی تخصیص نہیں ۔ واللہ ورسولہ اعلم ۔!
ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی تفصیل حدیث ۴۴۶ کی تفہیم میں دیکھیں ،، ہدیہ اور صدقہ میں فرق یہ ہے کہ صدقہ میں آخرت کے ثواب کے لئے شئی ہبہ کی جاتی ہے اور ہدیہ میں متہب کے اکرام و اعزاز کے لئے نذرانہ پیش کیا جاتا ہے ۔ واللہ ورسولہ اعلم !

۱۴۰۷ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بریرہ کو آزاد کرنے کے لئے ان کو خریدنے کا ارادہ کیا اور بریرہ کے مالکوں نے چاہا کہ اس کی ولاء اپنے لئے شرط کریں ۔ ام المؤمنین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا اس کو خرید لو ولاء تو اس کے لئے ہے جو اسے آزاد کرے ۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا تو میں نے کہا یہ وہ گوشت ہے جو بریرہ کو صدقہ میں ملا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اس کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے ،،

باب — جب صدقہ محتاج کے حوالے کر دیا جائے

۱۴۰۸ ترجمہ : ام عطیۃ انصاریہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی شئی (کھانے کے لئے) ہے ام المؤمنین نے کہا کچھ نہیں صرف وہ گوشت ہے جو نسیبہ نے اس بکری میں سے ہم کو بھیجا ہے جو آپ نے اسے صدقہ میں دی ہے ،، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تو اپنے مقام پر پہنچ گئی ،،

ابن زریع قال حدثنا خالد عن حفصة بنت سیرین عن ام عطیة الانصاریة قالت دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی عائشة فقال ھل عندکم شئ فقالت لا الا شئ بعثت بہ الینا نسیبة من الشاة التی بعثت لھا من الصدقة فقال انھا قد بلغت محلھا

١٤٠٩ حدثنا یحیی بن موسی قال حدثنا وکیع قال حدثنا شعبة عن قتادة عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی بلحم تصدق بہ علی بریرة فقال ھو علیھا صدقة وھو لنا ھدیة وقال ابو داؤد انبانا شعبة عن قتادة سمع انسا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب اخذ الصدقة من الاغنیاء وترد فی الفقراء حیث کانوا

١٤١٠ حدثنا محمد بن مقاتل قال اخبرنا عبد اللہ قال اخبرنا زکریاء بن اسحاق عن یحیی بن

١٤٠٩ ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا جو بریرہ کو صدقہ میں ملا تھا آپ نے فرمایا وہ گوشت اس کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے،، اور ابوداؤد نے کہا ہم کو شعبہ نے قتادہ سے خبر دی کہ انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے سنا،،

تشریح : سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ام عطیہ کو صدقہ کی بکری بھیجی اس نے اس کے گوشت سے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کو کچھ گوشت بطور ہدیہ بھیجا تھا اسی لئے آپ نے فرمایا وہ تو اپنے مقام پر پہنچ گیا،، یعنی جب ام عطیہ نے اسے قبول کر لیا تو وہ اس کی ملک میں داخل ہوگیا اور اب صدقہ نہ رہا تحول کا معنی بھی یہی ہے،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ متصدق علیہ نے اگر اپنی مرضی سے صدقہ کے مال میں سے کسی غنی یا ہاشمی کو دے دیا تو غنی اور ہاشمی کے لئے اس صدقہ کے مال کو لینا جائز ہے کیونکہ وہ صدقہ کے مفہوم سے نکل گیا ہے۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ کھا لیتے صدقہ نہ کھاتے تھے کیونکہ ہدیہ میں محبت کی دعوت ہے۔ حدیث شریف میں ہے،، تھادوا تحابوا،، ایک دوسرے کو ہدیہ کرو آپس میں محبت کرنے لگو گے۔ صدقہ میں یہ بات نہیں اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شئ کسی علت کے باعث حرام ہو علت زائل ہوجانے سے وہ شئ حلال ہوجاتی ہے اور اشیاء میں تحریم ان کی ذوات میں داخل نہیں،،

باب — مال داروں سے زکوٰۃ لینا اور فقراء کو تقسیم کرنا وہ جہاں بھی ہوں!،،

١٤١٠ ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل سے فرمایا جبکہ انکو یمن بھیجا تم ایک قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب ہیں جب ان کے پاس پہنچو تو ان کو یہ دعوت دو کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دیں (ان کو توحید و رسالت کی دعوت دو) اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کریں تو

عُبَيْدِ اللهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ اَبِىْ مَعْبَدٍ مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ حِيْنَ بَعَثَهٗ اِلَى الْيَمَنِ اِنَّكَ سَتَاْتِىْ
قَوْمًا اَهْلَ الْكِتَابِ فَاِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ اِلٰى اَنْ يَّشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا
رَسُوْلُ اللهِ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لَكَ بِذٰلِكَ فَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ اللهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوٰتٍ فِىْ كُلِّ
يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لَكَ بِذٰلِكَ فَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ اللهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ
اَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لَكَ بِذٰلِكَ فَاِيَّاكَ وَكَرَائِمَ اَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ
فَاِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ **بَابُ** صَلٰوةِ الْاِمَامِ وَدُعَائِهٖ لِصَاحِبِ الصَّدَقَةِ وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ
صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ الْاٰيَةَ **حَدَّثَنَا** حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ
مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ اَبِىْ اَوْفٰى قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ قَالَ اللّٰهُمَّ صَلِّ
عَلٰى اٰلِ فُلَانٍ فَاَتَاهُ اَبِىْ بِصَدَقَتِهٖ فَقَالَ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ اَبِىْ اَوْفٰى

ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کریں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان میں مال داروں سے لی جائے اور ان میں سے فقراء کو تقسیم کی جائے اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کریں تو ان کے عمدہ اموال لینے سے بچو اور مظلوم کی بددعا سے بچتے رہو کیونکہ اس کی بددعا اور خدا کے درمیان کوئی حجاب نہیں،،

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حاکم کو وعظ کرنا اور اس کو ظلم سے ڈرانا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" اَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ،، اللہ کی لعنت اس کی رحمت سے دُور کرنا ہے اور ظلم ہر شریعت میں حرام رہا ہے اور مظلوم کی بدعا مسترد نہیں ہوتی اگرچہ وہ کافر ہی ہو،، اور اللہ تعالیٰ جیسے مومن کے ظلم کو پسند نہیں کرتا اس طرح کافر کے ظلم کو بھی اچھا نہیں جانتا قرآن کریم میں ہے" انہ لا یظلم الناس شیئاً،، اللہ لوگوں پر ذرّہ بھر ظلم نہیں کرتا۔ اس عموم میں مومن و کافر سب داخل ہیں۔ واللہ و رسولہ اعلم!

باب —— امام کا صدقہ دینے والے کے لئے دعاء کرنا،،

۱۴۱۱ —— ترجمہ : اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد! آپ ان کے مالوں سے زکوٰۃ لیجئے اور انھیں اس کے ذریعہ پاک وصاف کیجئے اور ان کے لئے دُعا کریئے! حضرت عبداللہ بن اوفیٰ نے کہا کہ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب لوگ اپنے صدقات لے کر آتے تو آپ فرماتے اے اللہ آل فلاں پر اپنی رحمت نازل فرما میرا باپ صدقہ لے کر آپ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا اے اللہ آل ابی اوفیٰ پر اپنی رحمت فرما۔

بَابُ مَا يُسْتَخْرَجُ مِنَ الْبَحْرِ وَقَالَ ابْنُ

عَبَّاسٍ لَيْسَ الْعَنْبَرُ بِرِكَازٍ هُوَ شَيْءٌ دَسَرَهُ الْبَحْرُ وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الْعَنْبَرِ وَاللُّؤْلُؤِ الْخُمُسُ وَإِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرِّكَازِ الْخُمُسَ لَيْسَ فِي الَّذِي يُصَابُ فِي الْمَاءِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يُسْلِفَهُ أَلْفَ دِينَارٍ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا فَأَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا فَأَدْخَلَ فِيهَا أَلْفَ دِينَارٍ فَرَمَى بِهَا فِي الْبَحْرِ فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ فَإِذَا بِالْخَشَبَةِ فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا فَذَكَرَ الْحَدِيثَ فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ

شرح : صلوٰۃ ،، سے مراد دعاء ہے کیونکہ یہ اس کا لغوی معنیٰ

۱۴۱۱ — ہے ،، دُعا کا عطف صلوٰۃ پر اس لئے کیا ہے کہ یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ دُعاء صلوٰۃ کے لفظ سے ہی ہوتی ہے بلکہ جس لفظ سے دعاء کی جائے جبکہ اس سے ثنا اور خیر کا معنی ادا ہو جائے کافی ہے ،، جیسے آجرک اللہ فیما اعطیت، بارک اللہ فیما ابقیت یا یوں کہے اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وتقبل منہ اِن جیسے الفاظ سے دُعا کا معنیٰ ادا ہو جاتا ہے ،،

اس حدیث سے ان لوگوں نے جو غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر استقلالاً صلوٰۃ کے مجوز ہیں استدلال کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہ اور آپ کے تلامذہ اور امام مالک، شافعی رضی اللہ عنہم نے کہا غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر استقلالاً صلوٰۃ جائز نہیں لہٰذا یہ نہیں کہا جاتا، اللّٰھم صل علی اٰل ابی بکر اور نہ یہ کہا جاتا ہے۔ اللّٰھم صل علی اٰل ابی عمر اکثر علماء کا یہی مسلک ہے البتہ غیر نبی پر بالتبع صلوٰۃ جائز ہے اور مذکور حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے کیونکہ کسی نے بھی ذکر نہیں کیا کہ آپ نے زکوٰۃ فراہم کرنے والوں کو یہ حکم دیا ہو کہ وہ زکوٰۃ دینے والوں پر صلوٰۃ بھیجیں۔ اگر یہ مناسب ہوتا تو آپ ان کو اس کا حکم فرماتے ،، الحاصل جیسے عزّ وجل اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور محمد عزّ وجل نہیں کہا جاتا اگرچہ آپ عزیز وجلیل ہیں اسی طرح صلی اللہ علیہ ،، انبیاء کرام کے ساتھ خاص ہے لہٰذا ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہا جاتا اگرچہ معنی درست ہے صحیح تر قول یہ ہے کہ غیر انبیاء پر صلوٰۃ بالاستقلال مکروہ ہے بعض حرام کہتے ہیں اور بعض اسے آداب سے شمار کرتے ہیں ،، واللہ ورسولہ اعلم!

باب — جو سمندر سے نکالا جائے "

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا عنبر رکاز نہیں عنبر ایسی چیز ہے جس کو سمندر پھینکتا ہے ،، اور حسن بصری نے کہا عنبر اور موتی میں خُمس (پانچواں حصہ) ہے ،، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکاز میں خُمس مقرر کیا ،، جو پانی میں پایا جائے اس میں خمس نہیں اور لیث نے کہا مجھے جعفر بن ربیعہ نے عبد الرحمٰن بن ہُرمز سے بیان کیا کہ انھوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

باب فی الرکاز الخمس وقال مالک

اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے بنی اسرائیل کے ایک شخص سے سوال کیا کہ وہ اسے ایک ہزار دینار قرضہ دے اُس نے اس کو دے دیا وہ سمندر پر گیا اور کشتی نہ ملی اُس نے ایک لکڑی لی اور اس کو کرید کر اس میں ایک ہزار دینار رکھ دیئے اور اسے سمندر میں پھینک دیا وہ شخص جس نے اس کو قرضہ دیا تھا باہر نکلا تو ایک لکڑی دیکھی تو اس کو اپنے گھر کے لئے ایندھن لے آیا پھر پوری حدیث بیان کی جب اُس نے لکڑی کو کھولا تو اُس نے اپنا مال پایا،،

شرح: عنبر خوشبو کی قسم ہے علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے کہا عنبر سمندر کی جھاگ ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ سمندری جانور کا گوبر ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا وہ ایک بوٹی ہے جسے اللہ تعالیٰ سمندر کے کنارے پر اُگاتا ہے واللہ اعلم!

قولہٗ رکاز،، معدن (کان) اور کنز (خزانہ) دونوں پر رکاز کا اطلاق ہوتا ہے معدن کا اطلاق خصوصاً اس پر ہوتا ہے جو خلقۃً زمین میں پائی جاتی ہے اور کنز وہ ہے جو زمین میں مدفون ہو۔،، رکاز دونوں کو شامل ہے مجمع الغرائب میں ہے کہ رکاز معدن ہے۔ بعض کہتے ہیں جاہلیت کے خزانے رکاز ہیں۔ ابن قدامہ نے کہا موتی، مرجان اور عنبر وغیرہ جو سمندر سے نکالے جاتے ہیں ان کو رکاز نہیں کہا جاتا اس طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی روائت کی ہے امام ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے، امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ عنبر اور موتیوں میں خمس ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کے رد میں ذکر کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکاز میں خمس فرمایا ہے اور جو شئی سمندر سے نکالی جائے وہ رکاز نہیں لہٰذا عنبر اور موتیوں وغیرہ میں خمس نہیں ہے۔

باب کا عنوان ہے جو شئی سمندر سے نکالی جائے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روائت بھی اس پر دلالت کرتی ہے اس طرح دونوں میں مطابقت محض استخراج من البحر میں پائی جاتی ہے اور عنوان سے مناسبت کے لئے اتنی قدر کافی ہے،، اس حدیث سے امام بخاری رضی اللہ عنہ نے استدلال کیا کہ عنبر اور موتی وغیرہ جو سمندر سے نکالے جاتے ہیں ان میں خمس نہیں کیونکہ ان پر رکاز کا اطلاق نہیں ہوتا اور خمس رکاز میں ہے؛ چنانچہ حدیث میں مذکور جس شخص نے دنانیر والی لکڑی اُٹھائی تھی اس کا یہ گمان نہ تھا کہ اس میں دینار ہیں جو فلاں کو قرض دیئے تھے وہ تو صرف جلانے کے لئے اس کو اُٹھا لایا تھا اور اس میں خمس کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے،،

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے جیسے قرض دینے والے شخص نے توکل کیا تھا اور اسی طرح قرض ادا کرنے والے نے اللہ پر توکل کیا اور دونوں بامراد کامیاب ہوئے ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ " وَفِی الرِّکَازِ الخُمُسُ ،، ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو رکاز نہیں اس میں خمس نہیں اور سمندر پر رکاز کا اطلاق نہیں ہوتا اور موتی اور عنبر وغیرہ سمندر کی پیداوار ہے لہٰذا یہ مچھلی اور صدف جیسے ہیں ان میں خمس نہیں اور مذکور شخص کا سمندر سے لکڑی ایندھن کے لئے اُٹھا لانا اس بات کی دلیل ہے کہ سمندر میں سے جو شئی ملے اس میں کوئی شئی واجب نہیں ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب — صرف رکاز میں خمس (پانچواں حصہ) ہے،،

وَابْنُ اِدْرِیْسَ الرِّکَازُ دِفْنُ الْجَاهِلِیَّةِ فِیْ قَلِیْلِہٖ وَکَثِیْرِہٖ الْخُمُسُ لَیْسَ الْمَعْدِنُ بِرِکَازٍ وَقَدْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَعْدِنِ جُبَارٌ وَفِی الرِّکَازِ الْخُمُسُ وَاَخَذَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ مِنَ الْمَعَادِنِ مِنْ کُلِّ مِائَتَیْنِ خَمْسَۃً وَقَالَ الْحَسَنُ مَا کَانَ مِنْ رِکَازٍ فِیْ اَرْضِ الْحَرْبِ فَفِیْہِ الْخُمُسُ وَمَا کَانَ مِنْ اَرْضِ السَّلْمِ فَفِیْہِ الزَّکٰوۃُ وَاِنْ وُجِدَتْ لُقَطَۃٌ فِیْ اَرْضِ الْعَدُوِّ فَعَرِّفْھَا فَاِنْ کَانَتْ مِنَ الْعَدُوِّ فَفِیْھَا الْخُمُسُ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ الْمَعْدِنُ رِکَازٌ مِثْلُ دِفْنِ الْجَاھِلِیَّۃِ لِاَنَّہٗ یُقَالُ اَرْکَزَ الْمَعْدِنُ اِذَا اُخْرِجَ مِنْہُ شَیْءٌ قِیْلَ لَہٗ فَقَدْ یُقَالُ لِمَنْ وُھِبَ لَہُ الشَّیْءُ اَوْ رَبِحَ رِبْحًا کَثِیْرًا اَوْ کَثُرَ ثَمَرُہٗ اَرْکَزْتَ ثُمَّ نَاقَضَہٗ وَقَالَ لَا بَاْسَ اَنْ یَّکْتُمَہٗ وَلَا یُؤَدِّیَ الْخُمُسَ

امام مالک اور امام محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ عنہما نے کہا رکاز جاہلیت کا دفینہ ہے اس کے قلیل وکثیر میں خمس ہے اور معدن رکاز نہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معدن میں کچھ نہیں اور رکاز میں خمس ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے معادن سے ہر دو سو دراہم سے پانچ دراہم لئے امام حسن بصری نے کہا دار حرب کی زمین میں جو رکاز پایا جائے اس میں خمس ہے اور جو صلح کی زمین میں سے ملے اس میں زکوٰۃ ہے اور اگر دشمن کی زمین میں سے ملے تو اس میں زکوٰۃ ہے اگر تو دشمن کی زمین میں گمی ہوئی شئ پائے تو اس کی تشہیر کر اور اگر دشمن کی زمین میں پائے تو اس میں خمس (پانچواں حصہ) ہے ،، بعض لوگوں نے کہا جاہلیت کے دفینہ کی طرح معدن رکاز ہے اس لئے کہ کہا جاتا ہے " اَرْکَزَ الْمَعْدِنُ اِذَا اُخْرِجَ مِنْہُ شَیْءٌ ،، یعنی جب معدن سے کوئی شئ نکلے تو " اَرْکَزَ الْمَعْدِنُ ،، کہا جاتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جس کو کوئی شئ ہبہ کی جائے یا وہ کثیر نفع کمائے یا اس کے باغ کا پھل زیادہ آئے تو اسے کہا جاتا ہے " اَرْکَزْتَ ،، بعض لوگوں نے اس کا خلاف کیا اور کہا کہ اس کے چھپانے میں حرج نہیں اور خمس ادا نہ کرے

شرح — امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قدیم قول یہ ہے کہ رکاز میں خمس ہے اور وہ جاہلیت کا دفینہ ہے جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو وہ تھوڑا ہو یا زیادہ اس میں خمس واجب ہے اور ان کا جدید قول یہ ہے کہ رکاز جب تک نصاب کو نہ پہنچے اس میں خمس واجب نہیں ہے ،،

امام مالک اور شافعی رضی اللہ عنہما نے معدن اور رکاز میں فرق کیا کہ معدن میں کچھ نہیں اور رکاز میں خمس ہے لہٰذا معدن رکاز نہیں ہے اور معدن وہ ہے جو سونا چاندی وغیرہ خلقۃً زمین میں پایا جائے۔ انھوں نے مذکور حدیث سے استدلال کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکاز میں خمس فرمایا اور معدن کو ہدر فرمایا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے معدن کو رکاز سے جدا سمجھا اور معادن سے خمس نہ لیا بلکہ ہر دو سو درہم سے پانچ درہم لئے اس میں بھی امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مسلک کی تائید ملتی ہے ،،

امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا جو دفینہ دشمن کی زمین سے ملے اس میں خمس ہے اور جو صلح کی زمین میں سے پایا جائے اس میں زکوٰۃ ہے اور لقطہ اگر دشمن کی زمین میں سے پایا جائے تو اس کی تشہیر کرو اور اگر وہ دشمن کا مال ہے تو اس میں خمس ہے وہ لقطہ کے حکم میں نہیں ،، امام حسن بصری کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ رکاز میں مطلقاً خمس واجب ہے اور یہ قول احناف کے مسلک کے زیادہ قریب ہے ،،

قال بعض الناس آه اس سے مراد امام ہمام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں مگر مسئلہ کی تقریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس بعض الناس میں سفیان ثوری اور اوزاعی بھی شامل ہیں کیونکہ ان کا مذہب بھی یہ ہے کہ معدن اور رکاز کا حکم واحد ہے اور اس کے قلیل وکثیر میں خمس واجب ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں چنانچہ ابن بطال رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری اور دیگر علماء کہتے ہیں کہ معدن رکاز کی مثل ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ عرب کہتے ہیں جبکہ کوئی رکاز پائے "اَرْكَزَ الرَّجُلُ" امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ بعض الناس کہتے ہیں کہ معدن رکاز ہے کیونکہ کہا جاتا ہے" اركز المعدن" جبکہ اس سے کچھ نکلے، لہٰذا معدن میں بھی رکاز کی طرح خمس ہے"، امام بخاری نے اعتراض کیا کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو لازم آئے گا کہ مال موہوب میں بھی خمس واجب ہو اور اسی طرح اس کو نفع زیادہ ہو یا باغ میں پھل بکثرت آ پائے تو اس میں بھی خمس واجب ہو کیونکہ جب کسی کو کچھ ہبہ ہو یا اس کو زیادہ نفع وغیرہ حاصل ہو تو عرب لوگ کہتے ہیں اَرْكَزْتَ"، حالانکہ ساری امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان اشیاء میں خمس نہیں ہے اور مناقضہ کی تقریر یہ ہے کہ اُنھوں نے کہا کہ معدن میں خمس واجب ہے کیونکہ یہ رکاز ہے پھر یہ کہہ دیا کہ جائز ہے کہ رکاز کو چھپائے اور خمس نہ دے حالانکہ رکاز معدن کو شامل ہے"،

امام طحاوی نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا جو کوئی رکاز پائے اس کے لئے حرج نہیں کہ اس میں سے مساکین کو خمس دے اور اگر وہ محتاج ہو تو خود کھالے نیز امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر کسی کو اس کے گھر سے معدن ملے اس میں کچھ واجب نہیں حالانکہ یہ معدن کو بھی رکاز کہتے ہیں"،

پہلے اعتراض میں دلیل منقوض ہے اور دوسرے میں حکم منقوض ہے"، اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا معدن رکاز جیسی ہے اور عربوں کے اس قول" اَرْكَزَ الرَّجُلُ"، سے استدلال کیا کہ جب کسی کو سونے کا ٹکڑا زمین سے ملے تو اسے کہا جاتا ہے" اَرْكَزْتَ" اور کسی عرب اور غیر عرب سے یہ منقول نہیں کہ وہ اسے" اَرْكَزَ الْمَعْدَنُ" کہے وہ تو صرف" اَرْكَزَ الرَّجُلُ" کہتے ہیں اور جب اَرْكَزَ الْمَعْدَنُ"، کہنا ہی صحیح نہیں تو اسے اعتراض کی اساس بنانا جائز نہیں اور اس قول کے ساتھ الزام صحیح نہیں کہ جسے کوئی شئی ہبہ کی جائے یا اس کو نفع کثیر حاصل ہو یا اس کے باغ میں پھل زیادہ آئے تو اسے کہا جاتا ہے" اَرْكَزْتَ"، لہٰذا موہوب اور منافع اور پھل میں خمس واجب ہونا چاہیئے کیونکہ" اَرْكَزَ الرَّجُلُ"، جبکہ اس کو سونے کا ٹکڑا زمین میں سے ملے کو یہ لازم نہیں کہ جب کسی کو کچھ ہبہ، نفع وغیرہ حاصل ہو تو اسے کہا جائے" اَرْكَزْتَ"، کیونکہ" اركز الرجل" اسی وقت ہی کہا جاتا ہے کہ جب کوئی زمین سے سونے کا ٹکڑا پائے" اور اس قید (سونے کا ٹکڑا) کے بغیر" اركز الرجل" نہیں کہا جاتا نیز امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مناقضہ بھی صحیح نہیں کیونکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی مراد (طحاوی کے منقول قول سے) یہ ہے کہ جس کو رکاز ملے تو وہ اسے اپنے اس حق کے عوض میں جو اس کا بیت المال میں حق ہے رکھ سکتا ہے امام رضی اللہ عنہ نے معدن میں واجب حق کو ساقط نہیں کیا ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا امام بخاری کا مناقضہ محض تعسّف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

۱۴۱۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ وَعَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَجْمَاءُ جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَفِی الرِّکَازِ الْخُمُسُ بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَالْعَامِلِیْنَ عَلَیْهَا وَمُحَاسَبَةِ الْمُصَدِّقِیْنَ مَعَ الْاِمَامِ

۱۴۱۳ حَدَّثَنَا یُوْسُفُ بْنُ مُوْسٰی قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ السَّاعِدِیِّ قَالَ اسْتَعْمَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنَ الْاَسْدِ عَلٰی صَدَقَاتِ بَنِیْ سُلَیْمٍ یُدْعَی ابْنَ اللُّتْبِیَّةِ فَلَمَّا جَاءَ حَاسَبَهُ

۱۴۱۲ —— **ترجمہ** : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " کہ عجماء، کنواں اور معدن تینوں ہدر ہیں اور رکاز میں خمس (پانچواں حصہ) ہے "۔

۱۴۱۲ —— **شرح** : عجماء یعنی حیوانات کا فعل ان کو عجماء اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ کلام نہیں کرتے "۔ یعنی جب کوئی جانور اپنے مالک سے چھوٹ کر کسی انسان کو ہلاک کر دے یا کسی کا نقصان کر دے تو وہ ہدر ہے مالک پر اس کا تاوان نہیں اسی طرح اگر کسی شخص نے لوگوں کے پانی پینے کے لئے جنگل میں کنواں کھدوایا اور اس میں کوئی گر کر مر گیا یا کسی شخص کو کنواں کھودنے کے لئے مزدوری پر لایا تاکہ وہ اس کی ملکیت میں کنواں کھود دے اور اس اجیر پر کنواں گر گیا اور وہ مر گیا تو مستاجر پر کوئی تاوان نہیں اسی طرح زمین میں سے دھات وغیرہ نکالنے کے لئے اجیر لایا اور اس پر کان گر گئی اور وہ مر گیا تو مستاجر پر ضمان نہیں ہے جبار کا معنی ہدر اور لغو ہے "۔ حدیث شریف میں " رکاز "، کا " معدن " پر عطف کیا اور یہ مغائرت کا مقتضی ہے معلوم ہوا کہ رکاز اور معدن دونوں مختلف ہیں معدن میں کوئی شئی نہیں اور رکاز میں خمس یعنی پانچواں حصہ ہے "۔ لہٰذا حدیث کی اس بات پر دلالت واضحہ ہے کہ معدن رکاز نہیں ہے "۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی مقصد ہے مگر احناف کہتے ہیں کہ امام بیہقی نے معرفت میں حبان بن علی کے واسطہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " رکاز سونا ہے جو زمین میں پیدا ہوتا ہے "۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ سے عرض کیا گیا " رکاز کیا شئی ہے تو آپ نے فرمایا رکاز سونا ہے کہ جس روز اللہ تعالیٰ نے زمین پیدا کی اس میں سونا بھی پیدا کر دیا "۔ اس حدیث سے واضح معلوم ہوتا ہے کہ رکاز ہی معدن ہے "۔ نیز بیہقی نے مکحول سے روایت کی کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے معدن کو رکاز جان کر اس میں خمس واجب کیا معلوم ہوا کہ معدن اور رکاز شئی واحد ہیں اور حدیث میں معدن کا محمل وہ ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم!

باب — اللہ تعالیٰ کا ارشاد " وَالْعَامِلِیْنَ عَلَیْهَا " اور صدقہ وصول کرنے والے سے امام کا محاسبہ "

۱۴۱۳ —— **ترجمہ** : ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ اسد سے ایک شخص کو بنو سلیم کے مالوں کی زکوٰۃ کی فراہمی کے

بَابُ اِسْتِعْمَالِ اِبِلِ الصَّدَقَةِ

وَاَلْبَانِهَا لِاَبْنَاءِ السَّبِيْلِ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰی عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ اُنَاسًا مِّنْ عُرَيْنَةَ اجْتَوَوُا الْمَدِيْنَةَ فَرَخَّصَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّاْتُوْا اِبِلَ الصَّدَقَةِ فَيَشْرَبُوْا مِنْ اَلْبَانِهَا وَاَبْوَالِهَا فَقَتَلُوا الرَّاعِیَ وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُتِیَ بِهِمْ فَقَطَعَ اَيْدِيَهُمْ وَاَرْجُلَهُمْ وَسَمَرَ اَعْيُنَهُمْ وَتَرَكَهُمْ بِالْحَرَّةِ يَعَضُّوْنَ الْحِجَارَةَ تَابَعَهٗ اَبُوْ قِلَابَةَ وَثَابِتٌ وَحُمَيْدٌ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ۔ ۱۴۱۴

لئے حاکم مقرر کیا جس کو ابن لُتْبِیَہ،، کہا جاتا ہے جب وہ (مال لے کر آیا) تو اس کا محاسبہ کیا۔

۱۴۱۳ — شرح : ابن لُتْبِیَہ کو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ اسد سے ایک شخص کو بنو سُلیم کے مالوں کی زکوٰۃ کی فراہمی کے لئے عامل مقرر کیا تھا جب وہ زکوٰۃ لے کر آیا تو اس سے حساب لیا،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کوئی مسلمانوں کے امور کے اہتمام میں مشغول ہو تو اس کے عمل کے مطابق اس کو بیت المال سے وظیفہ دینا جائز ہے اور عاملوں اور حاکموں کا محاسبہ کرنا جائز ہے اور افضل کے ہوتے ہوئے غیر افضل کو حاکم بنانا جائز ہے،، اور ان کے عمل سے اُن کا وظیفہ مقرر کرنا جائز نہیں بلکہ امام اپنی صوابدید پر جو چاہے اس کو عمالت اور اجرت دے،، محاسبہ سے انسان کی دیانتداری کی وضاحت ہوتی ہے اسی لئے سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ عمّال کا محاسبہ کیا کرتے تھے،، نیز اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم جب کسی کو دیکھے کہ وہ تاویل میں غلطی کر رہا ہے جس کا نقصان عام لوگوں کو پہنچنے کا ڈر ہو تو وہ اس کی خطاء علانیہ طور پر بیان کرے جیسے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں ابن لُتْبِیَہ کی خطاء کا اعلان فرمایا تھا جبکہ وہ مال لے کر آیا اور کہا یہ زکوٰۃ ہے اور یہ مجھے بطور ہدیہ اور نذرانہ ملا ہے تو آپ نے فرمایا وہ اپنے گھر بیٹھا رہے پھر دیکھے اس کے پاس کیسے ہدایا آتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — مسافروں کا صدقہ کے اونٹ اور ان کا دودھ استعمال کرنا،،

۱۴۱۴ — ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ عُرَینَہ سے چند لوگ مدینہ منوّرہ آئے اور اُنھوں نے اس کی آب و ہوا کو ناموافق پایا تو جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رخصت دی کہ وہ صدقہ کے اونٹوں میں جاکر ان کا دودھ اور پیشاب پیئیں ان لوگوں نے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹ لے کر بھاگ گئے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے آدمی بھیجے پھر ان کو لایا گیا تو آپ نے ان کے ہاتھ اور پاؤں کٹوا دیئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا دیں اور ان کو گرم پتھریلی زمین میں پھینک دیا وہ پتھروں کو چباتے تھے ابو قلابہ، حُمید اور ثابت نے انس سے روایت کرنے میں قتادہ کی متابعت کی۔

باب وسم الامام ابل الصدقة بيده

۱۴۱۵ حدثنا ابراهيم بن المنذر قال حدثنا الوليد قال حدثنا ابو عمرو قال حدثني اسحاق بن عبد الله بن ابي طلحة قال حدثني انس بن مالك قال غدوت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم بعبد الله بن ابي طلحة ليحنكه فوافيته في يده الميسم يسم ابل الصدقة

۱۴۱۴ شرح : حرہ پتھریلی زمین ہے اس میں پتھر سیاہ تھے گویا کہ وہ آگ سے جلائے گئے ہیں ،، علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ باب کے عنوان سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت کے وقت حرام شئ کے ساتھ دوا کرنی جائز ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں اس لئے کٹوا دیئے تھے کہ وہ مرتد ہو جانے کے علاوہ ڈاکہ زن تھے ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھروانا مثلہ کے نسخ سے پہلے تھا ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس حدیث سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ صدقہ کے مصارف کی آٹھ اقسام سے صرف ایک قسم کو صدقہ دینا صحیح ہے بخلاف امام شافعی رضی اللہ عنہ کے وہ آٹھ اقسام میں سے ہر قسم پر صدقہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں ،، اور یہ حجت یقینی ہے کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافروں کا صدقہ کے اونٹوں سے نفع حاصل کرنے کو علیحدہ ذکر کیا ہے جب آٹھ اقسام سے ایک قسم کو علیحدہ ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ ایک قسم پر صدقہ کرنا جائز ہے۔ مزید تفصیل حدیث ۲۳۳ کی تفہیم میں دیکھیں۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب — امام کا صدقہ کے اونٹوں کو اپنے ہاتھ سے داغ دینا ،،

۱۴۱۵ ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں صبح سویرے عبد اللہ بن ابوطلحہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر گیا تا کہ آپ اسے تحنیک فرمائیں میں نے آپ کو اس حال میں پایا کہ آپ کے ہاتھ میں داغ دینے کا آلہ تھا جس سے آپ صدقہ کے اونٹوں کو داغ دے رہے تھے ،،

۱۴۱۵ ۔ شرح تحنیک کا معنیٰ یہ ہے کہ کھجور کو چبا کر بچے کے منہ میں رکھا جائے اور شہادت کی انگلی سے اس کے تالو سے لگا دی جائے تا کہ وہ آہستہ آہستہ اس کے حلق میں اترتی رہے اسے ”گھٹی“ بھی کہتے ہیں“ سوافات ،، کا معنیٰ اتیان ہے ،، میسم ،، داغ دینے کا آلہ ہے جس سے حیوانات کو داغ دیا جاتا ہے جانوروں کو داغ دینے کا فائدہ یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے سے متمایز ہو جائیں اور اگر کوئی آدمی جانور صدقہ کرے تو اس کا کسی اور سبب سے واپس آنے کا خوف زائل ہو جائے چہرے پر داغ دینا مکروہ ہے اور جس روایت میں تعذیب حیوان سے منع کیا گیا ہے اس سے وسم حیوان مخصوص ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بچے کو متقی اور پرہیزگاروں کے پاس لے جا کر ان سے تحنیک کرانی چاہیئے تا کہ وہ اس کے لئے دعا کریں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بَابُ فَرْضِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ وَرَأَى أَبُو الْعَالِيَةِ وَعَطَاءٌ وَابْنُ سِيرِينَ

صَدَقَةَ الْفِطْرِ فَرِيضَةً حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ السَّكَنِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَهْضَمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ۱۴۱۶ إِسْمَاعِيلُ هُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ نَافِعٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَوٰةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلٰوةِ

لوگوں کی عادت تھی کہ وہ آپ کے تھوک مبارک سے تبرک حاصل کیا کرتے تھے۔ مذکور عبداللہ بن ابوطلحہ حضرت انس بن مالک کا بھائی ہے کیونکہ ام سُلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا دونوں کی والدہ ہے اور یہ دونوں اخیافی بھائی ہیں صحیح میں ہے کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے والدین کے لئے دُعاء فرمائی تھی جبکہ اُنھوں نے ایک رات جماع کیا تھا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری رات کی کارروائی میں برکت کرے۔ چنانچہ اس رات ام سُلیم حاملہ ہوگئیں اور اس حمل سے عبداللہ پیدا ہوئے وہ قرآن کریم کے قاری تھے اور اس کے نو یا دس بچے قرآن کے قاری تھے۔ عبداللہ صحابی ہیں اور وہ فارس میں شہید ہوگئے تھے۔ واللہ و رسُولہ اعلم!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب — صدقۂ فطر کا وجوب

ابوعالیہ، عطا اور ابن سیرین نے کہا کہ صدقۂ فطر فرض ہے"

۱۴۱۶ — ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو غلام، آزاد آدمی، مذکر و مؤنث اور چھوٹے بڑے مسلمانوں پر فرض ہے اور حکم فرمایا کہ عیدگاہ جانے سے پہلے صدقہ ادا کیا جائے۔

۱۴۱۶ — شرح : امام مالک، شافعی اور احمد رضی اللہ عنہم نے کہا صدقۂ فطر فرض ہے، احناف کہتے ہیں یہ واجب ہے اور بعض علماء اسے سنت کہتے ہیں اور بعض حضرات کہتے ہیں صدقہ فطر پہلے واجب تھا پھر منسوخ ہوگیا اس کی دلیل یہ ہے کہ قیس بن

باب صدقۃ الفطر علی العبد وغیرہ من المسلمین

اسعد بن عبادہ نے کہا کہ ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ فرض ہونے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم فرمایا جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا تو ہم کو صدقہ دینے کا حکم نہ دیا اور نہ ہی اس سے منع کیا اور اب ہم صدقہ دیتے ہیں اس کی نسائی، ابن ماجہ اور مستدرک میں حاکم نے روائت کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث صدقہ فطر کی فرضیت کے سقوط کی دلیل نہیں کیونکہ ایک فرض کا نزول دوسرے فرض کے سقوط کو واجب نہیں کرتا ،، اور حال یہ ہے کہ صدقہ فطر کے وجوب پر علماء کا اتفاق اور اجماع ہے اگرچہ اس کا نام فرض یا واجب رکھنے میں اختلاف ہے لہذا اس کا ترک جائز نہیں - ابن دقیق العید نے کہا لغت میں فرض کا معنی تقدیر ہے لیکن شریعت مطہرہ کی اصطلاح میں وجوب طرف منقول ہوچکا ہے - لہذا اس کا وجوب پر محمول کرنا اچھا ہے - یہ حقیقت اصطلاحیہ میں واجب ہے اس کا مرتبہ سنت و فرض کے درمیان ہے اسی لئے اس کا منکر کافر نہیں ،،

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ فطر کھجور اور جو ایک صاع ہے - ابو عمر نے کہا علماء نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ کھجور اور جو ہر ایک میں سے ایک پورا صاع صدقہ فطر ہے اور وہ چار مُدّ ہے ،، عبد تجارت کے لئے نہ ہو تو اس کا فطرانہ مالک پر واجب ہے اگر تجارت کے لئے ہو تو اس کا فطرہ واجب نہیں اور نہ ہی اس کے مالک پر واجب ہے - امام ابو حنیفہ، شافعی اور احمد رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے ،، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب میں منکوحہ عورت کا فطرہ اس کے شوہر پر واجب نہیں امام مالک اور شافعی بھی یہی کہتے ہیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹے اور بڑے جن کی مشقت اٹھاتے ہیں کا صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم فرمایا ،، امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف رضی اللہ عنہما نے کہا کہ چھوٹی اولاد کا فطرانہ باپ ادا کرے اور اگر ان کا علیحدہ مال ہے تو اس سے ادا کرے (ہدایہ) امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا بہر حال یتیم پر فطرہ واجب ہے اس حدیث سے امام مالک، شافعی اور احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم نے استدلال کیا کہ کافر غلام کا صدقۂ فطر واجب نہیں امام ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ کافر غلام کا فطرانہ اس کے آقا پر واجب ہے عبد الرزاق نے مصنف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا کہ مالک اپنے ہر مملوک کا فطرانہ ادا کرے اگرچہ وہ یہودی یا نصرانی ہو اس جیسی روائت ابن ابی شیبہ نے بھی مصنف میں ذکر کی ہے - دار قطنی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روائت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ فطر ہر چھوٹے بڑے مذکر و مؤنث یہودی نصرانی حر اور مملوک سے گندم نصف صاع یا جو وغیرہ پورا صاع ادا کرو - امام طحاوی نے مشکل میں اس کی تائید میں ابن مبارک کی ابن لہیعہ سے روائت ذکر کی کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا صدقہ فطر ہر انسان سے جس کی کفالت کرتا ہو وہ چھوٹا ہو یا بڑا حر ہو یا غلام اگرچہ نصرانی ہو گندم دو مُدّ اور کھجور ایک صاع ادا کرے ابن لہیعہ کی روائت متابع ہو سکتی ہے خصوصاً جبکہ ابن مبارک اس سے روائت کرے

واللہ ورسولہ اعلم !

باب — مسلمان غلام اور آزاد پر صدقہ فطر واجب ہونا

حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن نافع عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض زکوٰۃ الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعیر علی کل حر او عبد ذکر او انثی من المسلمین ۱۴۱۷ باب صدقۃ الفطر صاع من شعیر حدثنا قبیصۃ بن عقبۃ قال حدثنا سفین عن زید بن اسلم عن عیاض بن عبد اللہ عن ابی سعید الخدری قال کنا نطعم الصدقۃ صاعا من شعیر ۱۴۱۸ باب صدقۃ الفطر صاع من طعام حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن زید بن اسلم عن عیاض بن عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح العامری انہ سمع ابا سعید الخدری یقول کنا نخرج زکوٰۃ الفطر صاعا من طعام او صاعا من شعیر او صاعا من تمر او صاعا من اقط او صاعا من زبیب ۱۴۱۹

۱۴۱۷ — ترجمہ : عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور ایک صاع یا جو ایک صاع ہر مسلمان ہر آزاد یا غلام مذکر یا مؤنث پر صدقہ فطر فرض کیا،،

باب — جو سے ایک صاع صدقہ فطر

۱۴۱۸ — ترجمہ : ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا ہم صدقہ فطر ایک صاع کھانے کے لئے دیا کرتے تھے،،

باب — طعام سے ایک صاع صدقہ فطر

۱۴۱۹ — ترجمہ : ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک صاع طعام یا ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع خشک انگور صدقہ فطر دیا کرتے تھے!

۱۴۱۹ — شرح : اس حدیث سے امام شافعی، امام مالک اور احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم نے استدلال کیا کہ گندم سے صدقہ فطر ایک صاع ہے اُنھوں نے کہا عرف میں طعام سے گندم مراد لی جاتی ہے۔ نیز حاکم نے مستدرک میں عیاض بن عبد اللہ سے روایت کی کہ ابو سعید کے پاس صدقہ فطر کا ذکر ہوا تو اُنھوں نے کہا میں تو صدقہ فطر اتنا ہی دوں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایک صاع کھجور یا ایک صاع گندم یا ایک صاع جو دیا کرتے تھے کسی نے ان سے کہا یا دو مد

۱۴۲۰ بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِزَكٰوةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَجَعَلَ النَّاسُ عِدْلَهُ مُدَّيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ بَابُ ۱۴۲۱ صَاعٌ مِّنْ زَبِيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ يَزِيْدَ بْنَ اَبِيْ حَكِيْمٍ الْعَدَنِيَّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنْ

گندم تو اُنھوں نے کہا کہ یہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیمت کے اعتبار سے ذکر کیا ہے میں اسے قبول نہیں کرتا اور نہ ہی اس پر عمل کرتا ہوں۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور دارقطنی نے سنن میں اس کی روائت کی ہے۔

احناف کے نزدیک صدقہ فطر نصف صاع گندم ہے اور مذکور حدیث میں طعام سے مراد جو ہیں کیونکہ صحیح بخاری میں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روائت ہے اُنھوں نے کہا کہ ہم جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ مبارک میں فطر کے دن ایک صاع طعام دیا کرتے تھے۔ ابوسعید نے کہا ہمارا طعام جَو، منقہ، پنیر اور کھجور تھا،، صحیح بخاری کی اس روائت سے طعام کی وضاحت ہوجاتی ہے کہ اس سے مراد گندم نہیں ہے،، اور جو حاکم نے مستدرک میں ایک صاع گندم کی روائت کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ابو داؤد نے کہا یہ محفوظ نہیں ہے،، ابن خذیمہ نے کہا اس حدیث میں "حنطہ" کا لفظ غیر محفوظ ہے معلوم نہیں کس کو یہ وہم ہوگیا ہے،، اور کسی کا یہ کہنا "یا دو مدّ (نصف صاع گندم،، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اوّل حدیث میں "حنطہ") کا لفظ صرف وہم پر مبنی ہے کیونکہ اگر یہ صحیح ہوتا تو اس کا دو مدّ گندم،، کہنا بے معنی ہوتا،، حاکم بعض احادیث کی تصحیح میں تساہل کرجاتے ہیں،، نیز حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تقدیر پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عمل کیا لہٰذا اس پر اجماع ہوگیا،،

حضرات خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کی بہت بڑی جماعت کا مذہب یہی ہے،، ابوداؤد نے ثعلبہ بن ابی صعیر کی روائت ان کے والد سے نقل کی کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "بُرٌ یا قمح یعنی گندم ہر دو آدمیوں سے ایک صاع ہے وہ چھوٹے ہوں یا بڑے آزاد ہوں یا غلام مذکر ہوں یا مؤنث الحدیث،، جمہور علماء کا مذہب یہی ہے کہ صدقہ فطر واجب ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب — صدقہ فطر کھجور سے ایک صاع "

۱۴۲۰ — ترجمہ: نافع سے روائت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو صدقہ فطر دینے کا حکم فرمایا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا لوگوں نے اس کے برابر دو مدّ گیہوں مقرر کرلیا۔

باب — منقیٰ ایک صاع "

۱۴۲۱ — ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں طعام ایک صاع یا کھجور ایک صاع یا جَو ایک صاع یا منقیٰ ایک صاع صدقہ دیتے تھے جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا اور گندم آنے لگی تو اُنھوں نے

زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ حَدَّثَنِي عِيَاضُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنَّا نُعْطِيهَا فِي زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ فَلَمَّا جَاءَ مُعَاوِيَةُ وَجَاءَتِ السَّمْرَاءُ قَالَ أُرَى مُدًّا مِنْ هٰذَا يَعْدِلُ مُدَّيْنِ

کہا میرا خیال ہے کہ اس کا مُد اُس کے دو مُد کے برابر ہے ،،

یعنی گندم ایک مُد باقی اجناس سے دو مُد کی مثل ہے اس حدیث سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے استدلال کیا اور گندم سے نصف صاع صدقہ واجب کیا ابو داؤد نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ہر چھوٹے ، بڑے آزاد اور غلام سے طعام ایک صاع یا پنیر ایک صاع یا جو ایک صاع یا کھجور ایک صاع یا منقی ایک صاع صدقہ فطر دیتے تھے اور بہت عرصہ یہی صدقہ دیتے رہے حتیٰ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حج یا عمرہ کرنے آئے اور منبر پر لوگوں سے خطاب کیا اور ان کا منجملہ خطاب یہ تھا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ شام کی گندم کے دو مُد ایک صاع کھجور کے مساوی ہیں لوگوں نے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا ابو سعید نے کہا میں جب تک زندہ رہوں گا وہی صدقہ دیتا رہوں گا (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیتے تھے) امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس حدیث پر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اعتماد کیا اور گندم نصف صاع صدقہ فطر واجب کی اس پر امام نووی نے تنقید کی کہ یہ حدیث معتمد علیہ نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ امیر معاویہ صحابی کا فعل ہے اور ابو سعید خدری اور دیگر صحابہ کرام جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کا لمبا زمانہ شرف حاصل ہوا ہے اور آپ کے حال کو زیادہ جانتے ہیں وہ اس عمل کے خلاف ہیں ۔ اس پر مزید یہ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے اور یہ نہیں کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے ،، مگر نووی کے کلام میں نظر ہے کیونکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جمِ غفیر نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی موافقت کی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ ابو داؤد کی اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ " فَأَخَذَ النَّاسُ بِذَالِكَ ،، یعنی لوگوں نے اس پر عمل شروع کر دیا اور یہ عموم اجماع پر دلالت کرتا ہے اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی مخالفت اجماع پر اثر انداز نہیں ہو سکتی جبکہ اس اجماع پر خلفاء راشدین کا بھی عمل رہا ہے اور یہ کہنا بعید نہیں کہ ابو سعید رضی اللہ عنہ قدرِ واجب سے زیادہ نفلی صدقہ دیتے رہے ہوں لہٰذا امام ابو حنیفہ رضی اللہ کا ابو سعید کی حدیث پر اعتماد قابل اعتماد ہے کہ اس میں صحابہ کے اجماع کی مخالفت نہیں ہوتی ،، اس کے علاوہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں طعام سے مراد گندم لینا مناسب نہیں جبکہ صحیح بخاری میں اس کی وضاحت موجود ہے کہ طعام سے مراد گندم نہیں ، چنانچہ حدیث ۱۴۲۳ میں ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں " وَكَانَ طَعَامُنَا الشَّعِيرَ وَالزَّبِيبَ وَالْأَقِطَ وَالتَّمْرَ ،، یعنی ہمارا طعام جو ، منقّٰی ، پنیر اور کھجور تھا اس سے واضح ہوتا ہے کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ گندم کا ایک صاع نہ دیتے تھے وہ مذکور طعام کا صاع دیتے تھے کیونکہ وہ فطرہ صرف کھجور ، جو پنیر اور زبیب سے ہی دیا کرتے تھے اور ان کا مذکور قول اس کی واضح دلیل ہے لہٰذا یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف نہیں اور نہ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجماع کے خلاف ہے ۔ واللہ ورسولہ اعلم !

بَابُ الصَّدَقَةِ قَبْلَ الْعِيْدِ

۱۴۲۲ الْعِيْدِ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِزَكٰوةِ الْفِطْرِ قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ

۱۴۲۳ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُمَرَ حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنَّا نُخْرِجُ فِيْ عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ وَّكَانَ طَعَامَنَا الشَّعِيْرُ وَالزَّبِيْبُ وَالْاَقِطُ وَالتَّمْرُ

بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي الْمَمْلُوْكِيْنَ لِلتِّجَارَةِ يُزَكّٰى فِي التِّجَارَةِ وَيُزَكّٰى فِي الْفِطْرِ

باب ـــــ عید کی نماز سے پہلے فطرہ دینا ،،

۱۴۲۲ ـــ ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کا نماز عید کے لئے نکلنے سے پہلے صدقہ فطر دینے کا حکم فرمایا ،،

۱۴۲۳ ـــ ترجمہ : ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں فطر کے دن ایک صاع طعام فطرہ دیا کرتے تھے اور ہمارا طعام ، جو ، زبیب ، پنیر اور کھجور تھا ،،

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت طعام صرف مذکورہ اشیاء تھیں اس تفسیر سے اس حدیث کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا " کنا نخرج زکاۃ الفطر صاعاً من طعام الحدیث گویا کہ اُس حدیث کی یہ حدیث تفسیر ہے اور اس میں عطف تفسیر کے لئے ہے یعنی ہم عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں طعام فطرہ دیتے تھے اور وہ جو ، زبیب ، پنیر اور کھجور تھا ،، اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ لغت میں طعام ہر مطعوم کو شامل ہے اس میں تو نزاع نہیں بحث تو صرف اس میں ہے کہ " شعیر اور باقی اطعمہ کا معطوف علیہ طعام ہے اور عطف ہی اس بات کی دلیل ہے کہ طعام کا معنی عرفی مراد ہے اور وہ گندم ہے جیسے وعدہ خیر اور شر دونوں کو عام ہے اور جب اس پر وعید کا عطف کیا جائے تو وعدہ خیر کے ساتھ مختص ہو جاتا ہے ،، اس کے عدم صحت کی وجہ یہ ہے کہ عطف کا یہ معنی غیر مسلم ہے بلکہ عطف کا مدلول یہ ہے کہ جس طعام کا ابو سعید نے ذکر کیا ہے وہ مذکورہ اصناف سے ایک قسم ہے کیونکہ یہ ما قبل کی تفسیر ہے اور اصل یہ ہے کہ لغوی معانی کا لحاظ کیا جائے ۔ واللہ و رسولہ اعلم!

باب ـــــ آزاد اور غلام پر صدقہ فطر "

زہری نے کہا تجارت کے غلاموں کے بارے میں کہا کہ ان سے زکوٰۃ دی

۱۴۲۴

حدثنا أبو النعمان قال حدثنا حماد بن زيد قال حدثنا أيوب عن نافع عن ابن عمر قال فرض النبي صلى الله عليه وسلم صدقة الفطر أو قال رمضان على الذكر والأنثى والحر والمملوك صاعا من تمر أو صاعا من شعير فعدل الناس به نصف صاع من بر فكان ابن عمر يعطي التمر فأعوز أهل المدينة من التمر فأعطى شعيرا وكان ابن عمر يعطي عن الصغير والكبير حتى إن كان ليعطي عن بني وكان ابن عمر يعطيها الذين يقبلونها وكانوا يعطون قبل الفطر بيوم أو يومين قال أبو عبد الله بني يعني بني نافع قال كانوا يعطون ليجمع لا للفقراء

باب صدقة الفطر على الصغير والكبير

قال أبو عمرو ورأى عمر وعلي وابن عمر وجابر وعائشة وطاؤس وعطاء وابن سيرين أن يزكي مال اليتيم وقال الزهري يزكي مال المجنون۔

۱۴۲۴ ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر یا یہ کہا کہ صدقہ رمضان ہر مرد، عورت اور ہر آزاد اور غلام پر کھجور ایک صاع یا جو ایک صاع فرض کیا پھر لوگوں نے گندم کا آدھا صاع اس کے مساوی مقرر کر لیا اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صدقہ فطر کھجور دیا کرتے تھے ،، جب مدینہ منورہ کے لوگ کھجوروں کے محتاج ہو گئے تو انھوں نے جَو فطرہ دیا عبد اللہ بن عمر ہر چھوٹے بڑے حتیٰ میرے بیٹوں کی طرف سے فطرانہ دیتے تھے ،، اور وہ یہ ان لوگوں کو دیتے تھے جو اس کو قبول کرتے تھے ،، لوگ عید کے ایک یا دو دن پہلے فطرہ دیتے تھے

۱۴۲۴ شرح : یعنی امام زہری رضی اللہ عنہ تجارتی غلاموں کی زکوٰۃ ادا کیا کرتے تھے اور اُن کا فطرانہ بھی دیتے تھے ،، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سال ختم ہونے کے بعد تجارتی غلام کی قیمت میں زکوٰۃ واجب ہے فطرہ واجب نہیں ہے اور غلام تجارت کے لئے نہ ہو تو اس کا فطرہ واجب ہے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ،، ابو علید نے کتاب الاموال میں زہری سے روائت کی کہ مملوک پر زکوٰۃ نہیں اس کا مالک صرف اس کا فطرانہ دے ،،

مذکور حدیث ۱۴۲۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ جَو اور کھجور سے صدقہ فطر ایک صاع ہے اور کھجور وغیرہ کا صاع گندم کے نصف صاع کے برابر ہے اس حدیث میں احناف کے مذہب کی دلیل ہے کہ گندم سے صدقہ فطر آدھا صاع ہے اور عید سے ایک دو دن پہلے فطرہ دینا جائز ہے ،، اور جو کوئی یہ کہے کہ وہ فقیر ہے اور زکوٰۃ قبول کرے تو اس کو زکوٰۃ دیدے اور اس کے فقر و احتیاجی کی جستجو نہ کرے ۔ واللہ و رسولہ اعلم !

باب ــــ ہر چھوٹے بڑے پر صدقہ فطر

ابو عمر نے کہا کہ حضرت عمر فاروق علی مرتضیٰ عبد اللہ بن عمر ام المومنین عائشہ صدیقہ طاؤس عطاء ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ خیال ہے کہ یتیم کے مال کی زکوٰۃ ادا کی جائے اور زہری نے کہا مجنوں کے مال کی

۱۴۲۵ حدثنا مسدد قال حدثنا یحیی عن عبید اللہ قال حدثنی نافع عن ابن عمر قال فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقۃ الفطر صاعا من شعیر او صاعا من تمر علی الصغیر والکبیر والحر والمملوک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب المناسک باب وجوب الحج وفضلہ وقول اللہ تعالیٰ وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ومن کفر فان اللہ غنی عن العلمین

زکوٰۃ ادا کی جائے۔

۱۴۲۵ — ترجمہ : نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روائت کی کہ انھوں نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر جو ایک صاع یا کھجور ایک صاع ہر چھوٹے بڑے اور ہر آزاد اور مملوک پر فرض فرمایا،،

۱۴۲۵ — شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عید سے پہلے صدقہ فطر دینا جائز ہے،، ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس حدیث کا مدلول یہ ہے کہ فطرانہ صرف اپنی قوت سے دے کیونکہ صحابہ کرام کے لئے اعلیٰ طعام کھجور تھا جب وہ نہ ملے تو جو دیتے" اگر بچہ مال دار ہو تو اس کا والی اس کے مال سے اس کا فطرہ دے ورنہ اس کا فطرہ وہ دے جس پر اس کا نان و نفقہ واجب ہے،، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الحج

باب — حج کا وجوب اور اس کی فضیلت

اور اللہ کے لئے لوگوں پر بیت اللہ کا حج ہے جو وہاں جانے کی قدرت رکھتا ہو،، اور جس نے اس کا انکار کیا تو بے شک اللہ ساری دنیا سے بے نیاز ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ

اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ الْفَضْلُ رَدِيفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ اِلَيْهَا وَتَنْظُرُ اِلَيْهِ وَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ اِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنَّ فَرِيضَةَ اللّٰهِ عَلَى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ اَدْرَكَتْ اَبِي شَيْخًا كَبِيرًا لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ اَفَاَحُجُّ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ وَذٰلِكَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ

۱۴۲۶ — **ترجمہ** : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ فضل بن عباس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھے قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی تو فضل اس طرف دیکھنے لگے اور وہ عورت فضل کی طرف دیکھ رہی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فضل کا چہرہ دوسری طرف پھیر رہے تھے اس عورت نے عرض کیا ،، یا رسول اللہ ! اللہ تعالیٰ کا فریضہ حج اس کے بندوں پر ہے نے میرے بوڑھے باپ کو پالیا ہے وہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتا کیا میں اس کی طرف سے حج کردوں ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ! یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے۔

۱۴۲۶ — **شرح** : لغت میں حج کا معنی قصد ہے اور اصطلاح میں وقوف عرفہ پر مشتمل عبادت کے لئے کعبہ کا قصد کرنا ہے ،، علامہ قرطبی نے کہا پانچ ہجری میں حج فرض ہوا بعض علماء کہتے ہیں نو ہجری میں فرض ہوا اور یہی صحیح ہے ،، جمہور علماء کا کہنا ہے کہ مذکور آئت کریمہ حج کی فرضیت پر دلالت کرتی ہے ،، حج ساری عمر میں ایک بار فرض ہے جب یہ آئت کریمہ ،، لِلّٰہِ علی النّاس حج البیت الآیۃ ،، نازل ہوئی تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے ؟ آپ نے فرمایا اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال فرض ہو جاتا اور جب ہر سال فرض ہو جاتا تو تم نہ کر سکتے اور جب نہ کرتے تو عذاب میں مبتلا ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے حج کی فرضیت کے لئے استطاعت شرط کی ہے اور استطاعت یہ ہے کہ حج کو آنے جانے کا خرچہ اور سواری کی قدرت ہو اور اس کے ساتھ ساتھ راستہ پُر امن ہو ،، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ،، السبیل الزاد والراحلۃ ،، حج کی استطاعت ہو اور وہ حج نہ کرے تو اس پر سخت وعید وارد ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ احرام میں عورت چہرہ کھولے رکھے اس پر اجماع ہے ،، فضل بن عباس کا اس عورت کی طرف دیکھنا طبع بشری کے غلبہ کے باعث تھا کیونکہ انسان میں شہوات کی ترکیب ہے جب بشری طبع کا غلبہ ہو جائے تو وہ ان کا مقابلہ کرنے میں ناتواں ہو جاتا ہے۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے کہا کہ فضل بچے تھے آپ نے ان کا اجنبیہ کو دیکھنا مکروہ جانا تھا۔ امام ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ رضی اللہ عنہم نے کہا جب کوئی شخص معذور ہو جائے اور فریضہ حج ادا نہ کر سکے تو اس کی طرف سے کوئی دوسرا آدمی حج کرے تو جائز ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ اسے جائز نہیں کہتے ہیں اور مذکور حدیث ان کے خلاف پختہ دلیل ہے ،،

صاحب ہدایہ نے کہا اصل یہ ہے کہ انسان کے لئے جائز ہے کہ اپنے اعمال نماز ، روزہ ، صدقات وخیرات

بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی عزوجل یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ لِیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ فِجَاجًا الطُّرُقُ الْوَاسِعَةُ

کا ثواب اپنے غیر کو نذرانہ کردے اس پر اہل سنت وجماعت کا اتفاق ہے کیونکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھے قربانی کئے ایک اپنی ذات ستودہ صفات کی طرف سے اور دوسرا اپنی امت کے لئے ذبح کیا، عبادت کی تین اقسام ہیں ایک محض مالی عبادت جیسے زکاۃ اس میں کسی کو نائب بنانا جائز ہے کہ اس کی طرف سے زکوٰۃ ادا کردے" دوسری عبادت محض بدنی ہے جیسے نماز اس میں کسی حال میں نیابت جائز نہیں تیسری عبادت جو دونوں سے مرکب ہو جیسے حج مالی اور بدنی سے مرکب ہے،، اس میں نیابت اس وقت صحیح ہے جب مناب عنہ کو چلنے کی قدرت نہ ہو مگر شرط یہ ہے کہ موت تک وہ چلنے سے عاجز رہے،،

بظاہر حدیث سے یہی سمجھ آتا ہے کہ مناب عنہ کا حج ادا ہو جاتا ہے،، کسی مریض نے نائب کو حج کرنے بھیجا پھر وہ تندرست ہو گیا تو اس کا حج ادا نہ ہوگا اور اس پر حج کرنا فرض ہے اور اگر وہ تندرست نہ ہوا اور مر جائے تو اس کا فریضہ حج ادا ہو جاتا ہے،،

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر کسی نے حج نہ کیا ہو اور وہ کسی کی طرف سے حج کرنا چاہے تو جائز ہے اور مذکورہ حدیث اس کی دلیل واضح ہے کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خثعمیہ عورت سے یہ دریافت نہ فرمایا کہ تونے پہلے حج کیا ہے یا نہیں اور اس کو باپ کی طرف سے حج کرنے کی اجازت دے دی،،

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا اگر کسی نے فریضہ حج ادا نہ کیا ہو تو کسی کی طرف سے وہ حج نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ابو داؤد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے سنا کہ وہ کہہ رہا ہے" لبیک عن شبرمہ،، آپ نے فرمایا شبرمہ کون ہے اس نے کہا میرا بھائی ہے یا اس نے کہا میرا قریبی ہے آپ نے فرمایا تونے حج کر لیا ہے؟ اس نے کہا جی نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلا اپنا حج کرو پھر اپنے بھائی کی طرف سے حج کرنا،، اس کا جواب یہ ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ شبرمہ کی حدیث معلول ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ ابن عباس پر موقوف ہے،،

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا جب کسی پر حج فرض ہو تو وہ دیر بعد بھی کر سکتا ہے امام محمد رضی اللہ عنہ کا مذہب بھی یہی ہے،، امام مالک اور امام ابو یوسف رضی اللہ عنہما نے کہا اس پر فوراً اسی سال حج کرنا فرض ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس میں وضاحت نہیں کی لیکن امام ابو یوسف نے کہا کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ اسی سال فوراً حج کرے اور یہی صحیح ہے،، حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع حدیث ذکر کی کہ آپ نے فرمایا" من اراد الحج فلیعجل، کہ جو حج کا ارادہ کرے وہ جلدی حج کرے،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت مرد کی طرف سے حج کر سکتی ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب — اللہ تعالیٰ کا ارشاد" لوگ پیدل چل کر اور دُبلے

حدثنا

احمد بن عیسٰی قال حدثنا ابن وهب عن یونس عن ابن شهاب ان سالم بن عبد اللّٰہ بن عمر اخبرہ ان ابن عمر قال رایت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یرکب راحلتہ بذی الحلیفۃ ثم یھل حین تستوی بہ قائمۃ ۱۴۲۷

حدثنا ابراھیم بن موسٰی قال اخبرنا الولید قال حدثنا الاوزاعی سمع عطاء یحدث عن جابر ابن عبد اللّٰہ الانصاری ان اھلال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من ذی الحلیفۃ حین استوت بہ راحلتہ رواہ انس وابن عباس یعنی حدیث ابراھیم بن موسٰی ۱۴۲۸

اونٹوں پر دُور دراز راستوں سے آپ کے پاس آئیں گے تاکہ وہ اپنے منافع حاصل کریں،، فجاجا،، سے کھلے راستے مراد ہیں،،

۱۴۲۷ — ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنی سواری پر ذوالحلیفہ میں سوار ہوئے پھر جب وہ سیدھی کھڑی ہوئی تو آپ نے لبیک کہا،،

۱۴۲۸ — ترجمہ : حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذوالحلیفہ احرام باندھنا اس وقت ہوتا جب آپ کی سواری سیدھی کھڑی ہوجاتی،، انس اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے اس کی روائت کی۔

۱۴۲۷، ۱۴۲۸ — شرح : اس آئت کریم کو ترجمۃ الباب میں اس لئے ذکر کیا کہ وجوب حج میں سواری کی شرط پیدل چل کر حج کرنے کے منافی نہیں جبکہ وہ سواری پر قدرت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو، کیونکہ آئت کریمہ سوار اور پیدل چلنے والے دونوں کو شامل ہے،،

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت ہے کہ جب حدیث یا قرآن کی آئت میں کوئی لفظ مذکور ہو تو اس کی مثل حدیث یا قرآن میں جو لفظ واقع ہو اسے ذکر کر دیتے ہیں،، یہاں ”فجاجا،، ذکر کیا اس سے ان کی مراد وہ ہے جو قرآن کریم کی اس آئت میں واقع ہے ”لتسلکوا منھا سبلا فجاجا،، پھر فجاج کی وسیع راستوں سے تفسیر کی،،

باب الحج على الرحل وقال ابان حدثنا مالك بن

دينار عن القاسم بن محمد عن عائشة ان النبي صلى الله عليه وسلم بعث معها اخاها عبد الرحمن فاعمرها من التنعيم وحملها على قتب وقال عمر شدوا الرحال في الحج فانه احد الجهادين وقال محمد بن ابي بكر حدثنا يزيد ابن زريع قال حدثنا عزرة بن ثابت عن ثمامة بن عبد الله بن انس قال حج انس على رحل ولم يكن شحيحا وحدث ان النبي صلى الله عليه وسلم حج على رحل وكانت زاملته

حج کے سفر میں سوار ہونا اور پیدل چلنا دونوں مباح ہیں البتہ افضلیت میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے رکوب کو افضل کہا کیونکہ اس میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے اور اس میں نفقہ کی فضیلت بھی ہے کیونکہ سفرِ حج میں نفقہ فی سبیل اللہ نفقہ جیسا ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ سات سو گنا بڑھاتا ہے،، بعض علماء پیدل چلنے کو افضل کہتے ہیں حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع صحیح حدیث ذکر کی کہ جس نے پیدل حج کیا حتیٰ کہ پیدل ہی واپس ہُوا تو اس کے ہر قدم کے عوض حرم کی نیکیوں سے سات سو نیکی لکھی جاتی ہے اور حرم کی ہر نیکی ایک لاکھ نیکی کے برابر ہے،،

اسماعیل بن اسحاق نے مجاہد سے ذکر کیا کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہندوستان میں اُتارے گئے اُنھوں نے پیدل چالیس حج کیئے۔ سیدنا ابراہیم اور سیدنا اسماعیل علیہما السلام نے پیدل حج کیا اس طرح سیدنا امام حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما نے پچیس حج پیدل کیئے۔

اس حدیث سے امام مالک اور اکثر فقہاء نے استدلال کیا کہ سوار اس وقت لبیک کہے جبکہ اس کی سواری سیدھی کھڑی ہو جائے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ احرام کی نماز کے بعد لبیک کہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا جب سواری چل پڑے اس وقت لبیک کہے،، اور اگر کھڑی سواری پر سوار ہو جیسے آجکل حاجی کرتے ہیں تو امام مالک کے مذہب کے مطابق جب سوار ہو کر سیدھا ہو جائے تو لبیک کہے اور اگر سوار نہ ہو بلکہ پیدل ہو تو جب چلنا شروع کرے اس وقت لبیک کہے،،

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو باب کا ترجمہ اس لئے ذکر کیا ہے کہ وجوبِ حج میں سواری کی شرط کرنا پیدل حج کرنے کے منافی نہیں جبکہ وہ سواری پر قادر ہونے کے باوجود پیدل حج کرے،، واللہ ورسولہ اعلم!

باب ـــــ پالان پر سوار ہو کر حج کرنا،،

اور ابان نے کہا ہم کو مالک بن دینار نے قاسم بن محمد سے :
خبر دی اُنھوں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے

روایت کی کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بھائی عبد الرحمٰن کو ان کے ساتھ بھیجا تو اس نے ام المؤمنین کو تنعیم سے عمرہ کرایا اور ان کو کجاوہ پر سوار کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حج میں پالان باندھو یہ دو

حدثنا عمرو بن علی قال حدثنا ابو عاصم قال حدثنا ایمن
ابن نابل قال حدثنا القاسم بن محمد عن عائشة انها قالت یا رسول الله اعتمرتم ولم اعتمر قال یا عبد الرحمن
اذهب باختك فاعمرها من التنعیم فاحقبها علی ناقة فاعتمرت باب فضل الحج المبرور حدثنا
عبد العزیز بن عبد الله قال حدثنا ابراهیم بن سعد عن الزهری عن سعید بن المسیب عن ابی هریرة
قال سئل النبی صلی الله علیه وسلم ای الاعمال افضل قال ایمان بالله ورسوله قیل ثم ماذا قال جهاد
فی سبیل الله قیل ثم ماذا قال حج مبرور حدثنا عبد الرحمن بن المبارك قال حدثنا خالد قال

١٤٢٩ — ١٤٣٠ — ١٤٣١

جھنڈوں میں سے ایک جہاد ہے،، محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہا ہم کو یزید بن زریع نے خبر دی اُنھوں نے کہا ہم سے عزرہ بن ثابت نے ثمامہ بن عبداللہ بن انس سے بیان کیا کہ اُنھوں نے کہا کہ حضرت انس نے پالان پر حج کیا حالانکہ وہ بخیل نہ تھے اور بیان کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالان پر حج کیا اور اس پر آپ کا سامان بھی تھا۔

١٤٢٩ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،، آپ سب نے عمرہ کر لیا اور میں نے عمرہ نہیں کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن سے فرمایا اپنی ہمشیرہ کو لے جاؤ اور ان کو تنعیم سے عمرہ کراؤ، چنانچہ ان کو اونٹنی پر پیچھے بٹھا لیا اور انھوں نے عمرہ کیا،،

شرح: باب کے مذکور عنوان سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ حج میں زینت کا ترک کرنا افضل ہے اور ،، حملها علی قتب ،، سے یہ استدلال کیا ہے۔

اس حدیث سے عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ نے استدلال کیا کہ جو شخص مکہ مکرمہ میں ہو وہ عمرہ کا احرام تنعیم سے باندھے ،، اور جمہور آئمہ کرام امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب،، امام مالک ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم نے کہا کہ مکی کے لئے عمرہ کا میقات حل ہے اور وہ حرم سے باہر ہے حل کے جس مقام سے احرام باندھے وہ تنعیم ہو یا حل کی دوسری جگہ ہو جائز ہے،، اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تنعیم کا اس لئے قصد کیا تھا کہ وہ قریب تھا۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب — حج مقبول کی فضیلت ،،

١٤٣٠ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا عرض کیا گیا پھر اس کے بعد کون سا؟ آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا پھر پوچھا گیا اس کے بعد کون سا؟ آپ نے فرمایا حج مقبول!

١٤٣١ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ! ہم جہاد کو افضل عمل جانتے ہیں تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں لیکن (تمہارے لئے) افضل جہاد حج مقبول ہے۔

اخبرنا حبیب بن ابی عمرۃ عن عائشۃ بنت طلحۃ عن عائشۃ ام المؤمنین انھا قالت یا رسول اللہ نری الجھاد افضل العمل افلا نجاھد قال لا لکن افضل الجھاد حج مبرور حدثنا ادم قال حدثنا شعبۃ قال حدثنا سیار ابو الحکم قال سمعت ابا حازم قال سمعت ابا ھریرۃ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول من حج للہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ

۱۴۳۲ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اللہ کے لئے حج کیا اور رفث و فسوق نہ کیا تو وہ گناہوں سے پاک ہو کر ایسا لوٹے گا جیسے اس دن پاک تھا جس روز اس کی ماں نے اس کو جنم دیا تھا،، ـــ مبرور کا معنی مقبول ہے اس کا معنی یہ بھی کیا جاتا ہے کہ جس میں کوئی گناہ نہ ملا ہو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے لئے حج مقبول کو افضل جہاد قرار دیا ابن ماجہ نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ " صلی اللہ علیہ وسلم ،، کیا عورتوں پر جہاد ہے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ان پر جہاد ہے مگر اس میں قتل و غارت نہیں اور وہ حج اور عمرہ ہے ۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج ہر کمزور شخص کا جہاد ہے ،، حج کو جہاد اس لئے کہا گیا ہے کہ حاجی شہوات نفسانیہ کو روک کر نفس سے جہاد کرتا ہے ،، جس میں ہر طرف سے مسلمانوں کے جمع ہونے سے مشرکین کی مدافعت ہوتی ہے ،،

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے لئے حج کرنا افضل جہاد ہے اسی لئے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ازواج مطہرات کو کرنے حج کی اجازت دی اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ان کے ہمراہ کیا تھا جبکہ وہ پہلے اس میں متوقف تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " تم اپنے گھروں میں رہو پھر آپ کو اس کا جواز ملا اور آخر خلافت میں ان کو حج کرنے کی اجازت دے دی ۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے " باب حج النساء ،، میں ذکر کیا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج کو آخری حج میں حج کرنے کی اجازت دی اور حضرت عثمان غنی اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کو ان کے ہمراہ بھیجا ،، اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ یہ دونوں حضرات ان کے محارم نہیں تھے تو ان کو ہمراہ کیوں بھیجا ،، کیونکہ تمام لوگ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے محارم ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نبی کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں ،، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے حکام رازی نے دریافت کیا کیا عورت محرم کے بغیر سفر کر سکتی ہے ؟ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو تین دن یا اس سے زیادہ مدت سفر کرنے سے منع فرمایا جبکہ ان کے ہمراہ کوئی محرم یا ان کے شوہر نہ ہوں حکام نے کہا پھر میں نے علامہ عرزمی سے پوچھا تو انھوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں مجھ سے عطاء نے بیان کیا کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا محرم کے بغیر سفر کرتی تھیں ۔ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے علامہ عرزمی کا جواب ذکر کیا تو انہوں نے کہا عرزمی کو معلوم نہیں تمام لوگ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے محرم ہیں وہ جس کے ساتھ سفر کریں وہ محرم کے ساتھ سفر ہے ،، دوسری عورتوں کا یہ حال نہیں ہے ۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ جواب بہترین ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں اور وہ ان کے محارم ہیں ۔ کیونکہ محرم سے نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہے

بَابُ فَرْضِ مَوَاقِيتِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ أَنَّهُ أَتَى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ فِي مَنْزِلِهِ وَلَهُ فُسْطَاطٌ وَسُرَادِقٌ فَسَأَلْتُهُ مِنْ أَيْنَ يَجُوزُ أَنْ أَعْتَمِرَ قَالَ فَرَضَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنٍ وَلِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى

اور امہات المؤمنین دوسرے لوگوں پر ہمیشہ کے لئے حرام ہیں۔ رفث کا معنی جماع کی باتیں کرنا اور فسق کا معنی نافرمانی کرنا ہے،،

باب — حج اور عمرہ میں احرام باندھنے کا مقام

۱۴۳۳ — ترجمہ : زید بن جُبیرؓ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ان کی قیام گاہ پر آئے ان کے خیمے لگے ہوئے تھے اور قناتیں کھڑی تھیں میں نے ان سے پُوچھا کہ کہاں سے میرے عمرہ کا احرام باندھنا جائز ہے عبداللہ بن عمر نے کہا کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ نجد کے لئے قرن، اہلِ مدینہ منورہ کے لئے ذوالحلیفہ اور اہلِ شام کے لئے جُحفہ مقرر فرمایا ہے،،

۱۴۳۳ — شرح : نجد کا معنی اُونچی زمین ہے تہامہ سے عراق کی طرف اُونچی زمین کو نجد کہا جاتا ہے۔ قرن مکہ مکرّمہ سے دو مرحلے ہے اور جُحفہ مکہ مکرّمہ سے تین مرحلے دُور ایک بستی ہے۔

ان مقامات سے تجاوز کر کے احرام باندھنا صحیح نہیں البتہ مکہ مکرّمہ رہنے والے شخص کا جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھنا صحیح ہے،، ان مواقیت سے باہر کے لوگوں کے لئے حج اور عمرہ کرتے وقت ان مقامات سے احرام باندھنا ضروری ہے اور جو شخص احرام کے بغیر ان مواقیت سے گزر جائے وہ مکہ مکرمہ سے ان مواقیت پر واپس آئے۔ امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے البتہ امام مالک رضی اللہ عنہ کے مذہب کے مطابق احرام کی حالت میں واپس لوٹنے سے دم ساقط نہیں ہوتا اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب میں احرام کی حالت میں وہ اگر میقات پر واپس آجائے اور تلبیہ کہے تو دم ساقط ہو جاتا ہے اگر تلبیہ نہ کہتے تو اس پر دم واجب ہے،، اور امام محمد اور امام شافعی رضی اللہ عنہما کے نزدیک جب وہ احرام کے بعد طواف کرنے سے پہلے میقات کی طرف واپس آگیا تو اس پر دم واجب نہیں اور اگر طواف کر کے واپس آیا تو دم ساقط نہ ہو گا! واللہ ورسُولہ اعلم!

باب — اللہ تعالیٰ کا ارشاد "زادِ راہ ساتھ لو، اچھا زادِ راہ تقویٰ (سوال سے بچنا) ہے"

۱۴۳۴ ۱۴۳۵

حدثنا يحيى بن بشر
قال حدثنا شبابة عن ورقاء عن عمرو بن دينار عن عكرمة عن ابن عباس قال كان اهل اليمن يحجون ولا يتزودون ويقولون نحن المتوكلون فاذا قدموا مكة سالوا الناس فانزل الله عز وجل وتزودوا فان خير الزاد التقوى رواه ابن عيينة عن عمرو عن عكرمة مرسلا باب مهل اهل مكة للحج والعمرة **حدثنا** موسى بن اسماعيل قال حدثنا وهيب قال حدثنا ابن طاؤس عن ابيه عن ابن عباس قال ان النبي صلى الله عليه وسلم وقت لاهل المدينة ذا الحليفة ولاهل الشام الجحفة ولاهل نجد قرن المنازل ولاهل اليمن يلملم هن لهن ولمن اتى عليهن من غيرهن ممن اراد الحج والعمرة ومن كان دون ذلك فمن حيث انشأ حتى اهل مكة من مكة

۱۴۳۴ ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یمن کے لوگ حج کیا کرتے اور زاد راہ ساتھ نہ لیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم متوکل ہیں جب وہ مکہ مکرمہ آتے تو لوگوں سے سوال کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی " زاد ساتھ لو اچھا زادِراہ سوال سے بچنا ہے ، اس کی ابن عُیینہ نے عمرو سے انھوں نے عکرمہ سے مرسل روایت کی ہے "۔

۱۴۳۴ شرح : توکل کی تعریف یہ ہے کہ اسباب کے ہوتے ہوئے ان سے قطع نظر کر کے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا جائے اسی لئے سردرِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " قَیِّدْھَا وَ تَوَکَّلْ " یعنی جانور کو رسّی سے باندھ اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر " بعض لوگ یہ تعریف کرتے ہیں کہ جہاں بشر کی قدرت کو مجال نہ ہو اس میں سعی کا ترک کر دینا ، مذکور حدیث میں توکل کی مذمت نہیں بلکہ ان لوگوں کے فعل کی مذمت ہے کیونکہ ان کا یہ فعل توکل نہ تھا بلکہ محض تکلف تھا وہ لوگ متوکل نہ تھے بلکہ متاکل تھے ، اس حدیث میں کثرتِ سوال سے زجر ہے اور تھوڑے مال پر اکتفاء کی ترغیب دلائی ہے "۔
" یحییٰ بن بشر " ابو زکریا بلخی ہیں نیک اور صالح ہیں ۲۲۲ھ میں فوت ہوئے ۔

باب — حج اور عمرہ کے لئے اہل مکہ کے احرام باندھنے کی جگہ

۱۴۳۵ ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے رہنے والوں کے لئے ذوالحلیفہ ، اہل شام

بَابُ مِيقَاتِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَلَا يُهِلُّوا قَبْلَ ذِي الْحُلَيْفَةِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُهِلُّ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَأَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ وَأَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَبَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيُهِلُّ أَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ

کے لئے جحفہ، اہلِ نجد کے لئے قرن منازل اور اہلِ یمن کے لئے یلملم مواقیت مقرر کئے یہ ان کے لئے ہیں اور ان کے لئے جو دوسرے مقامات سے حج اور عمرہ کے ارادہ سے ان سے گزریں" اور جو ان کے اندر رہنے والا ہے وہ جہاں سے چاہے حتیٰ کہ اہلِ مکہ مکہ سے احرام باندھیں۔

١٤٣٥ — شرح : اہلال کا معنیٰ تلبیہ کے ساتھ آواز بلند کرنا، یعنی مکہ والے احرام باندھنے کے لئے میقات کی طرف جانے کے محتاج نہیں بلکہ ان کے احرام باندھنے کی جگہ مکہ ہی ہے۔ یہی امام بخاری کی غرض ہے۔ حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حج اور عمرہ دونوں کے لئے احرام باندھنے کی جگہ مکہ ہے لیکن اہلِ مکہ کی میقات عمرہ کے لئے حل ہے کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین رضی اللہ عنہا کو ان کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے ساتھ تنعیم بھیجا تھا کہ وہاں سے عمرہ کا احرام باندھیں"۔ باب کا عنوان اگرچہ عام ہے اور حج و عمرہ دونوں کو شامل ہے مگر ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ اس کا مخصص ہے"۔ اس حدیث سے امام مالک اور احمد رضی اللہ عنہما نے استدلال کیا کہ ان مقامات سے حج کا التزام کرنا اور احرام باندھنا افضل ہے۔ امام ابوحنیفہ اور شافعی رضی اللہ عنہما نے کہا ان مقامات سے احرام باندھنے میں رخصت ہے کیونکہ صحابہ کرام جیسے عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے مواقیت سے پہلے احرام باندھا حالانکہ وہ سنت کو زیادہ جانتے تھے"۔ الحاصل جس شخص میں دور دراز مقامات سے احرام باندھنے کی قوت ہو اس کے لئے یہ ہی افضل ہے"۔ اگر کوئی شخص میقات کے اندر ہو اور وہ مکہ میں ذاتی ضرورت کے لئے جائے اس کا مقصد مکہ میں داخل ہونا نہ ہو اور نہ ہی نسک کا ارادہ کرے تو اس کے لئے احرام باندھنا ضروری نہیں اس میں سب کا اتفاق ہے"۔ کیونکہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ میں مکہ میں داخل ہوئے جبکہ آپ کے سرِ مبارک پر خود تھا۔ یہی حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا کہ کسی نے احرام نہ باندھا تھا۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب — اہلِ مدینہ منورہ کے احرام باندھنے کی جگہ وہ ذوالحلیفہ سے پہلے احرام نہ باندھیں"

١٤٣٦ — ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ منو

۱۴۳۷ بَابُ مُهَلِّ اَهْلِ الشَّامِ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ

حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ وَقَّتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم

لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِاَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِاَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِاَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ فَهُنَّ لَهُنَّ

وَلِمَنْ اَتٰى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ اَهْلِهِنَّ لِمَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُوْنَهُنَّ فَمُهَلُّهُ مِنْ اَهْلِهِ

وَكَذَاكَ حَتّٰى اَهْلُ مَكَّةَ يُهِلُّوْنَ مِنْهَا

والے لوگ ذوالحلیفہ سے، شام والے جُحفہ سے اور نجد والے قرن سے احرام باندھیں۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا یمن والے لوگ یلملم سے احرام باندھیں،،

۱۴۳۶ — شرح: قولہ وَلَا يُهِلُّوْا الخ اصل میں "اَنْ لَا يُهِلُّوْا"، تھا اور حرف "اَنْ" ناصبہ مقدر ہے اس جملہ کا ماقبل پر عطف ہے تقدیر عبارت یہ ہے " هٰذَا بَابٌ فِيْ بَيَانِ مِيْقَاتِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَفِيْ بَيَانِ اَنْ لَا يُهِلُّوْا قَبْلَ ذِى الْحُلَيْفَةِ "، یعنی یہ باب اہلِ مدینہ کی میقات کے بیان میں اور ان کا ذوالحلیفہ سے پہلے احرام نہ باندھنے کے بیان میں ہے،، اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ میقات سے پہلے احرام باندھنے کے قائل نہیں ہیں،، علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اگر کوئی سوال پُوچھے کہ میقات مکانی سے پہلے احرام باندھنا جائز ہے۔ اس عنوان سے بخاری کا مقصد کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نہی تنزیہی ہے کیونکہ افضل یہ ہے کہ میقات سے پہلے احرام نہ باندھے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم میقات سے احرام باندھتے تھے یا بخاری کا مذہب یہ ہے کہ میقات سے احرام کی تقدیم جائز نہیں جیسا کہ حدیث کے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے یا قبلیّت سے مراد مکّہ مکرمہ کی جہت سے ہے مدینہ منوّرہ کی جہت سے نہیں،، یعنی میقات سے گزر کر احرام نہ باندھیں۔ واللہ اعلم!

باب — اہلِ شام کے احرام باندھنے کی جگہ

۱۴۳۷ — ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اہلِ مدینہ منوّرہ کے لئے ذوالحلیفہ، اہلِ شام کے لئے جُحفہ، اہلِ نجد کے لئے قرن اور اہلِ یمن کے لئے یلملم احرام باندھنے کی جگہ مقرر کی یہ مواقیت ان کے لئے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو دُوسرے مقامات سے حج اور عمرہ کے ارادے سے ان سے گزرے اور جو ان کے اندر رہنے والا ہے اس کی میقات اس کا گھر ہے۔ حتیٰ کہ اہلِ مکّہ مکّہ سے احرام باندھیں"

بَابُ مُهَلِّ اَهْلِ نَجْدٍ حَدَّثَنَا عَلِیٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیٰنُ قَالَ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِیِّ ۱۴۳۸
عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ وَقَّتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ح قَالَ وَحَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ
عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مُهَلُّ اَهْلِ
الْمَدِیْنَةِ ذُوالْحُلَیْفَةِ وَمُهَلُّ اَهْلِ الشَّامِ مَهْیَعَةُ وَهِیَ الْجُحْفَةُ وَاَهْلِ نَجْدٍ قَرْنٌ قَالَ ابْنُ عُمَرَ زَعَمُوْا اَنَّ
النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَلَمْ اَسْمَعْهُ وَمُهَلُّ اَهْلِ الْیَمَنِ یَلَمْلَمُ

۱۴۳۷

شرح : امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ اہلِ عراق کی میقات ذاتِ عرق ہے اسی طرح امام نسائی نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی اور ابو داؤد نے حارث بن عمرو سے روایت کی اس میں یہ ہے کہ آپ نے اہلِ عراق کے لئے ذاتِ عرق کو مقرر کیا ان روایات سے واضح ہوتا ہے کہ اہلِ عراق کے لئے میقات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا ہے اسی طرح اہلِ شام و مصر کے لئے جُحفہ مقرر کیا اگرچہ یہ دونوں علاقے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں فتح نہ ہوئے تھے ، کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نورِ نبوت سے جانتے تھے کہ شام ، مصر اور عراق وغیرہ کو آپ کی امت مرحومہ فتح کرے گی اسی طرح اور اقالیم بھی فتح ہوں گی اور وہ جس میقات سے حج و عمرہ کے لئے گذریں گے وہی ان کی میقات ہوگی ،، فسبحان الذی اعلم نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم الامور المقدرۃ فی الکائنات الی یوم القیامۃ ،،

باب —— اہلِ نجد کے احرام باندھنے کی جگہ

۱۴۳۸

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اہلِ مدینہ منورہ کے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ ہے اہلِ شام کے احرام باندھنے کی جگہ مہیعہ (جُحفہ) ہے اور اہلِ نجد کے احرام باندھنے کی جگہ قرن ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا لوگوں کا خیال ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور میں نے نہیں سنا کہ اہلِ یمن کے احرام باندھنے کی جگہ یلملم ہے ،،

۱۴۳۸

شرح : ان ابواب کے تراجم کے تکرار کے ساتھ ساتھ ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی احادیث کا تکرار مشائخ کے اختلاف اور ان کی احادیث کے طُرق کے اختلاف کے باعث ہے ،،

باب مُهَلِّ مَن كَانَ دُونَ الْمَوَاقِيتِ

۱۴۳۹ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ مِمَّنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُونَهُنَّ فَمِنْ أَهْلِهِ حَتَّى أَنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يُهِلُّونَ مِنْهَا

باب مُهَلِّ أَهْلِ الْيَمَنِ

۱۴۴۰ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ هُنَّ لِأَهْلِهِنَّ وَلِكُلِّ آتٍ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِمْ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُونَ ذَلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ

باب — مواقیت کے علاوہ رہنے والوں کے احرام باندھنے کی جگہ "

۱۴۳۹ — ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ مدینہ منورہ کے لئے ذوالحلیفہ اہلِ شام کے لئے جُحفہ، اہلِ یمن کے لئے یلملم اور اہلِ نجد کے لئے قرن کو میقات مقرر کیا،، یہ ان کے لئے ہیں اور ان کے لئے جو ان کے علاوہ دوسرے مقامات سے آئے جو حج اور عمرہ کا ارادہ کرے اور جو لوگ ان مواقیت کے اندر ہیں وہ اپنے گھر سے احرام باندھیں حتیٰ کہ مکہ مکرمہ کے رہنے والے مکہ مکرمہ سے احرام باندھیں "

باب — اہلِ یمن کی میقات

۱۴۴۰ — ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ مدینہ منورہ کے لئے ذوالحلیفہ اہلِ شام کے لئے جُحفہ، اہلِ نجد کے لئے قرن اور اہلِ یمن کے لئے یلملم احرام باندھنے کی جگہ مقرر کی،، یہ ان کے لئے اور ان کے لئے جو ان کے سوا دوسرے مقامات سے آئے جو حج اور عمرہ کا ارادہ کرے اور جو لوگ ان مواقیت کے اندر ہیں وہ جہاں سے چاہیں احرام باندھیں حتیٰ کہ اہلِ مکہ مکہ مکرمہ سے احرام باندھیں !

باب ذاتُ عِرقٍ لِأَهلِ العِراقِ حَدَّثَنا عَلِيُّ بنُ مُسلِمٍ قالَ حَدَّثَنا عَبدُاللهِ بنُ نُمَيرٍ قالَ حَدَّثَنا عُبَيدُاللهِ عَن نافِعٍ عَن عَبدِاللهِ بنِ عُمَرَ قالَ لَمّا فُتِحَ هٰذانِ المِصرانِ أَتَوا عُمَرَ فَقالُوا يا أَميرَ المُؤمِنينَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ حَدَّ لِأَهلِ نَجدٍ قَرنًا وَهُوَ جَورٌ عَن طَريقِنا وَإِنّا إِن أَرَدنا قَرنًا شَقَّ عَلَينا قالَ فَانظُرُوا حَذوَها مِن طَريقِكُم فَحَدَّ لَهُم ذاتَ عِرقٍ

باب ——— اہلِ عراق کے لئے میقات ذاتِ عرق

۱۴۸۱ ——— ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اُنہوں نے کہا جب یہ دونوں شہر فتح ہوئے تو لوگ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اُنہوں نے کہا یا امیر المؤمنین! جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اہلِ نجد کے لئے قرن احرام باندھنے کی جگہ مقرر کی ہے اور وہ ہمارے راستہ سے ہٹا ہوا ہے اگر ہم قرن کا ارادہ کریں تو ہمارے لئے مشکل ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا اپنے راستہ میں اس کے مقابل کوئی جگہ دیکھو اور ان کے لئے ذات عرق کو مقرر کیا۔

۱۴۸۱ ——— شرح: ذاتِ عرق مکّہ مکرّمہ سے دو مرحلہ دُور ہے،، عراق مشہور ملک ہے لُغت میں عراق کا معنیٰ استواء ہے اسی لئے اس ملک کو عرق کہا جاتا ہے کہ اس زمین میں کوئی پہاڑ نہیں اور نہ ہی گہری وادیاں ہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ اہلِ عراق کی میقات ذاتِ عرق ہے صحیح یہی ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس کو میقات مقرر فرمایا تھا اگرچہ آپ کے زمانہ شریف میں بصرہ اور کوفہ فتح نہ ہوئے تھے کیونکہ آپ جانتے تھے کہ دُور دراز تک اسلامی مملکت ہوگی اور آپ کی اُمّت ان اقطار میں فتوحات حاصل کرے گی چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا" زُوِيَتْ لِيَ الْأَرْضُ فَأُرِيتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا الخ،، میرے لئے ساری زمین جمع کی گئی اور مَیں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھا،، اور جہاں تک وہ مجھے دکھائی گئی وہاں تک میرا ملک پہنچے گا،، جمہور علماء امام ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے کہ اہلِ عراق کی میقات ذاتِ عرق ہے البتہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عراقی کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ عقیق سے احرام باندھے جو ذاتِ عرق کے مقابل ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اہلِ مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ، اہلِ شام اور اہلِ مصر کے لئے جُحفہ، اہلِ عراق کے لئے ذاتِ عرق اور اہلِ یمن کے لئے یلملم میقات مقرر فرمائی،، اس سے واضح ہوتا ہے کہ اہلِ عراق کی میقات ذاتِ عرق منصوص

١٤٤٢

بَابُ الصَّلٰوةِ بِذِى الْحُلَيْفَةِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ بِذِى الْحُلَيْفَةِ فَصَلّٰى بِهَا وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ

١٤٤٣

بَابُ خُرُوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى طَرِيْقِ الشَّجَرَةِ

حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ مِنْ طَرِيْقِ الشَّجَرَةِ وَيَدْخُلُ مِنْ طَرِيْقِ الْمُعَرَّسِ وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ يُصَلِّىْ فِىْ مَسْجِدِ الشَّجَرَةِ وَاِذَا رَجَعَ صَلّٰى بِذِى الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِىْ وَبَاتَ حَتّٰى يُصْبِحَ

علیہ ہے اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہلِ عراق کے لئے ذاتِ عرق میقات مقرر کی تھی اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب — ذوالحلیفہ میں نماز پڑھنا

ترجمہ ۱۴۴۲ — عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روائت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ کی پتھریلی زمین میں اونٹنی بٹھائی اور وہاں نماز پڑھی اور عبداللہ بن عمر اسی طرح کیا کرتے تھے!

شرح ۱۴۴۲ — بطحاء چار ہیں بطحاء مکہ، بطحاء ذی قار، بطحاء ازہر اور بطحاء ذوالحلیفہ اسی لئے حدیث میں بطحاء کو ذوالحلیفہ سے مقید کیا بعض غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطحاء ازہر میں آرام فرمایا وہاں مسجد بھی ہے اور بطحاء ذی الحلیفہ کو اہلِ مدینہ منورہ معرس کہتے ہیں۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف جاتے ہوئے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں آرام فرمایا کرتے تھے اور ظاہر بھی یہی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں یہ دکھایا گیا اور کہا گیا کہ یہ بطحاء مبارکہ ہے اسی لئے آپ وہاں بطور تبرک نماز پڑھا کرتے تھے اور مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف جاتے ہوئے یہاں آخر رات کو آرام فرمایا کرتے تھے تاکہ صبح مدینہ منورہ جلدی تشریف لے جائیں"
اس مقام میں نماز پڑھنی مستحب ہے یہ احرام کی نماز نہیں کیونکہ وہ سنت ہے" واللہ ورسولہ اعلم!

باب — نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرہ کے راستے سے نکلنا

ترجمہ ۱۴۴۳ — حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روائت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ منورہ سے

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم العقیق وادٍ مبارک حدثنا ۱۴۴۴
الحمیدی قال حدثنا الولید وبشر بن بکر التنیسی قالا حدثنا الاوزاعی قال حدثنا یحیی حدثنی
عکرمۃ انہ سمع ابن عباس یقول انہ سمع عمر یقول سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بوادی
العقیق یقول اتانی اللیلۃ آتٍ من ربی فقال صلّ فی ھذا الوادی المبارک
وقل عمرۃ فی حجۃ

شجرہ کے راستہ سے باہر نکلتے تھے اور معرس کے راستہ سے (مدینہ منورہ میں) داخل ہوتے تھے"، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ کی طرف جاتے تو مسجد شجرہ میں نماز پڑھتے اور جب لوٹتے تو ذوالحلیفہ جو وادی کے بطن میں ہے میں نماز پڑھتے اور صبح تک وہیں رہتے"۔

۱۴۴۳ — **شرح**: ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ عید کی طرح کیا کرتے تھے کہ ایک راستہ سے عید گاہ جاتے اور دوسرے راستہ سے واپس آتے تھے صحیح یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں آرام فرمانا اتفاقی امر نہ تھا بلکہ آپ قصداً ایسا کرتے تھے آخر رات کو آرام کرنے کے لئے اُترنے کی جگہ کو معرس کہا جاتا ہے"۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم یہاں آرام فرماتے تھے تاکہ آپ کے ہمراہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رات اپنے گھروں کو نہ جائیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے کوئی جب سفر سے آئے تو رات کو اپنے گھر داخل نہ ہو"، واللہ ورسولہ اعلم!

باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ عقیق مبارک وادی ہے"

۱۴۴۴ — **ترجمہ**: عکرمہ نے کہا کہ اُنھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اُنھوں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سُنا کہ وہ کہتے تھے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وادی عقیق میں یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ آج رات میرے پاس میرے رب کی طرف سے کوئی آنے والا آیا اور کہا آپ اس مبارک وادی میں نماز پڑھیں اور فرمائیں کہ عمرہ کو حج میں شریک کر لیا"۔

۱۴۴۴ — **شرح**: امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تصریح کی ہے کہ یہ آنے والا حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مبارک وادی میں نماز پڑھنے کا حکم ہوا یہ احرام کی نماز ہے صبح کی نماز نہیں اور "عمرۃ فی حجۃ"، کا مدلول یہ ہے کہ آپ فرمائیں کہ میں نے عمرہ کو حج میں کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ

۱۴۴۵ حدثنا محمد بن ابی بکر قال حدثنا فضیل بن سلیمان قال حدثنا موسی بن عقبة قال حدثنا سالم بن عبد اللہ عن ابیه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم انه اُریَ وهو فی معرّس بذی الحلیفة ببطن الوادی قیل له انک ببطحاء مبارکة وقد اناخ بنا سالم یتوخّی المناخ الذی کان عبد اللہ ینیخ یتحرّی معرّس رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وهو اسفل من المسجد الذی ببطن الوادی بینهم وبین الطریق وسط من ذلک باب غسل الخلوق ثلاث مرات من الثیاب حدثنا محمد قال حدثنا ابو عاصم النبیل قال

وسلم حجۃ الوداع میں قارن تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ آپ عمرہ اور حج کو میقات سے جمع کریں یہی قران ہے معلوم ہوا کہ قران افراد اور تمتع سے افضل ہے،، بخاری کی اس روایت کا مدلول یہی ہے کہ آپ میقات سے عمرہ اور حج کو جمع فرمائیں لہٰذا آپ اس کا خلاف نہیں کر سکتے،، ایک روایت میں "عمرۃ وحجۃ" مذکور ہے مگر وہ روایت بخاری کی روایت کے منافی نہیں کیونکہ واو عاطفہ مطلق جمع کے لئے آتی ہے اور عمرہ اور حج کو جمع کرنا ہی قران ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم افضل عمل فرماتے تھے معلوم ہوا کہ قران افضل ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۱۴۴۵ — **ترجمہ!** حضرت سالم بن عبد اللہ اپنے والد سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کو دیکھا گیا حالانکہ آپ معرّس ذی الحلیفہ وادی کے وسط میں تھے آپ کو کہا گیا کہ آپ بطحاء مبارکہ میں ہیں اور ہمارے ساتھ سالم نے بھی اونٹ بٹھایا جبکہ وہ اس جگہ کو تلاش کرتے تھے جہاں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اونٹ بٹھاتے حالانکہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُترنے کی جگہ کا قصد کرتے تھے اور وہ اس مسجد سے اسفل میں ہے جو وادی کے وسط میں ہے اور وہاں اُترنے والوں اور راستہ کے وسط میں ہے،،

۱۴۴۵ — **شرح:** سوال یہ ہوتا ہے کہ اس حدیث کی عنوان سے مطابقت کی صورت کیا ہے؟ جبکہ عقیق مکہ مکرمہ کے قریب ہے اور ذوالحلیفہ مدینہ منورہ کے قریب ہے،، اور باب کا عنوان یہ ہے کہ عقیق مبارک وادی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ عقیق دو ہیں اور اس سے مراد وہ عقیق ہے جو مدینہ منورہ سے چار میل دُور ہے،،

باب — خوشبو کو کپڑوں سے تین بار دھونا،،

صفوان بن یعلی نے بیان کیا کہ اُنھوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں دکھائیں جبکہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو یعلی نے کہا ایک وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جعرانہ میں وحی نازل ہو رہی تھی جبکہ آپ کے ساتھ صحابہ کرام کی ایک جماعت تھی، ایک شخص آپ کے پاس آیا اور عرض کیا

اخبرنا ابن جریج قال اخبرنی عطاء ان صفوان بن یعلی اخبرہ ان یعلی قال لعمر ارنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
حین یوحی الیہ قال فبینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالجعرانۃ ومعہ نفر من اصحابہ جاءہ رجل فقال
یارسول اللہ کیف تری فی رجل احرم بعمرۃ وھو متضمخ بطیب فسکت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ساعۃ فجاءہ
الوحی فاشار عمر الی یعلی فجاء یعلی وعلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثوب قد اظل بہ فادخل راسہ فاذا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محمر الوجہ وھو یغط ثم سری عنہ فقال این الذی سال عن العمرۃ فاتی
برجل فقال اغسل الطیب الذی بک ثلاث مرات وانزع عنک الجبۃ واصنع فی عمرتک کما تصنع فی حجک
فقلت لعطاء اراد الانقاء حین امرہ ان یغسل ثلث مرات فقال نعم

یا رسول اللہ! آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں کہ جس نے عمرہ کا احرام باندھا حالانکہ اس کے کپڑے خوشبو سے لتھڑے ہوئے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ساعت خاموش رہے اور آپ پر وحی آنے لگی تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یعلیٰ کی طرف اشارہ کیا وہ آئے حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کپڑا تنا ہوا تھا۔ یعلیٰ نے (اپنا سر کپڑے میں) داخل کیا تو دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور سرخ ہے اور آپ خراٹے لے رہے تھے پھر یہ حالت جاتی رہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمرہ کے بارے میں سوال کرنے والا شخص کہاں ہے؟ پس اس کو حاضر کیا گیا تو آپ نے فرمایا جو خوشبو تیرے لگی ہوئی ہے کو تین بار دھو ڈال اور اپنے بدن پر سے جبہ اُتار دے اور اپنے عمرہ میں بھی وہی کر جو اپنے حج میں کرتا ہے میں نے عطاء سے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفائی کا ارادہ فرمایا تھا جبکہ اس کو تین بار دھونے کا حکم دیا تھا؟ اُنھوں نے کہا جی ہاں!

شرح: اس حدیث کی باب کے عنوان سے مناسبت "اغسل الطیب الذی بک الخ" کے جملہ میں ہے اور یہ عام ہے کہ خوشبو کپڑے پر لگی ہو یا محرم کے بدن پر ہو لہٰذا یہ کہنا صحیح نہیں کہ بظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خوشبو کپڑے پر نہ تھی بلکہ اس شخص کے بدن پر تھی اگر جبہ پر خوشبو ہوتی تو اس کا اُتار دینا کافی تھا،، عدم صحت کی وجہ یہ ہے کہ عادۃً خوشبو کپڑے پر لگائی جاتی ہے۔ مسلم کی روائت میں ہے کہ صفوان بن یعلی نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا جس کے جبہ پر خوشبو لگی ہوئی تھی۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس شخص کے بدن پر خوشبو نہیں لگی تھی بلکہ اس کے کپڑے پر لگی ہوئی تھی! اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص کپڑے میں ڈھنپا ہوا ہو تو کپڑے میں سر داخل کر کے اس کو دیکھنا جائز ہے جبکہ وہ اسے بُرا نہ جانے،، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مفتی کو جب مسئلہ کا علم نہ ہو تو اس کا جواب دینے سے رُک جائے حتیٰ کہ اسے معلوم کر لے،،

اس حدیث سے امام شافعی اور ایک روائت کے مطابق امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما نے استدلال کیا کہ جس نے ناواقف ہونے کی وجہ سے احرام کی حالت میں کپڑا پہن لیا جو احرام کے مناسب نہیں تو اس پر فدیہ وغیرہ واجب نہیں اسی طرح بھول کر پہننے سے فدیہ لازم نہیں،، کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو فدیہ کا حکم نہیں فرمایا تھا امام ہمام ابوحنیفہ رضی اللہ نے کہا جب کسی محرم نے پورا دن رات تک قصداً یا بھول کر اپنا سر اور چہرہ ڈھانپے

بَابُ الطِّيبِ عِنْدَ الْاِحْرَامِ

وَمَا يَلْبَسُ اِذَا اَرَادَ اَنْ يُحْرِمَ وَيَتَرَجَّلُ وَيَدَّهِنُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَشُمُّ الْمُحْرِمُ الرَّيْحَانَ وَيَنْظُرُ فِي الْمِرْآةِ وَيَتَدَاوٰى بِمَا يَاْكُلُ الزَّيْتِ وَالسَّمْنِ وَقَالَ عَطَاءٌ يَتَخَتَّمُ وَيَلْبَسُ الْهِمْيَانَ وَطَافَ ابْنُ عُمَرَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَقَدْ حَزَمَ عَلٰى بَطْنِهِ بِثَوْبٍ وَلَمْ تَرَ عَائِشَةُ بِالتُّبَّانِ بَأْسًا قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللهِ تَعْنِي لِلَّذِيْنَ يَرْحَلُوْنَ هَوْدَجَهَا

رکھا اس پر فدیہ لازم ہے اگر اس مدت سے کم ڈھانپا تو اس پر صدقہ لازم ہے،، امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا جب کپڑے سے نفع حاصل کیا یا زیادہ عرصہ کپڑا پہنے رکھا تو اس پر فدیہ لازم ہے،،

امام مالک اور امام محمد رضی اللہ عنہما نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ احرام کے وقت اور اس کے بعد محرم کے لئے خوشبو کا استعمال ممنوع ہے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جب خوشبو دواماً حرام ہے تو ابتداً بطریق اَولیٰ حرام ہے،، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہما نے ابتداء احرام میں خوشبو کے استعمال کو جائز کہا ہے اُنھوں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے استدلال کیا کہ اُنھوں نے کہا" طَيَّبْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِي لِحُرْمِهٖ حِيْنَ اَحْرَمَ وَلِحِلِّهٖ حِيْنَ اَحَلَّ قَبْلَ اَنْ يَّطُوْفَ،، اور بخاری میں ہے" طَيَّبْتُهٗ بِمِنًى قَبْلَ اَنْ يُّفِيْضَ،، یعنی ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام باندھتے وقت اپنے ہاتھ سے خوشبو لگائی اور حلال ہونے کے وقت طواف زیارت سے پہلے خوشبو لگائی اور بخاری کی روائت کے مطابق ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے آپ صلی اللہ علیہ کو طوافِ زیارت سے پہلے منیٰ میں خوشبو لگائی،، تمام علماء کا اس میں اتفاق ہے کہ احرام باندھ لینے کے بعد خوشبو کا استعمال ممنوع ہے البتہ اختلاف ابتداءِ احرام میں ہے احناف کا مسلک یہ ہے کہ احرام باندھنے کے وقت خوشبو لگانا جائز ہے اور یعلی کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ جس خوشبو کے دھونے کا آپ نے حکم فرمایا تھا وہ زعفران سے مرکب تھی،، کیونکہ مرد کے لئے زعفران کا استعمال ممنوع ہے اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یعلی کا واقعہ جعرانہ میں آٹھ ہجری میں ہوا اور ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا خوشبو لگانا حجۃ الوداع کے موقعہ پر تھا جو دس ہجری میں ہوا تھا،، اور آخر فعل پہلے فعل کا ناسخ ہوتا ہے لہٰذا یعلی کی حدیث ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی حدیث سے منسوخ ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب — احرام کے وقت خوشبو لگانا

اور جب احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو کیا پہنے ؟ اور کنگھی کرے اور تیل ڈالے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ محرم خوشبو سونگھ سکتا ہے اور آئینہ دیکھ سکتا ہے اور کھانے کی چیزوں تیل اور گھی سے دوائی کر سکتا ہے۔ عطاء نے کہا انگوٹھی پہن سکتا ہے اور ہمیانی باندھ سکتا ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے طواف کیا جبکہ وہ محرم تھے حالانکہ اُنھوں نے اپنے پیٹ پر کپڑا باندھا ہوا تھا ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے جانگیہ پہننے میں ان لوگوں کے لئے حرج نہیں جانا جو ان کا ہودج کسا کرتے تھے،،

۱۴۴۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَدَّهِنُ بِالزَّيْتِ فَذَكَرْتُهُ لِإِبْرَاهِيمَ فَقَالَ مَا تَصْنَعُ بِقَوْلِهِ حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الطِّيبِ فِي مَفَارِقِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ

۱۴۴۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِحْرَامِهِ حِينَ يُحْرِمُ وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ

۱۴۴۶ — ترجمہ: سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ابن عمر رضی اللہ عنہما زیتون کا تیل لگاتے تھے میں نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا تو ابن عمر کے قول کو کیا کرے گا مجھے اسود نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے خبر دی انھوں نے کہا گویا میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں حالانکہ آپ محرم تھے"۔

شرح: تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس سے خوشبو بنائی جائے وہ حرام ہے، ریحان میں فقہاء کا اختلاف ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ریحان کا سونگھنا حرام ہے اور امام ابوحنیفہ اور مالک رحمہما اللہ کے مذہب میں مکروہ ہے امام احمد رحمہ اللہ نے اس میں توقف کیا ہے"، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس میں حرج نہیں جانتے ہیں۔ عطاء نے کہا محرم خوشبو سونگھے تو کفارہ لازم ہے، ابن بر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اہلِ علم کا اس پر اتفاق ہے کہ محرم کمر سے ہمیانی باندھ سکتا ہے ابن علیہ نے اس پر اجماع ذکر کیا ہے"۔

محرم کا جانگیہ پہننا ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی اپنی ذاتی رائے کے مطابق ہے اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ جانگیہ اور شلوار میں فرق نہیں اور محرم کے لئے دونوں حرام ہیں توضیح میں ذکر کیا کہ محرم کا جانگیہ پہننا حرام ہے جیسے قمیص اور موزہ وغیرہ حرام ہیں اگر اسے قصداً پہنے تو گنہگار ہوگا اور فدیہ دے گا اگرچہ تھوڑا وقت پہنے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

حدیث ۱۴۴۶ سے امام ابوحنیفہ امام ابو یوسف اور زفر رضی اللہ عنہم نے استدلال کیا کہ محرم احرام سے پہلے خوشبو لگا سکتا ہے احرام باندھنے کے بعد اس کا اثر باقی رہے یا نہ رہے اس میں کوئی حرج نہیں"، امام شافعی، امام احمد اور سفیان ثوری رضی اللہ عنہم کا مسلک بھی یہی ہے"، اس حدیث کی راویہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان بھی یہی ہے" البتہ امام محمد رضی اللہ عنہ اس کے خلاف ہیں اور ان کے نزدیک احرام باندھنے سے قبل خوشبو لگانا جائز نہیں امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اس مسئلہ میں ان سے متفق ہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۱۴۴۷ — ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا زوجۂ محترمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام کے وقت خوشبو لگاتی تھی جبکہ آپ احرام باندھتے اور طوافِ زیارت سے پہلے احرام کھولنے کے وقت میں آپ کو خوشبو لگاتی تھی"۔

۱۴۴۷ — شرح: یعنی ام المؤمنین رضی اللہ عنہا طوافِ زیارت سے پہلے

بَابُ مَنْ اَهَلَّ مُلَبِّدًا

۱۴۴۷ حدثنا اَصْبغ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ مُلَبِّدًا بَابُ الْاِهْلَالِ عِنْدَ مَسْجِدِ ذِى الْحُلَيْفَةِ

محذوراتِ احرام سے حلال ہونے کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگاتی تھیں اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ محرم احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگائے اور احرام کے بعد تک اس کا اثر باقی رہے تو مُضر نہیں اگر یہ کہا جائے کہ متضمخ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ احرام سے پہلے خوشبو لگانا جائز نہیں جبکہ اس کا اثر باقی رہے کیونکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے متضمخ سے فرمایا تھا کہ اپنے خوشبو والے جبہ کو دھو ڈالو اس کا جواب یہ ہے کہ اس شخص نے زعفران کی خوشبو لگا رکھی تھی اور وہ مردوں کے لئے احرام اور غیر احرام میں حرام ہے۔

باب — جس نے بالوں کو جما کر احرام باندھا

۱۴۴۸ — ترجمہ : حضرت سالم نے اپنے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روائت کی اُنھوں نے کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بال جمائے ہوئے (بحالتِ تلبید) تلبیہ کہتے سُنا،،

۱۴۴۸ — شرح : تلبید یہ ہے کہ محرم اپنے سر کے بال گوند وغیرہ سے جما لے تاکہ بحالت احرام پراگندہ نہ ہوں،،

اس حدیث سے شوافع نے استدلال کیا کہ محرم کے لئے تلبید مستحب ہے تاکہ پراگندگی سے محفوظ رہے۔ ابن بطال رحمہ اللہ نے کہا جمہور علماء کہتے ہیں کہ جس نے تلبید کی اس پر سر کا حلق ضروری ہے ایسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا،، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا جس نے بال جمائے اور قصر کیا (بال چھوٹے کروالئے) اور حلق نہ کیا تو یہی کافی ہے،، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روائت ہے وہ کہتے ہیں جس نے سر کی تلبید کی یا گیسو بنائے اگر اس نے حلق کی نیت کی ہو تو حلق کرے ورنہ قصر کرے،، اور جس حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے احرام کے لئے تلبید کی اس پر بالوں کا حلق واجب ہے،، اس حدیث میں عبداللہ بن رافع راوی ضعیف ہے دار قطنی نے کہا وہ قوی نہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب — مسجد ذوالحلیفہ کے پاس تلبیہ کہنا

حدثنا علي بن عبد الله قال حدثنا سفين قال حدثنا موسى بن عقبة قال سمعت سالم بن عبد الله قال سمعت ابن عمر ح وحدثنا عبد الله بن مسلمة عن مالك عن موسى بن عقبة عن سالم بن عبد الله انه سمع اباه يقول ما اهل رسول الله صلى الله عليه وسلم الا من عند المسجد يعني مسجد ذي الحليفة **باب** ما لا يلبس المحرم من الثياب حدثنا عبد الله بن يوسف قال اخبرنا مالك عن نافع عن عبد الله بن عمر ان رجلا قال يا رسول الله ما يلبس المحرم من الثياب قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يلبس القميص ولا العمائم ولا السراويلات ولا البرانس ولا الخفاف الا احد لا يجد نعلين فليلبس خفين وليقطعهما اسفل من الكعبين ولا تلبسوا من الثياب شيئا مسه زعفران او ورس قال ابو عبد الله يغسل المحرم رأسه ولا يترجل ولا يحك جسده ويلقي القمل من رأسه وجسده في الارض

۱۴۴۹ — ترجمہ : حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے اپنے باپ عبداللہ بن عمر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبیہ نہیں فرمایا مگر اس مسجد یعنی مسجد ذوالحلیفہ کے پاس (تلبیہ فرمایا)

۱۴۴۹ — شرح : سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا احرام باندھنے میں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس جگہ احرام باندھا جبکہ بعض کہتے ہیں کہ مصلی پر احرام باندھا تھا بعض کا کہنا ہے کہ جب سواری کھڑی ہوئی اس وقت احرام باندھا بعض کا یہ قول ہے کہ جب بیداء پر چڑھے اس وقت احرام باندھا تھا اس اختلاف کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا دراصل سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی حج کیا ہے اس لئے یہ اختلاف پیدا ہوا ہے کیونکہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لئے تشریف لے گئے اور مسجد ذوالحلیفہ میں آپ نے نماز ادا فرمانے کے بعد تلبیہ فرمایا تو جن لوگوں نے یہ سنا انھوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ذوالحلیفہ کے پاس احرام باندھا پھر اس کے بعد آپ سوار ہوئے تو آپ نے سواری پر بیٹھ کر تلبیہ کہا تو یہ سننے والے لوگوں نے کہا کہ سوار ہو کر آپ نے احرام باندھا بخدا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ذوالحلیفہ کے پاس ہی احرام باندھا تھا جب آپ نے اس مسجد کے پاس دو رکعتیں پڑھ کر تلبیہ فرمایا تھا، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب — محرم کون سے کپڑے نہ پہنے؟

۱۴۵۰ — ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! محرم کون سے

١٤٥١ بَابُ الرُّكُوبِ وَالارْتِدَافِ فِي الْحَجِّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يُونُسَ الْأَيْلِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ أُسَامَةَ كَانَ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ إِلَى الْمُزْدَلِفَةِ ثُمَّ أَرْدَفَ الْفَضْلَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ إِلَى مِنًى قَالَ فَكِلَاهُمَا قَالَ لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ

کپڑے پہنے؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "محرم قمیص، عمامہ، شلوار، ٹوپی اور موزے نہ پہنے مگر جبکہ کوئی شخص جوتی نہ پائے تو وہ موزے پہن لے اور ان کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے اور کوئی ایسا کپڑا نہ پہنو جس کو زعفران یا ورس نے مس کیا ہو"۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر محرم شخص زعفرانی رنگ والا اور مورس کپڑا پہن سکتا ہے اور حضرت انس کی حدیث کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زعفرانی رنگ سے منع فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے بدن پر زعفران نہ ملے اور غیر محرم کا زعفرانی کپڑا پہننے میں حرج نہیں چنانچہ امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بدن پر زعفران ملنے سے منع فرمایا اس حدیث کا اسناد صحیح ہے"۔ اور جس حدیث میں مطلقاً تزعفر (زعفرانی رنگ) سے نہی او رممانعت مذکور ہے اس کا محمل یہی ہے اور مطلق مقید پر محمول ہے"، حدیث ۱۳۴ کی تفہیم میں مزید وضاحت مذکور ہے"، واللہ ورسولہ اعلم!

باب — حج میں سوار ہونا اور کسی کو پیچھے بٹھانا

۱۴۵۱ — ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ عرفہ سے مزدلفہ تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ سے منیٰ تک فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے بٹھایا ابن عباس نے کہا کہ ان دونوں حضرات نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تلبیہ (لبیک اللھم لبیک) کہتے رہے حتی کہ جمرہ عقبہ پر کنکریاں ماریں"۔

۱۴۵۱ — شرح: عرفہ وہ وسیع میدان ہے جہاں حاجی ٹھہرتے ہیں اور مزدلفہ حرم مکہ میں ایک مقام ہے جہاں حاجی عرفات میں ٹھہرنے کے بعد رات کے کچھ حصے میں پہنچتے ہیں"، اس حدیث سے امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم نے استدلال کیا کہ جمرہ عقبہ پر کنکریاں مارنے سے پہلے تلبیہ قطع نہ کیا جائے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جمرہ عقبہ پر پہلی کنکری مارتے وقت تلبیہ ترک کر دے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ بھی یہی کہتے ہیں البتہ امام احمد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جمرہ عقبہ پر پوری کنکریاں مارنے کے بعد تلبیہ ترک کرے بخاری

بَابُ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ وَالْاَرْدِيَةِ وَالْاُزُرِ وَلَبِسَتْ عَائِشَةُ الثِّيَابَ الْمُعَصْفَرَةَ وَهِيَ مُحْرِمَةٌ وَقَالَتْ لَا تَلَثَّمُ وَلَا تَبَرْقَعُ وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا بِوَرْسٍ وَلَا زَعْفَرَانٍ وَقَالَ جَابِرٌ لَا اَرَى الْمُعَصْفَرَ طِيبًا وَلَمْ تَرَ عَائِشَةُ بَاْسًا بِالْحُلِيِّ وَالثَّوْبِ الْاَسْوَدِ وَالْمُوَرَّدِ وَالْخُفِّ لِلْمَرْاَةِ وَقَالَ اِبْرَاهِيمُ لَا بَاْسَ اَنْ يُبْدِلَ ثِيَابَهُ **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ اَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ اَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ بَعْدَ مَا تَرَجَّلَ وَادَّهَنَ وَلَبِسَ اِزَارَهُ وَرِدَاءَهُ هُوَ وَاَصْحَابُهُ فَلَمْ يَنْهَ عَنْ شَيْءٍ مِنَ الْاَرْدِيَةِ وَالْاُزُرِ اَنْ تُلْبَسَ اِلَّا الْمُزَعْفَرَةَ الَّتِي تَرْدَعُ عَلَى الْجِلْدِ فَاَصْبَحَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ حَتَّى اسْتَوَى عَلَى الْبَيْدَاءِ اَهَلَّ هُوَ وَاَصْحَابُهُ وَقَلَّدَ بَدَنَتَهُ وَذٰلِكَ لِخَمْسٍ بَقِينَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ فَقَدِمَ مَكَّةَ لِاَرْبَعِ لَيَالٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ اَجْلِ بُدْنِهِ لِاَنَّهُ قَلَّدَهَا ثُمَّ نَزَلَ بِاَعْلَى مَكَّةَ عِنْدَ الْحَجُونِ وَهُوَ مُهِلٌّ بِالْحَجِّ وَلَمْ يَقْرَبِ الْكَعْبَةَ بَعْدَ طَوَافِهِ بِهَا حَتَّى رَجَعَ مِنْ عَرَفَةَ وَاَمَرَ اَصْحَابَهُ اَنْ يَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ يُقَصِّرُوا مِنْ رُءُوسِهِمْ ثُمَّ يَحِلُّوا وَذٰلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ بَدَنَةٌ قَلَّدَهَا وَمَنْ كَانَتْ مَعَهُ امْرَاَتُهُ فَهِيَ لَهُ حَلَالٌ وَالطِّيبُ وَالثِّيَابُ

میں مذکور باب کی حدیث امام احمد رضی اللہ عنہ کے مسلک کی تائید کرتی ہے،، اور بیہقی کی ابو وائل سے روائت کہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ تلبیہ فرماتے رہے حتیٰ کہ جمرہ عقبہ پر پہلی کنکری مارتے وقت تلبیہ قطع کر دیا،، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مسلک کی تائید کرتی ہے اور ابن خزیمہ کی روائت کہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں عرفات سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار رہا آپ تلبیہ فرماتے رہے حتیٰ کہ جمرہ عقبیٰ پر آخری کنکری مارنے کے بعد تلبیہ قطع کیا،، امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا حدیث میں یہ اضافہ عجیب وغریب ہے فضل کی روایات میں کہیں بھی اس کا تذکرہ نہیں۔ امام ذہبی نے اس اضافہ کو منکر کہا ہے واللہ ورسولہ اعلم!

باب — محرم کپڑے، چادر اور تہبند سے کیا پہنے،،

: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بحالتِ احرام معصفر (کسم سے رنگا ہو) کپڑا پہنا اور فرمایا عورتیں بحالتِ احرام منہ نہ ڈھانپیں نہ برقع پہنیں اور نہ ہی ایسا کپڑا پہنیں جو ورس اور زعفران سے رنگا گیا ہو،، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا "میں معصفر کو خوشبو نہیں جانتا ہوں،، ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا

نے عورت کے لئے بحالتِ احرام زیورات پہننے، کالے اور گلابی کپڑے پہننے اور موزے پہننے میں حرج نہیں سمجھا ہے،، ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا محرم کا کپڑے بدلنے میں حرج نہیں۔

شرح : محرم کے لئے جن کپڑوں کا پہننا جائز نہیں ان کو بیان کرنے کے بعد ان کپڑوں کا بیان کرنا شروع کیا جو محرم کے لئے پہننے جائز ہیں،، یعنی محرمہ عورت منہ نہ ڈھانپے اور نہ ہی برقع اوڑھے اور ان کے علاوہ جو چاہے کپڑے پہنے مگر ورس اور زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنے جبکہ ان سے رنگ کی مہک ظاہر ہوتی ہو اور اگر انھیں دھولیا جائے تو محرم کے لئے یہ جائز ہیں کیونکہ بعض روایات میں ہے " اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ غَسِیْلًا ،، احناف کا یہی مسلک ہے،، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا میں معصفر کپڑے کو خوشبودار خیال نہیں کرتا ہوں اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے زیورات اور کالے اور گلابی کپڑے پہننے میں حرج نہیں سمجھا اور نہ ہی محرمہ عورت کے لئے موزے پہننے میں حرج خیال کیا ہے۔ ابن منذر نے کہا علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ محرمہ عورت سلے ہوئے کپڑے پہن سکتی ہے وہ موزے بھی پہن سکتی ہے وہ اپنا سر اور سر کے بال ڈھانپے مگر چہرہ کھلا رکھے البتہ اس پر ہلکا سا کپڑا لٹکا سکتی ہے جس سے وہ لوگوں کی نگاہوں سے مستور رہے اسے پورا ڈھانپ نہیں سکتی کیونکہ عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے،، اس لئے چہرہ ڈھانپنا اس کے لئے حرام ہے،، احناف کے نزدیک عورت کا زیور پہننا تنزیہا مکروہ ہے،،

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا محرم کپڑے بدل سکتا ہے اور ثیابِ احرام کی حد کے تحت جو چاہے کپڑے پہنے،، واللہ ورسولہ اعلم!

۱۴۵۲ — **ترجمہ** : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کنگھی کرنے اور بالوں کو تیل لگانے کے بعد (حجۃ الوداع میں) مدینہ منورہ سے چلے جبکہ آپ اور آپ کے صحابہ نے تہبند اور چادریں اوڑھیں اور ان میں سے کسی شئی سے آپ نے منع نہ فرمایا مگر اس کپڑے سے منع کیا جو زعفران میں رنگا ہوا ہو اور زعفران بدن پر جھڑ رہی ہو پھر صبح کے وقت ذوالحلیفہ میں اپنی سواری پر سوار ہوئے حتی کہ مقامِ بیداء میں پہنچے تو آپ اور آپ کے صحابہ کرام نے لبیک کہا اور اپنے جانوروں کی گردن میں قلادہ ڈالا،، یہ اس دن کا واقعہ ہے جبکہ ذوالقعدہ کے پانچ دن باقی تھے ذوالحجہ کے چار دن گزرنے کے بعد آپ مکہ مکرمہ تشریف لائے اور بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا، مروہ کے درمیان سعی فرمائی،، اور حرم میں بدنہ (قربانی کا جانور) بھیجنے کے باعث آپ نے احرام نہ کھولا کیونکہ آپ نے اس کی گردن میں قلادہ ڈال دیا تھا، پھر آپ مقام حجون کے پاس مکہ مکرمہ کی بالائی طرف اُترے جبکہ آپ حج کا احرام باندھے ہوئے تھے اور طواف کرنے کے بعد آپ کعبہ کے قریب نہ گئے حتی کہ عرفہ سے واپس تشریف لائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا کہ وہ بیت اللہ کا طواف کریں اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کریں پھر سروں کے بال چھوٹے کرا دیں اس کے بعد وہ احرام کھول دیں یہ اس شخص کے لئے ہے جس کے پاس قربانی کا جانور قلادہ ڈالا ہوا نہ ہو اور جس کے ساتھ اس کی بیوی ہو وہ اس کے لئے حلال ہے اور وہ خوشبو

بَابُ مَنْ بَاتَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ

حَتّٰى أَصْبَحَ قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ ۱۴۵۳
حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ
قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا وَبِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ بَاتَ حَتّٰى أَصْبَحَ بِذِي
الْحُلَيْفَةِ فَلَمَّا رَكِبَ رَاحِلَتَهُ وَاسْتَوَتْ بِهِ أَهَلَّ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا ۱۴۵۴
أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا وَصَلَّى الْعَصْرَ بِذِي
الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ قَالَ وَأَحْسِبُهُ بَاتَ بِهَا حَتّٰى أَصْبَحَ

لگا سکتے ہیں اور کپڑے پہن سکتے ہیں،،

۱۴۵۲ — **شرح** : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں قارن تھے کیونکہ آپ نے عمرہ اور حج کو ایک سفر میں جمع کیا تھا یہی قِران ہے اور یہ افراد اور تمتع سے افضل ہے،، حجون مکہ والوں کا قبرستان ہے اور بیت اللہ سے ڈیڑھ میل دُور ہے،، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن صحابہ کرام کو بیت اللہ کا طواف اور سعی کے بعد احرام کھول دینے کا حکم فرمایا تھا جنہوں نے حرم میں ہدی نہ بھیجی تھی واللہ ورسولہ اعلم!

باب — جو صُبح تک ذوالحلیفہ میں ٹھہرا "

۱۴۵۳ — **ترجمہ** : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کی،،

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں چار رکعتیں اور ذوالحلیفہ میں دو رکعتیں پڑھیں پھر صبح تک ذوالحلیفہ میں ٹھہرے رہے جب اپنی سواری پر سوار ہوئے اور وہ سیدھی کھڑی ہوگئی تو آپ نے تلبیہ کہا،،

۱۴۵۴ — **ترجمہ** : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ظہر کی نماز چار رکعتیں پڑھیں اور ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز دو رکعتیں پڑھیں بلور کہا میرا خیال ہے کہ آپ صبح تک ذوالحلیفہ میں ٹھہرے رہے،،

شرح: اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ میقات میں رات گزارنا جائز ہے اور اس میں تاخیرِ احرام نہیں اور نہ ہی یہ احرام کے بغیر گزرنے والے کے مشابہ ہے۔

بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالْإِهْلَالِ حَدَّثَنَا

۱۴۵۵ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ وَسَمِعْتُهُمْ يَصْرُخُونَ بِهِمَا جَمِيعًا بَابُ التَّلْبِيَةِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ تَلْبِيَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ

: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز دو رکعتیں اس لئے پڑھیں کہ آپ مسافر تھے،، ذوالحلیفہ میں رات گزارنا حج کے سنن میں شامل نہیں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی سہولت کے لئے وہاں رات بسر فرمائی تھی تاکہ پیچھے رہنے والے لوگ پہنچ جائیں اور جو آپ کے ساتھ نہیں آسکے وہ آجائیں اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح فرض نماز کے بعد احرام باندھا تھا۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — بلند آواز سے تلبیہ کہنا

۱۴۵۵ — ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ظہر کی نماز چار رکعتیں پڑھیں اور ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز دو رکعتیں پڑھیں میں نے صحابہ کرام کو عمرہ اور حج دونوں کا بلند آواز سے تلبیہ کہتے سُنا۔

۱۴۵۵ — شرح : یعنی لوگ حج اور عمرہ کے احرام باندھنے کے وقت بلند آواز سے تلبیہ کہہ رہے تھے اور یہ کہنا درست نہیں کہ بعض حج کا تلبیہ کہتے تھے اور بعض عمرہ کا اور بعض دونوں کا تلبیہ کہہ رہے تھے کیونکہ "بِهِمَا" میں باء کا تعلق "يَصْرُخُوْنَ" سے ہے لہٰذا ضمیر کا مرجع متفرق لوگ نہیں ہوسکتے ہیں معلوم ہُوا کہ قِران افضل ہے کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے اور آپ افضل عمل کیا کرتے تھے! اس حدیث سے جمہور علماء نے استدلال کیا کہ تلبیہ میں آواز بلند کرنا مستحب ہے،، امام ترمذی نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسا حج افضل ہے آپ نے فرمایا "العجّ والثجّ" یعنی بلند آواز سے تلبیہ کہنا اور ذبح کرنا،، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تلبیہ احرامِ حج کی شرط ہے جب تلبیہ نہ کہے محرم نہ ہوگا،، امام شافعی اسے سنت کہتے ہیں اور امام مالک اسے واجب کہتے ہیں اور اس کے ترک سے دم واجب ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب — تلبیہ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ اَبِيْ عَطِيَّةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّيْ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ تَابَعَهُ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ وَقَالَ شُعْبَةُ اَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ سَمِعْتُ خَيْثَمَةَ عَنْ اَبِيْ عَطِيَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ ۱۴۵۷

۱۴۵۶ — ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا تلبیہ ”لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ“، حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں ہر قسم کی تعریف اور نعمت اور بادشاہی کے تو ہی لائق ہے تیرا کوئی شریک نہیں“۔

۱۴۵۶ — شرح : پہلے باب کے آخر میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ تلبیہ مشروع ہے اس میں سب کا اتفاق ہے۔ امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہما کے نزدیک مسنون ہے اگر اسے ترک کر دے تو دم لازم نہیں“، امام مالک رضی اللہ عنہ کے مذہب میں واجب ہے اس کے ترک سے دم لازم ہے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ ہے کہ تلبیہ حج کے احرام کے لئے شرط ہے اس کے بغیر حج کا احرام صحیح نہیں جبکہ نیت اور سوق ہدی کے ساتھ اس کا انضمام ضروری ہے“، تلبیہ کی مشروعیت میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا اکرام کرتا ہے جبکہ ان کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی اور وہ بحیثیت وفد حاضر ہوتے ہیں“، اس قدر تلبیہ میں علماء کا اتفاق ہے اور ان کلمات سے زائد کلمات میں اختلاف ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے تلبیہ پر اضافہ مکروہ ہے ان سے ایک روائت کے مطابق اتنا اضافہ جائز ہے جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کرتے تھے۔ سفیان ثوری، اوزاعی اور امام محمد بن حسن رضی اللہ عنہم نے کہا کہ محرم جس قدر چاہے اور پسند کرے تلبیہ میں اضافہ کر سکتا ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہما نے کہا مشروع تلبیہ پر اضافہ کرنے میں حرج نہیں“، ترمذی نے امام شافعی سے ذکر کیا کہ اگر تلبیہ میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے کچھ کلمات زیادہ کر دے تو حرج نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ انھیں کلمات پر اقتصار کرے جو مشروع ہیں۔ امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تلبیہ ذکر کیا جس کے زائد الفاظ یہ ہیں ”لبیك لبیك وسعدیك والخیر بیدك لبیك والرغباء الیك والعمل“، واللہ اعلم ورسولہ!

۱۴۵۷ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں جانتی ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کس طرح لبیک کہتے تھے آپ فرماتے تھے۔ ”لبیك اللھم لبیك لبیك لا شریك لك لبیك ان الحمد والنعمۃ لك“، ابومعاویہ نے سفیان ثوری کی اعمش سے روائت کرنے میں متابعت کی“، اور شعبہ نے کہا ہم کو سلیمان نے خبر دی انہوں نے کہا میں

١٤٥٨

بَابُ التَّحْمِيْدِ وَالتَّسْبِيْحِ وَالتَّكْبِيْرِ قَبْلَ الْإِهْلَالِ عِنْدَ الرُّكُوْبِ عَلَى الدَّابَّةِ

حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ

قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ مَعَهٗ بِالْمَدِيْنَةِ الظُّهْرَ اَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ بَاتَ بِهَا حَتّٰى اَصْبَحَ ثُمَّ رَكِبَ حَتّٰى اسْتَوَتْ بِهٖ عَلَى الْبَيْدَاءِ حَمِدَ اللّٰهَ وَسَبَّحَ وَكَبَّرَ ثُمَّ اَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ وَاَهَلَّ النَّاسُ بِهِمَا فَلَمَّا قَدِمْنَا اَمَرَ النَّاسَ فَحَلُّوْا حَتّٰى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ اَهَلُّوْا بِالْحَجِّ قَالَ وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٍ بِيَدِهٖ قِيَامًا وَذَبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ كَبْشَيْنِ اَمْلَحَيْنِ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَعْضُهُمْ هٰذَا عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ اَنَسٍ الخ

نے خیثمہ سے سُنا اُنھوں نے ابوعطیہ سے روایت کیا اُنھوں نے کہا میں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے سُنا،، سلیمان ہی اعمش ہے اور خیثمہ بن عبدالرحمٰن جُعفی کوفی ہیں وہ ایک لاکھ درہم کے وارث ہوئے اور ان کو علماء پر خرچ کردیا،،

باب — لبیک کہنے سے پہلے جانور پر سوار ہونے کے وقت تحمید و تسبیح اور تکبیر کہنا،،

۱۴۵۸ — ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ ہم آپ کے ساتھ تھے نے مدینہ منورہ میں ظہر کی نماز چار رکعتیں پڑھیں اور عصر کی نماز ذوالحلیفہ میں دو رکعتیں پڑھیں پھر رات بھر وہاں رہے حتیٰ کہ صبح ہوگئی پھر سوار ہوئے حتیٰ کہ سواری بیداء پہنچی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تکبیر کہی پھر حج اور عمرہ کی لبیک کہی اور لوگوں نے بھی حج اور عمرہ کی لبیک کہی اور جب ہم مکّہ مکرمہ آئے تو آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ احرام کھول دیں سب نے احرام کھول دیا حتیٰ کہ ترویہ کے دن حج کا احرام باندھا حضرت انس نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کھڑے کرکے اپنے دستِ اقدس سے نحر کئے اور جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں دو مینڈھے ذبح کئے امام بخاری نے کہا بعض نے اس کو ایوب سے اُنھوں نے کسی مرد سے اُنھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

بَابُ مَنْ اَهَلَّ حِیْنَ اسْتَوَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ صَالِحُ بْنُ کَیْسَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَهَلَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ اسْتَوَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ قَائِمَةً ـ ۱۴۵۹

۱۴۵۸ — شرح : امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مسلک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تلبیہ کے الفاظ میں سے کمی نہ کی جائے اور ان الفاظ پر اکتفا مستحب ہے اور باب کا عنوان اس کے جواز یا عدم جواز پر دلالت نہیں کرتا لہٰذا یہ کہنا صحیح نہیں کہ اس عنوان میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اس قول کی تردید ہے کہ تسبیح یا تکبیر یا تہلیل کہنے سے تلبیہ ادا ہو جاتا ہے ،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کوئی سفر کا ارادہ کرے وہ اپنے شہر یا گاؤں کی آبادی سے باہر چلا جائے تو قصر کرے گا ،، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے اور یہ جملہ " ثُمَّ اَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ ،، اس پر دلالت کرتا ہے لہٰذا قران افراد اور تمتع سے افضل ہے کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم افضل پر عمل کرتے تھے ،، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حج اور عمرہ کا تلبیہ کہتے سُنا ہے جبکہ اس کے خلاف حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ذکر کیا گیا تو اُنھوں نے کہا تم ہمیں بچے شمار کرتے ہو ،، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا ،، بخاری میں عنقریب ذکر ہوگا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہم کسی کے کہنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ترک نہیں کریں گے پھر اُنھوں نے حج اور عمرہ کی لبیک کہی ،، مسلم میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا اور وصال فرمانے تک اس سے منع نہ فرمایا ،، طبرانی نے اوسط میں صحیح اسناد کے ساتھ صُبَی بن معبد سے روایت کی اُنھوں نے کہا میں نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا تو مجھے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی ہدایت دیا گیا ہے ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ قران افضل ہے ،، اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا اور یہ یقینی امر ہے کہ دو عبادتیں ایک عبادت سے افضل ہیں یہی احناف کا مذہب ہے ۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب — جس نے اس وقت لبیک کہی جبکہ سواری سیدھی کھڑی ہو گئی

۱۴۵۹ — ترجمہ : نافع نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت لبیک کہی جبکہ آپ کی سواری سیدھی کھڑی ہو گئی ،، حدیث ۱۴۴۹ کی تفہیم میں اس کا بیان گزر چکا ہے ،،

بَابُ الْاِهْلَالِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَقَالَ اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ اَمَرَ بِرَاحِلَتِهِ فَرُحِلَتْ ثُمَّ رَكِبَ فَاِذَا اسْتَوَتْ بِهِ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ قَائِمًا ثُمَّ يُلَبِّيْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْحَرَمَ ثُمَّ يُمْسِكُ حَتّٰى اِذَا جَاءَ ذَا طُوًى بَاتَ بِهِ حَتّٰى يُصْبِحَ فَاِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ اغْتَسَلَ وَزَعَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ ذٰلِكَ تَابَعَهُ اِسْمٰعِيْلُ عَنْ اَيُّوْبَ فِي الْغُسْلِ

قبلہ کو متوجہ ہو کر تلبیہ (لبّیک) کہنا

ترجمہ : نافع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب ذو الحلیفہ میں صبح کی نماز پڑھ لیتے تو اپنی سواری تیار کرنے کا حکم فرماتے اور وہ تیار کی جاتی پھر اس پر سوار ہوتے جب وہ سیدھی کھڑی ہو جاتی تو کھڑے کھڑے قبلہ کو متوجہ ہوتے اور لبیک فرماتے رہتے حتیٰ کہ حرم میں پہنچ جاتے پھر آپ رُک جاتے حتیٰ کہ جب وادی ذی طویٰ میں تشریف لاتے تو وہاں رات بسر فرماتے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی اور جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تو غسل فرماتے اور کہتے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کیا ہے اسماعیل نے ایوب سے غسل کی روایت کرنے میں عبد الوارث کی متابعت کی ،،

۱۴۵۹

شرح : اگر یہ کہا جائے کہ تلبیہ چھوڑنے کا وقت منیٰ میں عید کے دن صبح کا وقت ہے حرم میں پہنچنا ترک کا وقت نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں خصوصاً وقت کا بیان مقصود نہیں اسی لئے اس کو مجمل ذکر کیا گیا ہے یا حرم سے مراد منیٰ ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تلبیہ کے وقت قبلہ کو متوجہ ہونا چاہیئے کیونکہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ مکرمہ میں دعاء کے وقت قبلہ کی طرف متوجہ تھے ۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کے بعد احرام مستحب ہے ،، ذی طویٰ میں رات بسر کرنا اور مکہ مکرمہ میں دن کو داخل ہونا ضروری نہیں اگر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے ایسا کرے تو اس میں ثواب بہت ہے اور یہ مستحب طریقہ ہے مگر مکہ مکرمہ میں رات کی نسبت دن کو داخل ہونا افضل ہے اکثر شافعیہ یہی کہتے ہیں بعض شوافع یہ کہتے ہیں کہ دن کو یا رات کو داخل ہونے میں ایک ہی بات ہے کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ جعرانہ میں رات کو مکہ میں داخل ہوئے تھے، صاحبِ ہدایہ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے ۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا احرام کے وقت غسل مسنون ہے اگر نہ کر سکے تو تیمم کرلے اور اس وقت دخول مکہ کے غسل کی نیت کرے ۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے کہا یہ غسل ہر ایک کے لئے مستحب ہے حتیٰ کہ حائض، نفساء (بچہ پیدا ہونے کے بعد جس عورت کو خون آئے) اور بچے کے لئے بھی مستحب ہے ، ابو عمر نے کہا یہ امام مالک کے نزدیک سنّت مؤکدہ ہے اور جمعہ کے غسل سے زیادہ مؤکد ہے ۔ امام ہمام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ، اوزاعی اور امام ثوری رحمہما اللہ کے نزدیک احرام کے وقت وضوء بھی کافی ہے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا تلبیہ نہ چھوڑے حتیٰ کہ حجر کا استلام کرے امام احمد نے اپنے اسناد سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین عمرے کئے اور یہ تینوں ہی ذو القعدہ میں تھے ان میں آپ تلبیہ فرماتے رہے حتیٰ کہ حجر اسود کا استلام کیا تو تلبیہ

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيعِ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا أَرَادَ الْخُرُوجَ إِلَى مَكَّةَ ادَّهَنَ بِدُهْنٍ لَيْسَ لَهُ رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ ثُمَّ يَأْتِي مَسْجِدَ ذِي الْحُلَيْفَةِ فَيُصَلِّي ثُمَّ يَرْكَبُ فَإِذَا اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً أَحْرَمَ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ ۔ بَابُ التَّلْبِيَةِ إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِي ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَذَكَرُوا الدَّجَّالَ أَنَّهُ قَالَ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ قَالَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَمْ أَسْمَعْهُ وَلٰكِنَّهُ قَالَ أَمَّا مُوسَى كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِي يُلَبِّي

۱۴۶۰ ۔ ۱۴۶۱

ترک کر دیا،، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ معتمر تلبیہ نہ چھوڑے حتی کہ رکن کا استلام کرے ذی طوی مکہ مکرمہ کے قریب ایک وادی ہے،، اس کو منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح پڑھا جاتا ہے، کتاب الاذواء میں ہے کہ ذوطوی مکہ مکرمہ سے باہر ایک جگہ ہے۔ وہاں کنوئیں ہیں جو شخص مکہ مکرمہ داخل ہونے کا ارادہ کرے اس کے لئے ان سے غسل کرنا مستحب ہے واللہ اعلم!

۱۴۶۰ — ترجمہ : نافع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ کرتے تو ایسا تیل استعمال کرتے جس میں خوشبو نہ ہوتی پھر مسجد ذو الحلیفہ میں آتے اور وہاں نماز پڑھتے پھر سوار ہو جاتے اور جب سواری سیدھی کھڑی ہو جاتی تو احرام باندھتے پھر کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے،،

۱۴۶۰ — شرح : اس حدیث شریف میں پہلی حدیث کی نسبت کچھ اضافہ ہے اور وہ تیل کا استعمال ہے جس میں خوشبو نہ ہوتا کہ جوئیں وغیرہ سے سر محفوظ رہے مگر خوشبو دار اشیاء سے اجتناب ضروری ہے کیونکہ خوشبو محذوراتِ احرام سے ہے،، اس تقریر سے معلوم کہ اس حدیث میں تکرار نہیں ہے،،

باب — جب وادی میں اُترے تو لبیک کہنا

۱۴۶۱ — ترجمہ : مجاہد رضی اللہ عنہ نے کہا ہم ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھے لوگوں نے دجال کا ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا لیکن آپ نے فرمایا بہر حال موسیٰ (علیہ السلام) گویا کہ میں انھیں دیکھ رہا ہوں جبکہ وہ وادی میں اُترے اور لبیک کہہ رہے ہیں۔

بَابُ كَيْفَ تُهِلُّ الْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُ أَهَلَّ تَكَلَّمَ بِهٖ وَاسْتَهْلَلْنَا وَأَهْلَلْنَا

شرح : علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مہلب سے ذکر کیا کہ اس

۱۴۶۱ — حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر راوی کا موہوم

ہے، کیونکہ ان کے زندہ ہونے اور حج کرنے کا کسی حدیث میں ذکر نہیں البتہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر آتا ہے کہ وہ زندہ ہیں اور حج کریں گے لہٰذا ذکرِ دجال کے مناسب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے یا دی کو اشتباہ ہوا ہے اس نے عیسیٰ کی جگہ موسیٰ ذکر کر دیا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ عیسیٰ بن مریم فج روحا میں تلبیہ کہیں گے مگر یہ تقریر نامناسب ہے کیونکہ کتاب اللباس میں اسی اسناد سے حدیث مذکور ہے اور اس میں ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ہے تو پھر اسے بھی راوی کا موہوم کہا جائے گا؟ مسلم نے ابوالعالیہ کے طریق سے ابن عباس سے حدیث ذکر کی اس میں صراحۃً مذکور ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں گویا کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ رہا ہوں وہ اپنے دونوں کانوں پر انگلیاں رکھے ثنیہ سے اُتر رہے ہیں اور اس وادی سے گزرنا چاہتے ہیں اور تلبیہ کہہ رہے ہیں اسی طرح اس حدیث میں حضرت یونس کا ذکر بھی ہے لہٰذا اس کو راوی کی غلطی کہنا مناسب نہیں۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اگر علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ حدیث کی حقیقت پر اطلاع پاتے تو ایسا کلام نہ کرتے اور یہ تکلف نہ کرتے کیونکہ انبیاءِ کرام علیہم السلام زندہ ہیں اور رب کے پاس ان کو رزق دیا جاتا ہے لہٰذا اس حال میں اگر وہ حج کریں تو اس میں کوئی ممانعت نہیں ہونی چاہیے چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا، عبادت کا محل اگرچہ دارِ دنیا ہے برزخ اور آخرت محلِ عبادت نہیں ہے لیکن یہ عبادت ان حضرات پر لازم نہیں وہ تو صرف ذاتی طور پر عبودیت کا اظہار کرتے ہیں، یہ کہنا بھی بعید نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے لئے دنیاوی احوال ظاہر ہوتے ہوں کہ وہ کس طرح عبادت کرتے تھے یا کس طرح حج و تلبیہ کہتے تھے اسی لئے فرمایا کہ میں گویا ان کو دیکھتا ہوں، یہ بھی ممکن ہے کہ یہ نیند میں ہو اور نبیوں کا خواب وحی ہوتا ہے۔ واللہ و رسولہ اعلم!

باب — حیض اور نفاس والی عورت احرام کس طرح باندھے

(محاورہ ہے) اَهَلَّ تَكَلَّمَ بِهٖ، یعنی بات چیت کی، اور "اِسْتَهْلَلْنَا الخ" یہ سب ظہور کے معنیٰ میں بولتے ہیں، اِسْتَهَلَّ الْمَطَرُ، کے معنیٰ ہے پانی بادل سے نکلا، (قرآن مجید میں) وَمَا اُهِلَّ الخ کا معنیٰ ہے، ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام لیا جائے یہ" استہلال الصبی"، سے لیا گیا ہے،،

شرح : یعنی یہ تمام الفاظ ظہور سے مشتق ہیں کیونکہ جب کوئی شخص کلام کرتا ہے تو دل کی بات ظاہر کرتا ہے، اور جب ہلال طلوع ہوتا ہے تو وہ بھی خفاء میں سے ظاہر ہوتا ہے، اہلال کا معنیٰ آواز بلند کرنا ہے"

الْهِلَالُ كُلُّهُ مِنَ الظُّهُورِ وَاسْتَهَلَّ الْمَطَرُ خَرَجَ مِنَ السَّحَابِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَهُوَ مِنِ اسْتِهْلَالِ الصَّبِيِّ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ

ولادت کے وقت جب بچہ چلاتا ہے تو کہا جاتا ہے۔ "استھلّ الصبیُّ" اور قرآن مجید میں "وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ" بھی اسی سے ہے۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا "أَيْ نُودِيَ عَلَى الْمَذْبُوحِ بِغَيْرِ اسْمِ اللَّهِ" یعنی مذبوح پر غیر اللہ کا نام لیا جائے"، اس آیت کریمہ میں مشرکین کا ردّ ہے جو جانوروں کو بتوں کا نام لے کر ذبح کرتے تھے مفسرین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اس آیت کریمہ کا معنی یہی ہے کہ جانور کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے"، معلوم ہوا کہ اگر جانور کسی کے لئے نامزد کر دیا جائے تو جائز ہے جیسے عقیقہ کا بکرا اور مہمان کے لئے مرغی ذبح کرنا"، علامہ ملا جیون رحمہ اللہ تعالیٰ "تفسیرات احمدیہ" میں ذکر کرتے ہیں "أَنَّ الْبَقَرَةَ الْمَنْذُورَةَ لِلْأَوْلِيَاءِ كَمَا هُوَ الرَّسْمُ فِي زَمَانِنَا حَلَالٌ طَيِّبٌ لِأَنَّهُ لَيْسَ مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ" یعنی ہمارے زمانے میں یہ رسم ہے کہ لوگ اولیاء اللہ کے لئے جانور نذر مانتے ہیں یہ حلال ہے پاکیزہ ہے کیونکہ یہ ان جانوروں سے نہیں جن پہ اللہ کا نام ذکر نہ کیا گیا ہو اور ابو داؤد نے جو حضرت انس سے روائت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لَا عَقْرَ فِي الْإِسْلَامِ"، اور شیخ عبد الرزاق نے کہا کہ لوگ قبروں پر جانور ذبح کیا کرتے تھے"، اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس حدیث میں اہل جاہلیت کا ردّ ہے کیونکہ وہ قبر کے پاس جانور ذبح کرتے اور کہتے تھے ہم اس کو اس کے فعل کی جزاء دیتے ہیں کیونکہ یہ اپنی زندگی میں جانور ذبح کر کے مہمانوں کو کھلایا کرتا تھا ہم اس کی قبر کے پاس ذبح کرتے ہیں اور اس کو جنگل کے جانور کھا جاتے تھے"، یقیناً یہ ذبح اسراف اور اضاعت سے خالی نہیں اور نہ ہی اس میں صحیح غرض کار فرما ہے اور اسراف شریعت مطہرہ میں حرام ہے اور اگر قبر کے پاس جانور اس غرض سے ذبح کیا جائے کہ اسے فقراء اور مساکین کھائیں گے اور صاحب قبر کو اس کا ثواب پہنچے گا تو یہ مکروہ بھی نہیں اور کتاب وسنت میں اس کی تحریم کا کہیں ذکر نہیں۔ ابو داؤد نے عبید اللہ اخنس سے روائت کی کہ ایک عورت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کی یا رسول اللہ! میں نے نذر مانی ہے کہ فلاں جگہ جانور ذبح کروں گی جہاں لوگ جاہلیت میں ذبح کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کسی بت کے لئے ذبح کرتے تھے عرض کی نہیں آپ نے فرمایا اپنی نذر پوری کر لے معلوم ہوا کہ ظروف کو اشیاء کی تحلیل و تحریم میں ہرگز دخل نہیں ایسا حدیث میں بھی صراحتہً مذکور ہے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کے نام سے جانور ذبح کرنا حرام ہے اگر کسی کے لئے نامزد کر دیا جائے تو حرام نہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۱۴۶۲ — ترجمہ: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روائت ہے انھوں نے کہا ہم حجۃ الوداع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے ہم نے عمرہ کا احرام باندھا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے

صلی اللہ علیہ وسلم من کان معہ ھدی فلیھل بالحج مع العمرۃ ثم لا یحل حتی یحل منھما جمیعا فقدمت مکۃ وانا حائض ولم اطف بالبیت ولا بین الصفا والمروۃ فشکوت ذلک الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انقضی راسک وامتشطی واھلی بالحج ودعی العمرۃ ففعلت فلما قضینا الحج ارسلنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع عبد الرحمن بن ابی بکر الی التنعیم فاعتمرت فقال ھذہ مکان عمرتک قالت فطاف الذین کانوا اھلوا بالعمرۃ بالبیت وبین الصفا والمروۃ ثم حلوا ثم طافوا طوافا اخر بعد ان رجعوا من منی واما الذین جمعوا الحج والعمرۃ فانما طافوا طوافا واحدا

پاس ہدی ہے وہ عمرہ کے ساتھ حج کا احرام باندھے پھر وہ حلال نہ ہو حتیٰ کہ دونوں (حج و عمرہ) سے حلال ہو جائے۔ (ام المؤمنین نے کہا) میں مکہ مکرمہ آئی حالانکہ میں حائض تھی اور میں نے بیت اللہ کا طواف نہ کیا اور نہ ہی صفا، مروہ کے درمیان سعی کی،، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ سے شکایت عرض کی تو آپ نے فرمایا اپنے سر کے بال کھول دو اور کنگھی کر لو اور حج کا احرام باندھو اور عمرہ چھوڑ دو،، میں نے تعمیلِ حکم کی جب ہم نے حج کر لیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تنعیم بھیجا تو میں نے (وہاں سے) عمرہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تمہارے عمرہ کا بدل ہے۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کہا جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا انھوں نے بیت اللہ اور صفا و مروہ کے درمیان طواف کیا پھر وہ حلال ہو گئے پھر منیٰ سے واپسی کے بعد انھوں نے ایک طواف کیا بہر حال جن لوگوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا انھوں نے صرف ایک ہی طواف کیا،،

۱۴۶۲

شرح : اگر یہ سوال کیا جائے کہ ,,باب الحیض،، میں گزرا ہے اور عنقریب ,,باب التمتع،، میں بھی آئے گا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صرف حج کا احرام باندھا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے مدینہ منورہ سے نکلتے وقت صرف یہی اعتقاد کیا تھا کہ وہ صرف حج کریں گے اس کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عمرہ کرنے کا حکم فرمایا کیونکہ مشرکوں کا یہ عقیدہ تھا کہ موسم حج میں عمرہ کرنا حرام ہے،، لہٰذا دونوں روایات میں مخالفت نہیں ہے،، یہ جاننا ضروری ہے کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کو تین ذوالحجہ بروز ہفتہ سرف کے مقام میں حیض آیا تھا اور نحر کے دن ہفتہ کے روز وہ حیض سے پاک ہو گئی تھیں،، اس حدیث سے احناف نے استدلال کیا کہ قران افضل ہے کیونکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ,,جس کے پاس ہدی ہے وہ عمرہ کے ساتھ حج کا احرام باندھے یہی تو قران ہے،، اور اس کے افضل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس طرح ایک سفر میں دو عبادتیں جمع ہوتی ہیں،، علامہ قرطبی نے کہا ظاہر یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قران کا حکم فرمایا تھا اور ,,ثم لا یحل حتی یحل منھما جمیعا،، قران کا حکم ہے اس میں قطعاً نزاع نہیں ہے۔ احادیث کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ قران افضل ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں قارن تھے امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا یہی مسلک ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول یہی ہے،، اگر یہ کہا جائے کہ ایک روائت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا دوسری روائت میں ہے کہ آپ نے

تمتع کیا ایک اور روائت کے مطابق آپ نے قِران کیا تو اختلاف کے اندفاع کا کیا طریقہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عمرہ کا احرام باندھا اور اس میں متمتع رہے پھر طواف سے پہلے حج کا علیحدہ احرام باندھا اور اس طرح آپ قارن ہو گئے اگر یہ کہا جائے کہ اس وقت حج کو عمرہ پہ داخل کرنا لازم آتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا علمائے کرام حج کو عمرہ پر داخل کرنے میں متفق ہیں البتہ بعض لوگ اسے منع کرتے ہیں ہاں اس کے عکس کی صورت میں اختلاف ہے کہ حج پر عمرہ داخل کیا جائے یعنی حج کے احرام کے بعد عمرہ کا احرام باندھا جائے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور قدیم قول میں امام شافعی اس کو جائز کہتے ہیں جبکہ دوسرے لوگ اسے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص تھا مگر ان کے پاس خصوص کی دلیل نہیں ہے ،، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ متمتع جب عمرہ کے افعال سے فارغ ہو جائے تو حلال نہ ہو حتیٰ کہ حج کا احرام باندھے جبکہ اس کے پاس ہدی ہو احناف کا یہی مذہب ہے کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " لا یحل حتی یحل منهما جمیعًا ،، یعنی احرام نہ کھولے حتیٰ کہ حج و عمرہ دونوں سے فارغ ہو جائے ،، عینی ،، علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ حدیث مشکل ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ وہ سر کے بال کھول دیں اور کنگھی کریں حالانکہ وہ محرمہ تھیں ،، امام شافعی رضی اللہ عنہ نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مائی صاحبہ کو حکم فرمایا کہ وہ عمرہ چھوڑ دیں اور اس پر حج داخل کریں اور قارنہ ہو جائیں ،، ابن حزم نے کہا صحیح یہی ہے کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا قارنہ تھیں اور احرام میں بال کھول دینے اور کنگھی کرنا جائز ہے بشرطیکہ بال نہ اکھڑیں ،، یہ تاویل بھی کی جاتی ہے کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے سَر میں درد تھا اس لئے ان کے لئے بال کھول دینے مباح تھے جیسے کعب بن عجرہ کے لئے بالوں کا حلق مباح تھا ۔

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا " میں مکہ مکرمہ آئی جبکہ میں حائض تھی اور میں نے بیت اللہ کا طواف نہ کیا اور نہ ہی صفا و مروہ کے درمیان سعی کی اس سے ابن جوزی نے استدلال کیا کہ مُحدِث کا طواف جائز نہیں احناف کے مذہب میں طہارت شرط نہیں ہے اگر مُحدِث نے طواف کر لیا تو طواف صحیح ہے اور اس پر واجب ہے کہ بکری ذبح کرے اگر مُحدِث جنبی یعنی ناپاک تھا اور اسی حالت میں طواف کر لیا تو اس پر اونٹ نحر کرنا واجب ہے اور جب تک مکہ میں ہے اس کا اعادہ کرے ۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک طہارت شرط ہے لہٰذا بدون طہارت طواف صحیح نہ ہوگا ۔ جمہور علماء کا مذہب ہے کہ بے وضو ، جنبی اور حائض سعی کر سکتے ہیں ۔ اس حدیث سے ان علماء نے استدلال کیا جو یہ کہتے ہیں کہ قارن کے لئے ایک طواف اور ایک سعی کافی ہے ،، چنانچہ امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہما کا یہی مذہب ہے ،، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ قارن کے لئے دو طواف اور دو سعیں ہیں سیدنا عمر فاروق ، علی المرتضیٰ ، حسن وحسین اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم بھی یہی کہتے ہیں ۔ حضرت مجاہد نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روائت کی کہ اُنھوں نے حج اور عمرہ جمع کیا اور کہا کہ ان دونوں کا ایک ہی طریقہ ہے اور دو طواف اور دو سعیں کیں اور کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح دیکھا ہے ،، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی روائت ہے کہ اُنھوں نے قِران کیا اور دو طواف اور دو سعیں کیں پھر فرمایا ،، میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے ۔ ایسے ہی علقمہ نے ابن مسعود سے روائت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، ابو بکر

بَابُ مَنْ اَهَلَّ فِیْ زَمَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَاِهْلَالِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَهٗ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا الْمَكِّیُّ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلِیًّا اَنْ یُّقِیْمَ عَلٰی اِحْرَامِهٖ وَذَكَرَ قَوْلَ سُرَاقَةَ وَزَادَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ قَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَا اَهْلَلْتَ یَا عَلِیُّ قَالَ بِمَا اَهَلَّ بِهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَهْدِ وَامْكُثْ حَرَامًا كَمَا اَنْتَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ الْخَلَّالُ الْهُذَلِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا سَلِیْمُ بْنُ حَیَّانَ

عمر فاروق اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم نے عمرہ اور حج کے دو طواف کئے اور دو ہی سعیں کیں واللہ و رسولہ اعلم! (عینی)

باب — جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کے مثل احرام باندھا"

"اس کی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی"

۱۴۶۳ — **ترجمہ:** مکی بن ابراہیم نے ابن جریج سے بیان کیا انھوں نے کہا کہ عطاء نے کہا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے احرام پر قائم رہیں اور سراقہ بن مالک کا قول ذکر کیا۔

۱۴۶۴ — **ترجمہ:** حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا اے علی تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا جس چیز کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے (میری نیت یہ تھی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو میں احرام کھول دیتا۔ محمد بن بکر نے ابن جریج سے کچھ زیادہ بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علی! کس چیز کا تم نے احرام باندھا ہے؟ حضرت علی نے کہا جس چیز کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم محرم ٹھہرے رہو جیسا کہ اس وقت ہو"

شرح: اس باب کے ترجمہ سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ مبہم احرام باندھنا جائز ہے پھر اسے جس طرف چاہے پھیر سکتا ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے احرام باندھا پھر اسے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کے مثل کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا انکار نہ فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ احرام کی کیفیت نہ جانتے تھے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کے مثل نیت کر لی، مگر یہ زمانہ نبوت میں خاص تھا اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے"۔ ائمہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک مبہم احرام جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، "وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ"

قَالَ سَمِعْتُ مَرْوَانَ الْاَصْفَرَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَدِمَ عَلِيٌّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ بِمَا اَهْلَلْتَ قَالَ بِمَا اَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْلَا اَنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ لَاَحْلَلْتُ

۱۴۶۳

شرح : یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے حج کرنے مکہ مکرمہ آئے تھے تو انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم نے احرام کیسا باندھا ہے کیونکہ ہمارے ساتھ تمہاری رفیقۂ حیات ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کے مثل احرام باندھا ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی رفیقۂ حیات کا ذکر اس لئے کیا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس وقت متمتعہ تھیں اور انھوں نے عمرہ کر کے احرام کھول دیا تھا جیسا کہ مسلم نے حضرت جابر سے روائت کی ہے ! سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ وہ احرام نہ کھولیں کیونکہ ہمارے پاس ہدی ہے اور جس کے پاس ہدی ہو وہ حج سے فارغ ہونے سے پہلے احرام نہیں کھول سکتا ،، جابر نے اپنی حدیث میں سراقہ کا قول ذکر کیا " سراقہ" ابن مالک بن جعشم ہیں اُنھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انیس (۱۹) حدیثیں روائت کی ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے صرف ایک حدیث ذکر کی ہے ،، سراقہ بن مالک سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہاری کیا شان ہو گی جبکہ تمہیں کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے (یہ غیب کی خبر تھی) جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس کسریٰ کا تخت و تاج اور اس کے کنگن حاضر کئے گئے تو اُنھوں نے حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو دو کنگن پہنا کر فرمایا اپنے ہاتھ اُوپر اُٹھاؤ اور کہو " اللہ اکبر" اس ذات قدوس کی حمد ہے جس نے کسریٰ بن ہرمز سے کنگن چھین کر سراقہ بن مالک کو پہنائے جو قبیلہ بنی مدلج کا ایک اعرابی (دیہاتی) ہے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت کی ابتداء میں چوبیس (۲۴) ہجری میں فوت ہوئے ،،

۱۴۶۴

شرح : علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس حدیث شریف کا مدلول یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے کیونکہ قارن یا متمتع کے سوا کسی پر ہدی واجب نہیں اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ متمتع ہوتے تو وہ عمرہ کا احرام کھول دیتے پھر آٹھویں ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھ لیتے معلوم ہوا کہ قران افضل ہے کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم افضل عمل فرماتے تھے اس سے پہلی حدیث سے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے استدلال کیا کہ مبہم احرام باندھنا جائز ہے مگر ہم کہتے ہیں حضرت علی اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما نے مبہم احرام اس لئے باندھا تھا کہ وہ احرام کی کیفیت کو نہ جانتے تھے اور جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ،، تو احرام کی کیفیت واضح ہو گئی لہٰذا مبہم احرام باندھنے اُن دونوں حضرات کی خصوصیت تھی ،، واللہ اعلم !

حدثنا محمد بن یوسف

قال حدثنا سفیٰن عن قیس بن مسلم عن طارق بن شہاب عن ابی موسیٰ قال بعثنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیٰ قومی بالیمن فجئت وھو بالبطحاء فقال بما اھللت فقلت اھللت کاھلال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ھل معک من ھدی قلت لا فامرنی ان اطوف بالبیت فطفت بالبیت وبالصفا والمروۃ ثم امرنی فاحللت فاتیت امراۃ من قومی فمشطتنی او غسلت راسی فقدم عمر فقال ان ناخذ بکتاب اللہ فانہ یامرنا بالتمام قال اللہ تعالیٰ واتموا الحج والعمرۃ للہ وان ناخذ بسنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانہ لم یحل حتی نحر الھدی

۱۴۶۵ ترجمہ : حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قوم کی طرف یمن بھیجا میں (حج کرنے) یمن سے آیا جبکہ آپ وادیٔ بطحاء میں تشریف فرما تھے،، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے کیسا احرام باندھا ہے میں نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کے مثل احرام باندھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے پاس ہدی ہے میں نے عرض کیا میرے پاس ہدی نہیں،، آپ نے مجھے حکم فرمایا تو میں نے بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کے درمیان سعی کی پھر مجھے حکم فرمایا تو میں نے احرام کھول دیا میں اپنی قوم کی ایک عورت کے پاس گیا اس نے میرے سر کو کنگھی کی یا اس نے میرا سر دھویا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انھوں نے کہا اگر ہم اللہ کی کتاب کو لیں تو اللہ تعالیٰ ہم کو (حج وعمرہ) پورا کرنے کا حکم فرماتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ ،، اور اگر ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت لیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام نہ کھولا حتیٰ کہ ہدی کو حرم میں نحر فرمایا،،

۱۴۶۵ شرح : اس حدیث کی باب سے مناسبت ان الفاظ میں ہے،" اَھْلَلْتُ بِاِھْلَالِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ،، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ کو دس ہجری میں حجۃ الوداع سے پہلے یمن بھیجا تھا،، ابوبردہ رضی اللہ عنہ کی روائت کے مطابق ابوموسیٰ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما دونوں کو یمن کے دونوں حصوں پر حاکم بنا کر بھیجا تھا جس عورت نے ابوموسیٰ اشعری کو کنگھی کی تھی یا ان کا سر دھویا تھا وہ ان کی محرم تھی ہوسکتا ہے کہ وہ ابوموسیٰ کی بھتیجی ہو،،

قولہٗ قَدِمَ عُمَرُ الخ بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسی حج میں آئے تھے مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ وہ اس حج میں نہیں آئے تھے بلکہ ان کا تشریف لانا اپنے عہدِ خلافت میں تھا امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختصار سے کام لیا ہے،، جبکہ امام مسلم رحمہ اللہ نے راہ بسط اختیار کی ہے۔

اس حدیث سے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے استدلال کیا کہ معلّق احرام جائز ہے یعنی میرا احرام زید کے احرام کے مثل ہے اگر اس کا احرام صرف حج ہے یا تمتّع ہے یا قران ہے تو میرا احرام بھی ایسا ہے،، اگر زید کا احرام مطلق ہے تو میرا احرام بھی مطلق ہے،، پھر وہ جس طرف چاہے اپنا احرام پھیر دے،، اس کو حج کا یا تمتّع کا یا قران کا احرام بنائے

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ يَسْاَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اَشْهُرُ الْحَجِّ شَوَّالٌ وَّذُو الْقَعْدَةِ وَعَشْرٌ مِّنْ ذِي الْحَجَّةِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مِنَ السُّنَّةِ اَنْ لَّا يُحْرِمَ بِالْحَجِّ اِلَّا فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ وَكَرِهَ عُثْمَانُ اَنْ يُّحْرِمَ مِنْ خُرَاسَانَ اَوْ كَرْمَانَ

احناف ائمہ کرام کے نزدیک مبہم احرام جائز نہیں اور مذکورہ حدیث کو خصوصیت پر محمول کرتے ہیں،، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تمتع سے منع کرتے تھے یعنی حج فسخ کرکے عمرہ کا احرام باندھنے سے منع کرتے تھے اسی لئے وہ لوگوں کو اس پر سزا دیا کرتے تھے ،، کیونکہ حج کو فسخ کرکے عمرہ کا احرام باندھنا اسی سال مختص تھا جس سال سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ حج فسخ کرکے عمرہ کا احرام باندھ لو اور اس میں مشرکوں کی تردید مقصود تھی جبکہ ان کا عقیدہ تھا کہ حج کے دنوں میں عمرہ کرنا سخت گناہ ہے ،، کذا قال قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا مختار قول یہ ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تمتع سے منع کرتے تھے ۔ ان کا یہ منع کرنا صرف تنزیہیہ اور صرف حج کی ترغیب کے لئے تھا کہ لوگ صرف حج کریں پھر تمتع کے جواز پر سب کا اتفاق ہوگیا۔ دراصل عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تمتع سے منع کرنا اس لئے تھا کہ لوگ عمرہ کرکے احرام کھولنے کے بعد بیویوں سے جماع کریں گے اور تازہ جماع کرنے کے بعد وہ حج میں شروع ہوں گے حالانکہ حاجی کو اس قسم کا آرام نہیں کرنا چاہیئے اس لئے انھوں نے اسے مکروہ جانا تاکہ اس طرف لوگوں کا میلان نہ ہو البتہ جس نے کئی دنوں سے بیوی سے جماع کیا ہو اور وہ عمرہ کے بعد حج کا احرام باندھے تو عمر فاروق کے نزدیک بھی اس میں حرج نہیں ــ اس حدیث سے امام ابوحنیفہ اور امام احمد رضی اللہ عنہما نے استدلال کیا کہ عمرہ کرنے والے کے پاس جب ہدی ہو تو وہ عمرہ کا احرام نہ کھولے حتیٰ کہ حرم میں ہدی نحر کرے امام مالک اور شافعی رضی اللہ عنہما نے کہا جب بیت اللہ کا طواف کرے اور صفا، مروہ کے درمیان سعی کرکے حلق کرے تو وہ عمرہ کا احرام کھول دے اور اس کے لئے ہر شئی حلال ہے اس کے پاس ہدی ہو یا نہ ہو،، مگر یہ حدیث ان کے خلاف ہے ،، قولہ ،، اتموا الحج والعمرۃ ،، یعنی ہر ایک کو دوسرے سے علیحدہ کرے اور عمرہ حج کے مہینوں کے سوا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ،، الحج اشھر معلومات ،، حج کے مہینے مقرر ہیں۔ قولہ ،، فانہ لم یحل الخ یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں ہدی نحر کرنے کے بعد احرام کھولا تھا۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب

: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ،، حج کے چند مہینے مقرر ہیں جس نے ان مہینوں میں حج کا ارادہ کیا تو نہ جماع کرے نہ گناہ کا کام کرے اور نہ ہی جھگڑے ،، اے حبیب ،، یہ لوگ آپ سے چاند کے متعلق دریافت کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے وہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں کے لئے اور حج کے لئے ،، اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا حج کے مہینے شوال، ذوالقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا مسنون یہ ہے کہ صرف حج کے مہینوں میں ہی حج کا احرام باندھے ،، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خراسان اور کرمان سے احرام باندھنا مکروہ سمجھا۔

شرح : حج کا معنی قصد ہے اشہر شہر کی جمع ہے اس سے پُورے تین مہینے مراد نہیں بلکہ دو مہینے اور دس دن مراد ہیں۔ رفث کا معنیٰ جماع ہے یہ مُحرم کے لئے حرام ہے،، اسی طرح جماع کی رغبت دلانے والے امور جیسے مباشرت اور بوسہ وغیرہ سب حرام ہیں اور عورتوں کی موجودگی میں اس جیسی باتیں کرنا بھی حرام ہیں،، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہا نے کہا رفث کا معنی ہے عورتوں کے پاس آنا اور عورتوں اور مردوں میں جماع کی باتیں کرنا،، فسوق گناہ کے کام ہیں،، بعض علماء کہتے ہیں" فسوق،، گالی گلوچ کرنا ہے اور یہ حدیث شریف" سباب المسلم فسوق و قتاله کفر،، اس معنی کی تائید کرتی ہے،، جدال،، جھگڑا کرنا ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا حج کے مہینے شوال، ذو القعدہ اور دس دن ذو الحجہ کے ہیں ان مہینوں میں احرام باندھنا زیادہ اچھا ہے اگرچہ دوسرے مہینوں میں بھی جائز ہے بلکہ پُورے سال کے مہینوں میں احرام باندھنا صحیح ہے۔ امام ابوحنیفہ، مالک، احمد کا یہی مذہب ہے امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ صرف حج کے مہینوں میں احرام باندھنا صحیح ہے اگر ان مہینوں سے پہلے احرام باندھا تو صحیح نہ ہوگا امام ابوحنیفہ اور امام احمد رضی اللہ عنہما کے نزدیک ذوالحجہ کا دسواں دن عشرہ ذی الحجہ میں داخل ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں دسواں دن عشرہ ذی الحجہ میں داخل نہیں،،

حضرت عدی بن حاتم اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما نے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نئے چاند سے متعلق پُوچھا تو یہ آئت کریمہ نازل ہوئی یعنی ان کا سوال یہ تھا کہ جب چاند ظاہر ہوتا ہے تو چھوٹا سا ظاہر ہوتا ہے پھر بدر بن جاتا ہے پھر خشک شاخ کی طرح ہو جاتا ہے اس تغیر کا سبب کیا ہے،، تو یہ آئت نازل ہُوئی کہ چاند کے احوال کے تغیر سے لوگ اپنے کاروبار کا حساب لگاتے ہیں عورتوں کی عدت اور حج کے اوقات معلوم ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم!

کرمان اور خراسان کا ذکر بطریق تمثیل ہے ان دونوں مملکتوں کی خصوصیت نہیں کیونکہ دُور و دراز کے سب علاقوں کا یہی حکم ہے جو مکّہ مکرمہ سے کافی دُور ہیں جیسے چین اور ہندو پاکستان وغیرہ کیونکہ غالباً دُور دراز کے علاقوں سے احرام باندھنے میں عظیم ضرر اور حرج ہے اور دین و اسلام میں حرج و ضرر مدفوع ہے،، احمد بن سیار نے تاریخ مرو میں داؤد بن ابی ہند کے طریق سے ذکر کیا کہ عبداللہ بن عامر نے جب خراسان فتح کیا تو کہا میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور نذر مانتا ہوں کہ میں اس جگہ سے احرام کی حالت میں باہر نکلوں گا تو اُنھوں نے نیشاپور سے ہی احرام باندھ لیا جب وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو اُنھوں نے اس فعل پر عبداللہ بن عامر کو ملامت کی،، عبداللہ بن عامر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ماموں زاد بھائی ہیں وہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں پیدا ہُوئے آپ نے ان کے منہ میں کلّی کا پانی ڈالا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو ابو موسیٰ اشعری کے بعد بصرہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور عثمان بن ابی عاص کے بعد ان کو مملکت فارس کا حاکم بنا دیا۔ جبکہ اس وقت ان کی عمر صرف پچیس (۲۵) برس تھی اس دوران اُنھوں نے سارا خراسان اور فارس، کرمان، سجستان اور دیگر علاقے فتح کئے اور کسریٰ کو قتل کیا جس کا نام یزدجرد تھا اور ۵۸ ہجری میں انتقال کر گئے،، فسبحان الذی هو الحی القیوم،،

۱۴۶۶ حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا ابو بکر الحنفی

قال حدثنا افلح بن حمید قال سمعت القاسم بن محمد عن عائشۃ قالت خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اشہر الحج ولیالی الحج وحرم الحج فنزلنا بسرف فقالت فخرج الی اصحابہ فقال من لم یکن منکم معہ ھدی فاحب ان یجعلھا عمرۃ فلیفعل ومن کان معہ الھدی فلا قالت فالآخذ بھا والتارک لھا من اصحابہ قالت فاما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجال من اصحابہ فکانوا اھل قوۃ وکان معھم الھدی فلم یقدروا علی العمرۃ قالت فدخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا ابکی فقال ما یبکیک یا ھنتاہ قلت سمعت قولک لاصحابک فمنعت العمرۃ قال وما شانک قلت لا اصلی قال فلا یضرک انما انت امراۃ من بنات آدم کتب اللہ علیک ما کتب علیھن فکونی فی حجک فعسی اللہ ان یرزقکھا قالت فخرجنا فی حجتہ حتی قدمنا منی فطھرت ثم خرجت من منی فافضت بالبیت قالت ثم خرجت معہ فی النفر الآخر حتی نزل المحصب ونزلنا معہ فدعا عبدالرحمن بن ابی بکر فقال اخرج باختک من الحرم فلتھل بعمرۃ ثم افرغا ثم ائتیا ھاھنا فانی انظرکما حتی تاتیانی قالت فخرجنا حتی اذا فرغت وفرغ من الطواف ثم جئتہ بسحر فقال ھل فرغتم قلت نعم فاذن بالرحیل فی اصحابہ فارتحل الناس فمر متوجھا الی المدینۃ قال ابو عبداللہ یضیر من ضار یضیر ضیرا ویقال ضار یضور ضورا وضر یضر ضرا

۱۴۶۶

ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہم حج کے مہینوں میں، حج کی راتوں میں اور حج کے موسم میں نکلے اور "سرف" مقام میں ٹھہرے ام المؤمنین نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا "تم میں سے جس کے پاس "ہدی" نہیں ہے اور وہ حج کو عمرہ کرنا چاہتا ہے تو کرے اور جس کے پاس ہدی ہے (قربانی کا جانور) وہ حج کو عمرہ نہ کرے۔ ام المؤمنین نے کہا آپ کے صحابہ کرام سے بعض نے اس حکم پر عمل کیا اور بعض نے عمل نہ کیا ام المؤمنین نے کہا بہرحال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے چند اصحاب جو دولت مند تھے اور ان کے پاس قربانی کے جانور تھے وہ عمرہ نہیں کر سکتے تھے،، ام المؤمنین نے کہا میرے پاس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ میں رو رہی تھی آپ نے فرمایا اے بھولی بھالی کیوں رو رہی ہو میں نے عرض کیا حضور! میں نے آپ کا کلام سنا جو آپ نے صحابہ سے فرمایا ہے اور میں عمرہ نہیں کر سکتی ہوں فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا۔ میں نماز نہیں پڑھ سکتی ہوں (حائضہ ہوں) فرمایا کوئی ضرر نہیں تم بھی آدم کی لڑکیوں میں سے ایک عورت ہو اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں وہی کیا ہے جو دوسری عورتوں کا مقدر کیا ہے تم اپنے حج میں رہو عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں عمرہ نصیب کرے گا۔ ام المؤمنین نے کہا ہم حج کے لئے نکلے حتیٰ کہ منیٰ میں آئے تو میں حیض سے پاک ہو گئی ——— پھر میں منیٰ سے نکلی اور (غسل کے بعد) بیت اللہ کا طواف کیا (طواف زیارت) ام المؤمنین نے کہا پھر میں آپ کے ساتھ آخری کوچ میں نکلی حتیٰ کہ آپ وادی

بَابُ التَّمَتُّعِ وَالْاِقْرَانِ وَالْاِفْرَادِ بِالْحَجِّ وَفَسْخِ الْحَجِّ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ

١٣٦٦ — حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نُرَى اِلَّا اَنَّهُ الْحَجُّ فَلَمَّا قَدِمْنَا تَطَوَّفْنَا بِالْبَيْتِ فَاَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ اَنْ يُحِلَّ فَحَلَّ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ وَنِسَاؤُهُ لَمْ يَسُقْنَ فَاَحْلَلْنَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَحِضْتُ فَلَمْ اَطُفْ بِالْبَيْتِ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ يَرْجِعُ النَّاسُ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ وَاَرْجِعُ اَنَا بِحَجَّةٍ قَالَ وَمَا طُفْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا مَكَّةَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاذْهَبِي مَعَ اَخِيكِ اِلَى التَّنْعِيمِ فَاَهِلِّي بِعُمْرَةٍ ثُمَّ مَوْعِدُكِ كَذَا وَكَذَا وَقَالَتْ صَفِيَّةُ مَا اُرَانِي اِلَّا حَابِسَتَكُمْ فَقَالَ عَقْرَى حَلْقَى اَوَمَا طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَتْ قُلْتُ بَلٰى قَالَ لَا بَأْسَ انْفِرِي قَالَتْ عَائِشَةُ فَلَقِيَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُصْعِدٌ مِنْ مَكَّةَ وَاَنَا مُنْهَبِطَةٌ عَلَيْهَا اَوْ اَنَا مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ مِنْهَا

محصّب میں ٹھہرے ہم بھی آپ کے ساتھ ٹھہرے۔ آپ نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو بلایا اور فرمایا اپنی ہمشیرہ کو حرم سے باہر لے جاؤ اور وہ عمرہ کا احرام باندھے پھر عمرہ سے فارغ ہوکر یہاں آؤ میں تمہارے آنے تک تمہارا انتظار کرتا ہوں ام المؤمنین نے کہا ہم حرم سے باہر نکل گئے حتیٰ کہ وہ اور میں طواف سے فارغ ہوگئے پھر علی الصبح میں آپ کے پاس آئی تو فرمایا کہ عمرہ سے فارغ ہوگئے؟ میں نے کہا جی ہاں! آپ نے اپنے صحابہ میں کوچ کا اعلان کیا تو لوگ چل پڑے اور آپ نے مدینہ کی طرف متوجہ ہوکر راہ سفر اختیار فرمایا (بخاری نے کہا) لفظ "ضَیْر"، "ضَارَ یَضِیْرُ ضَیْرًا" سے ہے اور "ضَارَ یَضُوْرُ" اور "ضَرَّ یَضُرُّ ضَرًّا"، بھی کہا جاتا ہے،،

شرح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کوئی مکہ میں ہو اور عمرہ کا ارادہ کرے تو وہ "حل" جاکر احرام باندھے اور یہ ضروری ہے تاکہ اس کا عمرہ دونوں مقامات کے افعال پر مشتمل ہو جیسے حج کرنے والا ان دونوں کو جمع کرتا ہے کیونکہ عرفات "حل" کا حصہ ہے،، نیز معلوم ہوا کہ وادی محصّب میں ٹھہرنا سنت ہے امام ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہے ابراہیم نخعی، سعید بن جُبیر اور طاؤس کا بھی یہی مسلک ہے،، نافع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء رضی اللہ عنہم محصّب میں ٹھہرے جیسا کہ مسلم میں مروی ہے،، امام مالک اور شافعی رضی اللہ عنہما اسے مستحب کہتے ہیں بہرحال یہاں ٹھہرنا واجب نہیں ہے،، سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں ٹھہرنا سفر کی سہولت کے لئے تھا کیونکہ اس راستے مکہ سے نکلنا آسان ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب — تمتّع اور قرآن اور صرف حج کا بیان اور جس کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو اس کا حج کو فسخ کر دینا،،

١٣٦٧ — **ترجمہ**: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اور ہمارا ارادہ صرف

حج کرنے کا تھا ہم جب (مکہ) میں آئے اور بیت اللہ کا طواف کیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ جو شخص قربانی کا جانور ساتھ نہیں لایا وہ احرام کھول دے،، جس شخص کے پاس قربانی کا جانور نہ تھا اس نے احرام کھول دیا،، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے پاس قربانی کے جانور نہ تھے انھوں نے احرام کھول دیا،، ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے حیض آگیا تو میں نے بیت کا طواف نہ کیا جب حصبہ کی رات آئی تو ام المؤمنین نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگ عمرہ اور حج کر کے لوٹیں گے اور میں صرف حج کر کے لوٹوں گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن راتوں میں ہم مکہ مکرمہ آئے تھے تم نے طواف نہیں کیا تھا؟ میں نے عرض کیا نہیں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے بھائی (عبدالرحمن بن ابی بکر) کے ساتھ تنعیم جاؤ اور عمرہ کا احرام باندھو پھر فلاں فلاں جگہ آجانا۔

ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں خیال کرتی ہوں کہ میں لوگوں کو روکنے والی ہوں آپ نے فرمایا "عقریٰ حلقیٰ (بانجھ سر منڈاتی ہوئی) کیا تو نے نحر کے دن طواف نہیں کیا تھا؟ صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیوں نہیں (میں نے طوافِ زیارت کیا تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی حرج نہیں ہے (ہمارے ساتھ) چلو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملے جبکہ آپ مکہ سے چڑھ رہے تھے اور میں مکہ میں اُتر رہی تھی یا میں چڑھ رہی تھی اور آپ اُتر رہے تھے،،

۱۴۶۷ شرح : اگر یہ سوال ہو کہ " اَنْ یَحِلَّ " آپ نے یہ اس وقت فرمایا جبکہ مکہ مکرمہ میں تشریف لانے سے پہلے " مقام سرف " میں تھے جیسا کہ ابھی ابھی گزرا ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں تشریف لانے کے بعد آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ جس کے پاس ہدی نہیں وہ احرام کھول دے اس کا جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں آنے سے پہلے اور آنے کے بعد یہ دو مرتبہ فرمایا تھا اور دوسری بار فرمانا پہلے ارشاد کی تاکید ہے،،

اگر یہ کہا جائے کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ میں حائضہ ہوگئی اور بیت اللہ کا طواف نہ کیا،، یہ اُس حدیث کے منافی ہے جس میں یہ کہا ہے کہ ہم نے طواف کیا،، تو اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں مائی صاحبہ نے یہ کہا تھا کہ ہم نے طواف کیا اس میں جمع کا لفظ ہے جس سے مراد صحابہ کرام ہیں یہ اس سال کی تخصیص تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ طواف کے بغیر حج کیسے صحیح ہُوا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس طواف سے مراد طوافِ افاضہ نہیں ہے جو فرض ہے کیونکہ ام المؤمنین طوافِ زیارت کر چکی تھیں چنانچہ اُنھوں نے کہا" پھر میں منیٰ سے باہر نکلی اور بیت اللہ کا طواف کیا،، اور طوافِ وداع جو اُنھوں نے نہ کیا تھا وہ حائضہ سے ساقط ہے،، قولہٗ عقریٰ حلقیٰ ،، اس کے معنیٰ میں کئی اقوال ہیں۔ ابُو علید نے کہا اس کا معنیٰ یہ ہے" اللہ اس کے جسم کو زخمی کرے اور اس کے حلق میں درد ہو،، صاحب المحکم نے اس کا معنیٰ یہ بیان کیا ہے" اللہ اس کو ہلاک کرے اور اس کے بال حلق کرے،، بعض نے یہ کہا کہ وہ اپنی قوم کو ہلاک کرے اور ان کا حلق کرے کہ وہ منحوس ہے،، بعض یوں کہتے ہیں" عقریٰ ،، بانجھ ہو اور" حلقیٰ " منحوس ہو، بہر حال اس کا معنیٰ جو بھی ہو اس سے حقیقی معنیٰ مراد نہیں ہے جیسے" تبت یداہ " کا حقیقی معنیٰ مراد نہیں اسی طرح " قاتلہ اللہ" کا حقیقی معنیٰ مراد نہیں ہے بلکہ یہ آپ نے بطور شفقت فرمایا ہے واللہ ورسولہ اعلم!

۱۴۶۸ — حَدَّثَنَا عبد الله بن یوسف قال اخبرنا مالک عن ابی الاسود محمد بن عبد الرحمٰن بن نوفل عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ انہا قالت خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام حجۃ الوداع فمنا من اھل بعمرۃ ومنا من اھل بحج وعمرۃ ومنا من اھل بالحج واھل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالحج فاما من اھل بالحج اوجمع الحج والعمرۃ لم یحلوا حتی کان یوم النحر

۱۴۶۹ — حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبۃ عن الحکم عن علی بن حسین عن مروان بن الحکم قال شہدت عثمان وعلیا وعثمان ینھی عن المتعۃ وان یجمع بینہما فلما رای علی اھل بہما لبیک بعمرۃ وحجۃ قال ماکنت لادع سنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقول احد

۱۴۶۸ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ حجۃ الوداع کے سال نکلے۔ ہم میں سے بعض لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے صرف حج کا احرام باندھا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے حج کا احرام باندھا جس نے حج کا احرام باندھا تھا یا حج وعمرہ دونوں کا احرام باندھا تھا ان لوگوں نے احرام نہ کھولا حتیٰ کہ قربانی کا دن آگیا۔

۱۴۶۹ — ترجمہ : مروان بن حکم نے کہا میں عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کے عہدِ خلافت میں موجود تھا اور عثمان تمتّع سے اور حج اور عمرہ جمع کرنے سے منع کرتے تھے جب حضرت علی نے یہ دیکھا تو حج وعمرہ دونوں کا احرام باندھا اور لبیک بعمرۃ وحجۃ فرمایا ،، اور کہا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنت کسی کے کہنے پر ترک نہیں کرسکتا ،،

۱۴۶۸ — شرح : اگر یہ سوال ہو کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تھا کہ ہم صرف حج کا ارادہ کرتے تھے تو انھوں نے عمرہ کا احرام کیسے باندھ لیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مدینہ منورہ سے نکلتے وقت ان کا یہی خیال تھا کہ وہ حج کریں گے اور تمتع ، قران اور حج ان تینوں کی طرف انقسام اس کے بعد تھا۔

۱۴۶۹ — شرح : اس حدیث کی باب سے مناسبت " اھل بھما ،، کے الفاظ میں ہے " عسفان کے مقام میں حضرت عثمان اور حضرت علی کے پاس مروان حاضر ہوا تھا ،، اس حدیث میں لفظ " متعہ ،، (جس سے منع کیا گیا تھا) میں اختلاف ہے بعض علماء نے کہا کہ اس کا معنیٰ حج فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھنا مراد ہے کیونکہ اس کی تخصیص اسی سال میں ہے جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے حج کیا تھا تو آپ نے حج کا احرام فسخ کرا کے عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم فرمایا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ جاہلیت میں لوگ کہا کرتے تھے کہ حج کے موسم میں عمرہ کرنا افجر فجور ہے یعنی بہت بڑا گناہ ہے ان کی تردید کے لئے آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ جو قربانی کا جانور ساتھ نہیں لائے وہ حج کا احرام فسخ کردیں اور عمرہ کا احرام

۱۴۷۰ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانُوا يَرَوْنَ أَنَّ الْعُمْرَةَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ أَفْجَرُ الْفُجُورِ فِي الْأَرْضِ وَيَجْعَلُونَ الْمُحَرَّمَ صَفَرًا وَيَقُولُونَ إِذَا بَرَأَ الدَّبَرْ وَعَفَا الْأَثَرْ وَانْسَلَخَ صَفَرْ حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ اعْتَمَرْ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ صَبِيحَةَ رَابِعَةٍ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً فَتَعَاظَمَ ذَلِكَ عِنْدَهُمْ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْحِلِّ قَالَ حِلٌّ كُلُّهُ

۱۴۷۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهُ بِالْحِلِّ ح حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ

باندھ لیں یہ صرف اسی سال میں مخصوص تھا بعض کہتے ہیں اس کا معنی تمتع ہے اور تمتع سے منع کرنا افرادِ حج کی ترغیب دلانا مقصود تھا اور یہ نہی اور ممانعت تنزیہہ کے لئے تھی۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے "کہ عالمِ دین کو علم کی اشاعت کرنی چاہیئے اور ارباب حکومت کو حق کی راہنمائی کرنے میں کوئی ڈر محسوس نہ کرے جبکہ وہ اس کی قدرت رکھتا ہو" اور قول کی نسبت بالفعل بیان کرنا زیادہ بہتر ہے جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا تھا، سیاق حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بہت بردبار تھے اور اپنی مخالفت کی پرواہ نہ کرتے تھے اور مخالف کو ملامت تک نہیں کرتے تھے۔ واللہ و رسولہ اعلم!

۱۴۷۰ **ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اہل جاہلیت حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا دنیا کا بدترین گناہ خیال کرتے تھے اور وہ مُحرّم کو صفر بنالیتے تھے اور کہتے تھے جب اونٹ کی پشت کا زخم اچھا ہو جائے اور نشان مِٹ جائے اور صفر گزر جائے تو عمرہ اس شخص کے لئے حلال ہو جاتا ہے جو عمرہ کرنا چاہے نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب چوتھی ذوالحجہ کی صبح کو حج کا احرام باندھے ہوئے مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپ نے ان کو حکم فرمایا کہ اسے عمرہ کر دیں یہ فعل صحابہ کرام پر گراں گزرا تو اُنھوں نے عرض کیا "یارسول اللہ"، کون سی شئ ہم پر حلال ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شئ حلال ہو گئی ہے"۔

۱۴۷۱ **ترجمہ:** ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا میں نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے احرام کھولنے کا حکم فرمایا۔

۱۴۷۰، ۱۴۷۱ **شرح:** اہلِ جاہلیت کا یہ اعتقاد تھا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا دنیا میں بدترین گناہ ہے اور وہ مُحرّم کو صفر تک مؤخر کر دیتے تھے اس کی قرآن کریم نے "اَلنَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ" سے تعبیر کی ہے کبھی وہ سال کے تیرہ مہینے بنا لیتے تھے یہ بھی اس تعبیر میں داخل ہے"، اور وہ کہتے تھے جب اونٹ کی پشت کا زخم مٹ جائے اور اس کا اثر جاتا رہے اور صفر داخل ہو جائے تو عمرہ کرنے والے کے لئے عمرہ حلال ہو جاتا ہے اور ذی الحجہ اور مُحرّم گزر جانے کے بعد عمرہ کا احرام باندھتے تھے۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اگر کوئی یہ سوال کرے کہ صفر کے گزرنے کا حج کے

وحدثنا عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن نافع عن ابن عمر عن حفصۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم انھا قالت یا رسول اللہ ما شان الناس حلوا بعمرۃ ولم تحلل انت من عمرتک قال انی لبدت راسی وقلدت ھدیی فلا احل حتی انحر حدثنا آدم حدثنا شعبۃ قال حدثنا ابو جمرۃ نصر بن عمران الضبعی قال تمتعت فنھانی ناس فسالت ابن عباس فامرنی فرایت فی المنام کان رجلا یقول لی حج مبرور وعمرۃ متقبلۃ فاخبرت ابن عباس فقال سنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال لی اقم عندی واجعل لک سھما من مالی قال شعبۃ فقلت لم فقال للرؤیا التی رایت

۱۴۷۲

۱۴۷۳

مہینوں میں عمرہ کرنے سے کیا تعلق ہے حالانکہ محرّم اور صفر حج کے مہینے نہیں ہیں تو اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ اہل جاہلیت (عربوں) نے جب محرّم کا نام صفر رکھ لیا اور انھوں نے سال کے تیرہ مہینے بنا لئے تو اس تقدیر پر صفر سال کا آخری مہینہ بنا اور سال کا آخری مہینہ حج کا مہینہ ہے ــ پشت کا زخم اچھا ہو جانے سے ان کی مراد یہ تھی کہ ذوالحجہ اور محرم گزر جائیں کیونکہ اس مدّت سے پہلے غالباً زخم اچھا نہیں ہوتا" صفر کا مہینہ جو عربوں کے زعمِ فاسد میں حرم کا مہینہ تھا اس کا گزرنا اس بات پر مبنی تھا کہ اگر راستہ میں یا مکہ میں لڑائی شروع ہو جائے تو وہ لڑائی کر سکیں گویا مقصد یہ ہوا کہ جب حج کا مہینہ گزر جائے اور زخم کا اثر جاتا رہے اور شہر حرام گزر جائے تو عمرہ جائز ہو جاتا ہے ـ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فاسد اعتقاد کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ جن کے پاس قربانی کا جانور نہیں ہے وہ حج کا احرام فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھے اور حج کا احرام فسخ کرنے کے بعد ہر شئے جائز ہو گئی حتیٰ کہ بیویوں سے جماع بھی جائز ہو گیا واللہ ورسولہ اعلم!

۱۴۷۲ ــــ ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا، سے روایت کی کہ انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ، کیا بات ہے کہ لوگوں نے عمرہ کا احرام کھول دیا ہے اور آپ نے نہیں کھولا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے سر کو ملبّد کیا ہے اور قربانی کے جانور کے گلے میں قلاوہ ڈالا ہے اس لئے میں احرام نہیں کھولوں گا حتیٰ کہ قربانی نہ کر لوں"۔

۱۴۷۳ ــــ ترجمہ : ابو جمرہ نصر بن عمران ضُبَعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں نے تمتّع کیا تو لوگوں نے مجھے منع کیا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انھوں نے مجھے تمتّع کا حکم دیا میں نے خواب میں دیکھا گویا ایک مرد مجھے کہہ رہا ہے تمہارا حج مبرور ہے اور عمرہ مقبول ہے"، میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا تو انھوں نے کہا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت ہے اور مجھے فرمایا تم میرے پاس رہو میں اپنے مال سے تمہارے لئے کچھ حصہ مقرر کر دوں گا۔ شعبہ نے کہا میں نے کہا (ایسا آپ کیوں کرتے ہیں) تو انھوں نے کہا اس خواب کی وجہ سے جو تم نے دیکھا ہے"۔

۱۴۷۲ ــــ شرح : "تلبید" کا معنیٰ یہ ہے کہ محرِم اپنے سر پر گوند وغیرہ لگا لے تاکہ بال بکھرنے نہ پائیں اور ان میں جوئیں نہ پڑیں ـ اور "تقلید" کا معنیٰ یہ ہے

حَدَّثَنَا

١٤٧٨

اَبُوْنُعَیْمٍ حَدَّثَنَا اَبُوْشِھَابٍ قَالَ قَدِمْتُ مُتَمَتِّعًا مَكَّةَ بِعُمْرَةٍ فَدَخَلْنَا قَبْلَ التَّرْوِیَةِ بِثَلَاثَةِ اَیَّامٍ فَقَالَ لِیْ اُنَاسٌ مِّنْ اَھْلِ مَكَّةَ تَصِیْرُ الْاٰنَ حَجَّتُكَ مَكِّیَّةً فَدَخَلْتُ عَلٰی عَطَاءٍ اَسْتَفْتِیْهِ فَقَالَ حَدَّثَنِیْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّهٗ حَجَّ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ سَاقَ الْبُدْنَ مَعَهٗ وَقَدْ اَھَلُّوْا بِالْحَجِّ مُفْرَدًا فَقَالَ لَھُمْ اَحِلُّوْا مِنْ اِحْرَامِكُمْ بِطَوَافِ الْبَیْتِ وَبَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَصِّرُوْا ثُمَّ اَقِیْمُوْا حَلَالًا حَتّٰی اِذَا كَانَ یَوْمُ التَّرْوِیَةِ فَاَھِلُّوْا بِالْحَجِّ وَاجْعَلُوا الَّتِیْ قَدِمْتُمْ بِھَا مُتْعَةً فَقَالُوْا كَیْفَ نَجْعَلُھَا مُتْعَةً وَقَدْ سَمَّیْنَا الْحَجَّ فَقَالَ افْعَلُوْا مَا اَمَرْتُكُمْ فَلَوْلَا اَنِّیْ سُقْتُ الْھَدْیَ لَفَعَلْتُ مِثْلَ الَّذِیْ اَمَرْتُكُمْ وَلٰكِنْ لَا یَحِلُّ مِنِّیْ حَرَامٌ حَتّٰی یَبْلُغَ الْھَدْیُ مَحِلَّهٗ فَفَعَلُوْا قَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ اَبُوْشِھَابٍ لَیْسَ لَهٗ مُسْنَدٌ اِلَّا ھٰذَا

کہ جانور کے گلے میں کوئی شئی لٹکا دی جائے تا کہ یہ معلوم ہوسکے کہ یہ جانور قربانی کے لئے ہے۔ "تقلید" کا مقصد یہ ہے کہ اس سے یہ ظاہر ہو کہ میں شروع ہی سے مُستعِد ہوں کہ میرا احرام ہدی کا (قربانی کا جانور) حَرَم پہنچنے تک ہمیشہ رہے گا کیونکہ تلبید کا محتاج وہ شخص ہے جس کے احرام کی مدت لمبی ہو اور وہ اعمال کے ادا کرنے کے لئے زیادہ عرصہ ٹھہرتا ہے یہی وجہ ہے کہ تلبید کا محتاج وہ شخص ہے جس کے احرام کی مدت لمبی ہو اور وہ اعمال کے ادا کرنے کے لئے زیادہ عرصہ ٹھہرتا ہے یہی وجہ ہے کہ تلبید کو احلال اور عدمِ احلال میں دخل ہے۔ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم "قارن" تھے اور قِران افضل ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل افضل ہوتا ہے"۔

١٤٧٣ — **شرح** : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سچے خواب بیداری کے امور پر دلالت کرتے ہیں،، کیونکہ سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں (٤٦) حصہ ہے اور یہ بھی معلوم ہُوا کہ عالمِ دین کے لئے علم پر اُجرت لینا جائز ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

١٤٧٤ — **ترجمہ** : ابونعیم نے بیان کیا کہ ہمیں ابوشہاب نے خبر دی اور کہا میں مکہ مکرمہ میں عمرہ کا احرام باندھے آیا اور ہم یومِ ترویہ (آٹھ ذی الحجہ) سے تین دن پہلے پہنچے،، تو مجھے مکہ کے لوگوں نے کہا اب تیرا حج مکی ہوگیا۔ میں عطاء بن ابی رباح کے پاس آیا کہ اُن سے مسئلہ پوچھوں تو اُنھوں نے کہا مجھے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی ہے کہ اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا جس دن قربانی کے جانور اپنے ساتھ ہانک کر لائے تھے حالانکہ لوگوں نے صرف حج کا احرام باندھا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنھیں فرمایا بیت اللہ کا طواف کرکے اور صفا مروہ کے

۱۴۷۵ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْاَعْوَرُ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ اخْتَلَفَ عَلِيٌّ وَعُثْمَانُ وَهُمَا بِعُسْفَانَ فِي الْمُتْعَةِ فَقَالَ عَلِيٌّ مَا تُرِيدُ اِلٰى اَنْ تَنْهٰى عَنْ اَمْرٍ فَعَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُثْمَانُ دَعْنِيْ عَنْكَ قَالَ فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ عَلِيٌّ اَهَلَّ بِهِمَا جَمِيْعًا

درمیان سعی کر کے اپنے احرام کھول دو ،، اور سروں کے بال چھوٹے کر لو پھر احرام کے بغیر ٹھہرے رہو حتی کہ جب ترویہ کا دن ہو تو حج کا احرام باندھو اور جو تم نے پہلے کیا ہے اسے اس کے ساتھ تمتع بنا لو ،، لوگوں نے کہا ہم اس کو تمتّع کیسے بنائیں حالانکہ ہم نے حج کا ارادہ کیا تھا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میں نے تم کو حکم دیا ہے وہ کرو ،، اور میں اگر قربانی کا جانور ساتھ نہ لاتا تو میں بھی وہی کرتا جس کا تم کو حکم دیا ہے۔ لیکن میرے لئے کوئی حرام شئی حلال نہیں ہو سکتی حتی کہ قربانی کا جانور اپنے محل (حرم) میں پہنچ پھر لوگوں نے ایسا ہی کیا، امام بخاری نے کہا ابوشہاب کی یہی حدیث مسند ہے !

۱۴۷۵ — ترجمہ : حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ علی اور عثمان رضی اللہ عنہما نے تمتع میں اختلاف کیا جبکہ وہ دونوں عسفان میں تھے ،، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے کیا ارادہ کیا کہ اُس کام سے منع کرتے ہو جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے چھوڑیئے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو اُنھوں نے حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا ،،

۱۴۷۵ — شرح : قَوْلُهٗ اَحِلُّوْا ،، یعنی اپنا احرام عمرہ بنا دو پھر اس سے فارغ ہو جاؤ تو احرام کھول دو ،، **قَوْلُهٗ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ،،** یعنی صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر کے احرام کھول دو ،، حج کے فسخ ہونے کا یہی معنی ہے اگر یہ کہا جائے کہ یہ قران کیسے ہوا حالانکہ خَتَنَانِ (عثمان و علی) رضی اللہ عنہما کا اختلاف تمتع میں تھا اس کا جواب یہ ہے کہ قران بھی تمتّع کی قسم ہے کیونکہ اس میں تخفیف کا فائدہ ہے یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک قران تمتع کی مثل ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ حدیث ۱۴۶۹ میں ہے "وعثمان يَنْهٰى عَنِ الْمُتْعَهِ وَانْ يَجْمَعَ بَيْنَهُمَا ،، یعنی عثمان تمتّع اور حج و عمرہ کو جمع کرنے سے منع کرتے تھے ،، اور لوگوں کے نزدیک ان دونوں کا حکم جواز و منع کے اعتبار سے واحد ہے یا متعہ سے مراد حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا ہے حج کے ضمن میں کرے یا اس سے پہلے تنہا کرے اس میں چونکہ تخفیف ہوتی ہے اس لئے اسے متعہ کہا جاتا ہے۔ واللہ و رسولہ اعلم !

باب من لبّٰی بالحج وسمّاہ

حدثنا مسدد قال حدثنا حماد بن زید عن ایوب قال سمعت مجاهدا یقول حدثنا جابر بن عبد الله قال قدمنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم ونحن نقول لبیک بالحج فأمرنا رسول الله صلی الله علیه وسلم فجعلناها عمرة باب التمتع علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم حدثنا موسی بن اسمعیل قال حدثنا همام عن قتادة قال حدثنی مطرف عن عمران بن حصین قال تمتعنا علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم ونزل القرآن قال رجل برأیه ما شاء باب قول الله عز وجل ذلک لمن لم یکن اهله حاضری المسجد الحرام وقال ابو کامل فضیل بن حسین البصری حدثنا

۱۴۷۶
۱۴۷۷

باب — جس نے حج کا لبیک کہا اور حج کا نام لیا"۔

۱۴۷۶

ترجمہ : ایوب نے کہا میں نے مجاہد سے سُنا وہ کہتے تھے ہم سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تو ہم نے اس کو (حج) عمرہ بنا دیا"۔

باب — تمتّع

۱۴۷۷

ترجمہ : حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں تمتّع کیا اور قرآن نازل ہُوا تو ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہا۔

شرح : قولهٗ فنزل القرآن"، یعنی یہ آئت فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ"، نازل ہُوئی اور اس کے بعد کوئی آئت نازل نہیں ہُوئی جو اس کو منسوخ کرے۔

قولهٗ قال رجل"، یہ شخص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے کیونکہ پہلے اُنھوں نے تمتّع سے منع کیا تھا اور جس نے ان کے بعد منع کیا اُس نے سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے ہُوئے منع کیا تھا"، اور یہ نہی تنزیہہ پر محمول ہے! اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجتہاد کرتے تھے اور بعض مجتہدین ایک دوسرے کے خیال کی تردید بھی کرتے تھے"، واللہ ورسُولہ اعلم!

باب — اللہ تعالیٰ کا ارشاد" یہ ان کے لئے جو مسجدِ حرام کے پاس نہ رہتے ہوں"۔

اَبُو مُعْشَرٍ الْبَرَّاءُ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ فَقَالَ اَهَلَّ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ وَاَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَاَهْلَلْنَا فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوْا اِهْلَالَكُمْ بِالْحَجِّ عُمْرَةً اِلَّا مَنْ قَلَّدَ الْهَدْيَ طُفْنَا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَاَتَيْنَا النِّسَاءَ وَلَبِسْنَا الثِّيَابَ وَقَالَ مَنْ قَلَّدَ

ترجمہ: اور ابو کامل "فضیل بن حسین"، بصری نے کہا ابو معشر نے بیان کیا کہ ہم کو عثمان بن غیاث نے عکرمہ سے اُنھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ ابن عباس سے تمتّع کے بارے میں پُوچھا گیا تو اُنھوں نے کہا مہاجرین و انصار اور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم نے حجۃ الوداع میں احرام باندھا اور ہم نے بھی احرام باندھا جب ہم مکہ مکرمہ کے قریب آئے تو جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اپنے حج کے احرام کو عمرہ کا احرام بنا دو (حج فسخ کر دو) مگر جن لوگوں نے قربانی کے جانور کو قلادہ ڈالا ہے (وہ حج کا احرام فسخ نہ کرے) ہم نے بیت اللہ اور صفا، مروہ کے درمیان طواف کیا اور اپنی بیویوں کے پاس آئے اور کپڑے پہن لئے"، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جس نے ہدی کو قلادہ ڈالا ہے اس کے لئے احرام کھولنا جائز نہیں حتیٰ کہ ہدی اپنے محل میں پہنچ جائے"، پھر آپ نے حکم دیا کہ ترویہ کی شام کو حج کا احرام باندھیں جب ہم حج کے احکام سے فارغ ہوئے اور مکہ مکرمہ آئے تو بیت اللہ اور صفا مروہ کا طواف کیا اور ہمارا حج مکمل ہوگیا اور ہم پر قربانی واجب ہوئی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "جسے قربانی کا جانور میسّر ہو (وہ قربانی کرے) اور جو شخص اس کو نہ پا سکے وہ حج کے دنوں میں تین روزے رکھے اور سات روزے جبکہ واپس لوٹو"، یعنی اپنے شہروں کو واپس جاؤ تو سات روزے رکھو"، ایک بکری قربانی میں کافی ہے"، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک سال میں دو عبادتیں حج اور عمرہ کو جمع کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی کتاب میں نازل کیا اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اسے مسنون قرار دیا اور مکہ والوں کے سوا سب لوگوں کے لئے اس کو مباح کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو مسجد حرام کے پاس رہنے والے نہیں"، اور حج کے مہینے جن کو اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ ہیں"، جس نے ان دنوں میں تمتّع کیا اس پر قربانی کرنا یا روزے واجب ہیں" رفث کا معنیٰ جماع، فسوق گناہ اور جدال کا معنیٰ جھگڑا ہے"۔

شرح: باب —— یعنی تمتّع ان لوگوں کے لئے جو مسجد حرام کے پاس نہ رہتے ہوں اور حاضری المسجد الحرام میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ لوگ وہ ہیں جو مواقیت کے اندر رہتے ہیں۔ امام شافعی بھی عراق میں اسی طرح کہتے تھے نیز امام شافعی اور احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما نے کہا جو حرم سے اتنا دُور رہتا ہو کہ اس مسافت میں مسافر نماز قصر نہ کرے وہ اس

الهدی فانہ لایحل لہ حتی یبلغ الهدی محلہ ثم امرنا عشیۃ الترویۃ ان نھل بالحج فاذا فرغنا من المناسک جئنا فطفنا بالبیت وبالصفا والمروۃ فقد تم حجنا وعلینا الهدی کما قال اللہ عزوجل فما استیسر من الهدی فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام فی الحج وسبعۃ اذا رجعتم الی امصارکم الشاۃ تجزی فجمعوا نسکین فی عام بین الحج والعمرۃ فان اللہ انزلہ فی کتابہ وسنۃ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم واباحہ للناس غیر اھل مکۃ قال اللہ تعالی ذلک لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام واشھر الحج التی ذکر اللہ تعالی فی کتابہ شوال وذو القعدۃ وذو الحجۃ فمن تمتع فی ھذہ الاشھر فعلیہ دم او صوم والرفث الجماع والفسوق المعاصی والجدال المراء

میں شامل ہیں اور ان کے نزدیک مکی کے لئے تمتع اور قران مکروہ نہیں اور اس نے تمتع کر لیا تو اس پر دم واجب نہ ہوگا۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا مکی کے لئے تمتع اور قران مکروہ ہے اگر مکی نے تمتع یا قران کیا تو اس پر "دم" واجب ہے اور مکی نہ ہو اور وہ باہر سے آئے تو اس کے لئے تمتع اور قران مستحب ہے اور ایک سفر میں دو عبادتیں جمع کرنے کے باعث وہ شکرانہ کے طور پر قربانی ذبح کرے گا"۔

قرآن کریم میں " ذالک" سے تمتع کی طرف اشارہ ہے اس کے حکم کی طرف اشارہ نہیں جو وجوب ہدی اور صیام" ہیں۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے یہی کہا ہے کہ مسجد حرام کے پاس رہنے والوں کے لئے تمتع جائز نہیں اور وہ مواقیت کے اندر رہنے والے لوگ ہیں"، امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا "مسجد حرام کے پاس رہنے والے وہ لوگ ہیں جو مکہ اور "ذی طوی" میں رہتے ہیں"، امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا جو مکہ سے اتنی مسافت میں رہتے ہوں جہاں مسافر کے لئے قصر صلوٰۃ واجب نہیں"، **قولہ فی اشھر الحج**"، علامہ کرمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا اگر یہ کہا جائے کہ اس قید کا فائدہ کیا ہے؟ کیا جو شخص حج کے مہینوں سے پہلے عمرہ کرے پھر ان مہینوں میں حج کرے تو اس کو تمتع کہا جائیگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تمتع تو ضرور ہے مگر یہ وہ تمتع نہیں ہے جس میں "دم" قربانی ذبح کرنا یا روزے ہیں کیونکہ وہ تمتع وہی ہے جو حج کے مہینوں میں ہو اور تمتع کا جب مطلق ذکر ہو تو یہی تمتع مراد ہوتا ہے جو حج کے مہینوں میں ہو"، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمتع مشروع ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس کے پاس ہدی ہو وہ عمرہ اور حج سے مکمل فارغ ہو کر احرام کھولتا ہے دوسرا وہ جس کے پاس ہدی نہ ہو وہ عمرہ کر کے فارغ ہو جاتا ہے پھر آٹھویں ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھتا ہے"، اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مکی کے لئے تمتع اور قران نہیں ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک تمتع یہ ہے کہ کوئی شخص ایک سال میں حج کے مہینوں میں ایک سفر میں حج اور عمرہ کو جمع کرے اور عمرہ کو حج سے پہلے کرے اور مکہ مکرمہ کا رہنے والا نہ ہو"، ان میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو تمتع نہ ہوگا"، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک افضل یہ ہے کہ ذی الحجہ کی سات، آٹھ اور نو تاریخ کو روزے رکھے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اصل یعنی ہدی پر قادر ہو جائے"، اور سات روزے رکھنے میں مستحب امر یہ ہے کہ

١٤٧٨ **بَابُ الْاِغْتِسَالِ عِنْدَ دُخُوْلِ مَكَّةَ** حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ ثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ اَخْبَرَنَا اَيُّوْبُ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا دَخَلَ اَدْنَى الْحَرَمِ اَمْسَكَ عَنِ التَّلْبِيَةِ ثُمَّ يَبِيْتُ بِذِيْ طُوًى ثُمَّ يُصَلِّيْ بِهِ الصُّبْحَ وَيَغْتَسِلُ وَيُحَدِّثُ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ

١٤٧٩ **بَابُ دُخُوْلِ مَكَّةَ نَهَارًا اَوْ لَيْلًا** حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِيْ طُوًى حَتّٰى اَصْبَحَ ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهٗ

گھر واپس آکر رکھے اور ایام تشریق کے بعد مکہ میں بھی رکھ سکتا ہے اور اثناء سفر میں بھی جائز ہیں،، امام مالک بھی یہی فرماتے ہیں،، امام احمد بن حنبل نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" واللہ ورسولہ اعلم!

باب — مکہ مکرمہ (شرفہا اللہ تعالیٰ) میں داخل ہوتے وقت غسل کرنا،،

۱۴۷۸ — ترجمہ : نافع نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حرم کے قریب پہنچتے تو تلبیہ سے رُک جاتے پھر" ذی طوی،، میں رات بسر کرتے پھر وہاں صبح کی نماز پڑھتے اور غسل کرتے اور بیان کرتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم اسی طرح فرمایا کرتے تھے،،

باب — مکہ مکرمہ میں رات یا دن کو داخل ہونا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے صبح تک ذی طوی میں رات گزاری پھر صبح کو مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے ابن عُمر رضی اللہ عنہما اسی طرح کرتے تھے،،

۱۴۷۹ — ترجمہ : حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے" ذی طوی،، میں رات گزاری حتی کہ صبح ہوئی تو مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اسی طرح کرتے تھے،،

۱۴۷۸، ۱۴۷۹ — شرح : تمام علماء کے نزدیک مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت غسل کرنا مستحب ہے اگر غسل نہ کرے تو فدیہ واجب نہیں ہے۔ اکثر علماء کہتے ہیں کہ وضوء کافی ہے،، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کبھی غسل کرتے اور

باب من اين يدخل مكة

۱۴۸۰ حَدَّثَنَا ابراهيم بن المنذر حدثني معن حدثني مالك عن نافع عن ابن عمر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يدخل مكة من الثنية العليا ويخرج من الثنية السفلى

۱۴۸۱ بَابٌ من اين يخرج من مكة حَدَّثَنَا مسدد بن مسرهد البصري حدثنا يحيى عن عبيد الله عن نافع عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل مكة من كداء من الثنية العليا التي بالبطحاء وخرج من الثنية السفلى

کبھی وضوء پر اکتفاء کر لیتے تھے عید کے روز تلبیہ نہیں کہا جاتا اور حدیث میں مذکور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مذہب ہے،، یا وہ اس کے بعد تلبیہ کہتے تھے یا تلبیہ کرنے کا سبب کوئی اور شئی ہوگی واللہ اعلم ۱۱"ذی طوی" مکہ مکرمہ کے قریب مشہور وادی ہے،، حدیث شریف میں ہے" ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ " اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دن کو مکہ میں داخل ہو حالانکہ باب کا عنوان رات کو بھی شامل ہے اس کا جواب یہ ہے کہ "کلمہ ثُمَّ" تراخی اور مہلت کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہ مہلت عام ہے اس رات کے دن میں یا اس کے بعد والی رات میں داخل ہو۔ یہ بھی کہنا ممکن ہے کہ اس حدیث میں دن کو داخل ہونا مذکور ہے اور رات کو داخل ہونا بھی ثابت ہے کیونکہ عمرہ جعرانہ میں عمرہ کا احرام باندھ کر رات کو مکہ میں داخل ہوئے تھے اس پر اعتماد کر کے یہاں رات کا ذکر کر دیا ہے۔ بہرحال اکثر علماء کا مسلک یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں دن کو داخل ہونا افضل ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب ــــ مکہ مکرمہ میں کدھر سے داخل ہو

۱۴۸۰ ــــ ترجمہ : ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں ثَنِيَّةُ الْعُلْيَاء سے داخل ہوتے اور ثَنِيَّةُ السفلیٰ سے باہر نکلتے تھے۔"

باب ــــ مکہ مکرمہ میں سے کدھر سے نکلے"

۱۴۸۱ ــــ ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثنیۃ العلیٰ کے مقام کُدیٰ سے جو بطحاء میں ہے داخل ہوتے اور ثَنِيَّةُ السفلیٰ سے باہر نکلتے تھے،، ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا کہا جاتا ہے کہ

١٤٨٢ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا جَاءَ إِلَى مَكَّةَ دَخَلَهَا مِنْ أَعْلَاهَا وَخَرَجَ مِنْ أَسْفَلِهَا

١٤٨٣ حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ وَخَرَجَ مِنْ كُدًى مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ

مسدد اپنے نام کی مثل ہیں۔ امام بخاری نے کہا میں نے یحیٰی ابن معین کو یہ کہتے سُنا کہ میں نے یحیٰی ابن سعید کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ اگر میں مسدد کے پاس ان کے گھر جاؤں اور ان سے حدیث بیان کروں تو وہ اس کے مستحق ہیں اور مجھے یہ پرواہ نہیں کہ میری کتابیں میرے پاس ہوں یا مسدد کے پاس ہوں۔

۱۴۸۰ — ۱۴۸۱ — شرح : ثنیۃ العلیا کی طرف سے داخل ہونے اور سفلی کی طرف سے نکلنے میں حکمت یہ تھی کہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ کے اُوپر کی طرف سے حج کے لئے نداء کی تھی علو (اُوپر کی طرف) بلند مکان کے مناسب ہے جس کا قصد کیسے اور "سفلی" اس مکان کے مناسب ہے جس طرف جائے بعض علماء یہ بیان کرتے ہیں کہ جو اس طرف سے مکہ میں آئے بیت اللہ اس کے سامنے ہوتا ہے بعض یہ کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے چھپ کر نکلے تھے تو ثنیۃ العلیا سے نکلے تھے اس لئے اس طرف عزینہ داخل ہونے کا ارادہ فرمایا یہ کہنا بہت مناسب ہے کہ عید کی طرح راستہ بدلنے میں نیک فال ہے کہ انسان کا حال اس سے اعلیٰ حال کی طرف بدل جائے اور دونوں راستے اس کی گواہی دیں۔ امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت میں ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے روز کداء کی جانب سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تھے! امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث ع ۱۴۸۱ مسدد سے روایت کی ہے اور مسدد بن مُسَرْھَد کی توثیق بیان کرتے ہوئے ذکر کرتے ہیں کہ مسدد اپنے نام کی طرح مضبوط ہیں کیونکہ مسدد کا معنیٰ مُحکم ہے اور پھر اس پر ہی اکتفاء نہیں کی بلکہ یحیٰی ابن معین جو فنِ جرح و تعدیل کے امام ہیں سے نقل کرکے اس کی مزید توثیق کی، واللہ ورسولہ اعلم!

۱۴۸۲ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روائت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ میں آئے تو اس کی اعلیٰ جانب سے داخل ہوئے اور نچلی طرف سے باہر نکلے"

۱۴۸۳ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روائت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال کداء کی جانب سے داخل ہوئے اور اعلیٰ مکہ کی جانب مقام کُدی سے نکلے"

١٤٨٤ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَمْرٌو عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ مِنْ اَعْلٰى مَكَّةَ قَالَ هِشَامٌ وَكَانَ عُرْوَةُ يَدْخُلُ عَلٰى كِلْتَيْهِمَا مِنْ كَدَاءٍ وَكُدًى وَاَكْثَرُ مَا يَدْخُلُ مِنْ كُدًى وَكَانَتْ اَقْرَبَهُمَا اِلٰى مَنْزِلِهِ ١٤٨٥ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ مِنْ اَعْلٰى مَكَّةَ وَكَانَ عُرْوَةُ اَكْثَرَ مَا يَدْخُلُ مِنْ كُدًى كَانَ اَقْرَبَهُمَا اِلٰى مَنْزِلِهِ ١٤٨٦ حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ وَكَانَ عُرْوَةُ يَدْخُلُ مِنْهُمَا كِلَيْهِمَا وَكَانَ اَكْثَرُ مَا يَدْخُلُ مِنْ كُدًى اَقْرَبَهُمَا اِلٰى مَنْزِلِهِ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كَدَاءٌ وَكُدًى مَوْضِعَانِ

١٤٨٤ — ترجمہ : ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روائت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال مقام کداء سے داخل ہوئے جو اعلیٰ مکہ میں ہے ہشام نے کہا حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما دونوں جانبوں کداء اور کُداء کی طرف سے داخل ہوتے تھے اور اکثر کداء کی طرف سے داخل ہوتے تھے یہ دونوں طرفوں میں سے ان کے گھر سے قریب تھا "

١٤٨٥ — ترجمہ : حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال اعلیٰ مکہ سے مقام کداء سے داخل ہوئے عروہ اکثر کداء کی طرف سے داخل ہوتے تھے اور یہ ان کے گھر سے قریب تھا "

١٤٨٦ — ترجمہ : حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ فتح مکہ کے سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کدا کی جانب سے داخل ہوئے اور حضرت عروہ رضی اللہ عنہ ان دونوں طرفوں سے داخل ہوتے تھے اور وہ اکثر کداء کی جانب سے داخل ہوتے تھے اور وہ ان کے گھر کے قریب تھا " ابو عبداللہ (بخاری) نے کہا " کداء اور کُداء دو مقام ہیں "

١٤٨٢ — شرح : حمیدی امام بخاری کے اُستاد ہیں ان کا نام ابوبکر عبداللہ بن زبیر مکی ہے وہ اپنے دادا حُمید کی طرف منسوب ہیں اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ثنیۃ العلیا کی جانب سے داخل ہونا اور ثنیۃ السُّفلیٰ سے نکلنا مستحب ہے " اس استحباب میں حاجی، عمرہ کرنے والا اور بغیر احرام داخل ہونے والے سب برابر ہیں اور عرفہ میں ٹھہرنے یا کسی اور فعل کے لئے اسفلِ مکہ سے نکلنا مستحب ہے "

١٤٨٣ — شرح : یہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا دوسرا اسناد ہے لیکن اس میں ابو اُسامہ نے کچھ تبدیلی کردی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں "کداء کی جانب سے داخل ہوئے اور " کُداء " کی طرف سے باہر نکلے اور صحیح اس کے برعکس ہے ۔

بَابُ فَضْلِ مَكَّةَ وَ بُنْيَانِهَا

وَقَوْلُهُ تَعَالَى وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَاَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا اِلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهُ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهُ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

۱۴۸۴ — **شرح** : یہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا اور اسناد ہے۔

۱۴۸۵ — **شرح** : یہ حدیث عروہ پر موقوف ہے، ہشام بن عروہ نے اس حدیث کو مرسل اور موصول دونوں طرح ذکر کیا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے دونوں اسناد اس لئے ذکر کر دیئے ہیں کہ مرسل روایت سے موصول روایت میں کوئی نقص لازم نہیں آتا، کیونکہ موصول روایت کو سفیان بن عیینہ نے وصل کیا ہے جبکہ دو ثقہ راوی عمرو اور حاتم نے اس کی متابعت کی۔

۱۴۸۶ — **شرح** : حضرت عروہ بن زبیر سے مذکور مرسل روایات میں سے یہ اور طریق سے مروی ہے اسے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ بن اسماعیل سے انھوں نے وُھَیب سے انھوں نے ہشام سے انھوں نے اپنے باپ عروہ بن زبیر سے اس کی روایت کی ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب — مکہ مکرمہ اور اس کی عمارتوں کی فضیلت

ترجمہ : اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ جب ہم نے کعبہ کو لوگوں کے لئے لوٹ کر آنے کی جگہ اور امن کی جگہ بنایا تم مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ، اور ہم نے ابراہیم و اسماعیل (علیہما السلام) سے وعدہ لیا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع سجود کرنے والوں کے لئے پاک کرو، اور جب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ، نے کہا اے میرے پروردگار اس شہر کو امن والا کر دے اور اس کے رہنے والوں میں سے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لائیں ان کو طرح طرح کی روزی دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جس نے کفر کیا میں اس کو کچھ نفع دوں گا پھر اسے دوزخ کے عذاب کی طرف مجبور کر دوں گا اور وہ بہت بُری جگہ ہے پلٹنے کی اور جب اُٹھاتا تھا ابراہیم اس گھر کی نیویں اور اسماعیل یہ کہتے ہوئے ای رب ہمارے ہم سے قبول فرمائے بے شک

تو ہی سنتا جانتا ہے، اے رب ہمارے اور کر ہمیں تیرے حضور گردنیں رکھنے والا اور ہماری اولاد میں سے ایک امّت تیری فرمانبردار اور ہمیں ہماری عبادت کے لئے قاعدے بتا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما بے شک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے،،

شرح : باب کے عنوان میں مکہ مکرمہ کی فضیلت اور اس کی عمارات کی فضیلت کا ذکر ہے" اور اس میں مذکور احادیث میں بنیانِ کعبہ کا قطعاً ذکر نہیں تو چاہیے یوں تھا کہ عنوان صرف " فضل مکہ " ذکر کیا جاتا مگر اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ بنیانِ کعبہ اس کی عمارات کا سبب ہے اس لئے بنیانِ کعبہ پر اکتفاء کی اور اس کی عمارات کی فضیلت کو ذکر نہ کیا۔

اس مقام کی تفصیل یہ ہے کہ ان آیات میں کئی مسائل مذکور ہیں اوّلاً بناءِ کعبہ ثانیاً دعاءِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آخر میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ذکر کیا۔ مشہور یہ ہے کہ کعبہ کو سب سے پہلے فرشتوں نے بنایا پھر آدم علیہ السلام نے پھر شیث علیہ السلام نے بنایا جو بہت عرصہ قائم رہا پھر جب نوح علیہ السلام کا طوفان آیا تو اس کی دیواریں گر گئیں اور بنیادیں باقی رہیں کیونکہ کعبہ کی بنیادیں ساتویں زمین تک پہنچی ہوئی ہیں پھر سیدنا جبرائیل علیہ السلام حجرِ اسود کو لائے اور جبل ابی قبیس پر رکھ دیا جب ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنانے کا ارادہ کیا تو جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کعبہ کی حدودِ اربعہ بتائیں اور حجرِ اسود کی نشاندہی کی تو اس کے مطابق سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی اس کے بعد " قوم عمالقہ " نے بنایا پھر قبیلہ " جرہم " نے پھر " قصیّ " نے اور پھر قریش نے کعبہ کی تعمیر کی اس وقت حجرِ اسود کو اس کی جگہ میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا،، قریش کے پاس پورے کعبہ کی تعمیر کا خرچہ نہ تھا اس لئے اُنھوں نے حطیم کعبہ کو خارج کر دیا اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر تعمیر نہ کر سکے پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر کعبہ کی تعمیر کی اور اس کے مشرقی اور غربی دو دروازے بنائے اور حطیم کو کعبہ میں شامل کر دیا کیونکہ اُنھوں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح حدیث سُنی ہوئی تھی،، پھر عبدالملک کے دور میں حجازِ مقدس کا حاکم حجاج بن یوسف مقرر ہوا اور اس نے عبداللہ بن زبیر کو شہید کر کے کعبہ کو انہی بنیادوں پر تعمیر کیا جن پر قریش نے تعمیر کیا تھا اور شرقی غربی دونوں دروازے ختم کر دیئے اور اوپر دروازہ کھول دیا اب انہی بنیادوں پر کعبہ موجود ہے۔

کعبہ کی تعمیر کے وقت سیدنا ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام یہ دعاء کر رہے تھے کہ ہمارے رب ہم سے یہ عمل قبول فرما اور ہمیں مسلمان رکھ اور ہماری اولاد سے ایک جماعت مسلمان رکھ،، چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اس لئے آیت کریمہ میں اصل اسلام کی طلب مراد نہیں بلکہ اسلام پر استقامت و استدامت مراد ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد ابراہیم علیہ السلام تک تمام مسلمان تھے،، کیونکہ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا " وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ " یہاں تک اُنھوں نے اپنی اولاد سے ایک جماعت کے لئے اسلام کی دعاء کی پھر فرمایا رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ ،، کہ اس مسلمان جماعت میں رسول بھیج جو ان میں سے ہو،، اللہ تعالیٰ نے یہ دعاء قبول فرمائی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان جماعت میں سے رسول معبوث ہوئے جو ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم

دیتے تھے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ابراہیم علیہ السلام کی دُعا ہوں اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی خوشخبری ہوں،، اس تقریر سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد مسلمان جماعت ہیں لہٰذا آپ کے والدین کریمین کا اسلام متیقن ہے،، اور مسلم کی حدیث "ان ابی وابائک فی النار" میں "ابی" سے مراد آپ کا چچا ہے کیونکہ چچا پر باپ کا اطلاق ہوتا رہتا ہے چنانچہ قرآن کریم نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے "آباء" سے شمار کیا ہے حالانکہ اسماعیل علیہ السلام یعقوب کے چچا ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" ومن آبائك ابراهيم واسماعيل واسحاق،، آپ کا چچا ابوطالب آپ کی حفاظت کیا کرتا تھا اور ہر وقت آپ کی تربیت میں مصروف رہتا تھا اس لئے لوگ آپ کو محمد بن ابوطالب کہتے تھے، اور آپ کے والد ماجد سیدی عبداللہ بن عبدالمطلب ایام فترت میں آپ کی ولادت طیبہ سے قبل وفات پا گئے تھے اور کسی روایت سے ثابت نہیں کہ انھوں نے بتوں کو سجدہ کیا ہو اور نہ سیدہ آمنہ کا بتوں کو سجدہ کرنا ثابت ہے جبکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار یا چھ برس کی عمر شریف میں انتقال کر گئی تھیں لہٰذا ان کے کفر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا رہا یہ کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لئے استغفار کی اجازت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے اجازت نہ دی تو یہ شروع اسلام میں تھا جبکہ آپ کو مقروض لوگوں کی نماز جنازہ کی اجازت نہ تھی پھر اجازت دی گئی اسی طرح ممکن ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ پر قرض وغیرہ ہو اس وجہ سے استغفار سے آپ کو منع کیا گیا تھا،، اسی لئے پھر آپ کو والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت مل گئی جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے حالانکہ قرآن کریم میں ہے ولا تصل على احد منهم مات ابدا ولا تقم على قبره،، کہ آپ کافر کی قبر پر کھڑے نہ ہوں اگر آپ کی والدہ ماجدہ کافرہ ہوتیں تو ان کی قبر شریف پر کھڑے ہونے کی اجازت کیوں دی گئی؟ اور جن روایات میں ہے کہ آپ کے والدین کو زندہ کیا گیا اور وہ آپ پر ایمان لائے وہ ان کی عظمت و شرافت کے باعث احساسی ایمان پر محمول ہیں یعنی والدین کریمین جس طرح حقیقی مسلمان تھے حسی طور پر بھی وہ مسلمان تھے یہ ان کی خصوصیت ہے،، پھر اس سے اوپر آپ کے آباء و اجداد آدم علیہ السلام تک سب مسلمان تھے کیونکہ " وتقلبك فی الساجدين،، کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم موحدین سے منتقل ہوتے رہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے پاک اصلاب اور پاک رحموں سے منتقل کرتا رہا اور وہ سب اخیار تھے حالانکہ قرآن کریم میں مشرکوں کو نجس کہا گیا ہے فرمایا " انما المشرکون نجس،، اور نجس کو خیر کیسے کہہ سکتے ہیں؟ اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا والد تارخ تھا آذر آپ کا چچا تھا قرآن کی اصطلاح میں چچا پر باپ کا اطلاق ہوتا رہتا ہے اسی لئے فرمایا " اذقال ابراهيم لابيه،، ای آذر یعنی ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آذر سے کہا،، لہٰذا ابراہیم علیہ السلام کے باپ کے کفر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا" الحاصل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد حضرت آدم علیہ السلام تک مسلمان تھے فللہ الحمد مسلمانوں کو چاہیے کہ مرجوح اقوال، کمزور روایات کا سہارا لے کر والدین کریمین کے بارے میں احتیاط سے باہر نہ نکلیں مسلم شریف میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سارے دوزخیوں سے ہلکا عذاب ابوطالب کو ہوگا اور ان کو آگ کی جوتی پہنائی جائے گی جس سے ان کا دماغ کھولے گا،، اس حدیث کے مطابق اس بات کی وضاحت

ہوتی ہے کہ آپ کے والدین کریمین جنتی ہیں کیونکہ چچا کا مقام والدین کے مقام کے برابر نہیں ہوتا اگر والدین کریمین کے اسلام میں شک ہوتا تو بلکے عذاب کے وہ مستحق ہوتے (معاذ اللہ)

(۱) ابن سعد اور ابن عساکر نے محمد بن سائب بن کلبی سے روایت کی کہ سائب نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سو مائیں ضبطِ تحریر کی ہیں ان میں سے میں نے کسی میں فحش بدکاری اور جاہلیت کی باتیں نہیں پائیں"

(۲) ابونعیم نے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ مجھے اصلاب طیبہ سے ارحام طاہرہ کی طرف منتقل کرتا رہا اور جہاں بھی کوئی شاخ پیدا ہوئی مجھے بہتر شاخ میں رکھا" اس سے واضح ہوتا ہے کہ سید عالم امام الانبیاء سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد اور اُمّہات آدم و حوا تک سب مسلمان تھے اور ان میں سے کوئی بھی کافر نہ تھا، کیونکہ کافر کو مختار، کریم اور طاہر نہیں کہا جاتا بلکہ وہ حکم خداوندی کے مطابق نجس ہیں اور احادیث میں تصریح موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد اور اُمّہات سب طاہر تھے۔

اگر یہ سوال ہو کہ تم نے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین نے زندہ ہونے کے بعد اسلام قبول کیا حالانکہ موت کے بعد ایمان غیر نافع ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ موت کے بعد ایمان کا غیر نافع ہونا خصوصیت و کرامت کے محل کے بغیر ہے آپ کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما کے احساسی ایمان کی قبولیت بطور کرامت و شرافت ہے؛ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ سورج غروب ہونے کے بعد لوٹ آیا حتیٰ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عصر کے وقت میں نماز ادا کی جس طرح سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت و عظمت کے باعث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عصر کی نماز سورج کی واپسی کے بعد صحیح تھی اسی طرح امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا زندہ ہونے کے بعد احساسی ایمان صحیح ہے فللّٰہِ الحمد۔

حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد چالیس افراد تھے جو جوڑے جوڑے پیدا ہوئے اور سیدنا شیث علیہ السلام جو آدم علیہ السلام کے وصی تھے وہ تنہا پیدا ہوئے تھے کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نسل سے پیدا ہوئے تھے وہ فوت ہوئے تو اپنے بیٹے کو اپنے باپ آدم علیہ السلام کی وصیت کی کہ اس نور کو وہ ضائع نہ کرے جو آدم علیہ السلام کی پیشانی میں درخشاں تھا اور وہ ان کی طرف منتقل ہو چکا ہے چنانچہ حضرت شیث علیہ السلام کی اولاد میں یہ وصیت ہر دور میں معمول بہ رہی حتیٰ کہ یہ نور حضرت عبدالمطلب کی پیشانی میں پہنچا پھر ان کے صاحبزادے سیدی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی میں پہنچا اور اللہ تعالیٰ نے اس نسب شریف کو امورِ جاہلیت سے پاک و صاف رکھا،، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسلم کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ عرب کے لوگ جو فترت کے زمانہ میں فوت ہو گئے وہ دوزخی ہیں کیونکہ ان کو ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوتِ اسلام پہنچی تھی،، لہٰذا وہ اس آیتِ کریمہ" وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ،، میں داخل ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام نووی کا یہ کہنا بعید نہ ہے کیونکہ ساری اُمت کا اتفاق ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بعد دیگر انبیاء کرام علیہم السلام عرب کے لئے مبعوث نہیں تھے عرب کے لئے صرف سیدنا اسماعیل علیہ السلام مبعوث تھے اور ان کی وفات کے ساتھ ہی ان کی رسالت کے احکام ختم ہو گئے تھے کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی نبی کی موت کے بعد اس کی رسالت باقی نہیں رہی۔

عمومِ رسالت میں صرف سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ قیامت تک ساری دُنیا کے لئے آپ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا
أَبُو عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا بُنِيَتِ
الْكَعْبَةُ ذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبَّاسٌ يَنْقُلَانِ الْحِجَارَةَ فَقَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بدستور نبی و رسول ہیں،، لہٰذا امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ کلام کہ عرب کے اہل فترت دوزخی ہیں اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو بتوں کی پرستش کرتے تھے اور کسی صحیح روائت سے ثابت نہیں کہ آپ کے آباؤ اجداد نے بُت پرستی کی ہو بلکہ وہ سب موحّد تھے،، علاوہ ازیں امام نووی رحمہ اللہ کا کلام تضاد سے خالی نہیں کیونکہ عربوں کو اہل فترت سے شمار کرنا اور یہ کہنا کہ ان کو ابراہیم علیہ السلام کی دعوتِ اسلام پہنچی تھی متضاد کلام ہے کیونکہ عربوں کو اگر ابراہیم علیہ السلام علیہ السلام کی دعوت اسلام پہنچی تھی تو وہ اہلِ فترت سے کیسے ہوئے کیونکہ فترت کا معنیٰ یہ ہے کہ پہلے نبی کی دعوت منقطع ہوجائے اور دُوسرا نبی نہ آیا ہو،، اور اکثر اہلسنت وجماعت اس طرف گئے ہیں کہ رسُولوں کی بعثت ورسالت کے بعد ہی توحید واجب ہے جیسا کہ امام ابن حجر ہیثمی نے امام بوصیری کے قصیدہ ہمزیہ کی شرح میں تصریح کی ہے" اور ابوحیان کا یہ کہنا کہ" تقلبك في الساجدين ،، سے رافضی استدلال کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد مومن تھے ہمیں مضر نہیں کیونکہ ابوحیان نحو کا امام ہے اصولی مسائل میں ان کا کلام معتبر نہیں ہے علاوہ ازیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ساجد سے ساجد کی طرف نقل ہوتا رہا اس میں واضح صراحت ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد حضرت آدم علیہ السلام تک سب مومن تھے۔ هٰذا هو الحق ۔ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ" اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ الخ" کے تحت تفسیر کبیر جلد اوّل صـ ۴۸۱ مصری کے تحت لکھتے ہیں" قفال نے کہا حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی اولاد میں سے لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے اور اس کا کسی کو شریک نہیں سمجھتے تھے اور تمام رسُول سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے آتے رہے۔ جاہلیّت کے زمانہ میں زید بن عمرو بن نفیل وقسّی بن ساعدہ، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے جدِّ امجد حضرت عبدالمطلب بن ہاشم اور عامر بن ظرب دینِ اسلام پہ تھے وہ ابداء واعادہ اور ثواب و عقاب کے معترف تھے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کے قائل تھے وہ نہ تو مردار کھاتے تھے اور نہ ہی بتوں کی پُوجا کرتے تھے نیز امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر کبیر صـ ۲۲۰ جلد ۱ میں ذکر کیا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کے جدِ امجد قصیّ لوگوں کو بتوں کی پُوجا سے روکتے تھے چنانچہ زید بن عمرو بن نفیل یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

اَرَبًّا وَاحِدًا اَمْ اَلْفَ رَبٍّ — اَدِيْنُ اِذَا تَقَسَّمَتِ الْاُمُوْرُ
تَرَكْتُ اللَّاتَ وَالْعُزّٰى — كَذٰلِكَ يَفْعَلُ الرَّجُلُ الْبَصِيْرُ

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى نَبِيِّهِ الْكَرِيْمِ وَاٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ !

ترجمہ : حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب کعبہ مکرمہ بنایا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور عباس

۱۴۸۷

اِجْعَلْ اِزَارَكَ عَلٰى رَقَبَتِكَ فَخَرَّ اِلَى الْاَرْضِ فَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ اِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ اَرِنِيْ اِزَارِيْ فَشَدَّهُ عَلَيْهِ

۱۴۸۸ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُحَمَّدِ ابْنِ اَبِيْ بَكْرٍ اَخْبَرَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا اَلَمْ تَرَیْ اَنَّ قَوْمَكِ حِيْنَ بَنَوُا الْكَعْبَةَ اقْتَصَرُوْا عَنْ قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا تَرُدُّهَا عَلٰى قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَفَعَلْتُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ سَمِعَتْ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اُرٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ الَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ اِلَّا اَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلٰى قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ "عَلَيْهِ السَّلَامُ"۔

رضی اللہ عنہ پتھر اُٹھا کر لا رہے تھے، ،حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ تہبند اُتار کر کندھے پر رکھ لیں (تو جب آپ کی شرمگاہ برہنہ ہوگئی) تو آپ زمین پر گر گئے اور آپ کی نگاہیں آسمان کی طرف اُٹھ گئیں،، اور آپ نے فرمایا،، میرا تہبند مجھے دو،، پس عباس نے آپ کا تہبند باندھ دیا۔

۱۴۸۷ — شرح : تعمیر کعبہ کے وقت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پینتیس (۳۵) برس تھی بعض روایات کے مطابق پچیس (۲۵) برس تھی اس کی کچھ تفصیل حصہ اول میں حدیث ع۱۲۶ کی تفہیم میں گزر چکی ہے،،

۱۴۸۸ — ترجمہ : نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا،، اے عائشہ کیا تو نے خیال نہیں کیا کہ تیری قوم نے جب کعبہ کی تعمیر کی تو ابراہیم علیہ السلام کی نیوؤں پر تعمیر کرنے سے وہ قاصر ہو گئے،، (خرچہ ختم ہو گیا) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ " صلی اللہ علیہ وسلم " کیا آپ کعبہ کو ابراہیم کی نیوؤں پر اسے واپس نہیں کرتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تیری قوم کے کفر کا زمانہ قریب نہ ہوتا تو میں کر دیتا، عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپ نے دونوں رکنوں کا جو حطیم کے قریب ہیں استلام ترک کیا ہو مگر بیت اللہ ابراہیم علیہ السلام کی نیوؤں پر پورا تعمیر نہیں ہوا،،

۱۴۸۸ — شرح : قولہٗ لئن کانت آلٰہ ان الفاظ سے ام المومنین کی روائت میں ضعف نہیں آتا اور نہ ہی ان کی صداقت پر شبہ گزرتا ہے کیونکہ ام المومنین رضی اللہ عنہا صدیقہ حافظہ اور اس قدر ضبطِ حدیث رکھتی تھیں کہ ان کی حدیث میں شک و شبہ کا احتمال نہیں رہتا مگر اکثر عربوں کے کلام میں تشکیک کی صورت واقع ہوتی رہتی ہے لیکن اس سے تقریر و یقین ہی مراد ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں ہے،، اِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ،، اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَا

۱۴۸۹ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ حَدَّثَنَا الْأَشْعَثُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَدْرِ أَمِنَ الْبَيْتِ هُوَ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَمَا لَهُمْ لَمْ يُدْخِلُوهُ فِي الْبَيْتِ قَالَ إِنَّ قَوْمَكِ قَصُرَتْ بِهِمُ النَّفَقَةُ قُلْتُ فَمَا شَأْنُ بَابِهِ مُرْتَفِعًا قَالَ فَعَلَ ذَلِكِ قَوْمُكِ لِيُدْخِلُوا مَنْ شَاءُوا وَيَمْنَعُوا مَنْ شَاءُوا وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِالْجَاهِلِيَّةِ فَأَخَافُ أَنْ تُنْكِرَ قُلُوبُهُمْ أَنْ أُدْخِلَ الْجَدْرَ فِي الْبَيْتِ وَأَنْ أُلْصِقَ بَابَهُ بِالْأَرْضِ ۱۴۹۰ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا حَدَاثَةُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَنَقَضْتُ الْبَيْتَ ثُمَّ لَبَنَيْتُهُ عَلَى أَسَاسِ إِبْرَاهِيمَ فَإِنَّ قُرَيْشًا اسْتَقْصَرَتْ بِنَاءَهُ وَجَعَلْتُ لَهُ خَلْفًا وَقَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ خَلْفًا يَعْنِي بَابًا

اَضِلَّ عَلٰی نَفْسِی"۔ قولہٗ حجر" یہ میزاب کے تحت نصف دائرہ کی صورت میں ہے اس کی تدویر تیس گز ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۱۴۸۹ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا دیوار بیت اللہ کا حصہ ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں،، میں نے عرض کیا قریش نے اس کو بیت اللہ میں داخل کیوں نہیں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری قوم کے پاس خرچ کم ہو گیا تھا،، میں نے کہا اس کا دروازہ کیوں بلند رکھا گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری قوم نے یہ اس لئے کیا تھا کہ جس کو وہ چاہیں (بیت اللہ میں) داخل ہونے دیں اور جسے چاہیں منع کر دیں اگر تمہاری قوم سے کفر کا زمانہ قریب نہ ہوتا (تو ہم اس کو اصل نیووں پر تعمیر کرتے) دیوار کو بیت اللہ میں داخل کرنے اور اس کے دروازے کو زمین سے ملا دینے سے مجھے ڈر لگتا ہے کہ ان کے دل انکار کریں گے،،

۱۴۹۰ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہاری قوم سے کفر کا زمانہ قریب نہ ہوتا تو میں بیت اللہ کو توڑ ڈالتا پھر اسے ابراہیمی نیووں پر بناتا،، کیونکہ قریش نے اس کی عمارت چھوٹی کر دی ہے اور میں اس کے لئے خلف بناتا ابو معاویہ نے کہا ہم کو ہشام نے خبر دی کہ خلف سے مراد دروازہ ہے،،

۱۴۸۹، ۱۴۹۰ — شرح : ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حطیم سارا کا سارا بیت اللہ کا حصہ ہے،، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ یہی فتویٰ دیا کرتے تھے،، عبدالرزاق نے ابن عباس سے روایت ذکر کی ہے کہ انھوں نے کہا اگر میں بیت اللہ کا ولی بنتا جیسے عبداللہ بن زبیر بنے تھے تو میں سارا حطیم بیت اللہ میں داخل کر دیتا،، اگر یہ بیت اللہ

حدثنا

بَیَانُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِیْرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ رُوْمَانَ عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَھَا یَا عَائِشَۃُ لَوْلَا اَنَّ قَوْمَکِ حَدِیْثُ عَھْدٍ بِجَاھِلِیَّۃٍ لَاَمَرْتُ بِالْبَیْتِ فَھُدِمَ فَاَدْخَلْتُ فِیْہِ مَا اُخْرِجَ مِنْہُ وَاَلْزَقْتُہٗ بِالْاَرْضِ وَجَعَلْتُ لَہٗ بَابَیْنِ بَابًا شَرْقِیًّا وَّبَابًا غَرْبِیًّا فَبَلَغْتُ بِہٖ اَسَاسَ اِبْرَاھِیْمَ فَذٰلِکَ الَّذِیْ حَمَلَ ابْنَ الزُّبَیْرِ عَلٰی ھَدْمِہٖ قَالَ یَزِیْدُ شَھِدْتُّ ابْنَ الزُّبَیْرِ حِیْنَ ھَدَمَہٗ وَبَنَاہُ وَاَدْخَلَ فِیْہِ مِنَ الْحِجْرِ وَقَدْ رَاَیْتُ اَسَاسَ اِبْرَاھِیْمَ حِجَارَۃً کَاَسْنِمَۃِ الْاِبِلِ قَالَ جَرِیْرٌ فَقُلْتُ لَہٗ اَیْنَ مَوْضِعُہٗ قَالَ اُرِیْکَہُ الْاٰنَ فَدَخَلْتُ مَعَہُ الْحِجْرَ فَاَشَارَ اِلٰی مَکَانٍ فَقَالَ ھٰھُنَا قَالَ جَرِیْرٌ فَحَزَرْتُ مِنَ الْحِجْرِ سِتَّۃَ اَذْرُعٍ اَوْ نَحْوَھَا

میں داخل نہیں ہے تو اس کا طواف کیوں کیا جاتا ہے ،، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حطیم کو بیت اللہ میں داخل کرنے اور دروازہ کو زمین سے ملا دینے میں اس لئے توقف کیا تھا کہ لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور ان کے دلوں میں کعبہ کی تعمیر کا فخر تھا اگر نئی تعمیر کرتے تو ممکن تھا کہ اسے ان کے دل اچھا نہ سمجھیں گے اور آپ کو اس فخر میں منفرد سمجھنے لگیں گے ،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی اچھا کام کرنے میں لوگوں میں بدظنی پیدا ہونے کا احتمال ہو تو اسے چھوڑ دینا چاہیئے اور کسی دوسرے زمانہ یا وقت پر اسے ملتوی کر دینا چاہیئے ،، واللہ ورسولہ اعلم!

۱۴۹۱ —— ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روائت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا اے عائشہ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ تمہاری قوم جاہلیت کے زمانہ سے قریب ہے تو میں بیت اللہ کے متعلق حکم دیتا اور وہ گرا دیا جاتا اور میں اس میں وہ جگہ داخل کر دیتا جس کو اس سے نکالا گیا ہے اور میں اس کو زمین سے ملا دیتا اور اس کے دو دروازے کرتا۔ ایک شرقی دروازہ اور دوسرا غربی بناتا اور اسے ابراہیمی نیوویں کے مطابق بناتا ،، پس یہ وہ حدیث ہے جس نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو اس کے گرانے پر آمادہ کیا تھا ،، یزید نے کہا میں ابن زبیر کے پاس موجود تھا جبکہ اس نے اس کو گرایا اور بنایا تھا اور اس میں حطیم کو داخل کیا تھا میں نے ابراہیمی بنیادوں کے پتھر دیکھے ہیں جو اونٹوں کی کوہان جیسے تھے ،، جریر نے کہا میں نے یزید سے کہا اس کی جگہ کہاں ہے ؟ اُس نے کہا میں ابھی تجھے دکھاتا ہوں اور میں اس کے ہمراہ حطیم میں داخل ہوا تو اس نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا وہ جگہ یہ ہے۔ جریر نے کہا میں نے دیوار سے چھ گز یا اس کے قریب قریب اندازہ کیا ہے ،،

۱۴۹۱ —— شرح : بیت اللہ شریف میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کے خلاف تین تصرف کئے گئے ہیں ایک یہ کہ اس کا کچھ حصہ بیت اللہ سے خارج کر دیا گیا۔ دوسرا یہ کہ اس کے دونوں دروازے بند کر کے بلندی پر ایک دروازہ بنا دیا گیا۔ تیسرا یہ اس کی بنیادوں

بَابُ فَضْلِ الْحَرَمِ وَقَوْلِهِ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَقَوْلِهِ أَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَى إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِزْقًا مِنْ لَدُنَّا وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ إِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا بَابُ تَوْرِيثِ دُورِ مَكَّةَ وَبَيْعِهَا وَشِرَائِهَا وَأَنَّ النَّاسَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سَوَاءٌ خَاصَّةً لِقَوْلِهِ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْبَادِي الطَّارِي مَعْكُوفًا مَحْبُوسًا

پر اس کی تعمیر نہیں کی گئی اسی لئے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ کو گرا کر اصلی بنیادوں پر اس کی تعمیر کی اس کے شرقی اور غربی دروازے کھول دیئے اور جو حصہ بیت اللہ سے خارج کر دیا گیا تھا اس کو بیت اللہ میں داخل کر دیا،، جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو حجاج بن یوسف نے قریش کی بنیادوں پر کعبہ کی تعمیر کی اب ان ہی بنیادوں پر کعبہ موجود ہے۔" واللہ ورسولہ اعلم!

باب — حرم کی فضیلت

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ،، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اس کو حرام کیا ہے اور اسی کے لئے ہر شئے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمان رہوں ،، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ،، کیا ہم نے اُن کو حرم میں متمکن نہیں کیا جو امن والی جگہ ہے،، اور اس کی طرف ہر طرح کے میوے کھنچ کر آتے ہیں یہ رزق ہماری طرف سے ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ،،

۱۴۹۲ — ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا اس شہر کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کے کانٹے نہ کاٹے جائیں گے اس کے شکار نہ بھگائے جائیں گے اور اس میں گری ہوئی شئ نہ اُٹھائی جائے گی مگر وہ شخص اُٹھائے جو اس کی تعریف وتشہیر کرے،،

۱۴۹۲ — شرح: اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کی تشریف وتفضیل کے لئے اس کو حرم بنایا اور اس کے حرم کی حد مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف تین میل، یمن وعراق کی طرف سات میل اور جدہ کی طرف دس میل ہے،، سب سے پہلے یہ حد سیدنا ابراھیم

علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام کے دکھانے پر مقرر کی تھی، مکہ مکرمہ اور حرم مکہ کا دونوں کا حکم واحد ہے،، چونکہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان شریف پر اس کو حرم بنایا ہے اس لئے ان کی طرف اس کی نسبت کی گئی ہے حالانکہ دراصل حرم بنانے والا اللہ تعالیٰ ہے،، جیسے روح قبض کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے قرآن کریم میں ہے ''اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا،، اور دوسری آیت میں ہے '' قُلْ يَتَوَفَّاكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ،، ایک اور آیت میں ہے '' الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ،، دراصل فوت کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور فرشتوں کی طرف ''تَوَفِّی،، کی نسبت کی گئی ہے کیونکہ اس کا ظہور ان کے ہاتھوں ہوتا ہے،،

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ حرم ہے کوئی شخص بدون احرام اس میں داخل نہیں ہوسکتا،، امام ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ ایک روائت کے مطابق امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے اور یہی صحیح ہے۔ امام احمد رضی اللہ عنہ کا مذہب بھی یہی ہے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ اور ایک دوسری روائت کے مطابق امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ بدونِ احرام حرمِ مکہ میں داخل ہونا ممنوع نہیں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مذہب بھی یہی ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ مسلم نے جابر سے روائت کی ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ میں داخل ہوئے حالانکہ آپ کے سر مبارک پر عمامہ تھا۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے جبکہ آپ کے سر مبارک پر ''خود،، تھا ان روایات کا جواب یہ ہے۔ کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تھے تو اس وقت آپ محرم نہ تھے اور احرام کے بغیر مکہ مکرمہ میں داخل ہونا آپ کی خصوصیت ہے اس کے بعد اس کی حرمت لوٹ آئی اور کسی کے لئے قیامت تک مکہ میں احرام کے بغیر داخل ہونا جائز نہیں،، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حرم کے درخت اور کانٹے کاٹنا جائز نہیں،، ابن حزم نے اس پر اجماع ذکر کیا ہے،، حرم کے درخت کاٹنے کی جزاء میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس میں کوئی جزاء نہیں۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس میں جزاء ہے۔ امام شافعی کے نزدیک حرم کا بڑا درخت کاٹنے کی جزا گائے ہے اور اس سے کم میں بکری ہے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس سے درخت کی قیمت لی جائے گی اور اس سے ہدی (قربانی کا جانور) خرید کرکے حرم بھیجا جائے گا،، اور اگر اس کی قیمت ہدی کی قیمت تک نہ پہنچتی ہو تو اس سے غلہ خرید کرکے ہر مسکین کو نصف صاع دیا جائے گا۔ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ جو سبزیاں اور کھیتی باڑی لوگ اگاتے ہیں اس کے کاٹنے میں کوئی جزاء نہیں ہے،، اور حرم کے لقطہ کا حکم عام لقطہ کا حکم ہے کہ اس کی ایک سال تعریف کرنے کے بعد اگر مالک نہ ملے تو اس کا صدقہ کرنا واجب ہے اور وہ غریب ہو تو خود استعمال کرسکتا ہے۔

امام مالک اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما کا یہی مذہب ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب —— مکہ کے مکانات میں وراثت جاری ہونا اور ان کی خرید وفروخت کرنا،،

۱۴۹۴ حدثنا اصبغ قال اخبرنی ابن وھب عن یونس عن ابن شھاب عن علی بن حسین عن عمرو بن عثمان عن اسامۃ بن زید انہ قال یارسول اللہ این تنزل فی دارک بمکۃ فقال وھل ترک عقیل من رباع او دور وکان عقیل ورث اباطالب ھو وطالب ولم یرثہ جعفر ولا علی شیئا لانھما کانا مسلمین وکان عقیل وطالب کافرین فکان عمر بن الخطاب یقول لا یرث المؤمن الکافر قال ابن شھاب وکانوا یتاولون قول اللہ عزوجل ان الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ والذین اووا ونصروا اولئک بعضھم اولیاء بعض الایۃ

ترجمہ : لوگ خصوصاً مسجدِ حرام میں برابر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ اللہ کی راہ اور مسجدِ حرام سے روکتے ہیں جس کو ہم نے لوگوں کے لئے بنایا ہے اس میں رہنے والے اور باہر سے آنے والے سب مساوی ہیں جو کوئی اس میں الحاد کے ساتھ ظلم کا ارادہ کرے ہم اس کو عذاب الیم چکھائیں گے۔ ابو عبداللہ (بخاری) نے کہا کہ بادی سے مراد باہر سے آنے والا اور معکوف کا معنیٰ محبوس ہے"

۱۴۹۳ — ترجمہ : حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روائت ہے اُنھوں نے کہا یارسول اللہ! آپ مکہ کے کس مکان میں تشریف فرما ہوں گے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا عقیل نے کوئی مکان چھوڑا بھی ہے، عقیل اور طالب دونوں ابوطالب کے وارث تھے اور جعفر اور علی رضی اللہ عنہما کسی شئے کے وارث نہ بنے تھے کیونکہ وہ دونوں مسلمان تھے اور عقیل اور طالب دونوں کافر تھے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ مومن کافر کا وارث نہیں بنتا۔ ابن شہاب نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "بے شک جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال وجان کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے (مہاجرین کو) جگہ دی اور مدد کی یہ لوگ ایک دوسرے کے ولی ہیں کی تاویل کرتے ہیں"

۱۴۹۳ — شرح : مکہ مکرمہ کے مکانات کی خرید و فروخت میں اختلاف ہے اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے جواز یا عدم جواز کا حکم ذکر نہیں کیا جیسا کہ بخاری کی عادت ہے کہ وہ مختلف فیہ مسئلہ کا حتمی حکم ذکر نہیں کرتے ہیں،، مسجدِ حرام سے مراد سارا حرم ہے" حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روائت ہے کہ حرم سارا مسجد ہے،، اِلحاد،، کا معنی میانہ روی سے عدول کرنا ہے اور حرم میں اِلحاد کا معنی لوگوں کو اس میں آباد کرنے سے روکنا ہے،، مقاتل رضی اللہ عنہ نے کہا یہ آئت کریمہ عبداللہ بن اُنیس بن خطل قریشی کے حق میں نازل ہوئی جبکہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کو بھیجا ان میں سے ایک مہاجر اور دوسرا انصاری تھا وہ اپنی نسبوں میں فخر کرنے لگے تو عبداللہ بن انیس غصہ سے بھر گیا اور انصاری کو قتل کر دیا پھر مرتد ہو کر مکہ چلا گیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ میں اس کو قتل کر دینے کا حکم دیا۔ وہ بیت اللہ کے پردوں میں چھپا ہوا تھا اسے وہیں قتل کر دیا گیا،،

جب ابوطالب فوت ہوئے تھے اس وقت ان کے چار بیٹوں میں سے دو بیٹے طالب اور عقیل کافر تھے اور جعفر طیار اور علی المرتضیٰ دونوں مسلمان تھے چونکہ کافر کا وارث کافر ہی ہوتا ہے مسلمان کافر کا وارث نہیں بنتا اس لئے

بَابُ نُزُولِ النَّبِیِّ
صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَکَّۃَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللہِ نُسِبَتِ الدُّوْرُ اِلٰی عَقِیْلٍ وَتُوْرَثُ الدُّوْرُ وَتُبَاعُ وَتُشْتَرٰی

جعفر طیار اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما اپنے باپ ابو طالب کے وارث نہ بنے تھے اور ابو طالب کی وفات کے بعد طالب نے سارے مال پر قبضہ کر لیا تھا۔ کیونکہ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ میت کا بڑا لڑکا اس کے مال کا مالک ہوتا تھا اور جناب امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ سے ہجرت کر جانے کے بعد عقیل مالک ہو گیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکان اور بنی عبد المطلب سے جو لوگ ہجرت کر گئے تھے ان کے مکان فروخت کر دیئے۔ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیل کے تصرفات کو کرم وجود کی بنیاد پر بحال رہنے دیا، اسی لئے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا عقیل نے کوئی مکان چھوڑا بھی ہے؟"۔

اس حدیث سے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے مکہ کے مکانات کی بیع کے جواز پر استدلال کیا جبکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیل کے فروخت کردہ مکانات جن کے وہ اپنے باپ کے مرنے کے بعد وارث ہوئے تھے کی بیع کو جائز رکھا"، علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ مکانات اگرچہ عقیل کی ملک میں باقی تھے مگر ان میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے تشریف فرما نہ ہوئے کہ ان مکانات سے آپ نے ہجرت فرمائی تھی علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے کہا حدیث کے الفاظ سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ مکانات عقیل کی ملک تھے اور عقیل ان کو اپنے قبضہ میں ان کے مالک بن گئے تھے جیسے ابو سفیان نے مہاجرین کے مکانات اپنے قبضہ کر لئے تھے"۔

اگر یہ سوال ہو کہ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے روائت ذکر کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مکہ کے مکانات کا فروخت کرنا اور ان کو کرایہ کے لئے دینا جائز نہیں اس قسم کی روائت امام بیہقی نے بھی ذکر کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں" مَکَّۃُ مُنَاخٌ لَا تُبَاعُ رِبَاعُھَا وَلَا یُؤَاجَرُ بُیُوْتُھَا" یعنی مکہ مکرمہ ہر ایک کے رہنے کی جگہ ہے اس کی زمین اور مکانات کو فروخت نہ کیا جائے اور نہ ہی کرایہ پر دیئے جائیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث بخاری کی حدیث کے معارض نہیں کیونکہ معارضہ میں دونوں حدیثوں کا قوت میں مساوی ہونا شرط ہے! اور حضرت عبد اللہ بن عمرو کی حدیث اسامہ کی حدیث کا مقابلہ نہیں کر سکتی کیونکہ عبد اللہ بن عمرو کی حدیث کی سند میں اسماعیل بن ابراہیم بن مہاجر ہے اور یحییٰ بن سعید اور نسائی نے اس کو ضعیف کہا ہے لہذا عبد اللہ بن عمرو کی حدیث ساقط ہے"، اور قابل عمل نہیں اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا۔

اگر یہ کہا جائے کہ" سَوَآءَنِ الْعَاکِفُ فِیْہِ وَالْبَادُ"، سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ کی زمین سب کے لئے ہے لہذا اسے فروخت کرنا جائز نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد بیت اللہ یا مسجد حرام ہے مکہ کی ساری زمین مراد نہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مکہ مکرمہ میں مکانات تھے اور وہ ایک دوسرے سے مکانوں کی خرید و فروخت کرتے تھے اور ان کی خرید و فروخت کے واقعات معروف ہیں۔ واللہ و رسولہ اعلم!

باب ــــ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا

۱۴۹۴ حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ

قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ سَلَمَۃَ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ اَرَادَ قُدُوْمَ

۱۴۹۵ مَکَّۃَ مَنْزِلُنَا غَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِخَیْفِ بَنِیْ کِنَانَۃَ حَیْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَی الْکُفْرِ حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِیْدُ قَالَ

مکہ تشریف لے جانا"

۱۴۹۴ — ترجمہ : ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ آپ نے مکہ تشریف لانے کا ارادہ کیا کہ کل ہمارا قیام ان شاء اللہ بنی کنانہ میں ہوگا جہاں کفارِ قریش نے کفر پر جمے رہنے کی قسم کھائی تھی!

۱۴۹۵ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نحر کے اگلے روز فرمایا جبکہ آپ منیٰ میں تشریف فرما تھے کہ ہم کل خیف بنی کنانہ میں اُتریں گے جہاں کفار قریش نے کفر پر جمے رہنے کی قسم کھائی تھی خیفِ بنی کنانہ سے مراد "محصّب" ہے" واقعہ یہ ہے کہ قریش اور بنی کنانہ نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب یا بنی مطلب کے بارے میں قسم کھائی تھی کہ وہ ان سے بیاہ شادی اور خرید و فروخت نہ کریں گے (ان سے بائیکاٹ کیا) حتیٰ کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار قریش کے حوالے کر دیں۔ سلامہ نے عُقیل سے اور یحیٰ بن ضحاک نے اوزاعی سے روائت کی کہ مجھے ابن شہاب نے خبر دی اور دونوں نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کا لفظ ذکر کیا۔ ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا بنی مطلب حقیقت کے زیادہ قریب ہے"۔

۱۴۹۴، ۱۴۹۵ — شرح : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ"،

اس پر عمل کرتے ہوئے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تبرک" انشاء اللہ" فرمایا تھا" امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ کفار قریش کفر پر جمے رہنے پر قسم کھانے کا معنی یہ ہے کہ وہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم، بنی ہاشم اور بنی مطلب کو مکہ سے اس وادی خیف بنی کنانہ کی طرف نکال دیں گے اور اُنھوں نے آپس میں بیٹھ کر صحیفہ لکھا جس میں بُری باتیں لکھی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کا کیڑا بھیج دیا جو اس صحیفہ میں کفر کی لکھی ہوئی سب باتیں کھا گیا اور جہاں جہاں اللہ کا ذکر تھا اسے چھوڑ دیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ ذکر کیا تو امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب سے یہ واقعہ بیان کیا اور ابوطالب نے کفار قریش سے بیان کیا تو اُنھوں نے جب صحیفہ کھولا تو اُس کو اس حال میں دیکھا جس کی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ قریش کو جب یہ خبر پہنچی کہ حبشہ کے نجاشی نے مکہ سے حبشہ کو ہجرت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بڑا اعزاز و اکرام کیا ہے"، تو ان کو سخت تکلیف ہوئی اور وہ غصہ سے بھر گئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنایا اور بنی ہاشم

حدثنا الاوزاعی قال حدثنی الزہری عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الغد یوم النحر وھو بمنی نحن نازلون غدًا بخیف بنی کنانۃ حیث تقاسموا علی الکفر یعنی بذلک المحصب وذلک ان قریشا وکنانۃ تحالفت علی بنی ہاشم وبنی عبدالمطلب او بنی المطلب ان لا ینا کحوھم ولا یبایعوھم حتی یسلموا الیھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال سلامۃ عن عقیل ویحیی بن الضحاک عن الاوزاعی اخبرنی ابن شہاب وقالا بنی ہاشم وبنی المطلب قال ابوعبداللہ بنی المطلب اشبہ

سے بائیکاٹ کے لئے ایک اشٹام پر لکھا کہ وہ ان سے میل جول، خرید و فروخت اور بیاہ شادی نہ کریں گے حتیٰ کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حوالہ کر دیں، صحیفہ لکھنے والا شخص "منصور بن عکرمہ عبدری" تھا بعد میں اس کا ہاتھ شل ہو گیا تھا پھر اُنھوں نے صحیفہ کو کعبہ کے اندر لٹکا دیا،، اور نبوّت کے اعلان کے ساتویں سال یکم محرم کو اُنھوں نے بنو ہاشم کا "شعب ابی طالب،، میں محاصرہ کر لیا اور بنو مطلب بن عبد مناف بھی ابوطالب کے پاس اس وادی میں چلے گئے،، ابولہب قریش کے پاس گیا اور ان کو بنی ہاشم اور بنی مطلب کے خلاف اُبھارا،، اور ان کے پاس تاجروں کا آنا جانا بند کر دیا حتیٰ کہ وہ سخت مشقت میں پڑ گئے اور تین برس یہی حال رہا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے صحیفہ کا حال بتایا کہ اس میں کفارِ قریش نے جو ظلم و ستم کی باتیں لکھی تھیں ان کو کیڑا کھا گیا ہے اور جہاں جہاں اللہ کا ذکر تھا وہ جگہ محفوظ رہی ہے حالانکہ اُنھوں نے صحیفہ بند کر کے اس پر تین مہریں لگائی تھیں،، امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب سے یہ ذکر کیا تو اُنھوں نے کفارِ قریش سے ذکر کیا کہ میرے بھتیجے نے مجھے بتایا ہے حالانکہ وہ کبھی جھوٹی بات نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے صحیفہ پہ ایک کیڑا مسلط کیا ہے اور وہ تمہارے ظلم و ستم کی باتیں جہاں لکھی تھیں ان کو کھا گیا ہے اور جہاں اللہ کا ذکر تھا وہ جگہ باقی رہ گئی ہے اور محفوظ ہے،، اب دیکھ لو،، اگر اگر میرے بھتیجے نے سچ کہا ہے تو اپنے بُرے فعل سے باز آجاؤ اور اگر اُنھوں نے جھوٹ کہا ہے تو میں انھیں تمہارے حوالہ کر دیتا ہوں تم انھیں قتل کرو یا نہ کرو یہ تمہاری مرضی ہے ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا،، کفار قریش نے کہا تم نے انصاف کی بات کہی ہے اس کے بعد اُنھوں نے صحیفہ کھولا تو اس کا وہی حال تھا جو جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا،، قریش ندامت سے جھک گئے۔ ابوطالب نے کہا اب بتاؤ تم نے ہمیں کس لئے اس وادی میں محبوس کر رکھا ہے،، حالانکہ حقیقتِ حال واضح ہو چکی ہے اس پر وہ لوگ اپنے کئے پہ نادم ہوئے اور کفارِ قریش میں سے مطعم بن عدی، عدی بن قیس، زمعہ بن اسود، ابو بختری بن ہاشم اور زہیر بن ابی امیہ ہتھیار پہن کر بنو ہاشم اور بنو مطلب کے پاس جا کر کہنے لگے کہ تم اپنے گھروں میں واپس آجاؤ اب تمہارا محاصرہ کوئی نہیں کرے گا چنانچہ وہ اپنے گھروں میں واپس آگئے،، نبوّت کے دسویں سال وہ شعب،، سے باہر آئے تھے،، سلمہ اور یحییٰ نے بیان کیا اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حقیقت کے زیادہ قریب کہا کہ بنی عبدالمطلب سے بنی المطلب اشبہ بالحق ہے کیونکہ عبدالمطلب ہاشم کے بیٹے ہیں اور مطلب ہاشم کے بھائی ہیں اور وہ دونوں عبد مناف کے بیٹے ہیں۔ الحاصل کفار قریش نے بنی عبد مناف کے خلاف قسم کھائی تھی کہ وہ ان سے مکمل بائیکاٹ کرتے ہیں اور ان سے لین دین شادی بیاہ سب ختم کرتے ہیں۔ اور بنی کنانہ میں

باب قولِ اللہ تعالیٰ واذ قال ابراھیم

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ اِلٰی قولِہٖ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ باب قولِ اللہ تعالیٰ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ الٰی قولہ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ قَالَ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُوالسُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ ۱۴۹۶

بیٹھ کر انھوں نے حلف نامہ لکھا تھا اس لئے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں کفار قریش نے بیٹھ کر ہم سے بائیکاٹ کا منصوبہ بنایا تھا ۔ کل ان شاء اللہ ہم وہاں اُتریں گے ۔" تلك الایام نداولها بین الناس واللہ الهادی "

باب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ! اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی اے میرے رب اس شہر کو امن والا کر دے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا ، اے میرے رب بے شک بتوں نے بہت لوگ بہکا دیئے تو جس نے میرا ساتھ دیا وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہا نہ مانا تو بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے "۔ اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے حرمت والے گھر کے پاس اے ہمارے رب اس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں تو لوگوں کے کچھ دل ان کی طرف مائل کر دے اور انھیں کچھ پھل کھانے کو دے "۔ شائد وہ احسان مانیں ۔ !

باب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد : " اللہ نے ادب والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا باعث بنایا اور حرمت والے مہینہ اور حرم کی قربانی اور گلے میں علامت آویزاں جانوروں کو ۔ یہ اس لئے کہ تم یقین کرو کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور یہ کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے "۔

۱۴۹۶ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا " کعبہ کو پتلی ٹانگوں والا حبشی خراب کرے گا "۔

۱۴۹۶ — شرح : پہلے باب کے عنوان میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کوئی حدیث ذکر نہیں کی شاید ان کو شرط کے مطابق کوئی حدیث نہ ملی ہوگی اور یہ بھی احتمال ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے تمام ابواب کے تراجم ذکر کئے پھر حسب اتفاق ہر باب کے ساتھ حدیث ذکر کی اور اس باب کے ساتھ حدیث لاحق کرنے کا اتفاق نہ ہُوا اس قسم کے ہر باب کے ترجمہ کا یہی حکم ہے (کرمانی) واللہ تعالیٰ اعلم!

باب

امام بخاری نے اس باب میں مذکور آیت کریمہ سے چند امور کی طرف اشارہ کیا ہے اولاً یہ کہ لوگوں کے کاروبار اور جملہ امور کی بقا اور لوگوں کی دُنیا و آخرت کے امر کا اہتمام کعبہ مشرفہ کے وجود سے ہے،، اور جب کعبہ پتلی ٹانگوں والے حبشی کے ہاتھوں زائل ہوجائے گا تو تمام امور ختم ہو جائیں گے اس لئے ابوہریرہ کی حدیث کو اس کے مناسب ذکر کیا ہے،، ثانیاً یہ کہ اس کے ساتھ کعبہ کی تعظیم و توقیر کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس کی مناسبت کے لئے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر کی ثالثاً یہ کہ ہمیشہ کعبہ کی زیارت ہوتی رہے گی اسی لئے یاجوج و ماجوج کے عظیم فتنہ کے بعد حج کیا جائے گا اور اس کی مناسبت کے لئے حضرت ابوسعید خدری کی حدیث ذکر کی،،

قولہٗ یُخَرِّبُ الْکَعْبَۃَ الخ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب المناسک میں ذکر کیا کہ ہر روز سورج غروب ہونے سے پہلے ایک "ابدال" بیت اللہ کا طواف کرتا ہے اور فجر طلوع ہونے سے پہلے اوتاد سے کوئی ایک اس کا طواف کرتا ہے۔ اس سلسلہ کا انقطاع کعبہ کا زمین سے ارتفاع کا سبب ہوگا،، اور صبح کو لوگ کعبہ کا نام ونشان نہ دیکھیں گے،، یہ اس وقت ہوگا جبکہ سات برس گزر جانے تک کوئی شخص حج نہ کرے گا اس کے بعد قرآن کریم اوراق سے اُٹھا لیا جائے گا پھر دلوں سے بھی قرآن نکل جائے گا اور لوگ اشعار، گانوں اور اخبارِ جاہلیت میں منہمک ہوجائیں گے اس کے بعد دجال نکلے گا اور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام نازل ہوں گے۔

قرطبی نے کہا لوگوں کے سینوں اور اوراق سے قرآن اُٹھ جانے کے بعد کعبہ خراب کیا جائے گا اور یہ سیدنا عیسیٰ علیہ السّلام کی وفات کے بعد ہوگا علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے صحیح کہا ہے،،

اگر یہ کہا جائے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ اصحابِ فیل سے کعبہ کو محفوظ کر لیا گیا حالانکہ اس وقت اسلام کا ظہور نہ ہُوا تھا اور حجاج بن یوسف، قرامطہ اور پتلی ٹانگوں والے حبشی سے کعبہ کی حفاظت نہ ہو سکی اس کا جواب یہ ہے کہ ہاتھیوں کو کعبہ سے روک دینے میں امام الانبیاء والمرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم کی نبوت و رسالت کا اعلان اور مستحکم برہان مطلوب تھا کہ بصیرت سے معلوم ہونے والے دلائل سے پہلے بصر سے مشاہدہ کئے جانے والے دلائل سے آپ کی حجت کی تاکید ہے،، واللہ ورسولہ اعلم!

حدثنا یحیی بن بکیر قال

۱۴۹۶ حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شہاب عن عروۃ عن عائشۃ ح وحدثنی محمد بن مقاتل قال اخبرنا عبد اللہ قال اخبرنا محمد بن ابی حفصۃ عن الزہری عن عروۃ عن عائشۃ قالت کانوا یصومون عاشوراء قبل ان یفرض رمضان وکان یوما تستر فیہ الکعبۃ فلما فرض اللہ رمضان قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من شاء ان یصومہ فلیصمہ ومن شاء ان یترکہ فلیترکہ ۱۴۹۷ حدثنا احمد بن حفص قال حدثنا ابی قال حدثنا ابراہیم عن الحجاج بن حجاج عن قتادۃ عن عبد اللہ بن ابی عتبۃ عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیحجن البیت ولیعتمرن بعد خروج یاجوج وماجوج تابعہ ابان وعمران عن قتادۃ وقال عبد الرحمن عن شعبۃ لا تقوم الساعۃ حتی لا یحج البیت والاول اکثر قال ابو عبد اللہ سمع قتادۃ عبد اللہ وعبد اللہ ابا سعید

۱۴۹۷ ترجمہ : ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا رمضان مبارک کے روزے فرض ہونے سے پہلے لوگ عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے اور اس دن کعبہ کو غلاف پہنایا جاتا تھا جب اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے فرض کئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عاشوراء کا روزہ رکھنا چاہے وہ رکھ لے اور جو اسے ترک کرنا چاہے وہ ترک کردے ،،

کعبہ شریف کو ہر سال عاشوراء کے روز غلاف پہنایا جاتا تھا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اسے دو مرتبہ غلاف پہناتے تھے پھر مامون رشید تین مرتبہ غلاف پہنایا کرتا تھا آٹھ ذوالحجہ کو سرخ ریشم یکم رجب کو قباطی کپڑے اور ستائیس رمضان کو سفید ریشم کا غلاف پہناتا تھا ۔ ابتداء اسلام میں دس محرم کو روزہ رکھنا فرض تھا جب رمضان مبارک کے روزے فرض ہوئے تو صوم عاشورہ منسوخ ہوگیا ،، واللہ ورسولہ اعلم !

۱۴۹۸ ترجمہ : ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یاجوج ماجوج نکلنے کے بعد بھی بیت اللہ کا حج اور عمرہ ہوتا رہے گا ،، ابان اور عمران نے قتادہ سے روایت کرنے میں عبد اللہ بن ابی عتبہ کی متابعت کی اور عبدالرحمن نے شعبہ سے روایت کی اُنھوں نے کہا کہ قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ بیت اللہ کا حج نہ کیا جائے گا پہلی روایت اکثر ہے ۔ قتادہ اور عبد اللہ نے ابو سعید سے سماعت کی ہے ۔

۱۴۹۸ شرح : یاجوج وماجوج عجمی نام ہیں اسی لئے ان کو غیر منصرف پڑھا جاتا ہے ،، یہ دو قسمیں ہیں ایک تو بہت ہی لمبے لمبے ہیں اور دوسرے بہت ہی چھوٹے چھوٹے ہیں ،، **قولہٗ سمع قتادہ الخ** امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ اس لئے ذکر کیا ہے کہ قتادہ چونکہ مدلس ہے اس لئے امام بخاری نے اس امر کی تصریح کردی کہ اس کا عنعنہ سماع پر مبنی ہے ،،

قولہٗ الاول اکثر الخ یعنی حدیث لیحجن کے راوی دوسری حدیث کے راویوں سے زیادہ ہیں اس لئے

باب کسوۃ الکعبۃ حدثنا عبد اللہ بن عبد الوھاب قال حدثنا خالد ابن الحارث قال حدثنا سفین قال حدثنا واصل الاحدب عن ابی وائل قال جئت الی شیبۃ ح وحدثنا قبیصۃ قال حدثنا سفین عن واصل عن ابی وائل قال جلست مع شیبۃ علی الکرسی فی الکعبۃ فقال لقد جلس ھذا المجلس عمر فقال لقد ھممت ان لا ادع فیھا صفراء ولا بیضاء الا قسمتہ قلت ان صاحبیک لم یفعلا قال ھما المرأن اقتدی بھما

۱۴۹۹

پہلی حدیث کو دوسری پر ترجیح حاصل ہے ،، اگر یہ کہا جائے کہ ان دونوں میں معارضہ نہیں ہے ترجیح کی کیا ضرورت تھی اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ قیامت کی اشراط کے بعد بھی بیت اللہ کا حج ہوتا رہے گا اور دوسری حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اشراط کے بعد حج نہ ہوگا لہٰذا دونوں حدیثوں میں تعارض پایا گیا اس لئے ترجیح کی حاجت محسوس ہوئی ،، تعارض کا اندفاع اس طرح بھی ہوسکتا ہے کہ یاجوج و ماجوج کے خروج کے بعد حج ہوتا رہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ قیامت کے ظہور سے تھوڑا سا پہلے کسی وقت حج کرنا ممتنع ہو جائے اور بیت اللہ کا حج ہوتا رہے گا کا معنیٰ یہ ہے کہ اس جگہ کا حج ہوتا رہے گا ۔ واللہ ورسولہ اعلم !

باب باب کعبہ پر غلاف چڑھانا

۱۴۹۹ — ترجمہ : ابو وائل رضی اللہ عنہ نے کہا میں شیبہ کے ساتھ کعبہ میں کرسی پر بیٹھا تو انھوں نے کہا اس جگہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیٹھے اور فرمایا میرا ارادہ ہے کہ میں کعبہ میں سونا ، چاندی نہ چھوڑوں مگر اسے تقسیم کردوں میں نے کہا آپ کے دونوں ساتھیوں نے ایسا نہیں کیا تو عمر فاروق نے کہا ۔ وہ دونوں جلیل القدر مرد تھے میں ان کی اقتداء کرتا ہوں ،،

۱۴۹۹ — شرح : بیت اللہ کے لئے ہدایا اور نذرانے پیش کئے جاتے تھے اور خدام ان کو ایک صندوق میں ڈالتے رہتے تھے پھر اسے آپس میں تقسیم کرلیتے تھے ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کعبہ کا خزانہ مسلمانوں میں تقسیم کرنا چاہا تو حضرت شیبہ نے کہا آپ کے دونوں صاحبوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسا نہیں کیا جو آپ کرنا چاہتے ہیں ۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا وہ دونوں باکمال مرد تھے میں بھی ان کی پیروی کرتا ہوں جو کام انھوں نے نہیں کیا میں بھی نہیں کروں گا اگر انھوں نے یہ خزانہ صرف خدام کے لئے چھوڑ دیا تھا اور عام مسلمانوں میں تقسیم نہیں کیا تو میں بھی اس میں ان کی اقتداء کروں گا اور خزانہ کو اپنے حال پر چھوڑ دیا ،، ایسا واقعہ حضرت ابی بن کعب کے ساتھ ہوا تھا عبد الرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسناد حسن سے روایت ذکر کی کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ کے نذرانے فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا ارادہ کیا تو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ

بَابُ هَدْمِ الْكَعْبَةِ قَالَتْ عَائِشَةُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُو جَيْشٌ الْكَعْبَةَ فَيُخْسَفُ بِهِمْ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ الْأَخْنَسِ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَأَنِّي بِهِ أَسْوَدَ أَفْحَجَ يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ

عنہ نے ایسا نہیں کیا تو عمر فاروق نے ارادہ ترک کر دیا۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت یوں ہے کہ کعبہ مکرمہ ہمیشہ معظم و محترم رہا ہے اس کی تعظیم و احترام کے سبب ہدایا اور نذرانے پیش کئے جاتے تھے اور غلافِ کعبہ چڑھانے میں بھی اس کی تعظیم ہے،، یا کسوت سے مراد سونے چاندی کے ساتھ مزین کرنا ہے۔ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کعبہ مکرمہ کا مال و متاع وقف مال کی مانند ہے اس کو اپنے حال سے بدلنا جائز نہیں،، اس میں اسلام کی تعظیم اور دشمن کو خوف زدہ کرنا مقصود ہے،، اور غلافِ کعبہ کو بیچنا جائز نہیں۔ ابن صلاح رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا غلافِ کعبہ کا معاملہ امام الوقت کے حوالہ ہے وہ اسے بیت اللہ کے مصارف میں صرف کر سکتا ہے اسے فروخت کرے یا ویسے ہی کسی کو بطور عطیہ دیدے،، کیونکہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر سال غلافِ کعبہ اُتار کر اسے بطور تبرک حاجیوں میں تقسیم کر دیتے تھے،، واللہ ورسولہ اعلم!

باب — کعبہ گرانا

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک لشکر کعبہ مکرمہ سے لڑائی کرے گا ان کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔

۱۵۰۰ — ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی کہ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گویا میں اس کالے آدمی کو دیکھ رہا ہوں جو کعبہ کا ایک ایک پتھر اُکھاڑ ڈالے گا۔

۱۵۰۱ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پتلی ٹانگوں والا حبشی کعبہ کو خراب کرے گا۔

حدیث ع ۱۴۹۶ کی تفہیم میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

باب

مَا ذُكِرَ فِي الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ ۱۵۰۲

عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ جَاءَ إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ فَقَبَّلَهُ فَقَالَ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ

باب —— حجراسود کے متعلق مذکور روایات

۱۵۰۲ —— ترجمہ : عابس بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ حجراسود کے پاس آئے اور اس کو بوسہ دے کر فرمایا میں جانتا ہوں تو پتھر ہے نہ ضرر دے سکتا ہے اور نہ نفع پہنچا سکتا ہے اگر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہ ہوتا کہ آپ تجھے بوسہ دیتے تھے تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا ،،

۱۵۰۲ —— شرح : حجراسود ،، کعبہ کا رکن ہے بیت اللہ کے دروازے کے مشرق کی جانب ہے اس کو رکن اسود کہا جاتا ہے وہ زمین سے دو تین ہاتھ اونچا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " حجراسود ،، کو جنت سے اتارا گیا جبکہ وہ دودھ سے زیادہ سفید تھا اور انسانوں کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا ہے (ترمذی) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طواف میں حجراسود کو بوسہ دینا اور اس پر پیشانی رکھنا مستحب ہے اگر ہجوم زیادہ ہو جائے تو اس کے سامنے باادب کھڑا ہو جائے ،، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ تو "ضرر اور نفع" نہیں دے سکتا اس لئے تھا کہ وہ لوگ جو نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں جو بتوں کی عبادت سے مانوس تھے اور پتھروں کی تعظیم و احترام کیا کرتے تھے جب وہ یہ حال دیکھتے تو ان پر مشتبہ ہو جاتا ممکن تھا کہ وہ یہ گمان کرتے کہ اسلام سے پہلے بھی تو ہم یہی کام کیا کرتے تھے پھر اسلام میں بھی اگر یہی کچھ ہے تو کفر و اسلام میں فرق کیا ہوا ؟ اس لئے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ببانگ دہل تصریح کر دی کہ تو بذاتِ خود نفع و نقصان نہیں دے سکتا اگرچہ شریعت کے مشروعات کا امتثال نفع دیتا ہے اور تو دیگر پتھروں کی مانند ہے جو نفع و نقصان نہیں دے سکتے ۔ تیری خصوصیت صرف یہ ہے کہ تجھے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ دیتے تھے ،، اسی لئے تو دوسرے پتھروں سے ممتاز ہو گیا ہے ،، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب یہ کہا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا " اے امیر المؤمنین خاموش رہیئے یہ نفع بھی دیتا ہے اور نقصان بھی دیتا ہے ۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کیسے ؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ قرآن سے ثابت ہے ،، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ الآیۃ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کی پشت سے ان کی ساری اولاد نکالی اور ان سے توحید کا اقرار کرایا اور اسے ایک کاغذ پر لکھ دیا اس پتھر کی دو آنکھیں اور ایک زبان ہے اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا کہ وہ اپنا منہ کھولے اور اس میں وہ کاغذ ڈال دیا اور اسے فرمایا جو کوئی تیرے سامنے سے استلام کرتے ہوئے گزرے اس کے لئے

۱۵۰۳ — بَابُ اِغْلَاقِ الْبَيْتِ وَيُصَلِّي فِي اَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ هُوَ وَاُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ فَاَغْلَقُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَلَمَّا فَتَحُوْا كُنْتُ اَوَّلَ مَنْ وَلَجَ فَلَقِيْتُ بِلَالًا فَسَاَلْتُهُ هَلْ صَلَّى فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ

قیامت میں گواہی دیتا ہیں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ قیامت میں حجرِ اسود کو لایا جائے گا اس کی زبان ظاہر ہوگی جس کسی نے اس کے سامنے توحید کا اقرار کیا ہوگا اس کے لئے یہ گواہی دے گا اے امیر المومنین! یہ پتھر نفع و نقصان دیتا ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابا الحسن میں اس قوم سے پناہ چاہتا ہوں جس میں تم نہ ہو،، نیز حجرِ اسود کو بوسہ دینے میں یہ حکمت بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ پتھر جنت سے لایا گیا ہے اس کو بوسہ دینے میں جنت کی شئی دیکھ کر خوشی کا اظہار مقصود ہے،، نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حجرِ اسود زمین میں اللہ تعالیٰ کی برکت ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب — کعبہ شریف کا دروازہ بند کرنا اور اس کے جس کونہ میں چاہے نماز پڑھے!

۱۵۰۳ — ترجمہ : حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُسامہ بن زید، بلال اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم بیت اللہ میں داخل ہوئے تو لوگوں نے دروازہ بند کر دیا جب اُنھوں نے دروازہ کھولا تو سب سے پہلے میں اندر داخل ہوا، میں بلال سے ملا اور ان سے پُوچھا کیا اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے بلال نے کہا ہاں دونوں یمنی ستونوں کے درمیان نماز پڑھی ہے!

۱۵۰۳ — شرح : کعبہ میں فرض و نفل پڑھنے جائز ہیں۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ کعبہ اور حطیم میں فرض، طواف کی دو رکعتیں، وتر اور فجر کی سنتیں پڑھنی جائز نہیں ان کے علاوہ دیگر نوافل جائز ہیں اگر ان میں فرض نماز پڑھ لی تو وقت میں اس کا اعادہ کرے امام احمد بھی یہی کہتے ہیں،،
سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ میں کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ اسامہ بن زید، بلال اور

باب

الصلوٰة فی الکعبة حدثنا احمد بن محمد قال اخبرنا عبد اللہ قال اخبرنا موسیٰ بن عقبة عن نافع عن ابن عمر انه کان اذا دخل الکعبة مشی قبل الوجه حین یدخل و یجعل الباب قبل الظهر یمشی حتی یکون بینه و بین الجدار الذی قبل وجهه قریبا من ثلاثة اذرع فیصلی یتوخی المکان الذی اخبرہ بلال ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم صلی فیه ولیس علی احد باس ان یصلی فی ای نواحی البیت شاء

عثمان بن طلحہ حجبی رضی اللہ عنہم بھی کعبہ کے اندر داخل ہوئے اور نماز پڑھی جب دروازہ کھولا گیا اور آپ باہر تشریف لائے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے تو انھوں نے کہا ہاں ،، اگر یہ کہا جائے کہ حضرت اُسامہ بن زید بھی تو ان کے ساتھ کعبہ میں داخل ہوئے تھے وہ کہتے ہیں آپ نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی لیکن آپ تکبیریں کہتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ ابن حبان نے کہا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں دوبارہ داخل ہوئے جب فتح مکہ میں داخل ہوئے تو نماز پڑھی اور جب حجۃ الوداع میں داخل ہوئے تو اس میں نماز نہ پڑھی ،، اس کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ قاعدہ ہے کہ مثبت کو نافی پر ترجیح ہوتی ہے جبکہ قوت میں دونوں برابر ہوں ،، لہٰذا کعبہ میں نماز پڑھنے کی حدیث کو تقویت حاصل ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کعبہ میں داخل ہونا جائز ہے اور اس میں فرض و نفل سب جائز ہیں ،، ابوداؤد اور ترمذی نے روائت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے اور ابن ابی اوفی نے روائت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل نہیں ہوئے ان میں اتفاق کی صورت یہ ہے کہ علامہ بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ آپ حجۃ الوداع میں داخل ہوئے تھے ان سے ابوداؤد اور ترمذی نے روائت کی ہے اور عمرہ کرتے وقت داخل نہ ہوئے تھے ایسے مسلم اور بخاری نے روائت کی کہ سوال کیا گیا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تھے ،، کہا نہیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت بیت اللہ میں بُت اور تصویریں تھیں اور ان کا ہٹا دینا ممکن نہ تھا اور فتح مکہ میں تمام بُت باہر نکال پھینکے تھے اس لئے فتح مکہ میں آپ داخل ہوئے اور دونوں ستونوں کے درمیان نماز پڑھی۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب — کعبہ میں نماز پڑھنا

١٥٠٤ — ترجمہ : حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ وہ جب کعبہ میں داخل ہوتے تو داخل ہوتے وقت سامنے چلتے اور دروازہ پشت کی طرف کرتے وہ چلتے رہتے حتی کہ آپ کے اور منہ کے سامنے والی دیوار کے درمیان تقریباً تین گز فاصلہ رہتا پھر نماز پڑھتے اور اس جگہ کا قصد کرتے جہاں ان کو بلال نے خبر دی تھی کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نماز پڑھی تھی کسی شخص پر حرج نہیں کہ بیت اللہ کے جس کونہ میں چاہے نماز پڑھے۔

١٥٠٤ — شرح : اس حدیث کی تقریر حدیث ۳۹۰ کی تفہیم میں دیکھیں ،،

باب من لم يدخل الكعبة وكان ابن عمر يحج كثيرا ولا يدخل

۱۵۰۵ حدثنا مسدد قال حدثنا خالد بن عبد الله اخبرنا اسمعيل بن ابي خالد عن عبد الله بن ابي اوفى قال اعتمر رسول الله صلى الله عليه وسلم فطاف بالبيت وصلى خلف المقام ركعتين ومعه من يستره من الناس فقال له رجل ادخل رسول الله صلى الله عليه وسلم الكعبة قال لا باب من كبر في نواحي الكعبة حدثنا ابو معمر قال حدثنا عبد الوارث قال حدثنا ايوب

۱۵۰۶ قال حدثنا عكرمة عن ابن عباس قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لما قدم ابى ان يدخل البيت وفيه الالهة فامر بها فاخرجت فاخرجوا صورة ابراهيم واسماعيل عليهما السلام في ايديهما الازلام فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم قاتلهم الله اما والله قد علموا انهما لم يستقسما بها قط فدخل البيت فكبر في نواحيه ولم يصل فيه

باب — جو کعبہ میں داخل نہ ہوا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اکثر حج کرتے اور کعبہ میں داخل نہ ہوتے

۱۵۰۵ — ترجمہ : عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا تو بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں اور آپ کے ساتھ ایک شخص تھا جو اپنے آپ کو لوگوں سے چھپاتا تھا اسے ایک شخص نے کہا کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے ؟ اس نے کہا نہیں ،،

باب — جس نے کعبہ کے کونوں میں تکبیر کہی ،،

۱۵۰۶ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ تشریف لائے تو بیت اللہ میں داخل ہونے سے انکار کر دیا جبکہ اس میں بت رکھے ہوئے تھے ،، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نکالنے کا حکم دیا تو ان کو نکال دیا گیا لوگوں نے ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی تصویریں نکالیں جبکہ ان کے دونوں ہاتھوں میں تیر تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی کافروں پر لعنت کرے اللہ کی قسم ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے کبھی تیروں سے امور کی تقسیم نہیں کی تھی پھر آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور اس کے کونوں میں تکبیریں کہیں اور اس میں نماز نہ پڑھی

۱۵۰۵ — شرح : اس عمرہ سے مراد قضا عمرہ ہے جو فتح مکہ سے پہلے سات ہجری کو کیا تھا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بیت اللہ میں اس لئے داخل نہ ہوئے تھے کہ اس میں بت تھے اور جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آپ نے تصاویر باہر پھینکنے کا حکم دیا اس کے بعد آپ

بَابُ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الرَّمَلِ

کعبہ میں داخل ہوئے،، قرطبی نے کہا کہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے مشرک لوگ ان میں سے ایک ایک بت کی ہر دن عبادت کرتے تھے اور سب سے بڑے بت کو دو بتوں کے برابر سمجھتے تھے مسند احمد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کعبہ میں تصاویر تھیں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلّم نے عمر فاروق کو حکم دیا کہ ان کو مٹا دیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کپڑا پانی سے تر کر کے اس کے ساتھ سب تصاویر مٹا دیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کعبہ میں داخل ہوئے،،

۱۵۰۶ — شرح : بتوں پر "الہہ" کا اطلاق مشرکین کے گمان کے اعتبار سے ہے کہ وہ ان کو خدا سمجھتے تھے،، اَزْلَام،، اہل جاہلیت کے تیر تھے جن کے ساتھ وہ اپنی قسمت دریافت کرتے تھے اور تیروں پر "ہاں یا نہ" لکھا ہوتا تھا اس کے مطابق وہ کام کرتے یا رُک جاتے تھے،، یتیمی رحمہ اللہ نے کہا اللہ تعالیٰ مشرکوں پر لعنت کرے جنھوں نے ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی تصویریں بنا رکھی تھیں اور ان کی طرف تیروں سے تقسیم کی نسبت کرتے تھے حالانکہ وہ اس تقسیم سے بریٔ الذمّہ تھے یہ صرف کافروں کا اختراع تھا جنھوں نے دین ابراہیم کو بدلایا اور نئے نئے امور پیدا کر دیئے،، اس لئے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لعنت فرمائی،، یہ حدیث ابن عباس کی روایت کردہ ہے اس میں اُنھوں نے کعبہ میں نماز کی نفی کی ہے اور تکبیر کو ثابت کیا ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کعبہ میں نماز کو ثابت کیا اور تکبیر کی نفی کی ہے،، بلال کی حدیث کو ابن عباس کی حدیث پر ترجیح حاصل ہے کیونکہ اس روز ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہمراہ نہ تھے وہ بیت اللہ میں نماز کی نفی کرنے کو اپنے بھائی فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کرتے ہیں،، حالانکہ فضل بن عباس بھی اس روز آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ نہ تھے،، اس کے علاوہ مثبت کو نافی پر ترجیح ہوتی ہے اس قاعدہ کے مطابق بلال کی حدیث کو ترجیح حاصل ہے کیونکہ اس میں علم کی زیادتی ہے! نیز جب حضرت بلال اور اسامہ رضی اللہ عنہما سید عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ کعبہ میں داخل ہوئے تو دعاء میں مشغول ہو گئے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے دعاء کے بعد دو رکعتیں بھی پڑھ لیں مگر اسامہ بدستور دعاء کرنے میں مصروف رہے نتیجتہً وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے پر مطلع نہ ہوئے اس لئے اُنھوں نے کعبہ میں نماز کی نفی کر دی اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے ساتھ دعاء اور فعل میں شریک تھے اس لئے اُنھوں نے روایت کی کہ آپ نے دونوں ستونوں کے درمیان نماز پڑھی یہ جواب اس تقدیر پر ہے جبکہ بیت اللہ میں داخل ہونے کا واقعہ واحد ہو اگر یہ واقعہ متعدد ہو تو جواب یہ ہوگا ایک دفعہ نماز پڑھی اور دوسری دفعہ نہ پڑھی ہو،،

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت بلال کی روایت کو ابن عباس کی روایت پر ترجیح دیتے ہیں اس کے باوجود وہ ابن عباس کی تصحیح بھی کرتے ہیں کیونکہ اس میں اضافہ ہے اور وہ بیت اللہ کے نواحی میں تکبیر کہنا ہے،، اس زیادتی کے باعث اُنھوں نے باب کا یہ ترجمہ ذکر کیا ہے۔ واللہ و رسولہ اعلم!

باب — رمل کی ابتداء کیسے ہوئی

۱۵۰۷ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ إِنَّهُ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ وَفْدٌ وَهَنَهُمْ حُمَّى يَثْرِبَ فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْمُلُوا الْأَشْوَاطَ الثَّلَاثَةَ وَأَنْ يَمْشُوا مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ وَلَمْ يَمْنَعْهُ أَنْ يَأْمُرَهُمْ أَنْ يَرْمُلُوا الْأَشْوَاطَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِبْقَاءُ عَلَيْهِمْ **بَابُ** اِسْتِلَامِ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ حِينَ يَقْدَمُ مَكَّةَ أَوَّلَ مَا يَطُوفُ وَيَرْمُلُ ثَلَاثًا

۱۵۰۷ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ تشریف لائے تو مشرکوں نے کہا کہ تمہارے پاس لوگ (صحابہ) آرہے ہیں ۔ اُن کو یثرب کے تپ نے کمزور کر دیا ہے تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ پہلے تین چکروں میں "رمل" کریں اور دونوں رکنوں کے درمیان آرام سے چلیں اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے چکروں میں رمل کا حکم کرنے سے کسی نے منع نہ کیا تھا مگر صحابہ کرام پر شفقت نے ۔

۱۵۰۷ — شرح : دراصل واقعہ یہ ہے کہ کفارِ قریش نے کہا کہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" عمرہ کرنے آرہے ہیں اور وہ مدینہ منورہ کی ناموافق آب وہوا سے بہت لاغر ہو چکے ہیں ،، چنانچہ وہ بزعم خود صحابہ کرام کی کمزوری دیکھنے کے لئے رکن یمانی کے پیچھے بیٹھ گئے ۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم" نے صحابہ کو فرمایا کہ چادریں اور بازو مضبوط باندھ کر پہلوانوں کی طرح کندھے مار کر چلو تا کہ قریش پر تمہاری قوت ظاہر ہو ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے چادریں دائیں بغلوں کے نیچے اور بائیں کندھوں کے اُوپر کر لیں اور پہلوانوں کی طرح کندھوں کو زور سے ہلا کر بیت اللہ کا طواف کرنے لگے جب رکن یمانی کے پاس پہنچتے تو آہستہ چلتے اور جب اس سے گزر جاتے اور قریش ان کے سامنے ہوتے تو رمل کرنا شروع کر دیتے ،،

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف میں رمل کرنا سنت ہے امام ابوحنیفہ ، امام مالک ، امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے ،، جمہور علماء کہتے ہیں کہ حجر سے حجر تک پورا چکر رمل کرے ۔ ایک روایت کے مطابق دونوں رکنوں کے درمیان رمل نہ کرے اور عورت قطعاً رمل نہ کرے اس میں اس کا پردہ متاثر ہوتا ہے اور نہ ہی وہ صفا مروہ کے درمیان دوڑے کیونکہ عورتیں نازک صنف ہیں ،، پھر یہ رمل پہلے تین چکروں میں ہے باقی چار چکروں میں اپنی حالت پہ آرام سے چلیں اس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام پر شفقت فرمائی کہ وہ تھک نہ جائیں واللہ ورسولہ اعلم !

"یثرب" یہ مدینہ منورہ کا جاہلیت میں نام تھا اور اسے یثرب اس لئے کہا جاتا تھا کہ وہاں کی آب وہوا باہر سے آنے والے کے لئے ناموافق آتی اور وہ بیمار ہو جاتا تھا اور لوگ اسے ملامت کرتے تھے ۔

باب — جب مکہ آئے تو پہلے طواف میں حجرِ اسود

١٥٠٨ حَدَّثَنَا اَصْبَغُ قَالَ اَخْبَرَنِی ابْنُ وَهْبٍ عَنْ یُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ یَقْدَمُ مَکَّةَ اِذَا اسْتَلَمَ الرُّکْنَ الْاَسْوَدَ اَوَّلَ مَا یَطُوْفُ یَخُبُّ ثَلٰثَةَ اَطْوَافٍ مِنَ السَّبْعِ بَابُ الرَّمَلِ فِی الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ ١٥٠٩ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا سُرَیْجُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَیْحٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَعَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةَ اَشْوَاطٍ وَّمَشٰی اَرْبَعَةً فِی الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ تَابَعَهُ اللَّیْثُ قَالَ حَدَّثَنِیْ کَثِیْرُ بْنُ فَرْقَدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

کو بوسہ دینا اور تین بار رمل کرے‘‘

١٥٠٨ — ترجمہ : حضرت سالم نے اپنے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم’’ سے روائت کی کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جس وقت آپ مکہ مکرمہ تشریف لاتے تو پہلے طواف میں حجر اسود کو بوسہ دیتے اور سات پھیروں میں سے تین پھیروں میں رمل کرتے‘‘

باب — حج اور عمرہ میں رمل کرنا‘‘

١٥٠٩ — ترجمہ : ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین پھیروں میں رمل کی (دوڑ کر چلے) اور چار پھیروں میں حج اور عمرہ میں اپنی رفتار سے چلے (معمول کے مطابق عام رفتار) سریج کی لیث نے متابعت کی اُس نے کہا مجھے کثیر بن فرقد نے نافع سے اُنھوں نے ابن عمر سے اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی‘‘

حدیث ١٥٠٨ع سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد حرام میں داخل ہونے والے کے لئے مسنون یہ ہے کہ حجر اسود سے شروع کرے پہلے اس کو بوسہ دے پھر رمل کرے اگر یہ کہا جائے کہ اس حدیث سے یہ سمجھ آتا ہے کہ رمل سارے مطاف میں ہے اور پہلی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض مطاف میں رمل کرے چنانچہ اُس میں ہے کہ دونوں رکنوں کے درمیان چلے اور یہ مطاف کا بعض ہے‘‘ اس کا جواب یہ ہے کہ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ منسوخ ہے کیونکہ یہ فتح مکہ سے پہلے سات ہجری میں عمرہ قضاء میں تھا اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت کمزور اور نحیف الابدان تھے اس لئے اُنھوں نے اظہار قوت کے لئے رمل کی جبکہ مشرک حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے اور دونوں رکنوں کے درمیان وہ صحابہ کو نہ دیکھتے تھے اور اس کے سوا وہ صحابہ کو دیکھتے تھے اس لئے شجاعت کے اظہار کے لئے صحابہ کو رمل کا حکم دیا اور جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کیا تو حجر اسود سے حجر اسود تک پورے مطاف میں رمل کی اور آپ کا آخر فعل معمول بہ ہوتا ہے لہٰذا بعض مطاف میں رمل منسوخ ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۱۵۱۰

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لِلرُّكْنِ أَمَا وَاللَّهِ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ قَالَ فَمَا لَنَا وَلِلرَّمَلِ إِنَّمَا كُنَّا رَاءَيْنَا بِهِ الْمُشْرِكِينَ وَقَدْ أَهْلَكَهُمُ اللَّهُ ثُمَّ قَالَ شَيْءٌ صَنَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَتْرُكَهُ

۱۵۱۱

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَا تَرَكْتُ اسْتِلَامَ هَذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ فِي شِدَّةٍ وَلَا رَخَاءٍ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُمَا قُلْتُ لِنَافِعٍ أَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمْشِي بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ قَالَ إِنَّمَا كَانَ يَمْشِي لِيَكُونَ أَيْسَرَ لِاسْتِلَامِهِ

۱۵۱۰ — ترجمہ : سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حجر اسود سے کہا خبردار! میں یقیناً جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نقصان اور نفع نہیں دے سکتا اگر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہ ہوتا کہ آپ نے تجھے بوسہ دیا ہے تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا پھر انھوں نے حجر اسود کو بوسہ دیا پھر کہا رمل کی ہمیں کیا ضرورت تھی اس کے ساتھ ہم مشرکوں کو اپنی قوت دکھائی تھی اور ان کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا ہے پھر کہا یہ ایسی چیز ہے جسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے پس ہم اس کا چھوڑنا پسند نہیں کرتے،،

۱۵۱۱ — ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا جب سے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں رکنوں کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا میں نے سختی اور نرمی کسی حال میں ان کو بوسہ دینا ترک نہیں کیا،، میں نے نافع سے کہا کیا ابن عمر رضی اللہ عنہما،، دونوں رکنوں کے درمیان چلتے تھے؟ (دوڑتے نہیں تھے) نافع نے کہا وہ تو اس لئے چلتے تھے کہ حجر اسود کو بوسہ دینے میں آسانی ہو جائے!

۱۵۱۰ — شرح : حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال وجوب پر مبنی ہوتے ہیں جب تک اس کے خلاف کوئی دلیل نہ ہو،، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سنت کے متبع تھے اور رمل کا چھوڑنا اچھا نہیں اگر کسی نے رمل چھوڑ بھی دی تو اس پر کوئی شئی واجب نہیں توضیح میں یوں مذکور ہے کہ جس نے مکہ سے حج کا احرام اپنے اپنے غیر اہل سے باندھا اس پر رمل ضروری نہیں ہے البتہ مکہ والوں میں اختلاف ہے کہ ان کے لئے رمل ہے یا نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان پر رمل خیال نہ کرتے تھے،، امام احمد رضی اللہ عنہ کا یہی مسلک ہے اور امام مالک اور امام شافعی رضی اللہ عنہما اس کو مکی کے لئے مستحب خیال کرتے ہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۱۵۱۱ — شرح : قولہ رَاءَيْنَا الخ یہ متکلم مع الغیر کا صیغہ ہے اس کی مصدر ”مرایات،، ہے اس کا معنی ریاکاری ہے یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا رمل کر کے ہم نے مشرکوں پر اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا تھا،، تاکہ وہ سمجھ لیں کہ ہم ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں! اور ہم ان سے جنگ کرنے میں کمزور نہیں ہیں،، اب اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا ہے۔ اب ہمیں یہ کرنے

بَابُ اِسْتِلَامِ الرُّكْنِ بِالْمِحْجَنِ

1512 — حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَيَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَا ثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلٰى بَعِيْرِهٖ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ تَابَعَهُ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنِ ابْنِ اَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمِّهٖ بَابُ مَنْ لَّمْ يَسْتَلِمْ اِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِي الشَّعْثَاءِ اَنَّهٗ قَالَ وَمَنْ يَّتَّقِي شَيْئًا مِّنَ الْبَيْتِ وَكَانَ مُعَاوِيَةُ يَسْتَلِمُ الْاَرْكَانَ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّهٗ لَا نَسْتَلِمُ هٰذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ فَقَالَ لَهٗ لَيْسَ شَيْءٌ مِّنَ الْبَيْتِ مَهْجُوْرًا وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَسْتَلِمُهُنَّ كُلَّهُنَّ

میں خوشی نہیں ہے سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پابندِ شرع اور متبع سنت تھے، اُنھوں نے جب دیکھا کہ حجرِ اسود کو بوسہ دیا جاتا ہے اور بظاہر اس کا کوئی سبب نہیں ہے تو اپنی رائے ترک کر دی اور پتھر کو بوسہ دے کر سنت کی اتباع کی، واللہ و رسولہ اعلم!

باب — حجرِ اسود کو چھڑی سے بوسہ دینا،،

1512 — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا آپ چھڑی سے حجرِ اسود کو بوسہ دیتے تھے،، عبدالعزیز دراوردی نے ابن شہاب سے روایت کرنے میں یونس کی متابعت کی ہے!

1512 — شرح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر سوار ہو کر اس لئے طواف کیا کہ حجۃ الوداع میں لوگوں کا بہت ہجوم تھا اور سوار نہ ہونے کی صورت میں آپ کے افعال مخفی رہنے کا احتمال تھا آپ نے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا تاکہ لوگ آپ کو دیکھ سکیں اور مسائل دریافت کر سکیں اور اپنی چھڑی کو حجرِ اسود سے مس کر کے اس کو بوسہ دیا تاکہ زیادہ ہجوم کی صورت میں لوگ اس طرح استلامِ رکن کیا کریں۔

اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ جب حجرِ اسود کو بوسہ دینا مشکل ہو تو اپنے ہاتھ یا چھڑی کو اس کے ساتھ مس کر کے اسے بوسہ دینے سے سنت ادا ہو جاتی ہے،، یہ بھی معلوم ہُوا کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کو حجۃ الوداع کہنا جائز ہے،، اور جب لوگ نماز باجماعت پڑھ رہے ہوں تو لوگوں کے پیچھے سے طواف کرے۔ واللہ و رسولہ اعلم!

باب — جس نے صرف رکنِ اسود اور رکنِ یمانی کو بوسہ دیا"

ترجمۃ الباب : محمد بن بکر نے کہا ہم کو ابن جریج نے خبر دی اُنھوں نے کہا ہم کو عمرو بن دینار نے ابوشعثاء سے خبر دی کہ اُنھوں نے کہا بیت اللہ کی کسی شی سے کون پرہیز کرتا ہے؟ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سب ارکان کو بوسہ دیتے تھے ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما

حَدَّثَنَا

۱۵۱۳ أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمْ أَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُ مِنَ الْبَيْتِ إِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ **بَابُ** تَقْبِيلِ الْحَجَرِ **حَدَّثَنَا**

۱۵۱۴ أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا وَرْقَاءُ أَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَبَّلَ الْحَجَرَ وَقَالَ لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ **حَدَّثَنَا**

۱۵۱۵ مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَرَبِيٍّ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ عَنِ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ فَقَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ وَقَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ زُحِمْتُ أَرَأَيْتَ إِنْ غُلِبْتُ قَالَ اجْعَلْ أَرَأَيْتَ بِالْيَمَنِ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الْفِرَبْرِيُّ وَجَدْتُ فِي كِتَابِ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ الزُّبَيْرُ بْنُ عَدِيٍّ كُوفِيٌّ وَالزُّبَيْرُ بْنُ عَرَبِيٍّ بَصْرِيٌّ

نے کہا کہ اِن دو رکنوں (شامی رکن) کو بوسہ نہیں دیا جاتا ہے۔ امیر معاویہ نے کہا بیت اللہ کی کوئی شئی متروک نہیں ہے جبکہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما سب کو بوسہ دیتے تھے!

۱۵۱۳ — ترجمہ : عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رکن اسود اور رکن یمانی کے سوا کسی کو بوسہ دیتے نہیں دیکھا"

شرح

بیت اللہ کے چار ارکان ہیں حجر اسود، رکن یمانی اور دو رکن شامی"، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی غرض یہ تھی کہ شامی رکنوں کو بھی بوسہ دیا جائے۔ رکن اسود اور رکن یمانی کو تغلیباً یمانیین کہا جاتا ہے"، رکن اسود میں دو فضیلتیں ہیں ایک یہ کہ اس میں حجرِ اسود نصب ہے دوسری یہ کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پہ ہے اور رکن یمانی میں صرف دوسری فضیلت ہے اس لئے رکن اسود کا استلام اور بوسہ دیا جاتا ہے جبکہ رکن یمانی کو صرف بوسہ دیا جاتا ہے" شامی رکنوں کا استلام نہیں کیا جاتا اور نہ ہی ان کو بوسہ دیا جاتا ہے"، کیونکہ ان میں مذکورہ دونوں فضیلتیں نہیں پائی جاتی ہیں۔ حضرت امیر معاویہ، عبداللہ بن زبیر، جابر بن زید، عروہ بن زبیر اور سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ چاروں ارکان کو بوسہ دیا جائے ابن منذر نے کہا جابر بن عبداللہ، حسن و حسین اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم"، کا بھی یہی مذہب ہے۔ حضرت ابن عباس، عمر فاروق رضی اللہ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ صرف رکن اسود اور رکن یمانی کو بوسہ دیا جائے کیونکہ یہ دونوں قواعدِ ابراہیم علیہ السلام پر ہیں احناف کا بھی یہی مذہب ہے۔ ابن منذر نے کہا اکثر علماء یہی کہتے ہیں کہ شامی ارکان کا استلام مسنون نہیں"، واللہ و رسولہ اعلم!

باب — حجر اسود کو بوسہ دینا

۱۵۱۴ — ترجمہ : زید بن اسلم نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انھوں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انھوں نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور کہا اگر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا"

۱۵۱۵ — ترجمہ : زبیر بن عربی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ابن عمر رضی اللہ عنہما

باب من اشار الی الرکن اذا اتی علیه حدثنا محمد بن المثنی قال حدثنا عبد الوہاب قال حدثنا خالد عن عکرمۃ عن ابن عباس قال طاف النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالبیت علی بعیر کلما اتی علی الرکن اشار الیه ۱۵۱۶ بشیٔ باب التکبیر عند الرکن حدثنا مسدد قال حدثنا خالد بن عبد اللہ قال حدثنا خالد الحذاء عن عکرمۃ عن ابن عباس قال طاف النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالبیت علی بعیر کلما اتی الرکن اشار الیه بشیٔ عندہ وکبر تابعه ابراہیم بن طہمان عن خالد ۱۵۱۷ الحذاء

سے حجرِ اسود کو بوسہ دینے کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ حجرِ اسود کو ہاتھ سے مس کرتے اور اسے بوسہ دیتے تھے اس شخص نے کہا یہ بتائیں کہ اگر ہجوم زیادہ ہو جائے اگر میں مغلوب ہو جاؤں (تو کیا کروں) ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا " اگر مگر یمن میں رکھو" میں نے امام الانبیاء جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا استلام کرتے اور اسے بوسہ دیتے دیکھا ہے،، محمد بن یوسف فربری نے کہا میں نے ابو جعفر کی کتاب میں دیکھا بخاری نے کہا زبیر بن عدی کوفی ہے اور زبیر بن عربی بصری ہے۔

۱۵۱۴، ۱۵۱۵ — شرح : استلام کا معنیٰ ہاتھ سے مس کرنا ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھنے والا شخص یمنی تھا یعنی جب تو سنت کا طالب ہے اور اسی لئے یہاں آیا ہے تو اپنی رائے کو چھوڑ اور سنت پر عمل کر،، اور اگر مگر کی بات نہ کر۔ احمد بن سنان،، میں پہلا نون مخفف ہے یہ ابو جعفر قطان واسطی اپنے زمانہ کے امام ہیں،، امام بخاری رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ۲۵۹ ہجری کو فوت ہوئے،، اسلم حبشی بجاوی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام ہے عبد المالک کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں اس نے وفات پائی،، ان دونوں حدیثوں کی تقریر حدیث ۱۵۰۲ کی تفہیم میں دیکھیں،،

باب — جس نے حجرِ اسود کی طرف اشارہ کیا جب اس کے پاس آیا،،

۱۵۱۶ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا جب حجرِ اسود کے سامنے آتے تو اس کی طرف اشارہ فرماتے۔

باب — حجرِ اسود کے پاس تکبیر کہنا

۱۵۱۷ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا آپ جب بھی حجرِ اسود کے سامنے آتے تو کسی شی کے ساتھ جو آپ کے پاس تھی اس طرف اشارہ کر کے تکبیر فرماتے۔ ابراہیم بن طہمان نے

بَابُ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ اِذَا قَدِمَ مَكَّةَ قَبْلَ اَنْ يَرْجِعَ اِلٰى بَيْتِهٖ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الصَّفَا

١٥١٧ حَدَّثَنَا اَصْبَغُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ ذَكَرْتُ لِعُرْوَةَ قَالَ فَاَخْبَرَتْنِیْ عَائِشَةُ اَنَّ اَوَّلَ شَیْءٍ بَدَاَ بِهٖ حِيْنَ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ تَوَضَّاَ ثُمَّ طَافَ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ حَجَّ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ مِثْلَهٗ ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ اَبِی الزُّبَيْرِ فَاَوَّلُ شَیْءٍ بَدَاَ بِهِ الطَّوَافُ ثُمَّ رَاَيْتُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارَ يَفْعَلُوْنَهٗ وَقَدْ اَخْبَرَتْنِیْ اُمِّیْ اَنَّهَا اَهَلَّتْ هِیَ وَاُخْتُهَا وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَّفُلَانٌ بِعُمْرَةٍ فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوْا

خالد حذاء سے روایت کرنے میں خالد بن عبد اللہ کی متابعت کی"۔

۱۵۱۶، ۱۵۱۷ — **شرح** : سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا تاکہ لوگ آپ کے افعال دیکھ سکیں جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ پر سوار ہوتے تو وہ بول و براز نہ کرتا تھا"۔ یا آپ بیمار تھے اس لئے سوار ہو کر طواف کیا تھا"۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حجرِ اسود کو ہاتھ سے مسح نہ کر سکے تو کسی لکڑی وغیرہ سے اسے مس کرے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب — جو شخص مکہ میں آیا اور اپنے گھر کو لوٹنے سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا پھر صفا کی طرف نکلا"

۱۵۱۸ — **ترجمہ** : عروہ نے کہا مجھ سے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ آئے تو سب سے پہلے آپ نے وضوء فرمایا پھر طواف کیا پھر عمرہ نہیں ہوا پھر ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے اس طرح کیا پھر میں نے اپنے باپ زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا اُنھوں نے سب سے پہلے طواف کیا پھر میں نے مہاجرین و انصار کو دیکھا کہ وہ یہ کرتے تھے اور میری والدہ نے مجھے بتایا کہ اُنھوں نے اور ان کی ہمشیرہ "عائشہ" زبیر اور فلاں فلاں نے عمرہ کا احرام باندھا اُنھوں نے جب رکن اسود کو مسح کیا تو احرام کھول دیا"۔

۱۵۱۸ — **شرح** : اس باب کے عنوان سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ جو کوئی مکہ مکرمہ میں حج یا عمرہ کے لئے آئے تو وہ بیت اللہ کا طواف کرے پھر دو رکعتیں نفل پڑھے پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے"۔ اگر اس نے عمرہ کا احرام باندھا ہوا ہے تو احرام کھول دے اور حلق کرے اور اگر حج کا احرام باندھا ہے تو احرام نہ کھولے حتیٰ کہ آٹھویں ذی الحجہ کو منیٰ میں جائے اور حج کے افعال ادا کرے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب ہے کہ عمرہ کرنے والا بیت اللہ کا طواف کر کے احرام سے باہر ہو جائے اسے صفا، مروہ کے درمیان سعی کی ضرورت نہیں"۔ اُنھوں نے کہا عمرہ صرف بیت اللہ

١٥١٩ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ ضَمْرَةَ اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا طَافَ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ اَوَّلَ مَا يَقْدَمُ سَعٰى ثَلَاثَةَ اَطْوَافٍ وَمَشٰى اَرْبَعَةً ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ يَطُوْفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

١٥٢٠ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ الطَّوَافَ الْاَوَّلَ يَخُبُّ ثَلَاثَةَ اَطْوَافٍ وَيَمْشِيْ اَرْبَعَةً وَاَنَّهُ كَانَ يَسْعٰى بَطْنَ الْمَسِيْلِ اِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

کا طواف ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مذہب کا رد کرنے کے لئے کہا کہ عمرہ صرف بیت اللہ کا طواف نہیں بلکہ اس کے بعد دو رکعتیں پڑھے پھر صفا مروہ کے درمیان سعی کرے۔

قولہ من طاف بالبیت ،، یعنی جو شخص مکہ میں آئے اور مسجد حرام میں داخل ہو تو سب سے پہلے طواف کرے اور حجر اسود کا استلام کرے یہ مسجد حرام کا تحیہ ہے اسے طواف القدوم کہتے ہیں یہ سنت ہے اگر یہ نہ ہو سکے تو حج میں نقص نہیں آتا،، حج کے افعال سے فارغ ہونے کے بعد دس ذی الحجہ کو طواف کیا جاتا ہے اسے طوافِ زیارت کہتے ہیں یہ فرض ہے جب وطن کو واپس ہوں تو طواف کیا جاتا ہے اسے طوافِ الوداع کہتے ہیں یہ واجب ہے اور حائضہ عورت پر واجب نہیں وہ یہ طواف کئے بغیر وطن کو لوٹ سکتی ہے،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طواف باوضوء کرنا چاہیئے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ واجب ہے اگر وضوء کے بغیر طواف کر لیا جائے تو طواف ادا ہو جائے گا اور اگر طوافِ قدوم وضوء کے بغیر کرے تو اس پر صدقہ واجب ہے اور اگر طوافِ زیارت وضو کے بغیر کرے تو اس پر بکری واجب ہے۔ امام مالک اور شافعی رضی اللہ عنہما نے کہا طواف میں وضوء شرط ہے اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ حرم میں داخل ہونے والا سب سے پہلے طواف کرے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا خوبصورت اور شریف عورت اس سے مستثنیٰ ہے وہ یہ طواف تاخیر سے کر سکتی ہے وہ رات کو طواف کرے اس طرح وہ پردہ میں رہے گی اور فتنہ سے محفوظ رہے گی۔ واللہ و رسولہ اعلم! (عینی)

١٥١٩ — ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج یا عمرہ کے لئے مکہ آنے کے بعد سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرتے تو پہلے تین پھیروں میں سعی کرتے اور چار میں معمول کے مطابق چلتے پھر دو رکعتیں پڑھتے پھر صفا مروہ کے درمیان سعی کرتے۔

١٥٢٠ — ترجمہ : ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلا طواف کرتے تو پہلے تین پھیروں میں سعی کرتے (دوڑ کر چلتے) اور چار میں معمول کے مطابق چلتے اور جب صفاء مروہ کے درمیان سعی کرتے تو نالے کے وسط میں سعی کرتے۔

١٥١٩، ١٥٢٠ شرح : ''سعی'' کا معنیٰ دوڑنا ہے،، مسیل صفاء و مروہ کے درمیان نالہ ہے، اس حدیث سے معلوم ہے کہ بطن

بَابُ طَوَافِ

النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ وَقَالَ لِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ إِذْ مَنَعَ ابْنُ هِشَامٍ النِّسَاءَ الطَّوَافَ مَعَ الرِّجَالِ قَالَ كَيْفَ يَمْنَعُهُنَّ وَقَدْ طَافَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الرِّجَالِ قُلْتُ بَعْدَ الْحِجَابِ أَوْ قَبْلُ قَالَ إِي لَعَمْرِي لَقَدْ أَدْرَكْتُهُ بَعْدَ الْحِجَابِ قُلْتُ كَيْفَ يُخَالِطْهُنَّ الرِّجَالُ قَالَ لَمْ يَكُنْ يُخَالِطْهُنَّ كَانَتْ عَائِشَةُ تَطُوفُ حَجْرَةً مِنَ الرِّجَالِ لَا تُخَالِطُهُمْ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ انْطَلِقِي نَسْتَلِمْ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتِ انْطَلِقِي عَنْكِ وَأَبَتْ يَخْرُجْنَ مُتَنَكِّرَاتٍ بِاللَّيْلِ فَيَطُفْنَ مَعَ الرِّجَالِ وَلَكِنَّهُنَّ كُنَّ إِذَا دَخَلْنَ الْبَيْتَ قُمْنَ حِينَ يَدْخُلْنَ وَأُخْرِجَ الرِّجَالُ وَكُنْتُ آتِي عَائِشَةَ أَنَا وَعُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهِيَ مُجَاوِرَةٌ فِي جَوْفِ ثَبِيرٍ قُلْتُ وَمَا حِجَابُهَا قَالَ هِيَ فِي قُبَّةٍ تُرْكِيَّةٍ لَهَا غِشَاءٌ وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَهَا غَيْرُ ذَلِكَ وَرَأَيْتُ عَلَيْهَا دِرْعًا مُوَرَّدًا!

وادی میں دوڑنا اور اس سے پہلے اور اس کے بعد معمول کے مطابق چلنا مستحب ہے امام مالک رضی اللہ عنہ کے مذہب میں اگر اسے ترک کر دیا تو اس کا اعادہ واجب ہے!

باب — عورتوں کا مردوں کے ساتھ طواف کرنا

عمرو بن علی نے کہا ہم کو ابو عاصم نے خبر دی کہ ابن جریج نے کہا مجھے عطاء بن ابی رباح نے خبر دی جبکہ ابن ہشام نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے منع کیا عطاء بن ابی رباح نے کہا وہ انکو کیونکر روکتا ہے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے مردوں کے ساتھ طواف کیا ہے،، ابن جریج نے کہا میں نے کہا کیا پردہ کی آئت کے نزول کے بعد یا پہلے (انھوں نے طواف کیا ہے) اُنھوں نے کہا مجھے میری عمر کی قسم ہے میں نے حجاب کی آئت کے نزول کے بعد عورتوں کو مردوں کے ساتھ مل کر طواف کرتے دیکھا ہے،، میں نے کہا عورتیں مردوں کے ساتھ کیونکر اختلاط کرتی تھیں۔ اُنھوں نے کہا وہ مردوں سے اختلاط نہ کرتی تھیں۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا مردوں سے علیحدہ ہو کر طواف کرتی تھیں ان سے اختلاط نہ کرتی تھیں ایک عورت نے کہا اے ام المؤمنین چلیں حجرِ اسود کو بوسہ دیں تو اُنھوں نے کہا تو جا اور پتھر کے استلام کا انکار کر دیا،، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن رات کو اس حال میں نکلتی تھیں کہ وہ پہچانی نہ جاتی تھیں، اور وہ مردوں کے ساتھ طواف کرتی تھیں لیکن جب وہ بیت اللہ میں داخل ہونا چاہتیں تو کھڑی رہتیں اور مردوں کو نکالا جاتا (پھر وہ بیت اللہ میں داخل ہوتیں) میں اور عُبید بن عمیر مائی صاحبہ کے پاس آئے جبکہ وہ ثبیر کے جوف میں ٹھہری ہوئی تھیں میں نے کہا ان کا پردہ کیا تھا اُنھوں نے کہا وہ ترکی خیمہ میں تھیں اس پر پردہ پڑا تھا ہمارے اور ام المؤمنین کے درمیان اس کے سوا اور کوئی پردہ حائل نہ تھا میں نے ام المؤمنین پر گلابی رنگ کی قمیص دیکھی۔

شرح : اگر یہ کہا جائے کہ عطاء نے ام المؤمنین کو کیسے دیکھا اس کا جواب یہ ہے کہ اُنھوں نے اتفاقاً قمیص دیکھی ام المؤمنین کو نہ دیکھا تھا۔ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا بعض روایات میں یہ ثابت ہے کہ عطاء نے کہا میں اس وقت بچہ تھا،، یہ گفتگو ابن جریج اور عطاء کے درمیان ہوئی تھی اور عطاء ام المؤمنین کے پاس عبید بن عمیر کے ساتھ آئے تھے، واللہ ورسولہ اعلم!

۱۵۲۱ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ ثَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ زَیْنَبَ بِنْتِ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ شَكَوْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنِّیْ اَشْتَكِیْ فَقَالَ طُوْفِیْ مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَاَنْتِ رَاكِبَةٌ فَطُفْتُ مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَئِذٍ یُّصَلِّیْ اِلٰى جَنْبِ الْبَیْتِ وَهُوَ یَقْرَأُ وَالطُّوْرِ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ بَابُ الْكَلَامِ فِی الطَّوَافِ ۱۵۲۲ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا هِشَامٌ اَنَّ ابْنَ جُرَیْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ اَخْبَرَنِیْ سُلَیْمَانُ الْاَحْوَلُ اَنَّ طَاؤُسًا اَخْبَرَهٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ وَهُوَ یَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ بِاِنْسَانٍ رَبَطَ یَدَهٗ اِلٰى اِنْسَانٍ بِسَیْرٍ اَوْ بِخَیْطٍ اَوْ بِشَیْءٍ غَیْرِ ذٰلِكَ فَقَطَعَهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِیَدِهٖ ثُمَّ قَالَ قُدْهُ بِیَدِهٖ بَابٌ اِذَا رَاٰى سَیْرًا اَوْ شَیْئًا یُّكْرَهُ فِی الطَّوَافِ قَطَعَهٗ

۱۵۲۱ — ترجمہ : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں آپ نے فرمایا تم لوگوں کے پیچھے سوار ہو کر طواف کر لو تو میں نے طواف کیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بیت اللہ کے ایک طرف نماز پڑھ رہے تھے جبکہ سورت والطور وکتاب مسطور، پڑھ رہے تھے،،

۱۵۲۱ — شرح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو حکم فرمایا کہ لوگوں کے پیچھے طواف کریں اور ان سے اختلاط نہ کریں کیونکہ طواف میں عورتوں کو مردوں سے علیحدہ رہنا چاہیے،، ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے وقت طواف کیا کیونکہ اس میں زیادہ پردہ تھا جبکہ یہ نماز صبح کی تھی واللہ ورسولہ اعلم!

باب — طواف کرتے وقت باتیں کرنا،،

۱۵۲۲ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان کے پاس سے گزرے جبکہ آپ کعبہ کا طواف کر رہے تھے اس نے اپنا ہاتھ دوسرے شخص کے ساتھ چمڑے کے تسمہ یا رسی یا کسی اور چیز کے ذریعہ باندھا ہوا تھا — امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اسے کاٹ دیا پھر اسے فرمایا اس کو ہاتھ سے پکڑ کر چل،،

باب — جب طواف میں تسمہ یا کوئی مکروہ شئے دیکھے۔،،

حَدَّثَنَا اَبُوعَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ
عَنْ سُلَيْمَانَ الْاَحْوَلِ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ بِزِمَامٍ اَوْ غَيْرِهِ فَقَطَعَهُ ۔ بَابٌ لَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ وَلَا يَحُجُّ مُشْرِكٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ ثَنَا يُونُسُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ بَعَثَهُ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي اَمَّرَهُ عَلَيْهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَوْمَ النَّحْرِ فِي رَهْطٍ يُؤَذِّنُ فِي النَّاسِ اَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ

۱۵۲۳ ۱۵۲۴

۱۵۲۳ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کعبہ کا طواف کرتے دیکھا کہ وہ رسی یا کسی دوسری چیز سے بندھا ہوا تھا آپ نے اس کو کاٹ دیا،،

۱۵۲۳ — شرح : جاہلیت میں لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ اس طریقہ سے اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے بن جاتے ہیں اس لئے آپ نے اس طریقہ سے منع فرما دیا،، حدیث ۱۵۲۲ اور ۱۵۲۳،، سے معلوم ہوتا ہے کہ طواف میں اچھی بات کرنا مباح ہے، اور اگر کوئی بری چیز دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے، اور جس فعل میں اللہ کی نافرمانی ہو وہ نذر نہ مانے اور نہ ہی وہ اس پر لازم ہے اور جاہلیت کا طریقہ تسویل شیطانی ہے، طواف میں تھوکنا، کھنگار پھینکنا اور چغلی کرنا مکروہ ہے اس سے طواف فاسد نہیں ہوتا اگرچہ یہ افعال گناہ ہیں،، اور اگر جمائی کے وقت اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لے تو حرج نہیں عورت محرمہ نہ ہو تو اس کا منہ پر نقاب ڈال کر طواف کرنا مکروہ ہے جیسے نماز میں مکروہ ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب — کوئی شخص ننگا بیت اللہ کا طواف نہ کرے اور نہ ہی مشرک حج کرے،،

۱۵۲۴ — ترجمہ : ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابوبکر صدیق" رضی اللہ عنہ" جس حج میں ان کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے پہلے امیر حج بنایا تھا نے ان کو چند لوگوں کے ساتھ نحر کے دن لوگوں میں یہ اعلان کرنے بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ ہی کوئی ننگا شخص بیت اللہ کا طواف کرے،،

(حدیث نمبر ۳۶۴ کی شرح دیکھیں)

بَابٌ اِذَا وَقَفَ فِي الطَّوَافِ وَقَالَ عَطَاءٌ فِيمَنْ يَطُوفُ فَتُقَامُ الصَّلٰوةُ اَوْيُدْفَعُ عَنْ مَكَانِهٖ اِذَا سَلَّمَ يَرْجِعُ اِلٰى حَيْثُ قُطِعَ عَلَيْهِ فَيَبْنِيْ وَيُذْكَرُ نَحْوُهٗ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ

باب — جب طواف کے دوران ٹھہر جائے

ترجمہ : عطاء نے کہا اس شخص کے بارے میں کہا جو بیت اللہ کا طواف کر رہا ہو اور نماز کے لئے اقامت کہی جائے یا اسے اپنی جگہ سے دُور کر دیا جائے جب وہ سلام پھیرے تو اس جگہ پر لوٹ آئے جہاں اس کا طواف منقطع ہُوا تھا۔ ابن عمر، عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم سے بھی اس طرح منقول ہے،،

شرح : سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نَو ہجری میں امیرِ حج بنا کر بھیجا جبکہ ان کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تھے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُن کو نحر کے روز چند لوگوں کے ساتھ اعلان کرنے بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی ننگا شخص اور مشرک طواف نہ کرے سہیلی رحمہ اللہ نے کہا جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس تشریف لائے اور حج کا ارادہ کیا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ حج میں مشرک بھی شریک ہوتے ہیں اور مشرکانہ تلبیہ کہتے ہیں اور ننگے طواف کرتے ہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم حج سے رُک گئے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو برأت کا اعلان کرنے بھیجا،،

مشرک حرم میں داخل نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " **انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھٰذا** ،، مسجد حرام سے مراد سارا حرم ہے۔ اس آئت کریمہ کے نزول کے وقت آپ نے مذکورہ اعلان کروایا تھا،، اسی طرح اہلِ ذمّہ بھی اس اعلان کے بعد حرم میں داخل نہیں ہو سکتے کیونکہ امام الانبیاء علیہ السلام نے مرضِ وفات میں فرمایا " **اخرجوا الیھود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب** ،، کہ یہود و نصاریٰ کو عرب سے نکال دو،، اس حدیث سے امام مالک اور امام شافعی رضی اللہ عنہما اور ایک روائت کے مطابق امام احمد رضی اللہ عنہ نے استدلال کیا کہ طواف میں سترِ عورت شرط ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور دوسری روائت کے مطابق امام رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر برہنہ شخص نے اعتکاف کیا تو اعتکاف میں نقص واقع ہو گا اور اسے دم سے پُورا کیا جائے گا،،

جب طواف کرنے والے کو طواف کے دوران کوئی عارضہ پیش آجائے تو جمہور علماء کے نزدیک اسی بنیاد پر باقی طواف پُورا کرے اور اس کا طواف منقطع نہیں ہوتا،، ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا جمہور علماء کہتے ہیں کہ اگر دورانِ طواف میں نماز کے لئے اقامت کہی جائے تو نماز باجماعت ادا کر کے باقی طواف پُورا کر لے۔ امام ابوحنیفہ مالک، شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے،، شرح مہذب میں ہے کہ اگر طواف کے دوران جنازہ حاضر ہو جائے تو امامِ شافعی اور امام مالک رضی اللہ عنہما کے مذہب کے مطابق وہ اپنا طواف پُورا کرے نمازِ جنازہ سے طواف کرنا بہتر ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ ہے کہ جنازہ کے لئے جا سکتے ہیں،، واللہ و رسولہ اعلم!

اس باب کے عنوان کے مطابق کوئی حدیث ذکر نہیں کی کیونکہ جب عنوان کے مطابق کسی صحابی یا تابعی کا اثر ذکر

باب طاف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصلی لسبوعہ رکعتین وقال نافع کان ابن عمر یصلی لکل سبوع رکعتین وقال اسمٰعیل بن امیۃ قلت للزہری ان عطاء یقول تجزئہ المکتوبۃ من رکعتی الطواف فقال السنۃ افضل لم یطف النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبوعا قط الا صلی رکعتین حدثنا قتیبۃ قال حدثنا سفیٰن عن عمرو قال سالنا ابن عمر ایقع الرجل علی امرأتہ فی العمرۃ قبل ان یطوف بین الصفا والمروۃ قال قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فطاف بالبیت سبعا ثم صلی خلف المقام رکعتین وطاف بین الصفا والمروۃ وقال لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ قال وسألت جابر بن عبد اللہ فقال لا یقرب امرأتہ حتی یطوف بین الصفا والمروۃ

کر دیا جائے تو وہی کافی ہوتا ہے لہٰذا یہ کہنا ضروری نہیں کہ اس عنوان کے مطابق کوئی حدیث نہ تھی جو بخاری کی شرط کے مطابق ہو ،،

باب —— نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (طواف میں) سات پھیروں پر دو رکعتیں پڑھیں"

ترجمہ : نافع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہر سات پھیروں کے بعد دو رکعتیں پڑھتے اسماعیل بن اُمیّہ نے کہا میں نے زہری سے کہا کہ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ طواف کی دو رکعتوں کی بجائے فرض نماز کافی ہے۔ زہری نے کہا کہ سنت پر عمل کرنا افضل ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی سات پھیرے طواف نہ کیا مگر اس کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے ،،

۱۵۲۵ —— ترجمہ : سفیان نے عمرو سے روایت کی کہ ہم نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ کیا کوئی شخص اپنی بیوی سے عمرہ میں صفا مروہ کے درمیان سعی کرنے سے پہلے جماع کر لے ؟ اُنھوں نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ تشریف لائے اور سات پھیرے بیت اللہ کا طواف کیا پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں اور صفا، مروہ کے درمیان سعی کی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تمہارے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء اور پیروی اچھی ہے۔ عمرو نے کہا میں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو اُنھوں نے کہا اپنی بیوی سے جماع نہ کرے حتیٰ کہ صفاء و مروہ کے درمیان سعی کرے ،،

شرح : امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا طواف کے بعد فرض نماز سے طواف کی دو رکعتیں ادا ہو جاتی ہیں اگرچہ ان کی نیت نہ کرے مگر سنت یہ ہے کہ طواف کے بعد خصوصی طور پر دو رکعتیں پڑھے اور سنت کی رعائت افضل ہے اسی لئے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ سنت یہ ہے کہ طواف کے سات پھیروں کے بعد صفا و

باب من لم

۱۵۲۶ یقرب الکعبۃ ولم یطف حتی یخرج الی عرفۃ ویرجع بعد الطواف الاول حدثنا محمد بن ابی بکر قال حدثنا فضیل قال حدثنا موسی بن عقبۃ قال اخبرنی کریب عن عبد اللہ بن عباس قال قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ فطاف سبعا وسعی بین الصفا والمروۃ ولم یقرب الکعبۃ بعد طوافہ بھا حتی رجع من عرفۃ

مروہ کے درمیان سعی سے پہلے دو رکعتیں پڑھے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا ہے،، اور تمہارے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اچھی ہے ان کا مقصد یہ ہے کہ صفا، مروہ کے درمیان سعی سے پہلے اپنی بیوی سے جماع نہیں کر سکتا کیونکہ امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب — جو شخص کعبہ کے پاس نہ گیا اور نہ طواف کیا حتیٰ کہ عرفہ کی طرف چلا گیا اور طوافِ اول کے بعد لوٹا،،

۱۵۲۶ — ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ تشریف لائے اور بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا، مروہ کے درمیان سعی کی اور طواف کے بعد کعبہ کے پاس نہ گئے حتی کہ عرفہ سے واپس تشریف لائے،،

۱۵۲۶ — شرح : اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالی کا مقصد یہ ہے کہ حاجی طوافِ قدوم کے بعد طواف نہ کرے حتیٰ کہ عرفہ سے واپس لوٹے،، بظاہر تو اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ طوافِ قدوم کے بعد طواف نہیں مگر اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا اور آپ نے طوافِ قدوم کے بعد طواف اس لئے نہ کیا تھا کہ لوگ اسے واجب خیال کرنے لگیں گے،، امام مالک رضی اللہ عنہ نے یہ پسند کیا ہے کہ طوافِ قدوم کے بعد طواف نہ کرے حتیٰ کہ حج پورا کرے اللہ تعالی نے اس میں وسعت دی ہے لہذا جو شخص طوافِ قدوم کے بعد طواف کرنا چاہے وہ رات یا دن کو کر سکتا ہے۔ خصوصاً دور دراز کے علاقوں سے آنے والوں کے لئے تو خصوصی طور پر صحیح ہے جبکہ اُنھوں نے کبھی بیت اللہ کا طواف نہیں کیا ان کے لئے نفل نماز سے بیت اللہ کا طواف کرنا افضل ہے،، عطاء بن ابی رباح اور حسن بصری رحمہما اللہ سے روایت ہے کہ مسافر جب مکہ مکرمہ میں چالیس روز اقامت کرے تو اس کے لئے نماز طواف سے افضل ہے،، حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی یہ کہتے ہیں۔ ماوردی رحمہ اللہ نے کہا کہ طواف نماز سے افضل ہے،، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مکہ میں رہنے والوں کے لئے نماز افضل ہے،، اور مسافروں کے لئے طواف افضل ہے (عینی)

بَابُ

١٥٢٧ مَنْ صَلّٰى رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ خَارِجًا مِّنَ الْمَسْجِدِ وَصَلّٰى عُمَرُ خَارِجًا مِّنَ الْحَرَمِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ شَكَوْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَرْوَانَ يَحْيَى بْنُ اَبِيْ زَكَرِيَّاءَ الْغَسَّانِيُّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ بِمَكَّةَ وَاَرَادَ الْخُرُوْجَ وَلَمْ تَكُنْ اُمُّ سَلَمَةَ طَافَتْ بِالْبَيْتِ وَاَرَادَتِ الْخُرُوْجَ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ لِلصُّبْحِ فَطُوْفِيْ عَلٰى بَعِيْرِكِ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ وَلَمْ تُصَلِّ حَتّٰى خَرَجَتْ

باب — جس نے طواف کی دو رکعتیں مسجد سے باہر پڑھیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حرم سے باہر پڑھیں

ترجمہ ۱۵۲۷ : امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے روائت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ آپ مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے اور آپ نے وہاں سے روانگی کا ارادہ کیا اور ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیت اللہ کا طواف نہ کیا تھا اور وہ بھی روانہ ہونا چاہتی تھیں تو انھیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب صبح کی نماز کے لئے اقامت ہو تو تم اپنے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کر لو جبکہ لوگ نماز پڑھتے ہوں گے،، ام المومنین رضی اللہ عنہا نے یوں ہی کیا اور نماز نہ پڑھی حتیٰ کہ باہر نکل گئیں۔

شرح ۱۵۲۷ : علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا احتمال ہے کہ ام المومنین نے اقامت صلوٰۃ کے وقت طواف کر لیا ہو پھر فرض پڑھ کر باہر تشریف لے گئی ہوں اور ان کا یہ خیال ہو کہ یہی فرض طواف کی دو رکعتوں سے کفائت کر سکتے ہیں،، ابن منذر نے کہا جو شخص طواف کے بعد دو رکعتیں بھول گیا اور حرم سے باہر نکل گیا یا اپنے وطن کو لوٹ گیا اس کے متعلق عطاء بن ابی رباح اور حسن بصری نے کہا جب یاد آئے پڑھ لے حرم میں یاد آئے یا اس سے نکل جانے کے بعد یاد کرے امام ابو حنیفہ، امام شافعی رضی اللہ عنہما کا یہی مسلک ہے اور یہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے موافق ہے کہ اس حدیث میں "حرم" یا اس سے باہر دو رکعتیں پڑھنے کا قطعاً ذکر نہیں ہے،، سفیان ثوری رحمہ اللہ نے کہا جب تک حرم سے نہ نکلے پڑھ لے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا اگر وہ دور چلا جائے یا وطن کو لوٹ جائے تو اس پر "دم" واجب ہے،، احناف کے نزدیک جب طواف سے فارغ ہو تو مقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس دو رکعتیں پڑھ لے۔"سراجیہ"

باب من صلی رکعتی الطواف خلف المقام

۱۵۲۸ حدثنا آدم قال حدثنا شعبة قال حدثنا عمرو بن دینار قال سمعت ابن عمر یقول قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فطاف بالبیت سبعا وصلی خلف المقام رکعتین ثم خرج الی الصفا وقد قال اللہ عز وجل لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

باب الطواف بعد الصبح والعصر وکان ابن عمر یصلی رکعتی الطواف ما لم تطلع الشمس وطاف عمر بعد صلوۃ الصبح فرکب حتی صلی الرکعتین بذی طوی۔

میں اسے افضل کہا ہے اور اگر مقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس نہ پڑھ سکے تو مسجد میں جہاں آسانی سے پڑھ سکے پڑھ لے،، خانیہ،، میں ہے اگر مسجد سے باہر جا کر پڑھ لے تو ہمارے نزدیک یہ جائز ہے اور یہ دو رکعتیں ہمارے مذہب میں واجب ہیں جبکہ امام شافعی رضی اللہ عنہ ان کو سنت کہتے ہیں اور ایک روایت کے مطابق وہ بھی ان کو واجب کہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے" وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى،، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں دو رکعتیں پڑھیں اور ان میں ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھی اور پہلی رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور دوسری رکعت میں" قل ھو اللہ احد،، سورتیں پڑھیں پھر رکن کا استلام کیا اس کے بعد صفا و مروہ تشریف لے گئے،، امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے،، عینی، اس میں ایک قول یہ بھی ہے کہ فرض طواف میں یہ واجب ہیں اور نفل طواف میں یہ سنت ہیں،، واللہ ورسولہ اعلم!

باب — جس نے مقامِ ابراہیم علیہ السّلام کے پیچھے طواف کی دو رکعتیں پڑھیں،،

۱۵۲۸ — ترجمہ : عمرو بن دینار نے ذکر کیا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم" مکہ مکرمہ" تشریف لائے آپ نے سات پھیرے بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں پھر صفا تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" تمہارے لئے رسول اللہ" صلی اللہ علیہ وسلم" کی پیروی اچھی ہے،،

۱۵۲۸ — شرح : وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى،، کے باب میں اس کی تشریح ہو چکی ہے۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اَعْلَمُ!

باب — صبح اور عصر کی نمازوں کے بعد طواف کرنا

۱۵۲۹ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ حَبِيبٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ نَاسًا طَافُوا بِالْبَيْتِ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ ثُمَّ قَعَدُوا إِلَى الْمُذَكِّرِ حَتّٰى إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامُوا يُصَلُّونَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ قَعَدُوا حَتّٰى إِذَا كَانَتِ السَّاعَةُ الَّتِي تُكْرَهُ فِيهَا الصَّلٰوةُ قَامُوا يُصَلُّونَ

۱۵۳۰ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوبِهَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما طلوع شمس سے پہلے طواف کی دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز کے بعد طواف کیا پھر سوار ہو کر باہر چلے گئے حتی کہ "ذی طوی" کے مقام میں دو رکعتیں پڑھیں!

۱۵۲۹ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ لوگ صبح کی نماز کے بعد بیت اللہ کا طواف کرتے پھر واعظ کے پاس بیٹھ جاتے حتی کہ جب سورج طلوع ہوتا تو اٹھ کر نماز پڑھنے لگتے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ لوگ بیٹھے رہتے ہیں حتی کہ جب وہ وقت آتا ہے جس میں نماز پڑھنی مکروہ ہے تو اٹھ کر نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔

۱۵۳۰ — ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سورج طلوع اور اس کے غروب ہوتے وقت نماز پڑھنے سے منع کرتے ہوئے سنا ہے"۔

۱۵۲۹، ۱۵۳۰ — شرح : امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالی اور ایک روایت کے مطابق امام مالک رحمہ اللہ تعالی نے کہا کہ صبح کی نماز کے بعد طواف کی دو رکعتیں پڑھنا مکروہ ہیں حتی کہ سورج طلوع ہو جائے ایسے ہی عصر کے بعد یہ مکروہ ہیں حتی کہ سورج غروب ہو جائے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تین اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے"، اور وہ سورج کے طلوع ہونے، سیدھا سر پہ کھڑا ہونے اور اس کے غروب ہونے کے اوقات ہیں باایں ہمہ امام بخاری کی اس تعلیق کے خلاف امام طحاوی رحمہ اللہ تعالی نے صحیح اسناد کے ساتھ نافع سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صبح کی نماز کے وقت تشریف لائے اور بیت اللہ کا طواف کیا اور سورج طلوع

۱۵۳۱

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا

عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ رُفَيْعٍ قَالَ رَأَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ يَطُوفُ بَعْدَ الْفَجْرِ وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ وَرَأَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَيُخْبِرُ أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَدْخُلْ بَيْتَهَا إِلَّا صَلَّاهُمَا

ہو جانے کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔ ابن منذر نے حماد کے طریق سے ایوب سے روائت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب صبح کی نماز کے بعد طواف کرتے تو دو رکعتیں نہ پڑھتے حتیٰ کہ سورج طلوع کرتا ایسے ہی عصر کے بعد طواف کرتے تو نماز نہ پڑھتے حتیٰ کہ سورج غروب کر جاتا،، اس روائت سے بخاری کی تعلیق معمول بہ نہیں رہتی جبکہ خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل اس کے خلاف ہے البتہ طبرانی نے اوسط میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روائت کی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بنی عبد مناف، اے بنی عبدالمطلب اگر تمہیں حکومت ملے تو رات ہو یا دن ہو کسی کو بیت اللہ کا طواف کرنے اور نماز پڑھنے سے منع نہ کرو مگر اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی صحت کی تقدیر پر یہ ان اوقات پر محمول ہے جو ان تین اوقات کے علاوہ ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے سے منع فرمایا اس طرح دونوں روایات پر عمل ہو سکتا ہے۔ نیز سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز کے بعد طواف کیا اور نماز کو غیر مکروہ وقت میں مؤخر کیا اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں یہ کیا اور اس کا کسی نے انکار نہ کیا اگر صبح کی نماز کے بعد طواف کی رکعتوں کا وقت ہوتا تو وہ ضرور اس وقت نماز پڑھتے اور اس میں ذرہ بھر تاخیر نہ فرماتے ابن ابی شیبہ نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روائت کی انھوں نے کہا جب تم بیت اللہ کا طواف فجر یا عصر کی نماز کے بعد کرو تو سورج کے غروب ہو جانے یا اس کے طلوع ہو جانے تک نماز میں تاخیر کرو،، خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روائت کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ سورج کے طلوع و غرب کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے،، یہ روایات عموم کے اعتبار سے ان اوقاتِ مکروہہ میں نماز کی ممانعت پر صریح نص ہیں،،

۱۵۳۱ — ترجمہ : عبدالعزیز بن رُفیع بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ فجر کی نماز کے بعد طواف کرتے اور دو رکعتیں پڑھتے تھے عبدالعزیز نے کہا میں نے عبداللہ بن زبیر کو دیکھا کہ وہ عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے اور بیان کرتے تھے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے حدیث ذکر کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی ان کے گھر داخل ہوتے تو دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے!

۱۵۳۱ — شرح : عصر کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھنا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات سے ہے لا یصلی بعد العصر،، کے باب میں اس کی تشریح ہو چکی ہے،،

بَابُ الْمَرِيضِ يَطُوفُ رَاكِبًا حدثنا اسحاق الواسطي قال حدثنا خالد عن خالد الحذاء عن عكرمة عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم طاف بالبيت وهو على بعير كلما اتى على الركن اشار اليه بشيء في يده وكبر **۱۵۳۲** حدثنا عبد الله بن مسلمة قال حدثنا مالك عن محمد بن عبد الرحمن بن نوفل عن عروة عن زينب بنت ام سلمة عن ام سلمة قالت شكوت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم اني اشتكي فقال طوفي من وراء الناس وانت راكبة فطفت ورسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي الى جنب البيت وهو يقرأ بالطور وكتاب مسطور **۱۵۳۳** **بَابُ سِقَايَةِ الْحَاجِّ** حدثنا عبد الله بن محمد بن ابي الاسود قال حدثنا ابو ضمرة قال حدثنا عبيد الله عن نافع عن ابن عمر قال استأذن العباس بن عبد المطلب رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يبيت بمكة ليالي منى من اجل سقايته فاذن له **۱۵۳۴** حدثنا اسحاق بن شاهين قال حدثنا خالد عن خالد عن عكرمة عن ابن عباس ان

باب — بیمار سوار ہو کر طواف کرے

ترجمہ ۱۵۳۲ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا طواف کیا جبکہ آپ اونٹ پر سوار تھے آپ جب بھی رکن کے پاس سے گزرتے تو اپنے دستِ اقدس میں کسی شیٔ سے اس طرف اشارہ کرتے اور تکبیر فرماتے تھے!

ترجمہ ۱۵۳۳ : ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شکایت عرض کی کہ میں بیمار ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوار ہو کر لوگوں کے بعد طواف کر لو (ام المؤمنین نے کہا) میں نے طواف کیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کی ایک طرف نماز پڑھ رہے تھے اور آپ (نماز میں) سورۂ طور پڑھتے تھے۔

شرح ۱۵۳۳ : اس حدیث کی شرح "باب طواف النساء مع الرجال" کی حدیث ع۱۵۲۱ دیکھیں"۔

باب — حاجیوں کو پانی پلانا

ترجمہ ۱۵۳۴ : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ حاجیوں کو پانی پلانے کے لئے منیٰ کی راتیں مکہ مکرمہ رہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی۔

شرح ۱۵۳۴ : منیٰ کی راتیں گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں راتیں ہیں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب میں منیٰ کی راتوں میں منیٰ میں رہنا سنت ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاء الی السقایۃ فاستسقی فقال العباس یا فضل اذھب الی امک فات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشراب من عندھا فقال اسقنی قال یا رسول اللہ انھم یجعلون ایدیھم فیہ قال اسقنی فشرب منہ ثم اتی زمزم وھم یسقون ویعملون فیھا فقال اعملوا فانکم علی عمل صالح ثم قال لولا ان تغلبوا لنزلت حتی اضع الحبل علی ھذہ یعنی عاتقہ واشار الی عاتقہ

اور دیگر ائمہ کے مذہب میں یہ واجب ہے۔

جاہلیت کے زمانہ میں چاہِ زمزم کے منتظم حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے اور وہی حاجیوں کو آبِ زمزم پلایا کرتے تھے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تولیت برقرار رکھی اور یہ حق ان کی اولاد کے لئے ہمیشہ کے لئے ثابت ہے جبکہ کعبہ مشرفہ کی کلید برداری بنی شیبہ کو ملی اور یہ انھیں کے خاندان میں ہے''۔

ایام تشریق میں شیطان کو سنگریزے مارنے کے لئے ان راتوں میں منیٰ میں رہنا مسنون ہے اور کسی دوسری جگہ رات بسر کرنا مکروہ ہے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کو ترک کرنے پر زجرو توبیخ کیا کرتے تھے اگر کوئی عمداً دوسری جگہ رات بسر کرے تو اس پر مؤاخذہ نہیں ہے اور حاجیوں کو آبِ زمزم پلانے والوں کے لئے اجازت ہے کہ وہ ان راتوں کو مکہ میں رہیں''۔

۱۵۳۵ — ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سقایہ کے پاس تشریف لائے اور پانی طلب فرمایا تو حضرت عباس نے کہا اے فضل! اپنی والدہ کے پاس جاؤ اور ان سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شربت لاؤ، آپ نے فرمایا مجھے پانی پلاؤ۔ حضرت عباس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" لوگ اس میں ہاتھ ڈالتے ہیں فرمایا مجھے پانی پلاؤ اور اس سے آپ نے پانی پیا پھر آبِ زمزم کے پاس تشریف لائے لوگ پانی کھینچ رہے تھے اور پلا رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کام کرتے رہو تم اچھا کام کرتے ہو پھر فرمایا اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم پر غلبہ کیا جائے گا تو میں اترتا اور ڈوری اس پر یعنی کندھے پر ڈالتا اور اپنے کندھے کی طرف اشارہ فرمایا''۔

۱۵۳۵ — شرح : سقایہ وہ جگہ ہے جہاں پانی جمع کیا جاتا ہے''۔ فضل حضرت عبداللہ کے بڑے بھائی ہیں ان کی والدہ کا نام لبابہ بنت حارث ہلالیہ ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم پر غلبہ کیا جائے گا تو میں اترتا''۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ لوگ تم پر جمع ہو جائیں گے اور ہجوم کی کثرت کے سبب تم مغلوب ہو جاؤ گے تو میں خود پانی کھینچتا بعض علماء نے یہ معنیٰ کیا ہے کہ اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ میرے کرنے سے تم پر واجب ہو جائے گا تو میں ڈول کھینچتا یہ معنی بھی کیا جاتا ہے کہ اگر میں ڈول کھینچوں تو میرے بعد آنے والے حاکم یہ منصب تم سے چھین لیں گے تاکہ وہ اس سعادت کا شرف حاصل کریں اور تم مغلوب ہو کر رہ جاؤ گے تو میں ضرور کھینچتا''۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس حدیث سے ظاہر ہے کہ شریعت مطہرہ میں افعال وجوب پر محمول ہوتے ہیں اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض افعال ترک

١٥٣٦

بَابُ مَاجَاءَ فِي زَمْزَمَ وَقَالَ عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَنَسُ
بْنُ مَالِكٍ كَانَ اَبُوْ ذَرٍّ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ سَقْفِي وَاَنَا بِمَكَّةَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ فَفَرَجَ صَدْرِي
ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَاِيْمَانًا فَاَفْرَغَهَا فِي صَدْرِي ثُمَّ اَطْبَقَهُ ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِي فَعَرَجَ
اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَقَالَ جِبْرِيْلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ الدُّنْيَا اِفْتَحْ قَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ

کرنا اس لئے تھا کہ وہ مسنون ہوں اور آبِ زمزم پینا مسنون ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے معروف صدقات جیسے سبیل کا پانی جسے ہر راہ گزر پیتا ہے حرام نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اشیاء میں اصل طہارت ہے۔ اسی لئے آپ نے وہاں سے پانی پیا۔ واللہ اعلم!

آبِ زمزم کے متعلق

آبِ زمزم کی یہ بہت بڑی فضیلت ہے کہ اس سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ مقدس دھویا گیا تھا کیونکہ یہ پانی سیدنا جبرائیل علیہ السلام کے پَر مارنے سے ظاہر ہوا تھا اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام پیا کرتے تھے، "اسے رکضۂ جبرائیل بھی کہا جاتا ہے"، اس کے نام ہمزمہ جبرائیل اور ہزمہ جبرائیل بھی ہیں"، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اس کو "زمزم" اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کو مٹی کے ساتھ روکا گیا تھا تاکہ پانی دائیں بائیں بہہ جانے سے رک جائے"، اگر اسے نہ روکا جاتا تو ہر شے کو سیراب کرتا"، مسلم نے روایت کی کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے تیس دن زمزم پیا یہی ان کا طعام تھا اور خوب صحت مند اور توانا ہو گئے"، اس کے پینے سے بیماریاں دُور ہو جاتی ہیں"، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے اور منافقوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ وہ آبِ زمزم نہیں پیتے ہیں"، دارقطنی نے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جب یہ پانی پیتے تو یہ دُعاء کرتے: اے اللہ! میں تجھ سے علمِ نافع، رزقِ واسع اور ہر بیماری سے شفا کا سوال کرتا ہوں"، (عینی) چاہِ زمزم بیتُ اللہ سے تقریباً چالیس گز دُور ہے۔

باب — آبِ زمزم کے بارے میں"

ترجمہ ۱۵۳۶—: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے گھر کی چھت کھول دی گئی جبکہ میں مکہ میں تھا اور جبرائیل علیہ السلام اُترے اور میرا سینہ چاک کیا پھر اس کو آبِ زمزم سے دھویا پھر سونے کا طشت لے کر آئے جو ایمان و حکمت سے بھرا ہوا تھا اور اس کو میرے سینہ میں انڈیل دیا پھر اس کو جوڑ دیا پھر میرا ہاتھ پکڑا اور پہلے آسمان کی طرف اُوپر چڑھ گئے جبرائیل علیہ السلام نے پہلے آسمان کے داروغہ سے کہا کہ کھولو اُس نے کہا کون ہو؟ کہا میں جبرائیل ہوں" علیہ السلام"

اخبرنا الفزاری عن عاصم عن الشعبی ان ابن عباس حدثہ قال سقیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من زمزم فشرب وھو قائم قال عاصم فحلف عکرمۃ ما کان یومئذ الا علی بعیر باب طواف القارن

شرح : شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو بتایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

١٥٣٦ —

کو آبِ زمزم پلایا آپ نے وہ پیا جبکہ آپ کھڑے تھے۔ عاصم نے کہا عکرمہ نے قسم کھا کر بیان کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس روز اونٹ پر سوار تھے،، اس حدیث سے آبِ زمزم کی فضیلت واضح ہوتی ہے کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مقدس دھونے کے لئے اس کے سوا کوئی اور پانی نہیں لیا گیا،، حدیث ۳۴۴ میں اس کی تفصیل مذکور ہے ! عبدان ،، کا نام عبد اللہ بن عثمان مروزی ہے،، حدیث ع۱۵۳٦ سے معلوم ہوتا ہے کہ آبِ زمزم کھڑے کھڑے پینا چاہیئے اور یہ حاجیوں کے لئے مسنون ہے،، اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایام حج میں آبِ زمزم نہ پیتے تھے تاکہ یہ گمان نہ ہو کہ اس کا پینا فرض ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ پیا کرتے تھے اور یہ امر مسلم ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ آثار کی اتباع اور کوئی نہیں کرتا تھا،، یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ کھڑے کھڑے پانی پینے کی ممانعت میں کثیر احادیث وارد ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے کھڑے پانی پینے پر شدید زجر فرمائی امام ترمذی نے جارود بن معلیٰ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے کھڑے پانی پینے سے منع فرمایا ہے،، مگر ترمذی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں چلتے پھرتے کھا پی لیا کرتے تھے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کھڑے کھڑے پانی پینا اور طعام کھانا جائز ہے، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اَلشُّرْبُ قَائِمًا ،، باب ذکر کیا ہے اس طرح کی روایت ابو داؤد میں بھی ہے،، کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ باب الرحبہ پر تشریف لائے اور کھڑے کھڑے پانی پیا اور فرمایا لوگ اسے مکروہ کہتے ہیں حالانکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا جیسا تم نے مجھے کرتے دیکھا ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے کھڑے پانی پی لیا کرتے تھے،، امام طحاوی نے امِ سُلیم سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزہ سے کھڑے کھڑے پانی پیا،، اس طرح کی اور بھی روایات وارد ہیں لیکن ان میں قطعاً اشکال نہیں کیونکہ کھڑے کھڑے پانی پینے کی ممانعت میں وارد احادیث کراہت تنزیہہ پر محمول ہیں جبکہ اس کے مخالف روایات بیان جواز کے لئے ہیں امام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ ممانعت کی روایات سے لوگوں کو ڈرانا مقصود ہے کیونکہ کھڑے کھڑے کھانے پینے سے امراض پیدا ہونے کا خطرہ ہے،، اور کسی عذر کی حالت میں گاہے بگاہے کھڑے کھڑے پانی پی لے تو جائز ہے واللہ ورسولہ اعلم!

قارن کا طواف

۱۵۳۷

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ فَلَمَّا قَضَيْنَا حَجَّنَا أَرْسَلَنِي مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَاعْتَمَرْتُ فَقَالَ هٰذِهِ مَكَانَ عُمْرَتِكِ فَطَافَ الَّذِينَ أَهَلُّوا بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ حَلُّوا ثُمَّ طَافُوا طَوَافًا آخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا مِنْ مِنًى وَأَمَّا الَّذِينَ جَمَعُوا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّمَا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا

۱۵۳۷ — ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے اُنھوں نے کہا ہم جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں نکلے اور عمرہ کا احرام باندھا پھر آپ نے فرمایا جس کے پاس ہدی ہے وہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھے اور وہ احرام سے باہر نہ ہو حتیٰ کہ دونوں سے فارغ ہو جائے میں مکہ میں آئی جبکہ میں حائض تھی پس جب ہم نے حج پورا کر لیا تو آپ نے مجھے عبدالرحمن کے ساتھ تنعیم بھیجا اور میں نے عمرہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تمہارے عمرہ کی بدل ہے جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اُنھوں نے طواف کیا پھر وہ احرام سے باہر ہو گئے۔ پھر منیٰ سے واپس آنے کے بعد اُنھوں نے ایک اور طواف کیا — اور جن لوگوں نے حج اور عمرہ دونوں کو جمع کیا تھا اُنھوں نے صرف ایک طواف کیا۔

۱۵۳۷ — شرح: تمتع کے باب میں یہ مذکور ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہم میں بعض لوگوں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا بعض نے صرف حج کا احرام باندھا اور بعض نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا حالانکہ دوسرے مواضع میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہم نے صرف حج کا ارادہ کر رکھا تھا، بظاہر ان احادیث میں تضاد پایا جاتا ہے مگر دراصل وجہ یہ ہے کہ لوگوں نے صرف حج کا احرام باندھا تھا پھر جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حج سے فسخ کا حکم فرمایا تو اکثر لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھ لیا اور وہ ان کا تمتع ہو گیا اور بعض قارن ہو گئے،، کیونکہ اُنھوں نے حج اور عمرہ کو ایک احرام میں جمع کیا تھا اور اسی جملہ میں حدیث کی باب کے عنوان سے مناسبت ہے، قارن کے طواف میں شوافع اور احناف میں اختلاف ہے، شوافع کہتے ہیں کہ قارن ایک طواف اور ایک سعی کرے جبکہ احناف کا مذہب یہ ہے کہ وہ دو طواف اور دو سعیں کرے ان کی دلیل یہ ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حج اور عمرہ کو جمع کیا اور ان کے لئے دو طواف اور دو سعیں کیں اور پھر فرمایا کہ میں نے اسی طرح سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے،، اس کو امام نسائی نے سنن کبریٰ میں حماد بن عبدالرحمن انصاری کے واسطہ سے ابراہیم بن محمد بن حنفیہ سے روائت کیا اُنھوں نے کہا میں نے اپنے والد کے ساتھ طواف کیا جبکہ حج اور عمرہ کو جمع کیا تو اُنھوں نے دو طواف اور دو سعیں کیں اور مجھے بیان دیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس طرح

کیا اور مجھے خبر دی کہ جناب رسُول اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کیا تھا،، اس روائت کی سند میں حماد کو ازدی نے ضعیف بیان کیا ہے مگر ابن حبان نے ان کو ثقات کی فہرست میں ذکر کیا ہے۔ دارقطنی نے اسس حدیث کو کئی طرق سے ذکر کرکے ان پر تنقید کی مگر یہ مضر نہیں کیونکہ جب حدیث کے طرق بکثرت ہوں اگرچہ ضعیف ہی ہوں تو ان سے حدیث قوی ہوجاتی ہے کیونکہ وہ باہم مل کر قوی ہوجاتے ہیں،، نیز دارقطنی نے محمد بن یحییٰ ازدی کے طریق سے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ نبیٔ کریم صلیّ اللہ علیہ وسلم نے قران کے لئے دو طواف اور دو سعییں کیں،، محمد بن یحییٰ کو دارقطنی نے ثقہ کہا اور ابن حبان نے ان کو ثقات کی فہرست میں ذکر کیا،، نیز ابن ابی شیبہ نے ہُشیم کے طریق سے زیاد بن مالک سے روائت کی کہ حضرت علی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے کہا کہ قارن دو طواف اور دو سعییں کرے،، نیز امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اسناد سے صُبَیّ بن معبد سے روائت کی اُنھوں نے کہا میں جزیرہ سے قران کرنے آیا اور اثناء روائت میں ذکر کیا کہ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے کس طرح کیا ہے میں نے جواب دیا کہ میں نے عمرہ کا ایک طواف اور ایک سعی کی ہے پھر میں لوٹا اور کہا کہ اسی طرح حج میں کیا ہے پھر میں جب تک رہا احرام نہ کھولا اور حاجیوں کی طرح کرتا رہا حتی کہ پُورے افعال کر لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے سنت پر عمل کیا ہے، اس کو ابوداوُد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور دیگر ممتاز محدثین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق، علی المرتضیٰ، عمران بن حصین اور عبداللہ بن مسعود ایسے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قران میں دو طواف اور دو سعیین ذکر کی ہیں ان کی اقتدٰ کافی ہے،، اور بخاری میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مذکور حدیث کا جواب یہ ہے کہ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ام المؤمنین عائشہ سے عروہ کی روائت پر عمل نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مذکور حدیث ذکر کرنے کے بعد کہا اکثر لوگوں نے عبید اللہ سے یہ روائت کی ہے اور اس کو مرفوع نہیں کیا زیادہ صحیح بھی یہی ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے مرفوع نہیں،، امام مالک رضی اللہ عنہ نے بھی اس کو نافع کے واسطہ سے موقوف ذکر کیا ہے صرف دراوردی نے اس کو مرفوع ذکر کیا ہے۔ ابوذُرعہ نے کہا دراوردی کا حفظ اچھا نہیں،، نسائی نے کہا وہ قوی نہیں اور عبید اللہ سے اس کی روائت منکر ہے،، ابن سعد نے کہا وہ حدیث میں اکثر غلطی کر جاتے ہیں۔ مزید تقریر کے لئے حدیث ع ۱۴۶۲ کی شرح کا مطالعہ کریں،،

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ،، **قَضَيْنَا حَجَّنَا** ،، یعنی حیض سے پاک ہونے کے بعد اُنھوں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور جناب رسُول اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلم نے ان کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ انھیں تنعیم بھیجا جو مکہ مکرمہ سے تین میل دُور ہے اُنھوں نے وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ پُورا کیا،، واللہ ورسولہ اعلم۔

١٥٣٨ حدثني یعقوب بن ابراهیم قال حدثنا ابن علیة عن ایوب عن نافع ان ابن عمر دخل ابنه
عبد الله بن عبد الله وظهره في الدار فقال اني لا آمن ان یکون العام بین الناس قتال فیصدوك عن البیت
فلو اقمت فقال قد خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم فحال کفار قریش بینه وبین البیت فان یحل بیني
وبینه افعل کما فعل رسول الله صلی الله علیه وسلم لقد کان لکم في رسول الله اسوة حسنة ثم قال اشهدکم
اني قد اوجبت مع عمرتي حجا قال ثم قدم فطاف لهما طوافا واحدا ١٥٣٩ حدثنا قتیبة بن سعید قال حدثنا لیث
عن نافع ان ابن عمر اراد الحج عام نزل الحجاج بابن الزبیر فقیل له ان الناس کائن بینهم قتال وانا نخاف ان
یصدوك فقال لقد کان لکم في رسول الله اسوة حسنة اذن اصنع کما صنع رسول الله صلی الله علیه وسلم
اني اشهدکم اني قد اوجبت عمرة ثم خرج حتی اذا کان بظاهر البیداء قال ما شان الحج والعمرة الا واحد اشهدکم
اني قد اوجبت حجا مع عمرتي واهدی هدیا اشتراه بقدید ولم یزد علی ذلك فلم ینحر ولم یحل من شيء حرم منه
ولم یحلق ولم یقصر حتی کان یوم النحر فنحر وحلق وراٰی ان قد قضی طواف الحج والعمرة بطوافه الاول وقال ابن
عمر کذلك فعل رسول الله صلی الله علیه وسلم

۱۵۳۸ — ترجمہ : نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ان کے بیٹے عبد اللہ بن عبد اللہ آئے جبکہ ان کی سواری ان کے گھر تھی ،، اور کہنے لگے کہ مجھے ڈر ہے کہ اس سال لوگوں میں لڑائی ہو جائے اور وہ آپ کو بیت اللہ جانے سے روک دیں گے لہٰذا آپ کا ٹھہر جانا مناسب ہے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (عمرہ کے لئے) تشریف لے گئے تو کفار قریش آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے ،، لہٰذا اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان کوئی حائل ہوگا تو میں بھی وہی کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تمہارے لئے اچھا نمونہ ہے پھر فرمایا میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے عمرہ کے ساتھ حج بھی واجب کر لیا ہے پھر مکہ مکرمہ آئے اور دونوں کے لئے طواف کیا ،،

۱۵۳۹ — ترجمہ : نافع نے کہا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حج کا ارادہ کیا جس سال حجاج حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے جنگ کا ارادہ رکھتا تھا حضرت عبد اللہ سے کہا گیا کہ لوگوں میں جنگ ہونے والی ہے اور ہمیں خطرہ ہے کہ وہ لوگ آپ کو روک دیں گے (لہٰذا آپ اس سال مکہ نہ جائیں) تو عبد اللہ نے کہا بے شک تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اچھا نمونہ ہے اس وقت میں بھی وہی کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عمرہ واجب کر لیا ہے پھر وہ مکہ مکرمہ جانے کے لئے نکلے حتی کہ جب مقام بیداء پہنچے تو فرمایا حج اور عمرہ کا ایک ہی حال ہے میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عمرہ کے ساتھ حج بھی واجب کر لیا ہے اور ہدی بھیج دی جو

بَابُ الطَّوَافِ عَلٰی وُضُوْءٍ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسٰى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ الْقُرَشِيِّ أَنَّهُ سَأَلَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ قَدْ حَجَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ حِينَ قَدِمَ أَنَّهُ تَوَضَّأَ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ حَجَّ أَبُو بَكْرٍ فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ عُمَرُ مِثْلُ ذٰلِكَ ثُمَّ حَجَّ عُثْمَانُ فَرَأَيْتُهُ أَوَّلُ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ مُعَاوِيَةُ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ أَبِي الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فَكَانَ

اُنھوں نے قدید سے خرید کی تھی اس سے زیادہ کچھ نہ کیا نہ تو نحر کیا اور نہ ہی کوئی کام کیا جو احرام کے باعث حرام تھا اور نہ سر منڈایا اور نہ بال چھوٹے کروائے حتیٰ کہ قربانی کے روز قربانی ذبح کی اور سر منڈایا اور خیال فرمایا کہ اُنھوں نے پہلے ہی طواف سے حج اور عمرہ پورا کر لیا ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ایسے ہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا!

۱۵۳۸ — **شرح** : یہ اس سال کا واقعہ ہے جبکہ حجاج بن یوسف حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ جنگ کرنے والا تھا اس لئے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے کہا کہ آپ اس سال عمرہ نہ کریں ہمیں خطرہ ہے کہ آپ مکہ مکرمہ نہ پہنچ سکیں گے،، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اگر مجھے مکہ مکرمہ جانے سے وہ روکیں گے تو میں بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرتے ہوئے حرم میں ہدی بھیج کر احرام کھول دوں گا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کفارِ مکہ نے عمرہ سے روک دیا تھا تو آپ حرم میں ہدی نحر کرنے کے لئے بھیج کر احرام سے باہر ہو گئے تھے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمرہ ،، عمرہ حدیبیہ کے نام سے معروف ہے! واللہ ورسولہ اعلم!

۱۵۳۹ — **شرح** : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قارن کے لئے ایک ہی طواف کافی ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے! امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب میں قارن دو طواف اور دو سعیین کرے اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث عبداللہ بن عمر پر موقوف ہے۔ حدیث ۱۵۳۷ کی تفہیم میں اس کی تفصیل مذکورہ ہے،،

باب — باوضوء طواف کرنا

۱۵۴۰ — **ترجمہ** : محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل قرشی نے عروہ بن زبیر سے سوال پوچھا تو اُنھوں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تو مجھے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ سب سے پہلا کام جو آپ نے کیا جس وقت مکہ تشریف لائے وہ یہ تھا کہ آپ نے وضوء

أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ رَأَيْتُ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارَ يَفْعَلُونَ ذٰلِكَ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ آخِرُ مَنْ رَأَيْتُ فَعَلَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُضْهَا عُمْرَةً وَهٰذَا ابْنُ عُمَرَ عِنْدَهُمْ فَلَا يَسْأَلُونَهُ وَلَا أَحَدٌ مِمَّنْ مَضَى مَا كَانُوا يَبْدَءُونَ بِشَيْءٍ حِينَ يَضَعُونَ أَقْدَامَهُمْ مِنَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَا يَحِلُّونَ وَقَدْ رَأَيْتُ أُمِّي وَخَالَتِي حِينَ تَقْدَمَانِ لَا تَبْتَدِئَانِ بِشَيْءٍ أَوَّلَ مِنَ الْبَيْتِ تَطُوفَانِ بِهِ ثُمَّ إِنَّهُمَا لَا تَحِلَّانِ وَقَدْ أَخْبَرَتْنِي أُمِّي أَنَّهَا أَهَلَّتْ هِيَ وَأُخْتُهَا وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ بِعُمْرَةٍ فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوا

کیا پھر بیت اللہ کا طواف کیا پھر یہ عمرہ نہ ہُوا پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا اُنھوں نے سب سے پہلے جو کام کیا وہ طواف تھا پھر یہ عمرہ نہ ہُوا پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حج کیا میں نے ان کو سب سے پہلے جو کرتے دیکھا وہ بیت اللہ کا طواف تھا پھر یہ عمرہ نہ بنا پھر امیر معاویہ اور عبداللہ بن عمر پھر میں نے اپنے والد زبیر بن عوام کے ساتھ حج کیا اور سب سے پہلے بیت کا طواف کیا پھر یہ عمرہ نہ ہُوا پھر میں نے مہاجرین اور انصار کو بھی کرتے دیکھا پھر یہ عمرہ نہ بنا پھر سب سے آخر میں عبداللہ بن عمر کو یہ کرتے دیکھا اُنھوں نے حج توڑ کر عمرہ نہیں کیا۔ یہ عبداللہ بن عمر ان کے پاس ہیں کیا ان سے نہیں پوچھتے ہیں؟ اور نہ پہلے گزرے ہُوئے لوگوں سے پوچھتے ہیں؟ وہ لوگ پہلے کچھ نہ کرتے حتی کہ اپنے قدم بیت اللہ کا طواف کرنے رکھتے پھر وہ احرام نہ کھولتے میں نے اپنی والدہ اور خالہ رضی اللہ عنہما، کو دیکھا جس وقت وہ تشریف لائیں اُنھوں نے بیت اللہ کا طواف کرنے سے پہلے کچھ نہیں کیا اُنھوں نے بیت اللہ کا طواف کیا پھر احرام نہ کھولا میری والدہ نے مجھے بتایا کہ انھوں نے ان کی ہمشیرہ عائشہ، زبیر اور فلاں فلاں نے عمرہ کا احرام باندھا اور جب رکن کا مسح کیا تو احرام کھول دیا،،

شرح : یعنی جب مکہ مکرمہ پہنچے تو سب سے پہلے وضو کرے اس جملہ میں حدیث کی عنوان سے موافقت ہے،، حدیث ۱۵۱۸ کے ذیل اس کی تشریح

۱۵۴۰ —

ہو چکی ہے،، "ثم لم ینقضها عمرة"، کا معنیٰ یہ ہے کہ حج کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام نہ باندھا،، "فلا یسئلونه"، میں ہمزہ استفہام مقدر ہے،، یعنی کیا یہ لوگ عبداللہ بن عمر اور ان سے پہلے گزرے ہُوئے لوگوں سے دریافت نہیں کرتے؟ "فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوا"، یعنی لوگوں نے طواف کیا، صفا مروہ کے درمیان سعی کی اور سر منڈوا کر احرام کھول دیا یہ معنیٰ نہیں کہ صرف طواف کر کے احرام کھول دیا بلکہ دوسرے افعال بھی کئے اور وہ عبارت میں مقدر ہیں،، علامہ داؤدی نے کہا "ثم حج عثمان" یہ عروہ کا کلام ہے اور اس سے پہلے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا کلام ہے،، اس تقدیر پر ساری حدیث متصل ہے اور کوئی حصہ منقطع نہیں۔ علامہ ابو عبدالملک رحمہ اللہ نے کہا "ثم لم تکن عمرة"، پر ام المؤمنین کا کلام ختم ہو جاتا ہے اور "ثم حج ابو بکر"، سے آخر تک عروہ کا کلام ہے اس تقدیر پر بعض حدیث متصل اور بعض منقطع ہے کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عروہ کی ملاقات نہیں ہُوئی اور نہ ہی عمر فاروق سے ان کی ملاقات ہُوئی ہے بلکہ اُنھوں نے حضرت عثمان کا زمانہ پایا ہے"

اس حدیث سے بعض علماء نے اعتکاف میں طہارت کا وجوب ثابت کیا ہے جیسے نماز میں طہارت ضروری ہے مگر یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء بطورِ استحباب کیا ہو،، اور جس

١٥١٢

بَابُ وُجُوبِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَجُعِلَ

مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ سَاَلْتُ عَائِشَةَ فَقُلْتُ لَهَا اَرَاَيْتِ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا فَوَاللّٰهِ مَا عَلٰى اَحَدٍ جُنَاحٌ اَنْ لَّا يَطُوْفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَتْ بِئْسَمَا قُلْتَ يَا ابْنَ اُخْتِيْ اِنَّ هٰذِهٖ لَوْ كَانَتْ كَمَا اَوَّلْتَهَا عَلَيْهِ كَانَتْ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَلٰكِنَّهَا اُنْزِلَتْ فِي الْاَنْصَارِ كَانُوْا قَبْلَ اَنْ يُّسْلِمُوْا يُهِلُّوْنَ لِمَنَاةَ الطَّاغِيَةِ الَّتِيْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَهَا عِنْدَ الْمُشَلَّلِ فَكَانَ مَنْ اَهَلَّ يَتَحَرَّجُ اَنْ يَّطُوْفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا اَسْلَمُوْا سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا نَتَحَرَّجُ اَنْ نَّطُوْفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ الْاٰيَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ وَقَدْ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا فَلَيْسَ لِاَحَدٍ اَنْ يَّتْرُكَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ اَخْبَرْتُ اَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا الْعِلْمُ مَا كُنْتُ سَمِعْتُهٗ وَلَقَدْ سَمِعْتُ رِجَالًا مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ يَذْكُرُوْنَ اَنَّ النَّاسَ اِلَّا مَنْ ذَكَرَتْ عَائِشَةُ مِمَّنْ كَانَ يُهِلُّ لِمَنَاةَ كَانُوْا يَطُوْفُوْنَ كُلُّهُمْ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا ذَكَرَ اللّٰهُ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ وَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ فِي الْقُرْاٰنِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُنَّا نَطُوْفُ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْزَلَ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ فَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا فَهَلْ عَلَيْنَا مِنْ حَرَجٍ اَنْ نَّطَّوَّفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ الْاٰيَةَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فَاَسْمَعُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِي الْفَرِيْقَيْنِ كِلَيْهِمَا فِي الَّذِيْنَ كَانُوْا يَتَحَرَّجُوْنَ اَنْ يَّطُوْفُوْا فِي الْجَاهِلِيَّةِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَالَّذِيْنَ يَطُوْفُوْنَ ثُمَّ تَحَرَّجُوْا اَنْ يَّطُوْفُوْا بِهِمَا فِي الْاِسْلَامِ مِنْ اَجْلِ اَنَّ اللّٰهَ اَمَرَ بِالطَّوَافِ بِالْبَيْتِ وَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا حَتّٰى ذَكَرَ ذٰلِكَ بَعْدَ مَا ذَكَرَ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ

حدیث میں یہ مذکور ہے کہ بیت اللہ کا طواف نماز سا ہے، اس تشبیہ میں عموم نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ طواف میں رکوع و سجود بھی ضروری ہو"، واللہ ورسولہ اعلم!

باب — صفا اور مروہ کے درمیان سعی کا وجوب اور یہ شعائر اللہ میں سے ہیں"

١٥٤١ — ترجمہ : حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا پس میں نے اُن سے کہا" ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ الخ"، کی تشریح بیان کریں، بلحذا معلوم ہوتا ہے صفا اور مروہ کے درمیان سعی نہ کرنے میں کوئی

حرج نہیں، ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کہا اے میرے خواہر زادے! تم نے اچھا نہیں کہا،، اگر ایسا ہی ہوتا جو تو نے بیان کیا ہے تو آئت کریمہ یوں ہوتی " لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ لَا يَتَطَوَّفَ بِهِمَا (یعنی یطوف سے پہلے حرف نفی ہوتا) لیکن یہ آئت کریمہ انصار کے بارے میں نازل ہوئی وہ اسلام قبول کرنے سے پہلے منات بت کے نام پر احرام باندھا کرتے تھے جس کی وہ عبادت کیا کرتے تھے،، وہ مشلل کے پاس تھا جو کوئی احرام باندھتا وہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کو برا سمجھتا تھا جب وہ مسلمان ہوئے تو انھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہم صفا و مروہ کے درمیان سعی کو برا جانتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آئت کریمہ نازل فرمائی " ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ ،، یعنی صفا مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں! ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان سعی کو مسنون قرار دیا ہے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان کے درمیان سعی ترک کر دے پھر میں نے ابوبکر بن عبدالرحمن سے بیان کیا تو انھوں نے کہا یہ علم کی بات ہے،، میں نے یہ نہیں سنا البتہ میں نے بعض اہل علم کو اس کے سوا بیان کرتے ہوئے سنا جو ام المؤمنین نے بیان کیا کہ جو لوگ منات کے لئے احرام باندھتے تھے وہ سب لوگ صفا اور مروہ کا طواف کرتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کا طواف ذکر کیا اور قرآن مجید میں صفا و مروہ ذکر نہ کیا تو انھوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم صفا، مروہ کا طواف کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کا طواف ذکر کیا ہے صفا کا کہیں ذکر نہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آئت نازل فرمائی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ ،، ابوبکر نے کہا میں یہ سنتا رہا ہوں کہ یہ دونوں فریقوں کے بارے میں نازل ہوئی جو جاہلیت میں صفا اور مروہ کے طواف کو گناہ جانتے تھے اور جو طواف کرتے تھے پھر جب مسلمان ہوئے تو ان کا طواف کرنا گناہ سمجھنے لگے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کا طواف تو ذکر کیا ہے اور صفا و مروہ کا ذکر نہیں کیا۔ حتیٰ کہ بیت اللہ کے طواف کے بعد اس کو ذکر کیا،،

شرح : شعائر شعیرہ کی جمع بمعنی علامت ہے یعنی صفا و مروہ اللہ تعالیٰ کی تابعداری کی علامت بنائے گئے ہیں،، حضرت عروہ رضی اللہ عنہ

۱۵۴۱ ——

کا مقصد یہ ہے کہ اس آئت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ صفا، مروہ کے درمیان سعی واجب نہیں کیونکہ اس کے چھوڑ دینے پر گناہ نہیں اس لئے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس آئت کا مفہوم یہ نہیں جو تم نے بیان کیا ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ سعی کرنے میں گناہ نہیں اگر سعی چھوڑنے پر گناہ نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا " ان لا یطوف ،، یعنی فعل پر نفی حرف نفی لا ذکر کیا جاتا۔ "منات ،، بت کا نام ہے اور "طاغیہ" اس کی صفت ہے اگر "منات الطاغیہ" مروی ہو تو طاغیہ کا موصوف محذوف ہوگا یعنی منات الفرقۃ الطاغیہ اور وہ کفار ہیں اس بت کا مقام مدینہ منورہ سے سات میل دور ہے " مشلل " یہ ایک مقام کا نام ہے جو سمندر کی جانب "قدید" کے قریب ہے،،

اس حدیث سے احناف نے استدلال کیا کہ صفا و مروہ کے درمیان سعی واجب ہے اور اس کے ترک سے دم واجب ہے کیونکہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا ارشاد " کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے درمیان سعی شروع فرمائی اس لئے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اسے چھوڑ دے ،، وجوب پر دلالت کرتا ہے اور آئت کریمہ میں گناہ کا رفع تخییر فرضیت کی نفی کرتے ہیں یہی مذہب امام حسن بصری کا ہے،، امام مالک، شافعی اور اصح روائت

بَابُ مَاجَاءَ فِي السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ السَّعْيُ مِنْ دَارِ بَنِي عَبَّادٍ إِلَى زُقَاقِ بَنِي أَبِي حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَافَ الطَّوَافَ الْأَوَّلَ خَبَّ ثَلَاثًا وَمَشَى أَرْبَعًا وَكَانَ يَسْعَى بَطْنَ الْمَسِيلِ إِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقُلْتُ لِنَافِعٍ أَكَانَ عَبْدُ اللهِ يَمْشِي إِذَا بَلَغَ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ يُزَاحَمَ عَلَى الرُّكْنِ فَإِنَّهُ كَانَ لَا يَدَعُهُ حَتَّى يَسْتَلِمَهُ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ عَنْ رَجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ فِي عُمْرَةٍ وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ أَيَأْتِي امْرَأَتَهُ فَقَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا وَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ فَقَالَ لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتَّى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

۱۵۴۲ ۱۵۴۳

کے مطابق امام احمد رضی اللہ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ صفا و مروہ کی سعی حج کا رکن ہے اس کے بغیر حج نہیں ہوتا کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اِسْعَوْا فَاِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ عَلَیْکُمُ السَّعْیَ" دوسری روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اسے سنت اور مستحب کہتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی اس طرح کہتے ہیں،،
واللہ ورسولہ اعلم!

باب —— صفاء اور مروہ کے درمیان سعی کرنا،،

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ سعی بنی عباد کے گھروں سے بنی ابی حُسین کے کوچوں تک ہے۔"

۱۵۴۲ —— ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب طواف فرماتے تو پہلے تین طواف میں دوڑتے اور چار میں معمول کے مطابق چلتے جب صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرتے تو بطن مسیل میں کرتے (عبید اللہ بن عمر کہتے ہیں) میں نے نافع سے کہا کیا عبداللہ بن عمر جب رکن یمانی کو پہنچتے تو چلتے تھے؟ (نافع نے) کہا نہیں مگر جب رکن پر ہجوم زیادہ ہوتا تو اسے نہ چھوڑتے حتیٰ کہ اس کو بوسہ دیتے

۱۵۴۳ —— ترجمہ : عمرو بن دینار نے کہا ہم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا جو عمرہ میں بیت اللہ کا طواف کرے حالانکہ اُس نے صفا و مروہ کے درمیان سعی نہیں کی کیا وہ اپنی بیوی کے پاس جا سکتا ہے؟ انھوں نے کہا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ تشریف لائے اور بیت اللہ کا سات بار طواف کیا اور مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی،، اور صفا مروہ کے درمیان سات چکر لگائے تمہارے لیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اچھا نمونہ ہے اور

۴۲ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
۵ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ تَلَا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ
اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ہم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انھوں نے کہا اپنی بیوی کے قریب نہ جائے حتیٰ کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے،،

۱۵۴۲، ۱۵۴۳ — **شرح** : عنوان سے حدیث کی مناسبت ظاہر ہے سوال یہ ہوتا ہے کہ حدیث میں سوال سے جواب کی مطابقت واضح نہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ جواب کا حاصل یہ ہے کہ جب تک صفا، مروہ کے درمیان سعی نہ کرے احرام نہ کھولے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عمرہ کیا تو صفا مروہ کے درمیان سعی سے پہلے احرام نہیں کھولا تھا اور آپ کی اتباع واجب ہے، الحاصل عمرہ میں بیت اللہ کا طواف کرے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے جب تک یہ دونوں فعل نہ کرے اپنی بیوی کے قریب نہ جائے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۱۵۴۴ — **ترجمہ** : ابن جریج نے کہا مجھے عمرو بن دینار نے بیان دیا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ تشریف لائے اور بیت اللہ کا طواف کیا پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی پھر یہ آئت کریمہ پڑھی "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنۃ،، تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اچھی اقتداء ہے،،

۱۵۴۴ — **شرح** : مذکورتین احادیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہیں ان کا مدلول یہ ہے کہ عمرہ بیت اللہ کا طواف، مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھنا اور صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا ہے، لہٰذا جب تک صفا مروہ کے درمیان سعی نہ کرے احرام کھولنا ممنوع ہے۔ صاحب توضیح نے کہا ہمارے نزدیک سعی کے واجبات چار ہیں:

اوّل یہ کہ صفا اور مروہ کے درمیان پوری مسافت طے کرے اگر اس میں کچھ قدم رہ گئے تو سعی درست نہ ہوگی اگر سواری پر ہو تو اسے ایسا چلائے کہ وہ اپنا پاؤں پہاڑ پر رکھ دے اگر صفا مروہ پر چڑھ جائے تو زیادہ اچھا ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ معمول تھا،، مگر یہ فرض واجب نہیں بلکہ سنت مؤکدہ ہے،،

دوم سعی میں ترتیب ہو اگر مروہ سے ابتداء کی تو کافی نہ ہوگی کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جہاں سے اللہ تعالیٰ نے شروع کیا وہاں سے تم شروع کرو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ،، محیط میں ہے اگر مروہ سے ابتداء کی اور صفاء پر ختم کیا تو ایک اور چکر لگائے تاکہ سعی کا اختتام

۱۵۴۵ ۱۵۴۶ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَكُنْتُمْ تَكْرَهُونَ السَّعْيَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَالَ نَعَمْ لِأَنَّهَا كَانَتْ مِنْ شَعَائِرِ الْجَاهِلِيَّةِ حَتَّى أَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّمَا سَعَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيُرِيَ الْمُشْرِكِينَ قُوَّتَهُ زَادَ الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِثْلَهُ

مروہ پر ہو۔

سوم[۳] صفاء سے مروہ تک ایک شوط ہے پھر مروہ سے صفا تک دوسری شوط ہے اس طرح سات اشواط پوری کرے۔ چہارم[۴] یہ کہ سعی صحیح طواف کے بعد ہو طواف قدوم کے بعد ہو یا طواف زیارت کے بعد ہو طوافِ وداع کے بعد اس کے تصور کی کوئی جگہ نہیں،، اگر طواف سعی کے بعد کیا تو اس کا اعادہ کرے گا جب تک مکہ میں ہوگا اور اگر مکہ سے باہر روانہ ہو گیا تو حرم میں ہدی بھیجے گا،، عورت سعی نہ کرے اور مروہ پہ بغیر عذر بیٹھنا مکروہ ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۱۵۴۵ — ترجمہ : عاصم نے کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا،، کیا تم صفا اور مروہ کے درمیان سعی مکروہ جانتے ہو؟ اُنھوں نے کہا جی ہاں،، کیونکہ یہ جاہلیت کے شعائر میں سے ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی " ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ الخ،،

۱۵۴۶ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اُنھوں نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت اللہ کا طواف کرنا اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا اس لئے تھا کہ آپ مشرکوں کو اپنی قوت دکھلائیں،، حمیدی نے اس پہ یہ اضافہ کیا ہے کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا اُنھوں نے کہا ہم سے عمرو نے بیان کیا کہ میں نے عطاء کو ابن عباس سے اس طرح بیان کرتے سنا ہے!

۱۵۴۵، ۱۵۴۶ — شرح : حدیث میں مذکور آئت سے صفا اور مروہ کے درمیان سعی ثابت ہوئی اس طرح حدیث عنوان کے مطابق ہے اگر یہ سوال ہو کہ طواف بھی تو شعائر جاہلیت سے ہے سعی کی تخصیص کی کیا وجہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا ہرگز نہیں مشرک لوگ صفاء اور مروہ کے درمیان سعی کرتے تھے اور وہاں ان کے دو بت تھے ان کو مس کیا کرتے تھے اور اس جگہ ان کی عبادت کرتے تھے،، طواف میں ایسا نہ کرتے تھے،،..... حدیث میں اِنَّمَا حصر کا کلمہ ہے اس سے یہ

١٥٤٧ بَابٌ تَقْضِي الْحَائِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا إِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ وَإِذَا سَعَى عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ قَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَتْ فَشَكَوْتُ ذٰلِكَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ افْعَلِي كَمَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطْهُرِي

سمجھ آتا ہے کہ بیت اللہ کے طواف اور صفا مروہ کے درمیان سعی کا سبب مشرکین کے لئے اپنی قوت کا اظہار ہے مگر ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روائت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا سبب اور بھی ہے اور وہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سعی کرنا ہے ہوسکتا ہے کہ سعی کی مشروعیت کا مقتضی یہ ہو مسند امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روائت ہے کہ جب سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حج کے افعال ادا کرنے کا حکم ملا تو سعی کے وقت شیطان آپ کے آگے آگے تیزی سے دوڑا تو سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ تیز دوڑتے ہوئے اس کے آگے بڑھ گئے ،، نیز سیدہ حاجرہ علیہا السلام کا سعی کرنا بھی سبب ہوسکتا ہے جیسا کہ بخاری نے تصریح کی ہے ،، راجح وجہ بھی یہی معلوم ہوتی ہے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث ذکر کرنے کے بعد کہا ،، فلذالك سعى الناس بينهما اسی لئے لوگ صفا مروہ کے درمیان دوڑتے ہیں ،،

حمیدی ،، امام بخاری کے شیخ ہیں علامہ کرمانی نے کہا حمیدی نے معنعن کی جگہ حدثنا اور سمعت کے الفاظ ذکر کئے ہیں اس کا فائدہ یہ ہے کہ حدیث کے قبول میں خلاف نہ رہے ۔ خصوصًا سفیان مدلس ہیں ، یعنی ان الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ سفیان کا عمرو سے اور اس کا عطاء سے سماع ثابت ہے اور انھوں نے ابن عباس سے روائت کی ہے ۔ واللہ ورسولہ اعلم !

باب — حائضہ عورت بیت اللہ کے طواف کے سوا حج کے تمام ارکان بجالائے اور جب صفا مروہ کے درمیان وضوء کے بغیر سعی کرے ،،

١٥٤٧ — **ترجمہ** : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں مکہ مکرمہ آئی حالانکہ میں حائض تھی میں نے بیت اللہ کا طواف نہ کیا اور نہ ہی صفا مروہ کے درمیان سعی کی اور میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکائت کی تو آپ نے فرمایا جو

١٥٤٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ ح وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَهَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ بِالْحَجِّ وَلَيْسَ مَعَ أَحَدٍ مِنْهُمْ هَدْيٌ غَيْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَلْحَةَ وَقَدِمَ عَلِيٌّ مِنَ الْيَمَنِ وَمَعَهُ هَدْيٌ فَقَالَ أَهْلَلْتُ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً وَيَطُوفُوا ثُمَّ يُقَصِّرُوا وَيَحِلُّوا إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَقَالُوا نَنْطَلِقُ إِلَى مِنًى وَذَكَرُ أَحَدِنَا يَقْطُرُ مَنِيًّا فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا أَهْدَيْتُ وَلَوْلَا أَنَّ مَعِي الْهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ وَحَاضَتْ عَائِشَةُ فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ أَنَّهَا لَمْ تَطُفْ بِالْبَيْتِ فَلَمَّا طَهُرَتْ طَافَتْ بِالْبَيْتِ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَنْطَلِقُونَ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ وَأَنْطَلِقُ بِحَجٍّ فَأَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَخْرُجَ مَعَهَا إِلَى التَّنْعِيمِ فَاعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ ۔

حاجی کرتے ہیں وہ کرتی جاؤ مگر بیت اللہ کا طواف نہ کرو حتیٰ کہ حیض سے پاک ہو جاؤ "۔

١٥٤٧ — **شرح** : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ حیض سے پاک ہو کر غسل کریں جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے ابن بطال رحمہ اللہ نے کہا حائضہ بیت اللہ کے طواف کے سوا حج کے سارے ارکان بجا لائے اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ دراصل ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے حج کا احرام باندھا تھا اور مکہ مکرمہ آنے کے وقت وہ حائضہ تھیں اس لئے وہ بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتی تھیں کیونکہ حائضہ کا مسجد میں جانا ممنوع ہے اور صفا مروہ کے درمیان سعی اگرچہ طہارت کے بغیر جائز ہے مگر اس سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرنا ضروری ہے اگرچہ بیت اللہ کا طواف تنہا بھی صحیح ہے اسی لئے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اُنھوں نے حج کے ارکان ادا کئے کیونکہ بدون طہارت ان کا بجالانا صحیح ہے اور جب حیض سے پاک ہوگئیں تو غسل کے بعد بیت اللہ کا طواف کر کے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی، واللہ ورسولہ اعلم!

١٥٤٨ — **ترجمہ** : حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے حج کا احرام باندھا اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور طلحہ رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کے پاس ہدی کا جانور نہ تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے تشریف لائے اور ان کے پاس ہدی کا جانور تھا اُنھوں نے کہا میں نے وہی احرام باندھا ہے جو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے (قران) نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ حج کو عمرہ بنائیں اور بیت اللہ کا طواف کریں اور صفا مروہ کے درمیان سعی کریں پھر سروں کے بال چھوٹے کرائیں اور احرام کھول دیں مگر جس کے ہمراہ ہدی کا جانور ہے (وہ احرام نہ کھولے) صحابہ نے عرض کیا ہم منیٰ کی طرف اس حال میں جائیں کہ ہم نے بیویوں سے جماع کیا ہو؟ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر

۱۵۴۹ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ عَوَاتِقَنَا اَنْ يَّخْرُجْنَ فَقَدِمَتِ امْرَأَةٌ فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِيْ خَلَفٍ فَحَدَّثَتْ اَنَّ اُخْتَهَا كَانَتْ تَحْتَ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً وَكَانَتْ اُخْتِيْ مَعَهُ فِيْ سِتِّ غَزَوَاتٍ

پہنچی تو آپ نے فرمایا اگر میں پہلے جانتا جو بعد میں جانا ہے تو میں ہدی ہمراہ نہ لاتا اور اگر میرے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہوتا تو میں بھی احرام کھول دیتا، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو حیض آگیا اور اُنھوں نے حج کے تمام ارکان ادا کئے سوا اس کے کہ اُنھوں نے بیت اللہ کا طواف نہ کیا جب وہ حیض سے پاک ہوگئیں تو طواف کیا اُنھوں نے کہا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم! آپ سب حج اور عمرہ کرکے واپس ہو رہے ہیں اور میں صرف حج کرکے واپس ہو جاؤں گی۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے فرمایا کہ ان کے ساتھ تنعیم جائیں پس ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے حج کے بعد عمرہ کیا،،

۱۵۴۸ — شرح : سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ صحابہ کرام آپ کی موافقت پسند کرتے ہیں اور حج کا احرام فسخ کرکے عمرہ کا احرام باندھنے سے وہ خوش نہیں آپ نے فرمایا اگر میں پہلے معلوم کر لیتا جو اب معلوم کیا ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ جائز ہے تو میں قربانی ہمراہ نہ لاتا اور حج فسخ کرکے عمرہ کا احرام باندھ لیتا،، لیکن صاحب ہدی کے لئے یہ جائز نہیں،،

تحقیق مقام یہ ہے کہ مشرکین حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا بہت بڑا گناہ سمجھتے تھے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا رد کرتے ہوئے صحابہ کرام کو فرمایا کہ حج کا احرام فسخ کرکے عمرہ کا احرام باندھ لیں۔ یہ امر مسلم الثبوت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر کلام وحی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى،، اور جب آپ نے حج کا احرام باندھا تھا اس وقت یہی حکم تھا اور حج کا احرام باندھنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کے فسخ کا حکم فرمایا تو آپ نے صحابہ کو اس طرح فرمایا یہ بھی وحی سے تھا اس کی تعبیر آپ نے ان الفاظ میں فرمائی "لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِيْ مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمَا سُقْتُ الْهَدْيَ،، یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا حکم اس سے پہلے نازل ہو جاتا تو میں ہدی کا جانور ساتھ نہ لاتا، لہٰذا یہ کہنا صحیح نہیں کہ یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے حج فسخ کرنے کا علم نہ تھا اس لئے آپ نے یوں فرمایا،، اور اس طرح کہنا بھی درست ہے کہ پہلے آپ نے التفات نہ فرمائی جس طرف بعد میں متوجہ ہوئے اور عدم التفات عدم علم کو مستلزم نہیں لہٰذا مذکورہ وہم کا تصور ہی نہیں ہو سکتا، حج کو فسخ کرکے عمرہ کرنا صرف صحابہ کرام کے لئے اسی سال مخصوص تھا اب اس طرح کرنا جائز نہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ بلال بن حارث رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارا حج کو فسخ کرنا ہماری خصوصیت ہے یا سب لوگوں کے لئے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ تمہارے ساتھ ہی مخصوص ہے (ابو داؤد، ابن ماجہ)

۱۵۴۹ — ترجمہ : ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہم نوجوان عورتوں کو باہر جانے سے منع کیا کرتی تھیں ایک عورت آئی اور قصر بنی

قالت كنا نداوي الكلمى ونقوم على المرضى فسألت اختي رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت هل على إحدانا بأس إن لم يكن لها جلباب ان لا تخرج قال لتلبسها صاحبتها من جلبابها ولتشهد الخير ودعوة المؤمنين فلما قدمت ام عطية سألتها او قالت سألناها قالت وكانت لا تذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم ابدا الا قالت بيبا فقلت أسمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول كذا وكذا قالت نعم بيبا فقالت لتخرج العواتق وذوات الخدور او العواتق ذوات الخدور والحيض فيشهدن الخير ودعوة المسلمين وتعتزل الحيض المصلى فقلت الحائض فقالت اوليس تشهد عرفة وتشهد كذا وتشهد كذا باب الاهلال من البطحاء وغيرها للمكي وللحاج اذا خرج الى منى وسئل عطاء عن المجاور يلبي بالحج فقال كان ابن عمر يلبي يوم التروية اذا صلى الظهر واستوى على راحلته وقال عبد الملك عن عطاء عن جابر قال قدمنا مع النبي صلى الله عليه وسلم فأحللنا حتى يوم التروية وجعلنا مكة بظهر لبينا بالحج وقال ابو الزبير عن جابر اهللنا من البطحاء وقال عبيد ابن جريج لابن

خلف میں ٹھہری اس نے بیان کیا کہ اس کی ہمشیرہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک صحابی کی بیوی تھی جس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بارہ جنگیں لڑی ہیں اور ان میں چھ لڑائیوں میں میری بہن اس کے ساتھ رہی، اُس نے کہا ہم زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور بیماروں کی عیادت کرتی تھیں میری بہن نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو اس کے باہر نہ جانے میں کوئی حرج ہے؟ (عید گاہوں میں نہ جانے میں) آپ نے فرمایا اس کی سہیلی اپنی چادر اس کو دیدے وہ مومنوں کی دعاؤں میں ضرور حاضر ہو جب ام عطیہ رضی اللہ عنہا آئی تو عورتوں نے اس سے پوچھا یا یوں کہا کہ ہم نے اس سے پوچھا (اس کی عادت تھی کہ) وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب بھی ذکر کرتی تو کہتی (بابی) میرا باپ آپ پر قربان ہو،، ہم نے کہا کیا تو نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح فرماتے ہوئے سُنا ہے؟ اُس نے کہا جی ہاں! میرا باپ آپ پر فدا ہو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نوجوان پردہ دار خواتین اور حیض والی عورتیں (عید گاہوں کی طرف) باہر نکلیں اور خیر کی باتوں اور مومنوں کی دعاؤں میں شریک ہوں اور حیض والی عورتیں عید گاہ سے علیحدہ رہیں میں نے کہا کیا حیض والی عورتیں؟ آپ نے فرمایا کیا حیض والی عورت عرفہ میں نہیں جاتی کیا وہ فلاں اور فلاں مقام نہیں جاتی،،

۱۵۴۹ — **شرح** : آخر کے الفاظ میں حدیث کی عنوان سے مناسبت ہے،، کیونکہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ وقوف عرفہ، وقوف مزدلفہ میں حاضر ہوتی ہے سنگریزے مارتی ہے ان کے علاوہ بیت اللہ کے طواف کے سوا حج کے دیگر ارکان بجا لاتی ہے۔ یہی باب کا عنوان ہے۔ شهود الحائض فی العیدین کے باب کی حدیث ۳۲۰ کی تشریح دیکھیں،

عُمَرَ رَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهَلَّ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْهِلَالَ وَلَمْ تُهِلَّ أَنْتَ حَتَّى يَوْمُ التَّرْوِيَةِ فَقَالَ لَمْ أَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ حَتَّى تَنْبَعِثَ بِهِ رَاحِلَتُهُ ،

باب — اہلِ مکّہ کے لئے بطحا اور دیگر مقامات سے احرام باندھنا اور حج کرنے والے جب وہ منیٰ کی طرف نکلیں —"

عطاء سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو مکہ میں مقیم ہو گیا وہ حج کے لئے لبیک کہے ؟" اُنھوں نے کہا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آٹھویں ذوالحجہ کو تلبیہ کہتے تھے جبکہ وہ ظہر کی نماز پڑھ کر اپنی سواری پر سوار ہو کر سیدھے ہو جاتے تھے۔ عبدالملک نے عطاء سے اُنھوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مکہ مکرمہ آئے تو ہم نے احرام باندھا حتی کہ ترویہ (۸ ذوالحجہ) کا دن آگیا اور ہم نے مکہ کو اپنے پیچھے کیا تو ہم نے حج کے لئے لبیک کہا، ابو الزبیر نے جابر سے روایت کرتے ہوئے کہا ہم نے بطحاء سے احرام باندھا اور عُبَید بن جراج نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ جب آپ مکہ میں ہوتے ہیں تو لوگ جب چاند دیکھ لیں تو احرام باندھ لیتے ہیں لیکن آپ ترویہ (۸ ذوالحجہ) کے دن تک احرام نہیں باندھتے"۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپ احرام باندھتے ہوں حتیٰ کہ آپ کی سواری منیٰ کی طرف چل پڑتی"۔

مکی سے مراد وہ ہے جو مکہ میں رہتا ہو اور وہ حج کا ارادہ کرے" حاجی سے مراد وہ ہے جو باہر سے آئے اور تمتع کا ارادہ کرے جبکہ وہ مکّہ سے منیٰ کی طرف جائے"۔

باب کے عنوان کا محصّل یہ ہے کہ مکیّ اور متمتع بالحج نفس مکہ سے احرام باندھے اس کا ترک جائز نہیں اور جو شخص حج کا احرام باندھنا چاہے وہ نفس مکہّ سے باہر ہو کر حل یا حرم سے احرام باندھے"۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ اہلِ مکہ کا میقات حج میں حرم ہے اور مسجد حرام سے احرام باندھنا افضل ہے" ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ کو ترویہ کہا جاتا ہے کیونکہ اس روز منیٰ پھر عرفات جانا ہوتا ہے اس لئے لوگ اونٹوں کو پانی پلا کر خوب سیراب کرتے تھے۔

بَابُ أَيْنَ يُصَلِّي الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ حَدَّثَنِي

١٥٥٠ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ الْأَزْرَقُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قُلْتُ أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ قَالَ بِمِنًى قُلْتُ فَأَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ قَالَ بِالْأَبْطَحِ ثُمَّ قَالَ افْعَلْ كَمَا يَفْعَلُ أُمَرَاؤُكَ

١٥٥١ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ

سَمِعَ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَيَّاشٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ قَالَ لَقِيْتُ أَنَسًا ح وَحَدَّثَنِي إِسْمٰعِيْلُ بْنُ أَبَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ خَرَجْتُ إِلَى مِنًى يَوْمَ التَّرْوِيَةِ فَلَقِيْتُ أَنَسًا ذَاهِبًا عَلَى حِمَارٍ فَقُلْتُ أَيْنَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الْيَوْمَ الظُّهْرَ قَالَ انْظُرْ حَيْثُ يُصَلِّي أُمَرَاؤُكَ فَصَلِّ

عطاء کا اثر عنوان کے اس طرح مناسب ہے کہ سواری پر سیدھا ہونے کا معنیٰ سفر کرنا ہے لہٰذا سواری پر استواء کی ابتداء شہر سے باہر نکلنے کی ابتداء ہے اور عبدالملک کے اثر کا معنیٰ یہ ہے کہ ہم نے ترویہ کے روز مکہ اپنے پیچھے کیا حالانکہ ہم حج کا تلبیہ کہہ رہے تھے۔ معلوم ہوا کہ وہ مکہ سے نکلتے وقت مُحرِم تھے۔

باب۔ ترویہ کے روز ظہر کی نماز کہاں پڑھے"

۱۵۵۰ — ترجمہ : عبدالعزیز بن رفیع نے کہا میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ مجھے ایک شئ کی خبر دیں جو آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پائی ہو آپ نے ترویہ کے دن ظہر اور عصر کی نمازیں کہاں پڑھی تھیں؟ کہا "منیٰ"، میں نے کہا نفر کے دن عصر کی نماز کہاں پڑھی؟ کہا ابطح وادی میں پھر انس نے فرمایا تم وہ کرو جو تمہارے اُمراء کریں۔"

۱۵۵۱ — ترجمہ : عبدالعزیز نے کہا میں ترویہ کے دن منیٰ کی طرف گیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملا جو گدھے پر سوار جا رہے تھے میں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز ظہر کی نماز کہاں پڑھی؟ انھوں نے کہا دیکھو جہاں تمہارے اُمراء نماز پڑھتے ہیں تم بھی وہاں نماز پڑھو!

۱۵۵۰، ۱۵۵۱ — شرح : "ابطح" مکہ مکرمہ اور منیٰ کے درمیان وسیع میدان ہے یہاں اس سے وادی محصّب

مراد ہے "یوم النفر" منیٰ سے واپسی کا دن ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اُمراء کی اتباع کرنا ضروری اور جماعت کی مخالفت سے احتراز لازم ہے۔ منیٰ میں پانچ نمازیں پڑھنا مستحب ہیں۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں منیٰ میں پڑھیں،، اور مستحب امر وہ ہے جو شارع علیہ السلام نے کیا ہے۔ امام مالک، سفیان ثوری، امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے،، مسلم کی حدیث اس کی تائید کرتی ہے کہ ترویہ کے دن صحابہ منیٰ کی طرف نکلے اور حج کا احرام باندھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار تھے اور منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور عرفہ کے دن صبح کی نماز پڑھی،، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھنے کی کوشش کرتے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح پڑھی ہے حاکم نے قاسم بن محمد کے واسطہ سے عبداللہ بن زبیر سے روایت کی کہ حج میں سنّت یہ ہے کہ امام ظہر، عصر اور اس کے بعد والی نمازیں اور فجر منیٰ میں پڑھے پھر صبح کو عرفات جائیں،، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ لوگ ترویہ کے دن مکہ میں صبح کی نماز پڑھنے کے بعد منیٰ جاتے تھے تاکہ ظہر کی نماز اوّل وقت میں پڑھنے میں آسانی ہے" امام شافعی کا مشہور مذہب یہی ہے،، ایک ضعیف قول یہ بھی ہے کہ لوگ ظہر کی نماز مکہ میں پڑھتے پھر منیٰ کو جاتے تھے،، مہلب نے کہا لوگوں کے لئے اس روز وسیع گنجائش ہے کہ جب پسند کریں منیٰ کی طرف نکلیں اور جہاں ممکن ہو نمازیں پڑھیں،، اسی لئے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا جہاں امراء پڑھتے ہیں وہاں تم پڑھو! مگر مستحب امر وہی ہے جو شارع علیہ السلام نے کیا ہے (عینی)

حج کا اجمالی بیان یہ ہے کہ میقات سے احرام باندھے مکہ جاکر بیت اللہ کا طواف کرے اور پہلے تین پھیروں میں رمل کرے اور باقی چار میں اپنی حالت پر چلے پھر مقام ابراہیم کے پاس دو رکعتیں پڑھے پھر صفا مروہ کے درمیان سات پھیرے لگائے اور ہر پھیرے میں میلین اخضرین کے درمیان دوڑے،، پھر اگر اس کے پاس ہدی نہیں ہے تو احرام کھول دے اور ترویہ یعنی آٹھ ذوالحجہ کو مکہ سے حج کا احرام باندھ لے اور ظہر سے عرفہ کی صبح تک پانچ نمازیں منیٰ میں پڑھے۔ نویں ذوالحجہ کو سورج نکلنے کے بعد عرفات میں جائے اور شام تک وہاں رہے اور ظہر کے وقت میں ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کرکے پڑھے سورج غروب ہونے کے بعد مزدلفہ چلا جائے اور وہاں مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کرکے پڑھے طلوع فجر تک مزدلفہ میں رہے۔ فجر کے طلوع ہونے کے بعد اندھیرے میں صبح کی نماز پڑھ لے اور سورج نکلنے سے پہلے مزدلفہ سے منیٰ میں آجائے وہاں جمرہ عقبہ پر سات سنگریزے مارے پھر قربانی کا جانور ذبح کرے پھر سر منڈوا دے اور بارہ ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ آکر بیت اللہ کا طواف کرے یہ طواف زیارت ہے جو فرض ہے جب وطن کو روانگی ہو تو بیت اللہ کا طواف کرے یہ طواف الوداع ہے۔ یہ واجب ہے اور حیض والی عورت سے ساقط ہے واپسی میں بیت اللہ کی طرف پیٹھ نہ کرے اور پچھلے قدم روتا ہوا وطن کو لوٹ جائے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

تم الاجزآء الثلاثہ ویلیھا الجزء الرابع والذی بعدہٗ ان شاء اللہ تعالیٰ

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ حبیب الانبیاء والمرسلین وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فہرست تفہیم البخاری

حصہ دوم — پارہ ۴ تا ۶

كتاب الاستسقاء

کتاب الکسوف

اَبْوَابُ التَّطَوُّع

كِتَابُ الجَنَائِز

کتاب الحج

۲۶ رجب ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۰ جون ۱۹۸۰ء

غلام رسول رضوی